مصنف: حضرت حکیم الامت مولانا الحاج مفتی
احمد یار خاں نعیمی اشرفی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب الایمان - کبائر و علامات نفاق - وسوسہ - تقدیر - عذاب قبر - الاعتصام (قرآن و سنت کو مضبوطی سے پکڑنا) -
کتاب العلم - طہارت - وضو کا - آستنجا - مسواک - وضو کی سنتیں - وضو - غسل - جنبی - پانی کا بیان - نجاست -

موزہ پر مسح - تیمم - مسنون غسل - حیض - مستحاضہ - کتاب الصلوٰۃ - اوقات - تعجیل - فضائل نماز - اذان - فضائل اذان - مساجد - ستر

الحمد للہ خالق الارض والسمٰوٰت

کہ

جلد اوّل

از کتاب لاجواب مفید شیخ و شاب مسمٰے بہ

مرآۃ المناجیح

اردو ترجمہ و شرح

مشکوٰۃ المصابیح

تاریخی نام

ذوالمرات

مصنف حضرت حکیم الامت مولانا الحاج مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی اشرفی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ گجرات

صاحبزادہ اقتدار احمد خاں مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

دیباچہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ خَالِقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الطَّاھِرِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ جاننا چاہئے کہ اسلام میں کلام اللہ (قرآن) کے بعد کلام رسول اللہ (حدیث) کا درجہ ہے۔ کیوں نہ ہو کہ اللہ کے بعد رسول اللہ کا مرتبہ ہے۔ قرآن گویا لیمپ کی بتی ہے اور حدیث اس کی رنگین چمنی۔ جہاں قرآن کا نور ہے وہاں حدیث کا رنگ ہے۔ قرآن سمندر ہے حدیث اس کا جہاز۔ قرآن موتی ہیں اور مضامین حدیث ان کے غواص۔ قرآن اجمال ہے حدیث اس کی تفصیل۔ قرآن ابہام ہے حدیث اس کی شرح۔ قرآن روحانی طعام ہے۔ حدیث رحمت کا پانی کہ پانی کے بغیر نہ کھانا تیار ہو نہ کھایا جائے، حدیث کے بغیر نہ قرآن سمجھا جائے نہ اس پر عمل ہو سکے۔ قدرت نے ہمیں داخلی خارجی دو نوروں کا محتاج کیا ہے۔ نور بصر کے ساتھ نور قمر وغیرہ بھی ضروری۔ اندھے کے لئے سورج بیکار۔ اندھیرے میں آنکھ بے فائدہ۔ ایسے ہی قرآن گویا سورج ہے حدیث گویا مومن کی آنکھ کا نور۔ یا قرآن ہماری آنکھ کا نور ہے اور حدیث آفتاب نبوت کی شعاعیں۔ کہ ان میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو ہم اندھیرے میں رہ جائیں۔ اسی لئے رب العٰلمین نے قرآن کو کتاب فرمایا، حضور کو نور۔ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ یقین کرو کہ کتاب اللہ خاموش قرآن ہے اور رسول اللہ کی زندگی شریف چلتا پھرتا اور بولتا ہوا قرآن۔ وہ قال ہے یہ حال۔ حضور کی ہر ادا قرآنی آیات کی تفصیل ہے ؎

ترے کردار کو قرآن کی تفسیر کہتے ہیں

غرضیکہ قرآن وحدیث اسلام کی گاڑی کے دو پہیے ہیں یا مومن کے دو پر۔ جن میں سے ایک کے بغیر نہ یہ گاڑی چل سکتی ہے نہ مومن پرواز کر سکتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کو قرآن وحدیث کے تراجم کا بہت شوق ہے ہر شخص چاہتا ہے کہ اپنے رب اور اپنے پیارے نبی کے کلام کو سمجھوں یہ جذبہ نہایت قابل قدر ہے مگر بعض پڑھے لکھوں نے اس سے غلط فائدے اٹھائے کہ قرآن وحدیث کے ترجموں کے بہانوں سے بُرے عقائد اور غلط خیالات پھیلا دیئے۔ آج مسلمانوں کے بیسیوں فرقے اور ان کا آپس میں دھول جوتا ان ہی ترجموں کا نتیجہ ہیں۔ پھر شامت اعمال سے اب وہ بھی پیدا ہو گئے جو سرے سے حدیث کا انکار ہی کرنے لگے۔ اُن کا فتنہ بہت پھیل رہا ہے۔ انکار حدیث پر بے شمار دلائل قائم کئے جانے لگے۔ مگر سب کی بنیاد چار شبہوں پر ہے۔ اگر یہ زائل ہو جائیں تو تمام اعتراضوں کی عمارت خود بخود ہی گر جاتی ہے۔

شبہ نمبر ۱ :۔ قرآن مکمل کتاب ہے ، اور اس میں ہر چیز کا بیان ہے پھر حدیث کی کیا ضرورت ۔ نیز اس کا سمجھنا بھی آسان ہے ۔ رب فرماتا ہے وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ ۔

شبہ کا ازالہ :۔ بیشک قرآن مکمل کتاب ہے مگر اس مکمل کتاب سے لینے والی کوئی مکمل ہستی چاہئے ۔ اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ سمندر سے موتی ہر شخص نہیں نکال سکتا شناور کی ضرورت ہے ۔ قرآن حفظ کے لئے آسان ہے کہ بچے بھی یاد کر لیتے ہیں نہ کہ مسائل نکالنے کے لئے اسی لئے لِلذِّكْرِ فرمایا گیا یعنی یاد کرنے کے لئے ۔

شبہ نمبر ۲ :۔ رسول رب کے قاصد ہیں جن کا کام ڈاکئے کی طرح رب کا پیغام پہنچانا ہے ۔ نہ کہ کچھ سمجھانا اور بتانا رب فرماتا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ ۔

شبہ کا ازالہ :۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رسول بھی ہیں خدائی کے معلّم بھی ، مسلمانوں کو پاک ستھرا فرمانے والے بھی رب نے فرمایا وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ کیا بعض آیات پر ایمان ہے بعض پر نہیں ۔ مشین کا کا استعمال سکھانے کے لئے مشین والوں کو کارخانے کی طرف سے کتاب بھی دی جاتی ہے اور معلّم بھی بھیجے جاتے ہیں کارخانۂ قدرت کی طرف سے ہمیں جسم کی مشین دی گئی ۔ اس کا استعمال سکھانے کے لئے کتاب قرآن شریف اور معلّم حضورؐ بھیجے گئے ؎

معلّم خدائی کے وہ بن کے آئے   جھکے اُن کے آگے سب اپنے پرائے

شبہ نمبر ۳ :۔ موجودہ حدیثیں حضورؐ کا فرمان ہی نہیں ہیں یہ تو بعد میں لوگوں نے گھڑ کے بنائی ہیں ۔ کیونکہ زمانۂ نبوی میں لکھنے کا اتنا رواج ہی نہ تھا ۔

شبہ کا ازالہ :۔ پھر قرآن کی بھی خیر نہیں کہ زمانۂ نبوی میں سارا قرآن لکھا نہ گیا نہ کتابی شکل میں جمع ہوا ۔ خلافت عثمانیہ میں اسے جمع کیا گیا ۔ جناب زمانۂ نبوی میں قلم سے زیادہ حافظے پر اعتماد تھا ۔ رب نے صحابۂ کرام کو غضب کے حافظے عطا فرمائے تھے ۔ بعد میں ضرورت پیش آنے پر قرآن بھی سینوں اور کاغذ کے پرچوں وغیرہ سے جمع کیا گیا ۔ اور احادیث بھی حضرت علی مرتضٰی کے پاس بہت سی حدیثیں لکھی ہوئی تھیں جنہیں آپ تلوار کے پرتلے میں رکھتے تھے اور لوگوں کو سنایا کرتے تھے ۔ خیال رہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ۔ آپ نے مسند امام اعظمؒ اور آپ کے شاگرد امام محمدؒ نے مؤطا امام محمد اور آپ کے بعد امام مالکؒ نے جو ۹۰ھ میں پیدا ہوئے ۔ مؤطا امام مالکؒ وغیرہ کتب حدیث لکھیں پھر اُن سے قریب ہی امام بخاری وغیرہم کا زمانہ ہے جنھوں نے بہت احتیاط سے احادیث چھانٹیں اور جمع کیں ۔

شبہ نمبر ۴ :۔ بعض حدیثیں بعض کے متعارض ہیں اور بعض عقل کے بھی خلاف ہیں لہٰذا گھڑی ہوئی ہیں ۔

اس کا ازالہ :۔ حدیثیں صحیح ہیں آپ کی فہم میں غلطی ہے ۔ سرسری نظر سے تو قرآن کی آیتیں بھی آپس میں

مخالف معلوم ہوتی ہیں کیا ان کا بھی انکار کروگے ۔ قرآن وحدیث باقاعدہ علماء سے پڑھنی چاہییں محض ترجموں سے نہیں آتیں ۔

آخری گذارش :۔ منکرین حدیث سے ایک گذارش ہے کہ ہم لمبی بحث میں نہیں پڑتے صرف دو مسئلے قرآن کے ذریعہ آپ سے حل کراتے ہیں :۔

۱ ۔ اسلام کا سب سے عام حکم ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو ۔ براہِ مہربانی قرآنی نماز ۔ قرآنی زکوٰۃ ادا کرکے دکھا دیجئے جس میں حدیث سے امداد نہ لی گئی ہو ۔ نماز کل کتنے وقت کی ہے اور کتنی رکعتیں ہیں ۔ زکوٰۃ کتنے مال پر کتنی ہے ۔

۲ ۔ قرآن نے صرف سؤر کا گوشت حرام کیا ہے ۔ کتے ، بلے ، گدھے اور سؤر کے کلیجی گردوں کی حرمت قرآن سے دکھا دیجئے ۔ غرضیکہ چکڑالویت صرف قولی مذہب ہے جس پر عمل ناممکن ہے ۔

ان حالات کے ماتحت فقیر نے اپنے رب کے کرم اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی سے قرآن شریف کے تین اگلے پاروں کی اردو زبان میں ایک مفصل تفسیر مسمّٰی اشرف التفاسیر لکھی اور تیسوں پاروں کی ایک مختصر اور جامع تفسیر مسمّٰی نور العرفان تصنیف کی ۔ جس میں ضروریاتِ زمانہ کے لحاظ سے فوائد سوال وجواب وغیرہ ہیں ۔ ادھر بخاری شریف کی شرح عربی زبان میں یعنی کلام حبیب کی شرح زبانِ حبیب میں مسمّٰی باسم تاریخی انشراح بخاری المعروف بنعیم الباری تصنیف کی ۔ عرصہ سے خیال تھا کہ مشکوٰۃ شریف جو فنِ حدیث میں درس نظامی کی پہلی کتاب ہے اور کتب احادیث کی جامع ۔ جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ عرب وعجم میں ہر جگہ پڑھائی جاتی ہے اور عربی فارسی اردو زبانوں میں اس کی بہت شرحیں لکھی جا چکی ہیں ، اس کی اردو میں ایسی شرح لکھوں جو طلباء علماء عوام المسلمین کو یکساں مفید ہو اور اس میں نئے مذاہب اور ان کے احادیث پر نئے اعتراضات کے جوابات بھی ہوں ۔ کیونکہ مرقات اور لمعات والوں کے زمانہ میں دنیا کا اور رنگ تھا ۔ انھوں نے اس وقت کی ضروریات کے لحاظ سے شرحیں لکھیں نیز ہمارے عوام عربی فارسی سے واقف نہ ہونے کی بناء پر ان سے فائدہ حاصل نہیں کرسکتے ۔ اب دور کچھ اور ہے ۔ ہوا کا رُخ دگرگوں ہے ۔ اسی میں اس زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے مگر اس بڑے کام کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ ایک بار سرگودھے میں حضرت صاحبزادہ والاشان سلالۂ خاندان صاحبزادہ فیض الحسن صاحب زیب سجادہ آلو مہار شریف نے مجھے پُرزور حکم دیا کہ زندگی کا کوئی ٹھیک نہیں ، مشکوٰۃ شریف کی اردو میں شرح لکھے جاؤ ۔ اس ارشادِ گرامی نے دل میں جوش تو پیدا کیا لیکن حالات کی ناموافقت اور اسباب کے فقدان کی وجہ سے عرصہ تک بس وپیش ہی کرتا رہا کہ ایک روز اچانک میرے دلی دوست حکیم سردار علی صاحب ولد چوہدری میاں بخش صاحب مہاجر مشرقی پنجاب ضلع امرتسر مقیم گجرات نے بھی یہی ارشاد فرمایا کہ مشکوٰۃ شریف کی اردو شرح کی سخت ضرورت ہے ۔

ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ عربی متن میں نقل کردوں گا۔ اس سے کچھ میری ہمت بڑھی مگر پھر بھی شروع کا دیکھنا اور خود لکھنا جاری کام تھا۔ میرے لختِ جگر نورِ بصر مفتی محمد مختار خاں عرف محمد میاں سلمہ اللہ نے کہا کہ بولتے آپ جائیں لکھوں گا میں۔ تب میں سمجھا کہ یہ سرکاری انتظامات ہیں جو ان پیاروں کے منہ سے ایسی باتیں نکل رہی ہیں۔ اللہ پر توکل کیا اور چوب قلم ہاتھ میں لی۔ یقین فرمائیے کہ میں اس بڑے کام کا اہل نہیں۔ کہاں مجھ جیسا جہول انسان اور کہاں اس افصح الفصحاء حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان مجھے اس پاک آستانہ سے نسبت ہی کیا ؎

فہم رازش چہ کنم من عجمی او عربی　　لاف مہرش چہ زنم من حبشی او قرشی

بھلا ان سرکار کے رموز و اشارات اور کلمات طیبات کے اسرار میں کیا سمجھ سکتا ہوں میں عجمی دیہاتی بے علم گنوار وہ عرب کے فصحاء کے سردار کس منہ سے کہوں کہ ان کلام کا سمجھنے والا ہوں میں حبشی بدشکل وہ حسینوں کی رونقِ محفل۔ مگر کیا کروں حال یہ ہے ؎

سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا اَجْمَلَکَ مَا اَکْمَلَکَ مَا اَحْسَنَکَ

کتھے مہر علی شاہ کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

صرف نیت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی فقیر کی اس خدمت سے کسی مسلمان بھائی کا ایمان بچالے۔ اور قیامت میں حضور کے غلاموں اور جان نثاروں کے کفش برداروں اور شارحینِ حدیث کے تابعداروں میں حشر نصیب فرمادے۔ جو کوئی فقیر کی اس حقیر سی تصنیف سے فائدہ اٹھائے وہ اس فقیر بے نوا کے لئے معافی سیئات اور حسن خاتمہ کی دعا کرے کہ اسی لالچ میں میں نے یہ محنت کی ہے اللہ تعالٰی اسے قبول فرمائے۔ اور میرے لئے کفارہ سیئات و صدقہ جاریہ بنائے اور اس میں امداد کرنے والوں کو دین و دنیا میں شاد و آباد رکھے۔

اس شرح میں مرقاۃ المفاتیح اور لمعات و اشعۃ اللمعات سے امداد لی گئی ہے۔ اس کا نام مرآۃ المناجیح۔ شرح مشکوٰۃ المصابیح رکھتا ہوں۔ رب تعالٰی اسے اسم بامسمّٰی بنائے کہ مشکوٰۃ شریف کی جھلک اس آئینہ میں نظر آئے اور یہ حقیر شرح کامیابیوں کا ذریعہ بنے۔ اس کا تاریخی نام نورالمرآت ۱۳۷۸ھ ہے۔ آمین۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِہٖ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

پنجشنبہ ۲ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ
۱۲ مارچ ۱۹۵۹ء

احمد یار خاں نعیمی اشرفی بدایونی
سرپرست مدرسہ غوثیہ گجرات۔ مغربی پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شَھَادَۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً

تمام تعریفیں اللہ کی ہیں[1] ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اسی سے مدد مانگتے ہیں اسی سے معافی چاہتے ہیں[2] اور اپنے نفسوں کی شرارت اور اپنے اعمال کی برائیوں سے رب کی پناہ مانگتے ہیں[3] جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں[4] میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں[5] ایسی گواہی جو نجات کا وسیلہ اور بلندی درجات

[1] یعنی ہر حامد کی محمود پر ہر وقت ہر نعمت پر ہر طرح کی ہر حمد اللہ تعالٰی ہی کی حمد ہے کیونکہ جسے جو ملا اسی کے دین سے ملا لہٰذا وہ ہی ہر حامد کا محمود۔ ہر ساجد کا مسجود۔ ہر عابد کا معبود۔ ہر شاہد کا مشہود۔ ہر قاصد کا مقصود ہر طرح موجود ہے یا یہ مطلب ہے کہ اللہ کی حقیقی و کامل حمد وہ جو اس نے اپنی کی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ لہٰذا وہ خود ہی حامد ہے خود ہی محمود یا اس کی مقبول حمد وہ ہے جو اس کے بندہ خاص محمد مصطفٰے نے کی یا محمد مصطفٰی کی کامل حمد وہ ہے جو ان کی ان کے رب نے کی۔ وہ اپنے رب کے احمد ہیں رب ان کا محمود اور رب ان کا حامد وہ رب کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم غرض کہ الحمد کا الف لام یا استغراقی یا عہدی۔

[2] تمام دنیاوی حاجات بلکہ خود حمد کرنے میں حقیقی مدد اسی سے مانگتے ہیں، اور حمد وغیرہ میں جو کوتاہی ہم سے ہو جائے۔ اس کی معافی کے خواستگار ہیں۔ خیال رہے کہ اللہ کے مقبولوں کی مدد حقیقتًا رب ہی کی مدد ہے۔

[3] نفس کی شرارتوں سے اپنی خفیہ برائیاں مراد ہیں اعمال کی برائیوں سے ظاہر خرابیاں مراد ہیں ہم ظاہر و باطن عیبی ہیں ان عیبوں کو خود دفع نہیں کر سکتے نفس و شیطان سخت دشمن بڑے دشمن کے مقابلہ میں بڑے مددگار کی پناہ درکار ان دشمنوں سے رب کی پناہ شیطان کے شر سے نفس امارہ کا شر قوی تر ہے کہ یہ مار آستین ہر وقت گھات میں ہے اس لیے خصوصیت سے نفس کا ذکر ہوا

[4] ہدایت کے دو معنی ہیں راہ خیر دکھانا منزل مقصود پر پہنچا دینا ایسے ہی اس کے مقابل ضلالت کے دو معنی ہیں راہ شر دکھانا شر تک پہنچا دینا پہلے معنی سے ہدایت کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مرشد کامل یا قرآن کی طرف یونہی ضلالت کی نسبت شیطان جنی و انسی یا نفس امارہ کی طرف ہوتی ہے مگر دوسرے معنی سے ہدایت و ضلالت کی نسبت صرف اللہ تعالٰی کی طرف یہاں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی

وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ كَفِيْلَةً وَّاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِىْ بَعَثَهٗ وَطُرُقُ الْاِيْمَانِ قَدْ عَفَتْ اٰثَارُهَا وَخَبَتْ اَنْوَارُهَا وَوَهَنَتْ اَرْكَانُهَا

کی ضامن ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے جب بھیجا جبکہ ایمان کے راستوں کی نشانیاں مٹ چکی تھیں اور ان کی روشنیاں بجھ گئی تھیں اور ان کے کنارے کمزور

اسے مولیٰ جسے تو منزل مقصود تک پہنچادے اسے پھر کوئی راہ شر نہیں دکھا سکتا کہ وہ تو راستوں سے گزر گیا اور جسے تو اس کی بدکاریوں بداعمالیوں کی وجہ سے کفر قطعی تک پہنچادے پھر اسے کسی کی راہبری کام نہیں دیتی لہذا اس خطبہ پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ گمراہی کی نسبت رب کی طرف کیسی، نہ یہ کہ جب خدا نے بندہ کو گمراہ کردیا تو بندے کا کیا قصور کاسب بندہ ہے خالق مولیٰ۔

۵ گواہی توحید ساری مخلوق نے عقلی یا سمعی دی۔ مگر ہمارے حضور نے شہودی۔ لہذا تمام مخلوق ثانوی گواہ ہے اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اوّلی یا حقیقی گواہ اسی لیے رب نے فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا۔ یعنی حضور نے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات جنت دوزخ وغیرہ کو دیکھ کر گواہی دی چونکہ عینی گواہ پر گواہی مکمل ہوجاتی ہے۔ اسی لیے رب نے فرمایا اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ کے معنی ہیں لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ یا لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ۔ مگر ارباب شہود کہتے ہیں لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ غرض کہ جیسا کلمہ پڑھنے والا ویسے اس کے معنی کلمہ ایک ہے مگر زبانیں مختلف اس لیے تاثیریں جداگانہ

۶ یعنی منافقوں کی سی گواہی نہیں دیتا۔ جو زبانی کفر کا سبب ہو بلکہ اخلاص وصدق سے گواہی دیتا ہوں۔ جس سے کافر مومن ہوجاتا ہے اور مومن عارف بن کر بلند درجے پاتا ہے۔

۷ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول (پیغمبر) بھی ہیں اور ساری مخلوق کے رسول بھی یعنی اللہ کے پیغام لانے والے مخلوق کو پیغام پہنچانے والے رب سے لینے والے مخلوق کو دینے والے لہذا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کے رسول اور یہ بھی کہ ہمارے رسول۔ پھر حضور کفار کو عذاب کا پیغام دیتے ہیں مومنوں کو ثواب کا عاشقوں کو وصال کا غرض حضور کی رسالت مختلف ہے۔ نبی اور رسول کبھی ہم معنی ہوتے ہیں کبھی مختلف کہ نبی عام رسول خاص

۸ کیونکہ عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی تشریف نہ لائے تھے۔ اس چار ہزار سال کے عرصہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی تعلیم لوگ بھول چکے تھے۔ خیال رہے کہ عرب میں اور اولاد اسماعیل میں ہمارے حضور کے سوا کوئی نبی نہ آئے کہ جس آسمان پر سورج ہے اس پر کوئی تارا نہیں

۹ اس طرح کہ بنی اسرائیل جو دیگر ممالک میں جلوہ گر ہوئے ان کی ہلکی روشنیاں عرب میں پہنچیں مگر عیسیٰ علیہ السلام کے بعد وہ بھی گل ہوکر رہ گئیں کہ انجیل مسخ کردی گئی راہبوں پادریوں نے ان کی تعلیم بدل دی۔ اگر کچھ بچے کھچے اصلی عیسائی تھے بھی تو وہ غاروں پہاڑوں میں روپوش ہوگئے اب دنیا میں اندھیرا ہی رہ گیا۔ اسی دور کو جاہلیت کا دور کہا جاتا ہے۔

وَجُهِلَ مَكَانُهَا فَشَيَّدَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ مِنْ مَعَالِمِهَا مَا عَفَا وَ شَفٰى مِنَ الْعَلِيْلِ فِيْ تَائِيْدِ كَلِمَةِ التَّوْحِيْدِ مَنْ كَانَ عَلٰى شَفَا وَاَوْضَحَ سَبِيْلَ الْهِدَايَةِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّسْلُكَهَا وَاَظْهَرَ كُنُوْزَ السَّعَادَةِ لِمَنْ قَصَدَ اَنْ

اور انکی جگہیں نامعلوم ہو چکی تھیں[1] حضور پر اللہ کی رحمتیں اور سلام ہوں[2] کہ آپ نے اسلام کے مٹے ہوئے نشان اونچے کر دیئے اور کلمۂ توحید کو تقویت دے کر ان بیماروں کو شفا دے دی جو کنارہ پر تھے[3] اور راہِ ہدایت کا راستہ اُن کیلئے صاف فرما دیا جو اس پر چلنا چاہے اور خوش نصیبی کے خزانے اس کیلئے ظاہر فرما دیئے جو اُن کا مالک ہونا چاہے[4] حمد و صلوٰۃ

[1] اس طرح کہ اصلی عقائد کے ساتھ صحیح عبادات بھی گم ہو کر رہ گئیں تھیں۔ پتہ نہ لگتا تھا کہ ان بیماریوں کی دوا کہاں ملتی ہے اور ان کا حکیم کہاں ہے۔ غرضکہ دنیا میں گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا کیوں نہ ہوتا کہ ہدایت کا سورج نکلنے والا تھا۔ جس سے عالم میں نور اور ظلمت کافور ہونے والی تھی۔

[2] درود شریف میں صلوٰۃ و سلام دونوں عرض کرنے چاہئیں کہ قرآن کریم نے دونوں کا حکم دیا صرف صلوٰۃ یا صرف سلام بھیجنے کی عادت ڈال لینا ممنوع ہے از مرقات اسی لیئے درود ابراہیمی صرف نماز کے لیئے ہے کیونکہ اس میں صرف صلوٰۃ ہے سلام نہیں۔ سلام التحیات میں ہو چکا نماز کے علاوہ یہ درود مکمل نہیں کہ سلام سے خالی ہے اس کی پوری بحث درود شریف کی بحث میں آئے گی۔

[3] اس طرح کہ حضور نے دنیا کو بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ بت پرستی دفع کی کلمہ توحید کا اعلان فرمادیا اور جو دوزخ کے کنارے پہنچ چکے تھے انہیں بازو پکڑ کے ہٹالیا۔ ہر روحانی بیمار کو ہر طرح شفا دی کسی سے یہ نہ فرمایا کہ تیری دوا میرے دار الشفا میں نہیں ایسا کامل اکمل ہادی نہ آیا تھا نہ آئے خیال رہے کہ یہاں پہلا شفا شفیٰ کا ماضی ہے یعنی حضور نے تندرستی و صحت بخشی اور دوسرا شفا اسم جامد ہے بمعنی کنارہ یعنی جو ہلاکت یا جہنم کے کنارہ پر تھے۔ انہیں صحت بخشی کہ کفار کو ایمان۔ فساق کو تقویٰ عطا کیا۔ مصنف کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور شفا بخشتے ہیں یہ کہنا شرک نہیں۔

[4] ظاہر یہ ہے کہ ہدایت سے مراد شریعت ہے سعادت سے مراد طریقت۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت و طریقت دونوں بخشیں۔ قلب و قالب دونوں کا انتظام فرمایا۔ کسی نے انکار کر کے دائمی بدبختی حاصل کر لی۔ کسی نے قبول کر کے دارین کی خوش نصیبی کمائی۔ حضور نے انہیں مکہ والوں میں سے صدیق فاروق بنائے۔ رہزنوں کو راہبر گمراہوں کو ہادی بے علموں کو دنیا بھر کا معلم بنا دیا۔ حضور کا فیض کعبہ کی دیواروں سے پوچھو۔ مکہ کے بازاروں سے پوچھو۔ منیٰ و مزدلفہ کے کوچوں سے پوچھو۔ عرفات کی بلند چوٹیوں سے معلوم کرو کہ لوگوں نے کعبہ کو بت خانہ بنا دیا تھا۔ حضور نے خانۂ خدا بنا کر تمام عالم کا مسجود الیہ بنا دیا۔

صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

يَمْلِكُهَا ـ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ التَّمَسُّكَ بِهَدْيِهٖ لَا يَسْتَتِبُّ اِلَّا بِالْاِقْتِفَاءِ لِمَا صَدَرَ مِنْ مِشْكٰوتِهٖ وَالْاِعْتِصَامَ بِحَبْلِ اللّٰهِ لَا يَتِمُّ اِلَّا بِبَيَانِ كَشْفِهٖ وَ كَانَ كِتَابُ الْمَصَابِيْحِ الَّذِىْ صَنَّفَهُ الْاِمَامُ مُحْيِ السُّنَّةِ قَامِعُ الْبِدْعَةِ اَبُوْ مُحَمَّدِنِ الْحُسَيْنُ ابْنُ مَسْعُوْدِنِ الْفَرَّاءُ الْبَغَوِىُّ رَفَعَ اللّٰهُ دَرَجَتَهٗ اَجْمَعَ كِتَابٍ صُنِّفَ

کے بعد جاننا چاہیے کہ حضورؐ کی سیرت کا مضبوطی سے حاصل کرنا ناممکن ہے بغیر اتباع کیئے ان احادیث کے جو آپکے سینہ سے صادر ہوئیں[1] اور اللہ کی رسی کا مضبوطی سے تھامنا مکمل نہیں بغیر اسکے واضح بیان کے[2] اور کتاب مصابیح جو سنّت زندہ کرنے والے بدعت اکھیڑنے والے امام ابو محمد حسین ابن مسعود فراء بغوی کی تصنیف ہے۔ اللہ تعالٰی اُن کا درجہ بلند کرے۔ تمام ان کتب میں جامع ترتھی جو اس بارے میں لکھی گئیں[3]

[1] یعنی ہر انسان پر حضور علیہ السلام کی اطاعت فرض ہے اور یہ اطاعت بغیر حدیث و سنت جانے ناممکن ہے۔ مشکوۃ یعنی طاق حضور انور کا سینہ مبارک ہے اور حضور علیہ السلام کے اقوال و احوال اس طاق کے چراغ ہیں اگر روشنی چاہتے ہو تو اس سینے اور ان الفاظ طیبہ سے حاصل کرو قرآن کتاب ہے حضور علیہ السلام چراغ اور چراغ کے بغیر کتاب پڑھی نہیں جاتی۔ حضور علیہ السلام کے بغیر قرآن سمجھا نہیں جاتا ہر آیت حضور علیہ السلام کی تفسیر کی حاجتمند ہے ورنہ ہمیں کیا خبر کہ اَقِیْمُوْا کے کیا معنی اور صلوۃ و زکوۃ کسے کہتے ہیں

[2] اللہ کی رسی قرآن کریم ہے جو ہم نچوں کو غار سے نکال کر اوپر پہنچانے آئی لیکن اس مضبوط رسی سے فائدہ وہی اٹھائے گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسے پکڑیگا۔ اس رسی کے لانے والے بھی حضور ہیں پھر ہمیں پکڑانے والے بھی حضور پھر پکڑنے کے بعد چھوٹ جانے سے بچانے والے بھی حضور کہ حضور کے ذریعہ مخلوق کو قرآن ملا حضور ہی کے سمجھائے قرآن سمجھا گیا۔ حضور ہی کی نگاہ کرم سے انشاء اللہ مرتے دم تک اس پر عمل کیا اور انہیں کے کرم سے مرتے وقت بفضلہ کلمہ نصیب ہوگا۔ جو حدیث کا انکاری ہے وہ صرف دو رکعت نماز پڑھ کر یا ایک بار ایسی زکوۃ دے کر دکھادے جس میں حدیث کی مدد نہ ہو غرض کہ نماز و زکوۃ وغیرہ سنائی قرآن نے سکھائی حضور نے قرآن روحانی کھانا ہے۔ حدیث اس کا پانی۔ پانی کے بغیر نہ کھانا تیار ہو نہ کھایا جاسکے۔

[3] یعنی فن حدیث میں بہت کتب لکھی گئیں مگر کتاب مصابیح تمام کتب کی جامع کتاب ہے اس کے مصنف حسین ابن مسعود ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے، لقب فراء کیونکہ پوستین کی تجارت کرتے تھے (فراء نحوی اور ہیں) ہرات و مرو کے درمیان ایک بستی ہے بغ وہاں کے رہنے والے تھے لہذا بغوی کہلاتے ہیں، خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے میری سنت زندہ کی اللہ تجھے زندہ رکھے لہذا خطاب ہوا محی السنہ شافعی المذہب ہیں بڑے متقی عالم زاہد تارک الدنیا بزرگ تھے ہمیشہ روکھی روٹی یا زیتون یا کشمش سے روٹی کھائی اسی برس سے زیادہ عمر پا کر ۵۱۶ھ مقام مرو میں وفات پائی اپنے استاذ قاضی حسین کے پہلو میں دفن ہوئے آپ نے مصابیح شرح السنۃ تفسیر معالم التنزیل کتاب التہذیب فتاوی بغوی وغیرہ کتب تصنیف فرمائیں خیال رہے کہ مصابیح میں چار ہزار چار سو چونتیس حدیثیں ہیں صاحب مشکوۃ نے ایک ہزار پانچ سو گیارہ احادیث کا اضافہ کیا لہذا مشکوۃ شریف میں پانچ ہزار نو سو پینتالیس احادیث ہیں (از زجاج)

فِیْ بَابِهٖ وَاضْبَطَ لِشَوَارِدِ الْاَحَادِیْثِ وَاَوَابِدِهَا وَلَمَّا سَلَكَ رَضِیَ اللّٰهُ طَرِیْقَ الْاِخْتِصَارِ وَحَذَفَ الْاَسَانِیْدَ تَكَلَّمَ فِیْهِ بَعْضُ النُّقَّادِ وَاِنْ كَانَ نَقْلُهٗ وَاِنَّهٗ مِنَ الثِّقَاتِ كَالْاِسْنَادِ لٰكِنْ لَیْسَ مَا فِیْهِ اِعْلَامٌ كَالْاِغْفَالِ فَاسْتَخَرْتُ اللّٰهَ

اور شوارد و اوابد حدیثوں کی محافظ تھی [1] چونکہ مصنّف نے طریقہ اختصار اختیار کیا [2] اور اسنادوں کو چھوڑ دیا اس بارے میں بعض ناقدین نے چہ میگوئیاں کیں [3] اگرچہ مصنّف کا نقل فرما دینا ہی اسناد کی شکل تھی [4] کیونکہ وہ معتبر ہیں مگر نشانیوں والا راستہ بے نشان راہ کی طرح نہیں [5] اسلیے میں نے اللہ سے خیر اور توفیق

[1] شوارد شاردہ کی جمع معنی نافرہ دیعنی بھڑکا ہوا جانور یعنی وہ حدیثیں جو لوگوں کے ذہنوں سے قریبًا جاچکی تھیں لوگ انہیں قریبًا بھول چکے تھے۔ جیسے بھڑکا ہوا جانور اپنی جگہ سے بھاگ جاتا ہے داوابد آبدہ کی جمع ہے معنی وحشی جانور جو انسان سے نفرت کرے یعنی وہ احادیث جن کے مضامین فہم سے بالاتر ہیں سمجھ میں نہیں آتے جیسے وحشی جانور قبضہ میں نہیں ہوتا یعنی مصابیح ان احادیث کی جامع ہے جنہیں لوگ بھول چکے تھے یا ان کی تخریج یا مضامین سے قریبًا مایوس ہوچکے تھے۔

[2] اسی طرح کہ نہ تو احادیث کی اسناد میں بیان کیں نہ ان کا مخرج کہ کس کتاب کی یہ حدیث ہے خیال رہے کہ اسناد حدیث مجتہدین کو مفید ہے جس سے وہ حضرات حدیث کا مرتبہ ناسخ منسوخ ہونا، تعارض کے وقت کسی کا راجح ہونا، کسی حدیث کا مثبت استحباب ہونا کسی کا مثبت وجوب ہونا معلوم فرماتے ہیں مقلدین حضرات ان کاوشوں سے آزاد ہیں۔ ان کے لیئے قول امام دلیل ہے اور حدیث امام کی دلیل پولیس کے لیے حاکم کا فیصلہ دلیل ہے اور حاکم کے لیئے تعزیرات ہند کے دفعات دلیل ہیں۔ اس لیئے صاحب مصابیح نے صرف متن حدیث نقل فرمایا۔ اسنادیں چھوڑ دی تھیں (از مرقات) خیال رہے کہ عبارت حدیث کو متن کہتے ہیں راویوں کے سلسلہ کو اسناد اور اصل کتاب کا ذکر جہاں سے حدیث لی گئی ہو تخریج کہلاتا ہے۔

[3] اس طرح کہ مصابیح کی احادیث پر شبہ کرنے لگے کہنے لگے کہ جب نہ اسنادوں کا ذکر ہے نہ تخریج معلوم تو کیا معلوم اس کی احادیث صحیح ہیں یا نہیں۔ ناقدین وہ حضرات کہلاتے ہیں جو صحیح اور ضعیف، حسن وغیرہ میں امتیاز کریں۔ راویوں کے حالات سے خبر رکھیں۔ ان کی توثیق، تعدیل و جرح کرسکیں۔

[4] یعنی امام محی السنۃ اس پایہ کے محدث ہیں کہ ان کا کسی حدیث کو بغیر جرح نقل فرما دینا اس حدیث کی قوت کی دلیل ہے۔ ان کی نقل گویا اسناد ہے اس عبارت سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقلد کو امام کی حدیث پر اعتماد کرلینا درست ہے۔ اسے حدیث کی چھان بین کرنے کی ضرورت نہیں مریض طبیب کے نسخے پر اعتماد کرے اسے کتب طب کی تحقیقات ضروری نہیں دوسری یہ کہ ضعیف احادیث پر فقہا کا عمل فرما لینا اس حدیث کو قوی کردیتا ہے۔

[5] لہذا تخریج بیان کردینے سے لوگوں کو طعن کا موقع نہ ملے گا اور صاحب مصابیح پر اعتراض نہ کرسکیں گے۔ سبحان اللہ کیسا ادب ہے کہ فرمایا نشانیوں والا راستہ یعنی مشکوٰۃ شریف بے نشان والے راہ۔ یعنی مصابیح کی طرح نہیں۔ مصابیح بہت اعلیٰ ہے یہ ہے انکسار نفس۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

٭ ٭

وَاسْتَوْفَقْتُ مِنْهُ فَأَعْلَمْتُ مَا أَغْفَلَهُ فَأَوْدَعْتُ كُلَّ حَدِيثٍ مِنْهُ فِي مَقَرِّهِ كَمَا رَوَاهُ الْأَئِمَّةُ الْمُتْقِنُونَ وَالثِّقَاتُ الرَّاسِخُونَ مِثْلُ أَبِي عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمٰعِيلَ الْبُخَارِيِّ وَأَبِي الْحُسَيْنِ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ الْقُشَيْرِيِّ وَأَبِي عَبْدِ اللهِ

مانگی[1] اور ان کے بے نشانوں کو نشاندار بنا دیا[2] کہ اس کی ہر حدیث اپنے ٹھکانے میں ویسے ہی رکھی[3] جیسے ماہر عادل حافظ اماموں نے روایت فرمائی جیسے ابو عبداللہ محمد ابن اسمٰعیل بخاری[4] اور ابو الحسین مسلم ابن حجاج قشیری[5] اور ابو عبداللہ

[1] اس طرح کہ مشکوٰۃ شریف لکھنے سے پہلے باقاعدہ استخارہ کیا، جیسا کہ طبرانی نے حضرت انس سے روایت کی مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ استخارہ کرلینے والا نقصان نہیں اٹھاتا مشورہ سے کام کرنے والا شرمندہ نہیں ہوتا اور درمیان تصنیف میں اللہ سے توفیق انعام مانگتا رہا۔ فقیر احمد یار بھی بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہے کہ مولیٰ بطفیل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بڑے کام کو بخیر و خوبی انجام دینے کی توفیق دے اسے قبول فرماکر صدقہ جاریہ اور میرے گناہوں کا کفارہ بنا آمین یارب العالمین

[2] اس طرح کہ ہر حدیث کے اول صحابی راوی کا نام شریف اور آخر میں کتاب حدیث کا نام صراحتہً بتادیا۔

[3] یعنی جو حدیث مصابیح میں جس جگہ تھی میں نے بھی مشکوٰۃ میں وہاں ہی بیان کی بلاوجہ آگے پیچھے نہ کی اور ہر حدیث میں محدثین کی روایات کی پیروی کی جس طرح ان اماموں سے منقول تھی ویسے ہی میں نے نقل کی۔

[4] آپ کا نام شریف محمد والد کا نام اسمٰعیل ہے بخاری جو ماوراء النہر میں بہت بڑا شہر ہے وہاں آپ کی پیدائش ہوئی اس لیے آپ کو بخاری کہا جاتا ہے امت محمدیہ کے بڑے عالم محدث فقیہ مجتہد تھے آپ کے والد بڑے عالم اور حماد ابن زید و امام مالک کے شاگرد تھے والدہ ماجدہ ولیہ مستجاب الدعوات تھیں۔ آپ بچپن شریف میں نابینا ہوگئے تھے علاج سے اطباء عاجز ہوگئے آپ کی والدہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے تیری دعا قبول کی تیرے بچہ کو انکھیارہ کیا صبح کو آپ کی آنکھیں روشن تھیں آپ نے خواب میں دیکھا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے مکھیاں اڑا رہا ہوں۔ تعبیر دی گئی کہ تم احادیث کی خدمت کروگے۔ صحیح سے ضعیف کو دور کروگے۔ آپ کو ۳ لاکھ حدیثیں یاد تھیں ایک لاکھ غیر صحیح دو لاکھ صحیح۔ مسجد حرام شریف میں سولہ سال میں صحیح بخاری شریف تالیف فرمائی ہمیشہ غسل فرماکر دو نفل پڑھ کر لکھتے تھے آپ کی ولادت ماہ شوال جمعہ کا دن بعد عصر ۱۹۴ھ ایک سو چورانوے میں بخارا میں ہوئی عمر شریف باسٹھ ۶۲ سال پائی ۲۵۶ھ مقام خرتنگ میں وفات پائی آپ نے بادشاہ وقت کی طرف سے تنگ ہوکر خود اپنی وفات کی دعا کی تہجد کو دعا کی دوسرے دن وصال ہوگیا خواب میں دیکھا گیا کہ حضور مع جماعت صحابہ کسی کا انتظار فرمارہے ہیں۔ پوچھنے پر ارشاد ہوا ہم محمد ابن اسمٰعیل کو لینے آئے ہیں عرصہ تک آپ کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی تھی مٹی بھی مہکی ہوئی تھی بخاری شریف میں کل احادیث نو ہزار بیاسی ہیں جن میں مکررات اور تعلیقات سب شامل ہیں مکررات کو نکال کر کل دو ہزار چھ سو تئیس ۲۶۲۳ احادیث ہیں جن میں بائیس حدیثیں ثلاثی ہیں اگر مکررات نکال دی جاویں تو سولہ یعنی جن میں امام بخاری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف تین واسطے ہیں۔ بعد قرآن شریف صحیح تر کتاب بخاری مانی گئی ہے ۔ دل

مَالِكِ بْنِ اَنَسِ الْاَصْبَحِيِّ وَاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدِ بْنِ اِدْرِيْسَ الشَّافِعِيِّ

مالک ابن انس اصبحی[6] اور ابو عبداللہ محمد ابن ادریس شافعی[7]

میں ختم بخاری کیا جاتا ہے جس سے بفضلہ تعالیٰ مصیبتیں ٹل جاتی ہیں (مرقاۃ) امام بخاری نے علاوہ بخاری شریف حسب ذیل کتب لکھیں۔ ادب المفرد[1] رفع الیدین[2]۔ قراۃ خلف الامام[3]۔ برالوالدین[4]۔ التاریخ الکبیر[5]۔ الاوسط[6]۔ الصغیر[7]۔ خلق افعال العباد[8]۔ کتاب الضعفاء[9]۔ جامع کبیر[10]۔ مسند کبیر[11]۔ تفسیر کبیر[12] کتاب الاشربہ[13]۔ کتاب الہبہ[14]۔ اسامی الصحابہ[15]۔ کتاب الوحدان[16]۔ کتاب العلل[17]۔ کتاب الکنٰی[18]۔ کتاب المبسوط[19] کتاب الفوائد[20]۔ مگر بخاری شریف زیادہ مشہور و معتبر ہے آپ نے اٹھارہ ہزار محدثین سے احادیث نقل کیں ایک لاکھ محدثین آپ کے شاگرد ہیں جن میں امام مسلم، ترمذی، ابن خزیمہ، ابی زرعہ ابو حاتم نسائی زیادہ مشہور ہیں امام محمد ابن احمد مروزی فرماتے ہیں کہ میں بیت اللہ شریف سے متصل سو رہا تھا کہ میں نے حضور کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں تم میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے میں نے پوچھا حضور آپ کی کتاب کون سی ہے فرمایا محمد ابن اسمٰعیل بخاری کی کتاب "صحیح بخاری"

[5] آپ کا نام شریف مسلم ابن حجاج نیشاپوری ہے بنی قشیرہ قبیلہ کے ہیں آپ نے بہت کتابیں لکھیں۔ مسلم مسند کبیر جامع کبیر کتاب العلل اوہام المحدثین۔ کتاب التمییز طبقات التابعین۔ کتاب المخضرمین۔ وغیرہ مگر ان سب میں مسلم شریف زیادہ مشہور و معتبر ہے تین لاکھ حدیثوں سے منتخب کرکے چار ہزار حدیثیں اس میں جمع کی گئیں مسلم شریف میں اسّی سے کچھ زیادہ حدیثیں رباعی ہیں جن کی اسناد میں صرف چار راوی ہیں۔ آپ کی ولادت ۲۰۴ھ میں حضرت شافعی کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہوئی وفات ماہ رجب ۲۶۱ھ میں ہوئی ستاون سال عمر شریف ہوئی ایک دفعہ آپ سے کوئی حدیث دریافت کی گئی آپ نے تمام رات وہ حدیث تلاش کرنے کے لئے کتب کا مطالعہ شروع کیا کسی نے کھجوروں کی ٹوکری برابر میں حاضر کردی ایک ایک کھجور کھاتے رہے اور حدیث ڈھونڈتے رہے صبح کو حدیث مل گئی ٹوکری ختم ہوگئی۔ اسی وجہ سے وفات ہوئی نیشاپور میں قبر شریف ہے۔

[6] آپ مذہب مالکی کے امام ہیں تبع تابعین میں سے ہیں۔ اگرچہ آپ امام بخاری و مسلم سے پہلے گزرے اور آپ کی کتاب موطا امام مالک ان دونوں کتب سے پہلے لکھی گئی مگر چونکہ بخاری و مسلم کا رتبہ فن حدیث میں اعلیٰ مانا گیا ہے۔ اس لئے مصنف نے ان دونوں کے بعد آپ کا ذکر کیا بڑے محدث فقیہ اور عاشق رسول ہیں مدینہ منورہ میں رہے۔ سوا ایک بار حج کے کبھی مدینہ شریف سے باہر نہ گئے اس شہر پاک میں کبھی خچر یا گھوڑے پر سوار نہ ہوئے حالانکہ آپ کے ہاں بہت گھوڑے تھے بہت ادب سے باوضو حدیث بیان فرماتے تھے تین سو تابعین چار سو تبع تابعین سے حدیثیں حاصل کیں آپ کی ولادت ۹۵ھ ربیع الاول میں ہوئی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی (یہ مرقاۃ کی روایت ہے) شامی میں ہے کہ امام مالک کی ولادت ۹۰ھ اور وفات ۱۷۹ھ میں عمر ۹۰ سال ہے واللہ اعلم۔ آپ کا مزار جنت البقیع مدینہ منورہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے فقیر نے زیارت کی ہے آپ کی کتاب حدیث موطا امام مالک مشہور ہے۔

[7] آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے نام محمد ابن ادریس ابن عباس ابن عثمان ابن شافع ابن سائب ابن عبید ابن عبد یزید ابن ہاشم ابن عبدالمطلب ابن عبد مناف ہے لہٰذا آپ مُطلبی ہاشمی ہیں۔ شافع ابن سائب کی نسبت سے آپ کا لقب شافعی ہے اور آپ کے سلسلہ مذہب کا نام بھی شافعی اور شافع کی والدہ خلدہ بنت اسد حضرت علی مرتضیٰ کی خالہ ہیں۔ یعنی فاطمہ بنت اسد کی ہمشیرہ، سائب جنگ بدر میں کفار کے علمبردار تھے جو مسلمانوں کی قید میں آئے اور فدیہ دے کر رہائی پائی بعد میں اسلام لائے امام شافعی اسلام کے مایہ ناز امام مجتہد صاحب مذہب عابد، زاہد بڑے باادب بزرگ ہیں اصول دین میں آپ نے

وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلِ الشَّیْبَانِیِّ وَاَبِیْ عِیْسٰی مُحَمَّدِ بْنِ عِیْسٰی

اور ابو عبداللہ احمد ابن محمد ابن حنبل شیبانی[1] اور ابو عیسٰی محمد ابن عیسٰی ترمذی[2]

چودہ ضخیم کتاب تصنیف فرمائیں اور فروعات میں سو سے زیادہ جب آپ کسی مصیبت میں ہوتے تو بغداد شریف حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار پاک پر حاضر ہوکر دو رکعت نفل ادا کرکے حضور امام ابوحنیفہ کے توسل سے دعا فرماتے رب تعالٰی مصیبت رفع فرماتا خود فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی قبر قبول دعا کے لیئے تریاق ہے آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں عین امام اعظم کی وفات کے دن مقام عسقلان یا بمقام منٰی میں ہوئی مکہ معظمہ میں پرورش پائی ۵۴ سال عمر شریف پاکر ۲۰۴ھ مصر میں وفات پائی قرافہ مصر میں مزار پرانوار ہے امام مالک کے شاگرد ہیں اور امام محمد کی تصنیفات سے کسب علم فرمایا رمضان شریف میں ہر شب ایک قرآن ختم فرماتے تھے۔ رضی اللہ عنہ۔

[1] آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ نام شریف احمد ابن محمد ابن حنبل ابن ہلال ابن ابن ادریس ابن عبداللہ ابن حیان ابن اسد ابن نزار ابن معد ابن عدنان ہے۔ بڑے محدث فقیہ و مجتہد ہیں۔ امام مذہب ہیں بغداد شریف میں ولادت ہوئی طالب علمی میں کوفہ، بصرہ، شام، مکہ معظمہ و مدینہ منورہ گئے۔ آئمہ حدیث سے ملاقاتیں کیں امام بخاری و مسلم ابوداؤد وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں ساڑھے سات لاکھ احادیث سے منتخب کرکے مسند احمد ابن حنبل تصنیف فرمائی۔ آپ کی بڑی عظمت یہ ہے کہ حضور غوث الثقلین سید شیخ محی الدین عبدالقادر بغدادی رضی اللہ عنہ آپ کے مذہب حنبلی کے پیرو ہیں ہمیشہ فقر و فاقہ میں گزاری۔ مسئلہ خلق قرآن پر شاہ بغداد مامون رشید آپ کا مخالف ہوگیا آپ کو تیس کوڑے لگائے ہر کوڑے پر آپ فرماتے کہ قرآن کلام اللہ قدیم ہے آپ کی ولادت بغداد شریف میں ۱۶۴ھ میں ہوئی ۷۷ سال عمر پائی اور جمعہ کے دن بوقت چاشت ۲۴۱ھ میں بمقام بغداد وفات ہوئی وہاں ہی آپ کا مزار پر انوار ہے۔ آپ پر پچیس لاکھ مسلمانوں نے نماز پڑھی وفات کے دن بیس ہزار کافر مسلمان ہوئے آپ کی قبر انور سے مخلوق برکتیں حاصل کرتی ہے۔ حضرت امام شافعی نے آپ کی وہ قمیص دھو کر پی۔ جس میں آپ کو کوڑے مارے گئے تھے دو سو تیس برس کے بعد آپ کی قبر کھل گئی تو آپ کا جسم شریف و کفن مبارک بعینہٖ محفوظ تھا۔ رضی اللہ عنہ اعتقاً واشعہ وغیرہ!

[2] آپ کا نام محمد ابن عیسٰی ابن سورہ ابن موسٰے ابن ضحاک سلمی ہے۔ کنیت ابوعیسٰی نہر بلخ جیحون کے کنارے مقام ترمذ ولادت ہے وہاں ہی وفات ہوئی۔ شافعی مذہب ہیں۔ بڑے محدث عالم و عابد بزرگ ہیں آپ کی کتاب ترمذی شریف جرح حدیث بیان مذاہب میں بے مثال ہے جس میں ایک حدیث ثلاثی ہے جو امام ترمذ تک صرف تین واسطوں سے حضور علیہ السلام سے پہنچی آپ کی ولادت ۲۰۹ھ میں اور وفات ۲۷۹ھ میں ہوئی عمر شریف پچاس سال ہوئی۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبِيْ دَاؤدَ سُلَيْمَانَ ابْنِ الْاَشْعَثِ السِّجِسْتَانِيِّ وَاَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَحْمَدَ بْنِ شُعَيْبٍ النَّسَائِيِّ وَاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ مَاجَةَ الْقَزْوِيْنِيِّ وَاَبِيْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيِّ وَاَبِي الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ عُمَرَ الدَّارَقُطْنِيِّ

اور ابو داؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی [1] اور ابو عبدالرحمٰن احمد ابن شعیب نسائی [2] اور ابو عبداللہ محمد ابن یزید ابن ماجہ قزوینی [3] اور ابو محمد عبداللہ ابن عبدالرحمٰن دارمی [4] اور ابوالحسن علی ابن عمر دارقطنی [5]

[1] آپ کا نام شریف سلیمان ابن اشعث ابن اسحاق ابن بشیر ہے کنیت ابو داؤد وطن مالوف علاقہ خراسان میں ہرات کے قریب مقام سیستان ہے جسے سجستان کہا جاتا ہے ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۷۵ھ مقام بصرہ میں ہوئی وہاں ہی مزار شریف ہے عمر شریف ۷۳ سال، آپ نے پانچ لاکھ احادیث سے چار ہزار آٹھ سو احادیث جمع فرمائیں۔ بڑے عالم فقیہ محدث عابد و زاہد متقی و پرہیزگار تھے رضی اللہ عنہ

[2] آپ کا نام ابو عبدالرحمان ابن احمد ابن شعیب ابن بحر ابن سنان نسائی ہے علاقہ خراسان میں ایک بستی ہے نسا قریب مرو وہاں کے متوطن ہیں آپ نے اولًا ایک حدیث کی بڑی کتاب لکھی جس کا نام نسائی تھا کسی نے آپ سے پوچھا کہ کیا نسائی میں تمام احادیث صحیح ہیں فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ احادیث صحیحہ جمع کرو تب آپ نے اس سے صحیح احادیث منتخب کیں جس کا نام رکھا مجتبیٰ نسائی۔ اب یہی کتاب مروج ہے۔ طلب علم کے لیے بہت سفر کیے۔ جب دمشق پہنچے تو کسی نے پوچھا کہ امیر معاویہ افضل ہیں یا علی مرتضیٰ تو فرمایا کہ امیر معاویہ کے لیے یہی کافی ہے کہ ان کی نجات ہو جاوے اس پر وہاں کے لوگوں نے بہت مارا وہاں کے زخموں سے جانبر نہ ہو سکے بعض نے فرمایا کہ بیت المقدس پہنچ کر وفات پائی بعض نے کہا مکہ معظمہ میں وفات ہوئی اور صفا مروہ کے درمیان دفن ہوئے بڑے بڑے آئمہ حدیث آپ کے شاگرد ہیں جیسے امام طحاوی، ابوالقاسم طبرانی وغیرہ علی العموم مصر میں رہتے تھے۔ آپ کی ولادت ۲۱۵ھ وفات ۳۰۳ھ میں ہوئی بعض نے لکھا ہے کہ آپ کے زمانہ میں خوارج کا بہت زور تھا آپ ہمیشہ فضائل اہل بیت بیان فرماتے تھے اس پر خوارج نے آپ کی پشت میں نیزہ مارا جو آپ کے سینہ سے نکلا اور یہ کہتے گرے فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ یعنی رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا

[3] آپ کا نام محمد ابن یزید ابن ماجہ ربعی ہے کنیت ابو عبداللہ قزوین کے رہنے والے آپ کی کتاب ابن ماجہ ہے احادیث غیر صحیح زیادہ ہیں اسی وجہ سے بعض لوگوں نے ابن ماجہ شریف کے بجائے دارمی یا موطا کو صحاح ستہ میں داخل کیا ہے آپ کی ولادت ۲۰۹ھ میں وفات رمضان ۲۷۳ھ میں ہوئی عمر شریف ۶۴ سال ہوئی۔

[4] آپ کا نام عبداللہ ابن عبدالرحمٰن ابن الفضل ابن بہرام ہے کنیت ابو محمد قبیلہ دارم ابن مالک سے ہیں۔ اسی لیئے دارمی کہلاتے ہیں سمرقند وطن شریف ہے اپنے زمانہ کے بڑے محدث مفسر فقیہ تھے آپ کی وفات کی خبر پر امام بخاری بہت روئے آپ کے شاگرد امام مسلم ابوداؤد و ترمذی وغیرہ ہیں آپ کی ولادت ۱۸۱ھ اور وفات شریف ۲۵۵ھ ۸ ذی الحجہ کو ہوئی ۷۴ سال عمر شریف ہوئی۔ آپ کی کتاب دارمی شریف مشہور ہے۔

[5] آپ کا نام ابوالحسن ابن علی ابن عمر ہے بغداد کے ایک محلہ قطن کے رہنے والے ہیں آپ اپنے زمانہ کے محدث امام اسماء الرجال کے حافظ تھے آپ کی کتاب دارقطنی مشہور و معروف ہے آپ کے شاگرد بڑے بڑے محدثین ہیں جیسے ابو نعیم، حاکم، امام اسفرائینی وغیرہم آپ کی ولادت ۳۰۵ھ اور

وَاَبِیْ بَکْرٍ اَحْمَدُ بْنُ حُسَیْنِ الْبَیْہَقِیِّ وَاَبِی الْحَسَنِ رَزِیْنِ بْنِ مُعَاوِیَۃَ الْعَبْدَرِیِّ

اور ابوبکر احمد ابن حسین بیہقی [۱] اور ابوالحسن رزین ابن معاویہ عبدری [۲]

سنہ ۴۰۵ھ میں بغداد شریف میں ہوئی وہاں آپ کا مزار مبارک ہے۔

[۱] آپ کا نام احمد ابن حسین ہے کنیت ابوبکر، نیشاپور کے علاقہ بیہق کے قریب قریہ خسروجرد میں ولادت ہوئی آپ اپنے زمانہ کے جلیل القدر محدث حاکم کے تلمیذ اعلیٰ ہیں آپ نے علاوہ بیہقی شریف کے اور بہت کتب لکھیں، دلائل النبوۃ، کتاب البعث والنشور، کتاب الاداب کتاب فضائل الاوقات۔ شعب الایمان۔ کتاب الخلافیات وغیرہ آپ ان سات مصنفین میں سے ہیں جن کی تصنیفات سے مسلمانوں نے بہت فائدہ اٹھایا۔ تارک الدنیا جلیل القدر بہت عابد تھے تیس سال مسلسل روزہ دار رہے شافعی المذہب ہیں آپ کی ولادت نیشاپور میں ماہ شعبان سنہ ۳۸۴ھ میں ہوئی وفات بھی نیشاپور ۴۵۸ھ میں۔ عمر شریف ۷۴ سال پائی آپ کا تابوت شریف آپ کے وطن خسروجرد علاقہ بیہق میں پہنچایا گیا وہاں ہی دفن کیا گیا جمادی الاولیٰ میں۔

[۲] آپ کا نام رزین ابن معاویہ کنیت ابوالحسن قبیلہ عبدری سے ہیں جو عبدالدار ابن قصی کی اولاد سے ہے آپ کی کتاب التجرید مشہور ہے سنہ ۵۳۵ھ میں وفات ہوئی قریشی النسل ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

ہم بزرگان دین کے تذکرہ کو اس ذات گرامی کے ذکر پاک پر ختم کرتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ جاوید معجزہ، امت مصطفویہ کا روشن چراغ قریباً سارے محدثین وفقہا کا استاد دین متین کا مجتہد اول ہے جن کے فضائل خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے کہ فرمایا اگر دین ثریا تارے کے پاس بھی ہوتا تو فارس کا ایک شخص وہاں سے لے آتا آپ کا نام شریف نعمان ابن ثابت ابن زوطی ہے حضرت زوطی یعنی امام صاحب کے دادا فارسی النسل ہیں۔ حضرت امام کی کنیت ابوحنیفہ لقب امام اعظم آپ کے دادا حضرت علی کے عاشق زار اور آپ کے خاص مقربین میں سے تھے آپ ہی کی محبت میں فارس چھوڑ کر کوفہ میں آپ کے پاس قیام کیا حضرت زوطی اپنے بچے ثابت کو دعا کے لیئے علی مرتضی کے پاس لائے آپ نے دعا فرمائی اور بشارت دی کہ اس فرزند کے بیٹے سے عالم میں علم بھر جائے گا امام اعظم کی پیدائش کوفہ شہر سنہ ۸۰ھ میں ہوئی یعنی تمام آئمہ مجتہدین سے پہلے ۷۰ سال عمر شریف پاکر سنہ ۱۵۰ھ میں بغداد میں وفات ہوئی اور بغداد کے قبرستان خیزران میں دفن ہوئے آپ کی قبر شریف زیارت گاہ خاص وعام ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ آپ کی قبر قبول دعا کے لیئے اکسیر ہے آپ نے بہت صحابہ کا زمانہ پایا جن میں سے چار صحابہ سے ملاقات کی انس ابن مالک عبداللہ ابن ابی اوفیٰ سہیل ابن سعد ساعدی ابوالطفیل عامر ابن واصلہ آپ حضرت حماد کے شاگرد اور حضرت امام جعفر صادق کے تلمیذ خاص ہیں کہ دو سال تک آپ کی صحبت میں رہے۔ جلیل القدر تابعی ہیں آپ اسلام کے سب سے پہلے مجتہد اعظم ہیں۔ آپ کا مذہب دنیا میں بہت پھیلا مرقاۃ نے فرمایا کہ سارے جنتیوں میں دو تہائی جنتی حضور کی امت ہیں اور سارے مسلمانوں میں دو تہائی مومن حنفی ہیں۔ اکثر اولیاء اللہ حنفی ہوئے چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی، ہر شب پورا قرآن ایک رکعت میں ختم کرتے تھے شب میں آپ کے رونے کی آواز گھر سے باہر سنی جاتی تھی آپکی وفات کے وقت سات ہزار قرآن مجید ختم ہوئے سارے محدثین وفقہا بالواسطہ یا بلاواسطہ امام اعظم کے شاگرد ہیں۔ اس کی پوری تحقیق کے لیئے ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم دیکھو۔

وَغَيْرِهِمْ وَقَلِيْلٌ مَّاهُوَ وَاِنِّیْ اِذَا نَسَبْتُ الْحَدِيْثَ اِلَيْهِمْ كَاَنِّیْ اَسْنَدْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهُمْ قَدْ فَرَغُوْا مِنْهُ وَاَغْنَوْنَا عَنْهُ وَسَرَدْتُ الْكُتُبَ وَالْاَبْوَابَ كَمَا سَرَدَهَا وَاقْتَفَيْتُ اَثَرَهُ فِيْهَا وَقَسَّمْتُ كُلَّ بَابٍ غَالِبًا عَلٰى فُصُوْلٍ ثَلٰثَةٍ اَوَّلُهَا مَا اَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ اَوْ اَحَدُهُمَا وَاكْتَفَيْتُ بِهِمَا وَاِنِ اشْتَرَكَ فِيْهِ الْغَيْرُ لِعُلُوِّ دَرَجَتِهِمَا فِي الرِّوَايَةِ وَثَانِيْهَا مَا اَوْرَدَهُ غَيْرُهُمَا مِنَ الْاَئِمَّةِ

اور انکے ماسوا مگر یہ ماسوا تھوڑے ہیں[1] اور میں نے جب ان بزرگوں کی طرف حدیث منسوب کردی تو گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف اسناد کردی[2] کیونکہ ان بزرگوں نے اسناد سے فارغ ہوکر ہم کو بے نیاز کردیا[3] اور میں نے کتابیں اور باب ویسے ہی مرتب کئے جیسے انھوں نے کئے تھے۔ اس میں میں انہی کے قدم پر چلا[4]۔ میں نے اکثر ہر باب کو تین فصلوں پر تقسیم کیا[5] پہلی فصل میں وہ احادیث جنھیں شیخین یا ان میں سے ایک نے روایت کیا میں نے انہی دونوں پر کفایت کی اگرچہ اس کی روایت میں دوسرے بھی شریک ہوں شیخین کی بلندی درجے کے سبب[6] دوسری فصل میں وہ

[1] یعنی وہ حدیثیں جو مذکورہ بزرگوں کے علاوہ کی ہیں وہ تھوڑی ہیں ھو کا مرجع غیرھم ہے۔

[2] سبحان اللہ! کیا ایمان افروز بات کہی مطلب یہ ہے کہ میں مشکوٰۃ میں حدیثوں کا صرف متن بیان کروں گا کہ اسناد کیونکہ میں آخر میں کہدونگا کہ اسے مسلم بخاری یا فلاں کتاب نے روایت کیا۔ میری یہ نسبت گویا اسناد ہے۔ کسی حدیث کو ان بزرگوں کا قبول فرمالینا اس کے صحیح قوی ہونے کی دلیل ہے یہی ہم حنفی کہتے ہیں کہ کسی حدیث کو امام ابوحنیفہ کا قبول فرمالینا اور اس پر عمل کرلینا اس حدیث کے قوی ہونے کی کھلی ہوئی دلیل ہے امام صاحب کی طرف حدیث کی نسبت گویا حضور کی طرف نسبت ہے بلکہ امام صاحب کی کوئی حدیث ضعیف نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ زمانہ حضور کے زمانے سے بہت ہی قریب ہے اس وقت اسنادوں میں ضعیف راوی شامل نہیں ہوئے تھے۔

[3] مرقاۃ میں اسجگہ فرمایا کہ ان کتب احادیث میں کسی محدث کا مطالعہ کرکے یہ کہنا جائز ہے کہ حضور نے یہ فرمایا کیونکہ ان مصنفین پر بھی اعتماد ہے اور ان کتابوں پر بھی بھروسہ

[4] یعنی جس ترتیب سے صاحب مصابیح نے مسائل کی کتابیں اور ان کتابوں کے باب بیان کیے ہیں میں نے بھی اسی طرح بغیر تقدیم و تاخیر بیان کیے اور کتابوں اور بابوں کے وہی عنوان رکھے جو انہوں نے رکھے تھے مثلاً کتاب الطہارت اس میں وضو کا پھر غسل کا اور پھر تیمم کا باب ہوگا۔

[5] یعنی اگرچہ بعض بابوں میں دو ہی فصلیں ہوں گی مگر یہ بہت کم۔ اکثر تین ہی ہوں گی۔

[6] یعنی چونکہ فن حدیث میں بخاری و مسلم کا درجہ بہت بلند ہے حتی کہ ان کو حدیث کا شیخین کہا جاتا ہے جیسے فقہ میں امام ابوحنیفہ وابو یوسف کو اور منطق میں فارابی اور بوعلی سینا کو اس لیے پہلی فصل میں میں ان بزرگوں کی روائتیں لاؤں گا اور اگر کسی حدیث کو شیخین کے علاوہ محدثین نے بھی نقل کیا ہو تو میں وہ حدیث صرف شیخین ہی کی طرف نسبت کردوں گا۔ مثلاً اگر کوئی حدیث بخاری اور ترمذی کی ہے تو میں صرف بخاری کا نام

الْمَذْكُورِيْنَ وَثَالِثُهَا مَا اشْتَمَلَ عَلٰى مَعْنَى الْبَابِ مِنْ مُلْحَقَاتٍ مُنَاسِبَةٍ مَعَ مُحَافَظَةٍ عَلَى الشَّرِيْطَةِ وَاِنْ كَانَ مَاْثُوْرًا عَنِ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ ثُمَّ اِنَّكَ اِنْ فَقَدْتَ حَدِيْثًا فِيْ بَابٍ فَذٰلِكَ عَنْ تَكْرِيْرٍ اُسْقِطُهٗ وَاِنْ وَجَدْتَّ اٰخَرَ بَعْضُهٗ مَتْرُوْكًا عَلَى اخْتِصَارِهٖ اَوْ مَضْمُوْمًا اِلَيْهِ تَمَامُهٗ فَعَنْ دَاعِيْ اِهْتِمَامٍ اَتْرُكُهٗ وَاُلْحِقُهٗ وَاِنْ عَثَرْتَ عَلَى اخْتِلَافٍ فِي الْفَصْلَيْنِ مِنْ ذِكْرِ غَيْرِ الشَّيْخَيْنِ فِي الْاَوَّلِ وَذِكْرِهِمَا فِي الثَّانِيْ فَاعْلَمْ اَنِّيْ بَعْدَ تَتَبُّعِيْ كِتَابَيِ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّحِيْحَيْنِ لِلْحُمَيْدِيِّ

احادیث جوان کے علاوہ دوسرے مذکورہ اماموں نے روایت کیں۔ تیسری فصل میں وہ مناسب ملحقہ حدیثیں جو باب کے معنی پر شامل ہیں شرائط کی رعایت کرتے ہوئے اگرچہ متقدمین و متاخرین سے منقول ہوں پھر اگر تم کسی باب میں مصابیح کی کوئی حدیث نہ پاؤ تو وہ تکرار کی وجہ سے ہوگا جسے میں نکال دوں گا اور اگر تم دوسری حدیث کو ایسا پاؤ کہ جس کا بعض حصہ اختصارًا چھوڑ دیا گیا ہے یا اس کا تتمہ شامل کردیا گیا ہے تو یہ کسی اہتمام کے باعث ہوگا کہ کچھ چھوڑ دوں گا کچھ ملادوں گا اور اگر تم دو فصلوں میں کسی اختلاف پر مطلع ہو مثلاً یوں کہ پہلی فصل میں غیر شیخین کی اور دوسری میں شیخین کی حدیث مذکور ہو تو جان لینا یہ اسلئے ہے کہ میں حمیدی کی اور جامع الاصول کی کتابیں جو شیخین کی

لوں گا اور کہوں گا رواہ البخاری کہ ان کے ذکر کے ہوتے کسی کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

۱؎ جیسے ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہ دوسری فصل میں ان کی احادیث ذکر کی جائینگی۔

۲؎ یعنی ہر باب کی دو فصلوں میں مصابیح کی احادیث ہوں گی اور تیسری فصل صاحب مشکوۃ کی طرف سے زیادہ کی جائیگی اور اس میں جو حدیثیں بیان ہوں گی ان میں انہی باتوں کا لحاظ ہوگا کہ اولًا حدیث کے راوی کا نام پھر آخر میں کتاب کا حوالہ

۳؎ یعنی میں نے اپنی تیسری فصل میں یہ التزام کیا کہ حدیث مرفوع ہی لاؤں بلکہ قول صحابہ و تابعین اور ان کے افعال کریمہ کی روایتیں بھی نقل کرونگا کیونکہ اصطلاح محدثین میں اسے بھی حدیث کہتے ہیں سلف کے معنی ہیں گزرے ہوئے لوگ یعنی متقدمین خلف کے معنی ہیں پیچھے والے یعنی متاخرین یہاں سلف سے مراد صحابہ ہیں خلف سے مراد تابعین چونکہ صحابہ کا درجہ غیر صحابہ سے کہیں زیادہ ہے اس لیے ان کا نام پہلے لیا تابعین کا بعد میں

۴؎ اگر کسی باب میں کوئی حدیث مصابیح میں تو تھی مگر مشکوۃ میں نہیں تو اسکی وجہ یہ ہوگی کہ مصابیح میں وہ حدیث متعدد جگہ آئی تھی میں نے ایک جگہ رکھی دوسری جگہ سے ساقط کردی۔

۵؎ یعنی اگر کوئی حدیث مصابیح میں تو مختصرًا مذکور تھی مگر مشکوۃ میں پوری دراز ہے یا اسکے برعکس مصابیح میں مکمل و دراز تھی مگر میں نے اسکو مختصر کرکے نقل کیا تو اسکی کوئی حکمت اور وجہ ہوگی میں نے بلا وجہ یہ فرق نہ کیا مثلًا ایک دراز حدیث کا ایک جز باب کے مناسب ہے باقی نہیں تو میں صرف وہ مناسب جز ہی نقل کرونگا مختصرًا اور اگر

وَجَامِعِ الْاُصُوْلِ اِعْتَمَدْتُ عَلٰی صَحِیْحَیِ الشَّیْخَیْنِ وَمَتْنَیْہِمَا وَاِنْ رَاَیْتَ اخْتِلَافًا فِیْ نَفْسِ الْحَدِیْثِ فَذٰلِکَ مِنْ تَشَعُّبِ طُرُقِ الْاَحَادِیْثِ وَلَعَلِّیْ مَا اطَّلَعْتُ عَلٰی تِلْکَ الرِّوَایَۃِ الَّتِیْ سَلَکَہَا الشَّیْخُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَقَلِیْلًا مَّا تَجِدُ اَقُوْلُ مَا وَجَدْتُّ

احادیث کی جامع میں کے تلاش کے بعد صحیح مسلم و بخاری اور ان کے متون ہے پر اعتماد کیا اور اگر تم اصل حدیث میں فرق پاؤ تو یہ فرق حدیثوں کی اسنادوں کے فرق کی وجہ سے ہوگا۔ اور شاید میں اس روایت پر خبردار نہ ہوا ہوں جدھر حضرت شیخ گئے۔ تم بہت کم یہ بھی پاؤ گے کہ میں کہوں گا ـــــ

کسی حدیث کے دو جز مصابیح کے دو بابوں میں منقول ہوئے تو میں پوری حدیث ایک باب میں طویل ذکر کرونگا۔

۵ یعنی صاحب مصابیح کا طریقہ تو یہ ہے کہ فصل اول میں شیخین کی احادیث لاتے ہیں اور فصل دوم میں انکے علاوہ کی لیکن اگر مشکوٰۃ میں تم کو اس کے خلاف ملے کہ پہلی فصل میں غیر شیخین کی کوئی روایت آگئی ہو یا دوسری فصل میں شیخین کی تو اس کی وجہ وہ ہے جو آگے مذکور ہے۔

۶ یعنی اس اختلاف کی وجہ یہ ہوگی کہ میں نے مشکوٰۃ کی تالیف کے دوران میں امام حمیدی کی کتاب جمع بین الصحیحین اور امام مجد الدین کی کتاب جامع الاصول بھی دیکھیں اور اصل کتاب یعنی بخاری و مسلم کا بھی مطالعہ کیا اگر ان دونوں جامع کتب اور اصل بخاری و مسلم میں اختلاف پایا تو میں نے ان جامع کتب کا اعتبار نہ کیا بلکہ مسلم و بخاری کا اعتبار کیا مثلاً ایک حدیث جامع الاصول میں شیخین کی روایت سے منقول ہے اور صاحب مصابیح نے فصل اول میں بیان کی مگر مسلم و بخاری میں وہ روایت نہیں تو اگر میں وہ حدیث لاؤنگا تو فصل اول ہی میں مگر اس کی نسبت مسلم و بخاری کی طرف نہ کرونگا ایسے ہی بر عکس کہ اگر ان جامع کتب میں کسی حدیث کی نسبت مسلم و بخاری کے علاوہ کسی اور کتاب کی طرف ہے مگر وہ حدیث مسلم و بخاری میں مجھے مل گئی صاحب مصابیح اسے دوسری فصل میں لائے تو میں بھی لاؤں گا دوسری فصل میں ہی مگر نسبت مسلم و بخاری کی طرف کرونگا خیال رہے کہ کتاب جمع بین الصحیحین کے مصنف حافظ ابو عبد اللہ محمد ابن ابی النصر ابن حمید اندلسی قرطبی ہیں جو دار قطنی کے شاگردوں سے ہیں آپ بغداد میں رہے وہاں ہی ۴۸۸ھ میں وفات پائی آپ نے اپنی اس کتاب میں مسلم و بخاری کی احادیث جمع فرمائیں اور جامع الاصول کے مصنف امام مجد الدین ابو السعادات مبارک ابن محمد جزری ہیں جنہیں ابن اثیر کہا جاتا ہے آپ موصل میں رہے وہاں ہی ۶۰۶ھ میں وفات پائی آپنے جامع الاصول میں صحاح ستہ کی احادیث نقل فرمائیں صاحب مصابیح نے ان ہی کتب سے مصابیح تالیف فرمائی صاحب مشکوٰۃ نے ان دونوں کتب کا بھی مطالعہ کیا اور اصل کتب حدیث کا بھی ہماری اس تقریر سے یہ جملہ بفضلہ تعالٰی واضح ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ صاحب مشکوٰۃ نے مشکوٰۃ لکھنے میں کتنی محنت کی ہے۔

۷ یعنی اگر کہیں ایسا ہو کہ مصابیح کی حدیث کے الفاظ و عبارت کچھ اور میں مشکوٰۃ کی حدیث کی عبارت کچھ اور تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی حدیث مختلف اسنادوں سے مختلف عبارتوں میں مروی ہوتی ہے۔ صاحب مصابیح کو کسی اسناد سے وہ الفاظ ملے جو انہوں نے مصابیح میں لکھے مجھے وہ اسناد اور وہ الفاظ نہ ملے بلکہ دوسری اسناد میں دوسرے الفاظ ملے۔ تو میں نے اپنی تحقیق شدہ عبارت نقل کی اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی محدث یا فقیہ کی حدیث ہم کو نہ ملے تو اس میں ہمارا اپنا قصور ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس بزرگ نے غلطی کی۔ دیکھو صاحب مشکوٰۃ نے مصابیح کی نقل کردہ حدیث کو غلط نہ فرمایا بلکہ اپنے قصور علم کا اقرار کیا یہی ہم حنفی کہتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہ قدس سرہٗ

هٰذِهِ الرِّوَايَةَ فِي كُتُبِ الْأُصُولِ أَوْ وَجَدْتُ خِلَافَهَا فِيهَا فَإِذَا وَقَفْتَ عَلَيْهِ فَانْسِبِ الْقُصُورَ إِلَى لِقِلَّةِ الدِّرَايَةِ لَا إِلَى جَنَابِ الشَّيْخِ رَفَعَ اللّٰهُ قَدْرَهُ فِي الدَّارَيْنِ حَاشَا لِلّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ رَحِمَ اللّٰهُ مَنْ إِذَا وَقَفَ عَلٰى ذٰلِكَ نَبَّهَنَا عَلَيْهِ وَأَرْشَدَنَا طَرِيقَ الصَّوَابِ وَلَمْ اٰلُ جُهْدًا فِي التَّنْقِيرِ وَالتَّفْتِيشِ بِقَدْرِ الْوُسْعِ وَالطَّاقَةِ وَ نَقَلْتُ ذٰلِكَ الْاِخْتِلَافَ كَمَا وَجَدْتُ وَمَا أَشَارَ إِلَيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ غَرِيبٍ أَوْ ضَعِيفٍ أَوْ غَيْرِهِمَا بَيَّنْتُ وَجْهَهُ غَالِبًا وَمَا لَمْ يُشِرْ إِلَيْهِ مِمَّا فِي الْأُصُولِ فَقَدْ

میں نے یہ روایت اصول کی کتابوں میں نہ پائی۔ یا ان میں اس کے خلاف پائی تو جب تم اس پر مطلع ہو تو میری کم علمی کی بناء پر قصور کو میری طرف منسوب کرنا نہ کہ حضرت شیخ کی بارگاہ کی طرف اللہ دونوں جہانوں میں اُن کی عزت بڑھائے[۱] اس نسبت سے خدا کی پناہ خدا اس پر رحمت کرے جو اس حدیث پر واقف ہو تو ہمیں متنبہ کردے۔ اور ہم کو سیدھے راستہ کی راہبری کرے[۲] میں نے حتی الوسع حدیثوں کی تلاش اور کرید میں کوتاہی نہیں کی اور اس اختلاف کو ویسے ہی نقل کردیا جیسا پایا[۳] اور جب کبھی شیخ نے غریب ضعیف وغیرہ کی طرف اشارہ کیا تو اکثر میں نے اُس کی وجہ بیان کردی[۴] اور اصول احادیث میں سے جہاں اس

کے مسلک کی کوئی حدیث ہم کو نہ ملے یا ضعیف ملے تو اس میں ہمارا قصور ہے نہ کہ حضرت امام کا صاحب مشکوٰۃ نے ہمیں سبق دیا۔

[۱] یعنی مصابیح میں بعض احادیث وہ بھی ہیں جو مجھے کسی کتاب میں ملی ہی نہیں یا اسکے خلاف ملیں تو میں نے وہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں لکھ تو دی مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ مجھے یہ حدیث نہ ملی یا اسکے خلاف ملی تو تم اس سے حضرت شیخ سے بدگمان نہ ہونا بلکہ مجھے قصور وار سمجھنا کہ میرا علم کم ہے۔ سبحان اللہ یہ ہے ادب! اے حنفیو تم بھی یہ ادب سیکھو اگر تمہیں کوئی ایسی حدیث نہ ملے جو حضرت امام کی سند ہے تو سمجھو کہ بے علمی یا کم علمی یا ہماری تلاش میں قصور ہے حضرت امام کی حدیث صحیح ہے۔

[۲] یعنی ایسی حدیث پر جو مجھے نہ ملی یا خلاف ملی اگر کسی صاحب کو مل جاوے تو مجھے براہ مہربانی فوراً اطلاع دے تاکہ میں اس جگہ حوالہ لکھ دوں الحمدللہ فقیر کا عقیدہ یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تائید میں جو احادیث نقل فرمائیں اگرچہ تمام دنیا انہیں ضعیف یا غریب کہے۔ حضرت امام کے مسائل کی احادیث کسی کو نہ ملیں لیکن حضرت امام کے مسائل کی احادیث صحیح ہیں اگرچہ ہم کو نہ ملیں یا ضعیف ہو کر ملیں اسی لیئے فقیر نے جاء الحق حصہ دوم تصنیف کی اس کا مطالعہ کرو۔

[۳] یعنی یہ سمجھنا کہ میں نے احادیث مصابیح کی تلاش میں کوتاہی کی یونہی دفع الوقتی کرکے لکھ دیا کہ مجھے نہ ملی بلکہ میں نے بقدر طاقت بہت تلاش کی نہ ملنے پر مجبوراً یہ لکھا سبحان اللہ

[۴] یعنی جن احادیث کے متعلق شیخ نے مصابیح میں فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف یا غریب یا منکر یا معلل ہے میں نے مشکوٰۃ میں اکثر اس کے ضعف وغیرہ کی وجہ بیان کردی ہاں کبھی ایسا ہوگا کہ وجہ بیان نہ کرسکا اس کی وجہ بھی میری معلومات کی کمی ہے کہ مجھے اس کے ضعف و غرابت کی وجہ معلوم نہ ہوسکی۔

تَفَيَّتُهُ فِي تَرْكِهِ إِلَّا فِي مَوَاضِعَ لِغَرَضٍ وَرُبَمَا تَجِدُ مَوَاضِعَ مُهْمَلَةً وَذٰلِكَ حَيْثُ لَمْ أَطَّلِعْ عَلٰى رِوَايَةٍ فَتَرَكْتُ الْبَيَاضَ فَإِنْ عَثَرْتَ عَلَيْهِ فَأَلْحِقْهُ بِهٖ أَحْسَنَ اللّٰهُ جَزَاكَ وَسَمَّيْتُ الْكِتَابَ بِمِشْكٰوةِ الْمَصَابِيْحِ وَأَسْئَلُ اللّٰهَ التَّوْفِيْقَ وَالْإِعَانَةَ

طرف اشارہ نہ کیا وہاں میں اُنکے نقش قدم پر چلا سوا چند جگہ کے وہ بھی کسی غرض سے[2] بسا اوقات تم کچھ جگہ چھوٹی ہوئی پاؤ گے یہ وہاں ہوگا جہاں میں روایت پر مطلع نہ ہوا وہاں میں نے سفید جگہ چھوڑ دی[3] تو اگر تم اس پر مطلع ہو تو وہاں ملا دو۔ اللہ تمھیں جزائے خیر دے۔ میں نے اس کا نام مشکوٰۃ المصابیح رکھا[4] اللہ تعالٰی سے توفیق، مدد، ہدایت،

[1] یعنی ایسا اکثر ہوا کہ کتب اصول نے کسی حدیث کے ضعف یا غرابت کی تصریح کی مگر صاحب مصابیح نے اس کا ذکر نہ کیا تو ایسی جگہ میں نے صاحب مصابیح کی پیروی کی اور اس کا ذکر نہیں کیا۔

[2] وہ غرض یہ ہے کہ بعض طاعنوں نے مصابیح کی بعض احادیث کو موضوع کہہ دیا حالانکہ ترمذی وغیرہ نے صحیح یا حسن کہا ہے تو میں نے صاحب مصابیح سے طعن اٹھانے کیلئے اسکی تصریح کر دی کہ فلاں کتاب نے اسے صحیح کہا ہے یا یہ وجہ ہوگی کہ صاحب مصابیح نے مصابیح کے مقدمہ میں فرمایا کہ میں نے اپنی اس کتاب میں کوئی منکر روایت درج نہیں کی حالانکہ اسکی کوئی حدیث منکر بھی تھی تو میں نے اسکی تصریح کر دی تاکہ کوئی اس حدیث کو مصابیح میں دیکھ کر صحیح نہ سمجھے (اشعۃ اللمعات)

[3] یعنی مشکوٰۃ شریف میں کہیں کہیں حدیث کے بعد تھوڑی سی خالی جگہ چھوٹی پاؤ گے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ مصابیح میں تو وہ حدیث موجود تھی لیکن مجھے کسی کتاب میں نہ ملی، اور مجھے پورا اعتماد ہے کہ صاحب مصابیح علامہ بغوی نے کہیں دیکھ کر ہی لکھی ہوگی اس لیئے میں نے مشکوٰۃ میں حدیث تو لکھ دی مگر کتاب کے نام کے لیئے جگہ چھوڑ دی تاکہ اگر کسی کو اس پر اطلاع ہو جائے تو وہ یہاں لکھ دے چنانچہ علامہ شمس الدین محمد جزری وغیرہم علماء نے ایسا کیا کہ وہ جگہ سفید ہی رکھی مگر اس کتاب کا نام بیان کر دیا تاکہ دیکھنے والے کو پتہ لگے کہ یہ نقل صاحب مشکوٰۃ کی نہیں ہے کسی اور کی ہے

[4] کیونکہ مشکوٰۃ کے معنی ہیں طاق۔ مصابیح، مصباح کی جمع بمعنی چراغ۔ معنی ہوئے چراغوں کا طاق کیونکہ ہر حدیث نورانیت اور ہدایت میں چراغ کی طرح ہے اور یہ کتاب ان احادیث کے ملنے کی جگہ۔ نیز مصابیح اصل کتاب کا نام بھی ہے وہ ساری کتاب مشکوٰۃ میں موجود ہے۔ بہر حال یہ نام مسمّٰی کے مطابق ہے۔

فقیر احمد یار نے اپنی اس شرح کا نام مرآۃ رکھا۔ یعنی چراغوں کے طاق کے سامنے لگا ہوا شیشہ جو بیرونی ہوا کو اندر نہ پہنچنے دے۔ فقیر کی نیت یہی ہے کہ اس شرح سے منکرین حدیث اور ناسمجھ لوگوں کے اعتراضات دفع ہوں احادیث کا تعارض دور کیا جائے۔ رب العزت قبول فرمائے۔ یا مشکوٰۃ کی حدیثوں کو دیکھنے کا آئینہ کہ اس کی

حدیثیں اس شرح سے دیکھو اور

سمجھو

وَالْهِدَايَةَ وَالصِّيَانَةَ وَتَيْسِيْرَ مَا اَقْصِدُهٗ وَاَنْ يَّنْفَعَنِيْ فِي الْحَيٰوةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ وَجَمِيْعَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ؕ

حفاظت کا طلبگار ہوں اور اپنے مقصود کی آسانی کا جویاں اور یہ کہ اللہ زندگی و بعد موت مجھے اور تمام مسلمان مرد و عورتوں کو نفع دے سلہ مجھے اللہ کافی ہے وہ ہی اچھا وکیل ہے (بھروسہ کے لائق) اور نہیں ہے طاقت اور نہ قوت مگر غالب حکمت والے اللہ سے۔

لہ اس طرح کہ میری زندگی اتنی دراز ہو کہ تصنیف کے بعد پڑھ بھی سکوں پڑھا بھی سکوں اور اس کی برکت سے زندگی ایمان اور تقویٰ میں بسر ہو مرتے وقت کلمہ نصیب ہو اور یہ کتاب قبر و حشر میں کام آئے کہ میرے بعد بار بار شائع ہوتی رہے مسلمان فائدے اٹھاتے رہیں اور مجھے اس کا ثواب ملتا رہے الحمد للہ مصنف کی یہ دعا قبول ہوئی کہ بفضلہ تعالیٰ دنیا کے ہر خطہ میں جہاں مسلمان ہیں یہ کتاب موجود ہے ہر جگہ اس کے درس دیئے جارہے ہیں مختلف زبانوں میں اس کی شرحیں کی جاچکی ہیں چنانچہ عربی میں مرقاۃ اور لمعات فارسی میں اشعۃ اللمعات اردو میں نہ معلوم کتنی شرحیں ہوچکی ہوں گی یہ بندۂ گنہگار و شرمسار احمد یار بھی مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کے ساتھ یہی دعا کرتا ہے اور انہیں کی طفیل قبولیت کا امیدوار ہے اللہ تعالیٰ اس ناچیز شرح کو حقیقتًا مشکوٰۃ کا مراۃ بنائے اور قبول فرما کر میرے لیئے کفارہ سیئات اور صدقہ جاریہ بنائے آمین یارب العلمین۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ؕ

بشارت عظمیٰ

الحمد للہ! فقیر نے حضرت مولانا افسر صاحب علامی مقیم کراچی کی خدمت میں اس شرح کے تاریخی نام کے متعلق عریضہ لکھا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد یعنی ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ جمعہ کو آں ممدوح کا خط آیا جس میں تحریر تھا کہ میں بوجہ علالت تاریخی نام میں غور نہ کرسکا۔ آخر ایک شب خواب میں مجھے اس شرح کا تاریخی نام بتایا گیا۔ ملاحظہ ہو!

ذو المرآت ۱۳۷۸ھ

سبحان اللہ! کیسا سادہ نام ہے اور مشکوٰۃ کا ہم وزن ہے۔ فقیر حقیر مولانا کی اس خواب کو ایک غیبی بشارت سمجھتا ہے اور نہایت فخر سے اس کا تاریخی نام ذو المرآت ۱۳۷۸ھ شرح مشکوٰۃ ہی رکھتا ہے۔ فالحمد للہ!

"احمد یار"

سرپرست مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ

روایت ہے عمرابن خطاب سے[1] فرماتے ہیں (راضی ہو اللہ ان پر) فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال نیتوں سے ہیں[2]۔ ہر شخص کے لئے وہ ہی ہے جو نیت

[1] آپ کا نام شریف عمرابن خطاب ابن نفیل ہے کنیت ابو حفص لقب فاروق اعظم خطاب امیر المؤمنین۔ آپ قرشی عدوی ہیں کعب ابن لوی میں حضور سے مل جاتے ہیں آپ کے فضائل بے حد و بیشمار ہیں۔ جلیل القدر صحابی قدیم الاسلام مومن ہیں آپ کے ایمان سے مسلمانوں کا چالیس کا عدد پورا ہوا۔ آپ کے ایمان لانے پر فرشتوں میں مبارکباد کی دھوم مچی اور یہ آیت اتری یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ابوبکر صدیق کے بعد ۱۳ھ میں آپ کی بیعت کی گئی آپ کے زمانہ میں اسلام بہت پھیلا بہت ممالک فتح ہوئے قرآن کریم کی بہت سی آیتیں آپ کی رائے کے مطابق اتریں دس سال چھ مہینے خلافت کی تریسٹھ سال عمر شریف ہوئی۔ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ بدھ کے دن مسجد نبوی محراب النبی میں مصلاء مصطفی پر نماز فجر پڑھاتے ہوئے شہید کیئے گئے مغیرہ ابن شعبہ کے یہودی غلام ابولولو نے خنجر کا وار کیا آپ کی شہادت پر درودیوار سے اسلام کے رونے کی آواز آتی تھی کہ آج اسلام و مسلمین یتیم ہوگئے حضرت صہیب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ گنبد خضری میں پہلوئے مصطفےٰ میں دفن ہوئے آپ کی روائتیں پانچ سو سینتیس[537] ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

[2] نیت ارادۂ عمل کو بھی کہتے ہیں اور اخلاص کو بھی یعنی اللہ رسول کو راضی کرنے کا ارادہ یہاں دوسرے معنی میں ہے یعنی اعمال کا ثواب اخلاص سے ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس صورت میں یہ حدیث اپنے عموم پر ہے کوئی عمل اخلاص کے بغیر ثواب کا باعث نہیں خواہ عبادات محضہ ہوں جیسے نماز روزہ وغیرہ یا عبادات غیر مقصودہ جیسے وضو غسل کپڑا جگہ بدن کا پاک کرنا وغیرہ کہ ان پر ثواب اخلاص سے ہی ملے گا صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اخلاص اور نیت خیر ایسی نعمتیں ہیں کہ ان کے بغیر عبادات محض عادتیں بن جاتی ہیں اور اس کی برکت سے کفر شکر بن جاتا ہے اور گناہ معصیت اطاعت حضرت ابو ابنیہ عمیری نے ایک موقعہ پر کفریہ الفاظ بولے لئے حضرت ابوبکر صدیق نے ہجرت کی رات غار ثور میں ایک قسم کی خودکشی کرلی۔ سیدنا علی مرتضٰی نے خندق میں عمدًا نماز عصر چھوڑ دی مگر چونکہ نیتیں خیر تھیں اس لیئے ان حضرات کے یہ کام ثواب کا باعث بنے مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

ہرچہ گیرد علتی علت شود — کفر گیرد ملتی ملت شود

شوافع کہتے ہیں کہ یہاں نیت پہلے معنی میں ہے یعنی ارادہ فعل ان کے نزدیک جو بغیر ارادہ وضو اعضاء دھوئے تو اس سے وضو نہ ہوگا۔ جیسے بلا ارادہ نماز نہیں ہوتی مگر یہ تفسیر مقصد حدیث کے خلاف ہے اور پھر حدیث کا عموم باقی نہیں رہتا کیونکہ آگے ہجرت کا ذکر ہے جو دنیوی غرض سے ہجرت کرے۔ شرعًا مہاجر ہوگا۔ اگرچہ ثواب نہ ہوگا۔ نیز جو بغیر ارادہ جوا نماز گندا کپڑا گندا جسم، گندی زمین دھو ڈالے تو ان کے ہاں بھی یہ چیزیں

دیوار سے اسلام کے رونے کی آواز آتی تھی کہ آج

كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

کرے[۱] بس جس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ و رسول ہی کی طرف ہو گی[۲] اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا عورت سے نکاح کرنے کیلئے ہو[۳] اس کی ہجرت اس طرف ہو گی جس کے لئے کی[۴]۔

پاک ہو جاتی ہیں اور نماز اس سے جائز ہوتی ہے یہ معنی ان کے بھی خلاف نہیں خیال رہے کہ ارکان اسلام یعنی کلمہ نماز روزہ حج زکوٰۃ میں نیت یعنی ارادہ فعل فرض ہے باقی جہاد، ہجرت وضو وغیرہ میں یہ نیت فرض نہیں۔ ہاں اخلاص کے بغیر ان میں ثواب نہ ملے گا لہٰذا احناف کے معنی نہایت صحیح ہیں اور حدیث نہایت جامع نماز میں زبان سے نیت کے الفاظ کہنا بدعت حسنہ ہے کیونکہ حضور نے کل ۳۰ ہزار نمازیں پڑھی ہیں مگر کبھی زبان سے نیت نہ کی بعض علماء نے نماز کو حج پر قیاس کیا اور فرمایا کہ جیسے احرام کے وقت زبان سے حج کی نیت کی جاتی ہے ایسے ہی نماز میں کرنی چاہیئے مگر یہ صحیح نہیں۔ دیکھو مرقات۔

[۱] ہجرت کے لغوی معنی ہیں چھوڑنا۔ شریعت میں رب کو راضی کرنے کے لیئے وطن چھوڑنے کا نام ہجرت ہے۔ ہجرت بوقت ضرورت اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اسلامی سنہ حضور کی ہجرت کی یادگار ہے

[۲] یعنی جو ہجرت میں اللہ رسول کی خوشنودی کی نیت کرے اس کی ہجرت واقعی اللہ و رسول کی طرف ہی ہو گی لہٰذا حدیث میں دور نہیں اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں رضاء رب کے ساتھ حضور کی رضا کی نیت شرک نہیں بلکہ عبادت کو کامل کرتی ہے۔ دیکھو ہجرت عبادت ہے مگر فرمایا گیا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کے پاس جانا اللہ کے دربار میں حاضری ہے کہ مہاجرین مدینہ جاتے تھے جہاں حضور تشریف فرما تھے وہاں جانے کو اللہ کے پاس جانا قرار دیا یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر جگہ حضوری کے دم کی بہار ہے ان کے بغیر اجڑا دیار ہے دیکھو مکہ معظمہ میں رہنا عبادت ہے مگر جب حضور وہاں سے مدینہ منورہ چلے گئے تو اگرچہ وہاں کعبہ وغیرہ سب کچھ رہا مگر وہاں رہنا گناہ قرار پایا وہاں سے ہجرت ضروری ہو گئی۔ پھر جب وہاں حضور کی تجلی ہو گئی پھر وہاں رہنا عبادت قرار پایا۔

[۳] انصار مدینہ نے مہاجرین کی ایسی دائمی شاندار مہمانی کی کہ سبحان اللہ! انہیں اپنے گھروں باغوں۔ زمینوں میں برابر کا حصہ دار بنا لیا حتی کہ اگر کسی انصاری کی دو بیویاں تھیں تو ایک کو طلاق دے کر مہاجر بھائی کے نکاح میں دے دی اندیشہ تھا کہ کوئی، زمین، مکان یا عورت کی لالچ میں ہجرت کرے اسی لیے حضور نے یہ ارشاد فرمایا۔ اس مضمون سے معلوم ہوا کہ یہاں اَلنِّیَّات میں۔ نیت بمعنی ارادہ فعل نہیں ہے بلکہ بمعنی اخلاص ہے۔ ریاکار مہاجر بھی مہاجر کہلائے گا مگر ثواب نہ پائے گا جیسا کہ ہِجْرَتُهٗ سے معلوم ہو رہا ہے۔

[۴] صاحب مشکوٰۃ ولی الدین محمد علیہ الرحمۃ نے شروع کتاب میں یہ حدیث ہم کو سمجھانے کے لیے لکھی کہ میری کتاب اخلاص سے پڑھنا محض دنیا کمانے کے لیے نہ پڑھنا اپنی دلی کیفیت پر ہم کو مطلع فرمایا کہ میں نے یہ کتاب اخلاص سے لکھی ہے شہرت یا مال مقصود نہ تھا یہ حدیث میرے پیش نظر تھی

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖
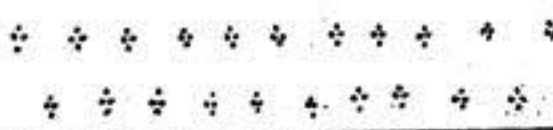
كِتَابُ الْإِيمَانِ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ

ایمان کا بیان[1] پہلی فصل

روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک صاحب ہمارے سامنے نمودار ہوئے[2] جن کے کپڑے بہت سفید اور بال خوب کالے تھے[3] ان پر آثار سفر ظاہر نہ تھے اور ہم سے کوئی انھیں پہچانتا بھی نہ تھا[4] یہاں تک کہ حضور کے پاس بیٹھے اور اپنے گھٹنے حضور کے گھٹنوں شریف سے مس کردیئے[5] اور اپنے ہاتھ اپنے زانو پر رکھے[6] اور عرض کیا

[1] ایمان کے لغوی معنی ہیں امن دینا شریعت میں ایمان ان اسلامی عقائد کا نام ہے۔ جنہیں مان کر انسان عذاب الٰہی سے امن میں آجاتا ہے یعنی تمام ان چیزوں کو ماننا جو حضور رب کی طرف سے لائے چونکہ ایمان محض ماننے اور تصدیق کا نام ہے اس لیئے اس میں مقدار نا ممکن ہے ہاں کیفیت کی زیادتی کمی ممکن ہے چونکہ ایمان عبادات کی اصل ہے اس لیئے پہلے اسے بیان فرمایا [2] یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو شکل انسانی میں حاضر ہوئے تھے جیسے بی بی مریم کے پاس مرد کی شکل میں گئے فرشتہ وہ نورانی مخلوق ہے جو مختلف شکلیں اختیار کرسکتی ہے۔ جن وہ آتشی مخلوق ہے جو ہر قسم کی شکل بن جاتی ہے مگر روح وہ ہی رہتی ہے لہذا یہ اداگون نہیں۔ [3] یعنی وہ مسافر نہ تھے ورنہ ان کے بال ولباس غبار میں اٹے ہوتے۔ خیال رہے کہ حضرت جبریل کے بال کالے کپڑے سفید رہنے ہونا شکل بشری کا اثر تھا ورنہ وہ خود نور ہیں لباس اور سیاہ بالوں سے بری۔ ہاروت ماروت فرشتے شکل انسانی میں آکر کھاتے پیتے بلکہ صحبت بھی کرسکتے تھے۔ عصا موسوی سانپ کی شکل میں ہو کر سب کچھ نگل گیا تھا ایسے ہی ہمارے حضور نوری بشر ہیں کھانا، پینا، نکاح اس بشریت کے احکام تھے روزہ وصال میں نورانیت کی جلوہ گری ہوتی تھی بغیر کھائے پیئے عرصہ دراز گزار لیتے تھے آج صدہا سال سے حضرت عیسیٰ بغیر کھائے پیئے آسمان پر جلوہ گر ہیں یہ نورانیت کا ظہور ہے [4] یعنی وہ مدینہ کے باشندے نہ تھے ورنہ ہم انہیں پہچانتے ہوتے حضور تو انہیں خوب پہچانتے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے [5] یعنی حضور سے بہت قریب بیٹھے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے حضرت جبریل کو پہچان لیا تھا ورنہ پوچھتے کہ تم کون ہو اور اس طرح مل کر مجھ سے کیوں بیٹھتے ہو۔ [6] جیسے نمازی التحیات میں دو زانو بیٹھتا ہے آج کل زائرین روضہ مطہرہ پر نماز کی طرح کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے ہیں اس ادب کی اصل، یہ حدیث ہے حضرت جبریل نے قیامت تک کے مسلمانوں کو حضور کی

یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْئَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کے متعلق بتائیے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں[1] اور نماز قائم کرو زکوٰۃ دو رمضان کے روزے رکھو کعبہ کا حج کرو اگر وہاں تک پہنچ سکو[2] عرض کیا کہ سچ فرمایا ہم کو ان پر تعجب ہوا کہ حضور سے پوچھتے بھی ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں[3] عرض کیا کہ مجھے ایمان کے متعلق بتائیے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اس کے رسولوں اور آخری دن کو مانو[4] اور اچھی بُری تقدیر کو مانو[5] عرض کیا آپ سچے ہیں عرض کیا مجھے احسان کے متعلق بتائیے[6] فرمایا اللہ کی عبادت ایسے کرو

بارگاہ میں حاضری کا ادب سکھا دیا اور بتا دیا کہ نماز کی طرح یہاں کھڑا ہونا یا بیٹھنا حرام نہیں، ہاں سجدہ یا رکوع حرام ہے۔ [1] اسلام کبھی ایمان کے معنی میں ہوتا ہے کبھی اس کے علاوہ یہاں دوسرے معنی میں ہے یعنی ظاہری کاموں کا نام اسلام ہے۔ باطنی عقائد کا نام ایمان اسی لیے یہاں شہادت و اعمال کا ذکر ہوا۔ خیال رہے کہ اب حضور کو صرف "یا محمد" کہہ کر پکارنا حرام ہے، رب فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ اس آیت کے نزول سے پہلے بلایا فرشتے اس آیت سے علیحدہ (مستثنیٰ) ہیں۔ [2] کلمہ پڑھنے سے مراد سارے اسلامی عقائد کا جان لینا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں الحمد پڑھنا واجب ہے یعنی پوری سورۃ فاتحہ، لہٰذا اس حدیث کی بنا پر اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تمام اسلامی فرقے مرزائی چکڑالوی وغیرہ مسلمان ہیں کیونکہ یہ لوگ اسلامی عقائد سے ہٹ گئے۔ [3] اس میں بظاہر حضرت جبریل سے خطاب ہے، اور در حقیقت مسلمان انسانوں سے ورنہ فرشتوں پر نماز روزہ حج وغیرہ اعمال فرض نہیں، رب فرماتا ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ (خیال رہے کہ یہ اعمال اسلام کا جزو نہیں کہ ان کا تارک کافر ہو جائے یہاں کمال اسلام کا ذکر ہے۔ تارک اعمال مسلمان تو ہے مگر کامل نہیں) [4] کیونکہ پوچھنا نہ جاننے کی علامت ہے، اور تصدیق کرنا جاننے کی علامت اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ تمام آسمانی کتابوں سے واقف ہیں کہ رب نے حضور کے بارے میں فرمایا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ [5] خیال رہے کہ عن الایمان میں ایمان اصطلاحی مراد ہے اور ان تؤمن میں ایمان لغوی یعنی ماننا لہٰذا یہ تعریف الشیء بنفسہٖ بھی نہیں۔ اور اس میں دور بھی نہیں۔ تمام فرشتوں، نبیوں، کتابوں پر اجمالی ایمان کافی ہے گو قرآن اور صاحب قرآن پر تفصیلی ایمان لازم ہے [6] اس طرح کہ ہر بُری بھلی بات جو ہم کر رہے ہیں، اللہ کے علم میں پہلے ہی سے ہے اور اس کی تحریر ہو چکی ہے تقدیر کے معنی ہیں، اندازہ۔ تقدیر مبرم کا بیان حاشیہ میں ہے جس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، معلق دعا اعمال وغیرہ سے بدل سکتی ہے، ابلیس کی دعا سے اس کی عمر بڑھ گئی فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ۔ حضرت آدم کی دعا سے داؤد علیہ السلام کی

(پ ۱۴ س الحجر آیت 37)

تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَاتِهَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ

کہ گویا اُسے دیکھ رہے ہو[۱] اگر یہ نہ ہو سکے تو خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے[۲] عرض کیا کہ قیامت کی خبر دیجئے[۳] فرمایا کہ جس سے پوچھ رہے ہو وہ قیامت کے بارے میں سائل سے زیادہ خبردار نہیں[۴] عرض کیا کہ قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیجئے[۵] فرمایا کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی[۶] اور ننگے پاؤں ننگے بدن والے فقیروں، بکریوں کے چرواہوں[۷] کو محلوں میں فخر کرتے دیکھو گے[۸] راوی فرماتے

عمر بجائے ساٹھ سال کے سو برس ہو گئی۔ تقدیر کی پوری بحث ہماری تفسیر نعیمی تیسرے پارے میں ملاحظہ کریں۔ ۷ یعنی رب نے فرمایا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وغیرہ ان آیات میں احسان سے کیا مراد ہے جواب ملا کہ اخلاص عمل۔

۱ کہ اگر تو خدا کو دیکھتا ہے تو تیرے دل میں کس درجہ اس کا خوف ہوتا اور کس طرح تو سنبھال کر عمل کرتا، ایسے ہی خوف کے ساتھ دل لگا کر درست عمل کر۔ ۲ یوں تو ہر وقت ہی سمجھو کہ رب تمہیں دیکھ رہا ہے مگر عبادت کی حالت میں تو خاص طور پر خیال رکھو، تو انشاء اللہ عبادت آسان ہوگی، دل میں حضور و عاجزی پیدا ہوگی، آنکھوں میں آنسو آئیں گے اللہ ہم سب کو نصیب کرے آمین۔ ۳ کہ کس دن کس تاریخ اور کس مہینہ کس سال ہوگی معلوم ہوتا ہے کہ جبریل امین کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور کو اللہ تعالٰی نے قیامت کا علم دیا ہے کیونکہ جاننے والے سے ہی پوچھا جاتا ہے یہاں جبریل امین حضور کے امتحان یا اظہار عجز کیلئے تو سوال کر نہیں رہے ہیں، بلکہ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ حضور کو قیامت کا علم تو ہے مگر اسکا اظہار نہ فرمایا، خیال رہے کہ حضور نے دوسرے موقعوں پر قیامت کا دن بھی بتا دیا، مہینہ بھی تاریخ بھی کہ فرمایا جمعہ کو ہوگی دسویں تاریخ محرم کے مہینہ میں ہوگی۔ ۴ یہاں علم کی نفی نہیں ورنہ فرمایا جاتا لَا اَعْلَمُ میں نہیں جانتا بلکہ زیادتی علم کی نفی ہے یعنی اسکا مجھے تم سے زیادہ علم نہیں، مقصد یہ ہے کہ اے جبرائیل یہاں لوگوں کا مجمع ہے اور قیامت کا علم اسرار الٰہیہ میں سے ہے۔ یہ راز مجمع سے کیوں فاش کراتے ہو، حق یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو قیامت کا علم بھی دیا، تفسیر صاوی وغیرہ اسی لیے حضرت جبریل نے حضور سے یہ سوال کیا، علم قیامت کی تحقیق ہماری کتاب جاءالحق حصہ اوّل میں ملاحظہ کرو حضور کے اس جواب سے معلوم ہوا کہ حضور نے یہاں حضرت جبریل کو پہچان لیا تھا۔ ۵ یعنی اگر قیامت کی خبر دینا خلاف مصلحت ہے تو اس کی خصوصی علامات ہی بتا دیجئے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو قیامت کا علم تھا، علامتیں واقف ہی سے پوچھی جاتی ہیں۔ ۶ یعنی اولاد نافرمان ہوگی بیٹا ماں سے ایسا سلوک کریگا جیسا کوئی لونڈی سے تو گویا ماں اپنے مالک کو جنے گی، اس کی اور بھی تفسیریں ہیں۔ ۷ یعنی دنیا میں ایسا انقلاب آوے گا کہ ذلیل لوگ عزت والے بن جائیں گے اور معزز لوگ ذلیل ہو جائیں گے۔ جیسا آج دیکھا جارہا ہے۔ سکندر ذوالقرنین نے حکم دیا تھا کہ کوئی پیشہ ور اپنا موروثی پیشہ نہیں چھوڑ سکتا تاکہ عالم کا نظام نہ بگڑ جائے۔ (اشعۃ اللمعات) معلوم ہوا کہ کمینوں کا اپنا پیشہ چھوڑ کر اونچا بن جانا علامت قیامت ہے۔ اور اس سے نظام عالم کی تباہی ہے۔

انطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِي يَا عُمَرُ اَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰهُ وَ
رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ اَبُوْ
هُرَيْرَةَ مَعَ اخْتِلَافٍ فِيْهِ وَاِذَا رَأَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُكْمَ مُلُوْكَ الْاَرْضِ
فِيْ خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ قَرَأَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ
الْاٰيَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا

ہیں کہ پھر سائل چلے گئے میں کچھ دیر ٹھہرا حضور نے مجھے فرمایا اے عمر جانتے ہو یہ سائل کون ہیں میں نے عرض کیا اللہ اور رسول جانیں[1] فرمایا یہ حضرت جبریل تھے تمہارا دین سکھانے آئے تھے[2] (مسلم) اور ابو ہریرہ نے تھوڑے سے اختلاف سے روایت کی ان کی روایت میں ہے کہ جب تم ننگے پاؤں ننگے بدن والے بہروں گونگوں کو زمین کا بادشاہ دیکھو قیامت ان پانچ میں سے ہے جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر یہ آیت تلاوت کی کہ قیامت کا علم اللہ ہی کو ہے وہ ہی مینہ برساتا ہے[3] (مسلم وبخاری)، روایت ہے حضرت ابن عمر[4] سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام پانچ چیزوں پر قائم کیا گیا[5] اس کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

[1] یہ صحابہ کا ادب ہے کہ علم اللہ و رسول کے سپرد کرتے ہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کا ذکر اللہ کے ساتھ ملا کر کرنا شرک نہیں، بلکہ سنت صحابہ ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ و رسول جانیں، اللہ و رسول فضل کریں، اللہ و رسول رحم فرمادیں، اللہ و رسول بھلا کرے دوسرے یہ کہ حضور کو خبر تھی کہ یہ سائل جبریل تھے ورنہ آپ فرمادیتے کہ مجھے بھی خبر نہیں یہ کون تھے۔ [2] یعنی اس لئے آئے تھے کہ تمہارے سامنے مجھ سے سوالات کریں تم جوابات سنکر دین سیکھ لو اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر حضور کی اطاعت واجب ہے نہ کہ جبریل کی کہ یہاں جبریل نے حاضرین سے خود نہ کہہ دیا کہ لوگو! میں جبریل ہوں مجھ سے فلاں فلاں بات سیکھ لو بلکہ حضور سے کہلوایا تاکہ لوگوں کے لیے قابل قبول ہو۔ جبریل کے معنی ہیں "عبداللہ" جبر بمعنی عبد ایل۔ اللہ زبان عبرانی میں۔ [3] یعنی پانچ چیزیں رب تم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کب ہوگی، بارش کب ہوگی، ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کوئی کل کیا کرے گا اور کوئی کہاں مرے گا اس میں سورۂ لقمان کی آخری آیت کی طرف اشارہ ہے اس آیت و حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ نے کسی کو یہ علم دیئے بھی نہیں کاتب تقدیر فرشتہ اور ملک الموت کو یہ علوم بخشے گئے ہمارے حضور نے بدر کی جنگ سے پہلے زمین پر خطوط کھینچ کر بتایا کہ کل یہاں فلاں فلاں کافر مارا جاویگا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ علوم قیاس تخمینہ حساب سے معلوم نہیں ہو سکتے صرف وحی الٰہی سے ان کا پتہ لگ سکتا ہے۔ [4] آپ کا نام عبداللہ ابن عمر ہے ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے ۷۳ھ میں شہادت ابن زبیر سے تین ماہ بعد وفات پائی ذی طوی کے قبرہ مہاجرین میں دفن ہوئے چوراسی سال عمر شریف پائی، بڑے متقی اور عامل بالسنہ تھے رضی اللہ عنہ (مرقات وغیرہ) [5] یعنی اسلام مثل خیمہ کے ہے

عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَالْحَجُّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ

اس کے بندے اور رسول ہیں[1] اور نماز قائم کرنا[2] زکوٰۃ دینا اور حج کرنا[3] اور رمضان کے روزے۔ بخاری و مسلم۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ[4] سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی چند اور ستر شاخیں ہیں[5] ان سب میں اعلیٰ یہ کہنا ہے[6] کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سب سے ادنیٰ تکلیف دہ چیز کا راستہ سے ہٹانا ہے[7] اور غیرت بھی.

ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا، اور اس کا اسلام منہدم ہوجاویگا خیال رہے کہ ان اعمال پر کامل ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف، لہذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو، وہ اگرچہ مومن تو ہے، مگر کامل نہیں، اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔

[1] اس سے سارے عقائد اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے، وہ حضور کی رسالت ہی کا منکر ہے۔ حضور کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو مانا جاوے۔ [2] ہمیشہ پڑھنا، صحیح پڑھنا، دل لگا کر پڑھنا نماز قائم کرنا ہے۔ [3] اگر مال ہو تو زکوٰۃ و حج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں۔ مگر ان کا ماننا بہر حال لازم ہے۔ نماز ہجرت سے پہلے معراج میں فرض ہوئی زکوٰۃ و روزہ ۲ھ میں اور حج ۹ھ میں فرض ہوئے۔

[4] آپ کا نام کفر میں عبدالشمس اور اسلام میں عبدالرحمن ابن صخر دوسی ہے۔ خیبر کے سال اسلام لائے چار سال سفر و حضر میں حضور کے ہمراہ سایہ کی طرح رہے آپ کو بلی بڑی پیاری تھی حتی کہ ایک بار اپنی آستین میں بلی لئے ہوئے تھے حضور نے فرمایا تم ابوہریرہ یعنی بلیوں والے ہو، تب آپ اس کنیت سے مشہور ہوگئے، مدینہ منورہ میں ۵۷ھ میں وفات ہوئی، جنت البقیع میں دفن ہوئے، ۷۸ سال عمر ہوئی۔ غضب کا حافظہ تھا۔ آپ سے چار ہزار تین سو چوہتر حدیثیں مروی ہیں۔

(حاشیہ: ابوہریرہ کی وجہ تسمیہ)

[5] شعبہ درخت کی شاخ کو کہتے ہیں، یہاں خصلت مراد ہے یعنی معمولی کام سے لے کر اعلیٰ کام تک سب اسلامی خصلتیں ہیں کسی کو نہ چھوڑو۔ [6] یعنی کلمہ طیبہ پڑھتے رہنا اس کی عادت ڈال دینا، مردے کو کلمہ طیبہ کا ثواب پہنچانا تیجہ وغیرہ کرنا، اس حدیث سے ماخوذ ہے کہ افضل عبادت کا ثواب بھی افضل ہے۔ یہی بخشنا چاہیئے۔ [7] پتھر و اینٹ لکڑی وغیرہ جس سے لوگ الجھیں یا ٹھوکر کھائیں دور کر دینا ثواب ہے؛ ایسے ہی مخلوق کو فائدہ پہنچانا بڑا ثواب ہے۔ حتی کہ پانی پلانا اسی لئے بعض لوگ سبیلیں لگاتے ہیں۔

٭ ٭ ٭ ٭

الْاِيْمَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ
وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَلِمُسْلِمٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ
وَيَدِهٖ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ

ایمان کی شاخ ہے[۱]۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے[۲] فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان و ہاتھ سے مسلمان[۳] محفوظ رہیں اور مہاجر وہ جو ممنوع چیزوں کو چھوڑ دے[۴]۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور مسلم میں ہے فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون مسلمان بہتر ہے۔ فرمایا جس کی زبان و ہاتھ سے مسلمان امن میں رہیں۔ روایت ہے حضرت انس[۵] سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا تا آنکہ میں اسے ماں باپ اولاد اور سب لوگوں سے پیارا ہو جاؤں۔

۱؎ غیرت سے ایمانی غیرت مراد ہے، جو گناہوں سے روک دے۔ بندہ مخلوق سے اللہ کے رسول سے فرشتوں سے اللہ تعالٰی سے شرم کرے گناہ نہ چھپ کر کرے کہ اللہ رسول فرشتے دیکھتے ہیں۔ نہ علانیہ کرے کہ مسلمان بھی دیکھ رہے ہیں۔ نفسانی یا شیطانی غیرت مراد نہیں۔ جیسے غلاف یا غسل سے شرمانا تھے۔ ۲؎ آپ عمرو ابن عاص ابن وائل کے بیٹے ہیں۔ اپنے والد سے پہلے ایمان لائے آپ نے ہی حضور کی اجازت سے احادیث لکھیں۔ جن کی تعداد سات سو ہے، بڑے عالم، بڑے متقی عابد تھے۔ آخر میں نابینا ہو گئے تھے ۶۵ھ؁ طائف یا مصر میں وفات ہوئی (مرقات) ۳؎ یعنی کامل مسلمان جو لغۃً شرعًا ہر طرح مسلمان ہو وہ مومن ہے جو کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے گالی، طعنہ، چغلی وغیرہ نہ کرے کسی کو نہ مارے پیٹے نہ اس کے خلاف کچھ تحریر کرے یہ حدیث اخلاق کی جامع ہے۔ مسلمانوں کی سلامتی کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ بعض صورتوں میں کفار سے لڑنا بھڑنا، انہیں برا کہنا عبادت ہے۔ یہاں ظلمًا غیبت و اذیت مراد ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ظالم مسلمان کافر ہے یا رحم دل کافر مسلمان ہے۔ ۴؎ یعنی کامل مہاجر وہ مسلمان ہے جو ترک وطن کے ساتھ ترک گناہ بھی کرے۔ یا گناہ چھوڑنا بھی لغوی ہجرت ہے، جو ہمیشہ جاری رہے گی۔ ۵؎ آپ انس بن مالک ابن نضر انصاری خزرجی ہیں۔ حضور کے خادم خاص دس سال صحبت پاک میں رہے۔ سو برس سے زیادہ عمر پائی۔ عہد فاروقی میں بصرہ چلے گئے تھے۔ وہاں ہی سے قریب ہی ۹۳ھ؁ میں آپکا انتقال ہوا، بصرہ میں آخری صحابی کی وفات آپ کی ہوئی، آپ کی قبر انور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

اَجْمَعِیْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ مَنْ کَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ یَکْرَهُ اَنْ یَّعُوْدَ فِی

ل (مسلم بخاری)، روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی لذت پالے گا [ل] اللہ و رسول تمام ماسوا سے زیادہ پیارے ہوں [ل] جو بندے سے صرف اللہ کیلئے محبت کرے [ل] جو کفر میں لوٹ جانا جب کہ

[ل] یہاں پیارے سے مراد طبعی محبوب ہے، نہ کہ صرف عقلی کیونکہ اولاد کو ماں باپ سے طبعی الفت ہوتی ہے یہی محبت حضور سے زیادہ ہونی چاہیے اور بحمدہ تعالیٰ ہر مومن کو حضور جان و مال اور اولاد سے زیادہ پیارے ہیں۔ عام مسلمان بھی مرتد اولاد بے دین ماں باپ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ حضور کی عزت پر جان نچھاور کر دیتے ہیں۔ غازی عبدالرشید غازی علم دین، عبدالقیوم وغیرہ کی زندہ جاوید مثالیں موجود ہیں۔ [۲] جیسے جسمانی غذاؤں میں مختلف لذتیں ہیں۔ ایسے ہی روحانی غذائیں ایمان و اعمال میں بھی مختلف مزے ہیں اور جیسے ان غذاؤں کی لذتیں وہی محسوس کر سکتا ہے جس کے حواس ظاہری درست ہوں اور جیسے ظاہری حواس درست کرنے کی مختلف دوائیں ہیں۔ ایسے ہی ان حواس کے درست کرنے والی روحانی دوائیں ہیں۔ اس حدیث میں ان ہی دواؤں کا ذکر ہے حضور جسمانی و روحانی حکیم مطلق ہیں۔ جو ایمان کی حلاوت پالیتا ہے۔ وہ بڑی بڑی مشقتیں خوشی سے جھیل لیتا ہے۔ جاڑوں کی نماز، جہاد خندہ پیشانی سے ادا کرتا ہے کربلا کا میدان اس حدیث کی زندہ جاوید تفسیر ہے یہ لذت ہی ہر مشکل کو آسان کر دیتی ہے۔ اسی سے رضا بالقضاء نصیب ہوتی ہے۔ [۳] یعنی مال و دولت زن فرزند وغیرہ تمام دنیاوی نعمتیں، اس میں قرآن، کعبہ و مدینہ منورہ وغیرہ داخل نہیں کہ ان کی محبت عین اللہ رسول کی محبت ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور سے اللہ والی محبت چاہیے۔ محبت کی بہت قسمیں ہیں۔ ماں سے محبت اور قسم کی ہے۔ بیوی سے اور طرح کی، اولاد سے اور طرح کی، بہن بھائی سے اور نوعیت کی۔ حضور سے محبت اسی نوعیت کی چاہیے جس نوعیت کی اللہ سے ہو، یعنی محبت ایمانی و عرفانی۔ ھُمَا فرمانے سے معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول کے لیے ایک ضمیر تثنیہ آسکتی ہے۔ جہاں ممانعت ہے وہاں برابری کے احتمال کے موقعہ پر ہے۔ لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ خیال رہے کہ یہاں محبت سے طبعی محبت مراد ہے نہ کہ محض عقلی۔ [۴] یعنی بندوں سے محض اس لیے محبت کرے کہ رب راضی ہو جاوے دنیاوی غرض اس میں شامل نہ ہو، استاذ، شیخ، حتی کہ ماں باپ اولاد سے اس لئے محبت کرے کہ رضاء الٰہی کا ذریعہ ہیں۔ اور سنت اسلام۔ یہ محبت دائمی ہے۔ دنیاوی محبتیں جلد ٹوٹ جانے والی ہیں۔ رب فرماتا ہے۔ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ۔

الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يُكْرَهُ اَنْ يُلْقٰى فِى النَّارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ رَضِىَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا يَسْمَعُ بِىْ اَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ يَهُوْدِىٌّ وَّلَا نَصْرَانِىٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِىْ اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَّا

رب نے اس سے بچالیا ایسا برا جانے جیسے آگ میں ڈالا جانا [۱]۔ روایت ہے عباس ابن عبدالمطلب [۲] سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نبی ہونے سے راضی ہوگیا [۳]۔ روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کی قسم اس امت میں سے [۴] کوئی یہودی عیسائی میرا نام سن لے پھر ایمان لائے بغیر مر جائے اس پر جو مجھے دے کر بھیجا گیا۔ مگر وہ

[۱] یعنی کفر اور کفار سے طبعی نفرت ہو جاوے اسلام کی توفیق کو رب کی نعمت جانے کفار سے ایسے بچے جیسے سانپ سے کہ سانپ دشمن جان ہے اور یہ لوگ دشمن ایمان۔

[۲] آپ حضور کے حقیقی چچا ہیں، حضور سے دو برس عمر میں زیادہ تھے۔ فرماتے تھے بڑے حضور ہیں، عمر میری زیادہ ہے آپ کی والدہ نے کعبہ معظمہ پر اولاً حریر و دیباج کا ریشمی غلاف ڈالا آپ واقعہ فیل سے پہلے پیدا ہوئے اور ۱۲ رجب جمعہ کے دن ۳۲ھ بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی، جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے۔ اسلام پہلے لا چکے تھے۔ بدر میں مجبوراً کفار کے ساتھ آئے تھے۔ اپنی ہجرت کے دن اسلام ظاہر کیا، آپ آخری مہاجر ہیں۔

[۳] اللہ کی ربوبیت سے راضی ہونا یہ ہے کہ راضی بقضاء رہے۔ بیمار طبیب کی کڑوی دوا اور آپریشن سے بھی راضی ہوتا ہے۔ اسلام کے دین ہونے پر راضی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ احکام اسلام بخوشی قبول کرے۔ کسی حکم پر زبان طعن نہ کھولے حضور علیہ السلام کی نبوت پر رضا یہ ہے کہ آپ کی سنتوں سے محبت کرے۔ آپ کی اولاد، مدینہ منورہ، بلکہ جس چیز کو حضور سے نسبت ہو اس سے محبت کرے۔ یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں جسے یہ تین اوصاف نصیب ہوں گے اسے گزشتہ تین چیزیں بھی مل جائیں گی [۴] امت سے مراد امت دعوت ہے یعنی سارے انسان یہودی عیسائی اسلامیان ہو مشرکین وغیرہ کفار خود بخود اس میں داخل ہو گئے کہ جو۔ یہود نصاریٰ پر بھی اسلام لانا ضروری ہوا، جو پہلے پیغمبروں پر ایمان لا چکے ہیں تو جو دوسرے سے کسی نبی کو مانتے ہی نہیں ان پر یقیناً اسلام لانا ضروری ہے۔

سنتوں سے محبت کی علامت ... چاہیے۔

كَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَهُمْ اَجْرَانِ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَّالْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ اِذَا اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهٗ اَمَةٌ يَطَاُهَا فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهٗ اَجْرَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دوزخی ہوگا[1]۔ روایت ہے ابوموسیٰ اشعری سے[2] فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخص وہ ہیں جنہیں ڈبل ثواب ملتا ہے وہ کتابی جو اپنے نبی پر بھی ایمان لائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی[3] غلام مملوک جب اللہ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مولاؤں کا بھی[4] اور وہ شخص جس کے پاس لونڈی تھی جس سے صحبت کرتا تھا اسے اچھا ادب دیا اور اچھی طرح علم سکھایا پھر اسے آزاد کرکے اس سے نکاح کر لیا اس کے لئے دوہرا ثواب ہے[5] روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تمام مخلوق پر حضور کی اطاعت لازم ہے کسی ملک کسی قبیلہ کسی زمانہ کا ہو جو خدا کا بندہ ہے اس پر حضور کی اطاعت لازم۔ دوسرے یہ کہ جسے حضور کی نبوت کی اطلاع نہ پہنچے وہ معذور ہے اس کی نجات کے لیے صرف عقیدۂ توحید کافی ہے۔ لہذا حضور کے والدین کریمین مغفور وجنتی ہیں۔ کہ وہ حضرات موحد تھے اور حضور کی نبوت سے پہلے وفات پا گئے۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ اول میں دیکھو۔ [2] آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں، نام عبداللہ ابن قیس ہے۔ قبیلہ بنی اشعر سے ہیں یمن سے مکہ معظمہ آکر مسلمان ہوئے۔ اولًا حبشہ پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ بصرہ کے حاکم رہے۔ علی مرتضی نے آپ کو اپنا پنچ بنایا۔ صلح امیر معاویہ کے موقعہ پر ۵۲ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی رضی اللہ عنہ آپ کے بہت مناقب ہیں۔ نجف اشرف میں آپ کی قبر کی زیارت کرائی جاتی ہے میں بھی حاضر ہوا، مگر یہ درست نہیں۔ [3] یعنی اہل کتاب اگر حضور پر ایمان لے آویں تو انہیں اولًا اہل کتاب ہونے پر بھی ثواب ملے گا۔ اگرچہ اس حالت میں وہ اپنے نبیوں پر غلط طریقہ سے ایمان لائے تھے کہ عیسائی حضرت مسیح کو یہود حضرت عزیز کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ مگر چونکہ ان نبیوں کو سچا، ان کی کتابوں کو برحق تو مانتے تھے۔ اس کا ثواب اب پالیں گے جیسے عبداللہ ابن سلام وکعب احبار وغیرہ یہ حکم تا قیامت ہے۔ [4] اس طرح کہ اگر چند مولاؤں کا مشترکہ غلام تھا پھر ان سب کے حقوق وخدمات بھی ادا کرتا رہا اور فرائض اسلام بھی ادا کرتا رہا خیال رہے کہ جتنی عبادت میں مشقت زیادہ اسی قدر عبادت پر اجر زیادہ۔ [5] ایک تو لونڈی کو ادب وتعلیم دینے اور آزاد کرنے کا ثواب دوسرا اس سے نکاح کر لینے کا اجر۔

أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ إِلَّا أَنَّ مُسْلِمًا لَّمْ يَذْكُرْ بِحَقِّ الْإِسْلَامِ ۞ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَأَكَلَ

کہ مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں سے جنگ کروں تاکہ گواہی دیں [1] کہ رب کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں زکوٰۃ دیں [2] جب یہ کرلیں گے۔ تو مجھ سے اپنے خون و مال بچالیں گے [3] سوا اسلامی حق کے [4] ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے [5]۔ اس میں بخاری مسلم کا اتفاق ہے مگر مسلم نے اسلامی حق کا ذکر نہ کیا روایت ہے انس سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہماری سی نماز پڑھے ہمارے قبلہ کو منہ کرے،

[1] یہاں حتّٰی بمعنی کہ ہے جیسے اسلمتُ حتی ادخل الجنۃ۔ یعنی مجھے حکم الٰہی ہے کہ ملک گیری یا مال گیری کی نیت سے جہاد نہ کروں بلکہ لوگوں لوگوں کو ہدایت دینے کی نیت سے کروں۔ اس صورت میں حدیث پر نہ کوئی اعتراض ہے کہ یہ آیات قرآنیہ کے خلاف ہے اور الناس سے مراد سارے کفار ہیں۔ لہٰذا یہ حتّٰی انتہاد کا نہیں۔ خیال رہے کہ مشرکین عرب کے لئے حکم جزیہ نہیں یا وہ ایمان لاویں یا قتل وقید وعبدیت وغیرہ رب فرماتا ہے وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ عرب کے اہل کتاب اور عجم کے تمام کفار کے لئے یا ایمان یا جزیہ۔ ورنہ قتل وقید وغیرہ رب فرماتا ہے حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ مرتد کے لئے یا اسلام یا قتل ہے نہ جزیہ نہ قید رب فرماتا ہے۔ تُقَاتِلُوْنَهُمْ أَوْ يُسْلِمُوْنَ ۔ باغیوں کے لئے یا قتل یا بغاوت سے توبہ رب فرماتا ہے فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللّٰهِ لہٰذا آیات واحادیث متفق ہیں۔

[2] چونکہ اس وقت تک روزہ جہاد وغیرہ کے احکام نہ آئے تھے اسی لئے ان کا ذکر نہ ہوا اگر کوئی نماز یا زکوٰۃ کا انکار کرے تو کافر ہے اس پر کفار کا سا جہاد ہوگا۔ تارکین نماز و زکوٰۃ کی گوشمالی کرنی ہوگی [3] چونکہ اس زمانہ مبارک میں اسلام میں نئے فرقے نہ بنے تھے کلمہ نماز و زکوٰۃ ایمان کی علامت تھی اس لئے فرمایا کہ جو یہ تین کام کرے اسکا جان و مال محفوظ ہے اب بہت مرتد فرقے کلمہ نماز۔ زکوٰۃ پرکاربند ہیں مگر مرتد ہیں ان پر ارتداد کا جہاد ہوگا جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے معتقدین پر جہاد کیا اب بھی قادیانیوں وغیرہ مرتدین کا یہی حکم ہے [4] یعنی اگر اسلام لاکر قتل زنا یا ڈکیتی وغیرہ کریں تو قتل کے مستحق ہونگے کہ یہ اسلام کا حق ہے یہ قتل کفر نہ ہوگا [5] یعنی اگر کوئی زبانی کلمہ ظاہری نماز و زکوٰۃ ادا کرے تو ہم اس پر جہاد نہ کریں۔ اگر منافقت سے یہ کام کرتا ہے تو رب سے سزا دے گا۔ اسلامی جہاد منافقوں پر نہیں۔

ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِىْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِىْ ذِمَّتِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ ۞ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَتٰى اَعْرَابِىٌّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِىْ عَلٰى عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهٗ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَّتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّى الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا شَيْئًا وَّلَا اَنْقُصُ مِنْهُ فَلَمَّا

ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہ وہ مسلمان ہے جس پر اللہ رسول کی ذمہ داری ہے لہٰذا تم اللہ کا ذمہ نہ توڑو ۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کرنے لگے کہ مجھے ایسے کام کی ہدایت فرمائیے کہ میں وہ کروں تو جنتی ہو جاؤں فرمایا اللہ کو پوجو اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ فرض دو۔ رمضان کے روزے رکھو ۲؎ وہ بولے قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کبھی اس سے کچھ گھٹاؤں بڑھاؤں گا نہیں ۳؎ پھر

۱؎ خیال رہے کہ مومن کی علامات مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہیں اس لحاظ سے ان کے متعلق مختلف احادیث وارد ہوئیں ایک وقت صرف کلمہ پڑھنا مومن کی علامت تھی نماز وغیرہ کوئی احکام نہ آئے تھے تب ارشاد ہوا من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ جس نے کلمہ پڑھ لیا جنتی ہو گیا پھر وہ وقت آیا جب نماز وغیرہ بھی آگئی تو ارشاد ہوا جو یہاں مذکور ہے مدینہ منورہ میں منافقین بھی تھے جو کلمہ نماز وغیرہ ادا کرتے ہوئے بھی بے ایمان رہے تب اللہ رسول کی محبت علامت ایمان قرار پائی کہ ارشاد ہوا لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ الخ آئندہ کے متعلق خبر دی گئی کہ آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو تم سے زیادہ عابد و زاہد ہوں گے مگر اسلام سے خارج ہوں گے غرضکہ جیسے حالات ویسے علامات آج مرزائی روافض وغیرہ ہم یہ کام کرتے ہیں مگر مومن نہیں ۲؎ یعنی یہ مومن اللہ رسول کی امن میں ہے تم اسے نہ ستاؤ ورنہ اللہ رسول کے خائن ٹھہرو گے اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی پناہ اور ذمہ لینا شرک نہیں ایمان کا رکن ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ متقی مسلمان کو ستانا فاسق کو ستانے سے زیادہ برا ہے کہ اس میں ظلم بھی ہے اور اللہ رسول کی خیانت بھی۔

۲؎ یہ جملہ عبادت کی تفسیر ہے چونکہ اس وقت تک جہاد وغیرہ احکام آئے نہ تھے یا اس پر جہاد فرض نہ تھا اس لئے جہاد کا ذکر نہ فرمایا۔

۳؎ یعنی ان فرائض میں اپنی طرف سے زیادتی کمی نہ کروں گا کہ فجر چار یا چھ پڑھوں اور ظہر دو یا تین یا روزے چالیس رکھ لوں۔ یا اپنی قوم تک بعینہٖ یہ ہی احکام پہنچا دوں گا تبلیغ میں یا دتی کمی نہ کروں گا یا اب سوال میں زیادتی کمی نہ کروں گا لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ نطر فطر قربانی نماز عیدین، روزہ نذر، وتر ضروری نہ ہوں احکام اسوقت تک آئے ہی نہ تھے۔ بعد میں خود حضور نے احکام میں زیادتی فرمائی لہٰذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں۔

وَلّٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ سُفْيَانَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْ لِّيْ فِي الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَّا اَسْاَلُ عَنْهُ اَحَدًا بَعْدَكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ غَيْرَكَ قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ

جب وہ چل دیئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جنتی مرد کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے[1] روایت ہے حضرت سفیان ابن عبداللہ ثقفی سے[2] کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے اسلام کے متعلق ایسی بات بتائیں کہ آپ کے بعد اس کے متعلق کسی سے نہ پوچھوں۔ دوسری روایت میں ہے (کہ آپ کے سوا) فرمایا کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر قائم رہو[3] روایت ہے حضرت طلحہ ابن عبداللہ سے[4] کہ ایک نجدی شخص[5] حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

[1] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جنتی آدمی کو دیکھنا بھی ثواب ہے بزرگوں کے دیدار سے گناہ بخشے جاتے ہیں ؎

اُٹھ جاگ فریدا سُتیا دل مسجد دے جا
مت کوئی بخشیا ہووے تو بھی بخشیا جا

دوسرے یہ کہ حضور کو لوگوں کے انجام نیک بختی بدبختی کا علم ہے جانتے ہیں کہ جنتی کون ہے دوزخی کون حضور کو خبر تھی کہ یہ بندہ مومن تقوٰی پر قائم رہے گا ایمان پر مریگا جنت میں جائے گا [2] آپکا نام سفیان ابن عبداللہ ابن ربیعہ ہے کنیت ابو عمرو قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں اہل طائف میں سے ہیں زمانہ فاروقی میں طائف کے حاکم رہے۔ کل پانچ حدیثیں آپ سے مروی ہیں بڑے متقی عابد تھے [3] اللہ پر ایمان لانے سے مراد سارے عقائد اسلامیہ ماننا ہیں لہذا اس میں توحید و رسالت حشرونشر۔ ملائکہ جنت دوزخ سب پر ایمان لانا داخل ہے جیسے کسی کو اپنا باپ ماننا اس کے سارے اہل قرابت کو اپنا عزیز ماننا پڑتا ہے کہ اس کا باپ ہمارا دادا ہے اس کی اولاد ہمارے بھائی بہن۔ اسکے بھائی ہمارے چچا تائے اور استقامت سے مراد سارے اعمال اسلامیہ پر سختی و پابندی سے عمل کرنا ہے لہذا یہ حدیث ایمان و تقوٰی کی جامع ہے اور اس پر عامل یقینًا جنتی ہے رب فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا الخ یہ کلمات جامع میں سے ہے [4] آپ کی کنیت ابو محمد ہے قرشی ہیں ابوبکر کے بھتیجے قدیم الاسلام ہیں تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے جنگ احد میں حضور کیلئے ڈھال بنے اور چوبیس زخم کھائے۔ آپکے جسم پر کل ۷۵ زخم تھے جو غزوات میں کھائے تھے جنگ جمل ۳۶ھ میں بصرہ میں شہید ہوئے وہاں ہی آپ کا مزار پرانوار ہے فقیر نے مزار پاک کی زیارت کی ہے حضور کی دعوت اور دعوت کے معجزات آپ کے ہاں ظاہر ہونے جو مشہور ہیں [5] نجد عرب کا ایک صوبہ ہے جو مکہ معظمہ اور عراق کے درمیان واقع ہے اس صوبہ کے متعلق حضور نے

اَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهٖ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ حَتّٰى دَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ فَقَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهٗ قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا فَقَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ الرَّجُلُ اِنْ صَدَقَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛

بال بکھیرے حاضر ہوا جس کی گنگناہٹ تو ہم سنتے تھے مگر سمجھتے نہ تھے کہ کیا کہتا ہے یہاں تک کہ حضور انور کے قریب پہنچ گیا تو اسلام کے بارے میں پوچھنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ بولا ان کے سواء میرے ذمہ اور نماز بھی ہے فرمایا نہیں ۱؎ ہاں چاہو تو نفل پڑھو ۲؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماہ رمضان کے روزے۔ بولا کیا مجھ پر اس کے سواء اور بھی ہیں۔ فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل ادا کرے۔ فرمایا اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا بولا کیا میرے ذمہ کچھ اور بھی ہے فرمایا نہیں مگر نفل ادا کرے ۳؎ فرمایا اس نے پیٹھ پھیری۔ یہ کہتا جاتا تھا کہ میں اس سے نہ زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہوگا ۴؎

دعائے خیر نہ فرمائی اور وہاں سے ہی فرشتے کے نکلنے کی خبر دی جو آخر کتاب میں ان شاء اللہ ذکر ہوگا۔ ۱؎ یعنی ان پانچ نمازوں کے سوا اور نماز اسلام کا فرض نہیں عیدین اور وتر واجب ہے، نماز جمعہ ظہر کی قائم مقام ہے لہذا یہ ان ہی پانچ میں شامل ہے ۲؎ نفل سے لغوی معنی مراد ہیں فرض پر زائد، رب فرماتا ہے فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ لہذا اس میں وتر و عیدین داخل ہیں یا اس وقت تک یہ نماز میں اسلام میں آئی نہ تھیں بہرحال یہ حدیث وتر و عیدین کے وجوب کے خلاف نہیں احناف کے مخالف نہیں ۳؎ یہ جملہ بھی فطرے اور قربانی کے وجوب کے خلاف نہیں۔ جیسا کہ ۲؎ کی تقریر سے واضح ہے ۴؎ یعنی اگر صدق دل سے عہد کیا ہے تو کامیاب ہوگا یا اگر اس وعدے کو پورا کر دکھائے تو کامیاب ہوگا معلوم ہوتا ہے کہ نجدیوں کا اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ اس سے پہلے ایک سائل کے ان ہی الفاظ پر حضور نے فلاح و کامیابی کا قطعی حکم دے دیا اس نجدی کے ان ہی الفاظ پر مشکوک طریقہ سے کامیابی بیان فرمائی۔

وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ اِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَیْسِ لَمَّا اَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ الْقَوْمُ اَوْ مَنِ الْوَفْدُ قَالُوْا رَبِیْعَۃُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ اَوْ بِالْوَفْدِ غَیْرَ خَزَایَا وَّلَا نَدَامٰی قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا لَا نَسْتَطِیْعُ اَنْ نَّاْتِیَکَ اِلَّا فِی الشَّھْرِ الْحَرَامِ وَبَیْنَنَا وَبَیْنَکَ ھٰذَا الْحَیُّ مِّنْ کُفَّارِ مُضَرَ فَمُرْنَا بِاَمْرٍ فَصْلٍ نُّخْبِرْ بِہٖ مَنْ وَّرَآءَنَا وَ

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے[1] فرماتے ہیں کہ قبیلہ عبدالقیس کا نمائندہ وفد[2] جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم کون قوم یا کون وفد ہو عرض کیا ہم ربیعہ ہیں[3] فرمایا یہ وفد یا قوم خوب اچھے آگئے کہ نہ رسوا ہوئے نہ شرمندہ[4] عرض کیا یارسول اللہ ہم آپ تک صرف محترم مہینہ میں آسکتے ہیں[5] کیونکہ ہمارے آپ کے درمیان کفار مضر کا قبیلہ حائل ہے[6] لہذا ہمیں فیصلہ کن خبر فرمادیں جس کی خبر ہم اپنے پیچھے والوں کو بھی دے دیں۔

[1] آپ کا نام عبداللہ ابن عباس ابن عبدالمطلب ہے، حضور کے چچازاد ہیں آپ کی والدہ لبابہ بنت حارث یعنی ام المؤمنین میمونہ کی ہمشیرہ ہیں۔ آپ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے جب تیرہ سال کے تھے تو حضور کی وفات ہوئی آپ کا لقب حبرامت ہے یعنی امت اسلامیہ کے بڑے عالم تفسیر قرآن کے امام ہیں آخر عمر میں نابینا ہوگئے تھے ۶۸ھ میں بمقام طائف ۷۱ برس عمر شریف میں وصال ہوا طائف میں مزار شریف ہے فقیر نے زیارت کی ہے [2] وفد قوم کے وہ نمائندے کہلاتے ہیں جو اپنی قوم کی طرف سے سلطان یا امیر کی خدمت میں کچھ پیام سلام لیکر حاضر ہوں یا ان کی طرف سے عہد وفاداری کریں یہ چودہ حضرات تھے جو قبیلہ عبدالقیس کی طرف سے ایمان لائے اور حضور سے احکام اسلام معلوم کرنے حاضر ہوئے تھے یہ قبیلہ بحرین قطیف۔ ہجر وغیرہ بستیوں میں آباد تھا عبدالقیس ان کے جد کا نام تھا جن کا سلسلہ نسب ربیعہ ابن نزار ابن معد ابن عدنان تک پہنچتا ہے۔ اسی لئے اس قبیلہ کو عبدالقیس بھی کہتے ہیں اور ربیعہ بھی [3] یہ سوال وجواب لوگوں کو سنانے کے لئے ہے حضور تو واقف تھے مرقات میں اسی جگہ ہے کہ یہ وفد جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو حضور نے حاضرین کو خبر دی کہ وفد عبدالقیس آرہا ہے جو مشرق کے بہترین لوگوں میں سے ہے ان میں اشج بھی ہے جس کا نام منذر ہے پوچھنا بے علمی سے ہی نہیں ہوتا رب نے پوچھا تھا وماتلك بيمينك يا موسى [4] یہ کلمات یا دعائیہ ہیں یعنی خدا کرے تمہیں کبھی رسوائی و شرمندگی نہ ہو یا خبر ہے یعنی اچھا ہوا تم خوشی سے اسلام لاکر حاضر ہوگئے ورنہ کچھ عرصہ بعد لشکر اسلام تمہارا ملک فتح کرتا پھر تمہیں شرمندگی اور رسوائی ہوتی۔ اب عزت سے ایمان لے آئے [5] یہاں جنسی مہینہ مراد ہے یعنی ہم سال میں صرف ۴ محترم مہینوں میں ہی سفر کرکے آپ تک پہنچ سکتے ہیں۔ ماہ حرام ۴ تھے رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم ان مہینوں میں کفار بھی قتل و غارت نہیں کرتے تھے راستوں میں

نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَاَلُوْهُ عَنِ الْاَشْرِبَةِ فَاَمَرَهُمْ بِاَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَمَرَهُمْ بِالْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَاَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ عَنِ الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقَالَ

اور ہم جنت میں بھی پہنچ جائیں ۱؎ انہوں نے حضور سے شرابوں کے متعلق پوچھا تو حضور نے انہیں چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع فرمایا۔ اللہ پر ایمان لانے کا حکم فرمایا کیا جانتے ہو صرف اللہ پر ایمان لانا کیا ہے وہ بولے اللہ اور رسول جانیں ۲؎ فرمایا یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں ۳؎ اور نماز قائم رکھنے زکوٰۃ دینے رمضان کے روزے کا ۴؎ اور فرمایا کہ غنیمت میں سے پانچواں حصہ حاضر کرو ۵؎ اور چار چیزوں سے منع فرمایا ٹھلیا سے تونبی سے لکڑی کی ڈوری سے اور تارکول والے پیالے سے ۶؎۔

امن نہ تھی سفر نا ممکن تھا اس لئے یہ عرض کر رہے ہیں ؎ جو باقی مہینوں میں لوٹ مار کرتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے سفر بند رہتے ہیں ۱؎ یعنی ان عقائد و اعمال کی وجہ سے ہم پر اللہ فضل کرے جنت بخشے۔ خیال رہے کہ جنت اللہ کے فضل سے ملے گی، یہ اعمال اسی فضل کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں ۲؎ یہ ادبًا عرض کیا ورنہ یہ لوگ ایمان لاچکے تھے مومن ایمان سے بے خبر نہیں ہوتا (مرقات) صحابہ کا یہ ادب تھا کہ ان کو علم بھی ہوتا مگر حضور کے آگے پیش قدمی نہ کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضور کو اللہ نے بہت علم بخشا ۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر ایمان لائے بغیر اللہ تعالیٰ پر ایمان غیر ممکن ہے ایمان باللہ کی تفسیر میں رسالت کا ذکر بھی ہوا شہادت سے مراد دل کی گواہی ہے یعنی ماننا و قبول کرنا ورنہ زبانی اقرار ایمان کا جزو نہیں بلکہ احکام اسلامی جاری ہونے کی شرط ہے ۴؎ نماز روزہ وغیرہ ایمان کی تفسیر نہیں بلکہ ایمان پر معطوف ہے یعنی انہیں ایمان کا بھی حکم دیا اور نماز روزے وغیرہ کا بھی لہذا اقام وغیرہ جر سے پڑھنا چاہیئے چونکہ ایمان اعمال پر مقدم ہے اس لئے ایمان کے بعد ان کا ذکر ہوا چونکہ ابھی حج نہ ہوا تھا اس لئے اس کا ذکر نہیں حج ۹ھ میں فرض ہوا ہے ۵؎ چونکہ اس وقت جہاد فرض ہو چکا تھا اور یہ لوگ اہل جہاد سے تھے اسی لئے انہیں جہاد کے احکام ارشاد فرمائے کہ اگر تم کفار مضر سے جہاد کرو تو جو غنیمت کا مال حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ یہاں بھیج دیا کرو چار حصے مجاہدین میں تقسیم کیا کرو رب فرماتا ہے "وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ" الخ ۶؎ یہ شراب کے چار برتن ہیں حنتم شراب کی چھوٹی گھڑی دبا کھوکھلا کیا ہوا کدو جو چنگ کی طرح استعمال کیا جاتا تھا نقیر درخت کی جڑ جسے کھوکھلا کر کے اس میں شراب رکھتے تھے مزفت شراب پینے کا پیالہ چونکہ اس وقت شراب نئی نئی حرام ہوئی تھی اگر یہ برتن استعمال ہوتے رہتے تو ممکن تھا کہ انہیں چھوٹی ہوئی شراب پھر یاد آجاتی اس لئے ان کا استعمال بھی حرام کردیا گیا پھر کچھ عرصہ بعد یہ حرمت منسوخ ہو گئی جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔

احْفَظُوهُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيِّ

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ حَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ بَايِعُونِي عَلٰى أَنْ لَّا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَ أَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ أَصَابَ

فرمایا یہ خود بھی یاد کرلو دوسروں کو اس کی خبر دے دو[1] (مسلم و بخاری) لفظ بخاری کے ہیں۔ روایت ہے عبادہ ابن صامت سے[2] فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حالانکہ آپ کے آس پاس صحابہ کی جماعت[3] تھی کہ مجھ سے اس پر بیعت کرو[4] کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ نہ چوری کرنا اور نہ زنا۔ نہ اپنی اولاد کو قتل کرنا۔ نہ اپنے سامنے گھڑا ہوا بہتان لگانا[5] اور کسی اچھی بات میں نافرمانی نہ کرنا[6] تم میں سے جو وفائے عہد کرے گا اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے۔[7]

[1] یعنی تم عالم و عامل بھی بنو اور مبلغ بھی۔ تبلیغ کے لئے کامل عالم ہونا شرط نہیں جو صحیح مسئلہ معلوم ہو اس کی تبلیغ کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام سے بچانے کے لئے اسباب حرام روکنا ضروری ہیں نزلہ روکو تاکہ بخار سے بچو چوہے فنا کرو تاکہ طاعون نہ پھیلے گانا اور بیہودگی روکو تاکہ زنا بند ہو [2] آپ کا نام عبادہ کنیت ابوالولید ہے۔ آپ نقیب الانصار ہیں پہلی اور دوسری بیعت عقبہ میں شامل ہوئے جمع قرآن کرنے والوں میں آپ بھی تھے۔ بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ عہد فاروقی میں شام کے قاضی رہے۔ حمص مقام تھا فلسطین کے مقام رملہ میں ۷۲ سال کی عمر پاکر ۳۴ھ ہجری میں وفات پائی [3] عصابہ عصب سے بنا بمعنی مضبوطی اب دس سے چالیس تک کی جماعت کو عصابہ کہا جاتا ہے [4] یہ بیعت تقوی ہے یعنی آئندہ شرک چوری زنا وغیرہ نہ کرنا۔ ورنہ یہ جماعت صحابہ بیعت اسلام تو پہلے ہی کرچکی تھی۔ آجکل جو مشائخ کے ہاتھ پر بیعت تقوی کی جاتی ہے اسکی اصل یہ حدیث ہے حضور نے صحابہ سے جہاد پر بھی بیعت لی ہے [5] چونکہ عرب میں یہ گناہ زیادہ مروج تھے بلکہ زنا اور لڑکیوں کے زندہ دابنے پر فخر کیا کرتے تھے اسلئے حضور نے انکی تاکیدی ممانعت فرمائی چونکہ بہتان سن کر بھی لگایا جاتا ہے اور گڑھ کر بھی گڑھا ہوا زیادہ جرم ہے اسلئے حضور نے انکی تاکیدی ممانعت فرمائی چونکہ بہتان سن کر بھی لگایا جاتا ہے اور گڑھ کر بھی گڑھا ہوا زیادہ جرم ہے اس لئے یہ قید لگائی بعض عورتیں دوسروں کا بچہ لے کر اپنے خاوند سے کہتی تھیں کہ یہ تیرا بچہ ہے جو میں نے جنا ہے اس فرمان میں اس جانب بھی اشارہ ہے تو سامنے سے مراد شرمگاہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ نسب بدلنا سخت جرم ہے [6] نہ میری نہ علماء کی نہ حکام نہ ماں باپ نہ شیخ کی جو بھی اچھی بات کا حکم دے اس کی بات مانو خیال رہے کہ حضور جو بھی حکم دیں وہ اچھا ہے اگر نماز چھوڑنے کا حکم دیں تو اسوقت نماز پڑھنا حرام ہو جاتی ہے حضور کے احکام کی اطاعت مطلقًا واجب ہے حضور کے مشورہ اور رائے پر عمل بہتر ہے لازم نہیں یہاں معروف کی

مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ بِهٖ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَهُوَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَآءَ عَفَا عَنْهُ وَاِنْ شَآءَ عَاقَبَهٗ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَضْحٰى اَوْفِطْرٍ اِلَى الْمُصَلّٰى فَمَرَّ عَلٰى

اور جو ان میں سے کچھ لہ کر بیٹھے اور دنیا میں سزا پالے تو وہ سزا کفارہ ہے ٹہ اور جو ان میں سے کچھ کرلے، پھر رب اس کی پردہ پوشی کرے سہ تو وہ اللہ کے سپرد ہے۔ اگر چاہے معاف دے دے چاہے سزا دے کہ لہٰذا ہم نے اس پر آپ سے بیعت کی (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے ھہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقرعید یا عید الفطر میں عیدگاہ لہ تشریف لے گئے۔ عورتوں کی

کی قید حضور کے لئے واقعی ہے اور دوسروں کے لئے احترازی کیونکہ بری بات میں بادشاہ وغیرہ کسی کی اطاعت نہیں۔

ک اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ ان اطاعتوں کا بدلہ دنیا میں ہی لوگوں سے نہ چاہو اخلاص اختیار کرو ان شاء اللہ دنیا اور آخرت میں اجر پاؤ گے۔

لہ کفر کے سوا کوئی اور جرم جس کی سزا شرعاً مقرر ہو جیسے زنا چوری شراب خوری یا مقرر نہ ہو تعزیر بھی ہو جیسے لواطت وغیرہ یا نہ ہو جیسے ترک نماز وغیرہ ٹہ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ حدود اور تعزیرات گناہ کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ جس کے بعد اس جرم کی سزا ان شاء اللہ آخرت میں نہ ملے گی بعض نے فرمایا یہ سزائیں حق عبد کا کفارہ ہیں حق اللہ توبہ سے ہی معاف ہوگا رب فرماتا ہے وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ مگر حق یہ ہے کہ مجرم کا اپنے کو سزا کے لئے پیش کر دینا ہی توبہ اور کفارہ ہے۔

سہ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ کوئی شخص اپنے چھپے گناہ کو ظاہر نہ کرے حق عبد ضرور ادا کر دے

کہ اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ یعنی کفر پر مرنے والے کی بخشش نہیں باقی تمام گنہگاروں کے لئے گنجائش ہے ھہ آپ کا نام شریف سعد ابن مالک انصاری ہے خدرہ انصار کا ایک قبیلہ ہے جس کی طرف آپ کی نسبت ہے بڑے عالم احادیث کے ماہر صحابی ہیں غزوۂ خندق اور بارہ غزووں میں آپ حضور کے ساتھ شریک رہے آپ نے چوراسی سال کی عمر پاکر ۷۴ھ میں وفات پائی جنت البقیع میں مدفون ہیں فقیر نے بھی قبر انور کی زیارت کی ہے۔

لہ یعنی شہر سے باہر خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز جنگل میں ادا فرماتے تھے باوجودیکہ مسجد نبوی شریف بہترین مسجد ہے معلوم ہوا کہ یہ دو نمازیں جنگل میں ادا کرنا سنت ہے اگرچہ شہر میں بھی جائز ہے۔

النِّسَآءِ فَقَالَ یَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ فَاِنِّیْ اُرِیْتُکُنَّ اَکْثَرَ اَھْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ مَا رَاَیْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِیْنٍ اَذْھَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدٰی کُنَّ

جماعت پر گزرے [1] تو فرمایا کہ اے بیبیو خوب خیرات کرو [2] کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے [3] کہ تم زیادہ دوزخ والی ہو انہوں نے عرض کیا حضور یہ کیوں؟ فرمایا تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو [4] خاوند کی ناشکری [5] ہو تم سے بڑھ کر کوئی کم عقل دین پر کم عاقل عقلمند آدمی کی مت کاٹ دینے والی میں نے نہیں دیکھی [6]

[1] جو کہ عیدگاہ میں نماز ادا کرنے گئی تھیں۔ حضور کے زمانہ میں تمام عورتوں کو عیدگاہ کی حاضری کا حکم تھا تاکہ شرعی احکام سنیں اور نماز عید یا کم از کم مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو جائیں۔ مردوں سے علیحدہ بیٹھتی تھیں، سرکار خطبے کے بعد ان کی جماعت میں مخصوص وعظ ارشاد فرماتے تھے۔ عہد فاروقی سے عورتیں اس حاضری سے روک دی گئیں جیسا کہ آئندہ عرض کیا جاوے گا۔ [2] فی الحال جہاد کے لئے صدقہ دو یا ہمیشہ صدقہ نفل دیا کرو کیونکہ صدقۂ فرض میں عورتیں مرد برابر ہیں، یہاں صدقۂ فطر مراد نہیں کیونکہ یہ عیدگاہ آنے سے پہلے ادا کر دیا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ عورت اپنے مال سے صدقہ بہر حال دے سکتی ہے خاوند کے مال سے اس کی اجازت سے دے خواہ صریحی اجازت سے ہو یا عرفی سے۔ [3] معراج میں یا کشف سے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کی نظر آگلے، پچھلے واقعات کو مشاہدہ فرماتی ہے کیونکہ دوزخ میں داخلہ قیامت کے بعد ہوگا مگر آج ہی دیکھ رہے ہیں جیسے کہ ہم خواب یا خیال میں اگلی پچھلی باتیں دیکھ لیتے ہیں دوسرے یہ کہ حضور باذن الٰہی جنتیوں اور دوزخیوں کو پہچانتے ہیں ان کی تعداد سے خبردار ہیں حالانکہ یہ علوم خمسہ میں سے ہے۔ تیسرے یہ کہ نیک اعمال خصوصاً صدقہ عذاب کو دفع کرتا ہے۔ اسی لئے میت کو تیجہ دسویں وغیرہ میں ایصال ثواب کیا جاتا ہے کہ اگر اس کی قبر میں آگ ہو تو اس سے بجھ جائے [4] غصہ میں بچوں پر لڑائی میں مقابل پر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیادہ لعنت کرنا دوزخی ہونے کا سبب ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جن کے یہاں صحابہ پر تبرا اور لعنت کرنا عبادت ہے۔ جب نمرود، فرعون، ہامان بلکہ شیطان کو گالیاں دینا اور تبرا کرنا ثواب نہیں تو بزرگوں کو گالیاں دینا کہاں کی انسانیت ہے۔ مسئلہ کسی معین پر لعنت کرنا جائز نہیں سوا ان کفار کے جن کا کفر پر مرنا نص میں آچکا غیر معین گنہگار پر بھی لعنت جائز ہے۔ مثلاً یہ کہہ سکتے ہیں کہ کافروں پر یا جھوٹوں پر لعنت مگر اس کی عادت مت ڈالو جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔ [5] کہ اگر عمر بھر خاوند تمہاری ناز برداری کرے اور ایک بار کچھ کوتاہی کر دے تو کہتی ہو کہ تو نے میرے ساتھ کچھ کیا ہی نہیں جو بندے کا ناشکرا ہے خدا کا شاکر نہیں بن سکتا۔ [6] اس میں عورتوں کے تین عیب بیان کئے گئے عقل میں کمی دین پر عمل میں کوتاہی اور مرد کو بیوقوف بنانا یہ عورتوں کی عام حالت ہے اگرچہ بعض بیبیاں اس سے پاک ہیں خیال رہے کہ جنس مرد جنس عورت سے افضل ہے اگرچہ بعض عورتیں بعض مردوں سے افضل ہیں۔ حضرت آمنہ خاتون، عائشہ صدیقہ، فاطمہ زہرہ ہم جیسے کروڑوں مردوں سے افضل، لہذا

قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِيْنِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْاَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلٰى قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا۔ قَالَ اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلٰى قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كَذَّبَنِيْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِيْ وَلَمْ

عورتوں نے عرض کیا حضور ہمارے دین وعقل میں کمی کیونکر ہے۔ فرمایا کہ کیا یہ نہیں ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے آدھی ہے [۱] عرض کیا ہاں فرمایا یہ عورت کے عقل کی کمی ہے۔ فرمایا کہ کیا یہ درست نہیں کہ عورت حیض میں روزہ نماز ادا نہیں کرسکتی۔ عرض کیا۔ ہاں فرمایا اس کے دین کی کمی ہے [۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے فرماتے ہیں۔ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ رب فرماتا ہے [۳] انسان مجھے جھٹلاتا ہے یہ اُسے مناسب نہ تھا اور مجھے گالی دیتا ہے

حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

[۱] عام حالات میں یا دو مرد گواہ ہوتے ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں بعض صورتوں میں عورت کی گواہی مطلقاً نہیں مانی جاتی جیسے حدود اور قصاص، بعض صورتوں میں صرف ایک عورت کی خبر معتبر جیسے بحالت غبار، رمضان کا انتیسواں ۲۹ چاند یا حیض ونفاس کی یا عدت گزرنے کی خبر یہاں عام حالت مراد ہے۔

[۲] کہ کچھ عرصہ نماز کے ثواب سے اور ادائے روزہ کی برکتوں سے محروم رہتی ہے خیال رہے کہ حیض و نفاس کے زمانہ کی نمازیں بالکل معاف ہیں، اور روزوں کی ادا معاف قضا واجب اس سے معلوم ہُوا کہ عبادت کی زیادتی کمی دین کے کمال ونقصان کا ذریعہ ہے۔ خیال رہے کہ مسافر وبیمار نماز وروزہ کے اہل ہیں۔ لیکن حائضہ اور نفساء ان کی اہل ہی نہیں لہذا وہ دونوں ناقص نہیں۔

[۳] یہ حدیث قدسی ہے جس میں حضور نے فرمایا قَالَ اللّٰہُ۔ حدیث قدسی اور قرآن میں فرق یہ ہے کہ حدیث قدسی خواب الہام سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ قرآن بیداری ہی میں آئے گا۔ نیز قرآن کے لفظ بھی رب کے ہیں، حدیث کا مضمون رب کا الفاظ حضور کے خیال رہے کہ ساری حدیثیں برحق ہیں، اور قرآن کی طرح لائق عمل صدیق اکبر نے حدیث کی بنا پر حضور کے مال میں تقسیم میراث نہ فرمائی حالانکہ یہ حکم قرآنی تھا مگر حدیث قدسی میں قال اللہ کی تصریح ہوتی ہے۔ اس کی مفصل بحث ہمارے رسالہ ایک اسلام میں دیکھو۔

يَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِيْبُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ لَنْ يُّعِيْدَنِيْ كَمَا بَدَاَنِيْ وَلَيْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ اِعَادَتِهٖ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَّاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِّيْ كُفُوًا اَحَدٌ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ لِيْ وَلَدٌ وَسُبْحَانِيْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

یہ اسے درست نہ تھا ؎۱ اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے رب مجھے پہلے کی طرح دوبارہ نہ بنا سکے گا ؎۲ حالانکہ پہلی بار پیدا فرمانا دوبارہ بنانے سے آسان تر تو نہیں ؎۳ اس کی گالی اس کی یہ بکواس ہے کہ اللہ تعالٰی نے اولاد اختیار کی ؎۴ میں تو اکیلا بے نیاز ہوں ؎۵ نہ جنا نہ جنا گیا میرا کوئی ہمسر نہیں ؎۶ حضرت ابن عباس کی روایت میں یوں ہے کہ انسان کا مجھے گالی دینا اس کی یہ بکواس ہے کہ میں صاحب اولاد ہوں۔ میں اس سے پاک ہوں کہ بیوی بچے اختیار کروں ؎۷ بخاری روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں

؎۱ خیال رہے کہ جن و انس کے سوا کسی مخلوق میں کافر نہیں مگر انسان پر اللہ کے احسانات زیادہ ہیں کہ ان ہی میں انبیاء اور اولیاء بھیجے۔ اس لیے کہ خصوصیت سے اس کی شکایت فرمائی گئی۔ ؎۲ یعنی قیامت کا منکر ہے اور تمام ان آیتوں کو جھٹلاتا ہے جن میں قیامت کا ذکر ہے۔ ؎۳ یعنی رب کے لیے ایجاد اور دوبارہ بنانا یکساں آسان ہے۔ لوگوں پر ایجاد مشکل ہوتی ہے۔ دوبارہ بنانا آسان جب کفار رب تعالٰی کو عالم کا موجد جانتے ہیں تو قیامت ماننے میں انہیں کیوں موت آتی ہے۔ حالانکہ قیامت میں اٹھانا اعادۂ خلق ہوگا۔ نہ کہ ایجاد اس میں روئے سخن ان کافروں کی طرف ہے جو اللہ کی ذات و صفات کے اقراری تھے اور قیامت کے انکاری۔ ؎۴ مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ عیسائی عیسٰی علیہ السلام کو یہودی عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اس میں ان تینوں قوموں کی طرف اشارہ ہے بیوی بچے اختیار کرنا ہمارے لیے کمال ہے رب کے حق میں گالی ایک ہی چیز ایک کے لیے کمال ہے۔ دوسرے کے لیے نقصان بلاتشبیہ کنواری لڑکی کو صاحب اولاد کہنا گالی ہے۔ بیاہی کے لیے کمال رب کی شان تو بہت اعلٰی ہے ؎۵ اولاد والا اکیلا بھی نہیں ہوتا اولاد اس کی قومیت نوعیت جنسیت میں شریک ہوتی ہے اور بے نیاز بھی نہیں کیونکہ انسان شہوت کے غلبہ یا دشمنوں کے خوف کی وجہ سے یا اپنے مرے بعد وراثت کے لیے اولاد اختیار کرتا ہے۔ رب تعالٰی ان تمام نیازمندیوں سے پاک ہے۔ دیکھو چاند سورج وغیرہ کو قیامت سے پہلے فنا نہیں تو ان کی وراثت کے لیے ان کی اولاد بھی نہیں ؎۶ حالانکہ اولاد باپ کی ہمسر ہوتی ہے کہ انسان کا بچہ انسان اور خر کا بچہ خر ہوتا ہے تو نعوذ باللہ خدا کا بیٹا خدا ہی چاہیئے تھا حالانکہ رب اس کا خالق وہ مخلوق رب مالک وہ مملوک پھر ہمسر کہاں۔ ؎۷ کیونکہ بیوی خاوند کی ہم جنس ہی ہو سکتی ہے۔ انسان کی بیوی جناتی یا گائے بھینس نہیں ہو سکتی، اگر نعوذ باللہ رب کی بیوی

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یُؤْذِیْنِیْ ابْنُ اٰدَمَ یَسُبُّ الدَّھْرَ وَاَنَا الدَّھْرُ بِیَدِیَ الْاَمْرُ اُقَلِّبُ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَحَدٌ اَصْبَرَ عَلٰی اَذًی یَّسْمَعُہٗ مِنَ اللّٰہِ یَدْعُوْنَ لَہُ الْوَلَدَ ثُمَّ یُعَافِیْھِمْ وَیَرْزُقُھُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ کُنْتُ رِدْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے انسان ایذا دیتا ہے [1] کہ زمانہ کو گالیاں دیتا ہے [2] حالانکہ زمانہ (مؤثر) تو میں ہوں۔ میں رات و دن کو الٹ پلٹ کرتا ہوں [3] (مسلم بخاری) اور روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تکلیف دہ بات کو سنتے ہوئے صبر کرنیوالا [4] خدا سے بڑھ کر کوئی نہیں لوگ اس کے لئے اولاد کا دعویٰ کرتے ہیں پھر بھی وہ انہیں راحت و رزق دیئے جاتا ہے [5] روایت ہے حضرت معاذ سے [6] کہ میں ایک دراز گوش پر حضور کے

ہوتی تو وہ اس کی ہم جنس بلکہ اس کی ہم قوم بھی ہوتی رب جنس وقوم سے پاک ہے۔ [1] ایذا سے مراد ناراض کرنا ہے۔ یعنی میرے متعلق وہ باتیں کرتا ہے، جس سے میں ناراض ہوتا ہوں ورنہ خدا تعالیٰ دکھ درد اور تکلیف سے پاک ہے۔ [2] اس طرح کہ کہتا ہے ہائے زمانے تو نے مجھ پر ظلم کر دیا، میرے فلاں کو مار دیا ہائے ظالم زمانہ یا آسمان جیسے کہ مولوی محمود حسن دیوبندی نے مرثیہ گنگوہی میں زمانہ کو جی بھر کے کوسا پیٹا ہے یہ حرام ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی محکوم چیزوں کو برا کہنا رب کی ناراضی کا باعث ہے۔ ایسے ہی اللہ کے پیاروں کی توہین [3] اس طرح کہ دن کو لے جاتا ہوں رات کو لاتا ہوں اور بالعکس نیز انہیں چھوٹا بڑا گرم سرد۔ منیظ و مضر بناتا ہوں لہٰذا انہیں برا کہنا مجھ پر طعن ہے۔ خیال رہے کہ یہاں دھر (زمانہ) سے مراد مؤثر حقیقی اور مسبب الاسباب ہے۔ ورنہ رب تعالیٰ کو دھر کہنا درست نہیں اور نہ دھر اللہ کا نام ہے۔ [4] یہاں صبر سے مراد حلم ہے۔ اسی معنی سے اللہ تعالیٰ کا نام پاک صبور یا صبار ہے نہ کہ وہ صبر جو کہ مجبوری کی وجہ سے ہو اس کی تفسیر اگلا مضمون ہے۔ [5] یعنی باوجودیکہ لوگ اللہ تعالیٰ کو عیب لگاتے ہیں اور رب تعالیٰ اس سے خبردار بھی ہے ان پر ہر طرح قادر بھی لیکن انہیں فوراً عذاب نہیں دیتا، بلکہ دنیا میں انہیں تندرستی امن۔ روزی دیتا ہے۔ کیونکہ دنیا اسکی رحمانیت کے ظہور کی جگہ ہے۔ بعد موت نہ انہیں امن دے نہ روزی وغیرہ وہاں اس کی رحیمیت کی جلوہ گری ہوگی۔

[6] آپ معاذ بن جبل انصاری خزرجی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ بیعت عقبہ کرنے والے ستر انصار میں آپ بھی تھے۔ بدر اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے۔ حضور نے آپ کو یمن کا گورنر بنایا عمر فاروق نے شام کا حاکم مقرر کیا طاعون عمواس میں بعمر ۸۲ سال آپ کی وفات ہوئی شام میں قبر شریف ہے۔ آپ کے فضائل بے حد و بے شمار ہیں۔

وَسَلَّمَ عَلٰی حِمَارٍ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ اِلَّا مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ یَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِیْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰی عِبَادِهٖ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰهِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَی الْعِبَادِ اَنْ یَّعْبُدُوْهُ وَلَا یُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّحَقَّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰهِ اَنْ لَّا یُعَذِّبَ مَنْ لَّا یُشْرِکُ بِهٖ شَیْئًا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَیَتَّکِلُوْا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ

پیچھے اس طرح سوار تھا کہ میرے آپ کے درمیان پالان کی لکڑی کے سوا کچھ نہ تھا [1] حضور نے فرمایا کہ معاذ کیا جانتے ہو اللہ کا حق اپنے بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے [2] میں نے عرض کیا اللہ اور رسول جانیں۔ فرمایا اللہ کا حق بندوں پر تو یہ ہے کہ اُسے پوجیں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں [3] اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو اس کا شریک نہ ٹھہراتا ہو اُسے عذاب نہ دے [4] میں نے عرض کیا یا رسول اللہ تو کیا میں لوگوں کو یہ بشارت نہ دے دوں فرمایا یہ بشارت نہ دو ورنہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے [5] مسلم بخاری روایت ہے حضرت انس

[1] یعنی خوش نصیبی سے مجھے حضور سے بہت ہی قرب نصیب تھا اور ظاہر ہے کہ اتنے قریب سے جو بات کہی جائے گی وہ بالکل درست سنی جائے گی ردیف ردف سے بنا ہے بمعنی پیچھے ایک گھوڑے یا اونٹ پر دو شخص سوار ہوں تو پچھلے والا ردیف کہلاتا ہے۔ دو آدمیوں کا جانور پر سوار ہونا جب منع ہے۔ کہ جانور کمزور ہو، دو کا بوجھ نہ اٹھا سکے لہذا یہ حدیث ممانعت کی حدیث کے مخالف نہیں۔ [2] حق کے معنی واجب، لازم، لائق۔ بندوں کے متعلق تینوں معنی درست ہیں کہ اللہ کی عبادت ان پر واجب ہے لازم ہے ان کے لائق ہے۔ اللہ تعالٰی کے لئے یہ معنی اور طرح درست ہوں گے وہ یہ کہ اس کریم نے اپنے ذمہ کرم پر خود لازم فرمالیا کہ عابدوں کو جزا دے کوئی اور اس پر واجب نہیں کرسکتا لہذا جن روایتوں میں آیا ہے۔ کہ اللہ پر کسی کا حق نہیں وہ دوسرے معنی میں ہے کہ کوئی اس پر واجب نہیں کرسکتا، کیونکہ کوئی اس کا حاکم نہیں وہ سب کا حاکم ہے۔ [3] اس طرح کہ نہ تو کسی کو اس کا ہمسر جانیں۔ نہ اس کا بیوی بچہ لہذا اس میں مجوسیت، نصرانیت، یہودیت سب ہی داخل ہیں۔ ان ہی تمام دینوں سے علیحدگی ضروری ہے۔ [4] یعنی کفر نہ کرتا ہو اسے دائمی عذاب نہ دے ایسے مقامات پر شرک بمعنی کفر ہوتا ہے اور عذاب سے دائمی عذاب مراد ورنہ بعض گنہگاروں کو بھی کچھ عذاب ہو جائے گا۔ (اشعۃ اللمعات) وغیرہ

[5] اس طرح کہ مقصود کلام سمجھیں گے نہیں اور اعمال چھوڑ دیں گے کہ جب فقط درستی عقیدہ سے ہی عذاب سے نجات مل جاتی ہے تو نماز وغیرہ عبادات کی کیا ضرورت ہے اس سے معلوم ہوا کہ عالم عوام کو وہ مسئلہ نہ بتائے جو ان کی سمجھ سے وراء ہو۔ خیال رہے کہ حضرت معاذ نے اس وقت بشارت نہ دی بلکہ یہ حدیث بطور خبر بعد میں بعض خواص کو سنا دی لہذا کوئی اعتراض نہیں اس کا کچھ ذکر اگلی حدیث میں آرہا ہے۔

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلٰثًا قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا قَالَ إِذًا يَّتَّكِلُوا فَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کجاوہ پر تھے معاذ حضور کے ردیف تھے حضور نے فرمایا اے معاذ عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ خدمت میں فرمایا اے معاذ عرض کیا یا رسول اللہ حاضر ہوں خدمت میں فرمایا اے معاذ عرض کیا حاضر ہوں خدمت میں تین بار[1] فرمایا ایسا کوئی نہیں جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا معبود نہیں اور بیشک محمد اللہ کے رسول ہیں۔ سچے دل سے[2] مگر اللہ اسے آگ پر حرام فرمادے گا[3] عرض کی یا رسول اللہ تو کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دوں کہ وہ خوش ہوجائیں فرمایا تب تو وہ بھروسہ کر بیٹھیں گے[4] پھر حضرت معاذ نے گناہ سے بچنے کیلئے اپنی وفات کے وقت خبر دیدی[5]

[1] حضرت معاذ کو تین بار پکارنا کچھ نہ فرمانا زیادتی شوق کے لیے تھا کہ حضرت معاذ کلام سننے کے پورے مشتاق ہوجائیں جو بات انتظار کے بعد کہی جاتی ہے خوب یاد رہتی ہے۔ لبیک وسعدیک کا اردو میں مختصر ترجمہ یہ ہے کہ میں خدمت میں حاضر ہوں چھوٹے کو چاہیئے کہ بڑے کا ادب بہر حال کرے۔ [2] اس طرح کہ دل سے اس کو مانے اور زبان سے اقرار کرے لہذا منافق اس بشارت سے علیحدہ ہے اور ساتر یعنی دل کا مومن زبان سے خاموش اس پر شریعت میں اسلامی احکام جاری نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ عمر میں ایک بار زبان سے کلمہ شہادت پڑھنا فرض ہے اور مطالبہ کے وقت بھی ضروری۔ [3] اس طرح کہ وہ آگ میں ہمیشہ نہ رہے گا یا آگ اسکے دل وزبان کو نہ جلا سکے گی کیونکہ یہ ایمان اور شہادت کے مقام ہیں کافر کا قلب و قالب دونوں جلائے گی۔ رب فرماتا ہے۔ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو کافر مرتے وقت ایمان لائے اور کسی عمل کا موقع نہ پائے اس کے لیے یہ بشارت ہے بہرحال یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔ نہ دیگر احادیث کے کوئی مومن عمل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ [4] حضرت معاذ نے اس بشارت کی تبلیغ کی اجازت مانگی یہ معلوم کرنے کے لیے کہ یہ حکم تبلیغی امور میں سے ہے۔ یا اسرار الٰہیہ میں سے شرعی احکام سب کے لیے ہیں طریقت کے اسرار اہل کے لیے۔ خیال رہے کہ عوام بشارت سنکر بے پرواہ ہوجاتے ہیں۔ مگر خواص بشارت پاکر زیادہ نیکیاں کرنے لگتے ہیں۔ رب نے اپنے حبیب سے فرمایا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ الخ تو حضور نے نیکیاں اور زیادہ

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ ثَوْبٌ اَبْیَضُ وَھُوَ نَائِمٌ ثُمَّ اَتَیْتُہٗ وَقَدِ اسْتَیْقَظَ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰی ذٰلِکَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ اِنْ زَنٰی

روایت ہے حضرت ابوذر[1] سے فرماتے ہیں کہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا[2] حضور پر چٹا سفید کپڑا تھا اور سو رہے تھے کچھ دیر بعد پھر آیا تو آپ جاگ چکے تھے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی بندہ جو لاالٰہ الا اللہ کہے[3] پھر اسی پر مر جائے مگر جنت میں جائے گا[4] میں نے عرض کیا اگرچہ زنا اور چوری کرے فرمایا اگرچہ زنا اور چوری کرلے[5] میں نے کہا اگرچہ زنا اور چوری کرلے[6] فرمایا اگرچہ

کیں عثمان غنی سے فرمایا تھا کہ جو چاہو کرو تم جنتی ہو چکے تو ان کے اعمال اور زیادہ ہو گئے۔ [5] کہ حدیث شریف میں ہے جو علم چھپائے اسے آگ کی لگام دی جائے گی، قرآن شریف میں بھی علم چھپانے کی برائیاں مذکور ہیں۔ [10] یہ سمجھتے ہوئے کہ مجھے حضور نے اس بشارت سے اس وقت منع کیا تھا جب اکثر لوگ نومسلم تھے۔ اور حدیث دانی کا ملکہ کم رکھتے تھے۔ اب حالات بدل چکے ہیں۔ لوگ ذی شعور اور سمجھدار ہو گئے ہیں یہ ہے اجتہاد صحیح۔ [1] آپ کا نام جندب ابن جنادہ کنیت ابوذر ہے۔ قبیلہ بنی غفار سے ہیں۔ آپ پانچویں مسلمان ہیں مکہ معظمہ میں آکر مسلمان ہوئے اور حضور کے حکم سے اپنی قوم میں چلے گئے، پھر غزوۂ خندق کے بعد مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور حضور کے ساتھ رہے پھر ربذہ میں گیا[؟] وہیں خلافت عثمانیہ ۳۲ھ میں وفات پائی آپ بڑے زاہد عابد صحابی ہیں۔ مال جمع کرنے کے بڑے مخالف تھے اسلام سے پہلے بھی اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ [2] ایمان لانے کے لیے حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ آپ کے ایمان لانے کا عجیب و غریب واقعہ ہے جو کسی اور موقع پر بیان کیا جائے گا یہاں کوئی اور حاضری مراد ہے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔ [3] اس سے مراد سارے عقائد اسلامیہ کا مان لینا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں الحمد پڑھنا واجب ہے یعنی ساری سورۃ یا اس وقت کلمہ پڑھنا ہی مومن کی علامت تھی یا مطلب یہ ہے کہ جو کافر مرتے وقت کلمہ پڑھ کر مومن ہو جائے۔ [4] یا اول ہی سے گناہوں کی کچھ سزا پاکر یا شفاعت کے پانی سے صاف ہو کر کیونکہ مومن کے لیے دوزخ میں ہمیشگی نہیں۔ [5] یعنی انہیں حرام جانتے ہوئے اپنے کو گنہگار سمجھ کر اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ گناہ کبیرہ انسان کو اسلام سے نہیں نکالتے دوسرے یہ کہ گناہ کبیرہ سے نیکیاں ضبط نہیں ہوتیں کفر سے ہوتی ہیں تیسرے یہ کہ جس کا خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔ وہ یقیناً جنتی ہے۔ خواہ اول سے یا کچھ بعد۔ [6] تعجب کرتے ہوئے کیا اتنے بڑے گناہ پر بھی وہ جنتی رہے گا۔ حضرت ابوذر کو حیرت ہوئی کہ گناہوں کا ستھرا ہوا پاک وصاف جنت میں قدم کیسے رکھے گا۔ یہ پتہ نہ تھا کہ شفاعت و رحمت کا پانی گندوں کو ستھرا کر دیتا ہے

وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ وَکَانَ اَبُوْذَرٍّ اِذَا حَدَّثَ بِھٰذَا قَالَ وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِیْ ذَرٍّ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ عُبَادَۃَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ شَھِدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَنَّ عِیْسٰی عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ وَابْنُ اَمَتِہٖ وَکَلِمَتُہٗ

زنا اور چوری کرے میں نے کہا اگرچہ زنا وچوری کرے فرمایا اگرچہ زنا وچوری کرے۔ ابوذر کی ناک رگڑنے کے باوجود[1] حضرت ابوذر جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو کہتے تھے کہ اگرچہ ابوذر کی ناک رگڑ جائے[2] (مسلم بخاری روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو گواہی دے کہ اکیلے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں[3] عیسےٰ اللہ کے بندے اور رسول اور

[1] رُغم رغام سے بنا ہے یعنی مٹی اور خاک عرب میں یہ لفظ ناپسندیدگی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی اگرچہ تم ناپسندیدگی کی بناء پر سوال کرتے کرتے زمین پر ناک بھی رگڑ دو۔ جب بھی یہی حکم رہے گا۔ [2] تاکہ حدیث کے الفاظ پورے منقول ہوں یا بتقاضائے عشق کہ محبوب کا عتابانہ خطاب بھی عاشق کو پیارا معلوم ہوتا ہے۔ بار بار اسے یاد کرکے نیا لطف حاصل کرتا ہے۔ خیال رہے کہ فاسق مومن آخرکار جنتی ہے بے دین اور بدمذہب پر جنت حرام ہے۔ اس کے لیے دوزخ میں ہمیشگی ہے۔

[3] بندۂ اعلیٰ اور رسول اکمل جن کی عبدیت سے اللہ کی ربوبیت چمکی اور جن کی رسالت رب کی الوہیت کا مظہر اتم ہے۔ لہذا ان کی بندگی اور دوسروں کی بندگی میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اور بندوں کو اس پر ناز ہے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ دست قدرت کو اس پر ناز ہے کہ میرے بندے محمد رسول اللہ ہیں فرماتا ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ اور بندے رب کو راضی کرنا چاہیں۔ رب جناب مصطفےٰ کو راضی کرنا چاہے فرماتا ہے۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی اور بندے کشتی اسلام میں پار لگنے کو سوار ہوئے جناب مصطفےٰ پار لگانے کو جیسے جہاز کے مسافر اور کپتان کہ جہاز مسافروں کو پار لگاتا ہے۔ اور کپتان جہاز کو اسی لئے مسافر کرایہ دے کر جہاز میں بیٹھتے ہیں، اور کپتان تنخواہ لے کر سواری ایک ہے مگر سواروں کی نوعیت میں فرق ہے لہذا حضور کے نماز کلمہ پڑھنے، حج وتلاوت قرآن کرنے سے یہ نہ سمجھو کہ حضور ہماری طرح مومن ہیں۔ ان اعمال سے ہماری عزت ہے۔ اور حضور کے اعمال کرنے کی وجہ سے ان اعمال کی عزت افزائی ہمیں فخر ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ نماز کو فخر ہے کہ حضور نے مجھے پڑھا۔

أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ

اس کی بندی کے بیٹے[1] اللہ کا کلمہ ہیں جو مریم میں ڈالا[2] اور اللہ کی طرف سے روح ہیں[3] اور جنت دوزخ حق ہے اللہ اُسے جنت میں داخل کرے گا مطابق عمل کے[4] روایت ہے عمرو ابن عاص سے[5] فرماتے ہیں کہ میں

[1] یہ فرمان نہایت جامع ہے۔ عیسائی جناب مسیح کو خدا کا بیٹا اور بی بی مریم کو رب کی بیوی کہتے تھے۔ یہودی جناب مسیح کی نبوت کے بھی انکاری تھے اور پاک بتول مریم کو تہمت لگاتے تھے۔ اس ایک کلمہ سے دونوں کی نفیس تردید ہوگئی، زمانہ موجودہ کے قادیانی آپ کو یوسف نجار کا بیٹا کہتے ہیں۔ اور حضرت مریم کا نکاح ان سے ثابت کرتے ہیں۔ اس میں ان کی بھی اعلیٰ تردید ہے کہ اگر جناب مسیح باپ کے بیٹے ہوتے تو اسی طرف آپ کی نسبت ہوتی قرآن نے بھی انہیں عیسیٰ بن مریم فرمایا۔ حالانکہ فرماتا ہے۔ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ

[2] اس طرح کہ حضرت جبریئل نے باذن الٰہی کن کہہ کر حضرت مریم کے سینہ پر پھونکا جس سے آپ حاملہ ہوگئیں۔ خیال رہے کہ جناب مسیح کا لقب کلمۃ اللہ ہے یا اس لیے کہ آپ کی پیدائش کلمۂ کُن سے ہے۔ رب فرماتا ہے۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ الخ آدم علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اس لئے نہیں کہتے کہ ان کے جسم کی پیدائش مٹی سے ہے۔ صرف روح پھونکنا کلمۂ کن سے رب فرماتا ہے فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ مگر جناب مسیح کا جسم اور روح سب کُن سے نطفہ علقہ مضغہ کچھ نہیں (از مرقاۃ) یا اس لیے کہ جناب مسیح از سر تا پا اللہ کی حجت ہیں۔ گویا سراپا کلمہ ہیں۔ یا اس لیے کہ آپ ایک کلمہ دم کرکے بیماروں کو تندرست مردوں کو زندہ کرتے تھے (اس سے بزرگوں کی جھاڑ پھونک ثابت ہوئی) یا اس لیے کہ آپ نے پیدا ہوتے ہی کلمہ پڑھا کہ کہا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ الخ

[3] مِنْهُ کی مِنْ تبعیضیہ نہیں اور اس کا معنی یہ نہیں کہ اللہ کا ٹکڑا ہیں بلکہ مِنْ ابتدائیہ ہے یعنی اللہ کی جانب سے بلا واسطہ نطفہ آپ کی پیدائش ہے۔ آپ کا لقب روح اللہ بھی ہے یا اس لئے کہ آپ روح الامین جبریئل کی پھونک سے پیدا ہوئے یا اس لئے کہ آپ مردہ دلوں کو روح ایمان بخشتے ہیں۔

[4] کہ اعلیٰ درجہ کے متقی کو جنت کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا اور ادنیٰ متقی کو وہاں کا ادنیٰ مقام یہ ان لوگوں کے لئے ہے جنہیں جنت کسب سے ملے جو دوسروں کے طفیل جنت میں جائیں گے وہ ان کے ساتھ رہیں گے۔ جیسے مسلمانوں کے شیر خوار بچے اور بیویاں لہذا حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج پاک جنت میں حضور کے ساتھ ہوں گے۔ خیال رہے کہ جنت میں داخلہ ایمان کی بناء پر ہوگا وہاں کے مراتب اعمال کے مطابق جنت کا داخلہ تین[3] طرح کا ہے کسبی وہبی عطائی یہاں کسبی کا ذکر ہے۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اُبْسُطْ یَمِیْنَكَ فَلِاُبَایِعَكَ فَبَسَطَ یَمِیْنَهٗ فَقَبَضْتُ یَدِیْ فَقَالَ مَالَكَ یَا عَمْرُو قُلْتُ اَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِطَ قَالَ تَشْتَرِطُ مَاذَا قُلْتُ اَنْ یُّغْفَرَ لِیْ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ یَا عَمْرُو اَنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ وَاَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَاَنَّ الْحَجَّ یَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالْحَدِیْثَانِ مَرْوِیَّانِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ وَالْاٰخَرُ اَلْكِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ سَنَذْكُرُهُمَا فِیْ بَابَیِ الرِّیَاءِ وَالْكِبْرِ

حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ آپ کی بیعت کروں [1] آپ نے ہاتھ بڑھایا میں نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا [2] فرمایا اے عمرو یہ کیا میں نے عرض کیا کچھ شرط لگانا چاہتا ہوں فرمایا کیا شرط؟ میں نے عرض کیا کہ میری بخشش ہوجائے [3] فرمایا اے عمرو کیا تمہیں خبر نہیں کہ اسلام پچھلے گناہ ڈھا دیتا ہے۔ اور ہجرت پچھلے گناہ ڈھا دیتی ہے اور حج بھی پچھلے گناہ ڈھا دیتا ہے [4] یہ مسلم نے روایت کی اور وہ دو حدیثیں جو حضرت ابوہریرہ سے مروی ہیں۔ فرماتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالٰی نے کہ میں تمام شرکاء میں شرک سے غنی تر ہوں اور دوسری یہ کہ عظمت و بلندی میری چادر ہے ہم انہیں ریا اور کبر۔

[1] آپ عمرو بن العاص سہمی قرشی ہیں ۸ھ میں خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ اور عثمان ابن طلحہ کے ساتھ مدینہ میں آکر اسلام لائے حضور نے انہیں عمان کا گورنر مقرر فرمایا آپ حضرت عمر و عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہم کے عامل رہے۔ آپ فاتح مصر ہیں۔ مصر ہی میں نوے سال کی عمر پاکر ۴۳ھ میں وفات پائی (اکمال) [2] یہ بیعت اسلام ہے صحابہ کرام اسلام لاتے وقت حضور سے بیعت بھی کیا کرتے تھے یعنی استقامت کا وعدہ بیعت توبہ بیعت تقوٰی بیعت جہاد بیعت شہادت کسی خاص مسئلے پر بیعت اس کے علاوہ ہیں آجکل علی العموم مشائخ سے بیعت توبہ یا تقوٰی ہوتی ہے۔ بیعت کے وقت شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا سنت ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ [3] بے ادبی کے لیے نہیں بلکہ بندہ مختار مانتے تھے، دیکھو بخشنا کام اللہ کا ہے اور شرط لگا رہے ہیں رسول اللہ سے ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو جنت عطا فرمائیے حضور ہمیں دوزخ سے نجات نصیب ہو۔ [4] معلوم ہوا کہ ایمان اور نیک اعمال معافی گناہ کا ذریعہ ہیں۔ رب فرماتا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ مگر ان سے گناہ مٹتے ہیں نہ کہ حقوق العباد تو مسلم لاکر زمانہ کفر کے قرض بھی ادا کرے گا اور حدود و قصاص بھی لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ یعنی یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ زمانہ کفر میں ظلماً قتل کرو۔ لوگوں کے مال مارلو۔ اور بعد میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجاؤ سب معاف یہ ناممکن ہے۔

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّةَ وَ یُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ اَمْرٍ عَظِیْمٍ وَاِنَّهٗ لَیَسِیْرٌ عَلٰی مَنْ یَّسَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكْ بِهٖ شَیْئًا وَّتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِی الزَّکٰوةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَیْتَ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی

کے بابوں میں ذکر کریں گے[1] اگر اللہ نے چاہا۔

دوسری فصل

روایت ہے حضرت معاذ (ابن جبل) سے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا[2] یا رسول اللہ مجھے ایسا کام بتایئے جو مجھے جنت میں داخل اور دوزخ سے دور کردے[3] فرمایا تم نے بڑی چیز پوچھی[4] ہاں جس پر اللہ آسان کرے اُسے آسان ہے[5] اللہ کو پوجو[6] اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ جانو نماز قائم کرو زکوٰۃ دو رمضان کے روزے رکھو کعبہ کا حج کرو[7] پھر فرمایا کیا میں تم کو بھلائی کے

[1] یعنی یہ دو حدیثیں مصابیح میں اسی باب میں تھیں مگر ہم پہلی حدیث باب الریاء میں اور دوسری باب الکبر میں لائیں گے کیونکہ یہ وہاں کے ہی مناسب ہیں یہ فقیر ان شاء اللہ ان حدیثوں کی شرح بھی وہیں عرض کرے گا۔ [2] غزوۂ تبوک میں دوپہر کے وقت جب سخت گرمی تھی جب تمام صحابہ الگ الگ درختوں کے نیچے ٹھہرے اور میں نے حضور کے ساتھ آرام کیا (مرقاۃ) [3] یہ اسناد مجازی ہے جنت دینا دوزخ سے بچانا رب کا کام ہے۔ چونکہ عمل اس کا ذریعہ ہے اس لیے اسے فاعل قرار دیا گیا لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور جنت دیتے ہیں دوزخ سے بچاتے ہیں ہمارے اعمال سے حضور کا توسل زیادہ قوی ذریعہ ہے۔

[4] کیونکہ آگ سے بچنا جنت میں پہنچنا بڑی نعمتیں ہیں تو ان کا ذریعہ بھی بڑا ہی ہوگا۔

[5] یعنی یہ ذریعہ بتانا مجھ کو آسان ہے کہ رب نے مجھ کو ہر شے پر مطلع کیا ہے یا وہ اعمال اسی پر آسان ہوں گے جس پر اللہ کرم کرے ڈھیلا خود نیچے گرتا ہے کسی کے اٹھائے سے اوپر ہوتا ہے ہماری پیدائش مٹی سے ہے ہمارا بھی یہی حال ہے۔ [6] یعنی اسلام لاؤ جو ساری عبادتوں کی جڑ ہے کیونکہ عبادات کا ذکر تو آگے آرہا ہے یہاں مضارع بمعنی امر ہے نہ کہ بمعنی خبر۔ [7] اس طرح کہ نماز روزانہ پانچ وقت روزہ ہر سال رمضان میں　　زکوٰۃ ہر سال اگر مال ہو حج عمر میں ایک مرتبہ ظاہر یہ ہے کہ یہاں فرض ہی مراد ہیں جن پر جنتی ہونا موقوف ہے

أَبْوَابِ الْخَيْرِ الصَّوْمُ جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا تُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلٰوةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ تَلَا تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتّٰى بَلَغَ يَعْمَلُونَ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّكَ بِرَأْسِ الْاَمْرِ وَعَمُودِهٖ وَذِرْوَةِ سَنَامِهٖ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ رَأْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعَمُودُهُ الصَّلٰوةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ قُلْتُ بَلٰى يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَاَخَذَ

دروازے نہ بتادوں[1] روزہ ڈھال ہے[2] خیرات گناہوں کو ایسا بجھاتی ہے جیسے پانی آگ کو[3] اور درمیانی رات میں انسان کا نماز پڑھنا[4] پھر یہ تلاوت کی کہ ان کی کروٹیں بستروں سے الگ رہتی ہیں[5] (یعملون تک) پھر فرمایا کہ میں تمہیں ساری چیزوں کا سر، ستون، کوہان کی بلندی نہ بتادوں[6] میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ[7] فرمایا تمام چیزوں کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز[8] اور کوہان کی بلندی جہاد[9] پھر فرمایا کہ کیا تمہیں ان سب کے اصل کی خبر نہ دے دوں[10] میں نے عرض کیا ہاں یا نبی اللہ پس حضور نے اپنی

[1] یعنی وہ نیک اعمال جو بہت سی نیکیوں کا ذریعہ ہیں۔ جیسے روزہ نفس توڑنے کا ذریعہ ہے نفس ٹوٹ جانے پر انسان بہت سی نیکیاں کرسکتا ہے۔ کیونکہ روکنے والا نفس ہی ہے۔ [2] جس کی برکت سے روزہ دار تک گناہوں کا تیر نہیں پہنچتا اور شیطان کا راستہ بند ہوجاتا ہے۔ [3] چونکہ خیرات میں اللہ کی عبادت بھی ہے اور بندوں کا نفع بھی، غریبوں کی حاجت روائی بھی اس لئے کہ یہ گناہوں کو مٹانے میں اکسیر ہے جو بندوں پر مہربان ہو رب اس پر مہربان ہوتا ہے [4] یعنی نماز تہجد نماز پنجگانہ کے بعد یہ نماز بہت اعلیٰ ہے اور نمازوں میں اطاعت غالب ہے اس نماز میں عشق نیز یہ نماز رب نے خاص حضور کے لیے بھیجی حضور کے طفیل سے ہمیں ملی فرمایا ہے فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ [5] یعنی عشاء کے بعد کچھ سو لیتے ہیں۔ پھر اٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں تہجد کے لیے پہلے سولینا شرط ہے ورنہ بستروں کا ذکر نہ ہوتا بعد تہجد بھی سونا سنت ہے یہ بھی اسی آیت سے ثابت ہے یعنی بستر بچھے ہوتے ہیں مگر وہ مصلے پر ہوتے ہیں [6] یہاں دین کو اونٹ سے تشبیہ دی گئی پھر اس کے لیے سر پاؤں اور کوہان ثابت کیا گیا جیسا استعارہ بالکنایہ اور تخییل میں ہوتا ہے۔ [7] یہ سوال جواب سائل کو شوق دلانے کے لئے ہیں کیونکہ انتظار کے بعد جو شے حاصل ہو خوب یاد رہتی ہے۔ [8] چیز سے مراد دین ہے۔ دینداری اسلام کے بغیر نہیں قائم رہ سکتی جیسے سر کے بغیر زندگی اور نماز سے دین کو قوت وبلندی ہے جیسے ستون سے چھت کی۔ [9] جہاد چونکہ دشوار ہے اور جہاد ہی سے دین کی زینت و رونق ہے جیسے کوہان اونٹ کی زینت اور کوہان تک پہنچنا کچھ مشکل بھی ہوتا ہے جہاد بمعنی مشقت ہے یہ لسانی سنانی، اقلامی سبھی سے ہوتا ہے کافروں پر جہاد سہل ہے مگر اپنے نفس پر مشکل یہ کلمہ سب جہادوں کو شامل ہے [10] ملاک وہ ہے جس سے کسی چیز کا نظام اور قوام قائم ہو یعنی اصل اصول۔

بِلِسَانِهٖ فَقَالَ كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ قَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَوْ عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ

زبان مبارک پکڑ کر فرمایا کہ اسے روک رکھو[۱] میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ کیا زبانی گفتگو پر بھی ہماری پکڑ ہوگی[۲] فرمایا تمہیں تمہاری ماں روئے اے معاذ[۳] لوگوں کو اوندھے منہ آگ میں نہیں گراتی مگر زبانوں کی کٹوتی[۴] یہ حدیث احمد ترمذی ابن ماجہ نے روایت کی روایت ہے حضرت ابو امامہ[۵] سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی اللہ کیلئے محبت و عداوت کرے اور اللہ کے لئے دے اور روکے[۶] اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا[۷] یہ

[۱] کہ پہلے تولو بعد میں بولو زبان کو لگام دو رب نے چھونے کے لیے دو ہاتھ، چلنے کے لئے دو پاؤں، دیکھنے کے لیے دو آنکھیں سننے کیلئے دو کان دیئے مگر بولنے کے لیے زبان صرف ایک دی کہ کلام کم کرو کام زیادہ۔ [۲] یعنی بات تو معمولی چیز ہے۔ اس پر کیا پکڑ چوری زنا قتل وغیرہ جرم قابل گرفت ہیں۔ مگر وہ زبان سے نہیں ہوتے۔ [۳] عرب میں یہ لفظ (ماں روئے) محبت و پیار میں بھی کہا جاتا ہے۔ جیسے بچوں سے مائیں پیار میں کہتی ہیں۔ لے رُڑ جائیں اُٹھ پڑ جائیں اردو میں ما لسے ہتیارے ارے مٹ گئے وغیرہ یعنی گم جائے یا مر جائے اور ماں تجھے رو رو کر ڈھونڈے یا یاد کرے [۴] کیونکہ ہاتھ پاؤں سے اکثر گناہ ہی ہوتے ہیں۔ مگر زبان سے کفر شرک۔ غیبت چغل بہتان سب کچھ ہوتے ہیں جو دوزخ میں ذلت و خواری کے ساتھ پھینکے جانے کا ذریعہ ہیں۔ حصائد وہ جگہ ہے جہاں کھیت کاٹ کر رکھا جاتا ہے یعنی کھلیان یا کٹوتی انسان کا ہر لفظ نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ وہ دفتر گویا اس کا کھلیان ہے [۵] آپ کا نام شریف صدی کنیت ابو امامہ ہے۔ قبیلہ بنی باہلہ سے ہیں اولاً مصر میں پھر حمص میں قیام فرمایا اکہتر سال کی عمر پا کر سنہ ۸۶ھ حمص ہی میں وفات پائی شام کے سب سے آخری صحابی آپ ہی ہیں (مرقاۃ) [۶] اگرچہ مسلمان کا ہر کام اللہ کے لیے ہی چاہیئے مگر یہ چار کام اکثر نفس کیلئے ہوتے ہیں اسلئے ان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ جب یہی کام اللہ کے لیے ہو گئے تو باقی اعمال سونا جاگنا بولنا اور چپ رہنا وغیرہ سب اللہ کیلئے ہوں گے دیکھا یہ گیا ہے کہ اللہ کے لئے دینے والے تھوڑے نام نمود میں خرچ کرنے والے زیادہ ہیں۔ رب تعالٰی یہ صفتیں نصیب کرے۔ [۷] کیونکہ کمال ایمان اخلاص سے نصیب ہوتا ہے۔ مخلص صدیقین کے زمرہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اخلاص کی پہچان یہ ہے کہ کافر بیٹا دشمن معلوم ہو اجنبی مومن پیارا

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد فدائے یک تن بیگانہ کآشنا باشد

وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ مُعَاذِ ابْنِ اَنَسٍ مَعَ تَقْدِيْمٍ وَّتَاخِيْرٍ وَّفِيْهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ اِيْمَانَهٗ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَآئِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ

حدیث ابوداؤد نے روایت کی ترمذی نے کچھ تقدیم وتاخیر سے حضرت معاذ ابن انس سے یوں نقل کی کہ بیشک اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔ روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین عمل اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت ہے [1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سچا مسلمان وہ جس کے زبان وہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں [2] اور سچا مومن وہ جس سے لوگ اپنے خون ومال میں مطمئن رہیں [3]

[1] کیونکہ دوسرے اعمال قالب سے ادا ہوتے ہیں اور اللہ کے لیے محبت وعداوت دل سے وہ سب بدنی عبادات ہیں یہ دل کی عبادت کیونکہ اللہ کے لئے محبت جبھی ہوگی۔ جب اللہ سے محبت ہوگی۔ اور اللہ کی محبت اس کے تمام احکام کی محبت کا ذریعہ ہے امام غزالی فرماتے ہیں اگر کوئی شخص باورچی سے اس لیے محبت کرے کہ اس سے اچھا کھانا پکوا کر فقراء کو بانٹے تو یہ اللہ کے لیے محبت ہے اور اگر عالم دین سے اس لیے محبت کرے کہ اس سے علم دین سیکھ کر دنیا کمائے تو یہ دنیا کے لیے محبت ہے (اشعۃ اللمعات)

[2] کہ نہ کسی کو بلاوجہ مارے پیٹے نہ ان کی چغلی اور غیبت کرے حق پر مارنا عین دین ہے۔ جیسے مجرم سے قصاص لینا ضرورت شرعی کی بنا پر غیبت عین عبادت ہے۔ جیسے راویان حدیث کے عیوب بیان کرنا حدیث کی تحقیق کے لیے یہ چیزیں اس حدیث سے خارج ہیں۔

[3] یعنی اس کا برتاوا ایسا اچھا ہو کہ لوگوں کو قدرتی طور پر اس کی طرف سے اطمینان ہو کہ یہ نہ ہمارے مال مارے گا نہ تکلیف دے گا یہ اطمینانِ مسلمین اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ اسی لئے بزرگ فرماتے ہیں کہ کسی کی قوت ایمانی جانچنے کے لئے اس کے پڑوسیوں اور دوستوں سے پوچھو اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اسلام اور ایمان میں فرق ہے اسلام کا تعلق ظاہر اعضاء سے ہے اور ایمان کا قلب سے۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَزَادَ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ بِرِوَایَةِ فُضَالَةَ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَایَا وَالذُّنُوْبَ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَالَ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ۔

اسے ترمذی ونسائی نے روایت کیا بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت فضالہ کی روایت [1] سے یہ زیادتی کی کہ غازی وہ جو اللہ کی فرمانبرداری میں اپنے نفس سے مشقت لے [2] اور سچا مہاجر وہ جو خطاو گناہ چھوڑ دے۔ روایت ہے حضرت انس سے کہ یہ بہت کم تھا کہ حضور ہمیں اس کے بغیر وعظ فرمائیں کہ جو امین نہیں اس کا ایمان نہیں۔ جو پابند وعدہ نہیں اس کا دین نہیں [3] یہ حدیث بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی

[1] فضالہ ابن عبید اوسی انصاری ہیں۔ یہ حضور کے غلام ہیں۔ احد اور اس کے بعد تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے بیعت رضوان میں شریک تھے۔ حضور کے بعد شام کے جہادوں میں شریک رہے دمشق میں قیام کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہاں کے قاضی رہے۔ ۵۲ھ میں وہیں وفات پائی (از مرقاۃ و اشعۃ)

[2] کیونکہ ہمارا بدترین دشمن اور مار آستین ہمارا نفس ہے کفار کو مارنا آسان نفس نابکار کو مارنا مشکل مولانا فرماتے ہیں ؎

سہل شیرے دانکہ صفہا بشکند شیر آں باشد کہ خود را بشکند

[3] کیونکہ وطن جسم کا دیس ہے اور گناہ نفس امارہ کا دیس وطن عمر میں ایک بار چھوڑنا پڑتا ہے اور یہ ہر لحظہ یہاں خطا سے مراد چھوٹے گناہ ہیں اور ذنوب سے مراد بڑے۔

[4] یعنی امانت داری اور پابندی وعدہ کے بغیر ایمان اور دین کامل نہیں، امانت میں مال زر لوگوں کی عزت و آبرو ریزی حتی کہ عورت کی اپنی عفت سب داخل ہیں بلکہ سارے اعمال صالحہ بھی اللہ کی امانتیں ہیں۔ حضور سے عشق و محبت حضور کی امانت ہے۔ رب فرماتا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ الخ عہد میں میثاق کے دن رب سے عہد بیعت کے وقت شیخ سے عہد نکاح کے وقت خاوند یا بیوی سے عہد جو جائز وعدہ دوست سے کیا جائے یہ سب داخل ہیں۔ ان سب کا پورا کرنا لازم و ناجائز وعدے توڑنا ضروری اگر کسی سے زنا۔ چوری۔ حرام خوری یا کفر کا وعدہ کیا تو اسے ہرگز پورا نہ کرے کہ یہ رب کے عہد کے مقابلے میں ہے۔ اللہ اور رسول سے وعدہ کیا عصیان سے بچنے کا۔ اسے پورا کرے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ شَھِدَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ النَّارَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثِنْتَانِ

تیسری فصل

روایت ہے عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور یقینًا محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالٰے اس پر آگ حرام کرے گا[1] روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے[2] فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ جانتے مانتے مرگیا کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ جنت میں داخل ہوگا[3] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے[4] فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم دو چیزیں

[1] اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ اس سے مراد تمامی اسلامی عقائد قبول کرلینا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس کے عقائد درست ہیں وہ دوزخ میں ہمیشہ نہ رہیگا یا اس سے وہ شخص مراد ہے جو ایمان لانے ہی فوت ہوجائے یا یہ حدیث اس وقت کی ہے جب احکام شرعیہ بالکل نہ آئے تھے۔ بہرحال یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہیں۔ [2] آپ کا نام عثمان ابن عفان ابن ابی العاص ابن امیہ ہے کنیت ابوعبداللہ لقب جامع القرآن اموی ہیں قرشی ہیں۔ عبد مناف میں حضور سے ساتھ مل جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ پر شروع اسلام میں ہی ایمان لائے صاحب ہجرتین ہیں پہلی ہجرت حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ پاک کی طرف آپ کا خطاب ذی النورین ہے کیونکہ حضور کی دو صاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم آگے پیچھے آپ کے نکاح میں آئیں۔ اولاد آدم میں کسی کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں نہیں آئیں جنگ بدر میں حضور کے حکم سے اپنی بی بی رقیہ کی خدمت کے لیے مدینہ میں رہے آپ کو غنیمت کا حصہ دیا گیا صلح حدیبیہ میں آپ حضور کے بھیجے ہوئے مکہ معظمہ گئے تھے حضور نے اپنے بائیں ہاتھ کو فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے خود انکی طرف سے بیعت کی اور یکم محرم ۲۴ھ میں تخت خلافت پر جلوہ گر ہوئے ۱۲ سال خلافت کی بیاسی سال کی عمر پاکر اسود تجیبی مصری کے ہاتھ سے مدینہ منورہ میں قرآن پڑھتے ہوئے شہید ہوئے جنت البقیع میں آپ کی قبر انور زیارت گاہ خلق ہے فقیر نے بارہا حاضری دی ہے۔ [3] یعنی اگرچہ اس زبان سے اقرار کا بھی موقعہ نہ ملا۔ کیونکہ زبانی اقرار تو احکام شرعیہ جاری کرنے کی شرط ہے۔ [4] آپ کا نام جابر ابن عبداللہ کنیت ابوعبداللہ ہے۔ انصاری ہیں سلمی ہیں۔ مشہور صحابی بہت بڑے محدث

مُوْجِبَتَانِ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا الْمُوْجِبَتَانِ قَالَ مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِيْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ اَظْهُرِنَا فَاَبْطَاَ عَلَيْنَا وَ

لازم کرنے والی ہیں [1] کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ لازم کرنے والی کیا ہیں فرمایا جو اللہ کا شریک مانتا ہوا مرگیا [2] وہ آگ میں جائے گا [3] اور جو اس طرح مرا کہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں مانتا تھا۔ [4] وہ جنت میں جائے گا [5] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے آس پاس بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے [6] کہ اچانک ہمارے درمیان سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھ گئے واپسی میں دیر لگائی ہم ڈر گئے کہ

ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۰ غزووں میں شریک رہے بدر میں بھی ساتھ تھے آخر میں شام اور مصر میں قیام رہا نابینا ہو گئے تھے ۹۴ سال عمر پاکر ۷۴ھ میں وفات ہوئی۔ جنت البقیع میں مزار پر انوار ہے۔ آپ مدینہ کے آخری صحابی ہیں۔

[1] اللہ تعالٰی کے اذن سے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک عمل بذات خود واجب نہیں کرتا بلکہ اللہ کا ارادہ یعنی انسان کی دو صفتیں ارادہ الٰہی سزا و جزا واجب کرتی ہیں۔ اس کا بیان آگے آتا ہے۔

[2] یعنی کفر کرتا ہوا جس کی ایک قسم شرک بھی ہے۔ دیکھو دہریہ، موحد ہندو، آریہ وغیرہ سب جہنمی ہیں، اگرچہ مشرک نہیں ایسے مقامات میں شرک سے مراد کفر ہوتا ہے۔ اس کا مقابل ایمان ہے نہ کہ توحید۔

[3] ہمیشہ کے لیے جیسے بھٹی میں کوئلہ۔

[4] یعنی مومن مسلمان ہو کر نہ کہ صرف موحد ہو کر ورنہ شیطان مشرک نہیں موحد ہے مگر جنتی نہیں۔

[5] یا اول ہی سے یا کچھ سزا بھگت کر۔

[6] جماعت صحابہ میں یہ دونوں بزرگ ایسا درجہ رکھتے ہیں۔ جیسے تاروں میں چاند و سورج اسی لیے اکثر جگہ ان کا ذکر خصوصیت سے ہوتا ہے خیال رہے کہ صحابہ کے شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ محدثین کے شیخین بخاری و مسلم۔ فقہاء کے شیخین امام ابوحنیفہ و ابویوسف رضی اللہ عنہم منطق کے شیخین بوعلی سینا و فارابی ہیں۔

خَشِيْنَا اَنْ يُّقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِيْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتَيْتُ حَآئِطًا لِّلْاَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَّارِ فَدُرْتُ بِهٖ هَلْ اَجِدُ لَهٗ بَابًا فَلَمْ اَجِدْ فَاِذَا رَبِيْعٌ يَّدْخُلُ فِيْ جَوْفِ حَآئِطٍ مِّنْ بِئْرٍ خَارِجَةٍ وَّالرَّبِيْعُ الْجَدْوَلُ قَالَ فَاحْتَفَزْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ مَا

مبادا حضور کو ہماری غیر حاضری میں کوئی ایذا پہنچے [1] ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے گھبرانے والا پہلا میں تھا میں حضور کو ڈھونڈنے نکل کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ انصار بنی نجار کے ایک باغ میں پہنچا [2] باغ کے اردگرد گھوما [3] کہ کوئی دروازہ ملے مگر نہ ملا [4] ایک نالی تھی جو بیرونی کنوئیں سے باغ میں جاتی تھی [5] فرماتے ہیں کہ میں سکڑ کر نالی میں گھس کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا [6] حضور نے فرمایا کیا ابوہریرہ ہیں [7] میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ فرمایا تمہارا کیا حال ہے [8]

[1] اس طرح کہ ہم خدمت میں حاضر نہ ہوں حضور کہیں اکیلے ہوں اور کوئی دشمن آپ کو ایذا پہنچائے کیونکہ عرب والے حضور کے بہت دشمن ہیں یہ گھبراہٹ اسباب کے لحاظ سے ہے ورنہ اللہ ہمیشہ حضور کے ساتھ تھا۔

[2] بنی نجار انصار کا ایک بڑا قبیلہ ہے۔ حائط وہ باغ کہلاتا ہے جس کے آس پاس دیوار ہو اور ایک دروازہ بستان ہر باغ کو کہہ سکتے ہیں دیوار گھرا ہوا نہ ہو۔

[3] اس لیے کہ اندازے سے مجھے پتہ لگا کہ حضور اس باغ میں ہیں شیخ عبدالحق فرماتے ہیں۔ کہ نسیم جمال نے بوئے محبوب عاشق کے دماغ محبت میں پہنچائی جیسے بوئے یوسفی مصر سے کنعان پہنچ گئی، مگر عشاق کے حال مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی قبض کبھی بسط۔

[4] یعنی دروازہ موجود تھا مگر نظر نہ آیا وارفتگی عشق محبوب کی وجہ سے۔

[5] وہ نظر آگئی پیاروں کے حال نیارے ہوتے ہیں ان کی کیفیات عقل سے وراء ہیں دیکھو رب کی شان کہ دروازہ نظر نہ آیا اور نالی سوجھ گئی یہ واردات ان لوگوں پر گزرتی ہیں جنہیں عشق سے حصہ ملا ہو۔

[6] معلوم ہوتا ہے کہ نالی بہت تنگ تھی جس میں حضرت ابوہریرہ بتکلف داخل ہوئے۔ خیال رہے کہ بغیر اجازت نالیوں کے ذریعہ کسی کے گھر یا باغ میں چلا جانا از روئے قانون ممنوع ہے مگر یہ عشق کا کرشمہ تھا خود کو آتش نمرود میں ڈالنا بے قصور فرزند کو ذبح کرنا سب عشق کی جلوہ گری ہے۔ قانون اس سے کوسوں دور ہے۔

[7] یہ سوال تعجب کی بنا پر ہے کہ دروازہ ہوتے ہوئے نالی کے رستہ پہنچے یا دروازہ بند تھا اور آگئے۔

[8] یعنی پریشان کیوں ہو، ہانپ کیوں رہے ہو۔

شَأْنُكَ قُلْتُ كُنْتَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَأَبْطَأْتَ عَلَيْنَا فَخَشِيْنَا أَنْ تُقْتَطَعَ
دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَأَتَيْتُ هٰذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا
يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِيْ فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَعْطَانِيْ نَعْلَيْهِ فَقَالَ
اذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيْكَ مِنْ وَّرَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ
مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ

میں نے عرض کیا کہ حضور ہم میں تشریف فرما تھے اچانک اٹھ آئے اور واپسی میں دیر ہوئی ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر موجودگی میں ایذا پہنچے تو ہم گھبرا گئے پہلے میں ہی گھبرایا ۱؎ تو اس باغ میں آیا اور میں لومڑی کی طرح سکڑ گیا ۲؎ اور باقی یہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں ۳؎ حضور نے فرمایا اے ابوہریرہ اور مجھے اپنے نعلین شریف عطا کئے ۴؎ فرمایا ہمارے نعلین لے جاؤ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے ۵؎ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دو ۶؎ پہلے جن سے

۱؎ اس میں اللہ کی نعمت کا اظہار ہے نہ کہ فخر و ریا یعنی مجھے اللہ نے حضور کا ایسا عشق دیا ہے کہ آپ کے بغیر صبر نہیں کر سکتا۔

۲؎ اس میں اظہار معذرت ہے کہ حضور اس گھبراہٹ میں آداب دربار بجا نہ لاسکا بغیر اذن آگیا سلام بھی کرنا بھول گیا حالانکہ یہ دونوں حکم قرآنی ہیں مگر ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے۔

۳؎ یعنی شعر۔ نہ تنہا من دریں میخانہ مستم۔ ازیں مے ہمچو من بسیار شد مست۔ ع۔ ایک میں ہی نہیں عالم ہے طلبگار تیرا۔

۴؎ کیوں عطا کئے علماء تو یہ کہتے ہیں کہ نشانی کے طور پر تاکہ معلوم ہو کہ حضور کے بھیجے ہوئے ہیں عاشق کہتے ہیں نہیں صحابی سچے ہیں ان کی ہر بات بغیر نشانی مانی جاتی ہے۔ منشا یہ ہے کہ آگے صرف لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہے ابوہریرہ کو کفش بردار بنا کر یہ بتایا کہ کلمہ اور توحید اس کا معتبر ہے جو ہمارا کفش بردار ہو اس میں تبلیغ قولی کے ساتھ تبلیغ عملی بھی ہے عشق کی تفسیر سے حدیث پر کوئی اعتراض نہ رہا کفش برداری میں سارے عقائد و اعمال آگئے ان کا نعلین بردار یقیناً جنتی ہے۔ ۵؎ سبحان اللہ کیا لطیف اشارہ ہے یعنی یہ بشارت ہر شخص کو نہ دینا کہ ہر کوئی یہ راز نہ سمجھے گا نہیں صرف جناب عمر کو بتانا جو تمہیں اس باغ کے پیچھے ہی مل جائیں گے جو ہمارے رازدار ہیں۔

۶؎ یعنی ان سے کہہ دو کہ تم جنتی ہو یقیناً اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کو یہ خبر تھی کہ حضرت ابوہریرہ کو پہلے حضرت عمر ہی ملیں گے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عمر یقینی لازمی جنتی ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور کو لوگوں کی سعادت و شقاوت کی خبر ہے چوتھے یہ کہ مسلمان کو زبان سے کلمہ طیبہ پڑھنا ضروری ہے صرف عقیدے پر کفایت نہ کرے زبان سے اقرار بھی کرے پانچویں یہ کہ اس قسم کی احادیث عوام تک بغیر شرح نہ پہنچائی جاویں اسی لئے حضور نے قید لگادی کہ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے مسلمان ملے صرف اسے بشارت دو۔

لَقِیْتُ عُمَرَ فَقَالَ مَا ھَاتَانِ النَّعْلَانِ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ قُلْتُ ھَاتَانِ نَعْلَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِیْ بِھِمَا مَنْ لَقِیْتُ یَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُسْتَیْقِنًا بِھَا قَلْبُہٗ بَشَّرْتُہٗ بِالْجَنَّۃِ فَضَرَبَ عُمَرُ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَخَرَرْتُ لِاِسْتِیْ فَقَالَ اِرْجِعْ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ فَرَجَعْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَجْھَشْتُ بِالْبُکَآءِ وَرَکِبَنِیْ عُمَرُ وَاِذَا ھُوَ عَلٰی اَثَرِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

ملاقات ہوئی وہ عمر تھے[1] وہ بولے اے ابوہریرہ یہ جوتے کیسے ہیں میں نے کہا کہ یہ حضور کے نعلین پاک ہیں مجھے یہ دیکر حضور نے اس لئے بھیجا ہے کہ جو مجھے یقین دل سے گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اُسے جنت کی بشارت دے دوں۔ جناب عمر نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا[2] کہ میں چت گر گیا اور فرمایا لوٹ چلو ابوھریرہ[3] تو میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو رو کر فریاد کی[4] اور مجھ پر عمر کی ہیبت سوار ہو گئی تھی[5] دیکھا تو وہ میرے پیچھے ہی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

[1] یہ حضور کے فرمان کا ظہور ہے کہ فرمایا تھا جو تمہیں اس باغ کے پیچھے ملے ملاقات حضرت عمر حضور کے فرمان کی تفسیر ہے۔

[2] یہاں تھوڑا مضمون پوشیدہ ہے یعنی مجھ سے فرمایا لوٹ چلو میں نہ مانا تب آپ نے مجھے مارا کیونکہ بغیر کچھ کہے سنے مارنا عقل کے خلاف ہے (مرقاۃ) اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں مارنا مقصود نہ تھا بلکہ آگے جانے سے روکنا اور منہ پھیر کر مجبوراً واپس کرنا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رض کمزور تھے۔ اس تھوڑی سی حرکت دینے سے گر پڑے اور اگر مارا ہی ہو تب بھی حرج نہیں کہ جناب عمر حضرت ابوہریرہ رض کے لیے مثل استاد یا کم از کم بڑے بھائی کی طرح تھے۔

[3] خیال رہے کہ اس فرمان میں حضور کے حکم کی مخالفت نہیں مقصد یہ ہے کہ اے ابوہریرہ تم تعمیل کر چکے ہو میں تمہیں مل گیا تم نے مجھے فرمان سنا دیا۔ حدیث اپنے انتہا کو پہنچ گئی اس کی عام اشاعت کی ضرورت نہیں۔ خیال رہے کہ حدیث کا مبداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حدیث کا منتہی مجتہدین۔ عوام براہ راست حدیث رسول پر عمل نہ کریں بلکہ مجتہد سے سمجھ کر عمل کریں رب تعالٰی فرماتا ہے۔ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ حدیث و قرآن طب روحانی کی دوائیں ہیں۔ کسی طبیب روحانی کے مشورہ سے استعمال کرو ورنہ مارے جاؤ گے یہ حدیث تقلید ائمہ کی قوی دلیل ہے۔

[4] یعنی میں نے حضور کی ایسی پناہ لی جیسے بچہ مادر مہربان کی۔ خیال رہے کہ ابوہریرہ رض یہاں آکر روئے وہاں نہ روئے تھے کیونکہ مظلوم فریاد رس کو دیکھ کر رو دیا کرتا ہے۔

[5] یہ عرب کا محاورہ ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں پر قرض سوار ہو گیا۔ یعنی غالب آگیا۔

وَسَلَّمَ مَا لَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ لَقِيتُ عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي بَعَثْتَنِي بِهٖ فَضَرَبَ بَيْنَ ثَدْيَيَّ ضَرْبَةً خَرَرْتُ لِاسْتِي فَقَالَ ارْجِعْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عُمَرُ مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا فَعَلْتَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ بَشَّرَهٗ بِالْجَنَّةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ فَإِنِّي

نے فرمایا ابوہریرہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ میں جناب عمرؓ سے ملا اور انہیں وہ ہی پیغام سنایا جو دے کر حضور نے مجھے بھیجا تھا تو انہوں نے میرے سینے پر ایسا مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا کہ لوٹو لہ حضورؐ نے فرمایا اے عمر اس کام پر تمہیں کس خیال نے ابھارا وہ عرض کرنے لگے میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ کیا آپ نے ابوہریرہ کو نعلین پاک دیکر اس لئے بھیجا کہ جو انہیں یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اُسے جنت کی بشارت دے دیں فرمایا ہاں کہ عرض کیا ایسا نہ کیجئے ۵ میں

لہ یعنی اس کام کے لیے یہاں سے آگے نہ بڑھو خواہ حضورؐ کی خدمت میں واپس چلو یا اور کام کے لیے جاؤ۔

۲ ابوہریرہ رضہ کو واپس کرنے پر نہ کہ انہیں مارنے پر جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ شکایات وغیرہ میں اکثر ایک کی خبر معتبر ہے۔ کیونکہ حضورؐ نے حضرت ابوہریرہ سے گواہی مانگی اور نہ جناب عمر سے اقرار کرایا صرف لوٹانے کی وجہ پوچھی

۳ یہ عرض معروض بارگاہ نبوی کے آداب میں سے ہے نہ کہ حضرت ابوہریرہ پر بدگمانی کی بنا پر کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں ان کی خبریں معتبر جب شاہی کارندے کے کسی کام پر بادشاہ سے عرض معروض کرنا ہو تو پہلے بادشاہ سے تصدیق کر لینی ادب دربار ہے

۴ خیال رہے کہ اس جگہ ایک چیز کا ذکر نہیں آیا یعنی اس باغ کے پیچھے معلوم ہوتا ہے کہ جناب عمر راز دار پیغمبر ہیں دلی رازوں سے خبردار ہیں۔

۵ یعنی آیندہ حضرت ابوہریرہ رضہ کو عام لوگوں سے یہ کلام کرنے کی اجازت نہ دیں اس میں حضورؐ کی بارگاہ میں ایک مشورہ کی پیش کش ہے نہ کہ حضورؐ کے حکم سے سرتابی رب فرماتا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ اسی لیے حضورؐ نے اس موقعہ پر عتاب نہ کیا بلکہ ایکا مشورہ قبول کر لیا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جناب عمر کی عقل ودانائی حضورؐ سے زیادہ ہے۔ اس حدیث کا راز کچھ اور ہی ہے جو ہم پہلے عرض کر چکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اپنے موقع پر پہنچ چکا تعمیل ارشاد ہو چکی۔

أَخْشٰى أَنْ يَّتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَلِّهِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيْحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ رِجَالًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ حَزِنُوْا عَلَيْهِ حَتّٰى كَادَ

خوف کرتا ہوں کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے ۔ ؎۱ انہیں چھوڑ دیں کہ عمل کرتے رہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا چھوڑ دو۔ ؎۲ (مسلم) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت کی چابیاں ؎۳ کلمہ شہادت ہے کہ رب کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسے احمد نے روایت کیا۔ روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضور کے صحابہ میں سے بعض حضرات اس قدر غمگین ہوئے کہ بیماری وہم میں مبتلا ہونے کے

؎۱ یعنی وہ نو مسلم لوگ جو ابھی تک منشاء کلام سمجھنے کے لائق نہیں ہیں وہ ظاہر الفاظ سن کر اعمال ہی چھوڑ بیٹھیں گے اور سمجھیں گے کہ نجات کے لئے صرف کلمہ پڑھ لینا کافی ہیں اس سے موجودہ زمانے کے اہل حدیث حضرات کو عبرت پکڑنی چاہیئے جو ہر حدیث پر بلا سوچے سمجھے عمل کرنے کے مدعی ہیں۔ آیات قرآنیہ پر بھی اندھا دھند گرنا حرام ہے۔ رب فرماتا ہے۔ .... وَالَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوْا بِآيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ؎۲ یعنی تمہاری رائے منظور ہے بہت درست ہے۔ خیال رہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے جناب ابوہریرہ کا نہ قصاص دلوایا نہ ان سے معافی دلوائی۔ کیونکہ حضرت عمر مجتہد ہیں۔ اور ابوہریرہ رضی محض محدث مجتہد استاد ہے۔ محدث شاگرد استاد پر شاگرد کا قصاص لازم نہیں اگرچہ غلطی سے سزا دیدے دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے خطاءً ہارون علیہ السلام کے بال پکڑ کر کھینچے مگر رب نے ان سے قصاص نہ دلوایا (قرآن حکیم) ہماری اس شرح سے حسب ذیل سوالات اٹھ گئے (۱) حضرت ابوہریرہ رضی کو باغ کا دروازہ نظر کیوں نہ آیا نالی کیوں نظر آئی (۲) آپ دوسرے کے باغ یا مکان میں بلا اجازت کیوں گئے (۳) آپ نے پہلے سلام کیوں نہ کیا (۴) حضور نے آپ کو نعلین شریف کیوں عطا فرمائیں (۵) حضرت عمر نے اشاعت حدیث سے جناب ابوہریرہ کو کیوں روکا (۶) انہیں مارا کیوں (۷) حضور سے حضرت ابوہریرہ رضی کی تصدیق کیوں کرائی (۸) حضور کو اس فرمان کے اشاعت نہ کرنے کی رائے کیوں دی (۹) حضور نے انکی رائے قبول کیوں کرلی (۱۰) حضرت عمر رضی سے اس مار کا بدلہ کیوں نہ لیا گیا ؎۳ یعنی بغیر درستی عقیدہ کوئی شخص جنت میں نہیں جا سکتا اور درستی عقائد خود جنت اور وہاں کے تمام مقامات کی چابی ہے اسلئے مفاتیح جمع فرمایا گیا یعنی وہاں کے ہر مقام کی چابی کلمہ طیبہ ہے ہم پہلے عرض کر چکے کہ کلمہ سے مراد سارے عقائد اسلامیہ ہیں لہٰذا منافقین اور مرتدین اگرچہ عمر بھر کلمہ

بَعْضُهُمْ يُوَسْوِسُ قَالَ عُثْمَانُ وَكُنْتُ مِنْهُمْ فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ مَرَّ عَلَيَّ عُمَرُ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَشْعُرْ بِهٖ فَاشْتَكٰى عُمَرُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ثُمَّ اَقْبَلَا حَتّٰى سَلَّمَا عَلَيَّ جَمِيْعًا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَا حَمَلَكَ اَنْ لَّا تَرُدَّ عَلٰى اَخِيْكَ عُمَرَ سَلَامَهٗ قُلْتُ مَا فَعَلْتُ فَقَالَ عُمَرُ بَلٰى وَاللهِ لَقَدْ فَعَلْتَ قَالَ قُلْتُ وَاللهِ مَا شَعَرْتُ اَنَّكَ مَرَرْتَ وَلَا سَلَّمْتَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ صَدَقَ عُثْمَانُ قَدْ شَغَلَكَ عَنْ ذٰلِكَ اَمْرٌ فَقُلْتُ اَجَلْ قَالَ مَا هُوَ قُلْتُ تَوَفَّى اللهُ تَعَالٰى نَبِيَّهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ

قریب ہوگئے[1] حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں بھی ان میں تھا ایک میں بیٹھا تھا کہ عمر فاروق گذرے مجھے سلام کہا لیکن مجھے مطلقًا شعور بھی نہ ہوا[2] جناب عمر نے ابوبکر سے میری شکایت کی[3] پھر وہ دونوں حضرات میرے پاس تشریف لائے اور دونوں نے مجھے سلام کیا[4] ابوبکر نے مجھ سے فرمایا کہ کیا باعث ہوا کہ تم نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب نہ دیا میں نے کہا کہ میں نے تو ایسا نہ کیا عمر بولے خدا کی قسم تم نے یہ کیا میں نے کہا خدا کی قسم مجھے نہ یہ خبر کہ تم گذرے نہ یہ کہ تم نے مجھے سلام کیا[5]، ابوبکر صدیق نے فرمایا عثمان سچے ہیں اے عثمان تمہیں کسی الجھن نے پھنسا لیا[6] اس سے بے خبر کردیا میں نے کہا ہاں فرمایا وہ الجھن کیا ہے میں نے کہا کہ اللہ نے اس سے پہلے ہی اپنے نبی کو وفات دیدی

پڑھیں مگر جنتی نہیں۔ [1] یعنی زیادتی غم کی وجہ سے وہم کی بیماری ہوگئی۔ ہمت کٹ گئی۔ عقل ٹھکانے نہ رہی یا یہ وسوسہ دل میں آنے لگا کہ اسلام کیسے باقی رہے گا اس کا والی چلا گیا۔ قافلہ سالار رخصت ہوگیا۔ اب یہ قافلہ کیسے سنبھلے گا۔ یہ تمام خیالات غیر اختیاری تھے۔ خیال رہے کہ حضور کی وفات پر رنج و غم سنت صحابہ ہے مگر پیٹنا ماتم کرنا ممنوع ہے۔ [2] یعنی عمر فاروق نے باواز بلند سلام کیا مگر میرے کان میں ان کی آواز نہ پہنچی۔ زیادتی غم میں سامنے رکھی چیز نظر نہیں آتی۔ [3] کیونکہ آپ یہ سمجھتے تھے کہ شاید حضرت عثمان مجھ سے ناراض ہیں۔ اس لئے انہوں نے سلام کا جواب اتنا آہستہ دیا کہ میں نہ سن سکا۔ یہ خیال نہ کیا کہ جواب ہی نہ دیا کیونکہ جواب سلام فرض ہے اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کے سامنے کسی کی شکایت کرنا خصوصًا اصلاح اصلاح غیبت نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے۔

[4] جناب عمر تو منانے کی نیت سے آئے اور حضرت صدیق اصلاح کے ارادے سے اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی شکایت سن کر دل پر نہ رکھ لے بلکہ دور کرنے کی کوشش کی جائے اگرچہ جماعت میں سے ایک کا سلام کرنا کافی ہوتا ہے لیکن یہاں موقع ہی ایسا تھا کہ دونوں نے الگ الگ سلام کیا یا یہ دونوں حضرات آگے پیچھے عثمان غنی کے پاس گئے ہوں گے۔

[5] یعنی نہ مجھ پر گزرے نہ مجھے سلام کیا اور نہ میں نے ان کے جواب میں کوتاہی کی یہ جھوٹ نہیں بلکہ اپنے علم کی بنا پر ہے۔

[6] یعنی تم کچھ سوچ رہے تھے۔ جس کی وجہ سے نہ دیکھ سکے نہ سن سکے تم دونوں سچے ہو۔

سَلَّمَ قَبْلَ اَنْ نَسْئَلَهٗ عَنْ نَجَاةِ هٰذَا الْاَمْرِ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ قَدْ سَئَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقُمْتُ اِلَيْهِ وَقُلْتُ لَهٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَنْتَ اَحَقُّ بِهَا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَجَاةُ هٰذَا الْاَمْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَبِلَ مِنِّی الْكَلِمَةَ الَّتِیْ عَرَضْتُ عَلٰى عَمِّیْ فَرَدَّهَا فَهِیَ لَهٗ نَجَاةٌ

کہ ہم حضور سے اس چیز کی نجات کے متعلق پوچھیں [۱] ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ میں نے اس کے متعلق حضور سے پوچھ لیا ہے [۲] میں آپ کی خدمت میں کھڑا ہو گیا [۳] اور کہا اے ابوبکر تم پر میرے ماں باپ فدا یہ تمہارا ہی حق ہے [۴] ابوبکر نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس چیز کی نجات کیسے ہوگی [۵] حضور نے فرمایا جو میری وہ بات مان لے جو میں نے اپنے چچا پر پیش کی تھی [۶] انہوں نے رد کر دی تھی [۷] تو یہ بات

[۱] چیز سے مراد یا تو دین ہے یعنی دین اسلام میں دوزخ سے نجات کا مدار کس چیز پر ہے اگرچہ عثمان غنی خود ہی روایت فرما چکے ہیں۔ کہ نجات کا مدار کلمہ طیبہ ہے اس رنج وغم میں اپنی روایات خود بھول گئے یا چیز سے مراد وسوسہ شیطانی ہے کبھی ہمارے دلوں میں بڑے خراب خیالات آتے ہیں۔ ایسا کونسا عمل کیا جائے گا جس کی برکت سے یا تو وسوسہ سے ہی نجات ملے یا اس کے نتیجہ سے ہی ظاہر ہے۔ [۲] اور مجھے حضورؐ کا جواب بھی یاد ہے۔

[۳] یعنی خوشی کی وجہ سے معلوم ہوا کہ خوشی کی خبر سنکر کھڑا ہو جانا سنّت عثمانی ہے۔ بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا کو دیکھ کر خوشی میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ لہذا میلاد شریف میں ذکر ولادت پر کھڑا ہو جانا سنّت سے ثابت ہے یہ قیام فرحت وسرور ہے اس کا ماخذ ہے اسے حرام نہیں کہہ سکتے۔

[۴] یعنی تم جیسے بزرگوں کے ہی لائق تھا کہ ایسی باتیں حضور سے پوچھ کر ہم تک پہنچاتے کیونکہ تم علم پر حریص ہو۔ اور حضورؐ کے صاحب اسرار ہو۔ [۵] یعنی شیطانی وسوسہ یا اس کے نتیجہ سے ہم کیسے بچیں یا دینی چیزوں میں نجات کا مدار کس چیز پر ہے۔

[۶] چچا ابوطالب پر ہمیشہ ہی کلمہ طیبہ پیش فرمایا خصوصیت سے ان کی وفات کے وقت حضور نے فرمایا چچا اب بھی پڑھ لو تو نجات پاؤ گے خیال رہے کہ ابوطالب حضورؐ کی حقانیت کے قائل تھے۔ انہوں نے حضور کی بڑی خدمتیں کیں مگر زبان سے کلمہ نہ پڑھا اس لئے انہیں شرعًا مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔

[۷] یعنی زبان سے نہ پڑھا تھا۔ اگرچہ دل سے اقرار تھا ابوطالب کا کلمہ نہ پڑھنا حضور کی حفاظت کی نیت سے تھا اس وجہ سے کہ کفار مکہ میرا لحاظ کریں اور میرے لحاظ سے حضور کو نہ ستائیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوطالب کی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ چھوڑنے پر مجبور نہ ہوئے ان کی وفات کے بعد ہی ہجرت کرنا پڑی ایمان ابی طالب کی بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی میں دیکھو۔

رَوَاہُ اَحْمَدُ وَعَنِ الْمِقْدَادِ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَایَبْقٰی عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ بَیْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ کَلِمَۃَ الْاِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِیْزٍ وَّذُلِّ ذَلِیْلٍ اِمَّا یُعِزُّھُمُ اللّٰہُ فَیَجْعَلُھُمْ مِّنْ اَھْلِھَا اَوْ یُذِلُّھُمْ فَیَدِیْنُوْنَ لَھَا قُلْتُ فَیَکُوْنُ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَعَنْ وَھْبِ ابْنِ مُنَبِّہٍ قِیْلَ لَہٗ اَلَیْسَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ قَالَ بَلٰی

اس کی نجات ہے (احمد) روایت ہے حضرت مقداد سے [1] انہوں نے حضور کو فرماتے سنا کہ روئے زمین پر کوئی اونی خیمہ اور کچا گھر [2] نہ رہے گا۔ مگر اللہ اس میں اسلام کا کلمہ پہنچا دے گا عزت والوں کی عزت اور ذلیلوں کی ذلت کے ساتھ [3] یا تو اللہ انہیں عزت دے گا کہ انہیں کلمہ والا بنا دے گا یا انہیں ذلیل کردیگا وہ دین کی اطاعت کرینگے میں نے دل میں کہا کہ پھر تو سارا دین اللہ کا ہی ہوگا (احمد) روایت ہے حضرت وہب ابن منبہ سے [4] کہ ان سے عرض کیا گیا کہ کیا کلمہ لا الٰہ الا اللہ جنت کی چابی نہیں [5] فرمایا ہاں ہے

[1] آپ کا نام مقداد ابن عمرو ابن ثعلبہ کندی ہے۔ مگر مشہور ہیں۔ مقداد ابن اسود کے نام سے اس لئے کہ آپ اسود کی پرورش میں رہے۔ آپ جلیل القدر صحابی اور چھٹے مومن ہیں۔ نوّے سال کی عمر پاکر ۳۳ھ میں مدینہ منورہ سے تین میل دور مقام جرف میں وفات پائی لوگ آپ کی میت شریف کو کندھوں پر اٹھا کر لائے اور جنت البقیع میں دفن کیا۔

[2] ظاہر یہ ہے کہ زمین سے مراد عرب کی زمین ہے۔ اونی گھر سے مراد بدویوں کے خیمے ہیں اور کچے گھر سے مراد عام شہریوں کے مکانات یعنی عرب میں کوئی گاؤں یا شہر ایسا نہ رہے گا جہاں اسلام داخل نہ ہوجائے۔ خدا کے فضل سے یہ پیشگوئی پوری ہوچکی اور اگر ساری دنیا مراد ہو تو اس حدیث کا ظہور قرب قیامت یعنی حضرت مسیح کے نزول اور امام مہدی کے ظہور پر ہوگا کہ سارے مسلمان ہوجائیں گے۔

[3] یعنی بعض لوگ بخوشی مسلمان ہوں گے وہ عزت پائیں گے اور بعض مجبوراً زبان سے کلمہ پڑھیں گے وہ ذلیل رہیں گے یا یہ مطلب ہے کہ بعض لوگ مسلمان ہوکر عزت پائیں گے اور بعض اسلام سے انکار کرکے مسلمانوں کے باجگزار بنیں گے اس صورت میں پہلی جز کے کچھ اور معنی ہوں گے اس کی تفسیریں اور بھی کی گئی ہیں۔

[4] آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے وطن فارس قیام گاہ یمن کا علاقہ صنعاء ہے آپ جلیل القدر تابعی ہیں یمن کے قاضی تھے ۱۱۴ھ میں وفات پائی، حضرت جابر اور ابن عباس سے ملاقات اور سماعت ثابت ہے۔

[5] مسلمانوں میں ایک فرقہ مرجیہ تھا جن کے نزدیک عمل کی کوئی ضرورت نہ تھی اسلام لاکر بدترین گناہ بھی برا نہ جانتے تھے سائل ان میں سے کوئی تھا منشاء سوال یہ ہے کہ جب کلمہ طیبہ جنت کی چابی ہے تو نیک اعمال کی کیا ضرورت ہے۔

وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ اِلَّا وَلَهٗ اَسْنَانٌ فَاِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهٗ اَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَاِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ تَرْجَمَةِ بَابٍ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْسَنَ اَحَدُكُمْ اِسْلَامَهٗ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَّعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهٗ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَّكُلُّ سَيِّئَةٍ يَّعْمَلُهَا تُكْتَبُ بِمِثْلِهَا حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْاِيْمَانُ قَالَ اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ

لیکن کوئی چابی دندانہ بغیر نہیں ہوتی [1] تو اگر تم دندانہ والی چابی لے کر آؤ گے تو تمہارے لئے دروازہ کھلے گا ورنہ نہ کھلے گا [2] (بخاری ترجمہ باب) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی اپنا اسلام ٹھیک کرے [3] تو جو نیکی بھی کرے گا وہ دس گنا لکھی جاوے گی سات سو گنا تک [4] اور ہر برائی جو کر بیٹھے گا وہ ایک گناہ ہی لکھی جاوے گی [5] یہاں تک کہ رب سے ملے (مسلم وبخاری) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے [6] فرمایا کہ جب تمہیں اپنی نیکی خوش کرے اور اپنی برائی غمگین کرے تو تم کامل مومن ہو [7]

[1] سبحان اللہ کیا نفیس مثال ہے یعنی کلمۂ طیبہ چابی کی ڈنڈی ہے اور ارکان اسلام روزہ نماز وغیرہ اس کے دندانے جیسے چابی میں دانتوں کی ضرورت ہے ایسے ہی مسلمان کے لئے ارکان اربعہ ضروری ہیں۔ [2] یعنی بدعمل مسلمان اوّلاً جنت میں نہ جائے گا اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ اس مسئلے کی تحقیق پہلے ہوچکی۔ [3] اس طرح کہ تمام عقائد اسلامیہ کا دل سے اعتقاد رکھے زبان سے اقرار کرے رب فرماتا ہے مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ [4] یعنی کم از کم دس گنا زیادہ سات سو گنا جیسا اخلاص اور موقع ویسا ثواب یہ قانون ہے فضل کی حد نہیں اس حدیث میں دو آیتوں کی طرف اشارہ ہے ایک فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا دوسری مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ الخ خیال رہے کہ یہ ان نیکیوں کا ذکر ہے جو عام کی جائیں ورنہ مدینہ طیبہ کی ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار اور مکہ مکرمہ کی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ [5] یہ بھی عام گناہ کا بیان ہے ورنہ مکہ معظمہ کا ایک گناہ ایک لاکھ ہے ایسے ہی موجد گناہ پر تمام گناہگاروں کا عذاب [6] یعنی مومن ہونے کی پہچان جس سے میں سمجھ سکوں کہ میں مومن ہوگیا۔ [7] سبحان اللہ کیا نفیس پہچان ہے ۳ قسم کے لوگ ہیں غافل۔ عاقل۔ کامل۔ غافل وہ کہ گناہوں پر خوش اور نیکی پر مغموم ہو جیسے

قَالَ یَارَسُوْلَ اللہِ فَمَا الْاِثْمُ قَالَ اِذَا حَاکَ فِیْ نَفْسِکَ شَیْءٌ فَدَعْهُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللہِ مَنْ مَّعَکَ عَلٰی ھٰذَا الْاَمْرِ قَالَ حُرٌّ وَّعَبْدٌ قُلْتُ مَا الْاِسْلَامُ قَالَ طِیْبُ الْکَلَامِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ قُلْتُ مَا الْاِیْمَانُ قَالَ الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ قَالَ قُلْتُ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ

عرض کیا کہ یارسول اللہ گناہ کیا ہے۔ فرمایا جو چیز تمہارے دل میں چبھے اسے چھوڑ دو [۱] (احمد) روایت ہے حضرت عمرو ابن عبسہ سے [۲] فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ حضور اسلام میں آپ کے ساتھ کون کون ہے فرمایا ایک غلام ایک آزاد [۳] میں نے عرض کیا اسلام کیا ہے [۴] فرمایا اچھی بات کرنا کھانا کھلانا [۵] میں نے پوچھا ایمان کیا ہے [۶] فرمایا صبر اور سخاوت [۷] فرماتے ہیں میں نے پوچھا کون اسلام بہتر ہے فرمایا جس کی زبان و ہاتھ سے مسلمان

کفار یا بعض فساق غافل وہ جو نیکی کو اچھا اور گناہ کو اپنی عقل سے برا سمجھے مگر عملاً بے پرواہ ہو کامل وہ جس کے قلب کا رنگ بدل گیا ہو نیکی پر ایسا خوش ہو جیسے بادشاہت مل گئی گناہ پر ایسا غمگین ہو جیسے سب مال و اولاد تباہ ہو گئے یہ درجہ بہت اعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔

[۱] یعنی مومن کامل کا دل ہی گناہ و ثواب میں فرق کر لیتا ہے۔ جیسے نفس انسانی مکھی ہضم نہیں کرتا قے کر لیتا ہے ایسے ہی نفس ایمانی گناہ برداشت نہیں کرتا یہ حدیث ان لوگوں کے لیے ہے جو ان صحابی جیسے کامل مومن ہوں ہم جیسے گنہگاروں کے لیے نہیں ہم تو بہت دفعہ برائیوں کو نیکیاں سمجھ لیتے ہیں۔ [۲] آپ کی کنیت ابو نجیح ہے قبیلہ بنی سلمہ سے ہیں۔ قدیم الاسلام صحابی ہیں چنانچہ آپ چوتھے مسلمان ہیں حضور کے حکم سے اپنی قوم بنی سلیم میں رہے۔ خیبر کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور وہیں قیام کیا۔ [۳] یعنی اب تک ابوبکر صدیق اور بلال ایمان لا چکے ہیں۔ چونکہ حضرت علی بچے تھے حضرت خدیجہ بی بی تھیں۔ اس لئے ان کا ذکر نہ فرمایا یا یہ مطلب ہے کہ اسلام میں غلام و آزاد ہر قسم کے لوگ داخل ہیں، یہی معنی زیادہ قوی ہیں۔ [۴] یعنی مسلمان کی خصوصی خصلتیں کیا ہیں یا کمال اسلام کیا ہے۔ [۵] یہ اسلامی اخلاق ہیں۔ اچھی بات میں کلمہ طیبہ دین کی تبلیغ لوگوں کو برائی سے سختی سے روکنا نرم کلام سب شامل اور کھلانے میں مہمان نوازی مسافروں اور بھوکوں کا پیٹ بھرنا بچوں کو پالنا سب داخل ہیں۔

[۶] یعنی ایمان کا نتیجہ اور پھل اور مومن کی علامت۔

[۷] صبر کی بہت قسمیں ہیں۔ عبادت پر صبر گناہ سے صبر مصیبت میں صبر یعنی ہمیشہ عبادت کرنا کبھی گناہ نہ کرنا مصیبت میں گھبرا نہ جانا! ایسے ہی علم کی سخاوت مال کی سخاوت دین کی سخاوت سب اس میں شامل ہیں۔

وَیَدِہٖ قَالَ قُلْتُ اَیُّ الْاِیْمَانِ اَفْضَلُ قَالَ خُلُقٌ حَسَنٌ قَالَ قُلْتُ اَیُّ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقُنُوْتِ قَالَ قُلْتُ اَیُّ الْھِجْرَۃِ اَفْضَلُ قَالَ اَنْ تَھْجُرَ مَاکَرِہَ رَبُّکَ قَالَ فَقُلْتُ فَاَیُّ الْجِھَادِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ عُقِرَ جَوَادُہٗ وَاُھْرِیْقَ دَمُہٗ قَالَ قُلْتُ اَیُّ السَّاعَاتِ اَفْضَلُ قَالَ جَوْفُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ رَوَاہُ اَحْمَدُ

سلامت رہیں فرماتے ہیں میں نے پوچھا کونسا ایمان افضل ہے فرمایا اچھے عادات [۱] فرماتے ہیں پوچھا نماز کونسی افضل ہے [۲] فرمایا لمبا قیام [۳] فرماتے ہیں۔ میں نے پوچھا ہجرۃ کونسی بہتر ہے [۴] فرمایا یہ کہ جو رب کو ناپسند ہو اُسے چھوڑ دو [۵] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ جہاد کونسا بہتر ہے۔ فرمایا جس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیئے جاویں اور اسکا خون بہا دیا جاوے [۶] فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا گھڑی کونسی بہتر ہے [۷] فرمایا آخری رات کا درمیانی حصہ [۸] (احمد)

[۱] اچھے خلق اللہ کی بڑی نعمت ہیں یہ ہمارے حضور کو بطور معجزہ عطا ہوئے رب فرماتا ہے۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ خلق حسن وہ عادت ہے جس سے خالق بھی راضی ہے مخلوق بھی یعنی نفس کے معاملے میں درگزر اور معاملات دین کے معاملے میں سخت پکڑ [۲] یعنی نماز کا کونسا رکن یا کونسی صفت افضل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارکان نماز آپس میں یکساں نہیں۔ [۳] قنوت کے معنی اطاعت۔ عاجزی۔ نماز۔ دعا خاموشی اور قیام ہے۔ یہاں یا عاجزی یا خشوع مراد ہے۔ یا قیام دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ خیال رہے کہ بعض کے نزدیک سجدہ افضل ہے اور بعض کے ہاں قیام افضل۔ بعض کے خیال میں رات کی نماز میں لمبا قیام افضل اور دن کی نماز میں زیادہ سجدے بہتر مگر امام صاحب کے یہاں لمبا قیام بہتر ہے کیونکہ اس میں مشقت اور خدمت زیادہ ہے یعنی اگر ایک گھنٹہ نوافل پڑھنے ہیں تو بجائے چھوٹی بیس رکعتوں کے لمبی چار رکعتیں پڑھے یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے۔ جن روایتوں میں زیادتی سجدہ کو افضل کہا گیا وہاں کوئی خاص سبب ہے۔

[۴] ہجرتیں بہت سی قسم کی ہیں۔ مکہ سے حبشہ کی طرف، مکہ سے مدینہ کی طرف کفرستان سے دارالاسلام کی طرف جہالت کی جگہ سے علم کے مقام کی طرف علم سیکھنے کے لیے گناہوں سے نیکیوں کی طرف۔ کفر سے اسلام کی طرف (مرقاۃ) [۵] حرام مکروہ تحریمی مکروہ تنزیہی سب سے بچو کہ یہ اعلیٰ ہجرت ہے۔ خیال رہے کہ جو حضور کو پسند نہ ہو خدا کو بھی پسند نہیں۔ [۶] یعنی غازی میدان جہاد سے نہ جان سلامت لائے نہ مال غنیمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جہاد میں جس قدر مشقت زیادہ اسی قدر ثواب زیادہ [۷] یعنی نفل کے لیے کونسا وقت بہتر ہے۔ فرائض کے اوقات کا سوال نہیں ہے جیسا کہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے۔ [۸] یعنی آخری تہائی رات کے تین حصے کرو اس کے درمیانی حصے میں تہجد پڑھو گویا رات کے چھٹے حصے میں اس ہی وقت سحری کھانا دعائیں مانگنا بلکہ استغفار کرنا افضل ہے کیونکہ اس وقت رحمت الٰہی دنیا کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے اور اس وقت جاگنا نفس پر شاق ہے۔ ؎

پچھلی راتیں رحمت ربی گھر گھر کرے آوازہ ! سونے والیو رب کرلو کھلا ہے دروازہ !

وَعَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَيُصَلِّي الْخَمْسَ وَيَصُوْمُ رَمَضَانَ غُفِرَ لَهٗ قُلْتُ اَفَلَا اُبَشِّرُهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ دَعْهُمْ يَعْمَلُوْا رَوَاهُ اَحْمَدُ

وَعَنْهُ اَنَّهٗ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَفْضَلِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُحِبَّ وَتُبْغِضَ لِلّٰهِ وَتَعْمَلَ لِسَانَكَ فِيْ ذِكْرِ اللّٰهِ قَالَ وَمَاذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَتَكْرَهَ لَهُمْ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ

روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اللہ سے اس حال میں ملے کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتا ہو[1] پانچوں نمازیں اور رمضان کے روزے ادا کرتا ہو۔ وہ بخشا جاوے گا[2] میں نے کہا کہ کیا میں لوگوں کو یہ بشارت نہ دے دوں فرمایا انہیں رہنے دو کہ عمل کرتے رہیں[3] انہیں سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کامل ایمان کے متعلق[4] پوچھا فرمایا یہ ہے کہ تم اللہ کے لئے محبت و عداوت کرو اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مشغول رکھو[5] عرض کیا اور کیا یا رسول اللہ؟ فرمایا کہ لوگوں کے لئے وہ ہی پسند کرو، جو اپنے لئے چاہتے ہو اور ان کے لئے وہ ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔ (احمد)

[1] یعنی سارے عقائد اسلام کے رکھتا ہو نجات کے لیے صرف عقیدۂ توحید کافی نہیں ورنہ شیطان بھی موحد ہے اسکی تحقیق پہلے کی جاچکی ہے کہ ان جیسی نصوص میں شرک سے مراد کفر ہے۔ [2] اوّل ہی سے یا آخر کار چونکہ اس وقت تک جہاد، زکوٰۃ و حج فرض نہ ہوئے تھے یا ہر شخص ان کے قابل نہیں لہذا ان کا ذکر نہیں ہوا، بخشش سے مراد گناہ صغیرہ کی بخشش ہے ورنہ گناہ کبیرہ بغیر توبہ اور حقوق العباد بغیر ادا معاف نہیں ہوتے۔ (اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ رَبُّنَا۔) [3] یعنی عوام میں مجمل حدیث مت پھیلاؤ کہ وہ اس کا مطلب سمجھیں گے نہیں اور عمل میں کوشش چھوڑ دیں گے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ان احادیث کا بعد میں اشاعت فرمانا اس لئے تھا کہ علم دین چھپانے کا جرم نہ عائد ہو جائے نیز ایسی حدیثیں مجتہدین کے ذریعہ عوام کے لیے مفید ہے۔ [4] یعنی مومن کا کونسا حال اور کونسی خصلت بہتر ہے جیسا کہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے۔ [5] تاکہ ذکر کی برکت زبان تک پہنچے اور اس سے ایمان کو قوت حاصل ہو جو زبان ذکر اللہ سے تر رہے گی، وہ ان شاء اللہ دوزخ کی آگ سے نہ جلے گی۔

۲- بَابُ الْکَبَآئِرِ وَعَلَامَاتِ النِّفَاقِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الذَّنْبِ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَنْ

بڑے گناہوں اور نفاق کی علامتوں کا باب [۱]

پہلی فصل

روایت ہے عبداللہ ابن مسعود سے [۲] فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا حضور کون سا گناہ [۳] بہت بڑا ہے اللہ کے ہاں۔ فرمایا یہ کہ تم اللہ کا شریک ٹھہراؤ، حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا [۴] عرض کیا پھر کون سا گناہ۔ فرمایا یہ کہ اپنی اولاد اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے [۵] عرض کیا پھر کونسا گناہ فرمایا

[۱] گناہ کبیرہ یا تو وہ ہے جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو یا وہ جس پر شریعت نے کچھ سزا مقرر کی ہو یا وہ جس سے دین کی توہین ہو یا ہر گناہ چھوٹے گناہ کے لحاظ سے کبیرہ ہے یا جس چھوٹے گناہ پر ہمیشگی کی جائے وہ کبیرہ ہے یا ایک ہی گناہ ایک کے لئے صغیرہ اور دوسرے کے لیے کبیرہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ یا ایک کے لحاظ سے صغیرہ دوسرے کے لحاظ سے کبیرہ مسلمان کی توہین گناہ صغیرہ ہے علماء مشائخ کی توہین گناہ کبیرہ نبی یا قرآن یا کعبہ کی توہین کفر گناہ کبیرہ اور نفاق کی علامت میں عموم خصوص وجہی ہے۔ [۲] آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن اور ابن ام عبد ہے۔ قبیلہ بنی ہذیل سے ہیں قدیم الاسلام اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ عمر فاروق سے پہلے اسلام لائے صاحب ہجرتین ہیں کہ اوّل حبشہ کی طرف بعد پھر مدینہ پاک کی جانب ہجرت کی بدر اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے۔ حضور کے نعلین بردار اور صاحب اسرار تھے سفر میں حضور کی مسواک اور پانی لوٹا آپ کے ساتھ رہتا تھا عہد فاروقی میں کوفہ کے قاضی رہے عہد عثمانی میں مدینہ پاک آگئے ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی ۳۲ھ میں مدینہ پاک میں وفات ہوئی جنت البقیع میں دفن ہوئے خلفاء راشدین کے بعد بڑے فقیہ اور عالم صحابی آپ ہیں امام ابو حنیفہ اکثر آپ ہی کی پیروی کرتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ [۳] شرعًا بری چیز کا نام گناہ ہے اس کی چار قسمیں ہیں ایک وہ جو بغیر توبہ معاف نہ ہو جیسے کفر و شرک دوسرے وہ جو نیک اعمال کی برکت سے بھی معاف ہو جائے جیسے گناہ صغائر تیسرے وہ کہ جنکے بغیر توبہ معاف ہونے کی بھی امید ہو جیسے حقوق اللہ کے کبیرہ گناہ چوتھے وہ کہ جنکی معافی کیلئے توبہ کیساتھ مخلوق کو بھی راضی کرنا پڑے جیسے حقوق العباد (مرقاۃ)۔ [۴] یعنی شرک و کفر کہ یہ اکبر الکبائر ہے [۵] جیسا کہ عرب میں

تَزْنِيْ حَلِيْلَةَ جَارِكَ فَاَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيْقَهَا وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ الْاٰيَةَ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَبَائِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ اَنَسٍ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ بَدَلَ الْيَمِيْنِ

یہ کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو ۱ تب اللہ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت اتاری (اور وہ جو خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور نہ اس جان کو ناحق قتل کریں جسے اللہ نے حرام کیا ۲ اور نہ زنا کریں) روایت ہے عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شرک باللہ۔ ماں باپ کی نافرمانی ۳ جان کا قتل، جھوٹی قسم ۴ بڑے گناہ ہیں اسے بخاری نے روایت کیا حضرت انس کی روایت میں بجائے جھوٹی قسم کے جھوٹی گواہی ہے

دستور تھا کہ غریب لوگ خرچ کے خوف سے بیٹے اور بیٹیوں دونوں کو قتل کر دیتے تھے۔ چونکہ اس میں بے قصور جان کو قتل کرنا اور اپنے قرابت داروں پر ظلم کرنا اور خدا کی رزاقیت پر اعتقاد نہ کرنا تینوں باتیں جمع ہیں اس لئے اس کا درجہ کفر و شرک کے بعد رکھا گیا۔

۱ کہ زنا خود گناہ کبیرہ ہے علاوہ اس میں پڑوسی کے حق کا برباد کرنا بھی ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے پڑوسی پر اعتماد کرتا ہے اور اس کے جان و مال آبرو کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھتا ہے خیال رہے کہ یہاں گناہ کبیرہ صرف چار بیان فرمائے گئے۔ ضرورت اور موقعہ کے لحاظ سے عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ گناہ کبیرہ ۷۰ ہیں اور سعید ابن جبیر فرماتے ہیں کہ ۷۰۰ ہیں (مرقاۃ) یعنی گناہ کبیرہ کی انواع ۷۰ اور افراد ۷۰۰۔

۲ اس آیت میں حرم اللہ سے مراد مومن کا فر ذمی اور مستامن ہیں الا بالحق میں ان جرموں کی طرف اشارہ ہے جن کی سزا قتل ہے۔ جیسے مرتد ہو جانا یا زنا یا ظلماً قتل یعنی اگر مومن ان تین میں سے کوئی جرم کرے گا قتل کیا جائے گا۔

۳ یعنی ان کے حقوق ادا نہ کرنا یا ان کے جائز حکموں کی مخالفت کرنا ماں باپ کے حکم میں دادا دادی اور نانا نانی بھی ہیں۔ اس ترتیب سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی نافرمانی بدترین جرم ہے کہ شرک کے بعد اس کا ذکر فرمایا گیا۔ اسی لئے رب نے اپنی عبادت کے ساتھ ماں باپ کی اطاعت کا ذکر کیا کہ فرمایا اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔

۴ غموس قسم وہ ہے جو دیدہ و دانستہ گذشتہ واقعہ پر جھوٹی کھائی جائے اس میں گناہ ہے۔ کفارہ نہیں یہ قسم انسان کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے اس لئے اسے غموس کہتے ہیں۔ چونکہ جھوٹ اور جھوٹی قسم ہزارہا گناہوں کی جڑ ہے۔ اس لیے یہ گناہ کبیرہ ہے۔ خیال رہے کہ حضور کے جوابات سائلین کے حالات کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔

الْغَمُوْسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبٰوا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ

بخاری۔ مسلم۔ روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سات ہلاکت کی چیزوں سے بچو۔ لوگوں نے پوچھا حضور وہ کیا ہیں فرمایا اللہ کے ساتھ شرک [۱] جادو [۲] اور ناحق اس جان کو ہلاک کرنا جو اللہ نے حرام کی اور سود خوری [۳] یتیم کا مال کھانا [۴] جہاد کے دن پیٹھ دکھا دینا [۵] پاکدامن مومنہ بے خبر بیبیوں کو بہتان لگانا [۶]

[۱] یعنی مطلقاً کفر کیونکہ کوئی کفر گناہ صغیرہ نہیں سب کبیرہ ہیں۔

[۲] یعنی جادو کرنا یا بلا ضرورت جادو سیکھنا خیال رہے کہ جادو اتارنے کے لیے جادو سیکھنا جائز بلکہ ضروری ہے اگر جادو میں الفاظ کفریہ ہیں تو جادوگر مرتد ہوجاتا ہے۔ ورنہ فقط مفسد دونوں قسم کے جادوگر واجب القتل ہیں۔ پہلا ارتداد اور فساد کی وجہ سے اور دوسرا فقط فساد کی بناء پر (از اشعتہ اللمعات) [۳] یعنی سود لینا خواہ کھائے خواہ پہنے یا کسی اور کام میں لائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سود دینا گناہ کبیرہ ہے نہ کہ دینا۔ [۴] یعنی ظلمًا اس کا مال مارنا کیونکہ یتیم رحم کے قابل ہے اس پر ظلم بدترین گناہ ہے۔ [۵] یعنی کفار کے مقابلے سے بھاگ جانا کیونکہ اس میں غازیوں کو نقصان پہنچانا ہے اور اسلام کی توہین۔ خیال رہے کہ جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ جب ہے کہ بزدلی سے ہو اگر کفار کا دباؤ بڑھ جانے سے مجبورًا مورچہ چھوڑنا پڑے تو اس کا یہ حکم نہیں ایسے موقعہ پر ڈٹ جانا اور شہید ہوجانا افضل ہے لیکن پیچھے پھر جانا گناہ کبیرہ نہیں تدبیر جنگی کی بنا پر پیچھے ہٹنا ثواب ہے۔ [۶] زنا کا یعنی جو نیک بخت زنا کو جانتی بھی نہ ہوں انہیں تہمت لگانا صراحۃً ضمنًا لہذا کسی عورت کو غصہ میں زانیہ یا بدمعاش کہنا بھی اسی میں داخل ہے۔ خیال رہے کہ نیک مرد اور چالاک عورتوں کو بھی زنا کی تہمت لگانا گناہ ہے مگر غافلہ عورتوں کو تہمت لگانا بہت زیادہ گناہ ہے جس کی سزا دنیا میں اسّی کوڑے اور آخرت میں سخت عذاب۔

تتمہ

مرقاۃ میں ہے کہ، گناہ کبیرہ بہت سخت ہیں چار دل کے (۱) شرک و کفر (۲) گناہ پر اڑنے کی نیت۔ (۳) اللہ کی رحمت سے مایوسی (۴) عذاب پر امن چار زبان میں (۱) جھوٹی گواہی (۲) پاک دامنوں کی تہمت (۳) جھوٹی قسم (۴) جادو۔ تین پیٹ کے گناہ (۱) یتیم کا کھانا (۲) شراب پینا۔ دو شرم گاہ کے (۱) زنا (۲) لواطت۔ دو ہاتھ کے (۱) چوری (۲) ناحق قتل ایک پاؤں کا (۱) میدان جہاد سے بھاگ جانا۔ ایک سارے بدن کا (۱) یعنی والدین کی نافرمانی۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيْهَا أَبْصَارَهُمْ حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَغُلُّ أَحَدُكُمْ حِيْنَ يَغُلُّ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَإِيَّاكُمْ إِيَّاكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَا يَقْتُلُ حِيْنَ يَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ عِكْرِمَةُ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ كَيْفَ يُنْزَعُ الْإِيْمَانُ مِنْهُ قَالَ هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ أَخْرَجَهَا فَإِنْ تَابَ عَادَ إِلَيْهِ

(بخاری،مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں ہوتا کہ زانی زنا کرنے کی حالت میں مؤمن ہو[۱] اور نہ یہ کہ چور چوری کرنے کی حالت میں مؤمن ہو اور نہ یہ کہ شرابی شراب پینے کی حالت میں مؤمن ہو اور نہ یہ کہ ڈاکو ڈکیتی کرنے کی حالت میں مؤمن ہو کہ لوگ اپنے مال کو ترستی نگاہ اٹھا کر دیکھتے رہ جائیں[۲] اور نہ یہ کہ خائن خیانت کرنے[۳] کی حالت میں مومن ہو لہذا ان سے بچو ان سے بچو مسلم بخاری حضرت ابن عباس کی روایت میں یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا کہ قاتل قتل کرنے کی حالت میں مؤمن ہو[۴] حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ ان سے ایمان کیونکر نکل جاتا ہے آپ نے فرمایا ایسے اور اپنی انگلیوں کو گتھی کردیا پھر انگلیوں کو نکالا[۵] کہ اگر توبہ کرے تو ایمان اس طرح

[۱] ان تمام مقامات میں یا تو کمال ایمان مراد ہے یا نور ایمان! یعنی ان گناہوں کے وقت مجرم سے نور ایمان نکل جاتا ہے ورنہ یہ گناہ کفر نہیں نہ ان کا مرتکب مرتد، اگر اسی حالت میں مارا جائے تو وہ کافر نہ مریگا۔ حدیث شریف میں ہے وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ یہی تفسیر اگلی حدیث میں آرہی ہے [۲] اس ڈاکو کو یعنی ظاہر ظہور مال لوٹ لے اور مالک دفع پر قادر نہ ہوں یا اپنے مال کو یعنی حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے رہ جائیں اکہ ہائے ہمارا مال چل دیا۔ ڈکیتی میں تین جرم ہوگئے۔ غیر کے مال پر ناجائز قبضہ۔ ظاہر ظہور دوسرے کا مال چھین لینا دل کی سختی کہ لوگوں کی حسرت اور آہ و بکا پر ترس نہ کھائے۔ لہذا یہ گناہوں کا مجموعہ ہوئی مؤمن کی شان کے خلاف ہے۔ [۳] غلول مال غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں کبھی مطلقاً خیانت پر بولا جاتا ہے یہاں دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں [۴] قتل سے مراد ظلماً عمداً قتل ہے۔ لہذا حدیث واضح ورنہ مجرم کو کبھی قتل کرنا عبادت ہے۔ [۵] عکرمہ ابن ابو جہل نہیں ہیں۔ بلکہ عبداللہ ابن عباد کے آزاد کردہ غلام آپکے خادم اور کاتب ہیں۔ (مرقاۃ) [۶] یعنی نور ایمانی مومن کے رگ و ریشہ میں ایسے سرایت کیا ہوتا ہے جیسے گتھی ہوئی انگلیاں مگر ان گناہوں کے وقت وہ نور اور ایمانی حیا بالکل نکل جاتے ہیں۔

هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَقَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ لَا يَكُوْنُ هٰذَا مُؤْمِنًا تَامًّا وَلَا يَكُوْنُ لَهٗ نُوْرُ الْإِيْمَانِ "هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ" وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ زَادَ مُسْلِمٌ وَإِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ أَنَّهٗ مُسْلِمٌ ثُمَّ اتَّفَقَا إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ

لوٹ آتا ہے [1] پھر انگلیاں گتھی کریں ابوعبداللہ فرماتے ہیں [2] کہ یہ لوگ کامل مومن نہیں رہتے اور نہ ان میں نور ایمانی رہتا ہے (یہ بخاری کے الفاظ ہیں) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی تین علامتیں ہیں [3] مسلم نے یہ زیادتی بھی بیان کی کہ اگرچہ روزہ رکھے نماز پڑھے اپنے کو مسلمان سمجھے پھر مسلم و بخاری متفق ہو گئے کہ جب بات کرے جھوٹ بولے وعدہ کرے تو خلاف کرے امانت دی جائے تو خیانت کرے [4] روایت ہے عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس میں چار [5] عیوب ہوں وہ نرا منافق ہے [6] اور جس میں ایک عیب ہو ان میں سے اس میں منافقت کا عیب ہوگا جب تک کہ اُسے چھوڑ نہ دے جب امانت دی جائے تو خیانت کرے جب بات کرے تو جھوٹ بولے

[1] ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ہر گناہ کی توبہ علیحدہ ہے۔ لہذا حقوق العبد کی توبہ میں حق کا ادا کر دینا شرط ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس قسم کے مجرم اچھے القاب سے نہ پکارے جائیں اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور اَوْلِيَآءَهُ الْمُؤْمِنُوْنَ کے خطاب سے محروم ہیں۔ اب ان کے خطاب چور زانی اور فاسق ہیں۔ (مرقاۃ) [2] یعنی محمد بن اسمٰعیل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ [3] منافق سے اعتقادی منافق مراد ہیں۔ یعنی دل کے کافر زبان کے مسلم، یہ عیوب ان کی علامتیں ہیں مگر علامت کے ساتھ علامت والا پایا جانا ضروری نہیں۔ کوّے کی علامت سیاہی ہے مگر ہر کالی چیز کوّا نہیں [4] یعنی یہ منافقوں کے کام ہیں۔ مسلمان کو ان سے بچنا چاہیے۔ یہ نہیں کہ یہ جرم خود نفاق ہیں۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ تینوں جرم کئے تھے مگر وہ نہ منافق ہوئے نہ کافر لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں [5] یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں ایک چیز کی بہت سی علامتیں ہوتی ہیں کبھی ساری بیان کر دی جاتی ہیں کبھی کم و بیش لہذا وہ تین بھی نفاق کی علامتیں تھیں اور یہ چار بھی [6] منافق عملی یعنی منافقوں کے سے کام کرنے والا جیسے رب فرماتا ہے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یا حضور فرماتے ہیں مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ ۔ یعنی بے نمازی ہونا کفر عملی ہے کافروں کا سا کام)

إِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالشَّاةِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ الْغَنَمَيْنِ تَعِيرُ إِلٰى هٰذِهٖ مَرَّةً وَإِلٰى هٰذِهٖ مَرَّةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ صَفْوَانَ ابْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ يَهُوْدِيٌّ لِصَاحِبِهٖ اِذْهَبْ بِنَا إِلٰى هٰذَا النَّبِيِّ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ لَا تَقُلْ نَبِيٌّ إِنَّهٗ لَوْ سَمِعَكَ لَكَانَ لَهٗ أَرْبَعُ أَعْيُنٍ فَأَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَاهُ عَنْ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَقَالَ رَسُوْلُ

جب وعدہ کرے تو خلاف کرے جب لڑے تو گالیاں بکے [۱] روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے منافق اس بکری کی طرح ہے جو دو بکروں کے درمیان گھومے [۲] (چکر لگائے) کبھی اس بکرے کے پاس پہنچ جائے کبھی اس بکرے کے پاس۔

دوسری فصل

روایت ہے حضرت صفوان ابن عسال [۳] سے فرماتے ہیں کہ یہودی اپنے ساتھی سے بولا کہ مجھے ان نبی کے پاس لے چل ساتھی بولا کہ انہیں نبی نہ کہو [۴] اگر وہ سن لیں گے تو ان کی چار آنکھیں ہوجائیں گی [۵] پھر وہ دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کھلی نشانیوں کے بارے میں پوچھا [۶] نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

[۱] اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جن کے ہاں تبرا اور گالیاں بکنا عبادت بلکہ اصل ایمان ہے اسلام میں شیطان فرعون وہامان کو بھی گالیاں دینا برا ہے کہ اس میں اپنی ہی زبان گندی ہوتی ہے [۲] دونوں کو راضی کرنے اور دونوں سے لذت اور نفع حاصل کرنے کے لیے جس سے اس کا پھر ولد نامعلوم ہو خیال ہے کہ کافر و مومن سب کو راضی کرنے کی کوشش میں رہنا خطرناک بیماری ہے۔ جس سے انسان کا خود اپنا کوئی دین نہیں رہتا۔ اسی لئے یہاں ایسی گندی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے تاکہ دلوں میں اس سے نفرت پیدا ہو۔ اس بیماری نفاق میں آجکل بہت سے صلح کلی مسلمان مبتلا ہیں بعض عقلمندوں کے ہاں تقیہ کرکے کافر و مومن سب کو خوش کردینا اور ہر ایک سے نفع حاصل کرلینا عبادت ہے۔ خدا ایسی شیطانی عبادت سے بچائے [۳] آپ صحابی ہیں کوفہ کے رہنے والے قبیلہ بنی مراد سے ہیں بارہ غزووں میں حضور کے ساتھ رہے [۴] معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے دل حضور کی حقانیت کی گواہی دیتے تھے مگر محض ضد سے انکاری تھے۔ [۵] یعنی وہ خوش ہوجائیں گے اور پھولے نہ سمائیں گے کہ ہمارے لوگ بھی ہمیں نبی کہتے ہیں۔ سبحان اللہ عظمت وہ جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔ [۶] کھلی نشانیوں سے مراد یا تو وہ نیک اعمال ہیں جو حامل کی نیک بختی کی علامت ہوں اس صورت میں حضور کا یہ جواب سوال کے مطابق ہے یا اس سے موسیٰ کے کھلے ہوئے نو معجزے

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْشُوا بِبَرِيٍّ إِلَى ذِي سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَهُ وَلَا تَسْحَرُوا وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا وَلَا تَقْذِفُوا مُحْصَنَةً وَلَا تَوَلَّوْا لِلْفِرَارِ يَوْمَ الزَّحْفِ وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةً الْيَهُودُ أَنْ لَّا تَعْتَدُوا فِي السَّبْتِ قَالَ فَقَبَّلَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ وَقَالَا نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكُمْ

کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ نہ چوری کرو نہ زنا کرو نہ ناحق کسی محترم جان کو قتل کرو نہ کسی بے قصور کو حاکم کے پاس لے جاؤ تاکہ اسے قتل کر دے اور نہ جادو کرو نہ سود کھاؤ نہ پاکدامن کو زنا کا بہتان لگاؤ نہ جہاد کے دن بھاگنے کے لئے پیٹھ پھیرو اور اے یہودیو تم پر خصوصًا یہ بھی لازم ہے کہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نہ بڑھو راوی فرماتے ہیں کہ تب ان دونوں نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے اور بولے

ہاتھ پاؤں چومنا

مراد ہیں۔ رب فرماتا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ اس صورت میں حضور کا جواب حکیمانہ ہے یعنی وہ نہ پوچھو بلکہ اپنی فکر کرو اور کرنے والے اعمال پوچھو۔ خیال رہے کہ انہوں نے ۹ چیزیں پوچھیں حضور نے دس بتائیں ۹ وہ جو ہر دین کے احکام ہیں اور دسویں وہ جو دین یہود کے ساتھ خاص ہیں۔ یعنی ہفتہ کو شکار نہ کرنا۔ ۵ ہوسکتا ہے کہ اس میں اشارۃً یہ بتایا گیا ہو کہ یہودی مشرک ہیں۔ کیونکہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔ اور بیٹا باپ کا شریک ہوتا ہے۔ ۶ کہ یہ ڈبل جرم ہے حاکم کو دھوکہ دینا اور بے قصور کی جان لینا یہ بھی عام دینوں میں حرام رہا۔ ۷ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سود کسی نبی کے دین میں جائز نہ ہوا کیونکہ ان اعمال کی فہرست ہے جو تمام دینوں میں مروج تھے ۸ یہ حکم بھی تمام دینوں میں رہا جن میں جہاد فرض تھا جن میں جہاد ہی نہ تھا وہاں یہ حکم بھی نہ تھا۔ ۹ اس دن شکار نہ کرو یعنی ہفتہ کو شکار نہ کرنا تمہارا توریت کا حکم ہے یہ تمہارے لئے آیت بینہ تھی اب توریت منسوخ ہو چکی یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری آسمانی کتب سے واقف ہیں اور یہ واقفیت حضور کی نبوت کی دلیل ہے اسی لیئے وہ سائل حضور کے قدموں میں گر گئے۔

۱۰ ظاہر یہ ہے کہ پاؤں شریف پر بھی منہ لگا کر بوسہ دیا۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے قدم چومنا جائز ہیں۔ اور پابوسی کے لیے جھکنا نہ سجدہ ہے نہ ممنوع ورنہ حضور علیہ السلام انہیں منع فرما دیتے۔ خیال رہے کہ قرآن کریم۔ سنگ اسود بزرگوں کے ہاتھ پاؤں والدین کے ہاتھ پاؤں چومنا ثواب بھی ہے اور باعث برکت بھی بعض بزرگ تو اپنے مشائخ کے تبرکات چومتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر چومتے تھے بوسہ کی بحث اور اس کی قسمیں ہماری جاء الحق و زہق الباطل میں دیکھو۔

أَنْ تَتَّبِعُونِيْ قَالَ إِنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَعَا رَبَّهٗ أَنْ لَّا يَزَالَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ نَبِيٌّ وَّإِنَّا نَخَافُ إِنْ تَبِعْنَاكَ أَنْ يَّقْتُلَنَا الْيَهُوْدُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مِّنْ أَصْلِ الْإِيْمَانِ الْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ لَا تُكَفِّرْهُ بِذَنْبٍ وَّلَا تُخْرِجْهُ مِنَ

ہم گواہ ہیں کہ آپ سچے نبی ہیں۱؎ حضور نے فرمایا پھر تمہیں میری پیروی سے کون چیز روکتی ہے۲؎ وہ بولے کہ داؤد علیہ السلام نے رب سے دعا کی تھی کہ انکی اولاد میں نبوت رہے۳؎ ہمیں خوف ہے کہ اگر ہم آپکی پیروی کریں تو ہم کو یہودی مار ڈالیں گے (ابوداؤد و نسائی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں۴؎ جو لا الٰہ الا اللہ کہے اس سے زبان روکنا۵؎ یعنی محض گناہ سے اُسے کافر نہ کہے۶؎ اور نہ اسے اسلام

۱؎ یہود کا یہ علم کھلا معجزہ ہے۔ خیال رہے کہ یہ گواہی جاننے پہچاننے کے معنی میں ہے یعنی ہم نے پہچان لیا کہ آپ نبی ہیں لہذا وہ اس لفظ سے مومن نہ بنے اسی لیے حضور کا اگلا سوال بھی درست ہوا۔ ۲؎ یعنی جب تم نے مجھے نبی جان لیا۔ پھر مان کیوں نہیں لیتے۔ اور مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔ ۳؎ ان کی یہ دعا قبول ہے اور آپ ان کے اولاد میں نہیں کہ وہ بنی اسرائیل تھے آپ بنی اسمٰعیل، یہ ان کا خالص افتراء تھا سارے نبیوں نے ہمارے حضور کی پیش گوئی کی۔ داؤد علیہ السلام یہ دعا کیسے مانگ سکتے تھے۔ تعجب ہے کہ یہ دونوں ابھی تو حضور کی تصدیق کر چکے اور اب یہ بہتان باندھ رہے ہیں۔ بعض یہود یہ بھی کہتے تھے کہ حضور فقط مشرکین عرب کے نبی ہیں ہمارے نہیں۔ شاید ان کا یہ مقصد ہو۔ اور یہ بھی غلط تھا۔ توریت و زبور میں خبر تھی۔ کہ محمد مصطفیٰ سارے عالم کے نبی ہوں گے تمام شریعتوں کے ناسخ ۴؎ یعنی جن پر ایمان کی عمارت قائم ہے۔ جن کے بغیر انسان مومن نہیں ہو سکتا۔ ۵؎ اسے کافر کہنا۔ کلمہ پڑھنے سے مراد سارے اسلامی عقائد کا ماننا ہے جیسا کہ ہم بارہا عرض کر چکے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے اس کا بھی یہی مطلب ہے محض کلمہ پڑھ لینا کعبہ کی طرف منہ کر لینا ایمان کے لئے کافی نہیں، منافقین یہ دونوں کام کرتے تھے مگر کافر تھے۔ حضور نے فرمایا کہ میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے ایک کے سوا سب جہنمی خوارج کی خبر دی کہ بڑے نمازی اور قرآن خواں ہوں گے مگر دین سے ایسے دور ہوں گے جیسے چھوٹا ہوا تیر کمان سے اسی تفسیر کی تائید اگلے مضمون سے ہو رہی ہے۔ ۶؎ اس میں خوارج کی تردید ہے جو گناہ کبیرہ کو کفر اور گنہگار کو کافر کہتے ہیں یہ جملہ پچھلے مضمون کی تفسیر ہے یعنی گناہ بدعملی ہے کفر نہیں۔ خیال رہے کہ بعض گناہ علامت کفر ہے اس لئے فقہاء انہیں کفر قرار دیتے ہیں۔ جیسے زنار باندھنا، بت کو سجدہ کرنا۔ قرآن کریم کو گندگی میں پھینکنا، حضور کی کسی چیز کا مذاق اڑانا بے ادبی کرتے ہوئے حضور کی آواز پر آواز بلند کرنا رب فرماتا ہے۔ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اور فرماتا ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ الخ نیز فرماتا ہے اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ الخ یہ گناہ اس لئے کفر ہیں کہ کفر کی علامتیں ہیں۔ لہذا حدیث قرآن متعارض نہیں۔

الْإِسْلَامِ بِعَمَلٍ وَّالْجِهَادُ مَاضٍ مُّنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ إِلٰى أَنْ يُّقَاتِلَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الدَّجَّالَ لَا يُبْطِلُهٗ جَوْرُ جَائِرٍ وَّلَا عَدْلُ عَادِلٍ وَّالْإِيْمَانُ بِالْأَقْدَارِ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زَنَى الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيْمَانُ فَكَانَ فَوْقَ رَأْسِهٖ كَالظُّلَّةِ فَإِذَا خَرَجَ مِنْ ذٰلِكَ الْعَمَلِ رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيْمَانُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاؤُدَ -

سے خارج جانے محض کسی عمل سے[۱] اور جہاد جاری ہے جب سے مجھے رب نے بھیجا یہانتک[۲] کہ اس امت کی آخری جماعت دجال سے جہاد کرے[۳] جہاد کو ظالم کا ظلم منصف کا انصاف باطل نہیں کرسکتا[۴] اور تقدیروں پر ایمان[۵] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے اسکے سر پر شامیانہ کی طرح ہوجاتا ہے[۶] پھر جب بندہ اس بدعمل سے علیحدہ ہوجاتا ہے تو ایمان بھی اس کی طرف لوٹ آتا ہے[۷]

[۱] اس میں معتزلہ کا رد ہے۔ جو کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ والا نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ فاسق ہے۔ حالانکہ کفر و اسلام کے درمیان کوئی درجہ نہیں۔
[۲] مدینہ طیبہ کی طرف کیونکہ ہجرت سے پہلے جہاد فرض نہ تھا۔ [۳] یعنی حضرت عیسٰی اور امام مہدی مسلمانوں کے ساتھ دجال اور اس کی جماعت پر تلوار کا جہاد کریں گے۔ کیونکہ عیسٰی علیہ السلام حضور کے امتی ہوں گے۔ چونکہ دجال کے بعد تمام دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ کوئی کافر نہ رہے گا اور حضرت عیسٰی و امام مہدی کی وفات کے کچھ عرصہ بعد دنیا میں کفر ہی ہوگا کوئی مومن نہ رہے گا اس لیے یہ جہاد آخری ہوگا اس کے بعد کوئی جہاد نہ ہوگا۔ خیال رہے کہ اگرچہ بعض پچھلی شریعتوں میں بھی جہاد تھا مگر اسلامی جہاد اور اس کے قوانین حضور سے شروع ہو کر قتل دجال تک رہیں گے۔ لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ [۴] یعنی ہر منصف اور ظالم بادشاہ کے ساتھ مل کر کفار پر جہاد کرو اس میں اشارۃً دو مسئلے بتائے گئے ایک یہ کہ جہاد کے لیے سلطان اسلام یا امیر المسلمین شرط وجوب ہے دوسرے یہ کہ فاسق و فاجر بادشاہ کے ماتحت بھی کفار سے جہاد لازم ہے۔ صحابہ کرام نے حجاج ابن یوسف جیسے فاسق حاکم کے ساتھ کفار پر جہاد کیے ہیں۔ اس میں قادیانیوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے جہاد منسوخ کردیا۔ جہاد نماز کی طرح محکم اور ناقابل نسخ عبادت ہے۔ جہاد کے بغیر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی۔ رب فرماتا ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ ۔ [۵] تقدیر کی پوری بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی پارہ سوم میں ملاحظہ کرو یہاں صرف اتنا ہی سمجھ لو کہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ اللہ کے علم اور اس کے ارادے سے ہے ہم اپنے اعمال کے کاسب ہیں۔ خالق نہیں۔ لہٰذا ہم کسب میں مختار اور خلق میں مجبور ہیں نہ قادر مطلق نہ مجبور محض یہی مذہب اہلسنت ہے [۶] اس کی تفسیر پہلے گزر چکی کہ یہاں نور ایمان یا غیرت ایمانی نکلنا مراد ہے نہ کہ اصل ایمان کا نکل جانا۔ [۷] یعنی جب توبہ کرلیتا ہے تو توبہ کی برکت سے ایمان کا نور اور غیرت لوٹ آتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ اَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ کَلِمَاتٍ قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَیْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا فَاِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَاِنَّهٗ رَاْسُ کُلِّ فَاحِشَةٍ وَّاِیَّاكَ وَالْمَعْصِیَةَ فَاِنَّ بِالْمَعْصِیَةِ

تیسری فصل

روایت ہے حضرت معاذ سے فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کی وصیت فرمائی[1] فرمایا رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانو اگرچہ مار دیئے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ[2] اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ وہ تمہیں اپنے گھر بار اور مال سے نکل جانے کا حکم کریں[3] فرض نماز عمدًا ہرگز نہ چھوڑو کیونکہ جو کوئی دانستہ نماز چھوڑ دے اس سے اللہ کا ذمہ و ضمان جاتا رہا[4] شراب ہرگز نہ پیو کہ یہ ہر بدکاری کا سر ہے[5] گناہ سے اپنے کو بچاؤ کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ کی ناراضی نازل

[1] یعنی تاکیدی حکم دیا عربی میں تاکیدی حکم کو وصیت کہا جاتا ہے۔ رب فرماتا ہے یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِکُمْ [2] خطرہ جان کے وقت جان دے دو مگر دل سے کفر و شرک نہ کرو یہ کسی حال میں جائز نہیں خطرہ جان کے وقت زبان سے کفر بک دینا بشرطیکہ دل میں ایمان ہو جائز ہے رب فرماتا ہے۔ اِلَّا مَنْ اُکْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ یہاں دلی کفر مراد ہے۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں نیز جو کوئی جان دے دے اور کلمہ کفر یہ نہ کہے تو اجر کا مستحق ہے۔ جان دے دینا عزیمت ہے اور جان بچانا رخصت اگر حدیث کا یہ مطلب ہو تو حضور نے حضرت معاذ کو عزیمت کا حکم دیا۔ [3] یہ حکم استحبابی ہے۔ والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دیدینا مستحب ہے اسمٰعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم کا اشارہ پاکر طلاق دیدی یہ مستحب پر عمل تھا مگر باپ کے حکم سے بیوی یا بچوں پر ظلم نہ کرے کہ ظلم سے بچنا اللہ و رسول کا حکم ہے انکا حکم ماں باپ کے حکم پر مقدم ہے ایسے ہی اگر ماں باپ کفر یا معصیت کا حکم دیں تو نہ مانے رب فرماتا ہے۔ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا [4] یعنی بے نمازی اللہ کی امن میں نہیں رہتا۔ نماز کی برکت سے انسان دنیا میں آفتوں سے مرتے وقت بُرے خاتمہ سے قبر میں ذلیل ہونے سے حشر میں مصیبتوں سے بفضلہ تعالیٰ امن میں رہتا ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ وظیفہ عملیات تعویذوں کے فائدے حاصل کرنے کیلئے پابندی نماز ضروری ہے شیخ و مریدوں کو [5] شراب سے مراد ہر نشہ والی چیز ہے۔ کیونکہ نشہ سے عقل ہی جاتی رہی تو برائی بھلائی کون بتائے شرابی نشہ میں

حَلَّ سَخَطُ اللّٰہِ وَاِیَّاکَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَاِنْ ہَلَکَ النَّاسُ وَاِذَا اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ وَّاَنْتَ فِیْہِمْ فَاثْبُتْ وَاَنْفِقْ عَلٰی عِیَالِکَ مِنْ طَوْلِکَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْہُمْ عَصَاکَ اَدَبًا وَّ اَخِفْہُمْ فِی اللّٰہِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَعَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ اِنَّمَا النِّفَاقُ کَانَ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَّا الْیَوْمَ فَاِنَّمَا ھُوَ الْکُفْرُ وَالْاِیْمَانُ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ

ہوتی ہے ۱؎ جہاد سے بھاگ جانے سے بچو اگرچہ لوگ ہلاک ہو جائیں ۲؎ اور جب لوگوں کو وبائی موت پہنچے اور تم ان میں ہو تو ثابت قدم رہو ۳؎ اپنے بال بچوں پر اپنی کمائی سے خرچ کرو ۴؎ اپنی تربیت کی لکڑی ان سے نہ ہٹاؤ ۵؎ انہیں اللہ سے ڈراتے رہو۔ (احمد) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں ۶؎ کہ نفاق حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا لیکن آج یا کفر ہے یا ایمان ۷؎ (بخاری)

پیشاب پاخانہ تک کھا پی لیتے ہیں۔ خیال رہے کہ ہر نشیلی نشہ والی چیز مطلقاً حرام ہے۔ شراب انگوری قطعی حرام اور دیگر شرابیں ظنی افیون بھنگ تمباکو نشہ دے تو حرام ہے۔ ۱؎ خیال رہے کہ چھوٹے گناہ کو چھوٹا سمجھ کر مت کرو۔ چھوٹی نیکی کو حقیر جان کر چھوڑ مت دو۔ چھوٹا گناہ چنگاری کی طرح ہے جو کبھی مکان جلا دیتی ہے۔ معمولی نیکی تھوڑے پانی کی طرح ہے جو کبھی جان بچا لیتا ہے شیطان پہلے چھوٹے گناہ کراتا ہے پھر بڑے پھر کفر شرک۔ چھوٹا گناہ بھی ہمیشگی سے بڑا بن جاتا ہے لہذا حدیث بالکل صحیح ہے یہاں ہر گناہ مراد ہے کہ وہ ناراضی الٰہی کا سبب ہے بالواسطہ یا بلاواسطہ ۲؎ یہ حکم بھی استحبابی ہے اگر کوئی غازی ایسے موقع پر ڈٹا رہے اور شہید ہو جائے۔ تو ثواب پائے گا اور اگر بھاگ جائے تو گنہگار نہ ہوگا۔ رب فرماتا ہے اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْکُمْ (مرتبات) لہذا جنگ احد میں جن صحابہ کے قدم اکھڑ گئے وہ گنہگار نہ تھے خطا ان سے ہوئی جو درہ چھوڑ گئے۔ قرآن نے ان کی معافی کا اعلان کر دیا۔ ۳؎ یعنی جہاں تم ہو وہاں طاعون وغیرہ کوئی بیماری پھیل جائے تو وہاں سے بھاگو مت تاکہ وہاں کے مرنے والے بے گور و کفن اور بیمار بے یار و مددگار نہ رہ جائیں۔ اور جہاں نہیں ہو وہاں جاؤ مت۔ رب فرماتا ہے لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ۔ ۴؎ معلوم ہوا کہ زن و فرزند پالنے کے لیے کمائی کرنا بھی عبادت ہے۔ اسلام ترک دنیا نہیں سکھاتا۔ ۵؎ یعنی بیوی بچوں کے حالات پر نگاہ رکھو ان کی اصلاح کرتے رہو۔ چھوٹے بچوں کو تو مار سے۔ اور بڑوں کی زبانی ڈانٹ ڈپٹ سے۔ قیامت میں تم سے ان کا بھی سوال ہوگا۔ رب فرماتا ہے۔ قُوْۤا اَنْفُسَکُمْ وَ اَہْلِیْکُمْ نَارًا ۶؎ آپ کا نام شریف حذیفہ کنیت ابوعبداللہ عبسی ہے۔ آپ کے والد حسیل ان کا لقب یمان ہے آپ حضور کے صاحب اسرار ہیں ۳۵ھ میں شہادت عثمان غنی کے چالیس دن بعد مدائن میں آپ کا انتقال ہوا۔ مدائن میں آپ کا مزار پرانوار ہے۔

بَابٌ فِي الْوَسْوَسَةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِيْ مَا وَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْرُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهٖ اَوْ تَتَكَلَّمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ جَآءَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلُوْهُ اِنَّا نَجِدُ فِيْ اَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاظَمُ اَحَدُنَا اَنْ يَّتَكَلَّمَ بِهٖ قَالَ

وسوسہ (برے خیالات) کا باب[1] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یقینًا اللہ تعالٰی نے میری امت سے ان کے دلی خطرات میں درگزر فرمادی ہے[2] جبتک کہ اس پر کام یا کلام نہ کرلیں[3] (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ حضور کے صحابہ میں سے کچھ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھنے لگے کہ ہم اپنے دلوں میں ایسے خیالات محسوس کرتے ہیں کہ انہیں بیان کرنا بہت

ﮯ یعنی حضور کے زمانہ میں وقتی مصلحتوں کے ماتحت منافقوں کو قتل نہ کیا گیا۔ اگرچہ ان سے علاماتِ کفر ظاہر ہوگئیں تاکہ کفار ہماری خانہ جنگی سے فائدہ نہ اٹھائیں اس زمانہ میں تین قسم کے لوگ مانے گئے کافر مومن اور منافق حضور کے بعد نفاق کی خبر نہیں یا کفر ہے یا اسلام اگر کسی سے علامات کفر دیکھی گئیں قتل کیا جائے گا کھلا کافر بھی قتل ہوگا چھپا بھی کیونکہ وہ مرتد ہے (لمعات ومرقات وغیرہ)

[1] وسوسہ کے لغوی معنی ہیں نرم آواز اصطلاح میں برے خیالات فاسد فکر کو وسوسہ کہتے ہیں اور اچھے خیالات کو الہام وسوسہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے الہام رب کی طرف سے حق یہ ہے کہ غیر نبی کا الہام شرعی حجت نہیں کیونکہ مشتبہ ہے کہ وہ شیطانی وسوسہ ہو (از مرقات واشعۃ اللمعات) [2] یعنی برے خیالات پر پکڑ نہیں یہ اس امت کی خصوصیت ہے۔ پچھلی امتوں میں اس پر بھی پکڑ تھی۔ خیال رہے کہ برے خیالات اور ہیں برا ارادہ کچھ اور برے ارادے پر پکڑ ہے حتی کہ ارادۂ کفر کفر ہے۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ جو برا خیال دل میں بے اختیار اچانک آجاتا ہے اسے ہاجس کہتے ہیں یہ آنی فانی ہوتا ہے۔ آیا اور گیا یہ پچھلی امتوں پر بھی معاف تھا ہم کو بھی معاف۔ لیکن جو دل میں باقی رہ جائے وہ ہم پر معاف ہے ان پر معاف نہ تھا اور اگر اسکے ساتھ دل میں لذت اور خوشی پیدا ہو اسے ھمّہ کہا جاتا ہے اس پر بھی پکڑ نہیں اور اگر اسکے ساتھ کر گزرنے کا ارادہ بھی ہو تو وہ عزم ہے اسکی پکڑ ہے۔ خیال رہے کہ ارادۂ گناہ اگرچہ گناہ ہے مگر اس پر حد نہیں۔ ارادۂ زنا گناہ ہے مگر زنا نہیں [3] یعنی قولی

اَوَقَدْ وَجَدْتُمُوْہُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ ذٰلِكَ صَرِيْحُ الْاِيْمَانِ رَوَاهُ الْمُسْلِمُ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِي الشَّيْطَانُ اَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا مَنْ خَلَقَ كَذَا حَتّٰى يَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَاِذَا بَلَغَهٗ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَآءَلُوْنَ حَتّٰى يُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

بڑا گناہ معلوم ہوتا ہے [1] فرمایا کہ کیا تم نے یہ بات پائی ہے [2] عرض کیا ہاں فرمایا یہ کھلا ہوا ایمان ہے [3] (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے [4] تو اس سے کہتا ہے کہ فلاں چیز کس نے پیدا کی فلاں کس نے؟ یہاں تک کہ کہتا ہے تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا [5] جب اس حد کو پہنچے تو اعوذ باللہ پڑھ لو اور اس سے باز رہو [6] روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے رہیں گے یہاں تک کہ کہا جاوے گا کہ یہ مخلوق تو اللہ نے پیدا کی تو اللہ کو کس نے پیدا کیا [7] تو جو ان میں سے کچھ پائے وہ کہے میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا [8] (بخاری مسلم)

گناہ میں کلام کا اعتبار ہے اور فعلی میں کام کا۔

[1] یہ صحابہ کے کمال ایمان کی دلیل ہے کہ وسوسہ پر عمل کرنا تو کیا معنی اسے زبان پر لاتے بھی گھبراتے ہیں [2] وسوسہ کو اتنا برا سمجھنا [3] یعنی وسوسے آنا کمال ایمان کی دلیل ہے کیونکہ چور بھرے گھر میں ہی جاتا ہے۔ اور شیطان مؤمن کی فکر میں زیادہ رہتا ہے حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ جو نماز وسوسہ سے خالی ہو وہ نماز یہود و نصاریٰ کی ہے (مرقات) یا وسوسوں کو برا سمجھنا عین ایمان ہے۔ کیونکہ کافر تو انہیں اچھا سمجھ کر اس پر ایمان لے آتے ہیں [4] یا تو خود ابلیس کیونکہ وہ تمام دنیا پر نظر رکھتا ہے اور سب میں چکر لگاتا رہتا ہے۔ یا قرین جو ہر ایک انسان کا الگ الگ شیطان ہے اور ہر وقت اسکے ساتھ رہتا ہے یا برا انسان جو ایسی باتیں کر کے لوگوں کو بہکائے [5] حالانکہ پیدا وہ چیز کی ہے جو ناپید بھی ہو سکے رب تعالیٰ واجب الوجود ہے اُسے کون پیدا کرے عرضیات کی انتہا ذاتی پر ہے تمام تارے سورج سے روشن ہیں مگر سورج کسی سے روشن نہیں [6] یعنی اسکا جواب سوچنے کی کوشش بھی مت کرو ورنہ شیطان سوال در سوال کرے گا۔ اَعُوْذُ پڑھ کر اسے بھگا دو ہر سوال کا جواب نہیں دیا جاتا۔ رب نے شیطان کے سجدہ نہ کرنے پر اس کے دلائل کا جواب نہ دیا۔ بلکہ فرمایا۔ فَاخْرُجْ مِنْهَا۔ خیال رہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ دفع شیطان کے لئے اکسیر ہے [7] جیسا کہ آج خدا کے منکر دہریئے کہتے ہیں، قربان جاؤں اس عالم غیوب رسول کے، جنہوں نے قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبر دے دی مجھ سے کراچی میں بعینہ یہ سوال ایک شخص نے کیا تھا۔ میرے منہ سے نکلا صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ [8] یعنی بلا دلیل عقلی اس کی ذات وصفات۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِيْنُهٗ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ قَالُوْا وَاِيَّاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاِيَّايَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ فَلَا يَاْمُرُنِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تم میں ایسا کوئی نہیں جس پر ایک ساتھی جن اور ایک ساتھی فرشتہ مقرر نہ ہو[1] لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ آپ پر بھی فرمایا مجھ پر بھی[2] لیکن رب نے مجھے اس پر مدد دی جس سے وہ مسلمان ہوگیا اب وہ مجھے بھلائی ہی کا مشورہ دیتا ہے[3] روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان انسان کے خون کے ٹھکانوں میں گردش کرتا ہے[4] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں

مان لیا اس حدیث کی بنا پر بعض علماء علم کلام پڑھنا اور پڑھانا ناپسند کرتے ہیں۔ مگر بعض علماء نے حالات زمانہ دیکھتے ہوئے اسے سیکھا اور سکھایا مگر شبہات ڈالنے کے لیے نہیں بلکہ شبہات نکالنے کے لیے دونوں اللہ کو پیارے ہیں خیال رہے کہ میڈل تو کافر نہ ہوگا مگر سائل اگر شبہ کی بنا پر یہ پوچھتا ہے تو کافر ہے اور اگر جواب معلوم کرنے کے لیے پوچھتا ہے تو نہیں۔

[1] یعنی ہر عاقل بالغ انسان کیساتھ وسوسہ دلانے کیلئے ایک شیطان اور الہام کیلئے ایک فرشتہ ہر وقت رہتا ہے مرقاۃ اور اشعۃ اللمعات میں ہے کہ جب کوئی انسان کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسکے ساتھ ہی ابلیس کے ایک شیطان پیدا ہوتا ہے جیسے فارسی میں ہمزاد، عربی میں وسواس کہتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ ابلیس کے ہر آن سیکڑوں بچے پیدا ہوتے رہتے ہیں مطابق تعداد اولاد انسان جیسے مچھلی، ناگن سانپ بیک وقت ہزارہا انڈے دیتی ہے طاغوتی جراثیم ہر آن بچے دیتے رہتے ہیں[2] ایک فرشتہ مقرر ہے ملہم اور ایک شیطان[3] ظاہر یہ ہے کہ یہاں اسلام سے مراد ایمان ہی ہے نہ کہ اطاعت اور یہ حضور کی اعلیٰ درجہ کی خصوصیت ہے کہ آپ کا شیطان جسکی فطرت میں کفر داخل ہے وہ بھی ایمان لے آیا معلوم ہوا کہ نگاہِ کرم سے فطرتیں بدل جاتی ہیں مرقاۃ میں ہے کہ ہامہ ابن ابلیس نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ قتل ہابیل کے وقت میں موجود تھا سارے انبیاء کے ساتھ رہا ہوں آپ مجھے کچھ قرآن سکھایئے آپ نے اسے سورۂ واقعہ، مرسلات، نبا، اخلاص، فلق اور ناس، سیکھائیں۔ جنات کا حضور پر ایمان لانا تو قرآن کی سورۂ جن میں مذکور ہے حالانکہ سارے جن ابلیس کی اولاد ہیں رب فرماتا ہے۔ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ لہذا چکڑالوی اس حدیث پر اعتراض نہیں کرسکتے۔[4] یا تو خود ابلیس اور قرین شیطان چونکہ وہ آتشی ہے۔ اسی لیے بلا تکلف انسان کے رگ و پے میں سرایت کرجاتا ہے اور تصرف

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ مَوْلُوْدٌ اِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِيْنَ يُوْلَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَاحُ الْمَوْلُوْدِ حِيْنَ يَقَعُ نَزْغَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْلِيْسَ يَضَعُ عَرْشَهٗ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ يُفْتِنُوْنَ النَّاسَ

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی آدمی زادہ ایسا نہیں [۱] جسے پیدائش کے وقت شیطان چھوتا نہ ہو وہ بچہ شیطان کے چھوتے سے ہی چیختا ہے [۲] سوا مریم اور ان کے فرزند کے [۳] (بخاری و مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے زمین پر گرتے وقت بچہ کی چیخ شیطان کی چوکھ سے ہے [۴] روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شیطان پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے [۵] پھر اپنے مختلف لشکر کو لوگوں میں فتنہ ڈالنے کے لیئے بھیجتا ہے [۶]

کرتا ہے یا اس کے وسوسے اور خیالات۔ معلوم ہوا کہ کوئی شخص بغیر فضل الٰہی شیطان سے نہیں بچ سکتا۔

[۱] یعنی حضرت آدم و حوا کو شیطان مس نہ کر سکا کیونکہ وہ آدمی زادہ نہیں ہیں۔ [۲] اس سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مستثنیٰ ہیں۔ ایسے مقام پر متکلم مستثنیٰ ہوتا ہے۔ تحقیق سے ثابت ہے کہ حضور روتے ہوئے پیدا نہ ہوئے (از اشعۃ اللمعات) [۳] عیسیٰ علیہ السلام یعنی ان دونوں بزرگوں کو شیطان نہ چھو سکا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ پیدائش کے وقت شیطان بچے کی کوکھ میں انگلی مارتا ہے جسکی تکلیف سے بچہ چیختا ہے ان دونوں بزرگوں کی پیدائش کے وقت بھی شیطان نے یہ حرکت کی مگر اس کی انگلی حجاب میں لگی جو رب نے ان کے اور اس کے درمیان میں پیدا کر دیا تھا۔ اس حدیث کی تائید قرآن پاک کی اس آیت سے ہے قَالَتْ اِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ [۴] کہ وہ بچہ کی کوکھ میں انگلی مارتا ہے اور اس کی تکلیف سے بچہ روتا ہے۔ اسی لیئے سنت ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اسکو غسل دے کر داہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہی جائے تاکہ شیطان دفعہ ہو کیا اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے۔ بعض کچھ بگڑے ان احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ اُن کی ناقص عقل میں نہیں آتی شاید وہ بچے کے کان میں اذان کا بھی انکار کرتے ہونگے تعجب ہے، اگر گرم سرد ہوا بچے پر اثر کر سکے اور بچہ اسکی تکلیف سے رو سکے مگر شیطان جو ہوا سے زیادہ لطیف ہے اس کا اثر ان کی سمجھ میں نہ آئے۔ یہ جھوٹے ان کی عقلیں کھوٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے خیال رہے کہ شیطان کی یہ حرکتیں بچے پر ابھی سے قبضہ جمانے کے لیئے ہیں (اس کے اپنے خیال میں) ورنہ بہکانا ہوش سنبھالنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ [۵] روزانہ صبح کے وقت سمندر پر جب اپنا کاروبار شروع کرتا ہے۔ مگر اس کا تخت سمندر میں ڈوبتا نہیں کہ وہ خود بھی آتشی ہے اس کا تخت بھی آتشی، آج کشتیاں اور جہاز ڈوبنے سے محفوظ ہیں [۶] سرایا سریہ کی جمع ہے۔ یعنی چھوٹی فوج جنکی تعداد پانچ افراد سے چارسو

فَاَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً اَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً يَجِيْئُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُوْلُ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ يَجِيْئُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ مَا تَرَكْتُهُ حَتّٰى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَاَتِهٖ قَالَ فَيُدْنِيْهِ مِنْهُ وَيَقُوْلُ نِعْمَ اَنْتَ قَالَ الْاَعْمَشُ اُرَاهُ قَالَ فَيَلْتَزِمُهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ اَيِسَ مِنْ اَنْ يَّعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ فِيْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ

ان میں قریب تر درجہ والا وہ ہوتا ہے جو بڑا فتنہ گر ہو[۱] ان میں سے آکر ایک کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں فتنہ پھیلایا۔ ابلیس کہتا ہے کچھ نہیں پھر اور دوسرا آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اس میں اور اس کی بیوی میں جدائی نہ ڈال دی[۲] فرمایا! ابلیس اسے پاس بٹھاتا ہے اور کہتا ہے تو بہت ہی اچھا ہے اعمش فرماتے ہیں مجھے خیال ہے کہ فرمایا اسے چپٹا لیتا ہے[۳] (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان اس سے تو مایوس ہو چکا کہ عرب کے نمازی اسے پوجیں[۴] لیکن

تک ہو ذریت شیطان کی مختلف جماعتیں ہیں ان کے نام اور کام الگ الگ ہیں چنانچہ وضو میں بہکانے والی جماعت کا نام والہان ہے اور نماز میں ور غلانے والی جماعت کا نام خنزب ہے۔ ایسے ہی مسجدوں میں بازاروں میں شراب خانوں میں اس کی الگ الگ فوجیں رہتی ہیں۔

[۱] یعنی ابلیس اپنی ذریت میں سے اُسے اپنا قرب خصوصی بخشتا ہے جو لوگوں میں بڑی گمراہی یا فتنہ پھیلا کر آئے۔

[۲] اس طرح کہ طلاق واقع کرادی۔ طلاق اگرچہ مباح چیز ہے مگر اکثر بہت فسادات کی جڑ بن جاتی ہے اس لیئے ابلیس اس پر خوش ہوتا ہے اسی لیئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَبْغَضُ الْحَلَالِ الطَّلَاقُ حتیٰ الامکان اس سے بچنا بہتر ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ میں نے خاوند بیوی میں جدائی کرادی کہ خاوند کی عورت کو معلقہ کردیا نہ چھوڑے نہ بسائے۔ یہ سخت جرم ہے۔ رب نے فرمایا فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ اس صورت میں حدیث بالکل واضح ہے [۳] اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جو شخص ناحق زوجین میں جدائی کی کوشش کرے وہ ابلیس کیطرح مجرم ہے اس سے وہ عامل لوگ عبرت حاصل کریں جو تفریق زوجین کے لیئے تعویذ و عملیات کرتے ہیں دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے ابلیس وغیرہ کوئی چیز چھپی نہیں۔ کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ حضور مشاہدہ و ملاحظہ فرما کر یہ سب کچھ فرما رہے ہیں [۴] یعنی عرب کے عام مسلمان اعمال شرکیہ نہ کرینگے یا علی العموم مرتد نہ ہونگے ایک آدھ آدمی کا کبھی مرتد ہو جانا اس کے خلاف نہیں عرب کو جزیرہ اسی لیئے فرمایا کہ اسے بحر فارس و روم اور دجلہ و فرات نے گھیرا ہے عرب کی لمبائی عدن سے شام تک ہے، چوڑائی جدہ سے ریف عراق تک۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام اور مولود شریف عرس فاتحہ ختم حضور سے مدد مانگنا وغیرہ شرک نہیں کیونکہ یہ تمام چیزیں عام مسلمانان عرب کا ہمیشہ سے دستور ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز شرک ہوتی تو

وَلٰكِنْ فِي التَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنِّيْ اُحَدِّثُ نَفْسِيْ بِالشَّيْءِ لَاَنْ اَكُوْنَ حُمَمَةً اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَتَكَلَّمَ بِهٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ رَدَّ اَمْرَهٗ اِلَى الْوَسْوَسَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلشَّيْطَانِ لَمَّةً بِابْنِ اٰدَمَ وَلِلْمَلَكِ لَمَّةً فَاَمَّا لَمَّةُ الشَّيْطَانِ فَاِيْعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيْبٌ بِالْحَقِّ وَاَمَّا لَمَّةُ الْمَلَكِ فَاِيْعَادٌ

انہیں آپس میں بھڑکانے میں مشغول ہے [1] (مسلم) دوسری فصل۔ روایت ہے ابن عباس سے کہ حضور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور بولا کہ میں اپنے دل میں ایسے خیالات محسوس کرتا ہوں کہ وہ بولنے سے جل کر کوئلہ ہو جانا زیادہ پسند ہے [2] فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے ان خیالات کو وسوسہ بنا دیا [3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان پر شیطان کا بھی اثر ہے [4] اور فرشتہ کا بھی شیطان کا اثر تو مصیبت سے ڈرانا اور حق کا جھٹلانا ہے [5] لیکن فرشتہ کا اثر خیر کا وعدہ کرنا اور حق کی

عرب شریف کے مسلمانوں میں کبھی مروج نہ ہوتی یہ بھی معلوم ہوا کہ عجم کبھی عرب کی طرح محترم نہیں ہو سکتا ہر جگہ مسلمان علی العموم مرتد ہو سکتے ہیں وہاں کے مسلمان نہیں ہو سکتے خیال رہے کہ اگرچہ مسیلمہ کذاب نے عرب کے بہت مسلمانوں کو مرتد کر لیا مگر اس ارتداد کا بفضلہ تعالٰی بقا نہ رہا ایک وقتی چیز تھی جو ختم ہوگئی جس کا اعتبار نہیں۔ [1] یعنی عرب کو آپس میں لڑاتا بھڑاتا رہیگا چنانچہ آخر زمانہ عثمانی سے جو اختلاف شروع ہوا وہ آجتک ختم ہونے میں نہیں آتا اگرچہ اتحاد عرب کے نعرے لگائے جارہے ہیں مگر اسکی حقیقت مفقود ہے [2] یعنی عقائد اسلامیہ ذات وصفات الٰہی یا محامد مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے برے خیالات آتے ہیں کہ مجھے ان کا قبول کرنا تو کیا اتنا برا معلوم ہوتا ہے کہ جل کر کوئلہ ہونا منظور ہے مگر ان کا بولنا منظور نہیں۔ سبحان اللہ یہ ہے وہ خوف الٰہی جو حضور کی صحبت کی برکت سے صحابہ کو نصیب ہوا یہ خوف ایمانی کی دلیل ہے [3] یعنی رب نے ایسے خیالات کو وسوسہ میں داخل فرمایا جن پر کوئی پکڑ نہ رکھی وہ کریم بندے کی مجبوری ومعذوری جانتا تھا [4] یہاں شیطان سے مراد یا تو ابلیس ہے یا انسان کا قرین جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا۔ دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے اس کا اثر قریبًا سارے انسانوں پر ہوتا ہے کسی پر کم کسی پر زیادہ [5] اس طرح کہ وہ خبیث برائیوں کو خوبیاں اور نیکیوں کو مصیبت بنا کر دکھاتا ہے۔ خیرات کے ارادہ پر فقر سے ڈراتا ہے ناجائز،

بِالْخَيْرِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذٰلِكَ فَلْيَعْلَمْ اَنَّهٗ مِنَ اللّٰهِ فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ الْاُخْرٰى فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ثُمَّ قَرَأَ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَآءَلُوْنَ حَتّٰى يُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ فَاِذَا قَالُوْا ذٰلِكَ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُ اَحَدٌ. اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

تصدیق کرتا ہے [1] جو یہ آخری بات محسوس کرے وہ جان لے کہ یہ رب کی طرف سے ہے خدا کا شکر کرے [2] اور جو وہ دوسری چیز محسوس کرے وہ مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے [3] پھر یہ تلاوت کی کہ شیطان تمہیں فقیری سے ڈراتا اور بے حیائی کا مشورہ دیتا ہے ترمذی نے روایت کی اور فرمایا غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا لوگ پوچھ گچھ کرتے رہیں گے حتی کہ یہ کہا جاوے گا کہ مخلوق کو خدا نے پیدا کیا تو خدا کو کس نے پیدا کیا [4] جب یہ کہیں تو تم کہہ دینا اللہ ایک ہے بے نیاز ہے نہ جنا نہ جنا گیا اور نہ کوئی اس کے برابر کا [5]

خرچوں کے موقعہ پر ناموری کا لالچ دیتا ہے بہت دفعہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر مسلمان حج وخیرات سے گھبراتے ہیں لیکن شادی بیاہ کے حرام رسوم پر خوب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ یہ اسی کا اثر ہے رب فرماتا ہے اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ اس کا یہی مطلب ہے۔

[1] اس طرح کہ اگر صدقہ اور خیرات سے نفس گھبرائے اور شیطان فقر سے ڈرائے تو یہ فرشتہ دل میں آواز دیتا ہے کہ مت ڈر صدقہ سے مال بڑھتا ہے گھٹتا نہیں اور فوراً یہ آیت سامنے آتی ہے يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ یہ اس فرشتہ کا ہی کام ہے جو شخص جس آواز پر کان دھرتا ہے گا وہی آواز قوی ہوتی رہے گی اور دوسری آواز مدہم، بعض اولیاء سے شیطان مایوس ہوکر انہیں بہکانا ہی چھوڑ دیتا ہے [2] کیونکہ نیک ارادہ اور اچھے خیالات بھی اللہ کی نعمت ہیں شکر سے نعمت بڑھتی ہے نیز نیک ارادہ کو جلد پورا کرے کہ پتہ نہیں پھر موقعہ ملے یا نہ [3] کیونکہ اَعُوْذُ اور لَاحَوْلَ سے شیطان بھاگتا ہے، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو کوئی صبح شام ۲۱ بار لاحول شریف پانی پر دم کرکے پی لیا کرے تو ان شاء اللہ وسوسہ شیطانی سے بہت حد تک امن میں رہے گا۔ [4] یعنی ہر موجود کا کوئی موجد چاہیئے اور اللہ بھی موجود ہے لہذا اس کا موجد بھی ہونا چاہیئے یہ شیطانی وسوسہ ہے، خیال رہے کہ شیطان عالموں کے دل میں عالمانہ وسوسے، اور صوفیوں کے دل میں عاشقانہ وسوسے، عوام کے دل میں عامیانہ وسوسے ڈالتا ہے۔ جیسا شکار ویسا جال، بہت دفعہ انسان گناہ کو عبادت سمجھ لیتا ہے [5] سبحان اللہ کتنے نفیس منطقی دلائل ہیں اولاد کے لیئے ۳ شرطیں ہیں ایک یہ کہ صاحب اولاد میں دوئی ہو سکے کیونکہ اولاد باپ کے ساتھ جنساً ایک اور شخصاً

ثُمَّ لِيَنْفُلْ عَنْ يَسَارِهٖ ثَلٰثًا وَّلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ فِيْ بَابِ خُطْبَةِ يَوْمِ النَّحْرِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّبْرَحَ النَّاسُ يَتَسَآءَلُوْنَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا هٰذَا اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِمُسْلِمٍ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا يَزَالُوْنَ يَقُوْلُوْنَ مَا كَذَا مَا كَذَا حَتّٰى يَقُوْلُوْا هٰذَا اللّٰهُ خَلَقَ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَعَنْ عُثْمَانَ ابْنِ اَبِي الْعَاصِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ حَالَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ

پھر اپنے بائیں طرف تین بار تھتکارے۔ اور مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے[۱] یہ ابوداؤد نے روایت کی ہم عمرو ابن احوص کی حدیث ان شاء اللہ تعالٰے بقر عید کے خطبہ کے باب میں ذکر کریں گے۔ تیسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگ پوچھتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ یہ کہہ بیٹھیں گے کہ اللہ نے ہر چیز پیدا کی تو اللہ کو کس نے پیدا کیا یہ بخاری کی روایت ہے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرماتے ہیں اللہ عزوجل نے فرمایا کہ یقیناً تمہاری امت[۲] کہتی رہے گی یہ کیسا یہ کیسا[۳] یہاں تک کہ یہ کہہ دیں گے کہ اللہ نے مخلوق پیدا کی اللہ کو کس نے پیدا کیا روایت ہے حضرت عثمان ابن ابی العاص[۴] سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ شیطان مجھ میں اور میری نماز اور

دوسری ہوتی ہے۔ رب تعالٰی جنسیات اور شخصیت وغیرہ سے پاک ہے اَحَدٌ میں ادھر اشارہ ہے دوسرے صاحب اولاد اولاد کا حاجت مند ہوتا ہے اپنی وراثت یا زور بازو کے لیے اولاد چاہتا ہے پروردگار بے نیاز ہے صَمَدٌ میں یہ فرمایا گیا تیسرے یہ کہ ہر ممکن موجود موجد کا حاجت مند ہے پروردگار واجب ہے نیز بیٹا باپ کی مثل ہونا چاہیئے۔ رب کی مثل کوئی نہیں لَمْ يَلِدْ الخ میں اس طرف اشارہ ہے۔

[۱] یہ تھوک شیطان کے منہ پر پڑے گا۔ جس سے وہ ذلیل ہو کر بھاگے گا کیونکہ شیطان اکثر بائیں طرف سے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کبھی تھوک سے بھی شیطان بھاگتا ہے۔ بعض صوفیاء دم کرکے تھتکار بھی دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے [۲] یعنی امت دعوت دہریے کفار وغیرہ نہ کہ امت اجابت مومنین۔ یا کہنے سے مراد دلی وسوسہ ہے تو امت اجابت بھی داخل ہے [۳] یعنی ہر حکم کی وجہ ہر چیز کی کُنہ پوچھیں گے قیل قال زیادہ حال سے خالی خیال رہے کہ ہمارے پاس کیوں[؟] ہے ان کے پاس کیا تھا [۴] آپ قبیلہ بنی ثقیف کے ہیں آپ کی والدہ حضور کی پیدائش کے وقت آمنہ خاتون کے پاس تھیں حضور

صَلَاتِيْ وَبَيْنَ قِرَاءَتِيْ يَلْبِسُهَا عَلَيَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهٗ خِنْزَبٌ فَإِذَا أَحْسَسْتَهٗ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ وَاتْفُلْ عَلٰى يَسَارِكَ ثَلٰثًا فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ فَأَذْهَبَهُ اللّٰهُ عَنِّيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهٗ فَقَالَ إِنِّيْ أَهِمُ فِيْ صَلَاتِيْ فَيَكْثُرُ ذٰلِكَ عَلَيَّ فَقَالَ لَهُ امْضِ فِيْ صَلَاتِكَ فَإِنَّهٗ لَنْ يَّذْهَبَ ذٰلِكَ عَنْكَ حَتّٰى تَنْصَرِفَ وَأَنْتَ تَقُوْلُ مَا أَتْمَمْتُ صَلَاتِيْ رَوَاهُ مَالِكٌ

میری نماز اور تلاوت میں حائل ہوگیا نماز مشتبہ کردی ۱؎ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شیطان کو خنزب کہا جاتا ہے ۲؎ جب کبھی تم اسے محسوس کرو تو اس سے اللہ کی پناہ مانگو اور بائیں طرف تین بار دھتکا دو ۳؎ میں نے یہی کیا تو اللہ نے اسے دفع فرمادیا ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت قاسم ابن محمد سے ۵؎ کہ ان سے کسی شخص نے پوچھا عرض کیا میں اپنی نماز میں وہم کیا کرتا ہوں اور یہ واردات مجھ پر بہت ہوتی رہتی ہے فرمایا اپنی نماز پڑھ گزرو کیونکہ یہ وہم تو جائے گا نہیں حتی کہ تم یہ کہتے ہوئے نماز ختم کروگے کہ میری نماز مکمل نہ ہوئی ۶؎ (مالک)

نے آپ کو طائف کا حاکم بنایا چنانچہ آپ عہد فاروقی تک وہیں کے حاکم رہے پھر حضرت فاروق اعظم نے اپنی خلافت کے تیسرے سال وہاں کی حکومت معزول کرکے عمان اور بحرین کا حاکم بنایا ۹ ہجری میں جب وفد بنی ثقیف حضور کی خدمت میں ایمان لانے کیلئے حاضر ہوا تو اس میں آپ بھی تھے اس وقت آپ کی عمر ۲۹ سال تھی آخری عمر میں بصرہ قیام گاہ رہا ۵۱ھ میں وہیں وفات پائی ۷۰ سال عمر شریف ہوئی، حضور کی وفات کے بعد جب بنی ثقیف مرتد ہونے لگے تو آپ نے فرمایا اے قوم تم آخری مومنین ہو۔ اب اولین مرتدین کیوں بنتے ہو؟

۱؎ اس طرح کہ نہ مجھے پڑھی ہوئی رکعتیں یاد رہیں اور نہ یہ کہ رکعت اول میں کیا پڑھا تھا معلوم ہوا کہ نماز میں وسوسے بزرگوں کو بھی ہوجاتے ہیں۔

۲؎ خنزب خ کے کسرہ یا فتح اور ز کے فتح سے بمعنے سڑا ہوا گوشت یا دائمی جرم (قاموس) یہ شیطان کی اس ذریت کا نام ہے جو نمازیوں پر نماز مشتبہ کرتی ہے ۳؎ نماز شروع کرتے وقت تکبیر تحریمہ سے قبل تجربہ ہے کہ جو تحریمہ سے پہلے اس طرح تھتکار کر لاحول شریف پڑھ لے پھر تحریمہ کرے دوران نماز میں نگاہ کی حفاظت کرے کہ قیام میں سجدہ گاہ رکوع میں پشت قدم سجدے میں ناک کے بانسے جلسہ و قعدہ میں گود میں رکھے تو ان شاء اللہ نماز میں حضور نصیب ہوگا ۴؎ یعنی یہ حدیث میری مجرب بھی ہے محدثین کے نزدیک تجربہ کی تائید سے حدیث قوی ہوجاتی ہے۔ دیکھو ہماری کتاب جاءالحق حصہ دوم ۵؎ آپ حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے ہیں جلیل القدر تابعی ہیں مدینہ منورہ کے سات قاریوں میں سے ایک ہیں حضرت عائشہ صدیقہ آپ کی پھوپھی ہیں، زین العابدین آپ کے خالہ زاد بھائی اور امام محمد باقر کے آپ خسر امام جعفر صادق کے آپ نانا ہیں، چونکہ آپ یتیم رہ گئے تھے اس لیئے عائشہ صدیقہ نے آپ کی پرورش کی آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ و امیر معاویہ سے روایتیں کیں اور آپ سے ایک خلق خدا نے ۸۰ سال عمر پائی ۱۰۲ھ میں وفات ہوئی (اشعہ ومرقاۃ) . . سبحان اللہ کیا عجیب تعلیم ہے یعنی ان خطرات کی وجہ سے ہر نماز

بَابُ الْاِیْمَانِ بِالْقَدَرِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اللّٰہُ مَقَادِیْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ قَالَ وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ شَیْءٍ بِقَدَرٍ حَتّٰی الْعَجْزُ وَالْکَیْسُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

تقدیر پر ایمان لانے کا باب [1] پہلی فصل۔ روایت ہے عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے مخلوق کی تقدیریں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے لکھیں [2] فرماتے ہیں کہ اس کا عرش پانی پر تھا [3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر چیز اندازے سے ہے یہاں تک کہ عاجزی اور عقلمندی [4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

چھوڑدو۔ منہ لوٹا دو یہ آتے ہی رہیں گے جب نفس شیطان اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے تو تم نماز کیوں چھوڑتے ہو مکھیوں کی وجہ سے کھانا نہیں چھوڑا جاتا تم اللہ کے بندے ہو ول کے بندے نہیں ہو لگے یا نہ لگے نماز پڑھے جاؤ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کامل نہ ہونے کا وہم کافی نہیں ان وہمیات کا خیال نہ کرے، نماز پڑھے جائے۔

[1] عام کے بعد خاص کا ذکر ہے ایمان میں اگرچہ تقدیر بھی آگئی تھی لیکن چونکہ مسئلہ تقدیر بہت نازک ہے اور اس میں جبریہ اور قدریہ کے بہت اختلافات رہے ہیں اور یہ مسئلہ عوام کی عقل سے وراء ہے اسلیئے اس کا علیحدہ باب باندھا گیا، تقدیر کے لغوی معنے اندازہ لگانا ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ کبھی بمعنی قضاء اور فیصلہ بھی آتی ہے اصطلاح میں اس اندازے اور فیصلہ کا نام تقدیر ہے جو رب کی طرف سے اپنی مخلوق کے متعلق تحریر ہو چکا، تقدیر تین قسم کی ہے مبرم،[1] مشابہ مبرم،[2] معلق[3] پہلی قسم میں تبدیلی ناممکن ہے، دوسری خاص محبوبوں کی دعا سے بدل جاتی ہے اور تیسری عام دعاؤں اور نیک اعمال سے بدلتی رہتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗۤ اُمُّ الْکِتٰبِ ابراہیم علیہ السلام کو قوم لوط کیلئے دعا کرنے سے روک دیا گیا کیونکہ ان پر عذاب کا فیصلہ مبرم ہو چکا تھا۔ آدم علیہ السلام کی دعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ کے سو سال ہو گئی وہ قضاء مبرم تھی یہ معلق، خیال رہے کہ تقدیر کی وجہ سے انسان پتھر کی طرح مجبور نہ ہو گیا ورنہ قاتل پھانسی نہ پاتا اور چور کے ہاتھ نہ کٹتے کیونکہ رب تعالٰی کے علم میں یہ آچکا کہ فلاں اپنے اختیار سے یہ حرکت کریگا، دعائیں دوائیں ہماری تدبیریں اور اختیارات سب تقدیر میں داخل ہیں اسکی پوری تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ سوم میں دیکھو [2] یعنی قلم نے لوح محفوظ پر بحکم الٰہی واقعات عالم ازل سے ابد تک ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ لکھ دیا خیال رہے کہ یہ تحریر اس لیئے نہ تھی کہ رب کو بھول جانے کا خطرہ تھا بلکہ اس کا منشا فرشتوں اور بعض محبوب انسانوں کو اس پر مطلع کرنا تھا (از مرقاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّ اٰدَمُ وَمُوْسٰى عِنْدَ رَبِّهِمَا فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى قَالَ مُوْسٰى اَنْتَ اٰدَمُ الَّذِيْ خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَاَسْكَنَكَ فِيْ جَنَّتِهٖ ثُمَّ اَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِيْئَتِكَ اِلَى الْاَرْضِ قَالَ اٰدَمُ اَنْتَ

اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم و موسیٰ نے اپنے رب کے نزدیک [1] مناظرہ کیا تو آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ پر غالب رہے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ آپ وہ آدم ہیں جنہیں اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی روح پھونکی [2] اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا [3] آپ کو جنت میں رکھا [4] پھر آپ نے اپنی لغزش کی وجہ سے لوگوں کو نیچے اتار دیا [5] حضرت آدم نے فرمایا کہ آپ ہی

بعض بندے سارے واقعاتِ عالم پر خبر رکھتے ہیں ورنہ یہ تحریر بے کار جاتی، لوح محفوظ کو قرآن کریم نے کتاب مبین فرمایا یعنی ظاہر کرنے والی کتاب، اگر لوح محفوظ سب کی نگاہوں سے چھپی ہوتی تو مبین نہ ہوتی [3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی آسمان و زمین وغیرہ سے پہلے پیدا ہوا عرش کے پانی پر ہونے کا ... یہ مطلب ہے کہ ان دونوں کے بیچ میں کوئی آڑ نہ تھی نہ یہ کہ پانی پر رکھا ہوا تھا۔ ورنہ عرش تمام اجسام سے بہت بڑا ہے (اشعہ) اس حدیث کی تفسیر وہ آیت ہے کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ یعنی انسان کا بس اور بے بسی علم وجہالت سب پہلے مقرر ہو چکے ہیں۔

[1] یا تو عالم ارواح میں یا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں آدم علیہ السلام کو زندہ فرما کر اور ان سے ملاقات کرا کے یا اس طرح کہ حضائر قدس میں انکی ملاقات ہوئی مرقات میں ہے کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں دیکھو ہمارے حضور نے معراج میں تمام نبیوں سے ملاقات کی اور انہیں نماز پڑھائی، اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی نگاہ عالم ارواح پر بھی ہے کہ وہاں کے حالات ملاحظہ فرماتے اور لوگوں کو سناتے ہیں، کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ حضور یہ دیکھا ہوا واقعہ بیان فرما رہے ہیں [2] یعنی آپکا جسم شریف بلاواسطہ فرشتہ اور بغیر توسل ماں باپ دستِ قدرت سے بنایا اور اپنے تمام کمالات کا مظہر کیا اور اپنی پیدا کی ہوئی روح آپ کے جسم میں جاری فرمائی، یہاں اضافت شرافت کی ہے ورنہ خدائے تعالیٰ خود روح سے پاک ہے حقیقتِ روح رب ہی جانے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ پھونکنے کے قابل چیز ہے کیونکہ ہر جگہ اس کے لیے پھونکنے کا لفظ ہی آتا ہے اولیاء اللہ کا جھاڑ پھونک ان جیسی احادیث اور آیات سے ماخوذ ہے [3] سارے فرشتوں سے مقربین ہوں یا مدبراتِ امر زمین کے ہوں یا آسمان کے تعظیمی سجدہ زمین پر پیشانی رکھ کر نہ فقط رکوع اور نہ صرف جھکنا، رب تعالیٰ فرماتا ہے فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ یہ سجدۂ عبادت نہ تھا کہ خدا کو ہوتا اور آدم علیہ السلام قبلہ ہوتے، جیسا کہ لَكَ کے لام سے معلوم ہوا، ورنہ شیطان کبھی اس سے انکار نہ کرتا [4] عارضی طور تربیت دینے کے لئے تا کہ زمین کو اس طرح آباد کریں ورنہ آپ کی پیدائش زمین کی خلافت کیلئے تھی اسکی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں دیکھو [5] یعنی خطاء اجتہادی اور بھول سے گندم کھا لیا جس کی وجہ سے آپ زمین پر تشریف لائے۔ اور نسل یہاں چلی، اگر آپ وہیں رہتے تو ہم سب وہیں پیدا ہوتے **لطیفہ** ایک گستاخ نے کسی عالم سے کہا کہ دادا کا گناہ ہم بھگت رہے ہیں گندم انہوں نے کھایا سزا ہمیں ملی، وہ ہمیں نیچے اتار لائے، عالم نے کہا غلط۔ بلکہ تجھ جیسے مردودوں نے انہیں نیچے اتارا رب جانتا تھا

مُوْسٰی الَّذِیْ اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ وَاَعْطَاكَ الْاَلْوَاحَ فِیْهَا تِبْيَانُ كُلِّ شَیْءٍ وَقَرَّبَكَ نَجِيًّا فَبِكَمْ وَجَدْتَ اللّٰهَ كَتَبَ التَّوْرٰةَ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ قَالَ مُوْسٰی بِاَرْبَعِيْنَ عَامًا قَالَ اٰدَمُ فَهَلْ وَجَدْتَ فِيْهَا وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی قَالَ نَعَمْ قَالَ

وہ موسیٰ ہیں جنہیں اللہ نے اپنی پیغمبری اور ہمکلامی کیلئے چنا لہ اور آپ کو تختیاں بخشیں جن میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے لہ اور آپ کو خصوصی ہمکلامی سے قرب بخشا فرمایئے کہ آپ نے میری پیدائش سے کتنے پہلے توریت کو پایا کہ رب نے لکھ دیا تھا حضرت موسیٰ نے فرمایا چالیس سال پہلے حضرت آدم نے فرمایا تو کیا آپ نے توریت میں یہ بھی دیکھا کہ آدم نے اپنے رب کی فرمانبرداری سے لغزش کی تو کامیاب نہ ہوئے

کہ ان کی پشت میں کچھ جیسے بے ایمان بھی ہیں حکم دیا کہ اے آدم ان خبیثوں کو زمین پر پھینک آؤ پھر واپس آجانا، موسیٰ علیہ السلام کی یہ عرض و معروض گستاخی کے طور پر نہیں انبیاء جدِ امجد کی گستاخی سے معصوم ہیں:۔

لہ زمین پر رہ کر بلا واسطہ فرشتہ رب تعالیٰ سے کلام کرنا موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے، اسی لیئے آپ کا لقب کلیم اللہ ہے لامکان میں پہنچ کر رب کا دیدار اور اس سے کلام ہمارے حضور کی خصوصیت ہے، کیونکہ آپ حبیب اللہ ہیں ۲ یعنی توریت شریف جو زبرجد کی تختیوں پر لکھی ہوئی عطا فرمائی گئی اس میں احکام شرعیہ اور سارے علوم غیبیہ کا کھلا بیان تھا، خیال رہے کہ بوقتِ عطا توریت میں ہدایت بھی تھی اور ہر چیز کا بیان بھی مگر جب موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قوم کی بچھڑا پرستی پر غصہ کی وجہ سے زمین پر گر گئیں۔ تو ہدایت و رحمت تو رہ گئی تِبْيَانُ كُلِّ شَیْءٍ اس میں سے اٹھالی گئی، رب تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَی الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ وَفِیْ نُسْخَتِهَا هُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ دیکھو یہاں تبیان کا ذکر نہیں، خلاصہ یہ کہ توریت میں سارے علوم غیبیہ تھے مگر باقی نہ رہے۔ لیکن قرآن شریف میں سارے علوم غیبیہ تھے بھی اور باقی بھی رہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ لہذا موسیٰ علیہ السلام کا علم ہمارے حضور کے برابر نہیں ہوسکتا ۳ یعنی آپ کو تو خبر ہے کہ میری پیدائش سے کتنا عرصہ پہلے توریت شریف لوح محفوظ میں یا فرشتوں کے صحائف میں یا ان تختیوں میں لکھی جاچکی تھی تیسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ اس عالم کی پیدائش سے پہلے واقعات کو بھی دیکھتی ہے کہ جو واقعہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل ہوچکا وہ موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ میں ہے جیسا کہ وَجَدْتَ سے معلوم ہوتا ہے ۴ اگر تختیوں میں لکھنا مراد ہے تو سال سے اس دنیا کے سال مراد ہونگے اور اگر لوح محفوظ میں لکھنا مراد ہے تو رب تعالیٰ کے سال مراد ہوں گے جو ایک سال یہاں کے ہزار سال سے بھی زیادہ ہے لہذا یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں کہ لوح محفوظ کی تحریر آسمان زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے ہوئی (از اشعہ و مرقاۃ) خیال رہے کہ توریت کلام الٰہی قدیم ہے اس کے نقوش کا لکھنا حادث اسی کا یہاں ذکر ہے ۵ یعنی غلط فہمی سے جس مقصد کے لیئے گندم کھایا تھا انہیں وہ حاصل نہ ہوا ہمیشگی اور موت سے بچ جانا، خیال رہے کہ انبیاء کرام نبوت سے پہلے اور بعد گناہ صغیرہ اور کبیرہ سب سے معصوم ہیں (مرقاۃ) ہاں خطاء لغزش اجتہادی غلطی ہوسکتی ہے اور عتاب الٰہی جو ان کی لغزشوں پر آتا ہے اس میں ہزار ہا حکمتیں ہوتی ہیں لہذا یہاں "عصٰے" اور غوٰے کے وہی معنے ہیں جو فقیر نے عرض کیے۔

أَفَتَلُوْمُنِيْ عَلٰى أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيَّ أَنْ أَعْمَلَهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِيْ بِأَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِيْ بَطْنِ أُمِّهٖ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ إِلَيْهِ مَلَكًا بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيَكْتُبُ عَمَلَهٗ

فرمایا ہاں آپ نے فرمایا تو کیا آپ اس لغزش پر ملامت کرتے ہیں[1] جس کا کرلینا میرے مقدر میں میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھا جا چکا تھا[2] فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت آدم موسیٰ علیہما السلام پر غالب رہے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ سچے مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی[4] کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ پیدائش ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ رہتا ہے پھر اسی قدر خون کی پھٹک پھر اسی قدر لوتھڑا[5] پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ چار باتیں دے کر بھیجتا ہے[6] تو وہ فرشتہ اس کے کام

[1] یعنی ملامت کے انداز میں گفتگو کر رہے ہو ورنہ موسیٰ علیہ السلام آپکو نہ ملامت کر سکتے تھے نہ کی، بیٹے کو باپ پر خصوصاً نبی باپ پر، شاگرد کو استاد پر ملامت کرنے کا حق نہیں [2] اور رب تعالیٰ نے بھی اسکی معافی کا اعلان فرما دیا، خیال رہے کہ یہاں موسیٰ علیہ السلام کی نظر ظاہر پر تھی اور آدم علیہ السلام کا جواب حقیقت پر مبنی ہے آج ہم جیسے گنہگار تقدیر کی آڑ لیکر اپنے گناہوں سے بری نہیں ہو سکتے یعنی اے موسیٰ میری یہ خطا اور جنت سے زمین پر آنا یہاں یہ باغ و بہار لگانا سب رب تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی مرضی سے تھا جس میں ہزاروں اسرار تھے تم صاحب اسرار ہو کر مجھ سے یہ سوال کیوں کرتے ہو؟ [3] کیونکہ حضرت موسیٰ کا سوال شریعت پر اور حضرت آدم کا جواب حقیقت پر مبنی ہے حقیقت غالب رہتی ہے، حقیقت والے خضر علیہ السلام نے بچے کو بلا گناہ قتل کر دیا اور ان پر کوئی فتویٰ جاری نہ ہوا [4] صادق وہ جس کے سارے اقوال سچے ہوں مصدوق وہ جس کے سارے اعمال سچے ہوں یا صادق وہ جو ہوش سنبھال کر سچ بولے اور مصدوق وہ جو پہلے ہی سے سچا ہو یا صادق وہ جو واقع کے مطابق خبر دے اور مصدوق وہ کہ جو وہ اپنی زبان مبارک سے کہدے واقعہ اُسکے مطابق ہو جائے حضور میں یہ سارے اوصاف جمع ہیں [5] یعنی ماں کے رحم میں منی چالیس دن تک اسی حالت میں سفید رنگ کی رہتی ہے۔ پھر سرخ رنگ کا خون بن جاتی ہے، پھر چالیس روز کے بعد جم کر گوشت، صوفیائے کرام فرماتے ہیں چونکہ آدم علیہ السلام کا خمیر چالیس سال اور موسیٰ علیہ السلام کا قیام طور پر چالیس دن رہا اس لیئے نطفہ پر ہر چلہ کے بعد انقلاب آتا ہے۔ پھر بعد پیدائش نفاس کی مدت چالیس دن ہے کمال عقل چالیس سال میں ہوتا ہے، یہ حدیث صوفیاء کے چلوں کی دلیل ہے اہل سنت میت کا چالیسواں اسی بنا پر کرتے ہیں کہ چالیس میں انقلاب ہے [6] یعنی کاتب تقدیر فرشتہ جو رحموں پر معین ہے ایک ہی فرشتہ ہے جو سارے عالم کی حاملہ عورتوں

وَاَجَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَوَالَّذِيْ لَآ اِلٰهَ غَيْرُهٗ
اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ
الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى
مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ وَاِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ

اس کی موت اس کا رزق اور بدبخت ہے یا نیک بخت ہے سب کچھ لکھ جاتا ہے[۱] پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے تو اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں بعض جنتیوں کے کام کرتے رہتے ہیں یہانتک کہ ان میں اور جنت میں صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اچانک نوشتہ تقدیر اسکے سامنے آتا ہے اور دوزخیوں کے کام کرلیتا ہے[۲] پھر وہاں ہی پہنچتا ہے اور تم میں بعض دوزخیوں کے کام کرتے ہیں یہانتک کہ ان میں اور دوزخ میں صرف ایک ہاتھ رہ جاتا ہے کہ اسکا نوشتہ سامنے آتا ہے اور جنتیوں کے کام کرتا ہے پھر اسمیں داخل ہوجاتا ہے[۳] (مسلم بخاری) روایت ہے سہل ابن سعد[۴] سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بعض بندے کرتوت تو دوزخیوں کے سے کرتے ہیں لیکن ہوتے ہیں جنتی اور بعض عمل تو جنتیوں کے سے کرتے ہیں

کا نگران ہے، معلوم ہوا کہ وہ حاضر و ناظر ہے۔

[۱] کہ یہ کیا کیا کریگا، کب اور کہاں مرے گا، کیا کیا کھائیگا اور کیا پیئے گا، اس کا خاتمہ کفر پر ہوگا یا ایمان پر خیال رہے کہ یہ چیزیں وہ علوم خمسہ ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ یہ فرشتہ بتعلیم الٰہی سارے انسانوں کی یہ ساری چیزیں جانتا ہے، مرقاۃ میں ہے کہ یہ باتیں ایک تختی میں لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دیتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ غور کرو جب اس فرشتہ کا اس قدر علم ہے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلم الخلق ہیں ان کا علم تو ہمارے خیالات سے وراء ہے اور یہ تختی پر لکھنا اور گلے میں ڈالنا اسی لیئے ہے کہ حقیقت میں نگاہیں اسے پڑھ سکیں۔ خیال رہے کہ تحریر لوح محفوظ میں بھی ہوتی ہے اور شب قدر میں فرشتوں کے صحائف میں بھی ہے اور بچے کی پیشانی یا گلے کی تختی یا ہاتھ میں بھی ہے مگر یہ تحریریں مختلف ہیں[۲] یعنی صرف موت کا کہ مرے اور وہاں پہنچ جائے ایک ہاتھ تشبیہ کے لیئے فرمایا[۳] یعنی کافر جاتا ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ رب بدعملی کے بغیر کسی کو دوزخ میں نہیں بھیجتا لہذا ظاہر یہ ہے کہ کفار کے بچے جہنمی نہیں واللہ اعلم[۴] یعنی ایمان لاکر متقی بن کے مرتا ہے لہذا کوئی بدکار رب تعالیٰ سے مایوس نہ ہو اور کوئی نیک کار اپنے تقوے پر فخر نہ کرے اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ نصیب کرے۔ خیال رہے کہ جنت کسبًا عطاءً اور وہبًا ملے گی یہاں کسبی جنت کا ذکر ہے ورنہ مسلمانوں کے بچے جنتی ہیں رب فرماتا ہے اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ[۵] آپ ساعدی ہیں انصاری ہیں آپ کا نام پہلے حزن تھا حضور نے سہل رکھا کنیت ابوالعباس یا ابویحیٰی ہے خود بھی صحابی اور والد ماجد بھی صحابی ہیں حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی ۹۱ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی مدینہ طیبہ میں سب سے آخری صحابی آپ ہی ہیں کہ ان کی وفات سے مدینہ طیبہ صحابہ سے خالی ہوگیا۔

إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دُعِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جَنَازَةِ صَبِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طُوْبٰى لِهٰذَا عُصْفُوْرٌ مِنْ عَصَافِيْرِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلِ السُّوْءَ وَلَمْ يُدْرِكْهُ فَقَالَ أَوَغَيْرَ ذٰلِكَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِيْ أَصْلَابِ آبَائِهِمْ وَخَلَقَ لِلنَّارِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِيْ أَصْلَابِ آبَائِهِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ

لیکن ہوتے ہیں دوزخی اعمال کا اعتبار صرف انجام سے ہے[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا[۲] سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک انصاری بچہ کے جنازے کی دعوت دی گئی میں نے عرض کیا اسے خوشخبری ہو کہ وہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے[۳] جس نے نہ تو گناہ کیا نہ گناہ کا وقت پایا فرمایا اے عائشہ اس کے سوا بھی ہوسکتا ہے[۴] اللہ نے کچھ جنت والے پیدا کیے ہیں جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جنت کے لیئے بنایا کچھ آگ والے پیدا کیئے جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں دوزخ کے لیئے بنایا[۵] (مسلم) روایت ہے

[۱] یعنی مرتے وقت جیسا کام ہوگا ویسا ہی انجام ہوگا لہذا چاہیئے کہ بندہ ہر وقت ہی نیک کام کرے کہ شاید وہی اس کا آخری وقت ہو۔
[۲] اُمّ المومنین ہیں ابوبکر صدیق کی صاحبزادی آپ کی والدہ امّ رومان بنت عامر ابن عویمر ہیں نبوت کے دسویں سال شوال کے مہینہ میں ہجرت سے تین سال قبل حضور کی زوجیت میں آئیں سات برس کی عمر میں ہجرت سے ۱۸ ماہ کے بعد شوال کے مہینہ میں نو سال کی عمر میں رخصت ہوئی، نو سال تک حضور کے ساتھ رہیں حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال کی تھی حضور نے آپ کے سوا کسی کنواری بیوی سے نکاح نہیں فرمایا آپ فقیہہ فصیحہ حدیث کی حافظہ قرآن کی بہترین مفسرہ تھیں حضور نے آپ کے سینہ پر وفات پائی اور آپ کے حجرہ میں دفن ہوئے، جب آپ کو تہمت لگائی گئی تو آپ کی برأت میں ۱۹ آیات اتریں شعر یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ؛ اُن کی پُر نور صورت پہ لاکھوں سلام۔ آپ سے ۱۲۱۰ احادیث مروی ہیں، آپ نے ۱۷ رمضان منگل کی شب ۵۸ ہجری میں ۶۶ سال کی عمر پاکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ امارت میں وفات پائی حضرت ابوہریرہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جنت البقیع میں دفن ہیں، فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے[۳] کہ جہاں چاہے وہاں کے باغات میں سیر کرے شہداء کی طرح[۴] یعنی اس کے جنتی ہونے کا یقین نہیں ہوسکتا ہے کہ یہ کسی اور چیز کے لیئے پیدا کیا گیا ہو خیال رہے کہ یہ حدیث اس آیت سے منسوخ ہے وَاَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ الآیہ مسلمانوں کے بچے اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی رہیں گے کفار کے بچوں میں اختلاف ہے اس کی تحقیق کیلیئے ہمارا حاشیۃ القرآن دیکھو[۵] یعنی جو جہاں کے لیئے بنایا گیا ہے وہیں پہنچے گا عمل کرے یا نہ کرے اس کے متعلق ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ بغیر عمل جنت عطائی یا وہبی طریقہ سے بھی مل جائے گی مگر اللہ کے فضل و کرم سے یہ بعید ہے کہ بغیر گناہ کسی کو جہنم میں بھیجے، فرماتا ہے

عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ قَالَ اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ اَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَاَمَّا مَنْ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ

حضرت علی سے ہے فرماتے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں ایسا کوئی نہیں جس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں اور ایک ٹھکانہ جنت میں نہ لکھا جاچکا ہو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم اپنی تحریر پر بھروسہ کیوں نہ کرلیں اور عمل چھوڑ دیں تو فرمایا عمل کیئے جاؤ ہر ایک کو وہی اعمال آسان ہونگے جس کے لیئے پیدا ہوگا اگر خوش نصیبوں سے ہے تو اسے خوش نصیبی کے اعمال آسان ہونگے اور اگر بدنصیبوں سے ہے تو اسے

وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے بچوں کے جنتی ہونے پر اجماع ہے اور کفار کے بچوں کا جنتی ہونا قول جمہور ہے اور یہ حدیث منسوخ ہے

سلہ آپ کا نام شریف علی ابن ابی طالب کنیت ابوالحسن اور ابوتراب لقب حیدر کرار ہے، قرشی ہیں ہاشمی ہیں مطلبی ہیں اسلام کے خلیفہ چہارم ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانیوالے کہ آٹھ یا دس سال کی عمر میں ایمان لائے حضور کے ساتھ سوا غزوہ تبوک کے باقی تمام غزوں میں شریک رہے، آپ کے فضائل حدو شمار سے زیادہ ہیں آپ ہی نسل جناب مصطفٰے کی اصل ہیں اخی الرسول زوج بتول ہیں یعنی آپ کا ایک ہاتھ چار یار میں ہے دوسرا پنجتن پاک میں شاہ خیبر شکن ہیں شعر۔ شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن؛ پر تو دست قدرت پہ لاکھوں سلام۔ آپ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ یعنی عین شہادت عثمان کے دن خلیفہ ہوئے چار سال نو مہینہ خلافت کی اور ۶۳ سال کی عمر پاکر ۱۷ رمضان ۴۰ھ جمعہ کے دن کوفہ کی جامع مسجد میں شہید کیے گئے عبدالرحمن ابن ملجم مرادی نے ایک عورت قطام کے عشق میں مبتلا ہوکر اسی کے کہنے پر شہید کیا۔ شہادت سے تیسرے دن وفات پائی، امام حسن وحسین وعبداللہ ابن جعفر نے آپ کو غسل دیا، امام حسن نے نماز پڑھائی، کوفہ کے قبرستان نجف میں دفن ہوئے، قبر انور زیارت گاہ خلق ہے فقیر نے بھی زیارت کی ہے، آپ کی نو بیویاں ہوئیں۔ فاطمہ زہرا۔ ام بنین، لیلیٰ بنت مسعود، اسماء بنت عمیس، امامہ بنت ابی العاص، خولہ بنت جعفر صہبا بنت ربیعہ، ام سعید بنت عروہ، محیاہ بنت امرؤ القیس ان بیویوں سے ۱۴ بیٹے اور نو لڑکیاں ہوئیں جن میں سے حسن حسین زینب ام کلثوم حضرت فاطمہ زہرا سے ہیں سلہ یہاں لکھنے سے مراد ہے یعنی لوح محفوظ میں ہر شخص کے متعلق پہلے ہی لکھا جاچکا ہے کہ جنتی ہے یا دوزخی، جنتی ہے تو کس درجہ کا اور دوزخی ہے تو کس طبقہ کا یہاں یہی مراد ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے سلہ کیونکہ ہوگا وہی جو لکھا جاچکا عمل خواہ کیسے ہی کرے فیصلہ الٰہی نہیں بدلتا سلہ یعنی دنیا میں اعمال عموماً انجام کی علامتیں ہیں جنتی کو نیکیاں آسان اور گناہ بھاری معلوم ہوتے ہیں دوزخی کو اس کا الٹا، مگر یہ قاعدہ اکثریہ ہے کلیہ نہیں، کبھی عمر بھر کا مجرم جنتی ہوکر مرتا ہے اور کبھی اسکے برعکس بھی لہذا یہ

الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی الْاٰیَةَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ
وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ عَلٰی
اِبْنِ اٰدَمَ حَظَّہٗ مِنَ الزِّنَا اَدْرَکَ ذٰلِکَ لَا مُحَالَةَ فَزِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ وَزِنَا اللِّسَانِ
الْمَنْطِقُ وَالنَّفْسُ تَمَنّٰی وَتَشْتَهِیْ وَالْفَرْجُ یُصَدِّقُ ذٰلِکَ وَیُکَذِّبُہٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ
وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ کُتِبَ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ نَصِیْبُہٗ مِنَ الزِّنَا مُدْرِکٌ ذٰلِکَ لَا
مُحَالَةَ الْعَیْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ وَالْاُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زِنَاہُ الْکَلَامُ

بدنصیبی کے اعمال میسر ہوں گے ۔ پھر حضور نے یہ آیت تلاوت کی لیکن جو خیرات کرے اور پرہیزگار اور ایماندار ہوا الایہ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے ہر آدمی پر اس کا زنا کا حصہ لکھا ہے جسے وہ یقیناً پائے گا لہذا آنکھ کا زنا نظر بد ہے اور زبان کا زنا گفتگو ہے دل تمنا اور خواہش کرتا ہے۔ شرمگاہ اس خواہش کو سچا جھوٹا کردیتی ہے (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اولاد آدم پر زنا کا حصہ لکھا جاچکا ہے جسے وہ یقیناً پائے گا۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا گفت گو ہے۔

حدیث گذشتہ حدیثِ سہل ابن سعد کے خلاف نہیں۔

لہ یعنی لوح محفوظ میں کام اور انجام دونوں لکھے جاچکے ہیں کہ فلاں نیکیاں کریگا اور جنت میں جائیگا اور فلاں کفر وغیرہ کریگا لہذا جہنمی ہوگا۔ بندوں پر رب تعالٰی کی اطاعت فرض ہے نیز کوئی شخص دوزخی اور جنتی ہونے پر مجبور نہیں ۲ یہ آیت اگرچہ ابوبکر صدیق کے ایمان اور سخاوت کے متعلق نازل ہوئی لیکن چونکہ عبارت عام ہے اس لیئے ہر جگہ منطبق ہوسکتی ہے ۳ یہاں ہر آدمی سے عام انسان مراد ہے جس سے بچپن میں فوت ہوجانے والے بچے خاص اولیاء سارے انبیائے کرام خصوصًا یحیٰی و عیسٰی علیہم السلام علیحدہ ہیں جو حضرات انبیاء کو اس میں داخل مانے وہ بے دین ہے مطلب یہ ہے کہ عمومًا انسان زنا یا مقدماتِ زنا میں پھنستے ہیں رب تعالٰی کا فضل ہے کہ اعضاء کی غیر اختیاری حرکتوں اور گندے خیالات پر پکڑ نہیں فرماتا۔ حضرت شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ زنا کے حصے سے مراد اسباب زنا ہیں اس طرح کہ انسان میں شہوت اور عورتوں کی طرف میلان قدرتی طور پر پیدا کیا گیا ہے مگر جسے اللہ چاہے اس سے بچائے خیال رہے کہ یوسف علیہ السلام کے قلب پاک میں اس خاص موقعہ پر زلیخا کی طرف میلان بھی نہ پیدا ہوا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے، وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ یعنی وہ بھی مائل ہوجاتے اگر رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے ۴ غیر عورتوں پر شہوت سے خیال رہے کہ اچانک نگاہ معاف ہے عمدًا دیکھنے پر پکڑ ہے یہاں دوسری نظر مراد ہے۔ ۵ اجنبی عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف زبان کا زنا ہے اسے شوق سے سننا لذت کے لیے کان کا زنا ہے۔ بعض عورتیں اپنے خاوندوں سے دوسری عورتوں کا حسن بیان کرتی ہیں یہ سخت جرم ہے ۶ کان لگا کر توجہ سے

وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَى وَالْقَلْبُ يَهْوِي وَيَتَمَنَّى وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ مُزَيْنَةَ قَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَءَيْتَ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ الْيَوْمَ وَيَكْدَحُوْنَ فِيْهِ اَشَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضٰى فِيْهِمْ مِنْ قَدَرٍ سَبَقَ اَوْفِيْمَا يَسْتَقْبِلُوْنَ بِهٖ مِمَّا اَتَاهُمْ بِهٖ نَبِيُّهُمْ وَثَبَتَتِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لَا بَلْ شَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضٰى فِيْهِمْ وَتَصْدِيْقُ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ہاتھ کا زنا چھونا پکڑنا پاؤں کا زنا قدم سے چلنا[1] دل چاہتا ہے اور تمنا کرتا ہے شرمگاہ اسے سچا جھوٹا کردیتی ہے

[2] روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے[3] کہ مزینہ کے دو شخصوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ فرمایئے تو کہ جو کچھ لوگ آج عمل کررہے ہیں اور جن میں مشغول ہیں کیا یہ ایسی چیز ہے جس کا ان پر فیصلہ ہوچکا ہے اور جس چیز کی تقدیر ان میں گزر چکی ہے یا اس میں ہے جسے آیندہ کریں گے جو ان کے پاس پیغمبر لائے جو دلیل ان پر قائم ہوچکی[4] حضور نے فرمایا نہیں بلکہ عمل وہ چیز ہے جس کا ان پر فیصلہ ہوچکا اور تقدیر گزر چکی[5] اس کی تائید اللہ کی کتاب میں بھی موجود ہے۔ قسم جان کی اور اسکے درست فرمانے کی اور اسکی کہ اسکے دل میں ڈال دی بدکاری و پرہیزگاری[6] (مسلم)

اسی لیے یہاں استماع باب افتعال سے فرمایا گیا۔

[1] خلاصہ یہ کہ ایک زنا بہت سے چھوٹے چھوٹے زناؤں کا مجموعہ ہے، ہر عضو کا زنا علیحدہ ہے انزالی بوقت زنا آنکھ، کان، زبان ہاتھ پاؤں شرمگاہ سب ہی کا زنا کرتا ہے اسی لیے سنگسار کیا جاتا ہے صرف خصی نہیں کیا جاتا[2] لہذا انسان کو چاہیے کہ مقدمات زنا سے بھی بچے، سنیما، مروجہ ریڈیو پر فلمی گیتوں کی نشرواشاعت کا انجام دیکھا جارہا ہے، مرقات میں ہے، کہ اجنبیہ عورتوں کو ناجائز خطوط لکھنا یا پہنچانا ادھر کنکر پھینکنا، اشارے کرنا سب ہاتھ کے زنا میں[3] آپ کی کنیت ابونجید ہے، خزاعی ہیں کعبی ہیں خیبر کے سال حضرت ابوہریرہ کے ساتھ ایمان لائے، بصرہ میں قیام رہا، ۵۲ھ میں وہیں انتقال ہوا جلیل القدر صحابی ہیں، آپ ۳۰ سال بیمار رہے، اس زمانے میں آپ کو فرشتے سلام کرنے آتے تھے (مرقات واشعہ)[4] خلاصہ سوال یہ ہے کہ آیا تحریر پہلے ہے اور تقصیر بعد میں یا اس کا عکس کہ پہلے ہم خود کام کرلیتے ہیں پھر آیندہ لکھا جاتا ہے، تحریر سے مراد تحریر تقدیر ہے نہ کہ نامۂ اعمال کی تحریر، کہ یہ لکھائی تو یقیناً عمل کرلینے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ قدریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ قضا و قدر کچھ چیز نہیں، نہ پہلے کچھ لکھا گیا ہے ہم مستقلاً قادر مطلق ہوکر اعمال کرتے ہیں پھر ان کی تحریر ہوتی ہے یہ سخت بے دینی ہے[5] یعنی ہمارے اعمال اس تحریر و تقدیر کے بعد اس کے مطابق ہیں اس کا عکس نہیں یہی مذہب اہلسنت ہے[6] وجہ استدلال یہ ہے کہ یہاں اَلْهَمَ ماضی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الہام عملی سے کہیں پہلے ہوچکا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّیْ رَجُلٌ شَابٌّ وَاَنَا اَخَافُ عَلٰی نَفْسِیْ الْعَنَتَ وَلَا اَجِدُ مَا اَتَزَوَّجُ بِهِ النِّسَاءَ كَاَنَّهٗ يَسْتَاْذِنُهٗ فِی الْاِخْتِصَاءِ قَالَ فَسَكَتَ عَنِّیْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَسَكَتَ عَنِّیْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَسَكَتَ عَنِّیْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا اَنْتَ لَاقٍ فَاخْتَصِ عَلٰی ذٰلِكَ اَوْ ذَرْ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ

روایت ہے ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں جوان آدمی ہوں اور اپنے نفس پر زنا سے ڈرتا ہوں اور نکاح کرنے کی قدرت نہیں پاتا[1] ہوں شاید وہ حضور سے خصی ہونے کی اجازت چاہتے تھے[2] فرماتے ہیں کہ حضور خاموش رہے میں نے پھر وہی کہا آپ پھر خاموش رہے میں نے پھر وہی کہا پھر سرکار خاموش رہے[3] میں نے پھر اسی طرح کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ قلم قدرت وہ چیز لکھ کر سوکھ بھی چکا جو تم پانے والے ہو خواہ اب خصی ہو یا رہنے دو[4] (بخاری) روایت ہے عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں کے سارے دل[5] اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں[6]

[1] یعنی بیوی کے نان نفقہ اور مہر پر بھی قادر نہیں ہوں چہ جائیکہ لونڈی خرید سکوں **مسئلہ**: جو شخص حقوقِ زوجیت ادا کرنے پر قادر نہ ہو اُسے نکاح ممنوع ہے حقوق میں قوت اور قدرتِ مال سبھی داخل ہیں[2] یہ کسی راوی کا قول ہے یعنی ابوہریرہ کی یہ عرض و معروض اس لیئے تھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خصی ہوجانے کی اجازت دیدیں تاکہ زنا کا احتمال ہی باقی نہ رہے،صحابہ کرام کا یہ انتہائی تقوٰی ہے کہ معصیت پر مصیبت کو ترجیح دیتے ہیں خصی ہوکر اپنے کو ناقص و فاسد کرلینا منظور ہے مگر فاسق بننا منظور نہیں[3] یہ بار بار خاموشی یا تو اہتمام مسئلہ کے لیئے تھی تاکہ ابوہریرہ اس کا جواب غور سے سنیں یا انہیں سوال سے روکنے کے لیئے یعنی خصی ہونا تو کیا اس کا ذکر بھی نہ کرو[4] یعنی اگر تمہاری تقدیر میں زنا لکھا جاچکا ہے تو خصی ہونے کے بعد بھی کرو گے ورنہ بغیر خصی ہوئے بھی نہ کرو گے،اس کلام میں خصی ہونے کی اجازت نہیں دی جارہی،بلکہ اچھے طریقہ سے روکا جارہا ہے کیونکہ انسان کا خصی ہونا مثلہ ہے یعنی بدن بگاڑنا اور مثلہ اسلام میں حرام ہے یعنی بے کار چیز کے لیے حرام کا ارتکاب کیوں کرتے ہو[5] اس میں انبیاء و اولیاء،مؤمنین،کفار سبھی داخل ہیں کوئی بھی رب کے قبضہ سے خارج نہیں چونکہ عام احکام شرعیہ کے مکلف صرف انسان ہیں اس لیئے خصوصیت سے انسانوں کے دل کا ذکر ہوا،ورنہ فرشتوں اور جنات وغیرہم کے دل بھی رب کے قبضہ میں ہیں[6] یہ عبارت متشابہات میں سے ہے کیونکہ رب تعالٰی انگلیوں ہاتھوں وغیرہ اعضاء سے پاک ہے،مقصد یہ ہے کہ تمام کے دل اللہ کے قبضہ میں ہیں کہ نہایت آسانی سے پھیر دیتا ہے،جیسے کہا جاتا ہے تمہارا کام میری انگلیوں میں ہے یا میں سوالات کا جواب چٹکیوں سے دے سکتا ہوں متشابہات کی پوری بحث ہماری تفسیر نعیمی کے تیسرے پارے میں دیکھو۔

الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَّاحِدٍ يُصَرِّفُهٗ كَيْفَ يَشَآءُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَآءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ

ایک دل کی طرح جیسے چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے ۱؎ پھر فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اے اللہ اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دل اپنی فرمانبرداری کی طرف پھیر دے ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بچہ دین فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے ۳؎ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں ۴؎ جیسے جانور بے عیب بچہ جنتا ہے کیا تم اس میں کوئی

۱؎ برائی یا بھلائی کی طرف کہ بندہ اپنے ارادہ سے اچھے یا برے کام کرنے لگتا ہے لہذا بندہ مجبور نہیں کام ارادہ سے ہیں ارادہ رب کی طرف سے، ورنہ سزا جزا کا مستحق نہ ہوتا اور اختیاری اور غیر اختیاری افعال میں فرق نہ ہوتا، رعشہ میں ہاتھ بے اختیار ہلتا ہے اور لکھتے وقت اختیار سے، کتّے کو پتھر مارو تو کتا تمہیں کاٹتا ہے نہ کہ پتھر کو، حالانکہ لگا پتھر ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ پتھر غیر مختار ہے، مارنے والا مختار ہے، اگر ہم اپنے کو پتھر کی طرح مجبور سمجھیں تو جانور سے بڑھ کر بے وقوف ہیں، بہر حال اس حدیث سے جبر ثابت نہیں ہوتا ۲؎ یہ دعا کفار و مومن نیک کار و بدکار سب ہی کیلئے ہے یعنی بدکاروں کے دل نیکی کی طرف پھیر دے اور نیک کاروں کے دل نیکی پر قائم رکھ، خیال رہے کہ یہ دعا درحقیقت دوسروں کیلئے ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سید المعصومین ہیں ان سے گناہ نا ممکن ہے، ان کے لیے ہدایت رب تعالٰی نے ایسی لازم کر دی ہے جیسے سورج کیلئے روشنی یا آگ کے لئے گرمی، آپ کی شان تو بہت بلند ہے۔ آپکے کے خاص غلاموں سے ہدایت اور تقوے لازم ہے، رب تعالٰی صحابہ کرام کے بارے میں فرماتا ہے وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰی۔ عصمتِ انبیاء کی بحث ہماری کتاب جاء الحق اور عظمت صحابہ کی بحث ہماری کتاب "امیر معاویہ" میں دیکھو، ۳؎ بچے سے مراد انسان کا بچہ ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے، فطرت کے لفظی معنی ہیں چیرنا اور ایجاد کرنا، یہاں اصلی اور پیدائشی حالت مراد ہے یعنی ہر انسان ایمان پر پیدا ہوتا ہے، عالم ارواح میں رب تعالٰی نے تمام روحوں سے اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا سب نے بَلٰی کہہ کر اقرار کیا اس اقرار پر قائم رہتے ہوئے دنیا میں آئے یہ اقرار و ایمان سب کا فطری اور پیدائشی دین ہے ۴؎ یعنی بچہ ہوش سنبھلنے تک دین فطرت توحید و ایمان پر قائم رہتا ہے ہوش سنبھلنے پر جیسا اپنے ماں باپ اور ساتھیوں کو دیکھتا ہے ویسا ہی بن جاتا ہے، ماں باپ بچے کے پہلے استاد ہیں ان کی صحبت بچے کی طبیعت کے لیے سانچہ ہے، اسی لیے ضروری ہے کہ اپنی لڑکیوں کے لیے اچھے خاوند اور لڑکوں کیلئے دیندار نیک بیویاں تلاش کرو تاکہ بچے نیک ہوں، اس سے ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت ظاہر ہوئی کہ حضور بت پرستوں اور بے علموں میں رہے مگر انہیں سنبھالا خود نہ بگڑے، معلوم ہوا کہ طبیعت محمدیہ ڈھلی ڈھلائی پیدا ہوئی تھی، خیال رہے کہ یہاں یہودیت

فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُوْلُ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَّنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهٗ يُرْفَعُ اِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّوْرُ لَوْ كَشَفَهٗ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ

ناک کان کٹا پاتے ہو[۱] پھر فرماتے تھے کہ اللہ کی پیدائش ہے جس پر لوگوں کو پیدا فرمایا اللہ کی خلق میں تبدیلی نہیں یہی سیدھا دین ہے (مسلم و بخاری) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ ہم میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزیں بتانے کو قیام فرمایا[۲] کہ یقیناً اللہ تعالےٰ نہ سوتا ہے نہ سونا اس کے لائق ہے[۳] پلہ یا رزق جھکاتا یا اٹھاتا ہے[۴] اس کی بارگاہ میں رات کے اعمال دن کے اعمال سے پہلے اور دن کے اعمال رات کے اعمال سے پہلے پیش ہوجاتے ہیں[۵] اسکا پردہ نور ہے[۶] اگر پردہ کھول دے تو اسکی ذات کی شعاعیں و تجلیات تاحد نظر مخلوق کو جلادیں

اور نصرانیت سے مراد یہ بگڑے ہوئے دین ہیں نہ کہ اصلی، وہ تو اپنے وقت میں عین ہدایت تھے۔

[۱] روحانیت کو جسمانیت سے تشبیہ دے کر سمجھایا گیا ہے کہ جیسے عام طور پر جانوروں کے بچے صحیح الاعضاء پیدا ہوتے ہیں پھر جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں، ایسے انسانی ارواح کا حال ہے [۲] یعنی قانون یہ ہے کہ ہر انسان ایمان اور عقیدۂ توحید پر پیدا ہو، یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ کوئی بچہ میثاق کے اقرار کو توڑ کر کافر ہوکر پیدا ہو لہذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں خیال رہے کہ میثاقی ایمان شرعاً معتبر نہیں، اسی لیے کافر کا بچہ کافر مانا جاتا ہے کہ نہ اس کی نماز جنازہ ہو نہ اسلامی کفن و دفن اور نہ اسے بعد میں مرتد کہا جائے جس بچہ کو خضر علیہ السلام نے قتل کیا اور فرمایا اِنَّهٗ طُبِعَ كَافِرًا وہاں مراد ہے قُدِّرَ وَجُبِلَ یعنی ہوش سنبھال کر کافر ہونا اس کے مقدر میں آچکا ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اور نہ آیات میں تعارض ہے [۳] یعنی آپ وعظ کے لیے کھڑے ہوئے اور وعظ میں یہ پانچ چیزیں بیان فرمائیں وعظ اور خطبہ کھڑے ہوکر کہنا سنت ہے خطبہ خواہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا یا کوئی اور (کتب فقہ) [۴] کیونکہ نیند ایک قسم کی موت ہے اسی لیے جنت دوزخ میں نیند نہ ہوگی رب تعالیٰ موت سے پاک ہے نیز نیند تھکن اتارنے اور آرام کے لیے ہوتی ہے، پروردگار تھکن سے پاک ہے ارشاد فرماتا ہے وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ اس میں ان مشرکین کا رد ہے جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ دنیا بنا کر تھک گیا اب دنیا کا کام ہمارے بت چلا رہے ہیں معاذ اللہ [۵] قسط کے لغوی معنے ہیں حصہ اب رزق کو بھی قسط کہتے ہیں اور ترازو کے پلے کو بھی کیونکہ رزق حصے سے ملتا ہے اور ترازو بھی حصے کرتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ یعنی کسی کو زیادہ روزی دیتا ہے اور کسی کو کم یا ایک ہی شخص کبھی غریب ہوتا ہے کبھی امیر کبھی مومن کبھی کافر کبھی متقی کبھی فاجر، ایسے ہی ایک قوم کبھی غالب کبھی مغلوب [۶] کہ اعمال لکھنے والے فرشتے دنیا بھر کے اعمال دو وقتہ پیش کرتے رہتے ہیں۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُ اللّٰهِ مَلْاٰی لَا تَغِيْضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ اَرَاَيْتُمْ مَا اَنْفَقَ مُذْ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَغِضْ مَا فِيْ يَدِهٖ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْمِيْزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ يَمِيْنُ اللّٰهِ مَلْاٰی قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ مَلْاٰنُ سَحَّاءُ لَا يَغِيْضُهَا شَيْءٌ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ◆

(مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا دست کرم بھرا ہے ہے جسے خرچ کم نہیں کر سکتا اس کی عطا پاشی دن رات جاری ہے ہے غور تو کرو جب سے آسمان اور زمین بنائے تب سے کتنی خرچ فرمایا لیکن اس خرچ نے اسکے دست کرم میں کوئی کمی نہ کی اسکا عرش پانی پر تھا اسکے قبضہ میں ترازو ہے جسے ہلکا و بھاری فرماتا ہے (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اللہ کا دست کرم بھرا ہوا ہے ابن نمیر نے "ملآ" فرمایا اور فرمایا سخا ہے رات دن کی کوئی چیز کم نہیں کرتی۔ روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کفار کے بچوں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ رب جانتا ہے وہ کیا اعمال کرتے ہے (مسلم بخاری)

یہ پیشی رب تعالیٰ کی بے علمی کی وجہ سے نہیں جیسے حضور پر امت کے درود فرشتے پیش کرتے ہیں اسلئے نہیں کہ حضور بیخبر ہیں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نور ہے مخلوق کثیف، اس لیے مخلوق اسے نہیں دیکھ سکتی (مرقاۃ) میں ہے کہ ہمارے حضور نے اپنے رب کو دنیا میں اسلئے دیکھ لیا کہ حضور خود نور ہو گئے تھے نیز حضور نے دعا مانگی تھی وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا خدایا مجھے نور بنا دے حضور کی دعا قبول ہوئی اور آپ نور ہو گئے ہے فرشتوں کو بھی اور دیگر مخلوقات کو بھی یہ طاقت نہیں تو ہمارے حضور کی نفی کہ معراج میں عین ذات کو بغیر حجاب دیکھا اور پلک بھی نہ جھپکا یا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ◆

لہ یعنی اللہ بڑا غنی ہے اس کی تائید میں وہ آیت ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ ورنہ اللہ تعالیٰ ہاتھ سے بھی پاک ہے اور اس کے بھرنے سے بھی ہے اس کی مثال اس نے اپنی بعض مخلوق میں ظاہر فرما دی ہے سمندر کا پانی سورج کی روشنی ہمارا علم خرچ کرنے سے نہیں گھٹتے جنت کے رزق کا بھی یہی حال ہوگا پھر رب تعالیٰ کے خزانوں کا کیا پوچھنا لہذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اسکی تفسیر پہلے گزر چکی کہ عرش و پانی کے درمیان کوئی آڑ نہ تھی ہے یعنی لوگوں کا رزق اور ان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں جن میں زیادتی کمی فرماتا رہتا ہے یا قوموں کی تقادیریں اس کے قبضہ میں ہیں کسی کو گراتا ہے کسی کو اٹھاتا ہے ہے یعنی اگر وہ جوان ہو کر کافر ہوتے تو وہ جہنمی ہیں اور اگر مومن ہوتے تو جنتی ہیں۔ خیال رہے کہ کفار کے فوت شدہ بچوں کے متعلق علماء کرام کے چند قول ہیں (۱) وہ جنتی ہیں کیونکہ فطرت پر پیدا ہوئے (۲) وہ جہنمی ہیں اپنے ماں باپ کے تابع ہو کر (۳) وہ اعراف میں رہیں گے کیونکہ ان کے پاس شرعی ایمان یا کفر نہیں (۴) ان میں توقف کرو کیونکہ دلائل مختلف ہیں (۵) وہ جیسے ہو کر جیسے ہوتے ان پر وہی حکم جاری ہے یعنی چونکہ کافر ہوتے

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ﴿عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهٗ اُکْتُبْ فَقَالَ مَا اَکْتُبُ قَالَ اُکْتُبِ الْقَدَرَ فَکَتَبَ مَا کَانَ وَمَا هُوَ کَائِنٌ اِلَی الْاَبَدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ اِسْنَادًا ﴿وَعَنْ مُسْلِمِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ سُئِلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ الْاٰیَةَ قَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسْاَلُ عَنْهَا فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهٗ

دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب نے جو چیز پہلے پیدا کی وہ قلم تھا۱ پھر فرمایا اس کو لکھ بولا کیا لکھوں۲ فرمایا تقدیر لکھ تب اس نے جو کچھ ہوچکا اور جو ہمیشہ تک ہوگا لکھ دیا۳ (ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث سندًا غریب ہے روایت ہے مسلم ابن یسار سے۴ فرماتے ہیں کہ عمر ابن الخطاب سے آیت کے متعلق پوچھا گیا جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پیٹھوں سے ان کی ذریت نکالی۵ الایہ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ سے یہ ہی سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے حضرت آدم کو پیدا فرمایا پھر ان کی پیٹھ کو

لہذا وہ جنتی ہیں یا مومن ہوتے لہذا جنتی ہیں، یہ حدیث آخری قول کی دلیل ہے، مرقات میں ہے صحیح یہ ہے کہ وہ جنتی ہیں، اور حضور کا یہ فرمان ان آیات کے نزول سے قبل ہے جن میں فرمایا گیا کہ بغیر قصور ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے، بعض نے یہ بھی فرمایا کہ یہ جنتی تو ہیں مگر مومن جنتیوں کے خدام ہیں۔

۱؎ یہ اولیت اضافی ہے یعنی عرش پانی ہوا اور لوح محفوظ کی پیدائش کے بعد جو چیز سب سے پہلے پیدا ہوئی وہ قلم ہے مرقاۃ میں اس جگہ ہے کہ سب سے پہلے نور محمدی پیدا ہوا، وہاں اولیت حقیقیہ مراد ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ حقیقت محمدیہ ہی قلم ہے اس صورت میں یہاں اولیت حقیقی ہے ۲؎ اس عبارت میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، ہر چیز میں رب سے عرض معروض کرنے کی طاقت ہے قرآن کریم فرماتا ہے اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ حضور کے فراق میں لکڑیاں روئی ہیں اور آپ سے لکڑی اور پتھروں نے گفتگو کی ہے ۳؎ ہوچکا فرمانا اپنے زمانہ پاک کے لحاظ سے ہے تحریر کے وقت کوئی نہ ہوچکا تھا ہر چیز مستقبل تھی ہمیشہ سے مراد قیامت تک کے واقعات ہیں جو متناہی ہیں، مابعد قیامت غیر متناہی، جیسا کہ عبداللہ ابن عباس کی روایت میں ہے یہ تحریر لوح محفوظ پر "ن" دوات سے ہوئی، اس قلم دوات کی حقیقت رب العزت ہی جانتا ہے، یہ لکھنا رب کے اپنے یاد رکھنے کیلئے نہ تھا، بلکہ ان مقبولوں کو بتانے کے لیے تھا جن کی نگاہ لوح محفوظ پر ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں، اس سے اولیاء اور انبیاء کا علم غیب ثابت ہوتا ہے ۴؎ آپ جہنی ہیں جلیل القدر تابعی ہیں اولیائے کاملین میں سے ہیں ۱۰۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا حضرت عمر فاروق سے آپ کی ملاقات نہیں ہوئی، آپ تک یہ حدیث پہنچی ہے ۵؎ کہ اس کا مطلب کیا ہے اور اس نکالنے کی نوعیت کیا تھی۔

بِيَمِيْنِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰؤُلَآءِ لِلْجَنَّةِ وَبِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَعْمَلُوْنَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهٗ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰؤُلَآءِ لِلنَّارِ وَبِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ يَعْمَلُوْنَ فَقَالَ رَجُلٌ فَفِيْمَ الْعَمَلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ اِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ اسْتَعْمَلَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِّنْ اَعْمَالِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُدْخِلُهٗ بِهِ الْجَنَّةَ وَاِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ اسْتَعْمَلَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِّنْ اَعْمَالِ اَهْلِ النَّارِ فَيُدْخِلُهٗ

اپنے ہاتھ سے ملا[۱] تو اس سے ان کی اولاد نکلی[۲] تو فرمایا کہ انہیں میں نے جنت کے لیئے بنایا یہ جنتیوں کے کام کریں گے[۳] پھر ان کی پشت ملی تو اس سے اولاد نکلی[۴] تو فرمایا انہیں میں نے آگ کے لیئے بنایا یہ لوگ دوزخیوں کے کام کریں گے[۵] ایک شخص بولا پھر عمل کاہے میں رہا یا رسول اللہ[۶] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً اللہ جس بندے کو جنت کے لیئے پیدا فرماتا ہے تو اس سے جنتیوں کے کام لیتا ہے یہاں تک کہ وہ جنتیوں کے اعمال میں سے کسی عمل پر مرتا ہے اس بنا پر اسے داخل فرماتا ہے جنت میں[۷] اور جب بندے کو دوزخ کے لیئے پیدا فرماتا ہے تو اس سے دوزخیوں کے کام لیتا ہے[۸] تا آنکہ وہ دوزخیوں کے کاموں میں سے کسی کام پر مرتا ہے جس کی وجہ سے اسے دوزخ میں داخل

۱؎ یہ عبارت متشابہات میں سے ہے یعنی ان کی پشت مبارک پر توجہ قدرت فرمائی ورنہ رب ہاتھ کے ظاہری معنے اور داہنے بائیں سے پاک ہے، نطفہ مرد کی پیٹھ میں رہتا ہے اس لیے توجہ پشت پر فرمائی گئی ۲؎ اس طرح کہ ہر رونگٹے کی جڑ سے پسینہ کے قطروں کی طرح ظاہر ہوئی یہ واقعہ آدم علیہ السلام کے جنت میں جانے سے پہلے نعمان پہاڑ پر قریب عرفات شریف یا مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ہوا بعض نے فرمایا کہ جنت سے تشریف لانے کے بعد ہوا اور یہ روحیں سفید رنگ کی تھیں ۳؎ یعنی اپنی خوشی و ارادے سے نیکیاں کریں گے ایمان پر مرینگے جنت میں جائینگے لہذا وہ لوگ ان اعمال میں مجبور نہیں خیال رہے کہ یہاں جنت کبھی مراد ہے وہبی، عطائی طور پر بغیر اعمال بھی جنت ملیگی جیسے مسلمانوں کے چھوٹے بچے یا مرتے وقت ایمان قبول کرنیوالا ۴؎ سیاہ رنگ والی یہ کفار کی روحیں تھیں ۵؎ اس طرح کہ کفر پر مرینگے زندگی خواہ کفر پر گزری ہو یا ایمان پر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو اور حاضرین فرشتوں کو تمام جنتی اور دوزخی دکھائے گئے بتا دیے گئے انہی کو بتانے کے لیے یہ واقعہ کیا گیا ہمارے حضور کا علم آدم علیہ السلام سے کہیں زیادہ ہے لہذا حضور بھی ہر ایک کا انجام اور سعادت شقاوت جانتے ہیں علوم خمسہ رب نے آپ کو بخشے یہ بھی معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کی پشت میں اپنی تمام اولاد کی روحیں اور ان کے اجزاء اصلیہ موجود تھے بعض روایات میں ہے کہ مومنوں کی روحیں سفید تھیں انبیاء کی روحیں نہایت چمکدار ۶؎ کیونکہ اگر ہم جنتیوں میں سے ہیں تو کچھ بھی کریں جنت ہی پائیں گے، جنتی دوزخی ہونا جبری چیز ہوئی نہ کہ اختیاری ۷؎ یہ قاعدہ اکثریہ ہے کلیہ نہیں، پہلے گزر چکا کہ بعض لوگ عمر بھر دوزخیوں کے کام کرتے ہیں مرتے وقت نیک اعمال کرکے مرتے ہیں ۸؎ کام لینے کے معنے یہ ہیں کہ بندے کے دل

بِهِ النَّارَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ يَدَيْهِ كِتَابَانِ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَانِ الْكِتَابَانِ قُلْنَا لَا يَا رَسُوْلَ اللهِ اِلَّا اَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِيْ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِيْ فِيْ شِمَالِهٖ هٰذَا كِتٰبٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ النَّارِ وَاَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ

فرماتا ہے ؎ (مالک، ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ دست اقدس میں دو کتابیں تھیں ؎ فرمایا کہ کیا جانتے ہو یہ کیا کتابیں ہیں ؎ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کے بغیر بتائے نہیں جانتے ؎ تو داہنے ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ یہ کتاب رب العلمین کے پاس سے آئی ہے ؎ جس میں تمام جنتیوں کے نام اور انکے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر تک کا ٹوٹل لگا دیا گیا ہے ؎ لہذا ان میں کبھی زیادتی کمی نہیں ہوسکتی ؎ پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا کہ یہ کتاب اللہ رب العالمین کی طرف سے آئی ہے ؎ اسمیں دوزخیوں اور انکے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر تک کا ٹوٹل لگا دیا گیا

کا رجحان برائیوں کی طرف ہوتا ہے جس سے وہ اپنی خوشی اور اختیار سے بدکاریاں کرتا ہے لہذا بندہ خلق میں مجبور ہے کسب میں مختار اور مستحق عذاب نار۔

؎ لہذا ہمیشہ نیکیاں کرنیکی کوشش کرو ؎ یعنی ایک دائیں ہاتھ میں اور دوسری بائیں میں۔ حق یہی ہے کہ کتابیں حسی تھیں جنہیں صحابہ کرام دیکھ رہے تھے نہ کہ فقط خیالی اور وہمی جیسا کہ بعض نے وہم کیا ہے (مرقاۃ واشعۃ اللمعات) اگلی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہے ؎ یعنی یہ دونوں کتابیں جو تم میرے ہاتھ میں دیکھ رہے ہو کس مضمون کی ہیں اور ان میں کیا لکھا ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتابیں نظر آرہی تھیں ورنہ ہذان سے اشارہ نہ فرمایا جاتا۔ نیز پھر صحابہ پوچھتے کہ حضور کونسی کتابیں اور وہ کہاں ہیں؟ ؎ یعنی کتابیں تو دیکھ رہے ہیں مگر اس کے مضمون سے بے خبر ہیں اگر آپ اطلاع بخشیں تو خبردار ہو جائیں۔ معلوم ہوا کہ حضور کتابوں کو بھی دیکھ رہے ہیں اور ان کتابوں کے تفصیلی عالم بھی ہیں اور لوگوں کو وہ کتابیں پڑھا اور بتا بھی سکتے ہیں یہی صحابہ کا عقیدہ تھا ؎ جس میں رب تعالٰی کے خصوصی علم کا اظہار ہے ؎ اس طرح کہ ساری کتاب میں جنتیوں کے نام ہیں، کام تو فہرست میں ہیں اور آخر میں ٹوٹل، کہ کل اتنے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جنتی و دوزخی کا تفصیلی علم بخشا ان کے باپ دادوں، قبیلوں اور اعمال پر مطلع کیا، یہ حدیث حضور کے علم کی تابندہ دلیل ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی ؎ یعنی رب نے اس میں تقدیر مبرم کی تفصیل فرمائی ہے اور مجھے اسکا علم بخشا ہے تقدیر معلق اور مشابہ معلق میں زیادتی کمی ممکن ہے۔ خیال رہے کہ لوح محفوظ میں محو اثبات کی تحریر بھی ہے اور ام الکتاب میں صرف قضائے مبرم کی۔ لوح محفوظ تک ملائکہ کا علم پہنچتا ہے مگر میرے حضور کا علم ام الکتاب تک ہے (از مرقات) یہاں صحابہ کرام کو اجمالی طور پر بتایا گیا

فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا فَقَالَ اَصْحَابُهٗ فَفِيْمَا الْعَمَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَ اَمْرٌ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ فَقَالَ سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا فَاِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُخْتَمُ لَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ عَمِلَ اَيَّ عَمَلٍ وَاِنَّ صَاحِبَ النَّارِ يُخْتَمُ لَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ وَاِنْ عَمِلَ اَيَّ عَمَلٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ فَنَبَذَهُمَا ثُمَّ قَالَ فَرَغَ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ اَبِيْ خُزَامَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَءَيْتَ رُقًى نَسْتَرْقِيْهَا وَدَوَاءً نَتَدَاوٰى وَتُقَاةً نَتَّقِيْهَا هَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ شَيْئًا قَالَ هِيَ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

اب ان میں کبھی زیادتی اور کمی نہیں ہوسکتی؂ صحابہ نے عرض کیا عمل کاہے میں رہا یارسول اللہ اگر اس معاملہ سے فراغت ہوچکی؂ فرمایا سیدھے رہو قرب الٰہی حاصل کرو؂ کیونکہ جنتی کا خاتمہ جنتیوں کے عمل پر ہوتا ہے اگرچہ پہلے کوئی بھی کام کرے اور یقیناً دوزخی کا خاتمہ دوزخیوں کے کام پر ہوتا ہے اگرچہ پہلے کوئی عمل کرے۔ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے اشارہ فرماکر انہیں جھاڑ دیا؂ پھر فرمایا کہ تمہارا رب بندوں سے فارغ ہوچکا ایک ٹولہ جنتی اور دوسرا ٹولہ دوزخی ہے؂ (ترمذی) روایت ہے ابوخزامہ سے وہ اپنے والد سے راوی؂ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ مطلع فرمایئے کہ جو منتر ہم کرتے ہیں؂ جو دوائیں اور پرہیز ہمارے استعمال میں آتے ہیں کیا یہ اللہ کی تقدیر پلٹ دیتے ہیں۔ فرمایا یہ خود اللہ کی تقدیر سے ہیں؂ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

؂ بلا واسطہ فرشتہ یا بواسطہ فرشتہ اُمّ الکتاب سے نقل ہوکر جہاں کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں کیونکہ یہ قضاء مبرم ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کرچکے؂ اس سے پتہ لگا کہ اللہ نے اپنی قضاء مبرم پر حضور کو مطلع فرمایا؂ یعنی انجام کا دارومدار رب کی تحریر پر ہے نہ کہ ہمارے عمل پر ، پھر اعمال کی ضرورت ہی کیا رہی؂ یعنی اعمال نیک اور عقائد صحیح اختیار کرو تاکہ تمہیں اللہ کا قرب حاصل ہو؂ یعنی ہاتھوں کو جھٹکا دیا جس سے دونوں کتابیں غائب ہوگئیں یا کتابوں کو عالم غیب کی طرف پھینکا، یہ پھینکنا ان کی اہانت کے لیے نہ تھا نہ اس سے وہ کتابیں زمین پر گریں؂ یہ قرآن پاک کی آیت سے اقتباس ہے اور بندوں سے مراد انسان ہیں کیونکہ جنت میں ثواب کے لیے انسانوں کے سوا کوئی نہ جائیگا یہ آدم علیہ السلام کی میراث ہے انہی کی اولاد کو ملیگی؂ ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے غالباً ان کا نام یعمر ہے جو بنی حارث ابن سعد قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں یہ ابوخزامہ خود تابعی ہیں ابوخزامہ صحابی دوسرے ہیں؂ یعنی تعویز گنڈے دم درود جھاڑ پھونک اگر قرآنی آیات یا احادیث کی دعاؤں یا بزرگوں کے اعمال سے ہوں تو جائز ورنہ ممنوع، اس کی پوری بحث انشاء اللہ کتاب الطب والرقی میں آئیگی؂ یعنی بیماری میں دوائیں استعمال کرتے ہیں اور مضر چیزوں سے بچتے ہیں یا جنگ میں ڈھال وغیرہ سے دشمن کا حملہ دفع کرتے ہیں؂ یعنی ان کا استعمال جائز ہے اور تقدیر میں یہی لکھا جاچکا ہے کہ فلاں بیماری فلاں دوا یا تعویذ سے جائیگی۔ اور

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِی الْقَدْرِ فَغَضِبَ حَتّٰی احْمَرَّ وَجْهُهٗ حَتّٰی کَاَنَّمَا فُقِئَ فِیْ وَجْنَتَیْهِ حَبُّ الرُّمَّانِ فَقَالَ اَبِهٰذَا اُمِرْتُمْ اَمْ بِهٰذَا اُرْسِلْتُ اِلَیْکُمْ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حِیْنَ تَنَازَعُوْا فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ عَزَمْتُ عَلَیْکُمْ عَزَمْتُ عَلَیْکُمْ اَنْ لَّا تَتَنَازَعُوْا فِیْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوٰی اِبْنُ مَاجَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ

روایت ہے ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے حالانکہ ہم مسئلہ تقدیر پر جھگڑ رہے تھے لہ تو آپ ناراض ہوئے حتی کہ چہرہ انور سرخ ہوگیا گویا کہ رخساروں میں انار کے دانے نچوڑ دیئے گئے ہیں ۲ے اور فرمایا کیا تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے یا میں اسی کے ساتھ تمہاری طرف بھیجا گیا ۳ے تم سے پہلے لوگوں نے جب اس مسئلہ میں جھگڑے کیئے تو ہلاک ہی ہوگئے ۴ے میں تم پر لازم کرتا ہوں لازم کرتا ہوں کہ اس مسئلہ میں نہ جھگڑو ۵ے (ترمذی) اسی کی مثل ابن ماجہ نے عمرو ابن شعیب سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا ۶ے

لہ یعنی ہم آپس میں بحث کر رہے تھے کہ اگر گنڈے تعویذ جھاڑ پھونک سے کسی کا بخار اتر گیا تو کیا اس پرہیز سے دفع ہوگئی یعنی مصیبتوں کا آنا اور ان تدبیر سے جانا سب مقدر میں شامل ہے، تدبیر تقدیر کے خلاف نہیں اس سے معلوم ہوا کہ گنڈے تعویذ جھاڑ پھونک مثل دوا کے علاج ہیں۔ اور جائز ہیں کہ سنت صحابہ اور سنت رسول اللہ ہیں اس کا پورا ایک باب آنے والا ہے یا یہ کہ جب جو کچھ ہم کرتے ہیں ارادہ الٰہی سے کرتے ہیں، تو ہم مجبور ہونے پھر اس پر ثواب اور عذاب کیسا وغیرہ جیسے آج کل کی عام گفتگو میں ۲ے یعنی غضب کے آثار چہرے پر نمودار ہوگئے، حضور علیہ السلام کا یہ غصہ نفس کیلئے نہ تھا بلکہ اللہ تعالٰی کیلئے اور صحابہ کو تعلیم دینے کی غرض سے تھا، یہ غصہ عبادت ہے جس پر بڑا ثواب۔ اس سے معلوم ہوا کہ استاد شاگردوں پر اور پیر مریدوں پر ناراض ہو سکتا ہے ۳ے یعنی جن چیزوں کی تمہیں ضرورت ہے، اور جن کا سوال تم سے قبر و حشر میں ہوگا ان کے حاصل کرنیکی کوشش کرو، مسئلہ تقدیر میں بحث کرنیکے تم مکلف نہیں، نہ تم سے اس کا سوال ہوگا ۴ے یہود و نصارٰی کی بعض جماعتیں یا دیگر انبیاء کی امتیں جو مسئلہ قضاء و قدر میں کج بحثیاں کر کے ایمان کھو بیٹھے اور عذاب الٰہی آگیا ۵ے اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ تقدیر میں بے سمجھے بوجھے کج بحثیاں کرنا اور عوام کے دل میں اس کے متعلق شبہات پیدا کرنا حرام ہے، ایسے ہی ناسمجھ لوگوں کا اس میں زیادہ غور و فکر کرنا بھی منع، لیکن اس مسئلے کی حقانیت پر دلائل قائم کرنا، معترضین کے شبہات دور کرنا ممانعت نہیں بلکہ تبلیغ ہے، مگر یہ علماء کا کام ہے عوام کا نہیں، لہذا علم کلام میں مسئلہ تقدیر کی بحث اس زد میں نہیں آتی ۶ے خیال رہے کہ ان کی اسناد میں ارسال ہے کیونکہ ان کا نسب یہ ہے عمرو ابن شعیب ابن محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص، عبداللہ ابن عمرو صحابی ہیں، شعیب نے ان سے ملاقات نہیں کی جَدِّہٖ کی ضمیر شعیب کی طرف لوٹتی ہے، بعض نے فرمایا کہ اس میں ارسال نہیں ہے اور شعیب نے اپنے دادا عمر ابن عاص سے ملاقات کی ہے۔

تقدیر میں بحث منع ہے

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَرْضِ فَجَآءَ بَنُوْ اٰدَمَ عَلٰی قَدْرِ الْاَرْضِ مِنْهُمُ الْاَحْمَرُ وَالْاَبْیَضُ وَالْاَسْوَدُ وَبَیْنَ ذٰلِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ وَالْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ خَلْقَهٗ فِیْ ظُلْمَةٍ فَاَلْقٰی عَلَیْهِمْ مِنْ نُوْرِهٖ

روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی سے پیدا کیا جو تمام روئے زمین سے لی گئی ۱؎ لہذا اولاد آدم زمین کے اندازے پر آئی ۲؎ ان میں سرخ سفید اور کالے اور درمیانے ۳؎ اور نرم و سخت پلید و پاک ہیں ۴؎ اسے احمد و ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا روایت ہے عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ نے اپنی مخلوق اندھیرے میں پیدا کی ۵؎ پھر ان پر اپنی شعاع نور ڈالی ۶؎

۱؎ اس طرح کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے ہر قسم کی زمین سے تھوڑی تھوڑی مٹی حاصل کی اور اس کو ہر قسم کے پانی میں گوندھا چونکہ حضرت عزرائیل نے ہی یہ مٹی اٹھائی تھی، اس لیے جان نکالنے کا کام بھی انہیں کے سپرد کیا، تاکہ زمین کی امانت وہی واپس کریں، اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے بندوں کے کام رب کی طرف منسوب ہوتے ہیں، دیکھو مٹی جمع کرنے والے حضرت ملک الموت ہیں مگر فرمایا گیا رب تعالیٰ نے جمع فرمائی، اس کی پوری تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں دیکھئے ۲؎ یعنی چونکہ مٹیاں مختلف تھیں لہذا انسانوں کی صورتیں اور سیرتیں بھی مختلف ہوئیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ تمام انسانوں کے اجزائے اصلیہ آدم علیہ السلام میں موجود تھے، جیسے تمام کی روحیں آپ کی پشت میں تھیں، انبیائے کرام کے اصلی اجزاء نورانی تھے دوسروں کے ظلمانی، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو نور اللہ اس واسطے کہا جاتا ہے کہ آپ کی روح بھی نور ہے اور جسم بھی نورانی بلکہ نہ صرف روح تو سب کی نور ہے ۳؎ یعنی سانولے یا سفیدی سرخی سے مخلوط یعنی جن کی خلقت میں سفید مٹی کے اجزاء غالب آگئے وہ سفید ہوگئے، کالی مٹی کے اجزاء جن میں غالب آئے وہ کالے اور جہاں دونوں برابر رہے وہ سانولے یا سرخ سفید ۴؎ یعنی جیسے انسانوں کی مختلف صورتیں مختلف مٹیوں کی وجہ سے ہیں ایسے ہی ان کی سیرتیں بھی مختلف مٹیوں کے اثرات سے مختلف ہیں کہ جن میں نرم مٹی کے اجزاء غالب ہیں ان کی طبیعت نرم ہے، اور سخت مٹی والوں کی طبیعت بھی سخت، اور گندی مٹی سے بنے وہ طبیعت کے گندے ہیں، پاک مٹی والے طبیعت کے پاک صاف خیال رہے کہ جیسے جسم کا اصلی رنگ نہیں بدلتا ایسے ہی انسان کی اصلی فطرت نہیں بدلتی، اور جیسے پوڈر یا سیاہی کا عارضی رنگ اتر جاتا ہے ایسے ہی طبیعت کی عارضی حالتیں تبدیل ہو جاتی ہیں ابوجہل کا کفر اصلی تھا نہ ڈھل سکا، عمر فاروق کا عارضی، ایک نگاہ مصطفٰے نے دھو کر پھینک دیا ۵؎ یعنی جن و انس نہ کہ فرشتے یہ دونوں فریق پیدائش کے وقت نفسانی اور شہوانی اندھیریوں میں تھے ۶؎ یعنی ایمان اور معرفت کی روشنی معلوم ہوا کہ تاریکی ہماری اصلی حالت ہے روشنی رب کا کرم گناہ ہم خود کرتے ہیں نیکی

فَمَنْ اَصَابَهٗ مِنْ ذٰلِكَ النُّوْرِ اهْتَدٰى وَمَنْ اَخْطَاَهٗ ضَلَّ فَلِذٰلِكَ اَقُوْلُ جَفَّ الْقَلَمُ عَلٰى عِلْمِ اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهٖ فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا قَالَ نَعَمْ اِنَّ الْقُلُوْبَ بَيْنَ اَصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ اللّٰهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَآءُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْقَلْبِ كَرِيْشَةٍ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ يُقَلِّبُهَا الرِّيَاحُ ظَهْرًا لِبَطْنٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

جسے اس نور سے کچھ پہنچا وہ ہدایت پاگیا ۱؎ جو اس سے رہ گیا گمراہ ہوگیا ۲؎ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے علم پر سوکھ چکا ۳؎ (احمد و ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ فرماتے تھے اے دلوں کے پھیرنے والے میرا دل اپنے دین پر ثابت رکھ ۴؎ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ ہم آپ پر اور آپ کی تمام لائی ہوئی چیزوں پر ایمان لاچکے تو کیا اب بھی آپ ہم پر اندیشناک ہیں ۵؎ فرمایا ہاں لوگوں کے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے بیچ میں جدھر چاہے پھیر دے ۶؎ (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی مثال اس پر کی سی ہے جو میدانی زمین میں ہو جسے ہوائیں ظاہر باطن الٹیں پلٹیں ۷؎ (احمد) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

وہ گرالیتا ہے مٹی کے ڈھیلے کیطرح لیجیے ہم خود گرتے ہیں اپنے کرم سے اور پردہ اٹھا لیتا ہے، ۱؎ جنت کے راستے کی جن پر گہرا چھینٹا پڑا وہ انبیاء یا اولیاء ہوئے جن پر ہلکا پڑا وہ مومن ہوئے ۲؎ یعنی کافر رہا خیال رہے کہ یہ تاریکی میں پیدائش میثاق والے اقرار سے پہلے ہے سب لوگ پہلے ہی تقسیم ہوچکے تھے معاہدے کے وقت مومنوں نے خوشی سے بلیٰ کہا تھا اور کافروں نے ناخوشی سے اسی اقرار پر ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے وہاں فطرت سے مراد یہ اقرار ہے ۳؎ یعنی جو کچھ ہونا تھا وہ لکھ دیا، خیال رہے کہ اس سے انسان کا جبر لازم نہیں آتا کیونکہ وہاں یہی لکھا جاچکا ہے کہ یہ بندہ اپنی خوشی سے یہ کام کریگا کام بھی تحریر میں آچکے اور اس کا ارادہ اور خوشی بھی ۴؎ یہ دعا تعلیم امت کیلیے ہے تاکہ لوگ سن کر سیکھ لیں ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین حق سے ہٹ جانا ایسے ہی ناممکن ہے جیسے خدا کا شریک بلکہ جس پر وہ نگاہ کرم کردیں وہ نہیں پھسل سکتا عثمان غنی سے فرمادیا کہ جو چاہو کرو گروہ گناہ نہ کرسکے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ۵؎ سبحان اللہ یہ ہے صحابہ کرام کا ایمان، وہ دعا سنتے ہی سمجھ گئے کہ یہ دعا ہمارے لیے ہے نہ کہ خود حضور کے اپنے لیے خیال رہے کہ عَلَیْنَا سے مراد تاقیامت عام مسلمان ہیں ورنہ بعض صحابہ حضور کے کرم سے اس سے مستثنٰے ہیں حضور فرماتے ہیں کہ عمر کے سایہ سے شیطان بھاگتا ہے حضور کی نگاہ سے ڈگمگاتے جم جاتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۶؎ یعنی جن وانس کے دل اس کی تفسیر پہلے بار گزر چکی

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِاَرْبَعٍ یَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ وَیُؤْمِنُ بِالْمَوْتِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَیُؤْمِنُ بِالْقَدْرِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَعَنْ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ اُمَّتِیْ لَیْسَ لَہُمَا فِی الْاِسْلَامِ نَصِیْبٌ اَلْمُرْجِیَۃُ وَالْقَدَرِیَّۃُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ، وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَذٰلِکَ فِی الْمُکَذِّبِیْنَ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک چار باتوں پر ایمان نہ لائے گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں مجھے اللہ نے حق کے ساتھ بھیجا اور مرنے اور مرے بعد اٹھنے[1] اور تقدیر پر ایمان لائے[2] (ترمذی وابن ماجہ) روایت ہے حضرت عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت[3] کے دو گروہ ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں مرجیہ اور قدریہ[4] اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت میں دھنسنا اور صورتیں بگڑنا ہوگا اور یہ

[2] دل گویا پتہ ہے دنیا بڑا میدان اور صحبتیں تیز ہوائیں اگر یہ پتہ کسی بھاری پتھر کے نیچے آجائے تو ہواؤں کی زد سے محفوظ رہتا ہے اگر ہم گنہگار کسی شیخ کی پناہ میں آجائیں تو انشاء اللہ بے دینی سے محفوظ رہیں گے بیعت مرشد کا یہی منشاء ہے

[1] موت میں دہریوں کا رد ہے کہ وہ شخصی موت کے تو قائل ہیں مگر عالم کی مجموعی موت کے قائل نہیں اور اٹھنے میں منکرین قیامت کا رد ہے یعنی یہ بھی مانیں کہ سارے عالم کو فنا ہے اور یہ بھی کہ بعد موت سزا و جزا کے لیے اٹھنا ہے اور ممکن ہے کہ موت سے مراد شخصی موت ہو اور اٹھنے سے قبر میں اٹھنا[2] کہ نہ جبریہ بن کر انسان کو مجبور محض مانے اور نہ قدریہ بن کر تقدیر کا انکار کرے، اور اپنے کو قادر مطلق جانے[3] امت سے مراد یا تو امت دعوت ہے جس میں کافر بھی شامل ہیں یا امت اجابت یعنی کلمہ گو جنہیں قومی حیثیت سے مسلمان کہا جاتا ہے دیکھو مسلمانوں کے ۷۲ ناری فرقے قومی مسلمان ہیں اور ایک فرقہ ناجیہ، قوماً بھی مسلمان اور مذہباً بھی لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ان کافر گروہوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کیوں فرمایا[4] مرجیہ کہتے ہیں کہ جیسے کافر کو کوئی نیکی مفید نہیں ایسے ہی مسلمان کو کوئی گناہ مضر نہیں جو چاہے کرے، اس زمانہ کے دنبہ شاہی فقیر اور بعض روافض ان کی یادگار ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ دتہ شاہ کو مان لیا، یا محرم میں رو پیٹ لیے، پھر جو چاہو کرو، قدریہ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں، ہم اپنے اعمال کے خالق اور مختار ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں فرقے بالکل کافر ہیں، مگر علماء فرماتے ہیں کہ ان کا کفر لزومی ہے نہ کہ التزامی، لہٰذا ان کی تکفیر میں احتیاط چاہیئے کیونکہ ثبوت کفر کے لیے دلیل قطعی چاہیے، یہ حدیث قطعی نہیں۔

بِالْقَدَرِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَى التِّرْمِذِىُّ نَحْوَهٗ، وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقَدَرِيَّةُ مَجُوْسُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَاِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجَالِسُوْا اَهْلَ الْقَدَرِ وَلَا تُفَاتِحُوْهُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ، وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ

تقدیر کے منکروں پر ہوگا[1] اسے ابوداؤد نے روایت کیا ترمذی کی روایت اس کی مثل ہے روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قدریہ فرقہ اس امت کا مجوسی ٹولہ ہے[2] اگر بیمار پڑیں تو ان کی مزاج پرسی نہ کرو اور اگر مرجائیں تو ان کے جنازوں میں نہ جاؤ[3] (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدریوں کیساتھ نشست و برخاست نہ رکھو نہ ان سے کلام کی ابتدا کرو[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ آدمی وہ ہیں جن پر میں نے اور اللہ نے لعنت کی[5] اور ہر نبی

[1] ظاہر یہ ہے کہ یہاں خسف اور مسخ کے حقیقی معنے ہی مراد ہیں، اور واقعی آخر زمانہ میں بعض منکرینِ تقدیر قارون کی طرح زمین میں دھنسائے جائیں گے اور بعض ایلہ والوں کی طرح بندر اور سور بنیں گے۔ خیال رہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تشریف آوری کے بعد اس قسم کے عام عذاب تا قیامت بند ہوگئے خصوصی عذاب آئیں گے، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ کہ وہاں عمومی عذاب کی نفی ہے اور یہاں خصوصی کا ثبوت۔ بعض نے فرمایا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر میری اُمت میں مسخ اور خسف ہوتا تو قدریوں میں ہوتا (لمعات) بعض نے فرمایا کہ قدریوں کو یہ عذاب قیامت میں ہوگا کہ میدان محشر میں ان کے منہ کالے ہوں گے اور پلصراط سے گرا کر جہنم میں دھنسائے جائیں گے (مرقاۃ) مگر پہلے معنے زیادہ قوی ہیں۔ [2] اُمت سے مراد اُمتِ اجابت یعنی کلمہ گو ہیں (قومی مسلمان) مجوس کا عقیدہ ہے کہ عالم کے خالق دو ہیں خیر کا خالق یزدان اور شر کا اہرمن یعنی شیطان، ایسے ہی قدریہ اپنے کو اپنے اعمال کا خالق مانتے ہیں لہذا مجوس سے بدتر ہوئے کہ وہ صرف دو خالق مانیں اور یہ لاکھوں۔ [3] یعنی ان کا مکمل بائیکاٹ کرو تاکہ وہ تنگ آکر توبہ کرلیں بائیکاٹ بڑا اکمل علاج ہے رب تعالٰی نافرمان بیویوں کے بارے میں فرماتا ہے وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ خیال رہے کہ مومن کو بے دین سے ایسی ہی علیحدگی چاہیے کہ موت زندگی میں ان سے الگ رہے جان بچانا ہے تو سانپ سے بھاگو، ایمان بچانا ہے تو بے دینوں سے بھاگو قدریہ یا تو کافر ہیں یا گمراہ، بہر حال ان کی صحبت زہر قاتل ہے [4] محبت اور میل ملاپ کے طور پر تبلیغ یا مناظرہ کے لیے مخصوص علماء کا ان کے پاس جانا جائز ہے پہلے مسلمان بہر حال ان سے بچیں فی زمانہ قادیانیوں، وہابیوں، روافض سب کا یہی حکم ہے اگر مسلمان اس حدیث پر عمل کرتے تو یہ دین پھیلتے ہی نہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ [5] لَا تُفَاتِحُوْا، فتح سے بنا بمعنے ابتدا یا فیصلہ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا یعنی انہیں حاکم یا پنچ نہ بناؤ یا ان سے بات چیت اور مناظرہ وغیرہ کی ابتدا نہ کرو تاکہ فتنہ نہ ہو، اس سے پتہ لگا کہ بدمذہبوں کے جلسوں میں جانا ان کی کتب کا مطالعہ کرنا، انہیں دعوتوں میں کھلانا

يُجَابُ الزَّائِدُ فِي كِتَابِ اللهِ وَالْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللهِ وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوْتِ لِيُذِلَّ مَنْ اَعَزَّهُ اللهُ وَلِيُعِزَّ مَنْ اَذَلَّهُ اللهُ وَالْمُسْتَحِلُّ لِحَرَمِ اللهِ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مَا حَرَّمَ اللهُ وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِيْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمُدْخَلِ وَرَزِيْنٌ فِيْ كِتَابِهٖ وَعَنْ مَطَرِ بْنِ عُكَامِسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَضَى اللهُ

مقبول الدعا ہے[1] اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا[2] اللہ کی تقدیر کا انکاری۔ جبراً قبضہ جمانے والا تاکہ انہیں ذلیل کرے جنہیں اللہ نے عزت دی اور انہیں عزت دے جنہیں اللہ نے ذلیل کیا[3] اور اللہ کے حرام کو حلال سمجھنے والا[4] اور میری آل کے متعلق وہ باتیں حلال سمجھنے والا جنہیں اللہ نے حرام کیا[5] اور میری سنت کو چھوڑنے والا[6] روایت ہے مطر ابن عکامس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ تعالٰی کسی

سب ناجائز ہیں[6] لعنت کے معنی ہیں دوری جب اس کا فاعل بندہ ہو تو معنے ہوتے ہیں دوری رحمت کی بددعا کرنا اور اگر فاعل رب ہو تو معنے ہوتے ہیں رحمت سے دور کرنا، کسی مسلمان پر نام لے کر لعنت جائز نہیں وصفِ اجمالی سے لعنت جائز جیسے جھوٹوں اور زانیوں پر خدا کی لعنت، نیز اُن کفار پر بھی لعنت جائز ہے جن کا کفر پر مرنا یقینی ہوچکا جیسے ابوجہل و ابولہب وغیرہ لعان میں لعنت وصفی پر ہے اس حدیث میں بھی یہی لعنت ہے۔

[1] یعنی ہر نبی کی ہر دعا قبول اگر ان کی کوئی دعا خلافِ قضاء و قدر ہوجائے تو ان کو دعا مانگنے سے روک دیا جاتا ہے رد وہ بھی نہیں ہوتی، رب نے ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا یَا اِبْرَاهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا [2] قرآن ہو یا کوئی آسمانی کتاب لفظی زیادتی کرے یا معنوی اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جنہوں نے آج قرآن کی تفسیر کو کھیل سمجھ رکھا ہے اور آیات کے وہ معانی کررہے ہیں جو آج تک کسی مومن کے خیال میں بھی نہ تھے، علماء فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی شاذ قرأتیں حدیث کے حکم میں ہیں وہ قرآن نہیں نہ اس کی تلاوت جائز (مرقاۃ) [3] یعنی لوگوں کے خلاف مرضی اُن کا ناجائز حاکم بن جانے والا جیسا آج کل علی العموم ہورہا ہے، خیال رہے کہ قوم یا ملک کے بگڑنے کی صورت میں اس کو سنبھالنے کے لیے زمامِ حکومت ہاتھ میں لینا سنتِ یوسف علیہ السلام ہے یہاں وہ حکام مراد ہیں جو دین و ملک کو بگاڑنے کے لیے حاکم بنیں، فاسقوں کو مرتبے دیں، علماء و اولیاء کو ذلیل کرنے کی کوشش کریں [4] یعنی مکہ مکرمہ کے حدود میں فتنہ فساد، شکار اور قطع اشجار وغیرہ وہ کام کرنے والا جو شریعت نے علی العموم یا وہاں حرام کیے [5] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی بے حرمتی اُن پر ظلم و ستم کرنے والا، عترت رسول اللہ اولادِ فاطمہ زہرا ہے ان کی تعظیم داخل فی الدین ہے جب قرب کعبہ کی وجہ سے حرم کی زمین کا احترام ہے تو قرابتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے سادات کرام کا احترام یقیناً لازم ہے، یا اس جملے کے معنے یہ ہیں کہ جو میری اولاد ہو اور اللہ کے حرام کو حلال جانے اس پر لعنت ہے (اشعۃ اللمعات) کہ اگرچہ جرم سب کے لیے بُرا مگر سادات کے لیے زیادہ بُرا، اس سے سید حضرات کو عبرت پکڑنی چاہیے وہ اپنے باپ دادوں کا نمونہ بنیں صرف سید ہونے پر فخر نہ کریں [6] حقیر جان کر سنتِ رسول اللہ مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ زائدہ ہو ہدٰی اس کو حقیر جاننا مذاق

لِعَبْدٍ اَنْ يَّمُوْتَ بِاَرْضٍ جَعَلَ لَهٗ اِلَيْهَا حَاجَةً رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ ۔ وَ
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَرَارِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ مِنْ
اٰبَائِهِمْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِلَا عَمَلٍ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ قُلْتُ فَذَرَارِيُّ
الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ مِنْ اٰبَائِهِمْ قُلْتُ بِلَا عَمَلٍ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ
وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَائِدَةُ وَالْمَوْءُوْدَةُ
فِي النَّارِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ۔ **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ** ۔ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ

بندے کے متعلق کسی زمین میں مرنے کا فیصلہ فرما دیتا ہے تو اس کے لیئے وہاں ضروری کام ڈال دیتا ہے[1] (احمد ترمذی)
روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ مسلمانوں کے بچے[2] (کہاں جائیں گے)
فرمایا وہ اپنے باپ دادوں سے ہیں[3] تو میں بولی یارسول اللہ بغیر عمل فرمایا اللہ جانتا ہے وہ کیا کرتے[4] میں نے عرض کیا تو
کفار کے بچے فرمایا وہ اپنے باپ دادوں سے ہیں[5] میں بولی بغیر کچھ کیئے فرمایا اللہ خوب جانتا ہے جو وہ کرتے[6] (ابوداؤد)
روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زندہ دفن کرنیوالی ماں اور زندہ
دفن کی ہوئی بچی دونوں دوزخ میں ہیں[7] (ابوداؤد)

تیسری فصل

روایت ہے ابوالدرداء سے[8]

اڑانا قطعاً کفر ہے سنت بدی کا ہمیشہ چھوڑنے والا حضور کی ایک شفاعت سے محروم ہے [8] آپ سلمی ہیں اہل کوفہ سے آپ کا شمار ہے آپ سے
صرف یہی ایک حدیث مروی ہے، آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے حق یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں صحابیت کیلیے ایک آن صحبت پاک کافی ہے ۔۔

[1] دینوی یا دینی چنانچہ بعض لوگ زیارت روضہ کیلیے یا حج کیلئے مدینہ پاک یا مکہ مکرمہ جاتے ہیں اور وہاں انتقال ہو جاتا ہے ایسی حاجت بھی مبارک
اور موت بھی [2] یعنی جو بچپن سے قبل فوت ہو جائیں وہ کہاں جائینگے [3] یعنی جنتی ہیں اور جنت میں جو درجہ ان کے باپ دادوں کا ہوگا وہی ان کا
لہذا حضرت قاسم ابراہیم وغیرہم حضور علیہ السلام کے ساتھ ہونگے، اولاد تو بہت اعلیٰ قرب رکھتی ہے انشاء اللہ حضور کو چاہنے والے حضور کے ہمراہ ہونگے گلدستے کی گھاس
بھی پھول کے طفیل بادشاہ کے ہاتھ میں پہنچ جاتی ہے [4] یعنی جنت کے داخلے کے لیے بالفعل عمل ہی شرط نہیں، تقدیری عمل بھی کافی ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے تو مسلمان
کے بچے تھے اچھے ہی کام کرتے اس بنا پر جنت میں جائیں گے بلکہ بعض گنہگار نیک کاروں کے طفیل جنتی ہیں جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے [5] یعنی اُن کے ساتھ دوزخ میں [6]
کہ اگر وہ زندہ رہتے تو کافر کے بچے تھے کفر ہی کرتے جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ یہ حدیث ان آیات سے منسوخ ہے جن میں فرمایا کہ بلا جرم دوزخ نہ دی جائیگی یہ بارہا عرض کیا
جاچکا ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ الآیہ [7] مالدار کفار عرب اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ گاڑ دیتے تھے، حدیث کے ظاہری معنے
یہ ہیں کہ یہ ماں اور بچی دونوں جہنمی ہیں ماں کفر حقیقی کی وجہ سے اور بچی کفر حکمی کی بنا پر تب تو اس کی تحقیق وہ ہے جو ابھی گذر چکی اور ایک احتمال یہ ہے کہ وائدہ سے مراد وہ
جنانے والی دائی جو بچی کو دفن کراتی تھی اور موؤدہ سے مراد وہ ماں جس کی بچی دفن کی گئی تو یہ حدیث بالکل ظاہر ہے کہ دونوں عورتیں اپنے کفر کی بنا پر جہنم میں گئیں [8] آپ کا

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَرَغَ اِلٰى كُلِّ عَبْدٍ مِّنْ خَلْقِهٖ مِنْ خَمْسٍ مِّنْ اَجَلِهٖ وَعَمَلِهٖ وَمَضْجَعِهٖ وَاَثَرِهٖ وَرِزْقِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ • وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَكَلَّمَ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْقَدَرِ سُئِلَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ لَّمْ يَتَكَلَّمْ فِيْهِ لَمْ يُسْاَلْ عَنْهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنِ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ اَتَيْتُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ لَهٗ قَدْ وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ شَيْءٌ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ یقیناً اللہ تعالٰے اپنی مخلوق میں ہر بندہ کے متعلق پانچ چیزوں سے فارغ ہوچکا ہے لہ اس کی موت سے اس کے عمل سے ٹہ ہر حرکت و سکون سے ٹہ اور اس کے رزق سے (احمد) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو مسئلہ تقدیر میں بحث کرے گا اس سے قیامت میں اس کی باز پرس ہوگی ٹہ اور جو اس میں بحث نہ کرے گا اس سے پرسش نہ ہوگی ٹہ (ابن ماجہ) روایت ہے ابن دیلمی سے ٹہ فرماتے ہیں میں ابی ابن کعب ٹہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے دل میں تقدیر کے متعلق

نام شریف خویمر ابن عامر ہے انصاری ہیں خزرجی ہیں درداء ان کی بیٹی کا نام ہے یہ اپنے گھر والوں میں سب سے پیچھے ایمان لائے، فقیہ عابد صحابی ہیں، شام میں قیام فرمایا ۳۲ھ میں دمشق میں وفات پائی، وہیں مدفون ہیں۔ لہ یعنی اٹل فیصلہ فرماچکا ورنہ رب تعالٰی مشغولیت اور فراغت سے پاک ہے اگرچہ رب تعالٰی کا فیصلہ ہر قسم کا ہوچکا ہے مگر خصوصیت سے ان پانچوں کا ذکر اس لیے فرمایا کہ انسان کو ان کی فکر زیادہ رہتی ہے مطلب یہ ہے کہ تم ان فکروں میں زندگی برباد کیوں کرتے ہو جو فیصلہ ہوچکا وہ ہو کر رہے گا ٹہ کیا کریگا اور کہاں اور کب مریگا ٹہ مضجع کے معنی ہیں پہلو رکھنے کی جگہ یعنی خوابگاہ اثر نشان، قدم کو کہتے ہیں یعنی کہاں لیٹیگا اور کہاں پھریگا کہاں کہاں جائیگا اور کہاں دفن ہوگا یا دفن بھی نہ ہوگا ٹہ بطور عتاب کہ تو نے اس میں اپنا وقت ضائع کیوں کیا اور اس میں بحث کیوں کی یہ خیال رہے کہ لوگوں کو گمراہ کرنے یا ان کے دلوں میں شک ڈالنے کیلئے یا جو لوگ کم عقل ہوں ان کے سامنے مسئلہ تقدیر چھیڑنا جرم ہے وہی یہاں مراد ہے مگر اس مسئلے کی تحقیق کرنے شک دفع کرنے کیلئے بحث کرنا حق اور باعث ثواب ہے، لہذا وہ صحابہ یا علماء معتوب نہیں جنہوں نے اس مسئلہ پر گمراہوں سے مناظرے کیے یا کتابیں تصنیف کیں ٹہ عوام کے لیے ضروری ہے کہ اس کو مانیں بحث نہ کریں ہم ماننے کے مکلف ہیں نہ کہ بحث کے یہی حکم رب تعالٰی کے ذات و صفات کے مسئلے کا بھی ہے۔ شعر: تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا ❊ پہچان گیا میں تری پہچان یہی ہے ❊ ٹہ آپکا نام ابوعبداللہ یا ابوعبدالرحمان ہے ابن فیروز دیلمی حمیری فارسی النسل ہیں آپ کے والد فیروز نے اسود عنسی کو قتل کیا جو مدعی نبوت تھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مرض وفات شریف میں جب اس قتل کی خبر پہنچی تو فرمایا کہ اسے نیک بندے نے قتل کیا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۵۳ھ میں انتقال ہوا، دیلمی صحابی ہیں اور ان کے بیٹے ابو عبدالرحمٰن تابعی، دیلم ایک پہاڑ کا نام ہے ٹہ آپ قرآء صحابہ میں سے ہیں، انصاری ہیں خزرجی ہیں کاتب وحی رہے ہیں، ان چھ صحابہ میں سے ہیں جو حضور کے زمانہ پاک میں حافظ قرآن تھے اور حضور نے آپ کی کنیت ابوالمنذر رکھی تھی اور عمر فاروق نے ابوالطفیل،

مِنَ الْقَدْرِ فَحَدِّثْنِي لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّذْهِبَهٗ مِنْ قَلْبِيْ فَقَالَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ عَذَّبَ اَهْلَ سَمٰوٰتِهٖ وَاَهْلَ اَرْضِهٖ عَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهٗ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْ اَعْمَالِهِمْ وَلَوْ اَنْفَقْتَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا قَبِلَهُ اللّٰهُ مِنْكَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ وَتَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَاَنَّ مَا اَخْطَاَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَكَ وَلَوْ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ قَالَ ثُمَّ اَتَيْتُ

کچھ شکوک پڑ گئے[۱] مجھے کوئی حدیث سنایئے شاید اللہ میرے دل سے وہ دور فرمادے[۲] فرمایا اگر اللہ تعالٰے اپنے آسمانی اور زمینی بندوں کو عذاب دے تو وہ ان پر ظالم نہیں[۳] اور اگر ان پر رحم فرمادے تو اس کی رحمت انکے اعمال سے بہتر ہے[۴] اور اگر تم احد برابر سونا اللہ کی راہ میں خیرات کرو تو اللہ قبول نہ کرے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ[۵] اور یہ نہ جان لو کہ جو تمہیں پہنچا وہ تم سے بچ سکتا نہ تھا اور جو تم سے بچ گیا وہ تمہیں پہنچ سکتا نہ تھا[۶] اور اگر تم اس کے سوا کسی اور عقیدے پر مرے تو دوزخ میں جاؤ گے فرماتے ہیں پھر

حضور آپ کو سید الانصار اور حضرت عمر سید المسلمین کہتے تھے مدینہ منورہ میں خلافت فاروقی ۱۹ھ میں وفات پائی:۔

[۱] کہ جب ہر چیز لکھی جاچکی اور وہ ہو کے رہیگی، تو شریعت کے احکام کس لیے ہیں اور سزا جزا کیوں ہے شاید یہ شبہات قدریوں کی صحبت سے پیش آئے ہوں [۲] اس سے معلوم ہوا کہ علماء کی خدمت میں جانا اُن سے مسائل پوچھنا اپنے شکوک نکالنا سُنّت صحابہ ہے رب تعالٰی فرماتا ہے۔ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [۳] یعنی کیوں اور کیسے میں غور نہ کرو بلکہ یہ ایمان رکھو کہ رب مالک حقیقی ہے اپنی ملکیت میں جو چاہے تصرف کرے۔ ہم بکری ذبح کرلیتے ہیں، درختوں کو کاٹ کر جلا لیتے ہیں، کمہار ایک مٹی کو پیالہ بناتا ہے جو پانی میں رہے، دوسری کو ہانڈی جو آگ پر جلے جب یہ کوئی ظالم نہیں، تو اگر رب تعالٰی ہمیں بے قصور جہنم میں ڈال دے تو ظالم کیوں ہو؟ خیال رہے کہ یہ فرضی گفتگو ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ورنہ انبیائے کرام اور جن سے جنت کا وعدہ ہوچکا اُن کا عذاب پانا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا رب کا شریک، رب تعالٰی جھوٹ سے پاک ہے، یہاں صرف یہ فرمایا گیا کہ بفرضِ محال اگر انہیں عذاب دے تو بھی ظالم نہیں کہ ظالم وہ جو دوسرے کی ملک میں بلاوجہ تصرف کرے [۴] یعنی اگر سارے بندوں کفار مرتدین وغیرہم کو بخش دے تو یہ اس کا رحم ہے، یہ کلام بھی فرضی ہے ورنہ ابلیس اس فرعون، ابوجہل وغیرہ کا جنتی ہونا ناممکن ہے رب تعالٰی فرماتا ہے لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ [۵] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تقدیر کا انکار کفر ہے اور منکر کافر اسی لیے بعض علماء نے قدریوں کو کافر کہا ہے دوسرے یہ کہ کافر کی کوئی نیکی قبول نہیں جیسے بے وضو کی نماز درست نہیں تیسرے یہ کہ زمانۂ صحابہ میں اس قسم کے مسائل چھڑ گئے تھے جن کی تردید صحابۂ کبار کرتے تھے [۶] یعنی ہر مصیبت اور راحت رب تعالٰی کے ارادہ سے ہے اسباب کچھ بھی ہوں لہذا یہ نہ کہو

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ ثُمَّ اَتَيْتُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ اَتَيْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَحَدَّثَنِيْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ اِنَّ فُلَانًا يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ فَقَالَ اِنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّهٗ قَدْ اَحْدَثَ فَاِنْ كَانَ قَدْ اَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ اَوْ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَسْفٌ وَّمَسْخٌ اَوْ قَذْفٌ فِيْ اَهْلِ الْقَدَرِ رَوَاهُ

میں عبداللہ ابن مسعود کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا پھر میں حذیفہ ابن یمان کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا پھر میں زید ابن ثابت[1] کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی[2] (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت نافع سے[3] کہ ایک شخص حضرت ابن عمر کے پاس آیا بولا کہ فلاں آپ کو سلام کہتا ہے[4] فرمایا میں نے سنا ہے وہ بدعتی ہوگیا[5] اگر واقعی وہ بدعتی ہوگیا تو اسے میرا سلام نہ کہنا[6] میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت میں یا اسی امت میں دھنسنا صورت بدلنا، پتھر برسنا ہوگا قدریوں میں

کہ اگر اسے بخار نہ آتا تو نہ مرتا، یا اگر میں فلاں کام کرلیتا تو بیمار نہ ہوتا، موت بھی رب کی طرف سے ہے اور بخار بھی، بیماری بھی رب تعالٰی کی طرف سے ہے اور وہ کام بھی۔

[1] آپ انصاری ہیں کاتب وحی ہیں علم فرائض کے بڑے عالم ہیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن کے جامع عہد عثمانی میں صحیفوں میں قرآن کے ناقلین میں آپ بھی ہیں، ۵۶ سال کی عمر پاکر ۴۵ھ میں مدینہ پاک میں وفات پائی[2] لہٰذا یہ حدیث مرفوع ہے اگرچہ ان تین صحابہ نے اس رفع کا اظہار نہ فرمایا[3] آپ نافع ابن سرجس دیلمی ہیں سیدنا عبداللہ ابن عمر کے آزاد کردہ غلام جلیل القدر تابعی ہیں امام مالک اور دیگر آئمہ نے آپ سے روایتیں کیں بڑے زاہد عالم متقی ہیں عبداللہ ابن عمر کی اکثر روایتوں کے آپ ہی راوی ہیں ۱۱۷ھ میں وفات ہوئی[4] معلوم ہوا کہ کسی کے ذریعہ سلام کہلا کر بھیجنا جائز ہے اب بھی بعض لوگ حاجیوں کے ذریعہ حضور علیہ السلام کے روضۂ انور پر سلام کہلواتے ہیں[5] یعنی اس نے دین میں نیا عقیدہ ایجاد یا اختیار کیا ہے کہ تقدیر کا منکر ہوگیا ہے اور قدریہ بن گیا، معلوم ہوا کہ قدریہ مذہب بڑا پرانا ہے زمانۂ صحابہ میں پیدا ہوچکا تھا[6] یعنی میری طرف سے جواب سلام نہ پہنچانا، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بدعت سیئہ ان برے عقائد کا نام ہے جو اسلام میں ایجاد کیے جائیں جس بدعت یا بدعتی کی سخت برائیاں آئی ہیں اس سے یہی مراد ہے دیکھو حضرت ابن عمر نے انکار تقدیر کے عقیدے کو بدعت فرمایا، دوسرے یہ کہ عہد صحابہ میں جو بدعقیدگیاں ایجاد ہوئیں وہ بھی بدعت ہیں کہ قدریہ مذہب، اگرچہ اس خیر القرون میں نمودار ہوا مگر بدعت ہوا بدعت کے لیے خیر القرون کے بعد ہونا شرط نہیں حضرت عمر فاروق نے تراویح کی باقاعدہ جماعت کو جو آپ نے ایجاد فرمائی تھی بدعت حسنہ فرمایا تیسرے یہ کہ بدعتی بے دین کو نہ سلام کیا جائے نہ جواب سلام۔

التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَاَلَتْ خَدِيْجَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَلَدَيْنِ مَاتَا لَهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا فِي النَّارِ قَالَ فَلَمَّا رَاٰى الْكَرَاهَةَ فِيْ وَجْهِهَا قَالَ لَوْ رَاَيْتِ مَكَانَهُمَا لَاَبْغَضْتِهِمَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَلَدِيْ مِنْكَ قَالَ فِي الْجَنَّةِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَوْلَادَهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَوْلَادَهُمْ فِي النَّارِ ثُمَّ قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ، وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اسے ترمذی ابوداؤد، اور ابن ماجہ نے نقل کیا ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے [۱] روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ بی بی خدیجہ نے [۲] نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بچوں کے متعلق پوچھا جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہوچکے تھے [۳] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دونوں آگ میں ہیں [۴] فرماتے ہیں جب حضور علیہ السلام نے انکے چہرے میں غم کے آثار دیکھے تو فرمایا کہ اگر تم ان کا ٹھکانہ دیکھتیں تو ان سے نفرت کرتیں [۵] انہوں نے عرض کیا اچھا آپ سے جو میرے بچے [۶] ہیں فرمایا وہ جنت میں ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان اور ان کی اولاد جنت میں ہے [۷] اور کفار اور ان کی اولاد۔۔ دوزخ میں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد ان کے تابع ہیں [۸] (احمد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

[۱] یعنی چند اسنادوں سے مروی ہے ایک اسناد سے حسن ہے دوسری سے صحیح تیسری سے غریب [۲] آپ مسلمانوں کی پہلی ماں ہیں، نام شریف خدیجہ بنت خویلد ابن اسد ہے، قرشیہ ہیں قصی ابن کلاب میں حضور سے مل جاتی ہیں اولاً ابو ہالہ ابن زرارہ کے نکاح میں تھیں پھر عتیق ابن عائذ سے نکاح کیا، پھر چالیس سال کی عمر میں حضور کے نکاح میں آئیں حضور نے سب سے پہلے انہیں سے نکاح کیا اور انکی موجودگی میں کسی بیوی سے نکاح نہ فرمایا، سب سے پہلے آپ ہی حضور پر ایمان لائیں حضور کی ساری اولاد بجز حضرت ابراہیم آپ ہی سے ہے ۲۵ سال حضور کے نکاح میں رہیں ۶۵ سال کی عمر پاکر ہجرت سے چار سال پہلے مکہ معظمہ میں وفات پائی، جنت معلٰے کے دوسرے حصے میں دفن کی گئیں قبر شریف زیارت گاہ خلق ہے فقیر نے حاضری دی ہے [۳] گزشتہ خاوندوں سے ظہور اسلام سے پہلے [۴] کیونکہ ان کے باپ بھی مشرک تھے اور اے خدیجہ اسوقت تم بھی مشرکہ تھیں لہذا نہ وہ خود مومن ہوسکے نہ ماں باپ کے تابع ہو کر جنتی، اس مسئلہ کی تحقیق اسی باب میں بارہا کی جاچکی، خیال رہے کہ یہ خبر نہیں ہے بلکہ بیان قانون ہے یعنی قانوناً تمہارے وہ بیٹے جہنمی ہونے چاہئیں لہذا یہ حدیث ان آیات سے منسوخ ہے جن میں فرمایا گیا کہ ہم بغیر جرم کسی کو عذاب نہیں دیتے [۵] یعنی تمہیں ان سے مادری محبت اور ان کے عذاب پر غم جبھی تک ہے جبتک تم نے ان کا ٹھکانا دیکھا نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جنتی ماں باپ اور دوزخی اولاد میں قطعاً محبت نہ ہوگی، وہاں محبت رشتہ ایمان سے ہوگی نہ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللهُ اٰدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهٗ فَسَقَطَ عَنْ ظَهْرِهٖ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنَيْ كُلِّ اِنْسَانٍ مِّنْهُمْ وَبِيْصًا مِّنْ نُّوْرٍ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلٰى اٰدَمَ فَقَالَ اَيْ رَبِّ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ ذُرِّيَّتُكَ فَرَاٰى رَجُلًا مِّنْهُمْ فَاَعْجَبَهٗ وَبِيْصُ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ قَالَ اَيْ رَبِّ مَنْ هٰذَا قَالَ دَاوٗدُ فَقَالَ اَيْ رَبِّ كَمْ جَعَلْتَ عُمْرَهٗ قَالَ سِتِّيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ زِدْهُ مِنْ عُمْرِيْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا انْقَضٰى عُمْرُ اٰدَمَ اِلَّا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے تاقیامت انکی اولاد کی روحیں نکلیں جنہیں اللہ پیدا فرمانے والا ہے اور انمیں سے ہر انسان کی دو آنکھوں کے بیچ نور کی چمک دی ۱؎ پھر انہیں آدم پر پیش فرمایا وہ بولے اے رب یہ کون ہیں فرمایا تمہاری اولاد ۲؎ ان میں ایک شخص کو دیکھا تو ان کی آنکھوں کے درمیان کی چمک پسند آئی ۳؎ بولے اے رب یہ کون ہے فرمایا حضرت داؤد بولے اے رب ان کی عمر کتنی مقرر فرمائی ہے فرمایا ساٹھ سال ۴؎ عرض کیا مولا میری عمر میں سے چالیس سال انہیں بڑھادو ۵؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم کی عمر ماسوائے چالیس سال

کہ رشتہ جان سے ۶؎ طیب وطاہر وقاسم جو بچپن میں فوت ہوگئے اظہور اسلام سے قبل ۷؎ یہ حدیث اس حدیث کی ناسخ ہے جس میں فرمایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے اپنے مقدرہ اعمال کے مطابق جنتی یا دوزخی ہیں ۸؎ اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگر ماں باپ میں سے کوئی مسلمان ہو تو بچہ مومن ہوگا، دوسرے یہ کہ بچہ ماں باپ کے ساتھ رہے گا۔ ماں باپ کو کمی نہ دی جائے گی۔

۱؎ فطری نور یعنی فطرۃ سلیمہ کا نور چہرے پر نمودار ہوا خیال رہے کہ سقط یعنی گرا ہوا حمل اس میں داخل نہیں کیونکہ اس میں روح پھونکی ہی نہ گئی، جس بچہ میں روح پھونکی جائے وہ دکھایا گیا ۲؎ یہ تمام کاروائی حضرت آدم کو مطلع فرمانے کیلئے کی گئی ورب تعالٰی تو ہمیشہ سے علیم وخبیر ہے ۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام نے اپنی ساری اولاد کو دیکھ بھی لیا، پہچان بھی لیا اور ان کے انجام سے اطلاع بھی پالی کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی چمکیں مختلف تھیں اور حضرت آدم کو داؤد علیہ السلام کی چمک پسند آنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی چمک ہمارے حضور کی چمک سے زیادہ یا افضل ہو حسن واقعی اور چیز ہے۔ پسند آنا کچھ اور لیلےٰ سے بڑھ کر حسینہ اور عورتیں موجود تھیں مگر عاشق کی آنکھ میں وہی مرغوب تھی (اشعۃ اللمعات) ۵؎ معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی اپنے مقبولوں کو اپنے خاص علوم عطا فرماتا ہے کیونکہ مقدار عمر علوم خمسہ میں سے ہے جو رب العالمین نے سیدنا آدم کے پوچھنے پر بتادی ۶؎ آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال تھی، آپ نے عرض کیا کہ میری عمر نوسو ساٹھ سال کردے اور داؤد علیہ السلام کی عمر پورے سو سال، یہ دعا رب نے قبول فرمالی، معلوم ہوا کہ نبی کی دعا سے عمریں گھٹ بڑھ جاتی ہیں، ان کی شان تو بہت ارفع ہے شیطان کی دعا سے اس کی عمر بڑھ گئی کہ اس نے عرض کیا

اَرْبَعِیْنَ جَاۤءَہٗ مَلَكُ الْمَوْتِ فَقَالَ اٰدَمُ اَوَلَمْ یَبْقَ مِنْ عُمُرِیْ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَوَلَمْ تُعْطِهَا اِبْنَكَ دَاوٗدَ فَجَحَدَ اٰدَمُ فَجَحَدَتْ ذُرِّیَّتُهٗ وَنَسِیَ اٰدَمُ فَاَكَلَ مِنَ الشَّجَرَةِ فَنَسِیَتْ ذُرِّیَّتُهٗ وَخَطَاءَ اٰدَمُ وَخَطَاَتْ ذُرِّیَّتُهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاۤءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ حِیْنَ خَلَقَهٗ فَضَرَبَ كَتِفَهُ الْیُمْنٰی فَاَخْرَجَ ذُرِّیَّةً بَیْضَاۤءَ كَاَنَّهُمُ الذَّرُّ وَضَرَبَ كَتِفَهُ الْیُسْرٰی

پوری ہوئی تو ان کی خدمت میں فرشتہ موت حاضر ہوا آدم بولے کیا ابھی میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں فرمایا کیا وہ تم نے اپنے فرزند داؤد کو نہ دے چکے ۲؎ حضرت آدم انکاری ہوئے اسلئے انکی اولاد انکار کرنے لگی ۳؎ حضرت آدم بھول کر درخت سے کھا گئے لہذا ان کی اولاد بھولنے لگی ۴؎ حضرت آدم نے خطا کی تو ان کی اولاد خطائیں کرنے لگی ۵؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو درداء سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو ان کے داہنے کندھے پر دست قدرت لگایا جس سے سفید رنگ کی اولاد چیونٹیوں کی طرح نکالی اور ان کے بائیں کندھے

تھا اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ رب تعالٰی نے اس کی دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ الآیہ فَاِنَّكَ کی ف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیادتی عمر اسکی دعا سے ہوئی، رہی وہ آیت کریمہ اِذَا جَاۤءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ وہ اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ آیت میں تقدیر مبرم یعنی علم الٰہی کا ذکر ہے اور یہاں تقدیر معلق کی تحریر کا ذکر یا آیت کا مطلب یہ ہے کوئی شخص اپنے اختیار سے اپنی عمر کم و بیش نہیں کرسکتا اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کی دعا سے عمریں رب گھٹا بڑھا دیتا ہے آخر عیسٰی علیہ السلام مردوں کو زندہ فرماتے تھے انہیں آپ کی دعا سے نئی عمریں مل جاتی تھیں سچ ہے دعا سے تقدیر پلٹ جاتی ہے۔

۱؎ یعنی جب آپ کے نوسو ساٹھ سال پورے ہوئے تو حضرت عزرائیل نے حاضر ہو کر آپ کو موت کا پیغام سنایا! معلوم ہوا کہ انبیاء کی وفات ہماری طرح جبرا نہیں ہوتی بلکہ فرشتہ موت ظاہر ظہور خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور ان کی اجازت سے جان قبض کرتے ہیں ان کی وفات اختیاری ہے ۲؎ معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو اپنی عمر معلوم تھی کہ کل اتنی ہوگی یہ علوم خمسہ میں سے ہے یہ بھی معلوم ہوا انبیائے کرام کی وفات ان کی رضا سے بھجا کر ہوتی ہے۔ ہم سے ملک الموت کبھی حساب کتاب نہیں کرتے ۳؎ یعنی آدم علیہ السلام اپنا یہ عطیہ بھول گئے اس بنا پر کہا کہ مجھے اپنا یہ عطیہ دینا یاد نہیں، یاد کا انکار ہے نہ کر دینے کا، رب کی خبر کا انکار کفر ہو جاتا ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، انبیائے کرام کی بھول بھی رب کی طرف سے ہوتی ہے جس میں ہزارہا حکمتیں ہیں ۴؎ یعنی آدم علیہ السلام سے درخت کی تعیین میں اجتہادی خطا ہوئی اور سمجھے کہ رب نے خاص اس درخت کے پھل سے منع فرمایا ہے اور میں دوسرے درخت سے پھل کھا رہا ہوں حالانکہ ممانعت جنس درخت سے تھی (مرقاۃ) یا وہ سمجھے کہ مجھے کھانے سے منع نہیں کیا گیا بلکہ قریب جانے سے کچھ بھی ہو، ہوا دھوکہ ہی، وہی خطا اور نسیان آج تک انسانوں میں چلی آرہی ہے اس حدیث میں یہ نہیں بتایا گیا کہ پھر فیصلہ کیا ہوا ظاہر یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو بھی

مرا یوم آدم اور علوم خمسہ

فَاَخْرَجَ ذُرِّيَّةً سَوْدَاءَ كَاَنَّهُمُ الْحُمَمُ فَقَالَ لِلَّذِيْ فِيْ يَمِيْنِهٖ اِلَى الْجَنَّةِ وَلَا اُبَالِيْ وَقَالَ لِلَّذِيْ فِيْ كَتِفِهِ الْيُسْرٰى اِلَى النَّارِ وَلَا اُبَالِيْ رَوَاهُ اَحْمَدُ • وَعَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ دَخَلَ عَلَيْهِ اَصْحَابُهٗ يَعُوْدُوْنَهٗ وَهُوَ يَبْكِيْ فَقَالُوْا لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ اَلَمْ يَقُلْ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ مِنْ شَارِبِكَ ثُمَّ اَقِرَّهٗ حَتّٰى تَلْقَانِيْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَبَضَ بِيَمِيْنِهٖ قَبْضَةً وَّ

پھر بار انو کالی اولاد کوئلے کی طرح نکالی [1] پھر داہنے والوں کے متعلق فرمایا کہ یہ جنت کی طرف ہیں مجھے پرواہ نہیں بائیں کندھے والوں کے متعلق فرمایا یہ دوزخ کی طرف ہیں مجھے پرواہ نہیں [2] (احمد) روایت ہے حضرت ابی نضرہ سے [3] کہ حضور کے صحابہ میں سے ایک صاحب جنہیں ابوعبداللہ کہا جاتا تھا ان کی بیمار پرسی کے لیئے ان کے دوست گئے وہ رو رہے تھے [4] تو یہ حضرات بولے کیوں روتے ہو کیا تم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا تھا اپنی مونچھیں کٹواؤ پھر اس کے پابند رہو یہاں تک کہ مجھے ملو [5] وہ بولے ہاں لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ عزوجل نے اپنے داہنے ہاتھ میں ایک مٹھی لی اور

ہزار سال عمر دی گئی اور داؤد علیہ السلام کو بھی سو برس، آپ کی زبان خالی نہ گئی۔ اگر آدم علیہ السلام ویسے ہی فرما دیتے کہ مجھے ہزار سال دنیا میں اور رہنا ہے تو آپ کی بات مان لی جاتی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے واقعہ سے معلوم ہوگا۔

[1] یہ واقعہ کئی بار ہوا ایک بار میں ساری ذریت کی پیشانی میں نورِ فطری کی چمک تھی اس بار کفار بالکل سیاہ تھے اور مومن سفید، لہذا احادیث میں تعارض نہیں (مرقاۃ) ان کے دل کا حال چہروں پر نمودار تھا ایسا ہی قیامت میں ہوگا کہ کفار کالے اور مومن سفید ہونگے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ آدم علیہ السلام کی پشت میں تمام انسانوں کی روحیں اور اجزاء اصلیہ موجود تھے۔ داہنی طرف مومنوں کے اور بائیں طرف کافروں کے، دوسرے یہ کہ آدم علیہ السلام کو تمام جنتیوں اور دوزخیوں کا علم دیا گیا۔ [2] یعنی مخلوق کے جنتی ہونے سے ہمارا کچھ نفع نہیں اور جہنمی ہونے سے کچھ نقصان نہیں خود ان کا ہی نفع نقصان ہے نیز اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں نہ اس سے کوئی پوچھ گچھ کر سکتا ہے [3] آپ نضرہ ابن منذر ابن مالک جو بڑے ہی جلیل القدر تابعی ہیں خواجہ حسن بصری سے کچھ پہلے بصرہ میں ہوئے ۱۰۸ھ میں وہیں وفات پائی [4] موت کے خوف یا بیماری کی تکلیف سے نہیں بلکہ خوفِ خدا سے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس وقت یہ حالت اللہ کی خاص رحمت ہے ان صحابی کا نام معلوم نہ ہو سکا ظاہر ہے کہ عیادت کرنے والے حضرات صحابہ کرام بھی تھے اور تابعین بھی [5] یعنی اے صحابی رسول تمہیں آئندہ کا کیا کھٹکا ہے تمہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو خوشخبریاں دے دی ہیں ایک یہ کہ تم جنتی ہو دوسرے یہ کہ تم جنت میں حضور کے قرب کے مستحق ہو خیال رہے کہ داڑھی بڑھانا اور مونچھ کتروانا

أُخْرٰى بِالْيَدِ الْأُخْرٰى وَقَالَ هٰذِهٖ لِهٰذِهٖ وَهٰذِهٖ لِهٰذِهٖ وَلَا أُبَالِيْ وَلَا أَدْرِيْ فِيْ أَيِّ الْقَبْضَتَيْنِ أَنَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَخَذَ اللّٰهُ الْمِيْثَاقَ مِنْ ظَهْرِ اٰدَمَ بِنَعْمَانَ يَعْنِيْ عَرَفَةَ فَأَخْرَجَ مِنْ صُلْبِهٖ كُلَّ ذُرِّيَّةٍ ذَرَأَهَا فَنَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ قُبُلًا قَالَ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ أَوْ تَقُوْلُوْا إِنَّمَا أَشْرَكَ اٰبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ

دوسری دوسرے ہاتھ میں ؎ اور فرمایا کہ یہ اس کے لیئے ہے اور یہ اس کے لیئے ؎ اور مجھے پرواہ نہیں اور مجھے خبر نہیں کہ میں کون سی مٹھی میں تھا ؎ (احمد) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں اللہ تعالٰی نے پشت آدم سے نعمان یعنی عرفات میں عہد لیا ؎ اس طرح کہ ان کی پشت سے ساری اولاد نکالی انہیں حضرت آدم کے سامنے چیونٹیوں کی طرح بکھیر دیا ؎ پھر انکے آمنے سامنے گفتگو فرمائی فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب بولے ہاں ہم گواہ ہیں ؎ کہ کہیں قیامت کے دن یہ کہہ دو کہ ہم اس سے غافل تھے یا کہہ دو کہ شرک تو صرف ہمارے باپ دادوں نے کیا ہم تو انکے بعد کی پیداوار تھے تو کیا تو ہم کو جھوٹوں کے جرموں سے ہلاک فرماتا ہے ؎

اتنا کہ آدمی کے ہونٹ کا سارا کنارا کھل جائے سنت مؤکدہ بلکہ واجب ہے اور اس کی پابندی جنتی ہونے اور حضور کے قرب ملنے کا ذریعہ ہے جیسے کہ ترک سنت کی عادت حضور علیہ السلام سے دوری کا سبب ہے۔

؎ دست قدرت کی ان مٹھیوں میں انسانوں کی روحیں تھیں یہ حدیث متشابہات میں سے ہے رب تعالٰی مٹھی کے ظاہری معنے سے پاک ہے ؎ یعنی داہنی مٹھی والے جنت کے لیے ہیں اور بائیں والے دوزخ کیلئے ؎ داہنی میں یا بائیں میں یعنی میں جنتی ہوں یا دوزخی یہاں علم کی نفی نہیں بلکہ درایت کی نفی ہے، درایت اٹکل اور قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں حضور کی بشارت سے ان کو اپنے جنتی ہونے کا علم یقینی حاصل ہوچکا تھا آج صدیق اور فاروق کے جنتی ہونے پر ہمارا ایمان ہے جو ان کے جنتی ہونے میں شک کرے وہ بے ایمان ہے آپ کے جواب کا مقصد یہ ہے کہ اس مٹھیوں والی حدیث میرے سامنے ہونے کی وجہ سے میری نظر اس بشارت پر ہی نہ تھی اس لیے میں رو رہا تھا خیال رہے کہ ان صحابہ کا یا خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا خوف خوف جلال ہے نہ کہ خوف عتاب انہیں خدا کے وعدوں پر بے اعتباری نہ تھی جیسے وزیر اعظم کو دربار شاہی کی ہیبت ہوتی ہے جو خدا کے وعدوں پر اعتماد نہ کرے وہ کافر ہے خوف جلال قوت ایمان کی دلیل ہے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے ایذاء کا خوف تھا اگرچہ رب نے اُن کی حفاظت کا وعدہ فرما لیا تھا لہٰذا اس حدیث سے مسئلہ امکان کذب ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا ؎ نعمان پہاڑ مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان سے شروع ہوکر عرفات تک پہنچتا ہے اس پہاڑ پر یہ واقعہ ہوا لہٰذا یہ حدیث بھی درست ہے کہ عرفات میں یہ عہد لیا گیا اور یہ بھی کہ طائف کے قریب لیا گیا ؎ تاکہ آدم علیہ السلام سب کو جان پہچان لیں اور یہ معاہدہ سن لیں اور دیکھ لیں ؎ رب اور بندوں کی یہ گفتگو بلاواسطہ اس طرح ہوئی کہ بندوں نے رب

رَوَاهُ اَحْمَدُ • وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ قَالَ جَمَعَهُمْ فَجَعَلَهُمْ اَزْوَاجًا ثُمَّ صَوَّرَهُمْ فَاسْتَنْطَقَهُمْ فَتَكَلَّمُوْا ثُمَّ اَخَذَ عَلَیْهِمُ الْعَهْدَ وَالْمِیْثَاقَ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ فَاِنِّیْۤ اُشْهِدُ عَلَیْكُمُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِیْنَ السَّبْعَ وَاُشْهِدُ عَلَیْكُمْ اَبَاكُمْ اٰدَمَ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَمْ نَعْلَمْ بِهٰذَا اِعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ غَیْرِیْ وَلَا رَبَّ غَیْرِیْ وَلَا تُشْرِكُوْا بِیْ شَیْئًا اِنِّیْ سَاُرْسِلُ اِلَیْكُمْ رُسُلِیْ یُذَكِّرُوْنَكُمْ عَهْدِیْ

(احمد) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے رب تعالٰی کے اس فرمانے کے متعلق جب آپکے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی فرمایا انہیں جمع کیا انہیں جوڑے بنایا۱ پھر انہیں صورت وگویائی دی۲ تو وہ بولے پھر ان سے عہد میثاق لیا اور انہیں خود ان کی ذات پر گواہ بنایا۳ کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں بولے ہاں فرمایا میں تم پر سات آسمانوں اور سات زمینوں کو اور تمہارے والد آدم کو گواہ بناتا ہوں۴ کہیں قیامت میں کہہ دو کہ ہم کو خبر نہ تھی جان لو میرے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی رب کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرانا عنقریب تم تک اپنے پیغمبر بھیجوں گا جو تمہیں میرا عہد میثاق یاد دلائیں گے

۱ یعنی نر اور مادہ یا ان کی علیحدہ قسمیں کیں کافر، مومن، منافق سب الگ الگ ۲ یعنی جس شکل وصورت پر دنیا میں ہوں گے وہی شکل انہیں دی گئی یا کافر کالے مومن سفید اور انبیاء نورانی بنائے گئے آدم علیہ السلام کی پہچان کے لیے ۳ ایک کو دوسرے پر گواہ یا ہر ایک کے اعضا کو اس کے نفس پر گواہ ۴ یعنی آسمان وزمین کی مخلوق کو یا خود آسمان وزمین کو دوسرے معنے زیادہ قوی ہیں، کیونکہ ان میں سے ہر چیز میں سمجھ بوجھ ہے اب دریاؤں کے قطرے زمین کے ذرے نیک وبد کو پہچانتے ہیں قیامت میں لوگوں کے اعمال کی گواہی دیگی، اس سے معلوم ہوا کہ سارے انبیاء خصوصًا آدم علیہ السلام اپنی اولاد کے اعمال کی قیامت میں گواہی دینگے، پتہ لگا کہ وہ حضرات ہماری ہر حرکت پر مطلع ہیں اس حدیث کی تفسیر وہ آیت ہے وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا ۵ یعنی تمہارے لیے قیامت میں کوئی عذر باقی نہ چھوڑا تمہارے اس اقرار کے بھی صدہا گواہ ہیں اور دنیا کے سارے اعمال کے بھی بہت گواہ ہوں گے اب تم نہ یہ کہہ سکو گے کہ ہمیں یہ اقرار یاد نہ رہا تھا نہ یہ کہ ہمیں خبر نہ تھی کہ ہماری ڈائری لکھی جارہی ہے اور انبیائے کرام زمین آسمان ہمارے اعمال کو دیکھ کر ہمارے گواہ بنیں گے

کو دیکھا جیسا کہ قُبُلًا سے معلوم ہوا یہ اقرار ربوبیت سارے بندوں سے لیا گیا جن میں انبیاء، اولیاء، مومنین، کفار سب شامل تھے حضور علیہ السلام کی اتباع کا عہد صرف انبیاء سے لیا گیا اور تبلیغ کا معاہدہ علمائے بنی اسرائیل سے، یہ تینوں عہد قرآن حکیم میں موجود ہیں ۵ یعنی توحید سے تمہیں یہاں خبردار کردیا گیا تم سے اس کا اقرار لے لیا گیا، اس کی یاد دہانی کیلئے انبیاء اور کتابیں بھیجی جائیں گی، لہذا اب کوئی بھی معذور نہ ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ عقیدۂ توحید ہر شخص پر لازم ہے اور کفار کے چھوٹے فوت شدہ بچے دوزخی نہیں۔

وَمِيْثَاقِيْ وَاُنْزِلُ عَلَيْكُمْ كُتُبِيْ قَالُوْا شَهِدْنَا بِاَنَّكَ رَبُّنَا وَاِلٰهُنَا لَا رَبَّ لَنَا غَيْرُكَ فَاَقَرُّوْا بِذٰلِكَ وَرُفِعَ عَلَيْهِمْ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ فَرَاَى الْغَنِيَّ وَالْفَقِيْرَ حَسَنَ الصُّوْرَةِ وَدُوْنَ ذٰلِكَ فَقَالَ رَبِّ لَوْلَا سَوَّيْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ قَالَ اِنِّيْ اَحْبَبْتُ اَنْ اُشْكَرَ وَرَاَى الْاَنْبِيَآءَ فِيْهِمْ مِثْلَ السُّرُجِ عَلَيْهِمُ النُّوْرُ خُصُّوْا بِمِيْثَاقٍ اٰخَرَ فِي

ل اور تم پر اپنی کتابیں اتاروں گا ۲ بولے ہم اس کے گواہ ہیں کہ تو ہمارا رب ہمارا معبود ہے تیرے سوا کوئی ہمارا رب نہ معبود ۳ پھر سب نے اس کا اقرار کیا ان پر آدم علیہ السلام کو انہیں دیکھنے کے لیے اٹھایا گیا ۴ تو آپ نے امیر فقیر حسین وغیرہ دیکھے ۵ تو عرض کیا اے رب تو نے اپنے بندوں میں برابری کیوں نہ کی فرمایا میں نے چاہا کہ شکر کیا جاؤں ۶ ان میں نبیوں کو چراغوں کی طرح دیکھا جن پر نور تھا ۷ ان سے دوسرا خصوصی عہد

ل رب نے اپنا یہ وعدہ پورا فرمادیا کہ از آدم علیہ السلام تا روز قیامت دنیا ایک آن نبوت سے خالی نہ رہی۔ خیال رہے کہ زمانۂ نبی اور ہے زمانۂ نبوت کچھ اور پیغمبر کی ظاہری زندگی کا زمانہ زمانۂ نبی ہے اور ان کے دین کی بقا کا زمانہ زمانۂ نبوت ہے چنانچہ قیامت تک ہمارے حضور علیہ السلام کا زمانہ ہے ۲ انبیائے کرام کے ذریعہ سے یہاں کتب سے مراد کلام الٰہی ہے خواہ صحیفے ہوں یا باقاعدہ کتابیں چنانچہ آسمان سے سو صحیفے آئے اور چار کتابیں اور کوئی زمانہ کلام الٰہی سے بھی خالی نہ رہا کس نبی پر کتنے صحیفے نازل ہوئے یہ ہماری تفسیر نعیمی میں دیکھیئے۔ ۳ مرقات میں فرمایا کہ یہاں شہادت بمعنے علم ہے یعنی ہم نے مشاہدے سے تیری ربوبیت اور معبودیت جان پہچان لی یا بمعنے گواہی یعنی ہم ایک دوسرے کے اس اقرارِ توحید پر گواہ بن گئے ۴ اس طرح کہ آدم علیہ السلام نے اونچے مقام پر کھڑے ہو کر ان سب کو جھانک کر دیکھا اور ایک ایک کو پہچان لیا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام اپنی ساری اولاد کو جانتے پہچانتے ہیں پھر ہمارے حضور کے علم کا کیا پوچھنا، حضرت آدم کا علم علم مصطفوی کے سمندر کا قطرہ ہے ۵ غنی و فقیر سے مال، اعمال ایمان سب کے غنی فقیر مراد ہیں یعنی آپ نے دل کے غنی و فقیر، مومن، کافر، متقی فاجر اور مال کے غنی و فقیر، مالدار و محتاج، شاہ و گدا، ایسے ہی خوبصورت اور بدصورت دیکھ لیے (مرقاۃ) خیال رہے کہ غنا اور فقر دل کے اوصاف ہیں، حسن و جمال صورت کے حالات، اللہ تعالٰی نے اس دن تمام کی صورتوں پر ظاہری و باطنی حالات نمودار کردیئے تھے جس سے آدم علیہ السلام بے تکلف ہر شخص کے ہر حال کو ملاحظہ فرمارہے تھے خیال رہے کہ حضور اس سے پہلے ہی یہ سب کچھ مشاہدہ فرما چکے تھے جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہے کیوں نہ ہوتا، کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالٰی کے گواہ اعظم اور ساری مخلوق کے مشاہد اکبر ہیں ۶ یعنی لوگوں کے حالات کا اختلاف انکی شاکریت اور میری شکوریت کا ذریعہ ہے اس طرح کہ ہر شخص کو اپنے سے ادنٰی کو دیکھ کر میرا شکر کرے کہ خدایا تیرا شکر ہے میں اس سے بہتر ہوں مثلاً غنی فقیر کی محتاجی کو دیکھ کر سجدہ شکر کرے اور فقیر غنی کے الجھاوے زیادتی حساب میں غور کرے تو شکر کرے۔ ایسے ہی حسین بدصورت کی قباحت کو دیکھ کر شکر کرے اور بدصورت حسن کی بلاؤں کو دیکھ کر حسن نہ ملنے پر شکر کرے، بادشاہ رعایا کی دست نگری کو دیکھے شکر کرے۔ اور رعایا بادشاہ کی فکروں

الرِّسَالَةِ وَالنُّبُوَّةِ وَهُوَ قَوْلُهٗ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ
اِلٰى قَوْلِهٖ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ كَانَ فِيْ تِلْكَ الْاَرْوَاحِ فَاَرْسَلَهٗ اِلٰى مَرْيَمَ عَلَيْهَا السَّلَامُ
فَحُدِّثَ عَنْ اُبَيٍّ اَنَّهٗ دَخَلَ مِنْ فِيْهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ، وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ بَيْنَمَا
نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَذَاكَرُ مَا يَكُوْنُ اِذْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَكَانِهٖ فَصَدِّقُوْهُ وَاِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَيَّرَ
عَنْ خُلُقِهٖ فَلَا تُصَدِّقُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ يَصِيْرُ اِلٰى مَا جُبِلَ عَلَيْهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

رسالت اور نبوت کے متعلق لیا گیا وہ رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے اور جب ہم نے نبیوں سے اُن کا عہد لیا الخ
عیسیٰ ابن مریم کے قول تک [1] حضرت عیسیٰ بھی ان روحوں میں تھے انہیں بی بی مریم کی طرف بھیجا حضرت اُبی سے
خبر ملی کہ آپ حضرت مریم کے منہ سے داخل ہوئے [2] (احمد) روایت ہے حضرت ابودرداء سے فرماتے ہیں کہ
ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھے اور جو کچھ ہوتا ہے اس کا تذکرہ کر رہے تھے [3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو مان لو اور اگر یہ سنو کہ کوئی آدمی جبلی عادت سے بدل گیا تو نہ مانو وہ
پھر اُسی طرف لوٹ جائے گا جس پر پیدا ہوا [4] (احمد) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے

مختلوں وغیرہ مصائب کو دیکھ کر شکر کرے انشکر اعلیٰ درجے کی عبادت بلکہ ساری عبادات کی اصل ہے [5] نبی رسول سے عام ہے جس پر وحی آئے وہ نبی اور جسکو تبلیغ
کا بھی حکم ہو وہ رسول، جو نئی شریعت بھی رکھتے ہوں وہ مرسل، نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں رسول ۳۱۳، مرسل ۴ ہر رسول نبی ہے اسکا عکس نہیں،
آدم علیہ السلام نے تمام انبیاء کو اُن کی شانوں اور کمالوں کے ساتھ دیکھا بعض مثل چراغوں کے، بعض لالٹین، بعض گیس، بعض بجلی، بعض چاند اور
ہمارے حضور سورج کی طرح تھے کسی کی روشنی چاند کی طرح جمالی تھی اور کسی کی دھوپ کی طرح جلالی سُرُج ان سب کو شامل ہے۔

[1] انبیائے کرام سے خصوصی عہد دو لیے گئے تھے ایک ادائے رسالت اور تبلیغِ نبوت کا عہد، اس عہد میں ہمارے حضور بھی شامل تھے اسکا ذکر اس آیت کریمہ میں
ہے، اور دوسرا نبی آخر الزمان پر ایمان لانا اور اُنکی مدد کرنا، اس میں ہمارے حضور شامل نہ تھے سب سے ہمارے حضور پر ایمان لانے کا معاہدہ لیا گیا اسکا ذکر
اس آیت میں ہے ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ الآیہ [2] یعنی تمام روحیں اپنے باپوں کی پشتوں میں واپس گئیں مگر عیسیٰ علیہ السلام کی رُوح حضرت مریم کے شکم
میں آپ کے منہ شریف کے راستے داخل ہوئی کیونکہ آپ کی ولادت بغیر والد کے ہونے والی تھی [3] کہ واقعاتِ عالم گذشتہ فیصلے کے مطابق ہو رہے ہیں
یا اتفاقاً مگر یہ تذکرہ مناظرانہ رنگ میں نہ تھا بلکہ تحقیق کے لیے اسی لیے حضور اکرم سنتے رہے منع نہ فرمایا بلکہ ایک مسئلے کی وہ تحقیق فرما دی، معلوم ہوا کہ علم کلام
پڑھنا ممنوع نہیں مسئلہ تقدیر میں جھگڑنا منع ہے جیسا گذشتہ احادیث سے معلوم ہوا [4] خلاصۂ مسئلہ یہ ہوا کہ واقعات عالم گذشتہ فیصلے کے مطابق ہو
رہے ہیں اور وہ فیصلے اٹل ہیں جنکی تبدیلی ناممکن ہے، خیال رہے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں ذاتی اور وصفی، وصفی حالات دن رات بدلتے رہتے ہیں

قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا يَزَالُ يُصِيْبُكَ فِيْ كُلِّ عَامٍ وَجْعٌ مِنَ الشَّاةِ الْمَسْمُوْمَةِ الَّتِيْ اَكَلْتَ قَالَ مَا اَصَابَنِيْ شَيْءٌ مِنْهَا اِلَّا وَهُوَ مَكْتُوْبٌ عَلَيَّ وَاٰدَمُ فِيْ طِيْنَتِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ۔ بَابُ اِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ اِذَا سُئِلَ فِي

۱؎ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو ہر سال اس زہریلی بکری کی تکلیف ہوتی ہے جو آپ نے (خیبر میں) کھائی تھی ۲؎ فرمایا مجھے اس کے سوا کچھ نہیں پہنچتی جو میرے مقدر میں اس وقت لکھ دی گئی جب حضرت آدم اپنے خمیر میں تھے ۳؎ (ابن ماجہ) عذاب قبر کا ثبوت ۴؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت برا ابن عازب سے ۵؎ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا مسلمان سے جب قبر میں پوچھ گچھ ہوتی

کافر مومن بن جاتے ہیں، فاسق متقی، بخیل سخی ہوجاتے ہیں بزدل بہادر، کبھی بزرگوں کی صحبت سے کبھی علم کی برکت سے کبھی یوں ہی محض رب کی قدرت سے مگر اصلی حالت کبھی نہیں بدل سکتی اگر کبھی عارضی طور پر بدل بھی گئی تو اُسے بقا نہ ہوگا آگ پہ پانی گرم ہوجاتا ہے مگر وہاں سے ہٹتے ہی پھر ٹھنڈا یہاں اصلی حال کا ذکر ہے اور جبلّت سے وہ خصلت مراد ہے جو علم الٰہی میں آچکی جس میں تغیر و تبدل ناممکن ہے۔

۱؎ آپ کا نام ہند بنت ابی اُمیّہ ہے پہلے ابوسلمہ کے نکاح میں تھیں ۴ھ میں بیوہ ہوگئیں اسی ۴ھ اواخر ماہ شوال میں حضور کے نکاح میں آئیں ۵۹ھ میں مدینہ پاک میں وفات ہوئی جنت البقیع میں دفن ہوئیں ۸۴ سال عمر ہوئی بہت صحابہ اور تابعین نے آپ سے احادیث روایت کیں ۲؎ کہ ایک یہودیہ نے خیبر میں دھوکہ سے بکری کا زہر آلودہ گوشت حضور کو کھلا دیا تھا بعض صحابہ نے بھی کھا لیا تھا جو شہید ہوگئے خدا کے فضل سے حضور محفوظ رہے مگر ہر سال زہر کی تکلیف عود کرتی تھی حتی کہ وفات کے وقت بھی اس زہر کا اثر نمودار ہوگیا تھا۔ ان شاء اللہ اس کا مفصل ذکر باب المعجزات میں آئے گا ۳؎ لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اگر ہم خیبر نہ جاتے تو زہر نہ کھاتے خیبر جانا وہاں زہر کھالینا سب پہلے لکھا جاچکا تھا ۴؎ عذاب قبر کے متعلق چند مسائل یاد رکھنے چاہئیں (۱) یہاں قبر سے مراد عالم برزخ ہے جس کی ابتداء ہر شخص کی موت سے ہے انتہا قیامت پر، عرفی قبر مراد نہیں لہذا جو مردہ دفن نہ ہوا بلکہ جلا دیا گیا یا ڈبو دیا گیا یا اُسے شیر کھا گیا اُسے بھی قبر کا حساب و عذاب ہے (۲) عذاب قبر کا ثبوت بہت سی آیات اور بے شمار احادیث سے ہے رب تعالٰی فرماتا ہے۔ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الآیہ فرماتا ہے اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا اور فرماتا ہے اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا یہ سب آیتیں عذاب قبر کے متعلق ہیں دیکھو ہماری فہرست القرآن اور فتاوٰی نعیمیہ لہذا عذاب قبر کا منکر گمراہ ہے (۳) قبر میں صرف ایمان کا حساب ہے حشر میں ایمان و اعمال دونوں کا (۴) حسابِ قبر ہمارے حضور کے زمانہ سے شروع ہوا پچھلی اُمتوں میں نہ تھا نہ اُن سے اپنے نبی کی پہچان کرائی جاتی تھی (۵) حسابِ قبر آٹھ شخصوں سے نہیں ہوتا نبی، شہید، جہاد کی تیاری کرنے والا طاعون میں مرنے والا، طاعون میں صابر، چھوٹے بچے، جمعہ کے دن یا رات میں مرنے والا، ہر رات سورۂ ملک پڑھنے والا، مرض موت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھنے والا (شامی) (۶) حسابِ قبر اور ہے عذاب قبر کچھ اور بعض لوگ حساب قبر میں کامیاب ہوں گے مگر بعض گناہوں کی وجہ سے

الْقَبْرِ يَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ نَزَلَتْ فِيْ عَذَابِ الْقَبْرِ يُقَالُ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ وَنَبِيِّيْ مُحَمَّدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ہے تو وہ گواہی دے اٹھتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں [1] تو یہ ہی رب کا فرمان ہے کہ اللہ مومنوں کو مضبوط بات پر قائم رکھتا ہے دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں [2] اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت یہ ہے کہ فرمایا کہ یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی [3] مردے سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون تو وہ کہتا ہے میرا رب اللہ اور میرے نبی محمد ہیں (مسلم و بخاری)

عذاب میں مبتلا جیسے چغل خور اور گندا (۷) کافر کو عذابِ قبر دائمی ہوگا گنہگار مومن کو عارضی حتی کہ بعض کا عذاب جمعہ کی شب آتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اسی لیئے بعد دفن سے شب جمعہ تک قبر پر تلاوتِ قرآن کرائی جاتی ہے (۸) حشر کے بعد بندوں کو جنت یا دوزخ میں داخل فرما کر ثواب یا عذاب دیا جاوے گا برزخ میں جنت دوزخ کا ثواب و عذاب قبر میں پہنچتا ہے جسم میت وہاں نہیں پہنچتا لہذا دونوں عذابوں ثوابوں میں فرق ہے (۹) عذابِ قبر روح کو ہے جسم اسکے تابع مگر حشر کے بعد والا عذاب و ثواب روح و جسم دونوں کو ہوگا [5] آپکا نام براء کنیت ابوعمارہ ہے انصاری حارثی ہیں خندق اور غزوۂ احد وغیرہ ۱۵ غزووں میں حضور کے ساتھ رہے۔ عہد فاروقی میں کوفہ میں قیام فرمایا ۲۴ھ میں رے آپ ہی نے فتح کیا، عہد مرتضوی میں جنگِ جمل صفین اور نہروان میں حضرت علی مرتضی کے ساتھ تھے کوفہ میں وفات ہوئی۔

[1] پوچھنے والے منکر نکیر دو فرشتے ہیں جو توحید و رسالت اور دین کا امتحان لیتے ہیں یہ جواب عام مومنوں کا ہے جو یہاں ارشاد ہوا بعض عاشق جمالِ مصطفوی دیکھتے ہی اٹھ کر فدا ہو جاتے ہیں اور ایسا طواف کرتے ہیں جیسا پروانہ شمع کا یا حاجی کعبہ کا جیسا کہ بزرگوں کی تواریخ سے ثابت ہے کہ انہوں نے خواب میں لوگوں کو اپنے سوال کی تفصیل وجد انگیز طریقہ سے بتائی [2] یہاں آخرت سے مراد قبر ہے یعنی قبر میں کوئی شخص اپنی کوشش سے کامیاب نہیں ہو سکتا محض رب کے کرم سے کامیابی ملے گی۔ یعنی مومنوں کو زندگی اور قبر میں کلمہ شہادت پر اللہ تعالی ہی ثابت قدم رکھتا ہے ورنہ دنیا کے بہت سے حالات اور قبر کے سخت سوالات اسے پھسلانے والے ہیں قول ثابت سے مراد کلمۂ طیبہ ہے چونکہ قبر میں صرف عقائد کا امتحان ہے اسلیئے اعمال کا ذکر نہ ہوا [3] یعنی قبر کے عذاب و ثواب کے ثبوت میں ورنہ یہ آیت مومنوں کے بارے میں آئی ہے جو عذابِ قبر سے محفوظ ہیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں [4] دنیا میں امتحان کے سوالات پہلے چھپائے جاتے ہیں تاکہ کوئی جواب سوچ نہ لائے۔ ہمارے حضور نے اس امتحان کے سوالات بھی آؤٹ کر دیئے ان کے جوابات بھی بتا دیئے خدا کرے اسوقت اوسان ٹھکانے رہیں اور یہ بتائے ہوئے

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ اَنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ اَتَاہُ مَلَکَانِ فَیُقْعِدَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اُس کے ساتھی لوٹتے ہیں تو وہ اُن کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے [۱] اُس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اُسے بٹھاتے ہیں [۲] پھر کہتے ہیں

؎ جوابات یاد آجائیں۔

[۱] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مردے سنتے ہیں، مردوں کا سُننا قرآنی آیات اور بے شمار احادیث سے ثابت ہے حضرت شعیب و صالح علیہ السلام نے عذاب یافتہ قوم کی نعشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا یَا قَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ الآیہ رب فرماتا ہے وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا یعنی اے محبوب پچھلے پیغمبروں سے پوچھو، بلکہ ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا گیا ثُمَّ ادْعُھُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا ذبح کیے ہوئے جانوروں کو پکارو دوڑتے ہوئے آجائیں گے، یہ حدیث سماع موتٰی کیلئے نص صریح ہے، ہمارے حضور علیہ السلام نے بدر میں مقتول کفار کی لاشوں پر کھڑے ہو کر ان سے کلام کیا، خیال رہے کہ مردے کا یہ سننا ہمیشہ رہتا ہے اسیلئے حکم ہے کہ قبرستان میں جا کر مردوں کو سلام کرو، حالانکہ نہ سننے والوں کو سلام کیسا؟ جن آیتوں میں سماع موتٰی کی نفی ہے وہاں مردوں سے مراد دل کے مردے یعنی کافر ہیں۔ اور سننے سے مراد قبول کرنا ہے اسی لیے جہاں قرآن نے یہ فرمایا اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی تم مردوں کو سُنا نہیں سکتے، وہاں ساتھ میں یہ بھی فرما دیا اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا یعنی تم صرف مومنوں کو ہی سُنا سکتے ہو جس سے معلوم ہوا کہ وہاں مردوں سے مراد کافر تھے، مرقات نے یہاں فرمایا کہ میت اپنے دینے والوں، نماز پڑھنے والوں، اٹھانے والوں اور دفن کرنے والوں کو جانتا پہچانتا ہے، حضرت عائشہ صدیقہ گنبد خضریٰ میں حضرت عمر کے دفن ہونے کے بعد پردے کے ساتھ اندر جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں عمر سے حیا کرتی ہوں، معلوم ہوا کہ میت دیکھتی بھی ہے، امام صاحب نے میت کے سننے میں توقف نہیں کیا بلکہ سننے کی نوعیت میں جیسا کہ اسی جگہ مرقاۃ میں ہے دوسرے یہ کہ بعد موت قوتیں بڑھ جاتی ہیں کہ ہزاروں من مٹی میں دفن ہونے کے باوجود میت لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سن لیتی ہے تو جو انبیاء اور اولیاء زندگی میں مشرق و مغرب دیکھتے ہوں وہ بعد وفات فرش و عرش کی یقیناً خبر رکھتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ ہر جمعرات کو میت کی روح اپنے عزیزوں کے گھر پہنچ کر اُن سے ایصالِ ثواب کی درخواست کرتی ہے (اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور) معراج کی رات سارے نبی بیت المقدس میں اور پھر آناً فاناً آسمانوں پر موجود تھے یہ ہے رُوح میت کی رفتار۔

[۲] اس عبارت سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حسابِ قبر سب لوگوں کے لوٹ آنے کے بعد شروع ہوتا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص قبر پر ہی رہے تو اللہ کی رحمت سے اُمید ہے کہ میت سے حساب نہ ہوگا اسی لیے بعض لوگ بعد دفن سے جمعہ کی شب تک قبر پر حافظِ قرآن بٹھا لیتے ہیں کہ شاید ان کی موجودگی کی وجہ سے حساب اور تلاوتِ قرآن کی برکت سے عذاب نہ ہو، دوسرے یہ کہ منکر نکیر فرشتوں میں یہ طاقت ہے کہ بیک وقت ہزاروں جگہ جا سکتے ہیں۔ ہزارہا قبروں میں ایک آن میں موجود ہو کر سب مُردوں سے حساب کر لیتے ہیں اسی کو حاضر ناظر کہا جاتا ہے لہٰذا اگر انبیاء اولیاء بیک وقت چند جگہ موجود ہوں تو کوئی قباحت نہیں اور نہ یہ عقیدہ شرک ہے۔ خیال رہے کہ منکر نکیر مردے میں روح ڈالتے ہیں جس سے وہ زندہ ہو کر بیٹھتا ہے اور کلام کرتا ہے مگر یہ زندگی ہمیں محسوس نہیں ہو سکتی اور جنہیں جلا دیا گیا یا شیر کھا گیا ان کے م

مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ فَيُقَالُ لَهٗ اُنْظُرْ اِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ اَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّةِ فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا وَّاَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهٗ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ

کہ تو ان صاحب کے متعلق کیا کہتا تھا یعنی محمد[1] تو مومن کہہ دیتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں[2] تب اُس سے کہا جاتا ہے کہ اپنا دوزخ کا ٹھکانا دیکھ جسے اللہ نے جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا[3] تو وہ ان دونوں کو دیکھتا ہے[4] لیکن منافق اور کافر اس سے کہا جاتا ہے کہ ان صاحب کے بارے میں کیا کہتا تھا؟

ہو اجزاء اصلیہ سے روح متعلق کردی جاتی ہے اور اس سے حساب ہوجاتا ہے۔ حدیث میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ماں کے پیٹ میں فرشتہ بچہ بنا جاتا ہے۔ تقدیر لکھ جاتا ہے ماں کو خبر نہیں ہوتی عالم امر کی چیزیں ان آنکھوں سے نہیں دیکھی جاسکتیں۔

[1] یہ هٰذَا الرَّجُلِ کی تفسیر ہے جو حضور نے خود فرمائی کسی راوی کی تفسیر نہیں ورنہ وہ رسول اللہ یا نبی اللہ فرماتے (مرقاۃ) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حساب قبر حضور سے نہیں لیا گیا کیونکہ حضور ہی کی پہچان کا تو حساب ہے پھر آپ سے کیسے ہوتا، دوسرے یہ کہ قبر میں ہر مردے کو قریب سے حضور کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ جیسا کہ هٰذَا سے معلوم ہوا هٰذَا وہاں بولتے ہیں۔ جہاں چیز نظر بھی آرہی ہو اور قریب بھی ہو تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت سب کی قبور میں پہنچ سکتے ہیں یا سب کو بیک وقت نظر آسکتے ہیں جیسے سورج کی شعاعیں بیک وقت لاکھوں جگہ موجود اور بیک وقت خود ہر جگہ سے نظر آتا ہے اس سے حاضر ناظر کا مسئلہ حل ہوا چوتھے یہ کہ فرشتے خود حضور ہی کی زیارت کراتے ہیں نہ کہ آپ کے فوٹو کی کیونکہ فوٹو نہ رَجُل ہے نہ اس فوٹو کا نام محمد ہے نہ وہ فوٹو نبی ہے جیسے پتھر کو خدا کہنا شرک ہے ایسے ہی کسی فوٹو کو نبی بنانا بھی کفر ہے عشاق اس دیدار قبر کی بنا پر موت کی تمنا کرتے ہیں اور عاشقوں کی موت کو عرس کہا جاتا ہے یعنی برات کا دن یا دولھا کی دید کی عید کا دن۔

[2] یعنی جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا اُس نے حضور کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو نور ایمانی سے پہچان لیتا ہے اور تڑپ کر پکارتا ہے کہ یہی وہ ہیں جن کا میں نے کلمہ پڑھا تھا۔ بعض عشاق کہہ بیٹھتے ہیں کہ ہم نے عمر بھر ان کو رسول اللہ مانا اب ان سے پوچھو مجھے اپنا امتی کہتے ہیں یا نہیں جیسا کہ بعض صوفیاء کے کشف سے ثابت ہے[3] اللہ نے ہر بندے کے دو ٹھکانے رکھے ہیں ایک جنت میں ایک دوزخ میں کافر اپنے ٹھکانے پر بھی قبضہ کرتا ہے اور مومن کے دوزخی ٹھکانے پر بھی اور مومن جنت میں اپنا اور کافر کا جنتی ٹھکانا سنبھالتا ہے رب فرماتا ہے وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ اور فرماتا ہے اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ یہاں زمین سے جنت کی زمین مراد ہے اور وراثت سے کافر کے حصہ کی ملکیت مراد ہے وہی اس حدیث کا مقصد ہے یعنی اگر تو جناب مصطفٰے کو یہاں نہ پہچانتا تو دوزخ میں یہاں رہتا، یہ اس لیئے کہا جاتا ہے تاکہ مومن کی خوشی دوبالا ہو جائے۔

[4] یعنی میت اپنے قبر میں سے دوزخ و جنت کو آنکھوں سے دیکھتا ہے حالانکہ یہ دونوں اس کی قبر سے کروڑوں میل دور ہیں جب مردے کی دور بینی کا یہ عالم ہے تو اگر وہ ساری زمین اور زمین والوں کو دیکھے تو کیا بعید ہے، آج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر اُمتی کے ہر حال کو دیکھ رہے ہیں۔ اور ان کی ہر بات سن رہے ہیں اسی لیئے ہر نمازی ہر جگہ سے انہیں نماز

فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ كُنْتُ اَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَهٗ لَا دَرَيْتَ لَا تَلَيْتَ وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِلْبُخَارِيْ • وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ

۱؎ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا جو لوگ کہتے تھے وہ ہی میں کہتا تھا ۲؎ تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تُو نے نہ پہچانا نہ قرآن پڑھا ۳؎ اور لوہے کے ہتھوڑوں سے مار ماری جاتی ہے جس سے وہ ایسی چیخیں مارتا ہے کہ سوا جن وانس تمام قریبی چیزیں سنتی ہیں ۴؎ (مسلم و بخاری) الفاظ بخاری کے ہیں روایت ہے عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جب کوئی مرجاتا ہے تو صبح شام اُس پر اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا رہتا ہے ۵؎ اگر جنتی ہے تو جنت کا ٹھکانہ اور اگر دوزخیوں میں سے ہے

میں سلام کرتا ہے کہتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ •

۱؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں یہ اشارہ حسیہ ہوتا ہے نہ کہ عقلیہ اور وہمیہ یعنی فرشتے جمالِ محمدی دکھا کر پوچھتے ہیں محض ذہنی، وہمی چیز کی طرف اشارہ نہیں کرتے کیونکہ کافر حضور سے خالی الذہن ہے اگر اس کے سامنے جمالِ محمدی نہ ہوتا تو وہ تعجب سے کہتا کسے پوچھتے ہو؟ یہاں تو کوئی بھی نہیں یہ حدیث حضور کے حاضر ناظر ہونے کی ایسی قوی دلیل ہے کہ منکرین سے انشاء اللہ اس کا جواب نہ بنے گا سورج بیک وقت لاکھوں آئینوں میں جلوہ گری کرسکتا ہے تو نبوت کا سورج بھی لاکھوں قبروں کو بیک وقت چمکا سکتا ہے ۲؎ اگرچہ کافر نے عمر بھر حضور کو دیکھا ہو مگر قبر میں نہ پہچان سکے گا جیسے ابوجہل، ابولہب وغیرہ کیونکہ وہاں حضور کی پہچان رشتۂ ایمانی سے ہے لطف تو یہ ہے کہ کافر وہاں اپنا کفر بھی بھول جائے گا یہ نہ کہہ سکے گا کہ میں انہیں اپنے جیسا بشر یا بڑا بھائی یا جادوگر و مجنوں کہتا تھا، بلکہ گھبرا کر کہیگا کہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے انہیں کیا کہا تھا جو اور لوگ کہتے تھے وہی میں نے بھی کہا ہوگا ۳؎ تَلَيْتَ اصل میں تَلَوْتَ تھا دَرَيْتَ کی وجہ سے اسکی واو بھی یے سے بدل گئی یعنی ان کی نبوت پر تو عقلی دلائل بھی قائم تھے انکے معجزات وغیرہ اور نقلی دلائل بھی آیات قرآنیہ تو نے زندگی میں نہ تو انہیں عقل سے پہچانا نہ قرآن کے ذریعہ مانا، نہ علماء کی پیروی کی ظاہر یہ ہے کہ گفتگو سارے ہی کافروں اور منافقوں سے ہے اس میں کسی تاویل وغیرہ کی ضرورت نہیں ۴؎ یعنی چونکہ جن وانس ایمان اور شرعی احکام کے مکلف ہیں اور ایمان بالغیب چاہیے اسلئے قبر کا عذاب اور کافر مردے کی چیخ و پکار ان دونوں سے مخفی رکھی گئی تاکہ یہ غیب شہادت نہ بن جائے۔ ان کے علاوہ باقی تمام قریبی حیوانات بلکہ درخت و پتھر وغیرہ بھی یہ آواز سنتے ہیں، خیال رہے کہ ہر قبر میں سوال جواب کرنے والے دو فرشتے جاتے ہیں تاکہ یہ گواہ بھی بن جائیں مگر ہتھوڑوں سے مارنے والے دوسرے فرشتے ۵؎ یہاں صبح شام سے مراد ہمیشگی ہے یعنی میت قبر سے ہر وقت اپنے جنتی یا دوزخی

فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثُكَ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ يَهُوْدِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَاَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلّٰى صَلٰوةً اِلَّا تَعَوَّذَ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

تو دوزخ کا ٹھکانہ [۱] پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے تا آنکہ قیامت کے دن اللہ تجھے اُدھر بھیجے گا [۲] (مسلم بخاری)

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ایک یہودی عورت اُن کی خدمت میں حاضر ہوئی [۳] اور اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا [۴] اور آپ سے عرض کیا اللہ تمہیں عذاب قبر سے بچائے تب حضرت عائشہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عذابِ قبر کے متعلق پوچھا [۵] آپ نے فرمایا ہاں عذابِ قبر حق ہے [۶] حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے کبھی نہ دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز پڑھی ہو اور عذابِ قبر سے رب کی پناہ نہ مانگی ہو [۷] (مسلم بخاری)

ٹھکانے کو دیکھتا رہتا ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں اس کی تائید اس آیت سے ہے۔ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا (از مرقاۃ)

[۱] دیکھتا رہتا ہے اور قبر میں جنت کی خوشبوئیں، وہاں کی ٹھنڈی ہوائیں بلکہ وہاں کے پھل بھی آتے رہتے ہیں ایسے ہی کافر کی قبر میں کہ دوزخ کی لُو، وہاں کی بدبو اور سانپ بچھو قبر میں پہنچتے رہتے ہیں خیال رہے کہ قبر میں جنت کا آرام یا دوزخ کی تکلیف پہنچ جاتی ہے مگر جسم کا جنت میں ثواب کیلئے پہنچنا بعد قیامت ہوگا ہاں شہداء کی روحیں مرتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہیں جسمانی داخلہ ان کا بھی بعد قیامت ہے [۲] خیال رہے کہ مومن کی روح قبر میں یا کسی اور مقام پر قید نہیں ہوتی بلکہ بعض ارواح تو تمام عالم میں چکر لگاتی ہیں جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے مگر ہمیشہ کو اثر قبر ہی ہوتی ہے اور تعلق وہاں سے ہر وقت رہتا ہے۔ جیسے سونے کی حالت میں سیلانی روح کا تعلق جسم سے، اسی لیئے زیارت قبور کی جاتی ہے اور وہاں میت کو ایصالِ ثواب اور عرض معروض کیا جاتا ہے هٰذَا مَقْعَدُكَ سے یہی مراد ہے [۳] ملنے یا کسی اور کام کے لیئے نہ کہ محبت وغیرہ کی بنا پر مسلمہ عورت کا بدکار عورتوں سے پردہ لازم ہے نہ کہ کافرہ عورتوں سے لہذا قولِ فقہاء اس حدیث کے خلاف نہیں [۴] کیونکہ توریت شریف میں پڑھا تھا۔ یا اپنے پادریوں سے سُنا تھا معلوم ہُوا کہ یہود و نصاریٰ بھی عذابِ قبر کے قائل ہیں جو مسلمان اسلام کا دعویٰ کرکے اس کا انکار کرے وہ اُن سے بھی بدتر ہے تمام آسمانی کتب میں اس کا ذکر تھا معتزلہ روافض اور اس زمانہ کے بعض نئی روشنی کے دلدادہ اس کے انکاری ہیں [۵] کیونکہ اب تک آپ کو اس کی خبر نہ تھی اور یہود کی بات پر اعتبار نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ کفار کی بتائی بات پر اعتبار نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی تصدیق علمائے اسلام سے نہ ہو جائے [۶] کہ تمام آسمانی دین اس کے قائل ہیں خیال رہے کہ کفار کا عذابِ قبر کسی صورت سے دفع نہیں ہو سکتا۔ مگر گنہگار مومنوں کا یہ عذاب سبزہ کی تسبیح بزرگوں کی دعا ایصالِ ثواب وغیرہ سے ختم یا کم ہو جاتا ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر کھجور کی تر شاخیں

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَائِطٍ لِبَنِيْ النَّجَّارِ عَلٰى بَغْلَةٍ لَهٗ وَنَحْنُ مَعَهٗ اِذْ حَادَتْ بِهٖ فَكَادَتْ تُلْقِيْهِ وَاِذَا اَقْبُرٌ سِتَّةٌ اَوْ خَمْسَةٌ فَقَالَ مَنْ يَّعْرِفُ اَصْحَابَ هٰذِهِ الْاَقْبُرِ قَالَ رَجُلٌ اَنَا قَالَ فَمَتٰى مَاتُوْا قَالَ فِي الشِّرْكِ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ تُبْتَلٰى فِيْ قُبُوْرِهَا فَلَوْلَا اَنْ لَّا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ

روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے[1] فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے باغ میں[2] اپنے خچر پر سوار تھے[3] اور ہم حضور کے ساتھ تھے کہ اچانک آپ کا خچر بدکا[4] قریب تھا کہ آپ کو گرادیتا ناگاہ وہاں پانچ چھ قبریں تھیں حضور نے فرمایا کہ ان قبروں کو کوئی پہچانتا ہے؟[5] ایک شخص نے عرض کیا کہ میں حضور نے فرمایا یہ کب مرے عرض کیا زمانہ شرک میں[6] تب حضور نے فرمایا کہ یہ گروہ[7] اپنی قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں[8] اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو گے۔

گاڑدیں، اب قبروں پر پھول ڈالنے گھاس اگانے کا بھی یہی منشا ہے[9] ہر نماز کے بعد بلند آواز سے اس سے پہلے آہستہ دعا مانگتے تھے یہ دعا امت کی تعلیم کے لیئے ہے تاکہ لوگ سیکھ لیں ورنہ انبیائے کرام سے نہ سوال قبر ہے نہ عذاب ان کی برکت سے لوگوں کے عذاب دور ہوتے ہیں۔

[4] عذاب قبر دیکھ کر معلوم ہوا کہ جس خچر پر حضور سوار ہو جائیں اس کی آنکھ سے غیبی حجاب اٹھ جاتے ہیں کہ وہ قبر کے اندر کا عذاب دیکھ لیتا ہے، تو جس ولی پر حضور کا دست کرم پڑ جائے وہ عرش و فرش دیکھ لیتا ہے، خیال رہے کہ جانور قبر والوں کی چیخ و پکار سن لیتے ہیں جیسا کہ پچھلی حدیث میں گزر چکا، مگر عذاب قبر کا دیکھنا حضور کی برکت سے تھا ورنہ ہمارے گھوڑے دن رات قبروں پر گزرتے ہیں نہ بدکتے ہیں نہ اچھلتے ہیں[5] یہ سوال اپنی بے علمی کی بنا پر نہیں بلکہ دوسرے کی زبان سے یہ حالات سنوانے کیلئے ہیں، حضور اپنے صحابہ اور انکی قبروں کو پہچانتے ہیں، ہر ایک کے دفن میں شرکت فرماتے تھے۔ رب تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ حالانکہ رب تعالٰی علیم و خبیر ہے حضور تو قبر کا عذاب ملاحظہ فرمارہے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ان سے بے خبر ہوں[6] آپ کی تشریف آوری سے پہلے یا بعد آپ کا انکار کرکے، اس سے معلوم ہوا کہ ظہور اسلام سے پہلے جو مشرک ہو کر مرا اسے بھی عذاب قبر ہوگا اور کفار کا عذاب کبھی ختم نہیں ہوتا نہ اس کے لیئے دعائے مغفرت کی جائے۔ نہ ایصال ثواب وغیرہ، مردے کو کوئی دوا مفید نہیں، کافر کو کوئی دعا فائدہ مند نہیں۔ اسی لیئے حضور نے ان کے لیئے دعا بھی نہ فرمائی اور سبزہ وغیرہ بھی نہ ڈالا جیسا کہ گنہگاروں کی قبر پر کھجور کی شاخ گاڑی تھی جس کا ذکر آگے آوے گا۔ بعض مسلمان مشرکوں کو خوش کرنے کے لیئے گاندھی کی سمادھ پر پھول ڈالتے ہیں۔ سخت ناجائز ہے[7] مشرکین و کفار کا امت یعنی جماعت جو دین یا زمانہ یا جگہ میں جمع ہو (مرقاۃ)[8] پہلے گزر چکا کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے مشرکین ہند کے مردے جلا دیئے جاتے ہیں انہیں بھی عذاب برزخ ہوتا ہے

[1] آپ انصاری ہیں، مدنی ہیں، کاتب وحی، علم فرائض کے امام ہیں، آپ کے حالات پہلے ذکر کیئے جا چکے۔

[2] بنی نجار انصار کا ایک بڑا قبیلہ ہے، انہی کی چھوٹی بچیاں ہجرت کے دن حضور کی تشریف آوری پر دف بجاتی اور گا گا کر خوشیاں مناتی تھیں۔

اللّٰہَ اَنْ یُّسْمِعَکُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِیْ اَسْمَعُ مِنْہُ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْہِہٖ فَقَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقْبِرَ الْمَیِّتُ اَتَاہُ مَلَکَانِ اَسْوَدَانِ اَزْرَقَانِ یُقَالُ لِاَحَدِھِمَا

تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ اس عذاب سے کچھ تمہیں بھی سنا دے جو میں سن رہا ہوں [1] پھر ہماری طرف چہرہ کرکے فرمایا کہ دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو سب نے کہا ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ فرمایا عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو سب بولے ہم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں [2] فرمایا کھلے چھپے فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو سب بولے ہم کھلے چھپے فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں [3] فرمایا دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگو سب بولے کہ ہم دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں [4] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میت دفن کی جاتی ہے [5] تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں [6] ایک کو

[1] ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب سارے مسلمانوں سے ہے نہ کہ صرف صحابہ سے بعض صحابہ اور اولیاء اللہ تو عذاب قبر کو سنتے اور دیکھتے ہیں مطلب یہ ہے کہ عذاب قبر ایسی دہشتناک چیز ہے کہ اگر عوام اسے دیکھ لیں تو دہشت سے دیوانے ہوجائیں اور اپنے مردوں کو دفن کرنا بھول جائیں یہ مطلب نہیں کہ دفن نہ کرنے سے عذاب نہیں ہوتا لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، اکو بلکہ کا زلزلہ دیکھ کر لوگوں کے ہوش اڑ گئے تھے اور بہت سے دیوانے ہوگئے تھے [2] اگرچہ عذاب قبر پہلے ہے اور عذاب دوزخ بعد میں لیکن چونکہ عذاب دوزخ سخت ہے اور عذاب قبر ہلکا کہ دوزخ میں آگ ہے اور قبر میں آگ کا اثر اسلیئے دوزخ کا ذکر پہلے فرمایا اور قبر کا بعد میں [3] کھلے فتنے بد اعمالیاں ہیں یعنی جسم کے گناہ اور چھپے فتنے بدعقیدگیاں، حسد، کینہ وغیرہ ہیں یعنی دل کے گناہ، مطلب یہ ہے کہ ان تمام برائیوں سے پناہ مانگو جو عذاب دوزخ یا عذاب قبر کا سبب ہیں چونکہ بظاہر یہ تکلیف دہ نہیں ہوتے اس لیئے ان کا ذکر بعد میں کیا گیا [4] یہ دعا آیندہ نسلوں کی تعلیم کے لیئے اور صحابہ کرام کے دلوں میں فتنۂ دجال کی ہیبت قائم کرنے کے لیئے ہے ورنہ حضور کو علم تھا کہ صحابہ کے زمانہ میں نہ دجال آئے گا نہ اس کے فتنے [5] دفن کا ذکر اتفاقی ہے چونکہ عرب میں عام، مردے دفن ہی ہوتے تھے اس لیئے فرمایا گیا ورنہ جو مردہ دفن نہ بھی ہو بلکہ اسے جلا کر خاک کیا گیا ہو یا شیر و مچھلیاں کھا گئی ہوں اسکے

اَلْمُنْكَرُ وَلِلْاٰخِرِ النَّكِيْرُ فَيَقُوْلَانِ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَيَقُوْلَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْلُ هٰذَا ثُمَّ يُفْسَحُ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا

منکر دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے [1] وہ کہتے ہیں کہ تو ان صاحب کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ [2] تو میت کہتا ہے یہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں [3] تب وہ کہتے ہیں ہم تو جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا [4] پھر اس کی قبر میں فراخی دی جاتی ہے: ستر گز —

اجزائے اصلیہ سے روح متعلق کر دی جاتی ہے اور سوال جواب ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ اجزاء دنیا میں بکھرے ہوں (مرقات ولمعات وغیرہ) [5] یہ دونوں فرشتے وہ ہیں جو حساب قبر پر مقرر ہیں یہ انسانی شکل بنا کر اس رنگ میں اس لیئے آتے ہیں تاکہ ان کی ہیبت سے کفار تو گھبرا جائیں اور حیرانی سے جواب نہ دے سکیں اور مومن مطمئن رہیں اور باآسانی جواب دیں، یہ گھبراہٹ اور اطمینان کافر و مومن میں فرق کرنے کے لیئے ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نورانی مخلوق میں بیک وقت ہزارہا جگہ موجود ہو جانے کی طاقت ہے، دو فرشتے ایک آن میں ہزار قبروں میں پہنچ جاتے ہیں، لہٰذا بعض اولیاء کا بیک وقت چند جگہ پایا جانا ممکن ہے، دوسرے یہ کہ جب نور شکل انسانی میں آئے تو جسم انسانی کے لوازمات اس میں پائے جائیں گے، فرشتے نور ہیں اور نور نہ کالا ہو نہ نیلا مگر جب شکل انسانی میں آئے تو ان کے چہرے کا رنگ کالا بھی ہو گیا، آنکھیں نیلی بھی۔ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جب سانپ بنتی تو کھاتی پیتی بھی تھی تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ہاروت فرشتے جب شکل انسانی میں آئے تو کھاتے پیتے بلکہ صحبت بھی کر سکتے تھے، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ اگر حضور نور تھے، تو کھاتے پیتے کیوں تھے؟

[1] ان لفظوں کے معنے ہیں، اجنبی جس کو دیکھ کر گھبراہٹ ہو چونکہ میت نے انہیں کبھی دیکھا نہیں ہوتا ان کی شکل ہیبت ناک بھی ہوتی ہے اسلیئے انکا یہ نام ہے، شیخ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ کافروں کے سوال کرنیوالے فرشتوں کا یہ نام ہے۔ اور مومنوں کے ممتحنوں کا نام مبشر اور بشیر ہے مگر نام کا فرق ہے ذات ایک ہی ہے [2] مرقاۃ میں فرمایا کہ شکل پاک مصطفےٰ ہر قبر میں جلوہ گر ہوتی ہے جیسے ہر آئینہ میں سورج، بعض علماء فرماتے ہیں کہ قبر سے روضۂ اطہر تک کے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں جس سے میت بے تکلف جمال جہاں آرا کا نظارہ کرتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ مومن سے پھر یہ جمال تاقیامت غائب نہیں ہوتا اسی لیئے بعض عشاق موت کی تمنا کرتے ہیں حضور نے حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا کہ میرے اہل بیت میں پہلے تم مجھ سے ملوگی یا ازواج پاک سے فرمایا کہ تم میں جو زیادہ سخی ہوگی وہ مجھ سے پہلے ملے گی۔ اسکا یہی مطلب ہے خیال رہے کہ ان فرشتوں کا حضور انور کو رجل فرمانا توہین کیلیئے نہیں کہ یہ کفر ہے بلکہ امتحان کی تکمیل کے لیئے ہے کہ اگر وہ نبی یا رسول کہہ دیتے تو امتحان ہی کیا ہوتا [3] قبر میں سوال بھی تین ہوتے ہیں اور جواب بھی تین، مگر یہاں سوال تو ایک فرمایا گیا جو سب کو جامع تھا۔ اور جواب تینوں کا توحید کا بھی دین کا اور رسالت کا بھی، اس سے معلوم ہوا ہے کہ بندہ حضور ہی کو دیکھتا ہے نہ کہ آپ کے فوٹو کو ورنہ یہ جواب ہی کفر ہوتا

فِیْ سَبْعِیْنَ ثُمَّ یُنَوَّرُ لَهٗ فِیْهِ ثُمَّ یُقَالُ لَهٗ نَمْ فَیَقُوْلُ اَرْجِعُ اِلٰی اَهْلِیْ فَاُخْبِرُهُمْ فَیَقُوْلَانِ نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ الَّذِیْ لَا یُوْقِظُهٗ اِلَّا اَحَبُّ اَهْلِهٖ اِلَیْهِ حَتّٰی یَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ وَاِنْ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ قَوْلًا فَقُلْتُ مِثْلَهٗ لَا اَدْرِیْ فَیَقُوْلَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ فَیُقَالُ

ستر گز میں ۱ پھر اس کے لیے وہاں روشنی کر دی جاتی ہے ۲ پھر اسے کہا جاتا ہے سو جا وہ کہتا ہے میں اپنے گھر جاؤں تاکہ انہیں یہ خبر دوں ۳ تو وہ کہتے ہیں دُلہن کی طرح سو جا جسے اس کے پیارے خاوند کے سوا گھر کا کوئی نہیں جگاتا ۴ تاآنکہ اللہ اُسے اس کی خواب گاہ سے اُٹھائے گا اور اگر مُردہ منافق ہو تو کہتا ہے کہ میں نے لوگوں سے کچھ کہتے سُنا تھا اسی طرح میں بھی کہہ دیتا تھا میں نہیں پہچانتا ۵ تب وہ کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا ۶ پھر زمین سے کہا جاتا ہے

کیونکہ حضور کے فوٹو کو نبی کہنا ایسے ہی کفر ہے جیسے رب کے نام کا پتھر گھڑ کر اسے خدا کہنا ۳ یعنی یہ سوال جواب قانونی طور پر ہے ہم تیرے ایمان سے بے خبر نہ تھے، معلوم ہوا کہ فرشتے ہر شخص کی سعادت اور شقاوت، کفر و ایمان سے خبردار ہیں ہمارے حضور جو اعلم الخلق ہیں ان کے علم کا کیا پوچھنا، مرقات میں فرمایا کہ فرشتے مومن میت کی پیشانی میں نورِ ایمان کی شعاع عبادت کا اثر اور سعادت کی علامتیں دیکھتے ہیں۔ جیسے قیامت میں ہر شخص مومن و کافر کو پہچان لے گا رب فرماتا ہے۔ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ

۱ یعنی چار ہزار نو سو گز جو ستر کی ضرب ستر میں دینے سے حاصل ہے یعنی ستر گز لمبی ستر گز چوڑی کل رقبہ چار ہزار نو سو، یہ بیان وسعت کے لیئے ہے نہ کہ حصر کے لیے، بعض روایتوں میں ہے تاحدِ بصر۔ وہ اس کی تفسیر ہے ۲ یہ روشنی چاند سورج وغیرہ کی نہیں ہوتی بلکہ نورِ الٰہی یا نورِ مصطفوی کی جگمگاہٹ ہوتی ہے ممکن ہے کہ ایمان قلبی کا نور ہو تب بھی وہی ہے ۳ کہ میں کامیاب ہو گیا اور نہایت آرام سے ہوں، معلوم ہوا کہ میت اپنے گھر والوں کو پہچانتا ہے اور وہاں پہنچنے کی بھی طاقت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ یہ نہیں کہتا کہ تم مجھے لے چلو یا سواری لاؤ بلکہ کہتا ہے میں جاتا ہوں اگرچہ اس کے گھر والے صدہا کوس ہوں ۴ مرقات میں فرمایا کہ یہاں سونے سے مراد آرام کرنا ہے یعنی یہ برزخی زندگی آرام سے گزار کر تجھ تک سوا خدا کی رحمت کے کوئی آفت یا بلا نہیں پہنچ سکے گی جیسے کہ عروس دُلہن کے پاس دُلہا کے سوا کوئی نہیں پہنچتا یہ نیند غفلت والی مراد نہیں، رب فرماتا ہے یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول قبر میں جنتی روزی کھاتے ہیں خوش و خرم رہتے ہیں اور دنیا کے لوگوں کی خبر رکھتے ہیں اگر وہ سو گئے ہوتے تو پھل کیسے کھاتے یہاں کی خبر کیسے رکھتے۔ نیز قبرستان میں پہنچ کر سلام کرنا سنت نہ ہوتا کیونکہ سوتوں کو سلام کرنا منع ہے لہٰذا اس حدیث سے وہابی دلیل نہیں پکڑ سکتے، یہ حدیث بزرگوں کے عرس کا ماخذ ہے چونکہ فرشتوں نے اس دن صاحبِ قبر کو عروس کہا ہے لہٰذا اس دن کا نام روزِ عرس ہے، موت مومن کی شادی کا اور کافر کی گرفتاری کا دن ہے ۵ معلوم ہوا کہ دلی ایمان قبر میں ساتھ جائیگا نہ کہ زبانی اسلام اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ۶ کیونکہ لوح محفوظ ہمارے سامنے ہے تیرا کفر پر مرنا ہمیں معلوم ہے تیری پیشانی میں کفر کی تاریکی دیکھ رہے

لِلْاَرْضِ الْتَئِمِیْ عَلَیْہِ فَتَلْتَئِمُ عَلَیْہِ فَتَخْتَلِفُ اَضْلَاعُہٗ فَلَا یَزَالُ فِیْہَا مُعَذَّبًا حَتّٰی یَبْعَثَہُ اللّٰہُ مِنْ مَضْجَعِہٖ ذٰلِكَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَاْتِیْہِ مَلَکَانِ فَیُجْلِسَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَنْ رَّبُّكَ فَیَقُوْلُ رَبِّیَ اللّٰہُ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَادِیْنُكَ فَیَقُوْلُ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلَانِ مَاھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ فَیَقُوْلُ ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلَانِ

کہ اس پر تنگ ہو جا تو اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ مُردے کی پسلیاں اِدھر اُدھر ہو جاتی ہیں [1] پھر وہ قبر کے عذاب میں ہی رہتا ہے تا آنکہ اللہ اُسے اس ٹھکانے سے اٹھائے [2] (ترمذی) روایت ہے براء ابن عازب سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ مُردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اُسے بٹھاتے ہیں [3] پھر اس سے کہتے ہیں تیرا رب کون؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے [4] پھر وہ کہتے ہیں یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے تو وہ کہتا ہے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں فرشتے کہتے ہیں۔

ہیں یہ سوال جواب محض قانون کے لیئے ہے۔

[1] یعنی دائیں پسلیاں بائیں طرف اور بائیں پسلیاں دائیں طرف لیکن اس کی یہ حالت ہماری حِس سے بالا ہے اگر ہم کافر کی لاش دیکھیں تو ویسی ہی صحیح معلوم ہوگی خیال رہے کہ اگر ایک ہی قبر میں کافر و مومن دفن ہو گئے تو وہ ہی قبر مومن کے لیئے فراخ ہوگی اور کافر کے لیئے تنگ، مومن کے لیئے روشن اور کافر کیلیئے اندھیری، مومن کے لیئے ٹھنڈی کافر کے لیئے گرم اور مومن کے لیئے مہکی ہوئی، کافر کے لیئے بدبودار جیسے ایک بستر میں دو آدمی سو رہے ہوں ایک اچھی اور دل خوش کُن خواب دیکھے دوسرا پریشان کن اور ہیبت ناک خواب دیکھے، بستر ایک ہے مگر دونوں کی حالتیں مختلف خواب برزخ کی ایک تمثیل ہے، خواب اکثر خیال ہوتی ہے۔ برزخ میں حقیقت ہوگی، پسلیاں فرمانا سمجھانے کیلیئے، ورنہ جن کفار کی پسلیاں راکھ بنادی گئیں یا جانوروں نے ہضم کر لیں ان کی رُوح پر بھی تنگی ایسی ہی ہوگی اس کیلیئے قبر ایک شکنجہ ہے [2] یعنی قیامت تک، معلوم ہوا کہ کافر کا عذاب کسی تدبیر سے بھی ختم یا ہلکا نہیں ہو سکتا گنہگار مومن کا عذابِ قبر بزرگوں کے قدم زندوں کے ایصالِ ثواب وغیرہ سے ہلکا ہو جاتا ہے [3] خیال رہے کہ لیٹے ہوئے کا بیٹھنا جلوس ہے اور کھڑے ہوئے بیٹھنا قعود کبھی مجازًا ایک کو دوسرے کے معنے میں استعمال کر لیتے ہیں یہاں حقیقی معنے میں ہے۔ یہاں بٹھانا بھی غیر حِسّی ہے، مردے خانہ میں کافر کی لاشیں ہمارے سامنے پڑی رہتی ہیں مگر فرشتے اُسے بٹھا کر امتحان لے کر عذاب میں گرفتار کر جاتے ہیں اور ہمیں پتہ بھی نہیں لگتا ہمارے سامنے سونے والا بدخوابی میں تکلیف پا رہا ہے گھبرا رہا ہے مگر ہمیں خبر نہیں [4] یہ سوال جواب سب عربی زبان میں ہوتے ہیں بعد موت سب کی زبان عربی ہو جاتی ہے (مرقاۃ) لیکن مردہ اپنی زندگی کی زبان بھی سمجھتا ہے۔ ہمارے حضور زندگی شریف میں تمام زبانیں جانتے ہیں حتی کہ لکڑی و پتھر کی زبانیں، جانور حضور سے فریادیں کرتے تھے اور اب بھی ہر زبان سے واقف ہیں، حضور کے روضہ پر ہر فریادی اپنی زبان میں عرض و

لَهٗ وَمَا يُدْرِيْكَ فَيَقُوْلُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَاٰمَنْتُ بِهٖ وَصَدَّقْتُ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الْاٰيَةَ قَالَ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ صَدَقَ عَبْدِيْ فَاَفْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَاَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَى الْجَنَّةِ فَيُفْتَحُ قَالَ فَيَاْتِيْهِ مِنْ رَّوْحِهَا وَطِيْبِهَا وَيُفْسَحُ لَهٗ فِيْهَا مَدَّ بَصَرِهٖ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَذَكَرَ مَوْتَهٗ قَالَ وَيُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ وَيَاْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا دِيْنُكَ

تجھے یہ کیسے معلوم ہوا[۱] وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اُسے سچا جانا[۲] یہ ہی اُس آیت کی تفسیر ہے یثبت اللہ الآیہ فرمایا حضور نے پھر آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے[۳] لہٰذا اس کے لیے جنت کا بستر بچھاؤ اُسے جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو پس کھول دیا جاتا ہے فرماتے ہیں کہ اس تک جنت کی ہوا اور وہاں کی خوشبو آتی ہے[۴] اور تا حدِ نظر قبر میں فراخی کردی جاتی ہے[۵] رہا کافر حضور نے اس کی موت کا ذکر فرمایا[۶] فرمایا کہ اس کی روح اُس کے جسم لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پھر وہ اُسے بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا[۷] پھر اس سے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ؟

معروض کرتا ہے وہاں ترجمہ کی ضرورت نہیں پڑتی ؛

[۱] یہ سوال خوشی کا ہے یعنی اے بندے اس نازک موقعہ پر تُو نے انہیں کیسے پہچان لیا اور تُو امتحان میں کامیاب کیسے ہوگیا ؟ [۲] یعنی بلا واسطہ میں نے قرآن شریف خود سیکھا یا علماء کے ذریعہ اس سے عقائد اور اعمال حاصل کیے لہٰذا یہ جواب علماء کیلئے بھی درست ہے اور جاہلوں کیلئے بھی، اس جواب سے معلوم ہُوا کہ قبر میں حضور کی پہچان ایمانی رشتہ سے ہوگی خواہ حضور کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو خیال رہے کہ مومن ایک لحاظ سے حضور سے قرآن کو جانتا ہے اور دوسرے لحاظ سے قرآن سے حضور کو پہچانتا ہے [۳] عبدی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام رب کا ہے۔ جسے بندہ آج پہلی بار اپنے کان سے سُنتا ہے اس کلام کو سُن جو خوشی بندے کو ہوتی ہے وہ بیان نہیں ہوسکتی، سچا ہے کہ یہ معنی ہیں کہ دنیا میں بھی سچا رہا اور آج بھی سچ بولا [۴] پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ قبر میں جنت کی نعمتیں پہنچتی ہیں مگر بندہ وہاں نہیں پہنچا، بندے کا جنت میں پہنچنا حشر کے بعد ہوگا [۵] یہ حدیث ستر گز فراخی کی تفسیر ہے [۶] کہ کس مصیبت سے اسکی جان نکلتی ہے نیز اُسے دنیا چھوٹنے کا صدمہ عذاب کے فرشتوں کی ہیبت آئندہ عذاب کا ڈر سب جمع ہوجاتے ہیں مومن کو اس میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا [۷] معلوم ہُوا کہ جن لوگوں نے دنیا میں حضور سے رشتۂ غلامی نہ جوڑا۔ اگرچہ وہ توحید کے قائل رہے مگر قبر میں توحید وغیرہ سب سب بھول جائیں گے کیونکہ یہ جواب ہر کافر کا ہوگا دہریہ ہو یا مشرک ہو یا شیطانی توحید والا موحّد ؛

فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ كَذَبَ فَاَفْرِشُوْهُ مِنَ النَّارِ وَاَلْبِسُوْهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَى النَّارِ قَالَ فَيَاْتِيْهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُوْمِهَا قَالَ وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهٗ حَتّٰى يَخْتَلِفَ فِيْهِ اَضْلَاعُهٗ ثُمَّ يُقَيَّضُ لَهٗ اَعْمٰى اَصَمُّ مَعَهٗ مِرْزَبَّةٌ مِّنْ حَدِيْدٍ لَوْ ضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تُرَابًا فَيَضْرِبُهٗ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ

وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا ۱ پھر وہ کہتے ہیں کہ یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے ۲ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا ۳ تب پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے ۴ لہذا اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھاؤ آگ کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے آگ کی طرف دروازہ کھول دو فرمایا پھر اس تک وہاں کی گرمی اور لُو آتی ہے ۵ فرمایا اس پر اس کی قبر تنگ ہو جاتی ہے۔ حتّٰی کہ وہاں اس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر ہو جاتی ہیں ۶ پھر اس پر اندھے بہرے فرشتے مسلط ہوتے ہیں ۷ جن کے پاس لوہے کے ہتھوڑے ہوتے ہیں اگر ان سے پہاڑ کو مارا جائے تو وہ بھی مٹی ہو جائے اُس سے اُسے مارتے ہیں ایسی مار جسے جن و انس کے سوا

۱ یعنی اُسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ دنیا میں میں نے اسلام کے سوا کون سا دین اختیار کیا تھا کیونکہ سارے کفر شیطانی دین ہیں جن کی بنیاد نفسانی ہے مرتے ہی شیطان ساتھ چھوڑ گیا نفس ٹوٹ گیا جب جڑ ہی کٹ گئی شاخیں کیسے باقی رہیں ۲ معلوم ہوا کہ کافر میت کو بھی حضور کا دیدار کرایا جاتا ہے مگر وہ پہچان نہیں سکتا کیونکہ ان کی پہچان بصارت سے نہیں ہوتی بلکہ دل کی بصیرت سے ہوتی ہے نابینا صحابہ نے حضور کو دیکھ لیا آنکھ والے کافر حضور کو نہ دیکھ سکے، بصارت سُرمہ سے تیز ہوتی ہے بصیرت مقبولین کے آستانوں کی خاک سے ۳ اس جواب سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر اور بڑا بھائی کہنے کو ایمان سمجھتے ہیں اگر اس سے ایمان مل جاتا تو یہ کافر کہہ سکتا تھا کہ یہ ایک بشر ہیں یا میرے بھائی ہیں بشریت مصطفوی پہچاننے پر نجات نہیں نبوت کے پہچاننے پر نجات ہے بشریت تو ابوجہل بھی مانتا تھا ۴ کیونکہ یہ کہتا ہے کہ میں انہیں جانتا ہی نہیں حالانکہ زندگی میں انہیں جادوگر، شاعر، اپنے جیسا بشر و بڑا بھائی کہتا تھا اور یہاں کہتا ہے میں جانتا ہی نہیں جس کو واقعی حضور کی نبوت کی اطلاع نہ پہنچی ہو اس کے لیے صرف عقیدۂ توحید کافی ہے اور اس سے یہ سوال جواب بھی نہیں، نیز حضور کی نبوت مشرق و مغرب میں پھیل چکی اب جو دانستہ اس سے غافل ہے وہ بھی مجرم ہے اور لَا اَدْرِیْ کہنے میں جھوٹا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں عَبْدِیْ نہ فرمایا کیونکہ یہ لفظ رحمت کا ہے اور کافر مستحق لعنت ۵ یعنی آگ کے شعلے دھوآں بلکہ وہاں کے سانپ بچھو بھی اور گرم ہوا بھی بعض قبروں میں یہ چیزیں دیکھی بھی گئیں اللہ کی پناہ ۶ یہ تنگی بھی تا قیامت رہتی ہے جیسے کہ گرمی اور آگ ۷ ان عذاب کے فرشتوں کا نام زبانیہ ہے اندھے بہرے سے مراد سخت دل بے رحمی اور لاپرواہی ہے کہ اس کی تکلیف دیکھ کر رحم نہیں کرتے آہ و بکاہ سن کر کان نہیں دھرتے (اشعہ) ورنہ اندھا بہرہ ہونا عیب ہے جس سے فرشتے پاک ہیں۔ رب قیامت میں کافر سے فرمائے گا وَکَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰی حالانکہ رب بھول سے پاک ہے۔

الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيْرُ تُرَابًا ثُمَّ يُعَادُ فِيْهِ الرُّوْحُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ عُثْمَانَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا وَقَفَ عَلٰى قَبْرٍ بَكٰى حَتّٰى يَبُلَّ لِحْيَتَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ تَذْكُرُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَلَا تَبْكِيْ وَتَبْكِيْ مِنْ هٰذَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنْزِلٍ مِّنْ مَّنَازِلِ الْاٰخِرَةِ فَاِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَيْسَرُ مِنْهُ وَاِنْ لَّمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَشَدُّ مِنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَاَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ اِلَّا وَالْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ

پورب پچھم کی مخلوق سنتی ہے [1] جس سے وہ مٹی ہوجاتا ہے پھر اس میں روح لوٹائی جاتی ہے [2] (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عثمان سے کہ آپ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہوجاتی [3] عرض کیا گیا کہ آپ جنت دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اس سے روتے ہیں تو فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں سے پہلی منزل ہے اگر اس سے نجات پاگیا تو بعد والی منزلیں اس سے آسان تر ہیں [4] اور اگر اس سے ہی نجات نہ پائی تو بعد والی منزلیں اس سے سخت ہیں [5] فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے کوئی منظر نہ دیکھا مگر قبر اس سے زیادہ وحشت ناک ہے [6] اسے ترمذی و ابن

[1] حدیث بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں جن و انس سے عوام مراد ہیں مقبولین یہ آہ و بکا سنتے بھی ہیں بلکہ عذاب قبر دیکھتے بھی ہیں [2] یعنی جیسے دنیا میں سخت تکلیف میں جان نکل جاتی تھی ایسے ہی وہاں بھی ہوگا کہ ہتھوڑے کی ہر چوٹ پر جان نکلے گی پھر ڈالی جائے گی اسی لیے قیامت میں کافر عرض کریں گے ربنا امتنا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ خدایا تو نے ہمیں بار بار موت و زندگی دی، اس آیت میں اثنتین سے بار بار مراد ہے جیسے فَارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ غرضکہ یہ آیت اس حدیث کی تفسیر ہے اس آیت کی اور تفسیریں بھی کی گئی ہیں [3] مردے کی یاد میں نہیں بلکہ قبر کی ہیبت میں اور عذاب قبر کے خوف سے اگرچہ آپ ہر قسم کے عذاب سے محفوظ تھے زبان مصطفوی سے جنت کی بشارت پاچکے تھے لیکن ہیبت دل میں موجود تھی جو ایمان کا تقاضا ہے جب محفوظین کا یہ خوف ہے تو ہم گنہگاروں کو کتنا خوف چاہیئے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہیں حضور کی بشارت پر یقین نہ تھا یا رب تعالٰی کے جھوٹ کا احتمال تھا۔ رب نے فرمایا تھا مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ اس کے باوجود آندھی دیکھ کر حضور کے چہرۂ انور پر آثار خوف نمودار ہوتے تھے [4] یعنی مرنے کے بعد قبر، حشر، میزان، پلصراط وغیرہ بہت سی منزلوں سے ہمیں گزرنا ہے لیکن تمام منزلوں کا پتہ قبر سے چل جاتا ہے۔ یہاں بچ گیا تو انشاء اللہ آگے بھی محفوظ رہے گا بلکہ گنہگار مومن کے لیئے قبر کا عارضی عذاب اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا جیسے کہ مرقاۃ میں ہے۔ سبحان اللہ مومن کے لیئے وہ سختی بھی رحمت [5] یعنی قبر کا دائمی عذاب کفار کیلئے ہے اس کیلئے حشر و پلصراط قبر سے زیادہ خطرناک ہے [6] یعنی دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت قبر کے معمولی عذاب سے بھی آسان ہے، عیش میں رہنے والے کافر کو قبر کی ایک گرم ہوا دے کر پوچھیں گے کہ کیا تو نے

مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اِسْتَغْفِرُوْا لِأَخِيْكُمْ ثُمَّ سَلُوْا لَهُ بِالتَّثْبِيْتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ ◆ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُسَلَّطُ عَلَى الْكَافِرِ فِيْ قَبْرِهٖ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ تِنِّيْنًا تَنْهَسُهٗ وَتَلْدَغُهٗ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ لَوْ أَنَّ تِنِّيْنًا مِّنْهَا نَفَخَ بِالْأَرْضِ مَا أَنْبَتَتْ خَضِرًا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ وَقَالَ

ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لیے دعائے مغفرت کرو پھر اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو [1] کہ اس سے اب سوالات ہو رہے ہیں [2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مسلط کیے جاتے ہیں [3] جو اُسے قیامت تک نوچتے اور ڈستے رہیں گے [4] اگر ان میں سے ایک سانپ زمین پھونک مار دے تو کبھی سبزہ نہ اگائے [5] اسے دارمی نے روایت کیا اور ترمذی نے بھی اسی کی مثل روایت کی اُنھوں نے

کبھی عیش دیکھا فقاوہ کیسے گا میں جانتا بھی نہیں کہ عیش کیا چیز ہے دنیا میں مصیبت زدہ اپنے مال اولاد ساتھیوں کو دیکھ کر تسلی پالیتا ہے، قبر میں کسے دیکھے گا، یا مٹی کو یا عذاب کے فرشتوں کو۔

[1] ہمارے ہاں رواج ہے کہ بعد دفن فوراً واپس نہیں ہوتے بلکہ قبر کے آس پاس حلقہ بنا کر کھڑے ہوتے ہیں کچھ پڑھ کر بخشتے ہیں اور میت کے لیے دعا کرتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے، یہ تمام فعل سنت ہیں، بعض جگہ بعد دفن قبر پر اذان بھی کہتے ہیں، یہ بھی اسی حدیث سے نکل سکتا ہے کہ اس میں مردے کو تلقین ہے اور اس کے ثبات قدمی کی کوشش ہے۔ حدیث میں ہے لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ [2] یعنی ہونے ہی والے ہیں کیونکہ حساب قبر لوگوں کے لوٹنے کے بعد شروع ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ ہوتا ہے ایسے ہی ان کے صدقات وخیرات میت کو مفید ہیں ابوامامہ کی روایت میں ہے کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں دفن کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر یہ کہو اے فلاں ابن فلاں اپنا وہ کلمہ یاد کر جسے تو دنیا میں پڑھتا تھا تیرا رب اللہ ہے، تیرا دین اسلام ہے، تیرے نبی محمد مصطفےٰ ہیں (اشعۃ) مرقاۃ نے فرمایا کہ قبر پر ختم قرآن کرنا مستحب ہے، بیہقی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ بعد دفن سرہانہ قبر پر سورۂ بقر کا پہلا رکوع اور پائنتی پر آخری رکوع پڑھنا مستحب ہے، شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ قبر پر قرآن پڑھنا بہت اعلیٰ ہے، اشعۃ میں ہے کہ اگر اس وقت دو چار فقہی مسائل بیان کر کے ثواب میت کو پہنچائے تو اچھا ہے [3] تنین زہر والے اژدھے کو کہتے ہیں چونکہ کافر اللہ کے ننانوے ناموں کا منکر تھا۔ اسلئے اس پر ننانوے سانپ مقرر ہوئے نیز اللہ کی سو رحمتیں ہیں ایک دنیا میں ننانوے مومنوں پر آخرت میں کافروں پر ان نعمتوں کے عوض سانپ مقرر ہونگے

سَبْعُوْنَ بَدَلَ تِسْعَةٍ وَّتِسْعُوْنَ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِلٰی سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ حِیْنَ تُوُفِّیَ فَلَمَّا صَلّٰی عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَوُضِعَ فِیْ قَبْرِهٖ وَسُوِّیَ عَلَیْهِ سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحْنَا طَوِیْلًا ثُمَّ کَبَّرَ فَکَبَّرْنَا فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ کَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَایَقَ عَلٰی هٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰی فَرَّجَهُ اللّٰهُ عَنْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ننانوے کی بجائے ستر فرمائے [1] تیسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں جب حضرت سعد ابن معاذ [2] نے وفات پائی تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی طرف گئے جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز پڑھلی اور وہ اپنی قبر میں رکھے گئے اور ان پر مٹی برابر کردی گئی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت دراز تسبیح پڑھی ہم نے بھی تسبیح پڑھی پھر تکبیر کہی ہم نے بھی تکبیر کہی [3] عرض کیا گیا یا رسول اللہ اولاً تسبیح پھر تکبیر کیوں کہی ؟ فرمایا اس نیک بندے پر ان کی قبر تنگ ہوگئی تھی حتی کہ اللہ نے کشادہ کردی [4] (اسے احمد نے روایت کیا) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

[2] گوشت نوچنا، زہر پہنچانا نفس ہے اور دانت مار کر زہر چھوڑ دینا کاٹنا یعنی کوئی نوچے گا کوئی ڈسے گا [3] اس طرح کہ اس کی گرمی اور زہر کی وجہ سے مٹی پک جائے اور سبزے کے قابل نہ رہے آج جہاں ایٹم بم پڑا ہے وہاں کا علاقہ ناقابل کاشت ہوگیا ۔

[1] نے سے مراد بے شمار لینا یہ ۹۹ کے خلاف نہیں [2] آپ قبیلہ انصار میں اوس کے سردار ہیں بیعت عقبۂ اولی کے بعد مدینہ منورہ میں ایمان لائے آپ کے ایمان سے عبد الاشہل بھی ایمان لائے حضور نے ان کا نام سید الانصار رکھا جلیل القدر صحابی ہیں حضور کے ساتھ بدر و احد میں شریک رہے خندق کے دن کندھے میں تیر لگا جس سے خون جاری ہوا اور نہ ٹھہرا ایک ماہ کے بعد ذیقعدہ ۵ھ میں وفات ہوئی ۳۷ سال عمر ہوئی حضور کے ہاتھوں جنت البقیع میں دفن ہوئے [3] اس سے معلوم ہوا کہ بعد دفن قبر پر تسبیح و تکبیر پڑھنا سنت ہے کہ اس سے غضب الٰہی دفع ہوتا ہے لگی ہوئی آگ بجھ جاتی ہے اس سے قبر پر اذان کا مسئلہ ماخوذ ہے کہ اس میں تکبیر بھی ہے اور تلقین بھی اور یہ دونوں سنت ہیں [4] یہ تنگیٔ قبر عذاب نہ تھی بلکہ قبر کا پیار تھا، قبر مومن کو ایسے دباتی ہے جیسے ماں بچے کو گود میں لے کر مگر میت اس سے ایسی گھبراتی ہے جیسے ماں کے دبانے پر بچہ روتا ہے اسی لیے حضور نے عبد صالح فرمایا، عذاب قبر کافر یا گنہگار کو ہوتا ہے ، اگلی حدیث اسکی شرح ہے حضور کی برکت اور تکبیر و تہلیل کے ذریعہ یہ تنگی بھی دور ہوگئی ، اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر تسبیح و تکبیر میت کو مفید ہے ، نیز پتہ لگا کہ حضور کی نگاہ اوپر سے قبر کے اندر کا حال دیکھ لیتی ہے آپ کیلئے کوئی شئے آڑ نہیں ، خیال رہے کہ حضور کے قدم کی برکت سے قبر کی مصیبتیں دور ہوتی ہیں یہ تکبیر فرمانا ہم کو تعلیم دینے کیلئے ہے کوئی گستاخ یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضور کے ہوتے ہوئے عذاب کیوں ہوا کیونکہ یہ عذاب تھا ہی نہیں ۔

هٰذَا الَّذِیْ تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ وَفُتِحَتْ لَهُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَشَهِدَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ لَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً ثُمَّ فُرِّجَ عَنْهُ رَوَاهُ النَّسَائِیُّ، وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَتْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطِیْبًا وَذَكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِیْ یُفْتَنُ فِیْهَا الْمَرْءُ فَلَمَّا ذَكَرَ ذٰلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّةً رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ هٰكَذَا وَزَادَ النَّسَائِیُّ حَالَتْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اَنْ اَفْهَمَ كَلَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ

کہ یہ وہ ہیں جن کے لیے عرش ہل گیا) اور ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے [1] اور ان پر ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے [2] بے شک چپٹائے گئے چپٹایا جانا پھر اللہ نے ان کے لیے آسانی کردی [3] (نسائی) روایت ہے اسماء بنت ابوبکر سے [4] فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وعظ کے لیے کھڑے ہوئے [5] تو آپ نے فتنہ قبر کا ذکر فرمایا جس میں انسان مبتلا ہوتا ہے [6] تو جب یہ ذکر کیا تو مسلمانوں نے چیخ ماری [7] بخاری نے اسی طرح روایت کی نسائی نے یہ اور زیادہ کیا کہ ان کے درمیان چیخ حائل ہوگئی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سمجھ سکوں

[1] یعنی سعد ابن معاذ کیلئے آسمان کے دروازے کھلے وہاں کے فرشتوں نے ان کی روح کا استقبال کیا اور ان کی روح کے پہنچنے پر عرش اعظم خوشی میں ہلا آسمانوں سے فرشتے اور رحمتیں اتریں، مرقاۃ میں فرمایا کہ مومنین کی ارواح جنت میں رہتی ہیں جو ساتویں آسمان کے اوپر ہے [2] اللہ کی رحمتیں لے کر ان کے جنازے میں شرکت کرنے کیلئے [3] یہ عبارت گذشتہ حدیث کی تفسیر ہے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ تنگی عذابِ قبر نہ تھی بلکہ قبر کی رحمت تھی اور ان کے لئے وحشت، بلی اپنے بچے کو بھی منہ میں دباتی ہے اور چوہے کو بھی مگر دونوں میں فرق ہے [4] آپ کا لقب ذات النطاقین ہے عائشہ صدیقہ کی بڑی بہن زبیر ابن عوام کی زوجہ عبداللہ ابن زبیر کی والدہ ابوبکر صدیق کی صاحبزادی ہیں آپ اٹھارھویں مومنہ ہیں مکہ معظمہ میں ایمان لائیں عائشہ صدیقہ سے دس سال بڑی تھیں آپ کے صاحبزادے عبداللہ ابن زبیر کو حجاج ابن یوسف نے سولی دی تھی چوب سے آپ کی لاش اتارنے کے دس روز بعد حضرت اسماء کا انتقال ہوا مکہ معظمہ میں دفن ہوئیں یہ واقعہ ۷۳ھ میں ہوا [5] مسجد نبوی شریف میں جہاں مردوں اور عورتوں کا اجتماع تھا مرد آگے تھے عورتیں پردے کے ساتھ پیچھے جیسا کہ اس زمانہ میں عام مروج تھا بلکہ عورتوں کو حکم تھا کہ وعظ کی مجالس میں شرکت کیا کریں تاکہ انہیں اپنے احکام و مسائل معلوم ہوں خیال رہے کہ خطبہ اور وعظ کھڑے ہوکر کہنا سنت ہے شامی میں ہے کہ خطبۂ نکاح بھی کھڑے ہوکر پڑھا جائے [6] فتنۂ قبر سے مراد وہاں کا امتحان ہے اَلْمَرْءُ سے معلوم ہوا کہ حسابِ قبر صرف انسانوں سے ہے جنات یا جانوروں سے نہیں۔ کیونکہ ان کے لیے نہ جنت ہے۔ نہ وہاں کی نعمتیں کفار جن کے لیے صرف جہنم ہے جانوروں کے لیے دونوں میں کچھ نہیں بلکہ مظالم کا بدلہ کرا کر انہیں مٹی کردیا جائیگا اس کی تحقیق ہمارے فتوٰی میں دیکھو [7] ہیبت سے گھبرا کر رو پڑے اور بے اختیاری چیخ نکل گئی اس میں ریاء کی گنجائش نہ تھی خیال رہے کہ خوفِ الٰہی میں صرف آنسوؤں سے رونا بہت بہتر ہے رب تعالٰی فرماتا ہے تَرٰۤى اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ لیکن

وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَكَنَتْ ضَجَّتُهُمْ قُلْتُ لِرَجُلٍ قَرِيبٍ مِنِّي أَيْ بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ مَاذَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اٰخِرِ قَوْلِهٖ قَالَ قَالَ قَدْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ مُثِّلَتْ لَهُ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوْبِهَا فَيَجْلِسُ يَمْسَحُ عَيْنَيْهِ وَيَقُوْلُ دَعُوْنِي اُصَلِّي رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

جب شور تھما تو میں نے اپنے نزدیکی آدمی سے کہا کہ اللہ تجھے برکتیں دے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آخر کلام شریف میں کیا فرمایا ؟[1] وہ بولے کہ حضور نے یہ فرمایا کہ مجھے وحی ہوئی ہے کہ تم اپنی قبروں میں فتنۂ دجال کے قریب فتنہ میں مبتلا کیے جاؤ گے[2] روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جب میت قبر میں داخل کی جاتی ہے تو اُسے سورج ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا ہے[3] تو وہ آنکھیں ملتا ہوا بیٹھتا ہے اور کہتا ہے مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھ لوں[4] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے

اگر بے اختیاری میں لوگوں کے سامنے چیخ نکل جائے تو بھی عبادت ؛

[1] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ عورت اجنبی مرد سے ضرورۃً پردے میں رہ کر کلام کر سکتی ہے بشرطیکہ سادی گفتگو کرے آواز میں شیرینی اور لوچ نہ ہو رب فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۤءِ حِجَابٍ اور فرماتا ہے فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ دوسرے یہ کہ دعائیں دے کر کوئی بات پوچھنا بہتر ہے تاکہ مخاطب کو خوشی ہو، مومن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے، تیسرے یہ کہ دینی باتوں میں ایک کی خبر بھی قبول ہے گواہیوں کی ضرورت نہیں [2] یعنی فتنۂ قبر فتنۂ دجال کی طرح بڑا ہی خطرناک ہے جیسے دجال کی شر سے وہی بچے گا جسے اللہ بچائے، ایسے ہی حساب قبر میں وہی کامیاب ہوگا جسے اللہ کامیاب کرے ان دونوں جگہ ثابت قدمی اپنی بہادری سے نہیں، دجال دعوئے خدائی کرے گا اور بہت لوگ اس کا اقرار کر لیں گے، قبر میں شیطان سامنے آجاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں، مجھے رب مان لے کامیاب ہو جائے گا۔ اس کی ذریت میت کے مرے ہوئے عزیزوں کی شکل میں آکر کہتی ہے کہ بیٹے اسے خدا مان لے، دیکھو اعلٰے حضرت قدس سرہٗ کی کتاب ایذان الاجر اور ہماری کتاب جاءالحق، اسی لیئے قبر پر اذان کہہ دیتے ہیں تاکہ شیاطین دفع ہوں [3] یہ احساس منکر نکیر کے جگانے پر ہوتا ہے خواہ دفن کسی وقت ہو چونکہ نماز عصر کی زیادہ تاکید ہے اور آفتاب کا ڈوبنا اس کا وقت جاتے رہنے کی دلیل ہے، اسلیئے یہ وقت دکھایا جاتا ہے [4] یعنی اے فرشتو سوالات بعد میں کرنا عصر کا وقت جا رہا ہے۔ مجھے نماز پڑھ لینے دو، یہ وہی کہے گا جو دنیا میں نمازِ عصر کا پابند تھا اللہ نصیب کرے اسی لیئے رب فرماتا ہے۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى تمام نمازوں کی خصوصًا عصر کی بہت نگہبانی کرو، صوفیاء فرماتے ہیں جیسے جیوگے ویسے ہی مروگے اور جیسے مروگے ویسے ہی اٹھوگے، خیال رہے کہ مومن کو اسوقت ایسا معلوم ہوگا۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ يَصِيْرُ اِلَى الْقَبْرِ فَيُجْلَسُ الرَّجُلُ فِيْ قَبْرِهٖ غَيْرَ فَزِعٍ وَّلَا مَشْغُوْبٍ ثُمَّ يُقَالُ فِيْمَ كُنْتَ فَيَقُوْلُ كُنْتُ فِي الْاِسْلَامِ فَيُقَالُ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جَآءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَصَدَّقْنَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ هَلْ رَاَيْتَ اللّٰهَ فَيَقُوْلُ مَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّرَى اللّٰهَ فَيُفَرَّجُ لَهٗ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ فَيَنْظُرُ اِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيُقَالُ لَهٗ اُنْظُرْ اِلٰى مَا وَقَاكَ

وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ مردہ قبر میں پہنچتا ہے پھر اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے نہ گھبرایا ہوا نہ پریشان [1] پھر اس سے کہا جاتا ہے تو کس دین میں تھا؟ وہ کہتا ہے اسلام میں تھا [2] پھر کہا جاتا ہے یہ کون صاحب ہیں؟ وہ کہتا ہے محمد رسول اللہ ہیں جو ہمارے پاس رب کی طرف سے نشانیاں لائے ہم نے اُن کی تصدیق کی [3] تب کہا جاتا ہے کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ [4] وہ کہتا ہے کوئی خدا کو نہیں دیکھ سکتا [5] پھر دوزخ کی طرف کھڑکی کھول جاتی ہے وہ ادھر دیکھتا ہے کہ بعض بعض کو کچل رہی ہے [6] پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ ادھر دیکھ جس سے تجھے اللہ نے بچایا [7]

جیسے میں سو کر اٹھا ہوں فزع وغیرہ سب بھول جائیگا ممکن ہے کہ اس عرض پر سوال جواب ہی نہ ہوں اور ہوں تو نہایت آسان کیونکہ اسکی یہ گفتگو تمام سوالوں کا جواب ہو چکی ؛

[1] یہ مومن کا حال ہوگا اسی اطمینان کی وجہ سے سوالات کا جواب آسانی سے دیگا وہ دنیا میں کافی گھبرا اور ڈر چکا اب اس کے اطمینان کا زمانہ آگیا [2] یعنی زندگی میں بھی اسلام پر تھا اور اب بھی لیکن چونکہ سزا و جزا کا دار و مدار زندگی کے ایمان و اعمال پر ہے، اس لیے یہاں اسی کا ذکر کیا گیا بعض صالحین قبر میں تلاوتِ قرآن بلکہ نماز بھی ادا کرتے ہیں مگر انہیں اسکا کوئی ثواب نہیں لذتِ روحانی ہے اسی لیئے بزرگوں کی ارواح کو بھی نیکیوں کا ثواب بخشا جاتا ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ گنتُ کیوں فرمایا۔ [3] خیال رہے کہ اگرچہ اسلام میں توحید رسالت اور سارے عقائد آگئے تھے۔ لیکن پھر بھی آخری سوال حضور کے بارے میں ہوتا ہے کلمہ ختم ہو تو اُن کے نام پر نماز ختم ہو تو اُن کے سلام پر امتحانِ قبر ختم ہو تو اُن کی پہچان پر خاتمیت کا سہرا انہی کے سر ہے ہر جگہ نجات انہی کے سہارے ہے [4] یعنی تو جو کہتا ہے وہ اللہ کے پاس سے نشانیاں لائے کیا تو نے خدا کو انہیں نبی بنا کر بھیجتے، نشانیاں دیتے دیکھا تھا؟ وہ کہتا ہے کہ خود تو نہیں دیکھا، دیکھنے والے محبوب سے سُنا تھا، مجھے اُن کے کلام پر اپنی آنکھوں سے زیادہ اعتماد ہے، میری آنکھیں جھوٹی ہو سکتی ہیں انکا کلام غلط نہیں ہو سکتا، خیال رہے کہ یہ گفتگو امتحان کے علاوہ ہے۔ فرشتے خوش ہو کر اس سے یہ باتیں کرتے ہیں [5] دنیا میں ان آنکھوں سے سبحان اللہ جاہل مسلمان بھی مرتے ہی عقائد کا عالم بن جاتا ہے [6] خیال رہے کہ مومن کو اس وقت دوزخ کی آگ نظر آتی ہے تکلیف بالکل نہیں پہنچاتی، کچلنے کا یہ مطلب ہے، کہ اس قدر زیادہ آگ ہے گویا آگوں کی بھیڑ ہو گئی ہے کہ بعض بعض کو کچلے دیتی ہے [7] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دوزخ سے بچنا محض اپنے عمل سے نہیں بلکہ رب تعالیٰ کے فضل سے ہے کہ اُسی کے کرم سے قبر میں کامیابی ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ ہر شخص کی جگہ جنت میں

اللہ ثُمَّ یُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةٌ قِبَلَ الْجَنَّةِ فَیَنْظُرُ اِلٰی زَهْرَتِهَا وَمَا فِیْهَا فَیُقَالُ لَهٗ هٰذَا مَقْعَدُكَ عَلَی الْیَقِیْنِ كُنْتَ وَعَلَیْهِ مُتَّ وَعَلَیْهِ تُبْعَثُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَیُجْلَسُ الرَّجُلُ السُّوْءُ فِیْ قَبْرِهٖ فَزِعًا مَشْغُوْبًا فَیُقَالُ لَهٗ فِیْمَ كُنْتَ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ فَیُقَالُ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَیَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ قَوْلًا فَقُلْتُهٗ فَیُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةٌ قِبَلَ الْجَنَّةِ فَیَنْظُرُ اِلٰی زَهْرَتِهَا وَمَا فِیْهَا فَیُقَالُ لَهٗ انْظُرْ اِلٰی مَا صَرَفَ اللّٰهُ عَنْكَ ثُمَّ یُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةٌ اِلَی النَّارِ فَیَنْظُرُ اِلَیْهَا یَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَیُقَالُ لَهٗ هٰذَا مَقْعَدُكَ

پھر جنت کی طرف کھڑکی کھول جاتی ہے تو وہ اس کی تروتازگی کی طرف اور جو اس میں ہے دیکھتا ہے[۱] پھر اُس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے تو یقین پر تھا اسی پر مرا اور ان شاء اللہ اُسی پر اٹھے گا[۲] بُرا آدمی اپنی قبر میں بٹھالا جاتا ہے حیران پریشان[۳] اس سے کہا جاتا ہے تو کس دین میں تھا؟ وہ کہتا ہے مجھے نہیں خبر پھر کہا جاتا ہے یہ صاحب کون ہیں؟ وہ کہتا ہے میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا وہ میں نے بھی کہا تھا[۴] تب اس کے سامنے جنت کی طرف کھڑکی کھول جاتی ہے وہ وہاں کی تروتازگی اور جو کچھ اس میں ہے دیکھتا ہے پھر اُس سے کہا جاتا ہے وہ دیکھ جو اللہ نے تجھ سے پھیر دیا پھر دوزخ کی طرف کھڑکی کھول جاتی ہے دیکھتا ہے کہ بعض بعض کو کچل رہا ہے پھر کہا جاتا ہے یہ ہے تیرا ٹھکانہ[۵] ــــــــــ

بھی ہے اور دوزخ میں بھی مومن جنت میں اپنی جگہ بھی سنبھالتا ہے۔ اور کافر بھی مومن کو دوزخ کی جگہ پہلے دکھانا اُسے زیادہ خوش کرنے کیلئے ہے:

[۱] صرف دیکھتا ہی نہیں بلکہ اس سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے اور دوزخ کی کھڑکی فورًا بند کردی جاتی ہے مگر یہ کھڑکی تا قیامت کھلی رہتی ہے

[۲] یعنی دنیا میں تجھے اپنے عقائد کا علم الیقین تھا جو سُن کر حاصل ہُوا، قبر میں ان سب چیزوں کو دیکھ کر عین الیقین حاصل ہوا۔ اور بعد حشر وہاں پہنچ کر حق الیقین نصیب ہوگا، یقین دائمی رہا اس کے مرتبوں میں ترقی ہوتی رہی یاد رکھو کہ جیسے جیو گے ویسے ہی مرو گے ان شاء اللہ فرمانا برکت کے لیے ہے نہ کہ شک کے لیئے، رب تعالیٰ نے فرمایا لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ [۳] کیونکہ کافر دنیا میں خدا سے بے خوف رہا اب اس کا خوف شروع ہوگیا [۴] منافق نے فقط زبان سے لوگوں کی دیکھا دیکھی رسول اللہ کہہ دیا تھا، کافر اپنے دوستوں سے سُن کر انہیں جادوگر وغیرہ کہتے تھے، غرض تسلی بخش جواب نہ دے سکے گا [۵] یہاں بھی گذشتہ تقریر یاد رہے، کہ کافر جنت کو صرف دیکھتا ہے، اس سے فائدہ بالکل نہیں اٹھاتا، اور جنت کی کھڑکی فورًا بند بھی کردی جاتی ہے، یہ دکھانا زیادتی حسرت کے لیئے ہے، دوزخ کو دیکھتا بھی ہے اور اس کی گرمی سے تکلیف بھی پاتا ہے، اور یہ کھڑکی کبھی بند بھی نہیں ہوتی:

عَلَى الشَّكِّ كُنْتَ وَعَلَيْهِ مُتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

بَابُ الْاِعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

تو شک پر تھا اسی پر مرا اسی پر ان شاء اللہ اٹھے گا[1] (ابن ماجہ) قرآن وسنت کو مضبوط پکڑنے کا باب[2] پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ایجاد کرے ہمارے دین میں وہ طریقہ جو اس دین سے نہیں وہ مردود ہے[3] (بخاری ومسلم) روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے

[1] عام کافروں کو اپنے دین پر جزم نہیں ہوتا، ذرا سی مصیبت میں دین چھوڑ دیتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ہم نے ہندوؤں کو مسجدوں کے دروازہ پر نمازیوں کے جوتوں کی خاک چومتے دیکھا ہے، مشائخ کرام کے تلووں کو چومتے دیکھا ہے، اور جن خاص کافروں کو اپنے مذہب پر جزم اور اعتماد ہے وہ بھی یقین نہیں کہلاتا بلکہ جہل مرکب یعنی جھوٹی بات کو سچا جان لینا، نیز اس کا یہ اعتماد مرتے ہی ختم ہو جاتا ہے، اب اسے مرنے کے بعد سمجھ میں نہیں آتا کہ دین پر حق کیا ہے لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہت سے کافروں کو اپنے مذہب پر یقین ہوتا ہے، پھر یہ حدیث کیونکہ صحیح ہوئی [2] اعتصام عَصْمٌ سے بنا معنے منع اور روک پاک دامنی کو اسی لیئے عصمت کہتے ہیں کہ وہ گناہوں سے روک دیتی ہے، اس کے لغوی معنے ہیں مضبوط پکڑنا چھوٹنے اور بھاگنے سے روک لینا اصطلاح شریعت میں حقانیت پر اعتقاد اور اس پر ہمیشہ عمل کرنے کو اعتصام کہا جاتا ہے کتاب سے مراد قرآن شریف ہے اور سنت سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سارے فرمان اور وہ افعال اور احوال ہیں جو مسلمانوں کے لیئے قابل عمل ہیں حضور کے یہ افعال شریعت کہلاتے ہیں اور احوال شریف طریقت صوفیاء کے نزدیک حضور کے جسم شریف کے حالات شریعت ہیں قلب کے حالات طریقت روح کے احوال حقیقت اور سر کے حالات معرفت، سنت ان سب کو شامل ہے خیال رہے کہ حضور کی خصوصیات سنت نہیں لہٰذا نو بیویاں نکاح میں رکھنا، اونٹ پر طواف کرنا منبر پر نماز پڑھانا وغیرہ اگرچہ حضور کے افعال کریمہ ہیں لیکن ہمارے واسطے ناقابل عمل ہر سنت حدیث ہے ہر حدیث سنت نہیں، اسی لیئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں سنت فرمایا حدیث نہ فرمایا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ حدیثی نہ فرمایا بِحَدِيْثِيْ نیز ہمارا نام بحمدہٖ تعالٰی اہل سنت یعنی ساری سنتوں پر عامل اہل حدیث نہیں کیونکہ ساری حدیثوں پر کوئی عمل نہیں کرسکتا اور نہ ہی کوئی اہل حدیث ہو سکتا ہے یہ بھی خیال رہے کہ شریعت کے دلائل چار ہیں قرآن، سنت، اجماع امت اور قیاس مجتہد، لیکن کتاب وسنت اصل اصول ہیں اور اجماع وقیاس ان کے بعد کہ اگر کوئی مسئلہ ان دونوں میں نہ مل سکے تو ادھر رجوع کرو، نیز قیاس قرآن وسنت کا مُظہِر ہے اس لیئے مصنف نے صرف کتاب وسنت کا ذکر کیا ان دونوں کا ذکر نہیں کیا ورنہ وہ دونوں بھی اشد ضروری ہیں۔ خلافت صدیقی اور فاروقی اجماع امت سے ہی ثابت

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَّشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْغَضُ النَّاسِ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حمد و صلوٰۃ کے بعد یقیناً بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد مصطفٰے کا طریقہ ہے ۱؎ اور بدترین چیز دین کی بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی بارگاہ میں

ہے اور ان کا انکار کفر باجرہ اور چاولوں میں سود حرام ہے مگر کتاب و سنّت میں اس کا ذکر نہیں قیاس سے حرمت ثابت ہے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصّہ اوّل و دوم میں دیکھو۔ کتاب و سنّت سمندر ہے کسی امام کے جہاز میں بیٹھ کر اس کو طے کرو۔ کتاب و سنّت طب ایمانی کی دوائیں ہیں کسی طبیب روحانی یعنی امام مجتہد کے مشورے سے انہیں استعمال کرو ۳؎ یعنی وہ ایجاد کرنے والا مردود ہے یا اس کی یہ ایجاد مردود ہے۔ خیال رہے کہ اَمْرِنَا سے مراد دین اسلام ہے اور مَا سے مراد عقائد یعنی جو شخص اسلام میں خلاف اسلام عقیدے ایجاد کرے وہ شخص بھی مردود اور وہ عقائد بھی باطل لہذا روافض، قادیانی، وہابی وغیرہ بہتّر فرقے جن کے عقائد خلاف اسلام ہیں باطل ہیں یا اَمْر سے مراد دین ہے اور مَا سے مراد اعمال ہیں اور لَيْسَ مِنْهُ سے مراد قرآن و حدیث کے مخالف یعنی جو کوئی دین میں ایسے عمل ایجاد کرے جو دین یعنی کتاب و سنّت کے مخالف ہوں جس سے سنّت اٹھ جاتی ہو وہ ایجاد کرنے والا بھی مردود اور ایسے عمل بھی باطل جیسے اردو میں خطبہ و نماز پڑھنا فارسی میں اذان دینا وغیرہ اس کی تفسیر وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے کہ جو کوئی بدعت ایجاد کرے تو اللہ سنّت کو اٹھا لیتا ہے ہماری اس تفسیر کی بناء پر یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اس میں کوئی قید لگانے کی ضرورت نہیں مرقاۃ نے فرمایا لَيْسَ مِنْهُ سے معلوم ہوا کہ دین میں ایسے کام کی ایجاد جو کتاب و سنّت کے خلاف نہ ہو بری نہیں۔

۱؎ یہ کلام حضور نے وعظ میں خطبہ کے بعد ارشاد فرمایا اسی لیئے فرمایا اَمَّا بَعْدُ حدیث کے معنے مطلقًا بات اور کلام ہے لہذا اس معنے سے قرآن بھی حدیث ہے اور لوگوں کے کلام بھی مگر اصطلاح میں صرف حضور کے فرمان اور کام کو حدیث کہا جاتا ہے یہاں لغوی معنے میں ہے اللہ کا کلام تمام کلاموں پر ایسا ہی بزرگ ہے جیسے خود پروردگار اپنی مخلوق پر۔ ھدی کے معنے ہیں اچھی خصلت، حضور کی سیرت اچھی ہے کیونکہ رب کی طرف سے ہے، ہمارے کام اور کلام نفسانی اور شیطانی بھی ہوتے ہیں حضور کا ہر قول و فعل رحمانی ہے اسی لیئے حضور کے کسی فعل پر اعتراض کفر ہے کہ وہ رب پر اعتراض ہے، لوگوں نے آپ کے ایک نکاح پر اعتراض کیا تو رب نے فرمایا زَوَّجْنٰكَهَا ہم نے تمہارا نکاح کرایا ۲؎ مُحْدَثٌ کے معنے ہیں جدید اور نو پید چیز، یہاں وہ عقائد یا بُرے اعمال مراد ہیں جو حضور کی وفات کے بعد دین میں پیدا کیے جائیں، بدعت کے لغوی معنے ہیں نئی چیز، رب فرماتا ہے اَللّٰهُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اصطلاح میں اس کے تین معنے ہیں (۱) نئے عقیدے اسے بدعت اعتقادی کہتے ہیں۔ (۲) وہ نئے اعمال جو قرآن و حدیث کے خلاف ہوں اور حضور کے بعد ایجاد ہوں (۳) ہر نیا عمل جو حضور کے بعد ایجاد ہوا پہلے دو معنے سے ہر بدعت بری ہے کوئی اچھی نہیں

إِلَى اللهِ ثَلٰثَةٌ مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهْرِيْقَ دَمَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ أُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى قِيْلَ مَنْ أَبٰى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبٰى رَوَاهُ

تین شخص ناپسندترین ہیں حرم میں بے دینی کرنے والا[1] اسلام میں جاہلیت کے طریقے کا متلاشی[2] مسلمان کے خونِ ناحق کا جویاں تاکہ اس کی خونریزی کرے[3] (بخاری)، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ منکر کے سوا میری ساری اُمت جنت میں جائے گی[4] عرض کیا گیا منکر کون ہے! فرمایا جس نے میری فرمانبرداری کی بہشت میں گیا جس نے میری نافرمانی کی منکر ہوا

تیسرے[3] معنی کے لحاظ سے بعض بدعتیں اچھی ہیں بعض بُری، یہاں بدعت کے پہلے معنی مراد ہیں یعنی بُرے عقیدے کیونکہ حضور نے اسے ضلالت یعنی گمراہی فرمایا، گمراہی عقیدے سے ہوتی ہے عمل سے نہیں، بے نماز گنہگار ہے گمراہ نہیں، اور رب کو جھوٹا یا حضور کو اپنی مثل بشر سمجھنا بدعقیدگی اور گمراہی ہے، اور اگر دوسرے معنی مراد ہوں تب بھی یہ حدیث اپنے اطلاق پر ہے کسی قید لگانے کی ضرورت نہیں اور اگر تیسرے معنی مراد ہوں یعنی نیا کام تو یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے کیونکہ یہ بدعت دو قسم کی ہے بدعت حسنہ اور سیئہ یہاں بدعت سیئہ مراد ہے بدعت حسنہ کے لیئے کتاب العلم کی وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً الحدیث یعنی جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے وہ بڑے ثواب کا مستحق ہے، بدعت حسنہ کبھی جائز کبھی واجب کبھی فرض ہوتی ہے اس کی نہایت نفیس تحقیق اسی جگہ مرقاۃ اور اشعۃ اللمعات میں دیکھو نیز شامی اور ہماری کتاب جاءالحق میں بھی ملاحظہ کرو، بعض لوگ اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جو کام حضور کے بعد ایجاد ہو وہ بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی مگر یہ معنی بالکل فاسد ہیں کیونکہ تمام دینی چیزیں چھ کلمے، قرآن شریف کے ۳۰ پارے، علم حدیث اور حدیث کی اقسام اور کتب، شریعت وطریقت کے چار سلسلے حنفی شافعی، یا قادری چشتی وغیرہ، زبان سے نماز کی نیت، ہوائی جہاز کے ذریعہ حج کا سفر اور جدید سائنسی ہتھیاروں سے جہاد وغیرہ اور دنیا کی تمام چیزیں پلاؤ، زردے، ڈاک خانہ ریلوے وغیرہ سب بدعتیں ہیں جو حضور کے بعد ایجاد ہوئیں حرام ہونی چاہئیں حالانکہ انہیں کوئی حرام نہیں کہتا۔

[1] الحاد کے معنی ہیں میلان اور جھکنا شریعت میں باطل کی طرف جھکنے والے کو ملحد کہتے ہیں، بدعقیدہ اور گنہگار دونوں ملحد ہیں یعنی حدود مکہ مکرمہ میں گناہ کرنے والا یا گناہ پھیلانے والا یا بدعقیدگی اختیار کرنے والا یا رائج کرنے والا کہ اگرچہ یہ حرکتیں ہر جگہ ہی بُری ہیں مگر حرم شریف میں بہت زیادہ بُری کہ اس مقام کی عظمت کے بھی خلاف ہے اور جیسے حرم میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ایسے ہی ایک گناہ کا عذاب بھی ایک لاکھ ہے اسی لیئے حضرت ابن عباس نے مکہ چھوڑ کر طائف میں قیام کیا[2] یعنی مسلمان ہو کر مشرکانہ رسوم کو پسند کرے اور پھیلائے جیسے نوحہ سینہ کوبی، فال نکالنا وغیرہ اس سے روافض کو عبرت چاہیئے کہ انہوں نے جاہلیت کی رسموں کو عبادت سمجھ رکھا ہے[3] یعنی مسلمان کو ظلمًا قتل کرنا تو بڑا گناہ ہے قتل کی کوشش بھی بدترین

البُخَارِيُّ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَتْ مَلٰئِكَةٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالُوْا اِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هٰذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوْا لَهٗ مَثَلًا قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّهٗ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْعَیْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ یَقْظَانُ فَقَالُوْا مَثَلُهٗ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی دَارًا وَّجَعَلَ فِیْهَا مَادُبَةً وَّبَعَثَ دَاعِیًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِیَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَكَلَ مِنَ الْمَادُبَةِ وَمَنْ لَّمْ یُجِبِ الدَّاعِیَ لَمْ یَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ یَاْكُلْ مِنَ الْمَادُبَةِ

؎ (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ حضور کی بارگاہ میں فرشتے حاضر ہوئے جبکہ آپ سو رہے تھے ؎ تو بولے کہ تمہارے ان صاحب کی ایک کہاوت ہے ان سے بیان کرو ؎ تو بعض بولے کہ وہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا کہ ان کی آنکھیں سو رہی ہیں اور دل شریف بیدار ہے ؎ تو بولے تمہارے ان محبوب کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص گھر بنائے وہاں دسترخوان رکھے اور بلانے والے کو بھیج دے تو جو اس بلانے والے کی بات مان لے وہ گھر میں آئے گا دسترخوان سے کھائے گا اور جو نہ مانے وہ نہ آئے نہ اس کے دسترخوان سے کچھ کھا سکے

جرم ہے اس میں وہ سب لوگ داخل ہیں جو بے قصور کو قتل کریں کرائیں مشورہ دیں اور قتل کے بعد قاتل کو ناحق چھڑانے کی کوشش کریں ؎ یہاں امت سے مراد امت اجابت ہے، جنہوں نے حضور کی تبلیغ کو قبول کرکے کلمہ پڑھ لیا ورنہ حضور کی امتِ دعوت تو ساری خلقت ہے۔

؎ انکار سے مراد عملی انکار ہے اور اس میں گنہگار مسلمان داخل ہیں اور جنت میں داخلے سے مراد اوّلی داخلہ ہے یعنی متقی مومن اوّلی داخلہ کے مستحق ہیں۔ فاسق اس کے مستحق نہیں لہذا حدیث بالکل واضح ہے اور اگر انکار سے اعتقادی انکار مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ مسلمان جنت کا مستحق ہے کافر نہیں مگر پہلے معنے زیادہ صحیح ہیں ؎ غالب یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت جابر سے خود حضور نے بیان فرمایا جیسا کہ ترمذی کی روایت میں ہے۔ ملائکہ سے مراد فرشتوں کی بعض جماعت ہے جن میں حضرت جبریل و میکائیل بھی داخل ہیں حضرت جبریل آپ کے سرہانے تھے اور میکائیل پائنتی جیسا کہ اسی ترمذی میں ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر نے خود یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور یہ گفتگو اپنے کانوں سے سنی ہو جیسا کہ اسی ترمذی میں حضرت ابن مسعود کی روایت سے ثابت ہے صحابہ فرشتوں کو کبھی دیکھتے بھی تھے اور ان کا کلام بھی سنتے تھے (مرقاۃ) ؎ تاکہ وہ سن کر اپنی امت کو پہنچا دیں کیونکہ نبی کی خواب بھی وحی ہے ؎ یعنی بعض فرشتوں نے تو کہا کہ سوتے ہوئے کے سامنے گفتگو بیکار ہے۔ جاگنے کے بعد بیان کرنا مگر بعض نے جواب دیا کہ ان کی نیند اوروں کی سی نہیں یہ سوتے میں بھی دوسرے جاگنے والوں سے زیادہ ہوش رکھتے ہیں۔ خیال رہے کہ فرشتوں کی یہ گفتگو بھی ہمیں سنانے کے لئے ہے تاکہ ہم نبی کی نیند کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں ورنہ اس مسئلے سے سارے فرشتے واقف ہیں۔ مرقاۃ میں فرمایا کہ قوت قدسیہ والے سوتے میں زیادہ قوتی احساس رکھتے ہیں اسی لئے انبیاء کرام کی نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ وہ بے خبر نہیں ہوتے، تعریس کی رات حضور کا فجر کے وقت نہ اٹھنا اور نماز قضا ہو جانا غفلت سے نہ تھا بلکہ

فَقَالُوْا اَوِّلُوْهَا لَهٗ يَفْقَهْهَا قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّهٗ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَّالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوْا الدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِيْ مُحَمَّدٌ فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصٰى مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۱؎ پھر بولے کہ اس کا مطلب بھی عرض کردو تاکہ خوب سمجھ لیں ۲؎ تو بعض بولے کہ وہ تو سورہے ہیں بعض نے کہا کہ آنکھیں سورہی ہیں اور دل جاگتا ہے ۳؎ تو بولے کہ گھر تو ہے جنت اور بلانے والے ہیں محمد مصطفٰے ۴؎ جو حضور کی اطاعت کرے وہ اللہ کا مطیع ہے اور جس نے حضور کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی ۵؎ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں میں طرہ امتیاز ہیں ۶؎ (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ تین ٹولے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی خدمت میں

رب تعالٰی نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرکے نماز قضاء کرا دی تاکہ امت کو قضائے نماز کے احکام معلوم ہوں۔

۱؎ مَادُبَہ اَدَبٌ سے بنا بمعنے کھانے کی دعوت جیسے معتبہ عَتَبٌ سے اصطلاح میں عام کھانے کو مادبہ کہا جاتا ہے جیسے ولیمہ وغیرہ اس تمثیل سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑ کر عبادتیں کرنے والا نہ جنت میں جاسکتا ہے نہ وہاں کی نعمتیں کھا سکتا ہے نہ رب تعالٰی اس سے راضی، کیونکہ داعی الی اللہ حضور علیہ السلام ہی ہیں اسکی مثالیں تو ملتی ہیں کہ صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر بغیر اعمال لوگ جنتی ہوگئے، شروع اسلام میں معراج سے پہلے تیرہ برس تک کوئی عبادت نہ تھی صرف حضور علیہ کو ماننا عبادت تھا اس وقت فوت ہونے والے مومن سب جنتی تھے، بارہا ایسا ہوا کہ برسوں کا کافر ایمان قبول کرتے ہی مرگیا جنتی ہوا، مگر ایسی مثال نہ ملے گی کہ حضور علیہ السلام کا انکار کرکے بقیہ عبادتیں کرکے کوئی جنتی ہوگیا ہو ۲؎ یعنی یہ خواب بھی وحی ہو اور خواب کی تعبیر بھی وحی سے سمجھائی جائے ورنہ حضور کا سمجھنا اس بیان پر موقوف نہ تھا ۳؎ ان کا دوبارہ یہ گفتگو فرمانا تاکید کے لیئے ہے تاکہ کوئی مسلمان اس میں شک نہ کرے کہ نبی کی نیند غفلت کا باعث نہیں ۴؎ حضور مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے والے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ مگر چونکہ دیدار الٰہی جنت ہی میں ہوگا اس لیئے حضور کو یہاں جنت کا داعی کہا گیا لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں ۵؎ اس کی تفسیر وہ آیت ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ سبحان اللہ عجیب معنٰی ہے فقط اللہ کا مطیع حضور کا مطیع نہیں بلکہ حقیقتًا خدا کا بھی مطیع نہیں مگر حضور کا مطیع اللہ کا مطیع ہے، شیطان اللہ کا مطیع تو تھا نبوت کے انکار سے خدا کا مطیع نہ رہا ۶؎ یعنی کفر و ایمان کافر و مومن میں فرق صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے ہے کہ ان ہی کا ماننے والا مومن ہے ان کا منکر کافر توحید جنت دوزخ کا اعتقاد فرشتوں کو مان لینا ایمان نہیں۔ کہ شیطان ان سب کو مانتا تھا مگر کافر ہوا اسی طرح قومیت برادری کا ایک یا الگ ہونا حضور کے دم سے ہے۔ حضور کا ماننے والا ہمارا ہم قوم ہے۔ بھائی ہے۔ ہماری برادری ہے اگرچہ کسی ملک کا ہو

وَسَلَّمَ یَسْئَلُوْنَ عَنْ عِبَادَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِھَا کَاَنَّھُمْ تَقَالُّوْھَا فَقَالُوْا اَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَحَدُھُمْ اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ النَّھَارَ اَبَدًا وَّلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا فَجَآءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْھِمْ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ کَذَا وَکَذَا

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت معلوم کرنے کے لیے حاضر ہوئے [۱] جب انہیں عبادات کی خبر دی گئی تو غالبًا انہوں نے اسے کچھ کم سمجھا [۲] تو بولے کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت رب تعالٰی نے اُن کی اگلی پچھلی سب لغزشیں بخش دیں [۳] لہٰذا ان میں ایک بولا کہ میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا [۴] دوسرا بولا میں ہمیشہ دن میں روزہ دار رہوں گا کبھی افطار نہ کروں گا [۵] تیسرا بولا کہ میں عورتوں سے الگ رہوں گا کبھی نکاح نہ کروں گا [۶] پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم ہی وہ ہو جنہوں نے ایسا ایسا کہا

حضور کا منکر نہ ہماری قوم نہ ہماری برادری نہ ہم وطن اگرچہ رشتہ میں سگا بھائی ہو جس کا رشتہ حضور سے ٹوٹا اس کا رشتہ خلقت سے بھی ٹوٹا خالق سے بھی، توریت شریف میں حضور کا نام فارقلیط ہے۔ حضرت مسیح نے حواریوں سے فرمایا تھا کہ میرے بعد فارقلیط آئیگا، یوحنا کی انجیل میں ہے کہ حضرت مسیح نے فرمایا کہ جب تک میں نہ جاؤں فارقلیط نہ آئے وہ آکر تمہیں غیب کی خبریں دیگا چھپے راز بتائے گا (اشعۃ اللمعات وکتاب الوفا باخبار المصطفٰے)۔

[۱] رھط دس سے کم کی جماعت کو کہا جاتا ہے، یہاں غالبًا بمعنی فرد ہے یعنی ۳ صحابہ حضرت علی، عثمان ابن مظعون اور عبداللہ ابن رواحہ یا مقداد ابن اسود، حضور کی رات کی عبادتوں کو معلوم کرنے کیلئے کسی بیوی پاک کے پاس حاضر ہوئے ورنہ دن کی عبادات تو وہ جانتے ہی تھے (مرقاۃ) [۲] کیونکہ ان کا خیال تھا کہ حضور ساری رات جاگتے ہی ہونگے اور سوا عبادت کے کوئی کام نہ کرتے ہونگے مگر بتایا یہ گیا کہ شب میں سوتے بھی ہیں جاگتے بھی ہیں اور جاگتے میں عبادت بھی کرتے ہیں دنیاوی کام بھی تب انہیں یہ خیال گزرا [۳] سبحان اللہ کیا ادب ہے کہ اس کمی عبادت کو حضور کی عظمتِ شان کی دلیل بنایا اور یہ توجیہ کی کہ عبادت کی زیادتی گناہ معاف کرانے کیلئے چاہیئے۔ حضور بے گناہ ہیں اگر بالکل عبادت نہ کریں تو بھی درست ہے۔ خیال رہے کہ یہ کلام قرآن کریم سے ماخوذ ہے لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ اس آیت کی بہت توجیہیں کی گئی ہیں مگر قوی بات یہ ہے کہ ذَنْب سے مراد لغزش ہے نہ کہ گناہ، عشق کہتا ہے کہ ذَنْۢبِکَ سے مراد اُمّت کے گناہ ہیں جن کا بخشوانا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذمہ ہے جیسے پیروی کرنے والا وکیل کہتا ہے کہ آج میرا مقدمہ ہے [۴] یعنی ہر رات تمام شب بیدار رہ کر [۵] سوا ممانعت کے پانچ دنوں کے شوال کی پہلی اور بقر عید کی دسویں گیارھویں بارھویں تیرھویں تاریخ کہ ان میں روزہ رکھنا حرام ہیں [۶] کہ نکاح ہی رب سے غفلت دنیا میں پھنسنے کا ذریعہ ہے اسی وجہ سے طلب معاش کی فکر ہوتی ہے۔

أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَدِمَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

خبردار رہو کہ خدا کی قسم میں تم سب میں اللہ سے زیادہ ڈرنے والا اور خوف کرنے والا ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں بیویوں سے نکاح بھی کرتا ہوں [۱] جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں [۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا پھر اس کی اجازت ہو گئی [۳] مگر ایک گروہ نے اس سے پرہیز کیا [۴] یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے خطبہ پڑھا اور اللہ کی حمد کی پھر فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ ان چیزوں سے بچتے ہیں جو میں کرتا ہوں اللہ کی قسم میں ان سب سے اللہ کو زیادہ جانتا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ سے خوف والا ہوں [۵] (مسلم بخاری) روایت ہے رافع ابن خدیج سے [۶] فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

[۱] سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم کو عیسائیوں اور سادھوؤں کی طرح تارک الدُّنیا نہ بنایا بلکہ دنیا کو دین بنایا کیونکہ حضور کا ہر کام سنت لہٰذا افطار بھی سنت رات کو تہجد پڑھنا اور سونا بھی سنت، نکاح کرنا اولاد حاصل کرنا دنیوی کاروبار کرنا سبھی سنت اور عبادت ہے جس پر ثواب ملتا ہے ان شاء اللہ مومن کو ان سب کاموں پر ثواب ہے اس جگہ مرقاۃ نے خوف صحابہ کا بہت بڑا قصہ بیان کیا ہے [۲] یعنی جو کسی سنت کو برا جانے وہ اسلام سے خارج ہے یا جو بلا عذر ترکِ سنت کا عادی ہو جائے وہ میرے پرہیزگاروں کی جماعت سے خارج ہے لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں خیال رہے کہ نکاح اکثر سنت ہے کبھی فرض اور کبھی حرام بھی ہو جاتا ہے چنانچہ نامرد کو نکاح منع ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر سنت پر عمل کی کوشش کرنی چاہیئے [۳] یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی مباح دنیوی کام کیا جس کی وجہ سے لوگوں کے لیئے مباح ہی نہیں بلکہ سنت بن گیا۔ حدیث میں ذکر نہ ہوا کہ وہ کون سا کام تھا شاید روزے دار کے لیئے بیوی کو بوسہ تھا یا سفر میں روزۂ رمضان کا چھوڑنا (مرقاۃ) [۴] یہ سمجھ کر اگرچہ جائز یہ بھی ہے مگر اس کا نہ کرنا تقوٰے ہے حضور کا یہ فعل فقط بیانِ جواز کیلئے ہے [۵] کہ نہ کہ تقوٰی اور پرہیزکاری میری اطاعت میں ملے گی جیسے رات کو خوف خدا میں رونا سنت اور عبادت ہے، ایسے ہی آرام سے سونا بھی سنت اور عبادت ہے کیونکہ دونوں میرے طریقے ہیں [۶] آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے حارثی ہیں انصاری ہیں غزوۂ احد میں تیر لگا تھا مگر زخم جلد ٹھیک نہیں ہوا بھر گیا تھا عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں وہ زخم پھر بہا، اسی سے آپ کی وفات ہوئی، سوا غزوۂ بدر کے کہ اس وقت آپ بچے تھے باقی تمام غزوات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُأَبِّرُوْنَ النَّخْلَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَصْنَعُهُ قَالَ لَعَلَّكُمْ لَوْلَمْ تَفْعَلُوْا كَانَ خَيْرًا فَتَرَكُوْهُ فَنَقَصَتْ قَالَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ دِيْنِكُمْ فَخُذُوْا بِهٖ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ رَّاْيِیْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

مدینہ منورہ میں تشریف لائے اہل مدینہ کھجوروں کی شادی کرتے تھے [1] تو فرمایا تم یہ کیا کرتے ہو وہ بولے ہم پہلے سے ایسا کرتے آئے ہیں فرمایا ممکن ہے کہ تم یہ نہ کرو تو اچھا ہو [2] لوگوں نے یہ شادی چھوڑدی پھل کم ہوگئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہ واقعہ آپ سے عرض کیا [3] تو فرمایا کہ میں ایک بشر ہوں جب تم کو کسی دینی کام کا حکم دوں تو اُسے لے لو اور جب اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بشر ہی ہوں [4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو موسےٰ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی

چھیاسی سال کی عمر پاکر ۷۳ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی وہیں دفن ہوئے۔

[1] اس طرح کہ نر کھجور کی شاخ مادہ کھجور میں پیوند کردیتے تھے جس سے پھل زیادہ اور اچھے ہوتے تھے ہمارے ہاں اسے درخت یا باغ کی شادی کہا جاتا ہے اس موقعہ پر باغ والے بڑی خوشی مناتے ہیں۔خیال رہے کہ درختوں میں بھی نر اور مادہ ہیں بعض کو لوگ جانتے ہیں بعض کو نہیں، نر درخت سے ہوا مس کرکے جب مادہ میں لگتی ہے تو اس سے پھل آتے ہیں مرقاۃ میں فرمایا کہ آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے کھجور کا درخت پیدا ہوگیا اس لیئے اس میں نر مادہ کا اجتماع ضروری ہے [2] کہ تم اس مشقت سے بچ جاؤ اور پھل بھی جو مقدر میں ہیں ملیں اور تمہیں توکل کا درجہ نصیب ہو [3] بعض علماء نے فرمایا کہ ان حضرات نے صبر سے کام نہ لیا بلکہ جلد ہی شکایت کردی اگر توکل کرکے کچھ روز نقصان برداشت کرتے تو بڑی برکت دیکھتے حضور کی رائے بھی مبارک ہے خیال رہے کہ حضور باغ کے اس رمز سے بے خبر نہ تھے بلکہ انہیں توکل کا سبق دیا تھا بے خبری کیسے ہوسکتی ہے حضور اعلم الاولین والآخرین ہیں، کیسے ہوسکتا ہے کہ باغ والے تو اس چیز کو جانیں اور حضور نہ جانیں یوسف علیہ السلام نے کبھی کاشتکاری نہ کی مگر بادشاہ مصر سے فرمایا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖ گندم بھوسہ سے الگ نہ کرو تاکہ خراب نہ ہو اور قحط میں کام آئے نیز آپ نے کبھی سلطنت نہ کی تھی مگر بادشاہ مصر سے فرمایا کہ مجھے خزانوں کا حاکم بنادے اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ میں سب کچھ جانتا ہوں سب قحط والوں کو سنبھال لونگا جب یوسف علیہ السلام کے علم کا یہ عالم ہے تو ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس معمولی بات سے کیسے بے خبر ہوسکتے ہیں اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو [4] یعنی ہمارے فرمان دو قسم کے ہیں شرعی احکام اور دنیوی رائے شریف، شرعی احکام لازم العمل ہیں کیونکہ وہاں نبوت اور نورانیت کا لحاظ ہے۔مگر رائے مبارک کا قبول کرنا مستحب ہے نہ ماننے کا بھی اختیار ہے لیکن اُسے ہلکا یا حقیر جاننا اس کا بھی کفر ہوگا۔یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے اور یہی اس حدیث کا مطلب ہے کہ میرا کلام قرآن کو منسوخ نہیں کرسکتا۔یعنی رائے اور مشورے کیونکہ رائے میں حضور کی بشریت کی جلوہ گری ہے۔ خیال رہے کہ حضور کا اپنے کو بشر فرمانا آپ کا کمال ہے۔ہم اگر یہ لفظ اہانت یا برابری کے دعوے سے کہیں تو کافر ہوجائیں گے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ کَمَثَلِ رَجُلٍ اَتٰی قَوْمًا فَقَالَ یَا قَوْمِ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَیْشَ بِعَیْنَیَّ وَاِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْعُرْیَانُ فَالنَّجَاءَ النَّجَاءَ فَاَطَاعَہٗ طَائِفَۃٌ مِّنْ قَوْمِہٖ فَاَدْلَجُوْا فَانْطَلَقُوْا عَلٰی مَہْلِہِمْ فَنَجَوْا وَکَذَّبَتْ طَائِفَۃٌ مِّنْہُمْ فَاَصْبَحُوْا مَکَانَہُمْ فَصَبَّحَہُمُ الْجَیْشُ فَاَھْلَکَہُمْ وَاجْتَاحَہُمْ فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِہٖ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِیْ وَکَذَّبَ مَا جِئْتُ بِہٖ مِنَ الْحَقِّ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اور جو کچھ مجھے اللہ نے دے کر بھیجا اس کی کہاوت اس شخص کی سی ہے جس نے کسی قوم کے پاس آکر کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے [1] میں کھلا ڈرانے والا ہوں [2] بچو بچو کہ اس کی قوم سے ایک ٹولے نے اس کی بات مان لی اور اندھیرے منہ اٹھے اور بروقت نکل گئے تو بچ گئے [3] اور ان کے ایک ٹولے نے جھٹلا دیا وہ اسی جگہ رہے پھر سویرے ہی لشکر ان پر ٹوٹ پڑا انہیں ہلاک کرکے تہس نہس کر دیا [4] یہ ہی اس کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی تو میرے لائے ہوئے کی اتباع کی اور اس کی جس نے میری نافرمانی کی اور میرے لائے ہوئے حق کو جھٹلا دیا (مسلم و بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

شیطان نبی کی حقارت کرکے اور انہیں بشر کہہ کر ہی کافر ہوا کہ کہا مَا کُنْتُ لِاَسْجُدَ لِبَشَرٍ۔ یونس علیہ السلام نے اپنے کو ظالم کہا اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کوئی اور شخص نبی کو ظالم کہے تو خود ظالم ہو جائے۔ بادشاہ کہے میں آپ کا خادم ہوں اس کا کمال ہے لیکن اور کوئی کہے تو سزا پانے کا خیال رہے حکم اور مشورے کا فرق قرآن کریم میں موجود ہے فرماتا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (نماز قائم کرو) یہ حکم ہے جس کا تارک گنہگار ہے اور فرماتا ہے اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ جب کسی کو وقت مقرر تک قرض دو تو لکھ لو یہ قرآن کا مشورہ ہے جس پر عمل نہ کرنا گناہ نہیں دنیاوی سلاطین بھی اپنی رعایا کو کبھی حکم دیتے ہیں کبھی مشورہ۔ احکام قرآنیہ میں رب تعالٰی کی سلطنت اور قدرت کا ظہور ہے اور اس کے مشوروں میں رب کی رحمانیت کی جلوہ گری ؎

[1] یہ تشبیہ مرکب ہے پورے واقعہ کو پورے واقعہ کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے اس شخص سے مراد وہ امین اور سچا آدمی ہے جس کی بات پر لوگوں کو اعتماد ہو حضور کی سچائی ظہور نبوت سے پہلے ہی عام خاص میں مشہور ہو چکی تھی اس تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر دنیوی اخروی آنے والے عذابوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا اور آپ کی بشارت یا ڈرانا مشاہدے سے ہے رب فرماتا ہے اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا [2] عرب میں دستور تھا کہ خطرناک دشمن کی اطلاع دینے والا اپنا کرتہ لاٹھی پر ٹانگ کر لوگوں میں اعلان کرتا تھا کہ ہوشیار ہو جاؤ اسے نذیر عریاں کہا جاتا تھا یعنی ننگا ڈرانے والا [3] یعنی سننے والے دو ٹولے بن گئے ایک ٹولے نے اس نذیر کا اعتبار کیا دشمن لشکر کے حملے سے قبل اندھیرے ہی بھاگ گئے یہ نفع میں رہے [4] تو جیسے نجات و ہلاکت کا دارومدار اس اعلان کرنے والے کی تصدیق یا تکذیب ہے ایسے ہی آخرت کے عذاب سے بچنے نہ بچنے کا مدار حضور کے ماننے اور نہ ماننے پر ہے۔ عذاب الٰہی گویا لشکر ہے

مَثَلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي تَقَعُ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا وَجَعَلَ يَحْجُزُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَتَقَحَّمْنَ فِيهَا فَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَأَنْتُمْ تَقَحَّمُونَ فِيهَا هٰذِهِ رِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوُهَا وَقَالَ فِي آخِرِهَا قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ أَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُونِي تَقَحَّمُونَ فِيهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ

میری کہاوت اس شخص کی سی ہے ۱؎ جس نے آگ روشن کی جب آگ نے ارد گرد کو چمکا دیا تو پتنگے اور یہ جو آگ میں گرا کرتے ہیں (جانور) اس میں گرنے لگے ۲؎ اور انہیں روکنے لگا اور وہ جانور اس پر غالب آئے جاتے ہیں آگ میں گرے جاتے ہیں ۳؎ چنانچہ میں تمہاری کمر پکڑ کر آگ سے بچاتا ہوں اور تم اس میں گرے جاتے ہو ۴؎ یہ بخاری کی روایت ہے مسلم کی روایت اسی طرح ہے مگر اس کے آخر میں فرمایا کہ حضور نے فرمایا یہ میری تمہاری مثال ہے میں تمہیں کمر سے پکڑ کر آگ سے بچاتا ہوں آگ سے بھاگ آؤ مگر تم مجھ پر غالب آئے جاتے ہو اور اس میں گرے جاتے ہو (مسلم وبخاری) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس ہدایت وعلم کی مثال جو رب نے مجھے دے کر بھیجا ۵؎

موت سے پہلے توبہ کرلینا گویا بروقت خطرناک جگہ سے نکل جانا ہے اور آخر تک گناہوں میں ڈٹا رہنا اور حضور کو جھٹلانا گویا خطرناک جگہ میں رہ کر دشمن کے ہاتھوں مارا جانا ہے۔

۱؎ یہ بھی تشبیہ مرکب ہے کہ ایک پورے واقعہ کو پورے واقعہ سے تشبیہ دی گئی ہے اللہ تعالٰی نے دنیا اور رسیاں کی الجھنوں کو دین کا ذریعہ بنانے کیلئے پیدا فرمایا مگر لوگوں نے انہیں غلط استعمال کرکے ہلاکت کا ذریعہ بنا لیا جیسے کوئی جنگل میں مسافروں کی ہدایت اور روشنی کیلئے آگ جلائے مگر پتنگے اسی آگ کو اپنی ہلاکت کا سامان بنالیں اور ہلاکت کو اپنی نجات سمجھیں ۲؎ چنانچہ دنیا کی لذتیں آگ ہیں اور ہم ناسمجھ بندے پتنگے کہ اسکو غلط استعمال کرکے اپنے کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں ۳؎ خیال رہے کہ مشبہ میں آگ جلانے والا اور ہے اور بچانے والا اور جن دونوں کو لفظ رجل شامل ہے۔ ایسے ہی یہاں دنیا بنانے والا رب ہے اور اسکے غلط استعمال سے بچانے والے حضور ہیں ۴؎ حضور کا اپنی امت کو نرمی گرمی سے سمجھانا بجھانا گویا ان کی کمر پکڑ کر آگ سے روکنا ہے۔ یہ روکنا تاقیامت رہے گا علماء ومشائخ کی تبلیغیں، غازیوں کے جہاد حضور ہی کی تبلیغ ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اپنی دانائی یا اپنی تجویز کردہ عقلی عبادتوں کے ذریعہ دوزخ سے نہیں بچ سکتا جب تک کہ حضور کی ہدایت کو قبول نہ کرے، ورنہ ہندو سادھو اور عیسائی راہب ترک دنیا کرکے عمر بھر عبادتیں کرتے ہیں مگر دوزخی ہیں ۵؎ اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ علم اور ہدایت ایک نہیں کبھی علم ہوتا ہے ہدایت نہیں ہوتی جیسے اس امت کے بے دین علماء کبھی ہدایت نصیب ہو جاتی ہے مگر بہت سا علم نہیں ہوتا۔ جیسے وہ عوام جو بے علم ہیں مگر ایمان دار ہیں کبھی علم اور ہدایت دونوں جمع ہو جاتے ہیں، جیسے علمائے دین میں، ہدایت علم سے

كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ اَصَابَ اَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَاءَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ وَكَانَتْ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً اُخْرٰى اِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَاءً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقِهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهٗ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاْسًا وَّلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الَّذِيْۤ

اُس بہت سی بارش کی طرح ہے[1] جو کسی زمین میں پہنچی اس کا کچھ حصہ اچھا تھا جس نے پانی چوسا اور گھاس اور بہت چارہ اُگا دیا اور بعض حصہ سخت تھا[2] جس نے پانی جمع کرلیا جس سے اللہ نے لوگوں کو نفع دیا کہ انہوں نے خود پیا پلایا اور کھیتی کی اور ایک دوسرے حصہ میں پہنچا جو چٹیل تھا کہ نہ پانی جمع کرے اور نہ گھاس اگائے[3] یہ اس کی مثال ہے جو دینی عالم ہوا اور اُسے اُس چیز نے نفع دیا جو مجھے رب نے دے کر بھیجا اُس نے سیکھا اور سکھایا[4] اور اس کی مثال ہے جس نے اس پر سر نہ اٹھایا اور اللہ کی وہ ہدایت قبول نہ کی جو مجھے دے کر بھیجا گیا[5] (بخاری ومسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آیت تلاوت کی کہ وہ رب وہ ہے

افضل ہے اسی لیئے اس کا ذکر پہلے ہوا، علم کتابوں سے ملتا ہے ہدایت کسی کی نظر سے۔

[1] اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ حضور کے یہاں علم اور فیضان کی کمی نہیں تمام دنیا فیض لے تو گھٹتا نہیں کوئی نہ لے تو بیکار رہتا نہیں جیسے سورج کی روشنی اور بادلوں کا پانی [2] اَجَادِبُ۔ اَجْدَبٌ کی جمع ہے بمعنے وہ سخت زمین جو پانی کو چوس کر ختم نہ کردے اسی لیئے قحط کو جدب کہتے ہیں یہاں مراد نشیبی زمینیں ہیں تالاب بن جاتے ہیں [3] اس تشبیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور گویا رحمت کا بادل ہیں حضور کا ظاہری اور باطنی فیض اور نورانی کلام بارش، انسانوں کے دل مختلف قسم کی زمین چنانچہ مومن کا دل قابلِ کاشت زمین ہے جہاں عمل اور تقوے کے پودے اُگتے ہیں، علماء اور مشائخ کے سینے گویا تالاب ہیں اور اس خزینہ کے گنجینے ہیں جس سے تاقیامت مسلمانوں کے ایمان کی کھیتیاں سیراب ہوتی رہیں گی، منافقین اور کفار کے سینے کھاری زمین ہیں نہ فائدہ اٹھائیں نہ پہنچائیں [4] اس تشبیہ سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، زمین کیسی ہی اعلٰی ہو اور کتنا ہی اچھا تخم بویا جائے مگر بارش کی محتاج ہے، دین و دنیا کی ساری بہاریں حضور کے دم سے ہیں شعر گر نفیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار ٭ گر خار و گر گل ہمہ پروردۂ تست۔ دوسرے یہ کہ تاقیامت مسلمان علماء کے حاجت مند ہیں کہ ان کی کھیتیوں کو پانی انہیں تالابوں سے ملے گا حضور کی رحمت انہی کے ذریعہ نصیب ہوگی [5] اس میں اشارۃً بتایا گیا کہ اگر بفرضِ محال کسی کو حضور کی نبوت کی خبر ہی نہ پہنچے تو اُسے عقیدۂ توحید کافی ہے، خیال رہے کہ مشبہ بہ میں زمین کے تین حصے بیان فرمائے گئے مگر مشبہ میں انسان کی صرف دو جماعتوں کا ذکر ہوا کیونکہ علماء ہدایت میں عالی ہیں اور کفار گمراہی میں عالی،

اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ وَقَرَءَ اِلٰى وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَاَيْتِ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّاهُمُ اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ هَجَّرْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَ فَسَمِعَ اَصْوَاتَ رَجُلَيْنِ اخْتَلَفَا فِىْ اٰيَةٍ فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِىْ وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ

ہے جس نے تم پر کتاب اُتاری جس میں واضح آیات ہیں [1] اور مایذکر الاآیہ تک پڑھی فرماتی ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم (اور مسلم میں ہے) لوگ انہیں دیکھو جو متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں تو یہ ہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے ذکر فرمایا اُن سے بچو [2] (مسلم و بخاری) روایت ہے عبداللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں ایک دن دوپہری میں میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دو شخصوں کی آوازیں سنیں جو کسی آیت میں جھگڑ رہے تھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے کہ چہرۂ انور میں غصہ معلوم ہوتا تھا فرمایا تم سے پہلے لوگ کتاب اللہ میں جھگڑوں کی وجہ سے ہی ہلاک ہوگئے

درمیانی لوگ یعنی صالح مومن خود سمجھ میں آجاتے ہیں اسلئے ان کا ذکر نہ ہوا خیال رہے کہ تالاب بہت سی قسم کے ہیں بڑے چھوٹے، بہت نافع کم نافع، بعض تالابوں سے نہریں جاری ہوجاتی ہیں جیسے بھوپال کا تالاب، ایسے ہی علماء کے مختلف مراتب ہیں بعض مجتہدین ہیں جیسے چاروں امام، بعض کاملین ہیں بعض راسخین ہیں پھر ان میں بعض محدثین ہیں اور بعض مفسرین، یہ تشبیہ ان سب کو شامل ہے۔

[1] یہاں محکم سے صریح اور واضح آیات مراد ہیں جیسا کہ متشابہ کے تقابل سے معلوم ہورہا ہے، اصطلاح اصول میں محکم وہ ہیں، جن میں نہ تاویل کا احتمال ہو نہ نسخ کا اندیشہ جیسے ذات وصفات اور حضور کی نعت وصحابہ کے مناقب کی آیات [2] یعنی جو آیتوں کی تاویلات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور فتنہ پھیلانے کیلئے اُن کے فاسد معانی بیان کرتے ہیں ان کے دلوں میں کجی ہے اُن سے دور بھاگو، خیال رہے کہ متشابہ آیات دو قسم کی ہیں ایک مُتشابہ المعنٰے جیسے الٓمٓ، الٓرٰ وغیرہ مقطعات قرآنیہ جن کے معنٰے ہی سمجھ میں نہیں آتے، دوسرے متشبہ المراد جیسے فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ وغیرہ آیاتِ صفات، ان دونوں قسم کی متشابہات میں جرح وقدح اور فتنے کے لیے تاویلیں کرنا حرام ہیں لیکن مناسب تاویلیں اس زمانہ میں گناہ نہیں تاکہ لوگ غلط تاویلوں سے بچیں حدیث میں پہلی قسم کے لوگ مراد ہیں اسی لیئے قرآن کریم نے فرمایا اِبْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ یقین رکھو کہ اللہ تعالٰی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور اُن کی طفیل بعض مقبولوں کو متشابہات کا علم دیا، رب فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنُ، عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ اپنے محبوب کو رحمان نے قرآن سکھایا ظاہر ہے کہ سارا ہی قرآن سکھایا جس میں متشابہات بھی ہیں۔

فِی الْکِتَابِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ❁ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ الْمُسْلِمِیْنَ فِی الْمُسْلِمِیْنَ جُرْمًا مَنْ سَاَلَ عَنْ شَیْءٍ لَمْ یُحَرَّمْ عَلَی النَّاسِ فَحُرِّمَ مِنْ اَجْلِ مَسْئَلَتِہٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ❁ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ

لہ (مسلم) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے سلہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے، کہ مسلمانوں میں بڑا مجرم وہ ہے جو کسی غیر حرام چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کرے سلہ اس کی پوچھ گچھ کی وجہ سے وہ چیز حرام کردی جاوے سلہ (بخاری و مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانہ میں جھوٹے دجال

لہ کتاب میں اختلاف کی تین صورتیں ہیں (۱) قرآن کو اپنی رائے کے مطابق کرنے کی کوشش کرنا جیسے آج کل دیکھا جارہا ہے (۲) خود قرآن کی آیت میں اختلاف کہ یہ آیت کتاب اللہ ہے یا نہیں (۳) قرآن کریم سے مسائل نکالنے میں اختلاف، پہلے دو ۲ قسم کے اختلاف حرام بلکہ کفر ہیں، تیسری قسم کا اختلاف عبادت ہے جو صحابہ کرام کے زمانہ سے چلا آرہا ہے۔ یہ اختلاف ائمہ مجتہدین میں ہوسکتا ہے، یہاں پہلی دو قسم کے اختلاف مراد ہیں اہل کتاب نے بھی آسمانی کتب میں اسی قسم کے اختلاف کیئے تھے سلہ آپ کا اسم شریف سعد ابن ابی وقاص اور کنیت ابواسحاق ہے آپ کے والد کا نام مالک ابن وھیب ہے، اور کنیت ابووقاص آپ زہری ہیں قرشی ہیں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں قدیم الاسلام ہیں چنانچہ آپ تیسرے مسلمان ہیں بوقت اسلام آپ کی عمر شریف سترہ برس تھی بہت شاندار صحابی ہیں کہ حضور نے آپ کے لیئے فرمایا تم پر میرے ماں باپ فدا، تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے بہت بڑے مقبول الدعاء تھے، لوگ آپ کی بددعا سے بہت ڈرتے تھے عہد فاروقی اور عثمانی میں کوفہ کے گورنر رہے ستر برس سے زیادہ عمر پائی ۵۵ھ میں مدینہ منورہ سے قریب مقام عقیق میں وصال ہوا وہاں سے آپ کی میت شریف مدینہ منورہ لائی گئی مروان ابن حکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ پاک کے قبرستان جنت البقیع میں دفن کیے گئے سلہ یہاں روئے سخن ان قیل قال والوں کی طرف ہے جنہیں بلاضرورت ہر بات کرید نے کی عادت ہوتی ہے ورنہ مسائل سیکھنے کے سوال اچھی چیز ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ لہٰذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں اور پوچھ گچھ سے مراد نبی سے پوچھنا ہے کیونکہ حرام وحلال کے احکام اسی بارگاہ سے جاری ہوتے ہیں جیسے حضور نے فرمایا کہ تم پر حج فرض ہے ایک صحابی نے پوچھا کیا ہر سال؟ فرمایا کہ اگر میں ہاں کہدیتا تو ہر سال ہی فرض ہوجاتا یہ ہیں مضر سوالات سلہ اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس سے شریعت میں خاموشی ہو وہ حلال ہے حرام وہی ہے جسے شریعت منع کرے جیسا کہ لَمْ یُحَرَّمْ سے معلوم ہوا رب تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا معلوم ہوا جس کی حرمت نہ ملے وہ حلال ہے۔ مگر اس زمانہ میں بعض جہلاء بلادلیل ہر چیز کو حرام کہدیتے ہیں اور حلال ہونے کے لیئے ثبوت مانگتے ہیں بتاؤ کہاں لکھا ہے میلاد شریف اور گیارھویں شریف حلال ہے خود نہیں بتاتے کہ حرام کہاں لکھا ہے انہیں اس حدیث اور آیت سے عبرت پکڑنی چاہیئے دوسرے

كَذَّابُوْنَ يَأْتُوْنَكُمْ مِّنَ الْاَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاءُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَيَفْتِنُوْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْهُ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُوْنَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا الْاٰيَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفٰى

ہوں گے [1] جو تمہارے پاس وہ احادیث لائیں گے جو نہ تم نے سنیں نہ تمہارے باپ دادوں نے [2] انکو اپنے سے بچاؤ کر اُن سے دور رکھو وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں فتنہ میں نہ ڈال دیں [3] (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ اہل کتاب مسلمانوں کے سامنے عبرانی زبان میں توریت پڑھ کر عربی میں ترجمہ کرتے تھے تب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل کتاب کو نہ سچا کہو نہ جھوٹا [4] یہ کہہ دو کہ ہم اللہ پر اور اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف اتارا گیا ہے (بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

یہ کہ کبھی زیادہ پوچھ گچھ پر رب کی طرف سے سختی ہوجاتی ہے دیکھو بنی اسرائیل گائے کے متعلق پوچھ گچھ کرتے رہے پابندیاں بڑھتی رہیں غیر یہ کہ وظیفوں اور احکام میں خود پابندی نہ لگواتے بلکہ اُن کے اطلاق سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

[1] دجّال دجل سے بنا بمعنی فریب اور دھوکا، دجّال بڑا فریبی مکار دھوکہ باز آخر زمانہ میں بڑا دجّال نکلے گا اس سے پہلے چھوٹے دجال بہت ہوں گے [2] اس میں اشارہ حدیث گھڑنے والوں کی طرف ہو رہا ہے یہاں خطاب یا صرف صحابہ سے ہے یا قیامت تک کے علماء سے جنہیں حدیث کی واقفیت ہو اگر کوئی جاہل کسی مشہور حدیث کو نہ سنے تو یہ اُس کا اپنا قصور ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اعلان فرمایا تھا کہ ہم وہی حدیث قبول کریں گے جو زمانۂ فاروقی میں شائع ہوچکی کیونکہ آپ کے زمانہ میں بعض چھپے منافقوں نے حضرت علی کے فضائل میں اور بعض نے ان کے خلاف بہت حدیثیں گھڑلی تھیں جب ہی سے رفض و خروج کی بیماریاں مسلمانوں میں پھیلیں معلوم ہُوا کہ حدیث گھڑنا سخت جرم ہے اور گھڑنے والا سخت مجرم کہ حضور نے اُسے دجّال وکذاب فرمایا [3] اس سے معلوم ہوا کہ بدمذہبوں سے بچنا ضروری ہے کیونکہ ان کی صحبت دین وایمان کیلئے خطرہ ہے [4] یہاں توریت کی وہ آیتیں مراد ہیں جن کا سچ اور جھوٹ ظاہر نہ ہو ورنہ اگر اہل کتاب حضرت مسیح یا حضرت عزیر کی الوہیت کی آیتیں پیش کریں تو یقیناً جھوٹی کہی جائیں گی، منشائے حدیث یہ ہے کہ توریت وانجیل کچھ صحیح بھی تھیں کچھ طاوٹی بھی لہذا ہر آیت میں سچ جھوٹ کا احتمال تھا اسلئے احتیاطًا یہ حکم دیا گیا۔ خیال رہے کہ اب ان کتابوں کی ایک بھی اصلی آیت موجود نہیں یہ ترجمے کلام الٰہی نہیں ہیں [5] تاکہ اصل کتاب کا انکار نہ ہو جائے اور نہ غیر کتاب کا اقرار، خیال رہے کہ یہ حکم اوّلاً تھا بعد میں تو حضور نے عمر فاروق جیسے صحابی کو توریت پڑھنے سننے سے ہی منع فرما دیا اور فرمایا کہ میرے پاس کیا نہیں ہے جو تم توریت میں ڈھونڈتے ہو اگر موسیٰ علیہ السلام بھی موجود ہوتے تو میری پیروی کرتے۔

بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَّبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ اُمَّتِهٖ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

انسان کے جھوٹا ہونے کو یہی کافی ہے کہ ہر سنی بات بیان کردے ؎۱ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے مجھ سے پہلے ایسا کوئی نبی نہ بھیجا جس کی امت میں سے کچھ لوگ ان کے خاص صاحب اسرار ؎۲ اور وہ صحابہ نہ ہوں جو ان کی سنت کو لیں اور ان کے احکام کی پیروی کریں ؎۳ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف ہوتے تھے ۔ جو کہتے وہ تھے جو کرتے نہ تھے اور کرتے وہ تھے جس کا انہیں حکم نہ تھا ؎۴ تو جو ان پر ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مومن اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن اور جو ان پر اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ؎۵ اور اس کے سوا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ؎۶ (مسلم)

؎۱ یعنی ہر ایرے غیرے کی ہر بات بغیر تحقیق کئے بیان کردے خصوصًا احادیث شریفہ ورنہ محدثین فقہاء علماء ان کی ہر بات پر عوام کو اعتماد کرنا پڑے گا رب تعالٰی فرماتا ہے لِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا لہٰذا یہ حدیث فقہاء کے اس قول کے خلاف نہیں کہ دینی باتوں میں ایک کی خبر معتبر ہے، محدثین خبر واحد کا اعتبار کرتے ہیں ؎۲ حواری حور سے بنا ہے بمعنے صفائی، خلوص، مدد چونکہ ان مخصوصین کے دل صاف تھے خالص مومن تھے اور ان کے دین کے مددگار تھے اسلئے انہیں حواری کہا جاتا تھا نیز عیسٰی علیہ السلام کے حواری کپڑا صاف کرنے والے دھوبی تھے ؎۳ ظاہر یہ ہے کہ یہاں شریعت اور تبلیغ والے نبی مراد ہیں جن کی باقاعدہ امتیں تھیں اور یہ اصحاب حواریوں کے علاوہ جماعت ہیں مطلب یہ ہے کہ ہر صاحب شریعت پیغمبر کو اللہ نے عام صحابہ بھی بخشے اور خاص صاحب اسرار بھی ایسے ہی ہمارے حضور کے صحابہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں جن میں بعض خاص صاحب اسرار ہیں، جیسے خلفائے راشدین وغیرہم لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض نبی وہ بھی ہیں جن کی بات کسی نے نہ مانی اور بعض وہ جن کی ایک دو آدمیوں نے ہی اطاعت کی ؎۴ یعنی ان صحابہ کے بعد ایسے بدعقیدہ اور بدعمل لوگ پیدا ہوتے تھے ایسے ہی میرے صحابہ کے بعد بھی ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ بفضلہ تعالٰی حضور کے صحابہ بدعملی اور بدعقیدگی سے پاک رہے ؎۵ یعنی ایسے بدعقیدہ اور بدعمل لوگوں کی اصلاح تین جماعتیں تین طرح کریں حکام طاقت سے کہ مجرموں کو سزائیں دیں، اہل علم زبان سے کہ انہیں وعظ کریں عوام مومن دل سے کہ ان سے نفرت کریں اور دور رہیں تاقیامت یہ احکام جاری ہیں ؎۶ یعنی جو انہیں دل سے برا بھی نہ جانے انکے عقیدوں سے راضی ہو وہ انہیں کی طرح بے ایمان ہے اسی پر

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا وَّمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَدَاَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَّسَیَعُوْدُ كَمَا بَدَاَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاِیْمَانَ لَیَاْرِزُ اِلَی الْمَدِیْنَةِ كَمَا تَاْرِزُ الْحَیَّةُ اِلٰی جُحْرِهَا

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایت کی طرف بلائے اس کو تمام عاملین کی طرح ثواب ملے گا اور اس سے اُن کے اپنے ثوابوں سے کچھ کم نہ ہو گا[1] اور جو گمراہی کی طرف بلائے تو اس پر تمام پیروی کرنے والے گمراہوں کے برابر گناہ ہوگا اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کرتے گا[2] (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام غریبا سے شروع ہوا اور جیسا شروع ہوا ویسا ہی پھر ہو جائے گا غرباء کو خوشخبری ہو[3] (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یقیناً ایمان مدینہ کی طرف ایسا سمٹ آوے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف[4]

علماء پر فرض ہے کہ اپنی زبان اور قلم سے مسلمانوں کو بیدینوں سے نفرت دلائیں اُن کے عقائد بتائیں اور تردید کریں خیال رہے کہ ضعیف ایمان کو رائی کے دانہ سے مثال دینا بیانِ کیفیت کے لیے ہے نہ کہ بیانِ مقدار کیلئے کیونکہ ایمان مقدار اً کم و بیش نہیں ہوتا ہر مومن پورا مسلماں ہے آدھا اور چوتھائی مسلمان نہیں۔

[1] یہ حکم نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے صدقہ سے تمام صحابہ آئمہ مجتہدین علماء متقدمین و متاخرین سب کو شامل ہے مثلاً اگر کسی کی تبلیغ سے ایک لاکھ نمازی بنیں تو اس مبلغ کو ہر وقت ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہوگا اور ان نمازیوں کو اپنی اپنی نمازوں کا ثواب۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا ثواب مخلوق کے اندازے سے وراء ہے رب فرماتا ہے وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ایسے ہی وہ مصنفین جن کی کتابوں سے لوگ ہدایت پا رہے ہیں قیامت تک لاکھوں کا ثواب انہیں پہنچتا رہے گا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کیونکہ یہ ثوابوں کی زیادتی اس کے عمل تبلیغ کا نتیجہ ہے [2] اس میں گمراہیوں کے موجدین مبلغین سب شامل ہیں تاقیامت انکو ہر وقت لاکھوں گناہ پہنچتے رہیں گے یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ کیونکہ یہ اس کے اپنے فعل یعنی تبلیغِ شر کی سزا ہے [3] غربت کے لفظی معنی ہیں تنہائی اور بیکسی۔ اسی لیئے مسافر اور تنگ دست کو غریب کہا جاتا ہے کہ مسافر سفر میں اکیلا ہوتا ہے اور تنگ دست بیکس یعنی اسلام کو پہلے تھوڑے لوگوں نے قبول کیا اور آخر میں بھی تھوڑے ہی لوگوں میں رہ جائے گا یہ دونوں جماعتیں بڑی مبارک ہیں الحمد للہ تھوڑے مسلمان بہتوں پر غالب آتے رہے اور آتے رہیں گے، تھوڑا سونا بہت سے لوہے پر اور تھوڑا مشک بہت سی مٹی پر غالب ہے یہ بھی دیکھا گیا کہ غریب مسکین لوگ اسلام پر قائم رہتے ہیں اکثر مالدار بہک جاتے ہیں [4] یہ آخر زمانہ میں ہوگا کہ مسلمانوں کو دنیا میں کہیں امن نہ ملے گی تو وہ اپنا ایمان

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ فِيْ كِتَابِ الْمَنَاسِكِ وَحَدِيْثَيْ مُعَاوِيَةَ وَجَابِرٍ لَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِيْ وَلَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ فِيْ بَابِ ثَوَابِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ رَبِيْعَةَ الْجُرَشِيِّ قَالَ اُتِيَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ لَهٗ لِتَنَمْ عَيْنُكَ وَلِتَسْمَعْ اُذُنُكَ وَلِيَعْقِلْ قَلْبُكَ قَالَ فَنَامَتْ عَيْنَايَ وَسَمِعَتْ اُذُنَايَ وَعَقَلَ قَلْبِيْ قَالَ فَقِيْلَ لِيْ سَيِّدٌ بَنٰى دَارًا فَصَنَعَ فِيْهَا مَأْدُبَةً وَّاَرْسَلَ دَاعِيًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَرَضِيَ عَنْهُ السَّيِّدُ وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ

(مسلم و بخاری) اور ہم حضرت ابوہریرہ کی حدیث ذرونی الخ کتاب الحج میں اور حضرت معاویہ و جابر کی حدیثیں لایزال من امتی الخ اور لایزال طائفۃ من امتی انشاء اللہ باب ثواب ہذہ الامۃ میں بیان کریں گے[1] دوسری فصل روایت ہے حضرت ربیعہ جرشی سے[2] فرماتے ہیں حضور کی خدمت میں آنے والا آیا اور حضور سے کہا گیا کہ مناسب ہے کہ آپ کی آنکھیں تو سو جائیں آپ کے کان سنتے اور دل سمجھتا رہے[3] فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں سو گئیں اور کان سنتے رہے دل سمجھتا رہا[4] فرماتے ہیں مجھ سے کہا گیا کہ سردار نے گھر بنایا وہاں خوان تیار کیا اور بلانے والا بھیجا تو جس نے بلانے والے کی دعوت قبول کی وہ گھر میں آیا خوان سے کھایا اس سے سردار راضی ہوا[5] اور جس نے منادی کی نہ مانی وہ نہ گھر میں آیا

بچانے کیلئے مدینہ کی طرف بھاگیں گے مدینہ پہلے بھی مسلمانوں کا جائے امن بنا اور آیندہ بھی بنے گا کیوں نہ ہو کہ یہاں دونوں عالم کے پناہ صلے اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں غالبًا یہ واقعہ دجّال کے قریب ہوگا سانپ سے تشبیہ دینے میں ادھر اشارہ ہے کہ جیسے سانپ کو کوئی پناہ نہیں دیتا ایسے ہی آخر زمانہ میں لوگ اسلام کو سانپ کی طرح تکلیف دہ سمجھیں گے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مدینہ پاک اسلام سے کبھی خالی نہ ہوگا۔

[1] یعنی وہ تینوں حدیثیں مصابیح میں یہاں ہی تھیں لیکن ہم نے مناسبت کی وجہ سے ان بابوں میں ذکر کیا [2] آپ کا نام ربیعہ ابن عمرو ہے۔ یمن کے علاقہ میں مقام جرش کے رہنے والے ہیں امیر معاویہ کے زمانہ میں ناسک کے مفتی رہے ہیں ان کی صحابیت میں اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں [3] یعنی حضور بیدار تھے ایک فرشتہ نے آکر یہ عرض کیا ان کلمات سے حضور پر نیند طاری ہوگئی پھر خواب میں وہ کلام ہوا جو آگے آرہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے بعض کلمے ہم کو سلا دیتے ہیں بعض کلمے ہم کو موت دیتے ہیں۔ صُور کی آواز سب کو زندہ کرے گی۔ حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کی نیند غفلت نہیں پیدا کرتی اسی لیے سونے سے آپ کا وضو نہیں جاتا اور آپ کی خواب وحی الٰہی ہے فرشتہ نے سلا کر یہ گفتگو اسی لیے کی تاکہ پتہ لگے اور لوگ حضور کی خواب پر

الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَادُبَةِ وَسَخِطَ عَلَيْهِ السَّيِّدُ قَالَ فَاللّٰهُ السَّيِّدُ وَمُحَمَّدٌ الدَّاعِيْ وَالدَّارُ الْاِسْلَامُ وَالْمَادُبَةُ الْجَنَّةُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَاْتِيْهِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِيْ مِمَّا اَمَرْتُ بِهٖ اَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ مَا وَجَدْنَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ

نہ اس نے خوان سے کھایا آقا اس پر ناراض ہوئے[۱] فرمایا کہ اللہ سید ہے اور محمد بلانے والے گھر اسلام ہے اور خوان جنت[۲] (دارمی) روایت ہے حضرت ابورافع سے[۳] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی کو مسہری پر تکیہ لگائے نہ پاؤں[۴] کہ اس کے پاس میرے احکام میں سے جس کا میں نے حکم دیا یا جس سے میں نے منع کیا کوئی حکم پہنچے اور وہ کہہ دے کہ ہم نہیں جانتے جو قرآن شریف میں پائیں گے ہم تو اس کی پیروی کریں گے[۵] اس حدیث کو احمد و ابوداؤد ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا اور بیہقی نے

ایمان لائیں[۴] یعنی فرشتے کی اس گفتگو کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ میں سو گیا جیسے ماں کی لوری سے بچے کو نیند آتی ہے یا بعض چیزوں کے دیکھنے سے غشی طاری ہو جاتی ہے[۵] یعنی منادی کی بات مان لینے سے ہیں فائدے ہوئے گھر کی سیر نعمتیں کھانا بادشاہ کی خوشنودی یہ ساری بہار اس منادی کے دم سے ہے۔

[۱] یعنی نہ ماننے والے کا دین بھی تباہ دنیا برباد کھانے سے محرومی رہی بادشاہ کی مخالفت گلے پڑی[۲] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ کو سید کہہ سکتے ہیں یعنی مالک مولیٰ دوسرے یہ کہ کوئی شخص صرف اعمال سے خدا کو راضی نہیں کرسکتا جب تک کہ حضور کی غلامی نہ کرے تیسرے یہ کہ صرف اسلام ہی ذریعہ نجات ہے، بعض جاہلوں نے کہا ہے کہ جس دین میں رہ کر نیکیاں کرلی جائیں نجات ہو جائے گی وہ اس حدیث کے بھی خلاف ہے اور قرآن کے بھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ کیونکہ اس حدیث میں جنت کو اسلام میں دکھایا گیا ہے[۳] آپ کا نام ابراہیم یا اسلم ہے آپ حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں آپ نسلاً قبطی ہیں حضرت عباس کی ملک میں تھے انہوں نے بطور نذرانہ حضور کی ملک میں دیدیا جب حضرت عباس اسلام لائے تو انہوں نے ہی حضور کو آپ کے اسلام کی خبر دی حضور نے اس خوشی میں ان کو آزاد کر دیا۔ آپ سوائے جنگ بدر کے باقی تمام غزوروں میں حضور کے ساتھ رہے خلافت مرتضوی میں وفات پائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مرقاۃ و اشعۃ اللمعات)[۴] سبحان اللہ یہ ہے میرے محبوب کی قوت نظر، انکار حدیث کے موقعوں پر یہ دو کلمے ہمیشہ فرمائے جاتے ہیں کیونکہ قرآنی فرقہ کا موجد عبداللہ چکڑالوی ہے جو چکڑالہ ضلع میانوالی پنجاب میں پیدا ہوا یہ بہت مالدار اور لنگڑا تھا مُتَّكِئًا فرما کر اس کے لنگڑا ہونے کی طرف اور اَرِيْكَتِهٖ فرما کر اس کی مالداری کی طرف اشارہ کر دیا گیا، یا یہ مطلب ہے کہ اس فرقہ کا موجد آرام طلب ہوگا گھر میں رہے گا علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر نہ کرے گا صرف قرآن کے ترجمے دیکھ کر یہ کہے گا۔ چنانچہ عبداللہ چکڑالوی اور اس کی ساری ذریت کا یہی حال ہے غرضکہ یہاں یا ظاہری عیوب کا ذکر ہے یا باطنی کا[۵] یعنی

فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ • وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمُ الْحِمَارُ الْأَهْلِيُّ وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ

دلائل نبوۃ میں روایت ہے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے ۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ ہو کر مجھے قرآن بھی دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی ۲ خبردار قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا اپنے مسہری پر کہے ۳ کہ صرف قرآن کو تھام لو اس میں جو حلال پاؤ اُسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اُسے حرام سمجھو ۴ حالانکہ رسول اللہ کا حرام فرمایا ہوا ویسا ہی حرام ہے جیسا کہ اللہ کا حرام فرمودہ ۵ دیکھو تمہارے لیے نہ تو پالتو گدھا حلال ہے اور نہ کچلی والا درندہ جانور نہ عہد والے کافر کی گری ہوئی چیز مگر جب اس کا مالک اُس سے

جاننے کا مقصد ہے نہیں مانتے یعنی ہم قرآن کے سوا حدیث وغیرہ کے قائل نہیں قرآن میں سب کچھ ہے پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے عبداللہ چکڑالوی اور اس کی ذریت کے یہی الفاظ ہوتے ہیں سبحان اللہ مَا وَجَدْتُمْ فرما کر کیسا نفیس اشارہ فرمایا کہ اگرچہ قرآن تو کامل ہے مگر انسان کا پانا ناقص، قرآن میں سب کچھ ہے مگر ملیگا اُسے جسے میں نکال کر دوں ہر شخص سمندر سے موتی حاصل نہیں کر سکتا موتی نکلتے سمندر سے ہیں مگر ملتے جوہری کی دکان پر ہیں اس اَفْصَحُ الْفُصَحَاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو لفظوں میں ان کے دلائل مع تردید بتا دیئے۔

۱ آپ صحابی ہیں قبیلہ بنی کندہ سے تعلق رکھتے ہیں کندی وفد کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ۸۷ھ میں شام میں وفات پائی ۹۱ سال عمر ہوئی ۲ یعنی حدیث شریف جو قرآن کی طرح وحی الٰہی ہے اور اسی کی طرح واجب الاتباع اس حدیث کی تائید قرآن شریف کی اس آیت سے ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کتاب تو قرآن حکیم ہے اور حکمت حدیث شریف۔ خیال رہے کہ قرآن شریف کی عبارت بھی وحی ہے اور مضامین بھی مگر حدیث شریف کا مضمون وحی ہے الفاظ حضور کے اپنے۔ اسی لیئے الفاظِ حدیث پر قرآن کے احکام جاری نہیں کہ اس کی تلاوت نماز میں نہیں ہو سکتی بے وضو اُسے چھو سکتا ہے۔ اسی لیئے قرآن کو وحی متلو کہتے ہیں اور حدیث کو غیر متلو، مرقاۃ میں ہے کہ جبریل امین حدیث کو بھی لیکر اترتے تھے اس کی تحقیق کیلئے ہماری کتاب ایک اسلام دیکھو ۳ یہ کلمہ اَلَا منکرین حدیث پر اظہار غضب کیلئے ہے اسی لیئے ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ حدیث ضعیف کے ہوتے ہوئے قیاس جائز نہیں حدیث ضعیف کو قیاس قوی پر ترجیح ہے اگرچہ اس منکر حدیث کی پیدائش ۱۳ سو برس کے بعد ہوئی مگر حضور کی نگاہوں سے قریب تھا۔ اس لیئے یُوْشِکُ فرمایا شَبْعَانُ (پیٹ بھرا) میں اس کی مالداری اور مسہری میں اس کا لنگڑا ہونا بتایا گیا ۴ یعنی اپنی تحقیق پر اعتماد کرو صاحب قرآن سے الگ ہو جاؤ یہ بکواس ہی تمام بے دینیوں کی جڑ ہے ۵ یعنی حرام قطعی واجب الترک اسی لیئے صحابہ کرام حضور کے فرمان پر قرآن کی طرح

عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ اَنْ يَّقْرُوْهُ فَاِنْ لَّمْ يَقْرُوْهُ فَلَهٗ اَنْ يُّعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ نَحْوَهٗ وَكَذَا ابْنُ مَاجَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ، وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيَحْسَبُ اَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَظُنُّ اَنَّ اللّٰهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا اِلَّا مَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اَلَا وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ اَمَرْتُ وَوَعَظْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ اَشْيَآءَ اِنَّهَا كَمِثْلِ الْقُرْاٰنِ

لاپرواہ ہوجاوے لہ اور جو کسی قوم کے پاس مہمان جائے ان پر اس کی مہمانی ہے اگر مہمانداری نہ کریں تو وہ اپنی مہمانی کی بقدر ان سے وصول کرلے ٹہ اسے ابوداؤد نے روایت کیا دارمی نے بھی اسی طرح اور ابن ماجہ نے حرم اللہ تک روایت ہے حضرت عرباض ابن ساریہ سے ٹہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قیام فرماکر فرمایا کیا تم میں سے کوئی چھپر کھٹ پر تکیہ لگا کر یہ گمان کرسکتا ہے ٹہ کہ اللہ نے بجز ان چیزوں کے کوئی چیز حرام نہ کی جو قرآن میں ہیں آگاہ رہو کہ بخدا میں نے احکام دیئے وعظ فرمائے اور بہت چیزوں سے منع کیا جو قرآن کے برابر

کرتے تھے ہم پر جیسے نماز فرض ہے ایسے ہی نماز کی تعداد اور مقدار یعنی پانچ نمازیں اور ہر نماز میں مقرر رکعات فرض ہیں ہم جو کبھی حدیث کو ظنی کہتے ہیں اس کی وجہ اسناد یں ہیں جنہوں نے خود حضور سے حدیثیں سنیں ان کے لیئے قرآن کی طرح قطعی تھیں، دیکھو صدیق اکبر نے حدیث کی بنا پر حضور کی میراث تقسیم نہیں کی حالانکہ تقسیم میراث حکم قرآنی ہے۔

لہ یعنی منکرین حدیث کو چاہیئے کہ گدھا بھی کھائیں گتے بلوں پر بھی ہاتھ صاف کریں پڑی ہوئی چیز بھی قبضہ میں کر لیا کریں۔ کیونکہ انہیں قرآن نے حرام نہیں کیا بلکہ حدیث نے کیا ہے انشاء اللہ اس کا جواب قیامت تک ان سے نہ بنے گا مسئلہ پڑی ہوئی چیز جو ملے اس کے مالک کو تلاش کرکے پہنچادی جائے مسلمان کی ہو یا کسی ذمہ والے کافر کی حربی کافر کا مال جو بغیر دھوکہ دہی کے ملے حلال ہے جب مالک کے ملنے سے مایوسی ہوجائے تو خیرات کردی جائے اور اگر اٹھانیوالا غریب ہے تو خود استعمال کرے اس کے بقیہ مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ کرو ٹہ یعنی یہ مسئلہ بھی قرآن میں نہیں ہے حدیث میں ہے خیال رہے کہ اس زمانہ میں دیہاتی کفار سے یہ عہد لیا جاتا تھا کہ اگر لشکر اسلام یا کوئی مسلمان تمہارے گاؤں پر گزرے تو تم اسے ایک روز وقت کا راشن دینا اس معاہدے کے ماتحت لشکر اسلام کو اپنا راشن ان سے وصول کرنیکا حق تھا حدیث میں اسی کا ذکر ہے اب بھی بعض ہنگامی حالات میں لشکر یا پولیس کا خرچ اہل شہر پر ڈال دیا جاتا ہے اس جملے کی اور تفسیریں بھی کی گئی ہیں مگر یہ تفسیر زیادہ قوی ہے اس صورت میں یہ حدیث غیر منسوخ ہے اب بھی اگر کفار سے یہ معاہدہ ہوجائے تو ان پر اس کی پابندی لازم ہوگی ٹہ آپ صحابی ہیں آپ کے والد ساریہ کی کنیت ابو نجیح تھی حضرت عرباض اصحاب صفہ میں سے ہیں شوق الٰہی اور خوف الٰہی اپنے دل میں بہت رکھتے تھے شام میں قیام کیا اور ۷۵ھ میں وہیں وفات پائی آپ سے ۳۱ احادیث مروی ہیں حمص میں آپ کا مزار ہے ٹہ اس میں خطاب صرف صحابہ سے نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں سے ہے کیونکہ عہد صحابہ سے قریباً سو

اَوْ اَكْثَرُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا بِاِذْنٍ وَّلَا ضَرْبَ نِسَآئِهِمْ وَلَا اَكْلَ ثِمَارِهِمْ اِذَا اَعْطَوْكُمُ الَّذِيْ عَلَيْهِمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ اَشْعَثُ بْنُ شُعْبَةَ الْمَصِّيْصِيُّ قَدْ تُكُلِّمَ فِيْهِ؛ وَعَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَ

یا اس سے بھی زیادہ ہیں لہ یقیناً اللہ نے تمہارے لیے یہ مباح نہ کیا کہ کتابیوں کے گھروں میں بلا اجازت گھس جاؤ اور نہ ان کی عورتوں کو مار پیٹ اور نہ اُن کے پھل کھانا جب وہ اپنے ذمہ کے حقوق تمہیں ادا کریں ۲ اسے ابوداؤد نے روایت کیا اس حدیث کی اسناد میں اشعث ابن شعبہ مصیصی ہے جس میں کلام کیا گیا ہے روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ ایک دن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر ہماری طرف چہرہ کیا اور نہایت ہی بلیغ وعظ فرمایا جس سے اشک رواں ہوگئے دل ڈر گئے ۳ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ شاید یہ الوداعی وعظ ہے ۴ لہٰذا کچھ وصیت فرمادیں حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے سلطان کی سننے فرماں برداری کرنے کی وصیت کرتا ہوں

بری تنگ منکر حدیث کوئی نہیں ہوا یہ بیماری چودھویں صدی میں پھیلی اور یہ سوال تعجب کیلئے ہے یعنی تعجب ہے کہ تم میں بعض ایسے بیوقوف بھی پیدا ہوگئے جو ایسے واہیات عقائد رکھیں گے ۔

لہ یعنی میرے دیئے ہوئے احکام اور میری حلال و حرام کی ہوئی چیزیں مقدار میں قرآنی احکام اور قرآنی حلال و حرام سے کہیں زیادہ ہیں دیکھو قرآن کریم نے صرف سور کا گوشت حرام کیا کہ فرمایا وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ سور کی کلیجی گردے تلی بھیجہ اس کے علاوہ کتا بلا حدیث نے ہی حرام کیا اسی طرح تمام احکام کا حال ہے حدیث کا انکار کرکے ان چیزوں کی حرمت کہاں سے ثابت کی جائیگی ۲ یعنی جب ذمی اہل کتاب جزیہ دیکس، ادا کردیں تو نہ تم اُن کے گھروں میں جاسکتے ہو نہ انکا مال کھاسکتے ہو نہ انہیں سزا دے سکتے ہو یہ مسئلہ بھی قرآن میں نہیں ہے نبی ارشاد فرمارہا ہوں اہل کتاب کی قید اس لیئے لگائی کہ مشرکین عرب سے جزیہ قبول نہیں کیا جاتا۔ انہیں مسلمان ہی ہونا پڑیگا۔ خیال رہے کہ اگر ذمی جزیہ دینے سے انکار کردیں تو وہ حربی ہوجائیں گے پھر انکی جان مال سامان حکومت اسلامیہ ضبط اور انہیں قید کرسکتی ہے اس لیئے جزیہ دینے کی قید لگائی گئی ۳ یوں تو حضور کے تمام وعظ ہی مؤثر ہوتے تھے۔ لیکن خصوصیت سے یہ وعظ بہت پُرتاثیر تھا جس میں عشق خدا خوفِ کبریا کا دریا موجیں مار رہا تھا۔ عشق سے آنسو بہے اور خوف سے دل لرزے بلیغ سے پُرتاثیر مراد ہے ۴ یعنی حضور کی وفات قریب ہے اور آپ ایسی باتیں فرمارہے ہیں جیسی رخصت ہوتے وقت کی جاتی ہیں گویا آپ اپنی اُمت کو چھوڑ کر جارہے ہیں اور آخری نصیحتیں کررہے ہیں سبحان اللہ صحابہ کرام کی ذکاوت کے قربان ۵ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی حضور کی وفات قریب تھی اس لیئے اُن کے کلام کی تردید نہ فرمائی گئی بلکہ خواہش پوری کردی گئی، پتہ لگا کہ حضور اپنے وقتِ وفات کو جانتے ہیں اور یہ ایسا جامع کلام ہے کہ سارے احکام اس

إِنْ كَانَ عَبْدًا حَبْشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ إِلَّا أَنَّهُمَا لَمْ يَذْكُرَا الصَّلٰوةَ

اگرچہ حبشی غلام ہی ہو[1] کیونکہ میرے بعد تم میں سے جو جیئے گا وہ بڑا اختلاف دیکھے گا[2] لہذا تم میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت مضبوط پکڑو[3] اُسے دانت سے مضبوط پکڑلو نئی باتوں سے دُور رہو کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے[4] اسے احمد ابوداؤد اور ترمذی وابن ماجہ نے روایت کیا لیکن ان دونوں نے نماز کا واقعہ ذکر نہ کیا

میں آگئے تَقْوَى اللّٰہِ میں سارے دینی احکام اور سلطان کی اطاعت میں سارے سیاسی احکام شامل ہیں۔

[1] یعنی اگر تمہارا امیر کالا حبشی غلام ہو تب بھی اس کی اطاعت کرو اس کا نسب و شکل نہ دیکھو اس کا حکم سنو۔ خیال رہے کہ خلافت قریش سے خاص ہے مگر امارت ہر مسلمان کو مل سکتی ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں اَلْخِلَافَةُ لِلْقُرَيْشِ نیز امیر کی اطاعت انہی احکام میں ہوگی جو خلاف شرع نہ ہوں نیز اس کی اطاعت امیر بن جانے کے بعد ہوگی، یزید امیر بنا ہی نہ تھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اُسے حاکم مانا ہی نہیں لہذا آپ کا عمل اس حدیث کے خلاف نہیں، امیر بنانا اور ہے اور امیر بن چکنے کے بعد اطاعت کرنا کچھ اور[2] سیاسی اختلاف بھی اور مذہبی بھی چنانچہ خلافت عثمانیہ کے آخر میں لوگوں میں سیاسی اختلاف پیدا ہوگیا اور خلافت حیدری میں سیاسی اختلاف کے ساتھ مذہبی اختلاف بھی رونما ہوگیا کہ جبریہ قدریہ رافضی خارجی پیدا ہوگئے۔ خیال رہے کہ خدا کے فضل سے صحابہ میں دینی اختلاف نہ ہُوا سارے صحابہ حق پر ہے حضور کا یہ کلمہ بہت جامع ہے اور آپ کی یہ پیشین گوئی ہو بہو صحیح ہوئی[3] ہر سنت لائق اتباع ہے مگر ہر حدیث لائق اتباع نہیں حضور کے خصوصیات منسوخ احکام اور اعمال حدیث ہیں مگر سنت نہیں اسی لیے یہاں حدیث کو پکڑنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ سنت کو الحمد للہ ہم اہلِ سنت ہیں دنیا میں اہل حدیث کوئی نہیں ہوسکتا صحابہ کرام کے اعمال و افعال بھی لغوی معنے سے سنت ہیں یعنی دین کا اچھا طریقہ اگرچہ ان کی ایجادات بدعت حسنہ ہیں عمر فاروق نے جماعت کی باقاعدہ تراویح کو جو آپ نے جاری کی تھی بدعت فرمایا کہ کہا نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ آپ کا وہ کلام اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہ شرعًا بدعت ہے لغتہً سنت اور مسلمانوں کیواسطے لازم العمل خیال رہے کہ تمام صحابہ ہدایت کے تارے ہیں خصوصًا خلفائے راشدین لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ تمام صحابہ کی پیروی باعثِ نجات ہے[4] یہاں نئی چیز سے مراد نئے عقیدے وہیں جو اسلام میں حضور کے بعد ایجاد کیے جائیں اس لیے کہ یہاں اسے گمراہی کہا گیا۔ گمراہی عقیدہ میں ہوتی ہے نہ کہ اعمال میں لہذا یہ حدیث اپنے عموم پر ہے چنانچہ قادیانی چکڑالوی رفض و خروج یہ تمام بدعات اور گمراہی ہیں اور اگر اس سے نئے اعمال مراد لیے جائیں تو یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے یعنی ہر بری بدعت گمراہی ہے بدعت حسنہ

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا ثُمَّ قَالَ هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَالَ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِّنْهَا شَيْطَانٌ يَّدْعُوْا اِلَيْهِ وَقَرَءَ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ الْاٰيَةَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَقَالَ النَّوَوِيُّ فِيْ اَرْبَعِيْنِهٖ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَيْنَاهُ فِيْ كِتَابِ الْحُجَّةِ بِاِسْنَادٍ

روایت ہے عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا پھر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے [1] پھر اس کے دائیں بائیں اور لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ مختلف راستے ہیں جن میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو ادھر بلا رہا ہے [2] اور یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ ہٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ الآیہ اسے احمد نسائی اور دارمی نے روایت کیا روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے کے تابع نہ ہو [3] اسے شرح سنہ میں روایت کیا نووی نے اپنی چہل حدیث میں [4] فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے جسے ہم نے صحیح اسناد سے کتاب الحجہ میں روایت کیا

کبھی مباح کبھی مستحب کبھی واجب اور کبھی فرض بھی ہوتی ہے حدیث کی کتب اور قرآن کے پارے بدعت ہیں مگر اچھے ہیں اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے۔

[1] سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے دین حق کو قرآن شریف میں صراط مستقیم فرمایا گیا یعنی سیدھا راستہ جو نہایت آسانی سے رب تک پہنچا دے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خط کھینچ کر اس کی مثال دکھادی۔ یہاں سبیل اللہ سے مراد سچے اعتقاد اور نیک اعمال ہیں خیال رہے کہ شریعت اور طریقت کے چاروں سلسلے حنفی شافعی یا قادری چشتی وغیرہ ایک ہی طریقہ ہیں جنہیں اہل سنت کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے عقائد یکساں ہیں۔ اعمال میں فروعی اختلاف جیسا صحابہ کا آپس میں اختلاف ہوا کرتا تھا یہ کعبہ ایمان کے چار راستے ہیں یا سمندر نبوت تک پہنچنے والے چار دریا ان کے علاوہ دیگر مذاہب ٹیڑھے راستہ ہیں کہ وہ عقائد میں مختلف ہیں [2] یہاں شیطان سے مراد یا تو ان مذاہب کے موجد ہیں جیسے قادیانیت کے لیئے غلام احمد اور چکڑالویت کے لیئے عبداللہ یا ان دینوں کے مبلغین یا اس سے مراد خود ابلیس ہی ہے قرآن نے سرکش جنات اور گمراہ کن انسانوں کو شیاطین فرمایا ہے [3] یعنی مومن وہ ہے کہ جس کا دل میرے احکام کو پسند کرے اور اس کے علاوہ کو ناپسند لائے ہوئے میں حدیث و قرآن کے سارے احکام داخل ہیں کیونکہ یہ سب رب کی طرف سے آئے اور ایمان سے مراد اصل ایمان ہے اور واقعی جو کوئی کسی دینی چیز کو برا جانے وہ کافر ہے اور اس صورت میں حدیث پر نہ کوئی اعتراض ہے اور نہ کسی تاویل کی ضرورت کوئی گنہگار فاسق بدکار گناہوں کو اچھا اور نیکیوں کو برا نہیں سمجھتا اسی وجہ سے وہ مومن رہتا ہے اگرچہ فاسق ہو [4] بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جو کوئی بہ

صَحِيحٌ ۞ وَعَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْيَا سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِيْ قَدْ اُمِيْتَتْ بَعْدِيْ فَاِنَّ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَّمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا يَرْضَاهَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ ۞ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ

روایت ہے حضرت بلال ابن حارث مزنی سے [1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو میری مردہ سنت کو جو میرے بعد فنا کردی گئی زندہ کرے [2] اسے ان تمام کی برابر ثواب ہوگا جو اس پر عمل کریں اس کے بغیر کہ ان عاملوں کے ثواب سے کچھ کم ہو [3] اور جو گمراہی کی بدعت ایجاد کرے جس سے اللہ رسول راضی نہیں [4] اس پر ان سب کی برابر گناہ ہوگا جو اس پر عامل ہوں اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کرے گا اسے ترمذی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے کثیر ابن عبداللہ ابن عمرو سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا [5] روایت ہے حضرت عمرو ابن عوف سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

امت تک چالیس حدیثیں پہنچادے قیامت میں اسکی بخشش ہوگی اسیلئے علماء محدثین نے چہل حدیثیں لکھیں امام نووی شارح مسلم نے بھی چالیس جمع فرمائیں جسکا یہاں ذکر ہے۔

[1] آپ صحابی ہیں ۵ھ میں وفد مدینہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام لائے۔۸۰ سال کی عمر پاکر ۶۰ھ میں وفات پائی مدینہ منورہ کے پاس مقام ستغری میں قیام تھا [2] یعنی جس سنت کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہو اس پر خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی عمل کی رغبت دلائے جیسے زمانۂ موجودہ میں داڑھی رکھنا [3] کیونکہ یہ اللہ کا بندہ اس سنت کے زندہ کرنے میں لوگوں کے طعنے اور مذاق برداشت کرتا ہے سنت کی خاطر سب سختیاں جھیلتا ہے لہذا بڑا غازی ہے جو بھلائی کے موجد کو ثواب ملتا ہے وہی بھلائی کے پھیلانے والے کو [4] یہاں بدعت موصوف ہے اور ضلالت صفت اور جب نکرہ نکرے کی صفت ہو تو تخصیص کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔یہاں ضلالت کی قید بدعت حسنہ کو نکالنے کے لیے ہے (مرقاۃ) یعنی بری بدعتوں کا موجد مجرم ہے جیسے اردو میں نماز و اذان یا اور تمام خلاف سنت کام اور اچھی بدعتوں کا موجد ثواب کا مستحق ہے جیسے علم صرف و نحو کے موجد اسلامی مدرسے عرس بزرگان میلاد شریف اور گیارھویں شریف کی مجالس کے موجد اس کی بحث پہلے گزر چکی یہ حدیث تقسیم بدعت کی اصل ہے اس کا ذکر کتاب العلم میں بھی آئے گا [5] کثیر ابن عمرو باتفاق راوی ضعیف ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ بہت جھوٹا آدمی تھا اس کے دادا عمرو ابن عوف صحابی ہیں قدیم الاسلام ہیں انہی کے بارے میں یہ آیت کریمہ اتری تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ آپ مدینہ منورہ میں رہے اور حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی جنگ بدر میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ تھے۔

الدِّيْنَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْحِجَازِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا وَلَيَعْقِلَنَّ الدِّيْنُ مِنَ الْحِجَازِ مَعْقِلَ الْأُرْوِيَّةِ مِنْ رَأْسِ الْجَبَلِ إِنَّ الدِّيْنَ بَدَأَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ وَهُمُ الَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ سُنَّتِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ◆ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ كَمَا أَتٰى عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتٰى أُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ وَإِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ

دین حجاز کی طرف ایسا سمٹ آوے گا جیسے سانپ اپنے سوراخ کی طرف [1] اور دین حجاز سے ایسا بندھ جاوے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی سے [2] یقیناً دین غریب ہی شروع ہوا اور جیسا شروع ہوا ویسا لوٹے گا لہذا غرباء کو خوشخبری ہو یہ غرباء وہ ہیں جو میرے بعد میری اس سنت کو درست کریں گے جسے لوگوں نے بگاڑ دیا ہوگا۔ [3] (ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میری اُمت پر بعینہٖ ویسے حالات آئیں گے جیسے بنی اسرائیل پر آئے جیسے جوتی کی جوتی سے برابری [4] حتی کہ اگر کسی نے اپنی ماں سے اعلانیہ زنا کیا تو میری اُمت میں بھی وہ ہوگا جو ایسا کرے گا [5] یقیناً بنی اسرائیل

[1] یعنی آخری زمانہ میں مسلمانوں کو حجاز کے سوا کہیں پناہ نہ ملے گی اس لیے سب یہاں ہی جمع ہوجائیں گے۔ حجاز عرب کا وہ صوبہ ہے جس میں مکہ معظمہ مدینہ منورہ طائف وغیرہ ہیں۔ خیال رہے کہ اولًا مسلمان حجاز میں پناہ لیں گے اور پھر وہاں بھی امن نہ پائیں گے تو مدینہ منورہ میں سمٹ آئیں گے لہذا یہ حدیث گذشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ دین مدینہ میں سمٹ آئیگا مدینہ منورہ ہی میں نبوت کا آفتاب غروب ہوا اور یہاں سے ہی اس کی کرنیں یعنی شریعت غائب ہوگئی [2] کہ پہاڑی بکریاں دن بھر ہر جگہ پھرتی ہیں اور شام کو اپنے ٹھکان یعنی پہاڑ کی چوٹی پر باندھ دی جاتی ہیں جہاں وہ درندوں سے محفوظ رہتی ہیں۔ حجاز خصوصًا مدینہ منورہ اسلام کا ٹھکان ہیں اس میں اشارۃً یہ فرمایا گیا کہ اسلام حرمین شریفین سے کبھی نہ نکلے گا اور سب مسلمانوں کا تعلق اس سے قائم رہے گا جیسے سانپ کا تعلق اپنے سوراخ سے اور بکری کا تعلق اپنے ٹھکان سے ہر وقت رہتا ہے اس کا وہ مطلب نہیں جو براہین قاطعہ وغیرہ نے سمجھا کہ وہاں اسلام قیامت کے قریب پہنچے گا اس سے پہلے دنیا میں اور جگہ اسلام ہوگا حجاز یا مدینہ منورہ میں نہ ہوگا [3] اس کی شرح پہلے گذر چکی ہے۔ یہ بھی قریب قیامت ہی ہوگا کہ جیسے پہلے تھوڑے مسکین لوگوں نے اسلام قبول کیا ایسے ہی قریب قیامت تھوڑے غریب ہی اسلام پر قائم رہ جائیں گے وہ اگلے غریب بھی مبارک تھے اور یہ پچھلے بھی مبارک ہونگے۔ باقی دنیا میں کفر ہی کفر ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام میں جو نیا فرقہ نکلے اور اس کے ماننے والے تھوڑے ہوں وہی حق پر ہوں جیسا کہ قادیانیوں اور وہابیوں نے سمجھا۔ آگے حدیث آرہی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ساتھ رہو۔ [4] سبحان اللہ اس مطلع الغیوب محبوب صلے اللہ وسلم نے کیسی صحیح خبر دی اور کیسی نفیس تشبیہ سے سمجھایا کہ جیسے داہنے پاؤں کی

تَفَرَّقَتْ عَلٰى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِىْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِى النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِىَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِىْ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَفِىْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ وَاَبِىْ دَاؤُدَ عَنْ مُعَاوِيَةَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِى النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِى الْجَنَّةِ وَهِىَ الْجَمَاعَةُ وَاِنَّهٗ سَيَخْرُجُ فِىْ اُمَّتِىْ اَقْوَامٌ تَتَجَارٰى بِهِمْ تِلْكَ الْاَهْوَاءُ كَمَا

بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جاوے گی [۱] سوا ایک ملت کے سب دوزخی لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ وہ ایک کون فرقہ ہے فرمایا وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں [۲] اسے ترمذی نے روایت کیا اور احمد و ابوداؤد میں معاویہ کی روایت سے یہ ہے کہ بہتر دوزخی اور ایک جنتی ہے اور وہ بڑا گروہ (جماعت مسلمین) ہے [۳] میری امت میں ایسی قومیں نکلیں گی جن میں بدعات ایسی سرایت کرجائیں گی جیسے

جوتی بائیں پاؤں کی جوتی سے لمبائی چوڑائی شکل وصورت میں یکساں ہوتی ہے ایسے ہی میری امت کے ظاہری و باطنی حالات عقائد و اعمال بنی اسرائیل کی طرح ہوجائیں گے [۵] یہ اعمال کی برابری کا ذکر ہے کہ بدتر سے بدتر گناہ بھی میری امت کے اندر پایا جائے گا۔ہم نے دیکھا کہ انگریزوں کی داڑھیاں منڈیں مونچھیں بڑھیں، مسلمانوں کی بھی ایسی ہی شکل بن گئی پھر انگریزوں نے ناک کے نیچے مونچھ مکھی کی طرح رکھی مسلمان بھی اس ہی پر عامل ہوگئے۔پھر دور آیا کہ داڑھی کے ساتھ مونچھ کی بھی بالکل صفائی ہوگئی تو مسلمان بھی ایسے ہی ہوگئے۔اگر کوئی انگریز ناک کٹا لیتا تو یقینًا مسلمانوں میں صدہا ناک کٹ جاتے۔یہ اسی حدیث کا ظہور ہے۔

[۱] اس طرح کہ بنی اسرائیل کے سارے ۷۲ فرقے گمراہ ہوگئے مگر مسلمانوں میں ۷۲ فرقے گمراہ ہوں گے اور ایک ہدایت پر خیال رہے کہ جیسے بعض بنی اسرائیل نبیوں کے دشمن ہیں ایسے ہی مسلمانوں میں بعض فرقے دشمن سید الانبیاء ہیں اور جیسے بعض بنی اسرائیل انبیاء کو خدا کا بیٹا مان بیٹھے مسلمانوں میں بھی بعض جاہل فقیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عین خدا جز خدا مانتے ہیں غرض اس حدیث کا ظہور یوں پوری طرح ہورہا ہے [۲] یعنی میں اور میرے اصحاب ایمان کی کسوٹی ہیں جس کا ایمان ان کا سا ہو وہ مومن ماسوائے بے دین۔رب فرماتا ہے فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا خیال رہے کہ مَا سے مراد عقیدے اور اصول اعمال ہیں نہ کہ فروعی افعال یعنی جن کے عقائد صحابہ کے سے ہوں اور ان کے اعمال کی اصل عہد صحابہ میں موجود ہو وہ جنتی ورنہ فروع اعمال آج لاکھوں ایسے ہیں جو زمانہ صحابہ میں نہ تھے ان کے کرنیوالے دوزخی نہیں۔صحابہ کرام حنفی شافعی یا قادری نہ تھے ہم ہیں۔انہوں نے بخاری مسلم نہیں لکھی تھی۔مدرسۂ اسلامی نہ بنائے تھے۔ہوائی جہازوں اور راکٹوں سے جہاد نہ کئے تھے۔ہم یہ سب کچھ کرتے ہیں لہذا یہ حدیث وہابیوں کی دلیل نہیں بن سکتی کہ عقائد وہی صحابہ والے ہیں اور ان سارے اعمال کی اصل وہاں موجود ہے غرضکہ درخت اسلام عہد نبوی میں لگا عہد صحابہ میں پھلا پھولا قیامت تک پھل آتے رہیں گے کھاتے رہو بشرطیکہ اسی درخت کے پھل ہوں [۳] اس میں بتایا گیا کہ جنتی ہونے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔سنت کی پیروی اور جماعت مسلمین کے ساتھ رہنا اسی لیے ہمارے مذہب کا نام اہل سنت والجماعت ہے۔جماعت سے مراد مسلمانوں کا بڑا گروہ ہے جس میں فقہاء علماء

يَتَجَارٰى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهٖ لَا يَبْقٰى مِنْهُ عِرْقٌ وَّلَا مَفْصَلٌ اِلَّا دَخَلَهٗ، وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ اَوْ قَالَ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلٰى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ

دیوانہ کتے کا زہر کاٹے ہوئے میں کہ جس کی کوئی رگ اور جوڑ سرایت کئے نہیں بچتا ۱؎ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ یقیناً اللہ میری امت کو یا فرمایا امت محمد مصطفے کو گمراہی پر متفق نہ ہونے دے گا ۲؎ جماعت پر اللہ کا دست کرم ہے ۳؎ جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ ہی جائے گا (ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑے گروہ کی پیروی کرو ۴؎ کیونکہ جو الگ رہا

صوفیاء اور اولیاء اللہ ہیں۔ الحمد للہ یہ شرف بھی اہلسنت ہی کو حاصل ہے۔ سوا اس فرقہ کے اولیاء اللہ کسی فرقہ میں نہیں۔ خیال رہے کہ یہ ۷۳ کا عدد اصولی فرقوں کا ہے کہ اصولی فرقہ ایک جنتی اور ۷۲ جہنمی۔ چنانچہ اہل سنت میں حنفی شافعی مالکی حنبلی چشتی قادری نقش بندی سہروردی ایسے ہی اشاعرہ یا ماتریدیہ سب داخل ہیں کہ عقائد سب کے ایک ہی ہیں اور ان سب کا شمار ایک ہی فرقہ میں ہے۔ ایسے ہی بہتر ناری فرقوں کا حال ہے کہ ان میں ایک ایک فرقے کے بہت ٹولے ہیں مثلاً ایک فرقہ رافض کے بہت ٹولے ہیں بارہ اماميے چھ اماميے تین اماميے ایسے ہی دیگر فرقوں کا حال ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اسلامی فرقے کئی سو ہیں۔ اس کی تفصیل مرقاۃ وغیرہ میں دیکھو۔

۱؎ یعنی بُرے عقیدے اور بدعتیں اُن کے خیالات و اعمال میں چھا جائیں گے۔ خیال رہے کہ حضور نے سانپ کاٹے کی تشبیہ نہ دی کیونکہ اس کا زہر دل یا دماغ پر پہنچتے ہی موت واقع ہوجاتی ہے۔ وہ اوروں کو نہیں کاٹتا مگر دیوانہ کتے کا کاٹا ہوا عرصے تک زندہ رہتا ہے جیسے یہ کاٹ لے اُسے بھی اپنے جیسا کرلیتا ہے۔ یہی بدمذہبوں کا حال ہے۔

۲؎ یہاں امت سے امت اجابت مراد ہے یعنی حضور پر ایمان لانے والے لوگ یہ حدیث پچھلی حدیث کی گویا تفسیر ہے یعنی اگرچہ میری امت میں بنی اسرائیل سے زیادہ فرقے ہونگے لیکن فرق یہ ہے کہ وہ سارے گمراہ ہوگئے تھے۔ یہ امت ساری گمراہ نہ ہوگی بلکہ قیامت تک ایک فرقہ اس میں حق پر رہے گا۔ یہ اس امت کی خصوصیت ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مسلمانوں کا اجماع برحق ہے جس پر سارے علماء اولیاء متفق ہوجائیں وہ مسئلہ ایسا ہی لازم العمل ہے جیسے قرآن کی آیت اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ یعنی جو مسلمانوں کے راستہ کے علاوہ کوئی اور راہ چلے گا ہم اُسے دوزخ میں بھیجیں گے۔ اجماع امت کا حجت ہونا یہ بھی اس امت کی خصوصیت ہے معلوم ہوا کہ خلافت شیخین برحق ہے

۳؎ دست کرم سے مراد حفاظت مدد اور رحمت ہے یعنی اللہ تعالٰی جماعت کو غلطی اور دشمنوں کی ایذا سے بچائے گا۔ اُن پر سکینہ اتارے گا وغیرہ

۴؎ یعنی ہمیشہ وہ عقیدے اختیار کرو جو مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ہوں یہ حدیث منصوص اور غیر منصوص سارے احکام کو شامل ہے۔ آیات و احادیث کے جو معنے مسلمانوں کی بڑی جماعت نے سمجھے ہیں وہی حق ہیں۔ آج اگر کوئی نئے معنے بتلائے تو جھوٹا ہے خاتم النبیین

شُذَّ فِی النَّارِ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ مِنْ حَدِیْثِ اَنَسٍ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا بُنَیَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِیَ وَلَیْسَ فِیْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ یَا بُنَیَّ وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِیْ وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ كَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ

وہ الگ ہی آگ میں جائے گا [1] اسے انس کی حدیث سے ابن ماجہ نے روایت کیا روایت ہے حضرت انس فرماتے ہیں کہ مجھ سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے بچے اگر تم یہ کرسکو کہ صبح اور شام ایسے گزارو کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف سے کھوٹ
کینہ، نہ ہو تو کرو [2] پھر فرمایا کہ اے میرے بچے یہ میری سنت ہے اور جو میری سنت سے محبت کرے اس نے مجھ سے محبت کی
اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا [3] (ترمذی)، روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

کے معنے آخری نبی صلوۃ وزکوۃ کے معنی مروجہ نماز اور صدقہ ہیں جو کہے کہ خاتم النبیین کے معنی اصلی نبی، صلوۃ وزکوۃ سے کچھ اور مراد لے یہ غلط ہے۔ ایسے ہی مسلمانوں ایسے ہی مسلمانوں کا بڑا گروہ میلاد فاتحہ عرس وغیرہ کو اچھا سمجھتا ہے۔ واقعی یہ کام اچھے ہیں، اگر کچھ لوگ انہیں حرام کہیں جھوٹے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ رب فرماتا ہے لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔ حضور فرماتے ہیں تم زمین میں اللہ کے گواہ رہو۔ یہ سب حدیثیں اسی مشکوۃ شریف میں آئیں گی لہذا جس کام کو عام علماء صلحاء اور عوام مسلمین اچھا جانیں وہ اچھا ہی ہے۔ خیال رہے کہ بڑی جماعت سارے مسلمانوں کی معتبر ہے نہ کہ کسی خاص جگہ اور خاص وقت کی لہذا اگر کسی بستی میں ایک سنی ہے سب بدمذہب تو وہ ایک ہی سواد اعظم ہوگا کیونکہ وہ صحابہ سے اب تک کی جماعت کے ساتھ ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ اجتہادی مسائل میں سواد اعظم کا اعتبار نہیں ایک، مجتہد جمہور مجتہدین کی مخالفت کرسکتا ہے اور اس کی اتباع جائز ہے۔ اس کی پوری بحث مرقاۃ وغیرہ میں دیکھو۔ یاد رکھو کہ بعض بدعملیوں میں عام مسلمان پھنس جاتے ہیں جیسے زمانہ موجودہ میں داڑھی منڈانا لیکن وہ بھی اسے برائی سمجھتے ہیں اور گناہ سمجھ کر اس کو کرتے ہیں۔ لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ داڑھی منڈانا بڑی جماعت کا عمل ہے۔

[1] یعنی جس نے مسلمانوں کی بڑی جماعت کے خلاف عقیدے اختیار کئے تو جماعت تو جنت میں جائیگی اور یہ دوزخ میں۔ یہ حدیث تاقیامت بدمذہبیت سے بچنے کا بڑا ذریعہ ہے۔ اگر مسلمان اس پر کاربند رہیں تو چھوٹے چھوٹے فرقے خود ہی ختم ہوجائیں [2] یعنی مسلمان بھائی کی طرف سے دینوی امور میں صاف دل ہو سینہ کینہ سے پاک ہو تب اس میں انوار مدینہ آئیں گے۔ دھندلا آئینہ اور میلا دل قابل عزت نہیں مگر کفار سے عداوت اصل ایمان ہے۔ رب فرماتا ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ایسے ہی فاسق مسلمان کی بدکاری سے ناراض ہونا عبادت ہے لہذا حدیث صاف ہے [3] یعنی جیسے اعمال میں سنتوں کی پابندی باعث ثواب ہے ایسے ہی دل صاف رکھنا اچھے اخلاق ہونا بھی سنت ہے جس سے قرب رسول اللہ حاصل ہوگا۔ افسوس کہ اکثر لوگ یہاں پھسل جاتے ہیں۔ اتباع سنت کا دعوٰی ہوتا ہے مگر سینے کینوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ اللہ اس سنت پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ رَوَاهُ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَتَاهُ عُمَرُ فَقَالَ اِنَّا نَسْمَعُ اَحَادِيْثَ مِنْ يَهُوْدٍ تُعْجِبُنَا اَفَتَرٰى اَنْ نَكْتُبَ بَعْضَهَا فَقَالَ اَمُتَهَوِّكُوْنَ اَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً وَلَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِيْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ طَيِّبًا وَّعَمِلَ فِيْ سُنَّةٍ وَّاَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے میری اُمت کے بگڑتے وقت میری سنت کو مضبوط تھاما تو اسے سو شہیدوں کا ثواب ہے [۱] روایت ہے حضرت جابر سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی جب حضور کی خدمت میں حضرت عمر آئے فرمایا کہ ہم یہود کی کچھ باتیں سنتے ہیں جو ہمیں بھلی لگتی ہیں کیا حضور اجازت دیتے ہیں کہ کچھ لکھ بھی لیا کریں فرمایا کیا تم یہود اور عیسائیوں کی طرح حیران ہو [۲] میں تمہارے پاس روشن وصاف شریعت لایا [۳] اور اگر حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا [۴] اسے احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو پاک وحلال کھائے سنت پر عمل کرے اور لوگ اس کے فتنوں سے محفوظ رہیں وہ جنت میں جائے گا [۵] ایک شخص نے عرض کیا

[۱] کیونکہ شہید تو ایک بار تلوار کا زخم کھا کر پار ہو جاتا ہے مگر یہ اللہ کا بندہ عمر بھر لوگوں کے طعنے اور زبانوں کے گھاؤ کھاتا رہتا ہے۔ اللہ رسول کی خاطر سب کچھ برداشت کرتا ہے۔ اس کا جہاد جہاد اکبر ہے جیسے اس زمانہ میں داڑھی رکھنا سود سے بچنا وغیرہ [۲] کہ قرآن وسنت کو اپنے لیئے کافی نہیں سمجھتے اس لیئے دوسروں کے پاس علم وہدایت لینے جاتے ہو جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابیں چھوڑ کر پادریوں اور جوگیوں کی پیروی شروع کر دی یہ حدیث دین وہدایت کے متعلق ہے جو کوئی اسلام کو کافی نہ سمجھے وہ بے ایمان ہے۔ دنیاوی چیزیں ہر جگہ سیکھی جا سکتی ہیں اس کے لیئے وہ حدیث ہے کہ کلمۂ حکمت مسلمان کی گمی دولت ہے جہاں سے ملے لے لو لہٰذا احادیث متعارض نہیں۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بے دینوں کے رسالے پڑھتے اور بدمذہبوں کے جلسوں میں جانے سے احتیاط نہیں کرتے فاروق اعظم جیسے مومن کو اہل کتاب کے علماء کی صحبت سے منع فرما دیا [۳] جس میں نہ کوئی کمی ہے نہ کوئی پوشیدگی پھر اور طرف کیوں جاتے ہو۔ [۴] کیونکہ اللہ تعالٰی نے سارے نبیوں سے حضور کی اتباع کا عہد لیا تھا لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ پھر تم ان کی اُمت سے میرے ہوتے ہوئے ہدایت لینے کیوں جاتے ہو۔ آفتاب کے ہوتے چراغوں سے روشنی نہیں لی جاتی آج مسلمان اپنے کو بھول گئے اسلیئے دوسری قوموں کے اخلاق اور امانت داری کی تعریفیں کرتے ہیں یہ ہماری جیب کے گرے ہوئے موتی ہیں جو اوروں نے اٹھا لیئے [۵] یہ حدیث درستی عبادات اور معاملات کی جامع ہے۔ دو لفظوں میں دونوں جہان سمیٹ دیئے گئے فِیْ سُنَّةٍ میں اشارۃً

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الْيَوْمَ لَكَثِيْرٌ فِي النَّاسِ قَالَ وَسَيَكُوْنُ فِيْ قُرُوْنٍ بَعْدِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ فِيْ زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَ مَا اُمِرَ بِهٖ هَلَكَ ثُمَّ يَاْتِيْ زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعُشْرِ مَا اُمِرَ بِهٖ نَجَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوْا عَلَيْهِ اِلَّا اُوْتُوا الْجَدَلَ ثُمَّ قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کل بہت سے ایسے لوگ ہیں فرمایا میرے بعد والے زمانوں میں بھی ہوں گے ۱؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم ایسے زمانہ میں ہو کہ جو احکام شرعیہ کا دسواں حصہ چھوڑ دے تو وہ ہلاک ہو جائے پھر وہ زمانہ آوے گا کہ جو احکام کے دسویں حصے پر عمل کرے نجات پاوے گا ۲؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی قوم ہدایت پر رہنے کے بعد گمراہ نہیں ہوئی مگر اس میں جھگڑے پیدا ہوگئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی کہ وہ لوگ آپ کے لیے مثال نہیں بیان کرتے مگر جھگڑنے کیلئے بلکہ وہ قوم جھگڑالو ہے ۳؎

بتایا گیا کہ کسی سنت کو معمولی نہ سمجھے جنگل بیٹھ کر پانی پینا راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچا لیتا ہے آمن فرما کر بتایا کہ مسلمان کے اخلاق ایسے پاکیزہ ہوں کہ لوگوں کو قدرتی طور پر اس کی طرف سے امن ہو کہ یہ تکلیف نہیں پہنچاتا۔

۱؎ یعنی میرا فیضان صرف اس زمانہ سے خاص نہیں بلکہ تاقیامت میری امت میں ایسے پرہیزگار ہوتے رہیں گے انشاء اللہ یہ امت نیکوں سے خالی نہ ہوگی ہاں جس قدر زمانہ دور ہوگا ایسے ہی لوگ کم ہوں گے الحمد للہ حضور کی یہ پیشین گوئی بالکل درست ہوئی ۲؎ خیال رہے کہ یہاں احکام سے مراد تبلیغ اور سنن و نوافل وغیرہ ہیں نہ کہ فرائض و واجبات یعنی آج چونکہ تبلیغ اور ساری نیکیوں کیلئے کوئی رکاوٹ نہیں اب کچھ بھی چھوڑنا اپنا قصور ہے۔ آخر زمانہ میں رکاوٹیں بہت ہوں گی اسوقت آج کے لحاظ سے دسواں حصہ پر عمل کرنا بڑی بہادری ہوگی لہذا حدیث صاف ہے اس پر یہ اعتراض نہیں کہ اب ایک ہی نماز اور ہزاروں حصہ زکوۃ اور رمضان کے تین روزہ کافی ہیں یا یہ مناسبت مجموعی احکام کے لحاظ سے ہے چنانچہ آج اسلامی جہاد قصاص کے احکام پر پورا عمل ناممکن ہے ہم چور کے ہاتھ نہیں کاٹ سکتے زانی کو سنگسار نہیں کر سکتے وغیرہ ۳؎ یعنی جو لوگ سچے دین سے بھٹک جاتے ہیں وہ اپنے باطل دین کو پھیلانے کیلئے تعصب عناد اور جھگڑوں سے کام لیتے ہیں کیونکہ رب کی طرف سے ان کی مدد نہیں ہوتی جیسا کہ آج بھی بے دینوں کے طرز عمل سے ظاہر ہے کہ وہ قرآن و حدیث کو زبردستی اپنے موافق کرنا چاہتے ہیں خود اس کے موافق نہیں ہوتے جو آیت پیش فرمائی گئی ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ جب آیت کریمہ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ نازل ہوئی یعنی اے کافرو! تم اور تمہارے سارے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں تو کفار نے حضور سے عرض کیا کہ پھر تو حضرت عیسٰی اور عزیر علیہما السلام بھی دوزخی ہوئے کہ انکی بھی اہل کتاب نے پوجا کی تھی

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ◆ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لَا تُشَدِّدُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدِّدَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارِ رُهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ ◆ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى خَمْسَةِ أَوْجُهٍ حَلَالٍ وَّحَرَامٍ وَّمُحْكَمٍ وَّمُتَشَابِهٍ وَّأَمْثَالٍ فَأَحِلُّوا الْحَلَالَ وَحَرِّمُوا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوْا بِالْمُحْكَمِ وَاٰمِنُوْا

احمد ترمذی ابن ماجہ روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اپنی جانوں پر سختی نہ کرو[1] ورنہ اللہ تم پر سختی کردے گا[2] ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی تھی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کردی[3] پس گرجوں اور دیروں میں انہی کے بقایا لوگ ہیں انہوں نے خود ترک دنیا ایجاد کی ہم نے ان پر لازم نہ کی تھی[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن پانچ قسموں پر اترا[5] حلال حرام محکم اور متشابہ[6] اور مثالیں لہٰذا حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام مانو محکم پر عمل کرو اور

تب یہ آیت کریمہ اتری اور تب ہی حضور نے یہ ارشاد فرمایا یعنی یہ کفار جانتے ہیں کہ "ما" بے عقل چیزوں کے لیے آتا ہے پھر وہ انبیاء کرام اس میں کیسے داخل ہوں گے مگر پھر بھی کج بحثی کرتے ہوئے اپنی ہانکے جاتے ہیں۔ آج اس کی مثالیں بہت دیکھنے میں آرہی ہیں۔

[1] یعنی اپنے پر غیر ضروری عبادتیں لازم مت کرو جیسے ہمیشہ کے روزے یا ساری رات جاگنا اور شرعی مباحات کو حرام مت کرو جیسے نکاح اور لذیذ نعمتوں سے پرہیز کرنا۔ حلال سے بچنے کا نام تقوی نہیں حرام سے بچنے کا نام پرہیزگاری ہے بعض لوگ گوشت سے بچتے ہیں غیبت نہیں چھوڑتے [2] جیسے کوئی عمر بھر روزے، شب بیداری کی نذر مان لے۔ اب یہ دونوں نذر کی وجہ سے فرض ہو گئے کہ نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ اس قسم کی نذروں سے بچو لہٰذا حدیث واضح ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور کے بعد کوئی نبی آئے گا جس کے ذریعہ وہ سختیاں فرض ہوجائیں گے [3] جیسے کہ بنی اسرائیل کو ایک موقع پر گائے ذبح کرنے کا حکم دیا وہ جیسی گائے بھی ذبح کرلیتے کافی تھا مگر وہ موسٰی علیہ السلام سے پوچھتے ہی رہے کہ اس کا رنگ کیسا عمر کتنی وغیرہ وغیرہ جوابات آتے رہے سختیاں بڑھتی گئیں یا جیسے عیسائی پادریوں نے اپنے لیے ترک دنیا کو عبادت بنالیا پھر وہ نبھا نہ سکے بلکہ حرام کاریوں میں مبتلا ہوگئے [4] یعنی یہود و نصاریٰ پر راہب یا ان بننا رب کا حکم نہ تھا انہوں نے خود جوش عقیدت میں ایجاد کیا کہ عورتیں بی بی مریم کے نام پر کنواریاں اور مرد عیسٰی علیہ السلام کے نام پر کنوارے گرجوں میں رہنے لگے پھر ان کنواری اور کنواریوں کے اجتماع سے جو نتیجہ نکلا ظاہر ہے دیکھو کتاب "ازالہ" اس آیت و حدیث سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ بدعت حسنہ کے ایجاد پر ثواب ملتا ہے۔ کیونکہ رب تعالٰی نے ان راہبوں کے متعلق جنہوں نے اپنے یہ عہد نبھا دیے

بِالْمُتَشَابِهِ وَاعْتَبِرُوْا بِالْاَمْثَالِ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَلَفْظُهٗ فَاعْمَلُوْا بِالْحَلَالِ وَاجْتَنِبُوا الْحَرَامَ وَاتَّبِعُوا الْمُحْكَمَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَمْرُ ثَلٰثَةٌ اَمْرٌ بَيِّنٌ رُشْدُهٗ فَاتَّبِعْهُ وَاَمْرٌ بَيِّنٌ غَيُّهٗ فَاجْتَنِبْهُ وَاَمْرٌ اخْتُلِفَ فِيْهِ فَكِلْهُ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَاْخُذُ الشَّاةَ

متشابہ پر ایمان لاؤ[۱] مثالوں سے عبرت پکڑو[۲] یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا جس کی عبارت یوں ہے کہ حلال پر عمل کرو اور حرام سے بچو اور محکم کی اتباع کرو روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیزیں تین طرح کی ہیں ایک وہ جس کا ہدایت ہونا ظاہر اس کی تو پیروی کرو ایک وہ جس کا گمراہی ہونا ظاہر اُس سے بچو ایک وہ جو مختلف ہے اُسے اللہ کے حوالے کرو[۳] (احمد) (تیسری فصل) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا الخ

ثواب کا وعدہ کیا کہ فرمایا فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۔ بطریق اجمال ان کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ جیسے یُحِلُّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتِ یا وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ ۔ ان دو آیتوں میں اجمالی طور پر سارے حلال و حرام کا ذکر آگیا ہے[۶] محکم کے اصطلاحی معنے ہیں ناقابلِ نسخ آیات مگر یہاں کھلی اور واضح آیتیں مراد ہیں کہ انکے مقابل متشابہ فرمایا گیا متشابہ وہ آیات ہیں جن کے معانی یا مراد سمجھ میں نہ آسکیں امثال سے گذشتہ اُمتوں کے قصے یا مثالیں مراد ہیں۔

[۱] کہ جو کچھ متشابہ کی مراد ہے حق ہے ہمیں اگرچہ اس پر اطلاع نہیں [۲] کہ گذشتہ قوموں پر جن وجوہ سے عذاب آئے وہ تم چھوڑ دو۔ اس سے قیاس شرعی کا ثبوت ہوا [۳] یعنی احکام شرعیہ تین طرح کے ہیں بعض یقینی اچھے جیسے روزہ نماز وغیرہ بعض یقیناً برے جیسے اہل کتاب کے میلوں ٹھیلوں میں جانا۔ ان سے میل جول کرنا۔ اور بعض وہ ہیں جو ایک اعتبار سے اچھے معلوم ہوتے ہیں اور ایک اعتبار سے برے مثلاً وہ جن کے حلال و حرام ہونے کے دلائل موجود ہیں جیسے گدھے کا جوٹھا پانی جسے شریعت میں مشکوک کہا جاتا ہے یا جیسے قیامت کے دن کا تقرر اور کفار کے بچوں کا حکم وغیرہ۔ چاہیئے یہ کہ حلال پر بے دھڑک عمل کرے حرام سے ضرور بچے اور مشتبہات سے احتیاط کرے۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ایک حلال چیز کو کوئی شخص اپنی رائے سے حرام کہہ دے تو وہ شے مشتبہ بن جائے گی۔ تمام مسلمان میلاد و عرس وغیرہ کو حلال جانیں اور ایک آدمی اُسے حرام جانے تو یہ چیزیں مشتبہ نہ ہوں گی بلکہ بلا دلیل حرام کہنے والے کا قول رد ہوگا۔

وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ وَاِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ
وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا
فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ مَالِكِ ابْنِ
اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا

اور دور اور کنارے والی کو پکڑتا ہے ۱؎ تم گھاٹیوں سے بچو ۲؎ جماعت مسلمین اور عوام کو لازم پکڑو ۳؎ (احمد)
روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جماعت سے بالشت بھر بچھڑا
اس نے اسلام کی رسّی اپنی گردن سے اتار دی ۴؎ (احمد و ابوداؤد) روایت ہے حضرت مالک ابن انس سے مرسل
۵؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے تم میں دو چیزیں وہ چھوڑی ہیں جب تک

۱؎ شاذہ وہ بکری ہے جو اپنی ہم جنسوں سے متنفر ہو اور گلّے سے دور رہے، قاصیہ وہ جو متنفر تو نہ ہو چرنے کے لیے ریوڑ سے الگ ہو جائے، ناحیہ وہ جو ریوڑ سے الگ تو نہ ہو مگر کنارے کنارے چلے، خلاصہ تشبیہ یہ ہے کہ دنیا ایک جنگل ہے جس میں ہم لوگ مثل بکریوں کے ہیں شیطان بھیڑیا ہے جو ہر وقت ہماری تاک میں ہے جو جماعت مسلمین سے الگ رہا شیطان کے شکار میں آگیا۔ ۲؎ شعاب شعبہ کی جمع ہے دو پہاڑیوں کے درمیان تنگ راستہ کو شعبہ کہتے ہیں جہاں کیڑوں، مکوڑوں، ڈاکوؤں، چوروں بلکہ جنات کا بھی خطرہ رہتا ہے یہاں مسلمانوں کے وہ فرقے مراد ہیں جو اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں ۳؎ یعنی وہ عقائد اختیار کرو جو عامۃ المسلمین کے ہوں کہ اسی جماعت میں اولیاء اللہ بھی ہیں چھوٹی جماعتوں اور فرقوں سے الگ رہو اس کی تفسیر گزشتہ حدیث ہے کہ بڑے گروہ کی پیروی کرو اور وہ حدیث کہ جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے الحمد للہ ہمیشہ سے اہل سنت کی اکثریت رہی اور ہے، عام مسلمان مقلد ہیں، بزرگوں کے معتقد ہیں میلاد شریف فاتحہ کو اچھا جانتے ہیں، ان کے علاوہ ساری جماعتیں مل کر بھی اہل سنت سے آدھی بھی نہیں لہذا اہل سنت ہی برحق ہیں جو ان سے ہٹے گا شیطان کا شکار ہوگا اس کی تفسیر پہلے بھی گزر گئی ۴؎ یعنی جو ایک ساعت کیلئے اہل سنت والجماعت کے عقیدے سے الگ ہوا یا کسی معمولی عقیدے میں بھی انکا مخالف ہوا تو آئندہ اس کے اسلام کا خطرہ ہے، بکری وہی محفوظ رہتی ہے جو میخ سے بندھی رہے۔ مالک کی قید سے آزاد ہو جانا بکری کی ہلاکت ہے، مسلمانوں کی جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسّی ہے جس میں ہر سُنی بندھا ہوا ہے یہ نہ سمجھو کہ فرض کا انکار ہی خطرناک ہے کبھی مستحبات کا انکار بھی ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے سیدنا عبداللہ ابن سلام نے صرف اونٹ کے گوشت سے بچنا چاہا تھا کہ رب نے فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ۵؎ محدثین کے نزدیک مرسل وہ حدیث ہے جس میں صحابی کا ذکر نہ ہو تابعی یہ کہہ دیں کہ حضور نے فرمایا، مگر فقہاء کے نزدیک وہ حدیث بھی مرسل ہے جس میں تابعی اور صحابی دونوں چھوٹ گئے ہوں تبع تابعی فرمادیں کہ حضور نے یہ فرمایا یہاں فقہی مرسل مراد ہے کیونکہ امام مالک تابعی نہیں تبع تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں حضور نے یہ ارشاد فرمایا۔

مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا وَعَنْ غُضَيْفِ ابْنِ الْحَارِثِ الثُّمَالِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ حَسَّانَ قَالَ مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِيْ دِيْنِهِمْ اِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ

انہیں مضبوط تھامے رہو گے گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور اس کے پیغمبر کی سنت ۱ یہ روایت موطا میں ہے روایت حضرت غضیف بن حارث ثمالی ۲ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی قوم بدعت نہیں ایجاد کرتی مگر اسی قدر سنت اٹھالی جاتی ہے ۳ لہٰذا سنت کو پکڑنا بدعت کی ایجاد سے بہتر ہے ۴ (احمد) روایت ہے حضرت حسان سے ۵ فرمایا کوئی قوم اپنے دین میں بدعت نہیں ایجاد کرتی مگر اللہ تعالیٰ اسی قدر ان کی سنت اٹھا لیتا

۱ کتاب اللہ سے قرآن کریم کی غیر منسوخ آیات مراد ہیں سنت سے وہ حدیثیں مراد ہیں جو اُمت کے لیئے قابل عمل ہیں، منسوخ آیتیں اور حدیثیں اور ایسے ہی حضور کے خصوصیات پر عمل ناممکن ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین کے اصل اصول قرآن و سنت ہیں چونکہ حضور کے زمانہ میں اجماع ناممکن تھا اور قیاس مجتہدین کتاب و سنت سے ملحق ہے کہ اگر آیت پر قیاس ہے تو وہ قیاس قرآن سے ملحق اور اگر سنت پر ہے تو سنت سے ملحق اس لیئے ان دونوں کا یہاں ذکر نہ ہوا نیز اماموں کی تقلید کتاب و سنت سمجھنے کے لیئے ہے انہیں چھوڑنے کے لیئے نہیں لہٰذا یہ حدیث غیر مقلدوں کی دلیل نہیں بن سکتی جب وہ حضرات حدیث سمجھنے کیلیئے علم صرف نحو لغت و ادب سے مدد لیتے ہیں تو اگر ہم بھی اس کے لیئے فقہ سے مدد لیں تو کیا حرج ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو ۲ آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے ابن حبان نے کتاب الثقات میں فرمایا کہ غضیف فرماتے ہیں کہ میں حضور کے زمانہ میں پیدا ہوا اور بچپن میں آپ سے مصافحہ اور بیعت کی اگر یہ روایت صحیح ہے تو آپ صحابی ہیں ثُمالہ قبیلۂ بنی ازد کی ایک شاخ ہے جس سے آپ تعلق رکھتے ہیں اس لیئے ثمالی کہے جاتے ہیں ۳ یہ حدیث ان تمام حدیثوں کی تفسیر ہے جس میں بدعت کی برائیاں آئیں یعنی بُری بدعت وہی عمل ہے جو سنت کے خلاف ایجاد کیا جائے جس پر عمل کرنے سے سنت چھوٹ جائے مثلاً عربی میں خطبہ نماز و اذان سنت ہے، اب اردو میں ادا کرنا اس سنت کو مٹا دے گا کہ اردو میں اذان دینے والا عربی میں نہ دے سکا ایسے ہی سر ڈھک کر پاخانے جانا سنت ہے ننگے سر پاخانے جانے والا اس سنت پر عمل نہ کر سکا ہر بُری بدعت کا یہی حال ہے معمولی بدعت چھوٹی سنت کو مٹا دیگی اور بڑی بدعت بڑی سنت کو مِثْلُهَا سے یہی مراد ہے بدعت حسنہ سنت کو مٹاتی نہیں بلکہ کبھی سنت کو رائج کرتی ہے دیکھو علم دین سکھانا سنت ہے اب اس کے لیئے کتابیں چھاپنا مدرسہ بنانا وہاں تعلیم کے نصاب اور کورس بنانا اگرچہ بدعت ہیں مگر سنت کے معاون نہ کہ مخالف بزرگوں کی یادگاریں قائم کرنا سنت ہیں اب اس کے لیئے میلاد شریف کی محفلیں عرسوں کی مجالس قائم کرنا اس کی معاون ہیں نہ کہ مخالف اسی جگہ مرقاۃ نے فرمایا کہ بدعت حسنہ سنت سے ملحق ہے ۴ یہاں خیر شر کے مقابلے میں ہے۔ یعنی بُری بدعتیں ایجاد کرنا بُرا اور اس کے مقابل سنت پر عمل کرنا اچھا کہ سنت میں نور ہے اور بُری بدعت میں تاریکی یہ مطلب نہیں کہ بُری بدعتیں بھی ٹھیک ہیں مگر سنتیں اچھی۔

مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا اِلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ، وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ
مَيْسَرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ
اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مُرْسَلًا ، وَعَنِ ابْنِ
عَبَّاسٍ قَالَ مَنْ تَعَلَّمَ كِتَابَ اللّٰهِ ثُمَّ اتَّبَعَ مَا فِيْهِ هَدَاهُ اللّٰهُ مِنَ الضَّلَالَةِ فِي
الدُّنْيَا وَوَقَاهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سُوْءَ الْحِسَابِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ مَنِ اقْتَدٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ لَا

ہے ۱ پھر اُسے تاقیامت اُن میں نہیں واپس کرتا ۲ (دارمی) روایت ہے حضرت ابراہیم ابن میسرہ سے ۳
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے بدعتی کی تعظیم کی یقیناً ۴ اس نے اسلام ڈھانے پر
مدد دی ۵ اسے بیہقی نے شعب الایمان میں مرسلاً روایت کیا روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے
ہیں جس نے قرآن سیکھا ۵ پھر اس کی اتباع کی ۶ اللہ اُسے دنیا میں گمراہی سے بچائے گا اور قیامت کے دن
سخت عذاب سے محفوظ رکھے گا ۷ ایک روایت میں ہے کہ فرماتے ہیں جو قرآن کی پیروی کرے گا وہ

۵ آپ کا نام شریف حسان ابن ثابت کنیت ابوالولید ہے انصاری ہیں خزرجی ہیں شعرائے عرب کے تاج ہیں حضور کے محبوب شاعر ہیں اور مدح گو ونعت خوان
مصطفٰے ہیں آپ ہی کے لیے حضور اپنی مسجد میں منبر بچھواتے تھے جس پر کھڑے ہو کر آپ اشعار کرتے ہوئے حضور کے نعتیہ قصیدے پڑھتے تھے آپکی عمر
ایک سو بیس سال ہوئی جن میں سے ساٹھ سال کفر میں گزرے اور پھر ساٹھ سال اسلام میں ۵۴ھ سے کچھ پہلے خلافتِ حیدری میں وفات ہوئی رضی اللہ تعالٰی
عنہ، انشاء اللہ تاقیامت سارے نعت گو ونعت خوان حضرت حسان کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ؕ
۱ اس کی شرح ابھی گزر گئی ہے دین کی قید سے معلوم ہوا کہ بدعتِ سیئہ ہمیشہ دین ہی میں ہوگی دنیوی ایجادات کو بدعت سیئہ نہیں کہا جائے
گا جس قدر برائیاں بدعت کی آئی ہیں وہ سب اُس بدعت کی ہیں جو دین میں ہو اور سنت کے مٹانے والی اور اگر دین سے مراد عقائد ہیں جیسا کہ ظاہر
ہے تو حدیث بالکل صاف ہے ۲ یعنی جس قوم میں بُری بدعتوں کی عادت پڑ گئی تو پھر انہیں سنت کی طرف لوٹنے کی توفیق نہیں ملتی سنت
درخت ہے اور یہ بدعتیں اس کا پھاوڑا جب درخت جڑ سے اکھیڑ لیا جائے پھر نہیں لگتا ۳ آپ تابعی ہیں طائف شریف کے رہنے والے
ہیں متقی پرہیزگار ہیں لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے کہ اس میں صحابی کا ذکر نہیں ۴ یہاں بدعت سے مراد دینی بدعت ہے اور صاحبِ بدعت
بے دین شخص اور توقیر سے اس کی بلاضرورت تعظیم مراد ہے ضروریات کی معافی ہے یعنی بے دینوں کی تعظیم اسلام کو ویران کرنا ہے کہ ہماری
تعظیم سے عوام کے دل میں ان کی عقیدت پیدا ہوگی جس سے وہ ان کا شکار ہو جائیں گے جیسے مسلمان کی تعظیم ثواب ہے ایسے ہی بے
دین کی توہین ثواب کہ وہ دشمنِ ایمان ہے باب القدر میں گزر چکا کہ سیدنا عبداللہ ابن عمر نے ایک قدریہ مذہب رکھنے والے کے سلام کا
جواب نہ دیا وہ عمل اس حدیث کی تفسیر ہے ۵ یعنی قرآن پڑھنا سکھایا یا اسے حفظ کیا یا اس کے احکام سیکھے یا علمِ تجوید، یہ کلمہ ہر قسم کے

يُضِلُّ فِي الدُّنْيَا وَلَا يَشْقٰى فِي الْاٰخِرَةِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى رَوَاهُ رَزِيْنٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَّعَنْ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ سُوْرَانِ فِيْهِمَا اَبْوَابٌ مُّفَتَّحَةٌ وَّعَلَى الْاَبْوَابِ سُتُوْرٌ مُّرْخَاةٌ وَّعِنْدَ رَأْسِ الصِّرَاطِ دَاعٍ يَّقُوْلُ اسْتَقِيْمُوْا عَلَى الصِّرَاطِ وَلَا تَعْوَجُّوْا وَفَوْقَ ذٰلِكَ دَاعٍ يَّدْعُوْا كُلَّمَا هَمَّ عَبْدٌ اَنْ يَّفْتَحَ شَيْئًا مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ قَالَ وَيْحَكَ لَا تَفْتَحْهُ فَاِنَّكَ اِنْ تَفْتَحْهُ تَلِجْهُ

دنیا میں گمراہ اور آخرت میں بدبخت نہ ہوگا پھر یہ آیت تلاوت کی کہ جو میری ہدایت کی اتباع کرے وہ نہ گمراہ ہو اور نہ بدنصیب [1] (رزین) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے سیدھے راستہ کی مثال قائم فرمائی [2] اور اس راستہ کے دو طرفہ دو دیواریں ہیں جن میں کھلے ہوئے دروازے ہیں دروازوں پر پردے لٹکے ہیں راستہ کے کنارہ پر پکارنے والا کہہ رہا ہے کہ راستہ پر سیدھے چلے جاؤ ٹیڑھے نہ ہونا اس کے اُوپر ایک منادی بھی ہے جو پکارتا ہے جب کوئی بندہ ان میں سے کوئی دروازہ کھولنا چاہتا ہے تو داعی کہتا ہے ہائے افسوس اسے نہ کھول اگر کھولے گا تو اس میں گھس جائے گا [3]

قرآنی علم کو شامل ہے خیال رہے کہ فقہ اصول فقہ اور حدیث سیکھنا بھی بالواسطہ قرآن ہی سیکھنا ہے انشاء اللہ اس پر بھی اجر ہے [6] یعنی احکام قرآن پر صحیح عمل کیا حدیث اور فقہ کی روشنی میں لہذا اس سے چکڑالوی دلیل نہیں پکڑ سکتے [7] معلوم ہوا کہ علمائے دین اور خدام قرآن کی دنیا بھی کامیاب ہے اور آخرت بھی مگر یہ وہی لوگ ہیں جنہیں قرآن کی صحیح فہم اور اس پر صحیح عمل نصیب ہو چکڑالویوں کی طرح محض عقل سے قرآن سمجھنے والا گمراہ ہوگا۔ رب فرماتا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ

[1] خیال رہے کہ جیسے اس حدیث کی بنا پر ہم سنتِ رسول اللہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتے اور فقط قرآن پر کفایت نہیں کر سکتے ایسے ہی پچھلی ہدایت کی بنا پر جس میں کتاب و سنت کا ذکر ہے ہم فقہ اور قیاسِ مجتہدین سے بے نیاز نہیں ہو سکتے اس سے اہل حدیث حضرات کو عبرت پکڑنی چاہیئے [2] یہ حدیث قدسی ہے کیونکہ یہ مضمون قرآن شریف میں نہیں آیا حضور پر وحی ہوا جسے حضور نے رب تعالٰی کی نسبت سے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا اسی کو حدیث قدسی کہتے ہیں سیدھے راستہ سے مراد نبوت کا راستہ ہے رب تک پہنچانے والا اب وہ قرآنی راستہ ہے کہ کوئی شخص اب دین موسوی یا عیسوی میں رہ کر رب تک نہیں پہنچ سکتا پرانی جنتری گمراہ کرتی ہے [3] سبحان اللہ کیا پیاری تمثیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں سچ اور جھوٹ نقل و اصل ملے ہوئے ہیں گران میں امتیاز کرنے کے لیے رب نے بڑے انتظامات فرما دیئے ہیں۔ ڈیری فارم کا دودھ اور خالص دودھ دونوں سفید ہیں ولایتی اور دیسی سونا دونوں پیلے ہیں اصلی اور نقلی گھی دونوں یکساں ہیں مگر قدرت نے ان میں فرق کرنے کے لیے کسوٹی اور دوسرے آلے پیدا فرما دیئے ہیں ایسے ہی یہاں نقلی نبی

ثُمَّ فَسَّرَهُ فَاَخْبَرَ اَنَّ الصِّرَاطَ هُوَ الْاِسْلَامُ وَاَنَّ الْاَبْوَابَ الْمُفَتَّحَةَ مَحَارِمُ اللّٰهِ وَاَنَّ السُّتُوْرَ الْمُرْخَاةَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَاَنَّ الدَّاعِیَ عَلٰی رَأْسِ الصِّرَاطِ هُوَ الْقُرْاٰنُ وَاِنَّ الدَّاعِیَ مِنْ فَوْقِهٖ هُوَ وَاعِظُ اللّٰهِ فِیْ قَلْبِ كُلِّ مُؤْمِنٍ رَوَاهُ رَزِیْنٌ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ وَكَذَا التِّرْمِذِیُّ عَنْهُ اِلَّا اَنَّهٗ ذَكَرَ اَخْصَرَ مِنْهُ ٭ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْیَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَاِنَّ الْحَیَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَیْهِ الْفِتْنَةُ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

پھر اس کی تفسیر یوں فرمائی کہ راستہ تو اسلام ہے [1] اور کھلے ہوئے دروازے اللہ کے محرمات ہیں [2] اور لٹکے ہوئے پردے اللہ کی حدیں ہیں [3] اور راستہ کے کنارے پر پکارنے والا قرآن ہے اور اس کے اوپر بلانے والا اللہ کا واعظ ہے جو ہر مومن کے دل میں ہوتا ہے [4] اسے رزین نے روایت کیا احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت نواس ابن سمعان سے نقل فرمایا یوں ہی ترمذی نے انہیں سے لیکن ترمذی نے کچھ مختصر روایت فرمایا روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں [5] جو سیدھی راہ جانا چاہے وہ وفات یافتہ بزرگوں کی راہ چلے [6] کہ زندہ پر فتنہ کی امن نہیں [7] وہ بزرگ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں

بھی ہیں نقلی دین بھی نقلی کتابیں بھی نقلی مولوی بلکہ نقلی خدا بھی کیونکہ دنیا امتحان گاہ ہے ان میں فرق کیلئے رب نے وہ انتظامات فرمائے جو آگے آرہے ہیں۔

[1] کہ اس کے بغیر خدا رسی ناممکن ہے رب فرماتا ہے وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ [2] جنہیں رب نے جرم قرار دیا جیسے ارتداد چوری زنا وغیرہ لہذا یہ کلمہ بدعقیدگی بدعملی سب کو شامل ہے [3] جس سے آگے بڑھنا جرم ہے اس سے مراد رب تعالٰی کے احکام اور ممانعتیں ہیں بلکہ بعض جرموں پر سزائیں ہیں جیسے ارتداد پر قتل، زنا پر رجم، چوری پر ہاتھ کاٹنا [4] یعنی رب نے داخلی اور خارجی دو واعظ عطا فرمائے ہیں خارجی واعظ قرآن ہے اور داخلی واعظ وہ فرشتہ جو مومن کے دل میں اچھے خیال اور برائیوں سے نفرت پیدا کرتا رہتا ہے [5] یہ حدیث موقوف ہے نہ کہ مرفوع یعنی حضرت ابن مسعود صحابی کا اپنا فرمان ہے صحابی کے قول و فعل حدیث موقوف کہلاتے ہیں حضور کا قول و فعل حدیث مرفوع [6] یہ ترجمہ نہایت اعلٰی ہے اشعۃ اللمعات نے اسی کو اختیار فرمایا اس میں تابعین سے خطاب ہے یعنی تاقیامت جو کوئی سیدھی راہ چلنا چاہے وہ صحابہ کی پیروی کرے خود قرآن و حدیث سے استنباط مسائل پر قناعت نہ کرے اسی لیئے مجتہدین ائمہ صحابہ کے پیرو ہیں اس کی تائید وہ حدیث کرتی ہے کہ میرے صحابہ تارے ہیں جن کی پیروی کرو ہدایت پا جاؤ گے۔ اور قرآن کریم کی یہ آیت صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ خدایا ہمیں ان کی راہ چلا جن پر تو نے انعام کیا سب سے بڑے انعام والے صحابہ ہیں خیال رہے کہ یہاں زندوں سے مراد غیر صحابہ ہیں اور وفات پانے والوں سے سارے صحابہ زندہ ہوں۔ یا وفات یافتہ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے چونکہ اس وقت اکثر صحابہ وفات پا چکے تھے اس لیئے ایسا فرمایا لہذا حدیث پر یہ اعتراض

كَانُوْا اَفْضَلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَّاَعْمَقَهَا عِلْمًا وَّاَقَلَّهَا تَكَلُّفًا اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِاِقَامَةِ دِيْنِهٖ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ وَتَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ اَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدٰى

جو اس اُمّت میں بہترین[1] دل کے نیک علم کے گہرے اور تکلف میں کم تھے[2] اللہ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور اپنے نبی کا دین قائم رکھنے کے لیے چُن لیا[3] ان کی بزرگی مانو اُن کے آثارِ قدم پر چلو بقدرِ طاقت ان کے اخلاق و سیرت کو مضبوط پکڑو کہ وہ سیدھی ہدایت پر تھے

نہیں کہ مرے ہوئے کافروں کی اتباع کرنی چاہیئے زندہ اولیاء علماء بلکہ صحابہ کی بھی اتباع درست نہیں مرقاۃ نے فرمایا یہ کلام حضرت ابن مسعود نے انکساراً فرمایا ورنہ اس وقت آپ اور تمام زندہ صحابہ قابلِ اتباع تھے یہاں زندہ سے موجودہ تابعین مراد ہیں کیونکہ صحابہ سے اللہ رسول کا وعدۂ جنت ہو چکا ہے رب نے فرمایا وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى اور فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى اور فرمایا وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ جس سے پتہ لگا کہ رب نے صحابہ کیلئے ایمان لازم کر دیا اُن کے دلوں میں کفر اور فسق سے نفرت پیدا فرما دی خصوصاً حضرت ابن مسعود کو تو جنت کی بشارت دی جا چکی تھی خیال رہے کہ مرتد صحابی نہیں رہتا، ارتداد سے صحابیت ختم ہو جاتی ہے۔

[1] یعنی جن کی وفات ایمان پر ہو چکی اُن کی صحابیت پختہ ہو گی اس سے معلوم ہوا کہ تمام اولیاء و علماء ایک صحابی کی گردِ قدم کو نہیں پہنچ سکتے، پھول کی صحبت میں تِل مہک جاتا ہے حضور کی صحبت میں دل کیوں نہ چمکے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو پھر بعض صحابہ بعض سے افضل ہیں رب فرماتا ہے لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ الآیہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے صحابہ بعد کو ایمان لانے والے صحابہ سے افضل ہیں خیال رہے کہ صحابی وہ ہے جو بحالت ایمان دہوش حضور کو دیکھے۔ اور ایمان پر خاتمہ ہو[2] سبحان اللہ یہ صحابہ کی صفات ہیں کہ وہ ہر طرح حضور کے مطیع سارے علوم کے جامع بناوٹ دکھلاوے سے پاک ان میں سے ہر ایک مفسر محدث فقیہ قاری صوفی اور فرائض دان تھے اسکے باوجود ننگے پاؤں پھر لیتے تھے فرشِ خاک پر سو رہتے تھے معمولی کھانوں پر گزارا کر لیتے تھے بے علم فتوے دینے پر جرأت نہ کرتے تھے بدن کے فرشی تھے روح کے عرشی، ظاہر میں خلق کے ساتھ تھے باطن میں خالق کے پاس گودڑی میں لپٹے ہوئے لعل تھے[3] حضور کی صحبت اکسیر کی تاثیر رکھتی ہے اگر ان میں کچھ بھی خرابی ہوتی تو رب اپنے حبیب کو ان کے ساتھ نہ رکھتا، مہربان باپ اپنے عزیز بیٹے کے لیے اچھے یار تلاش کرتا ہے۔ رب تعالٰی نے اپنے حبیب کی صحبت کیلئے اچھے صحابہ چُنے نیز موتی اچھے ڈبے میں رکھا جاتا ہے رب نے قرآن کی امانت اچھے سینوں میں رکھی وہی حضرات قرآن و حدیث کے جامع وہی ہم تک دین پہنچانے والے ہیں رب نے ان کو ایمان کی کسوٹی بنایا کہ فرمایا اٰمِنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا اے صحابہ جو تم جیسا ایمان لائے گا وہ ہدایت پائے گا۔ خیال رہے کہ حضور نے مخلصین و منافقین کی چھانٹ خود کر دی تھی سورۂ توبہ کے نزول کے بعد منافق چھٹ گئے تھے جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے فرماتا ہے حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ

الْمُسْتَقِيمِ رَوَاهُ رَزِيْنٌ، وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنُسْخَةٍ مِنَ التَّوْرَاةِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ نُسْخَةٌ مِّنَ التَّوْرٰىةِ فَسَكَتَ فَجَعَلَ يَقْرَأُ وَوَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ مَا تَرٰى مَا بِوَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ عُمَرُ اِلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ

(رزین) روایت ہے حضرت جابر سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں توریت کا نسخہ لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ توریت کا نسخہ ہے حضور خاموش رہے[۱] آپ پڑھنے لگے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور بدلنے لگا ابوبکر بولے کہ تمہیں رونے والیاں روئیں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا حال نہیں دیکھتے[۲] تب حضرت عمر نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھا تو بولے میں اللہ اور رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ہم اللہ کی ربوبیت اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفٰے کے نبی ہونے سے راضی ہیں[۳] تب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضے میں محمد مصطفٰے کی جان ہے اگر حضرت موسٰی آج ظاہر ہوجاویں اور تم ان کی پیروی کرو

[۱] جیسے اللہ کی اطاعت بغیر حضور کی پیروی ناممکن ایسے ہی حضور کی پیروی بغیر صحابہ کی اتباع ناممکن ہے حضور آئینہ خدا نما ہیں اور صحابہ آئینہ رسول نما، سبحان اللہ جب حضرت ابن مسعود جیسے عظیم الشان مومن صحابہ کی ایسی تعریف کررہے ہیں تو ان کی افضلیت میں کسے کلام ہوسکتا ہے صحابہ کا انکار حقیقت میں حضور کے فیض کا انکار ہے کہ نعوذ باللہ حضور نے ۲۳ سال کی تبلیغ میں صرف چار پانچ صحابی بنائے [۲] یہ خاموشی ناراضی کی تھی کہ حضرت عمر یہود کے پاس کیوں جاتے ہیں اور توریت میں کیا ڈھونڈتے ہیں لیکن حضرت عمر سمجھے کہ یہ خاموشی اجازت کی ہے اس لیئے پڑھنا شروع کردیا لہذا فاروق اعظم کے اس فعل شریف پر کوئی اعتراض نہیں خطا اجتہادی معاف ہے [۳] بات یہ تھی کہ حضرت عمر کے ساتھ کاغذ تھے اور آپ پڑھنے میں مشغول تھے حضرت صدیق اکبر چہرۂ انور کو دیکھ رہے تھے صدیق اکبر کا یہ کلام دعائے موت کے لیئے نہ تھا بلکہ محاورۂ عرب کے مطابق اظہار غضب کے لیئے تھا آپ کی یہ ناراضی اس لیئے تھی کہ حضرت فاروق کا یہ فعل حضور کی تکلیف کا باعث تھا نفس کے لیئے نہ تھی بحضور کے لیئے تھی لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہ آپس میں بغض رکھتے تھے [۴] حضرت فاروق اعظم ہمیشہ حضور کو راضی کرنے کیلئے یہ کلمات ہی عرض کرتے تھے جس میں اپنی وفاداری کا اظہار ہے یعنی ہماری یہ خطا معاذ اللہ سرکشی کی بنا پر نہیں ہم تو پرانے آستانہ بوس ہیں بندۂ بے زر ہیں ∴

وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَّاَدْرَكَ نُبُوَّتِيْ لَاتَّبَعَنِيْ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامِيْ لَا يَنْسَخُ كَلَامَ اللّٰهِ وَكَلَامُ اللّٰهِ يَنْسَخُ كَلَامِيْ وَكَلَامُ اللّٰهِ يَنْسَخُ بَعْضُهٗ بَعْضًا ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَادِيْثَنَا يَنْسَخُ بَعْضُهَا بَعْضًا كَنَسْخِ الْقُرْاٰنِ

اور مجھے چھوڑ دو تو سیدھے راستہ سے بھٹک جاؤ گے [۱] اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے [۲] اور میری نبوت پاتے تو میری پیروی کرتے [۳] (دارمی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا [۴] اور اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے اور اللہ کا کلام بعض بعض کو منسوخ کرتا ہے [۵] اور روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہماری بعض حدیثیں بعض کو قرآن کی طرح منسوخ کرتی ہیں [۶]

[۱] یعنی گمراہ ہوجاؤ گے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اب تاقیامت ہدایت حضور کی پیروی میں منحصر ہے اگر اصلی توریت وانجیل مل جائے بلکہ خود توریت وانجیل والے نبی تشریف لے آئیں تب بھی ہدایت حضور ہی کے پاس ملے گی پچھلی آسمانی کتب پہلے ہدایت تھیں اب نہیں، چاند تارے اور چراغ رات کو روشنی دیتے ہیں دن میں نہیں، جوان آدمی گھٹی اور ماں کے دودھ سے زندہ نہیں رہ سکتا، دوسرے یہ کہ قرآن وسنت کے سوا اور کتابوں سے ہدایت حاصل کرنا انہیں پڑھنا منع ہے، تیسرے یہ کہ کوئی شخص اپنے ایمان پر اعتماد نہ کرے ہر کتاب نہ پڑھے ہر ایک کا وعظ نہ سنے جب حضرت عمر جیسے صحابی کو توریت جیسی کتاب پڑھنے سے روک دیا گیا تو ہم کس شمار میں ہیں۔ ایمان کی دولت چوراہے میں نہ رکھو ورنہ چوری ہوجائے گی [۲] یعنی بظاہر زندہ ہوتے ورنہ حقیقتًا تو وہ زندہ ہیں (مرقاۃ) [۳] کیونکہ ان کا دین منسوخ ہوچکا اسی لیے معراج کی رات سارے نبیوں نے ہمارے حضور کے دین کی نماز اقتدائے حضور میں ادا کی موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے پاس پہنچ کر توریت کے احکام جاری نہ فرما سکے اگرچہ توریت باقی تھی مگر حضرت خضر پر جاری نہ تھی [۴] یعنی حدیث سے قرآن کی آیت تلاوۃً منسوخ نہیں ہوسکتی حکمًا بہت سی آیتیں احادیث سے منسوخ ہیں چنانچہ حدیث لَا وَصِيَّةَ لِلْوَارِثِ سے وارث کیلئے جواز وصیت ثابت کرنے والی آیات منسوخ ہیں ایسے ہی حضور کا فرمانا کہ انبیاء کی میراث نہیں بٹتی حضور کے حق میں آیت میراث کی ناسخ ہے سجدۂ تعظیمی کا جواز قرآن سے ثابت ہے مگر حدیث سے منسوخ یا یہاں كَلَامِيْ سے مراد حضور کے اجتہادات ہیں یعنی میرا اجتہادی کلام حکم قرآنی کو منسوخ نہیں کرے گا لہذا حدیث واضح ہے [۵] خیال رہے کہ نسخ کی چار صورتیں ہیں قرآن کا قرآن سے نسخ جیسے کفار پر نرمی کی آیتیں آیات جہاد سے منسوخ ہیں حدیث کا حدیث سے نسخ جیسے زیارۃ قبور انہوں نے حدیث پہلے منع تھی پھر حدیث ہی نے اسکو جائز کیا فرماتے ہیں اَلَا فَزُوْرُوْهَا قرآن کا نسخ حدیث سے جیسے سجدۂ تحیت حدیث کا نسخ قرآن سے جیسے بیت المقدس کا قبلہ ہونا حدیث سے تھا اس کا نسخ قرآن سے ہوا کہ رب نے فرمایا۔ وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ۔ اس کی پوری تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ سوم میں دیکھو [۶] یعنی جیسے آیات کی ناسخ ہیں ایسے ہی بعض احادیث بعض کی، خیال رہے کہ نسخ کے معنے ہیں، بیانِ مدّت نہ کہ تبدیلی یعنی ناسخ یہ بیان کرتا ہے کہ منسوخ حکم کی مدت آج تک تھی۔ جیسے طبیب کا

وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْھَا وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلَا تَنْتَھِکُوْھَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَسَکَتَ عَنْ اَشْیَاءَ مِنْ غَیْرِ نِسْیَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْھَا رَوَی الْاَحَادِیْثَ الثَّلٰثَۃَ الدَّارُقُطْنِیُّ

کِتَابُ الْعِلْمِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً وَحَدِّثُوْا عَنْ

بلغوا عنی ولو آیۃ

روایت ہے حضرت ابی ثعلبہ خشنی سے [1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے کچھ فرائض لازم فرمائے انہیں ضائع نہ کرو [2] کچھ محرمات حرام کیے ان کی حرمت نہ توڑو [3] کچھ حدیں مقرر کیں ان سے آگے نہ بڑھو [4] کچھ چیزوں سے (بغیر بھولے) خاموشی کی ان سے بحث نہ کرو [5] ان تینوں حدیثوں کو دارقطنی نے روایت کیا علم کی کتاب [6] پہلی فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ سے لوگوں کو پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو [7]

[1] اپنا نسخہ بدلنا بدلو آپ کا نام جرثوم ابن ناشر ہے قبیلہ بنی قضاعہ کے خاندان خشن سے متعلق ہیں آپ جلیل القدر صحابی ہیں بیعت الرضوان میں حاضر تھے آپ کی وجہ سے آپ کی قوم اسلام لائی شام میں قیام فرمایا ۷۵ھ میں وفات پائی، آپ سے چالیس احادیث مروی ہیں [2] یعنی فرض اعمال قرآن سے ثابت ہوں یا حدیث سے ان پر ضرور پابندی کرو نیز اخلاص سے ادا کرو۔ خیال رہے کہ فرض وہ ہے جس کا ثبوت بھی یقینی ہو اور طلب بھی یقینی اس کا تارک فاسق ہے اور منکر کافر [3] اس طرح کے حرام کے قریب بھی نہ جاؤ کرنا تو کجا [4] یعنی حلال وحرام کی حدوں کو نہ توڑو نمازیں پانچ فرض ہیں چار یا چھ نہ مانو، زکوٰۃ مال کا دسواں چالیسواں حصہ فرض ہے کم وبیش پر عقیدہ مت رکھو، چار عورتوں تک کا نکاح جائز پانچویں کو حلال چوتھی کو حرام نہ سمجھو وغیرہ [5] یعنی بعض چیزوں کی حلت وحرمت صراحتًا قرآن یا حدیث میں مذکور نہیں ان کی بحث میں نہ پڑو وہ مباح ہیں عمل کیے جاؤ انکے بارے میں رب فرماتا ہے عَفَی اللّٰہُ عَنْھَا حضور فرماتے ہیں جس سے خاموشی ہو وہ معاف ہے جیساکہ کتاب الاطعمہ میں آئیگا (از مرقاۃ وغیرہ) [6] یعنی علم سیکھنے اور سکھانے کے فضائل علم سے شرعی علم مراد ہے یعنی قرآن حدیث فقہ وغیرہ۔ خیال رہے کہ علم نور الٰہی ہے جو بندہ کو عطا ہوتا ہے اگر بشر سے حاصل ہو تو کسبی کہلاتا ہے ورنہ لدنی، لدنی کی بہت سی قسمیں ہیں وحی، الہام، فراست وغیرہ، وحی انبیاء سے خاص ہے، الہام اولیاء اللہ سے، فراست ہر مومن کو بقدر ایمان نصیب ہوتی ہے، فراست والہام وہی معتبر ہے جو خلاف شرع نہ ہو، خلاف شرع ہو تو وسوسہ ہے [7] آیت کے لغوی معنے ہیں علامت اور نشان، اس لحاظ سے حضور کے معجزات، احادیث، احکام قرآنی آیات سب آیتیں ہیں اصطلاح میں قرآن کے اس جملے کو آیت کہا جاتا ہے جس کا مستقل نام نہ ہو، نام والے مضمون کو سورۃ کہتے ہیں یہاں آیت سے لغوی معنے مراد ہیں یعنی جسے کوئی مسئلہ یا حدیث یا قرآن شریف کی آیت یاد ہو وہ دوسرے کو پہنچادے، تبلیغ صرف علماء پر فرض نہیں ہر مسلمان بقدر علم مبلغ ہے اور ہوسکتا ہے کہ آیت کے اصطلاحی معنے مراد ہوں اور اس سے آیت کے الفاظ معنے مطلب مسائل سب مراد ہوں یعنی جسے ایک آیت حفظ ہو اسکے متعلق

بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَالْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يُرٰى اَنَّهٗ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور بنی اسرائیل سے حکایات لو کوئی حرج نہیں [1] جو عمدًا مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنائے [2] (بخاری) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب اور مغیرہ ابن شعبہ سے [3] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو میری طرف سے ایسی بات نقل کرے جسے جھوٹ جانتا ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے [4] (مسلم) روایت ہے حضرت معاویہ سے [5] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کچھ مسائل معلوم ہوں لوگوں تک پہنچائے تبلیغ بھی بڑی اہم عبادت ہے۔

[1] یعنی ان سے قصے، خبریں، مثالیں سنو اور لوگوں سے بیان کرو جبکہ وہ اسلام کے خلاف نہ ہوں، خیال رہے کہ بنی اسرائیل سے خبریں لینے کی اجازت ہے توریت و انجیل کے احکام لینے کی ممانعت کیونکہ ان کتابوں کے احکام منسوخ ہو چکے ہیں نہ کہ خبریں لہٰذا یہ حدیث حضرت عمر فاروق کی اس روایت کے خلاف نہیں جس میں حضور نے انہیں توریت پڑھنے سے منع فرمادیا کیونکہ وہاں احکام لیے جارہے تھے لہٰذا دونوں حدیثیں محکم ہیں کوئی منسوخ نہیں [2] یعنی جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا دوزخی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث گھڑنا گناہ کبیرہ بلکہ کبھی کفر بھی ہے کیونکہ اس میں جھوٹ بھی ہے اور دین میں فتنہ پھیلانا بھی، بعض جاہل صوفیوں نے نماز تہجد اور قرآنی سورتوں کے فضائل میں کچھ حدیثیں گھڑیں وہ اس سے عبرت پکڑیں خیال رہے کہ حدیث موضوع (گھڑی ہوئی) اور ہے حدیث ضعیف کچھ اور، حدیث ضعیف فضائلِ اعمال میں معتبر ہے، حدیث موضوع کہیں معتبر نہیں اسی لیے محدثین نے خدمتِ حدیث میں اپنی عمریں صرف کردیں۔ الحمد للہ ان کوششوں سے موضوع حدیثیں چھٹ گئیں، خیال رہے کہ یہاں عمدًا کی قید ہے اگر کوئی بے خبری میں موضوع حدیث بیان کرجائے تو گنہگار نہیں۔ **نوٹ:** یہ حدیث متواتر ہے ۶۲ صحابہ سے منقول ہے جن میں عشرۂ مبشرہ بھی ہیں اس حدیث کے سوا کسی حدیث میں عشرۂ مبشرہ جمع نہیں ہوئے (مرقاۃ) [3] سمرہ قبیلہ بنی فزارہ سے ہیں انصار کے حلیف ہیں بہت احادیث کے حافظ ہیں ۵۹ھ میں بصرے میں وفات پائی حضرت مغیرہ بنی ثقیف سے ہیں خندق کے سال اسلام لائے ہجرت کرکے مدینہ طیبہ آگئے امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم رہے ستر سال عمر ہوئی ۵۰ھ کوفہ میں وفات ہوئی [4] یعنی حدیث گھڑنا بھی گناہ اور دیدہ و دانستہ موضوع حدیث بیان کرنا بھی گناہ بلکہ جس حدیث کے متعلق موضوع ہونے کا گمان غالب ہو اسے بھی بیان نہ کرے فقط موضوعیت کا وہم کافی نہیں، ہاں اس کی موضوعیت بتاکر ذکر کرنا جائز ہے تاکہ لوگ بچیں [5] آپ کا نام شریف معاویہ ابن ابوسفیان ابی حرب ابن امیہ ابن عبدالشمس ابن عبد مناف ہے آپ پانچویں پشت یعنی عبدالمناف میں حضور سے مل جاتے ہیں آپ کی والدہ ہند بنت عتبہ ابن ربیعہ ابن عبدالشمس ابن عبد مناف ہیں آپ صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے مگر

وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اللہ جس کا بھلا چاہتا ہے اُسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے ۱؎ میں بانٹنے والا ہوں اللہ دیتا ہے ۲؎ (بخاری مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح مختلف کانیں ہیں ۳؎ جو کفر میں اعلیٰ تھے وہ اسلام میں بھی اعلیٰ ہیں جبکہ عالم بن جائیں ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فتح مکہ کے دن اسلام ظاہر کیا۔حضور کے سالے ہیں کاتب وحی ہیں عہد فاروقی میں شام کے حاکم بنے، چالیس سال وہاں کے ہی حاکم رہے امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے آپکے حق میں خلافت سے دست برداری فرماکر صلح فرمالی آپ کی وفات ۴ رجب ۶۰ھ میں لقوہ کی بیماری سے ہوئی ۷۸ سال عمر پائی آپ کے پاس حضور کا تہبند چادر شریف قمیض مبارک اور کچھ بال و ناخن شریف تھے وصیت کی تھی کہ مجھے اس لباس شریف میں کفن دینا اور میرے منہ اور ناک میں ناخن اور بال شریف رکھ دینا، آپ کے پورے حالات شریف ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو۔

۱؎ یعنی اسے دینی علم دینی سمجھ اور دانائی بخشتا ہے خیال رہے کہ فقہ ظاہری شریعت ہے اور فقہ باطنی طریقت اور حقیقت یہ حدیث دونوں کو شامل ہے۔ اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ قرآن و حدیث کے ترجمے اور الفاظ رٹ لینا علم دین نہیں بلکہ انکا سمجھنا علم دین ہے یہی مشکل ہے اسی کیلئے فقہاء کی تقلید کی جاتی ہے اسی وجہ سے تمام مفسرین و محدثین آئمہ مجتہدین کے مقلد ہوئے اپنی حدیث دانی پر نازاں نہ ہوئے رب فرماتا ہے مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وہاں حکمت سے مراد فقہ ہی ہے قرآن و حدیث کے ترجمے تو ابوجہل بھی جانتا تھا۔ دوسرے یہ کہ حدیث و قرآن کا علم کمال نہیں، بلکہ انکا سمجھنا کمال ہے عالم دین وہ ہے جسکی زبان پر اللہ اور رسول کا فرمان ہو اور دل میں انکا فیضان، فیضان کے بغیر فرمان بیکار ہے۔ جیسے بجلی کی پاور کے بغیر فٹنگ بیکار ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ دین و دنیا کی ساری نعمتیں علم، ایمان مال، اولاد وغیرہ دیتا اللہ ہے بانٹتے حضور ہیں جسے جو ملا حضور کے ہاتھوں ملا کیونکہ یہاں نہ اللہ کی دین میں کوئی قید ہے نہ حضور کی تقسیم میں لہذا یہ خیال غلط ہے کہ آپ صرف علم بانٹتے ہیں ورنہ پھر لازم آئیگا کہ خدا بھی صرف علم ہی دیتا ہے خیال رہے کہ حضور کی دین یکساں ہے مگر لینے والوں کے لینے میں فرق ہے بجلی کا پاور یکساں آتا ہے مگر مختلف طاقتوں کے بلب بقدر طاقت پاور کھینچتے ہیں۔ پھر جیسا بلب کا شیشہ ویسا اس کا رنگ حنفی شافعی ایسے ہی قادری چشتی ہیں مختلف رنگ کے مگر سب میں پاور ایک ہی ہے ایک ہی سمندر سے تمام دریا بنے مگر راستوں کے لحاظ سے اُن کے نام الگ الگ ہوگئے ایسے ہی قادری چشتی وغیرہ اُن سینوں کے نام ہیں جن سے یہ فیض آرہا ہے ۳؎ یعنی صورت میں تمام انسان یکساں مگر سیرت اخلاق اور صفات میں مختلف جیسے ظاہری زمین یکساں اس میں کانیں مختلف نیک سے

وَسَلَّمَ لَاحَسَدَ اِلَّا فِی اِثْنَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَیُعَلِّمُھَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۞ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْہُ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَۃٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِہٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْ لَہٗ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ

دو کے سوا کسی میں رشک جائز نہیں [۱] ایک شخص جسے اللہ مال دے تو اُسے اچھی جگہ خرچ پر لگا دے دوسرا وہ شخص جسے اللہ علم دے تو وہ اس سے فیصلے کرے) اور لوگوں کو سکھائے [۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اُس کے عمل بھی ختم ہو جاتے ہیں [۳] سوا تین اعمال کے ایک دائمی خیرات یا وہ علم جس سے نفع پہنچتا رہے یا وہ نیک بچہ جو اس کے لیے دعا خیر کرتا رہے [۴] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کسی

نیکی ظاہر ہوگی اور بد سے بدی [۲] یعنی جو زمانۂ کفر میں عمدہ اخلاق بہترین صفات کی وجہ سے اپنے قبیلوں کے سردار تھے جب وہ مسلمان ہو کر علم سیکھ لیں تو مسلمانوں میں سردار ہی رہیں گے اسلام سے عزت بڑھتی ہے گھٹتی نہیں وہ لوگ اسلام سے پہلے کیچڑ میں لتھڑے ہوئے لعل تھے۔ مسلمان ہو کر عالم بنے دھل کر صاف ہو گئے، اس سے معلوم ہوا کہ نومسلموں کو حقیر جاننا بہت برا ہے اور کفار کا سردار مسلمان ہو کر مسلمانوں کا سردار ہی رہیگا اسے گرایا نہ جائیگا ؛

[۱] کسی نعمت والے پر جلنا اور اس کی نعمت کا زوال اپنے لیئے حصول چاہنا حسد ہے جو بہت برا عیب ہے جس سے شیطان مارا گیا مگر دوسروں کی سی نعمت اپنے لیئے بھی چاہنا غبطہ (رشک) ہے حسد مطلقًا حرام ہے غبطہ دو جگہ جائز ہے یہاں حسد بمعنی غبطہ ہے۔

[۲] یعنی مالدار سخی جسے خدا اچھے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق دے ایسے ہی بافیض عالم دین جس کے علم سے لوگ فائدہ اٹھائیں قابلِ رشک ہے سبحان اللہ بعض علماء کے علم اور بعض سخیوں کے مال سے لوگ تا قیامت فائدہ اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ فقیر کی اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے (آمین) خیال رہے کہ نیکی کی تمنا کرنے والا ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت میں نیکوں کے ساتھ ہی ہوگا۔

[۳] انسان سے مراد مسلمان ہے عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مقبول قبر میں نماز و قرآن پڑھتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے کیونکہ ان اعمال پر ثواب نہیں اسیلئے ہی مردے زندوں سے ثواب بخشنے کی تمنا کرتے ہیں جیسا کہ روایات میں ہے کیونکہ ثواب زندگی کے اعمال پر ہے [۴] یہ وہ تین چیزیں ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد خواہ مخواہ پہنچتا رہتا ہے کوئی ایصال ثواب کرے یا نہ کرے صدقۂ جاریہ سے مراد اوقاف ہیں جیسے مسجدیں مدرسے وقف کئے

نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ اَخِيْهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ

مسلمان کو دنیاوی تکلیف سے رہائی دے تو اللہ اُس سے روز قیامت کی مصیبت دور کرے گا ۱ اور جو کسی تنگی والے پر آسانی کرے اللہ دین و دنیا میں اُس پر آسانی فرمائے گا ۲ اور مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ دین و دنیا میں اس کی پردہ پوشی کرے گا ۳ اللہ بندہ کی مدد پر رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد پر رہے ۴ جو تلاش علم میں کوئی راستہ طے کرے تو اس کی برکت سے اللہ اس پر جنت کا راستہ آسان کردے گا ۵ اور کوئی قوم

ہوئے باغ جن سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں ایسے ہی علم سے مراد دینی تصانیف نیک شاگرد جن سے دینی فیضان پہنچتے رہیں نیک اولاد سے مراد عالم عامل بیٹا۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ یدعو کی قید ترغیبی ہے یعنی بیٹے کو چاہیے کہ باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے حتی کہ نماز میں ماں باپ کو دعائیں پہلے دے بعد میں سلام پھیرے ورنہ اگر نیک بیٹا دعا نہ بھی کرے ماں باپ کو ثواب ملتا رہیگا۔ خیال رہے کہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اُسے قیامت تک ثواب ملتا ہے یا فرمایا گیا کہ غازی کو ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے کیونکہ وہ سب چیزیں صدقہ جاریہ میں یا نافع علم میں داخل ہیں۔

۱ یعنی تم کسی کی فانی مصیبت دفع کرو اللہ تم سے باقی مصیبت دفع فرمائیگا تم مومن کو فانی دنیوی آرام پہنچاؤ اللہ تمہیں باقی اُخروی آرام دے گا کیونکہ بدلہ احسان کا احسان ہے یہ حدیث بہت جامع ہے کسی مسلمان کے پاؤں سے کانٹا نکالنا بھی ضائع نہیں جاتا حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف قیامت ہی میں بدلہ ملیگا بلکہ قیامت میں بدلہ ضرور ملیگا اگرچہ کبھی دنیا میں بھی مل جائے ۲ یعنی جو مقروض کو معافی یا مہلت دے یا غریب کی غربت دور کرے تو انشاء اللہ دین و دنیا میں اسکی مشکلیں آسان ہوں گی۔ مرقاۃ میں فرمایا کہ اس حکم میں مومن کافر سب شامل ہیں کافر مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرنے پر بھی ثواب مل جاتا ہے بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک رنڈی نے پیاسے کتے کو پانی پلا کر جان بچائی اللہ نے اُسے اسی پر بخش دیا ۳ یا تو اسطرح کہ ننگے کو کپڑے پہنائے یا ایسے کہ اُس کے چھپے ہوئے عیب ظاہر نہ کرے بشرطیکہ اس ظاہر نہ کرنے سے دین یا قوم کا نقصان نہ ہو ورنہ ضرور ظاہر کردے کفار کے جاسوسوں کو پکڑوائے، خفیہ سازشیں کرنیوالوں کے راز کو طشت ازبام کرے، ظالما قتل کی تدبیر کرنے کی مظلوم کو خبر دے دے، اخلاق اور ہیں معاملات اور سیاسیات کچھ اور ۴ یہ الفاظ بہت جامع ہیں جس میں دین و دنیا کی ساری امدادیں شامل ہیں امداد بدن سے ہو یا علم یا مال وغیرہ سے ۵ یعنی جو علم دین سیکھنے یا دینی فتویٰ حاصل کرنے کیلئے عالم کے گھر جائے سفر کرکے یا چند قدم تو اس کی برکت سے اللہ دنیا میں اس پر جنت کے کام آسان کریگا مرتے وقت ایمان نصیب کرے گا قبر و حشر کے حساب میں کامیابی اور پل صراط پر آسانی عطا فرمائیگا جنت کے راستے میں سب چیزیں داخل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ علم کیلئے سفر کرنا بہت ثواب ہے موسیٰ علیہ السلام طلب علم کیلئے خضر علیہ السلام کے پاس سفر کرکے گئے، حضرت جابر ایک حدیث کے لیئے ایک ماہ کا سفر طے کرکے عبداللہ ابن قیس کے پاس پہنچے (مرقاۃ)

فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰہِ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ وَیَتَدَارَسُوْنَہٗ بَیْنَہُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْہِمُ السَّکِیْنَۃُ وَغَشِیَتْہُمُ الرَّحْمَۃُ وَحَفَّتْہُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْ مَنْ عِنْدَہٗ وَمَنْ بَطَّاَ بِہٖ عَمَلُہٗ لَمْ یُسْرِعْ بِہٖ نَسَبُہٗ رَوَاہُ مُسْلِمٌ، وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی عَلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَجُلٌ اُسْتُشْہِدَ فَاُتِیَ

اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھنے اور آپس میں قرآن سیکھنے سکھانے کے لیے نہیں جمع ہوئی [۱] مگر ان پر دل کا چین اُترتا ہے اور انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے گھیر لیتے ہیں [۲] اور اللہ اُسے اُس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اُس کے پاس ہے [۳] جسے عمل پیچھے کردے اُسے نسب نہیں بڑھا سکتا [۴] (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلے جس کا فیصلہ قیامت میں ہوگا وہ شہید ہے [۵] اُسے لایا جائے گا۔

[۱] یہاں اللہ کے گھر سے مراد مسجدیں دینی مدرسے اور صوفیاء کی خانقاہیں ہیں جو اللہ کے ذکر کیلئے وقف ہیں یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے اس سے خارج ہیں کہ وہاں تو مسلمان کو بلاضرورت جانا ہی منع ہے درسِ قرآن سے مراد قرآن شریف کی تلاوت تجوید احکام سیکھنا ہیں لہذا اس میں صرف نحو، فقہ حدیث تفسیر وغیرہ کے درس شامل ہیں جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے، اسی لیئے تلاوت کے بعد درس کا علیحدہ ذکر فرمایا [۲] سکینہ اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کے اترنے سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے کبھی ابر کی شکل میں نمودار ہوتی ہے اور دیکھی بھی جاتی ہے اسکی برکت سے دل سے غیر خدا کا خوف جاتا رہتا ہے رحمت سے خالص رحمت مراد ہے جو بوقتِ ذکر ذاکر کو ہر طرف سے گھیرتی ہے فرشتوں سے سیاحین فرشتے مراد ہیں جو ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں ورنہ اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہروقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں مقصد یہ ہے کہ جہاں مجمع کے ساتھ ذکر اللہ ہو رہا ہو وہاں یہ تین رحمتیں اترتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ تنہا ذکر سے جماعت کا مل کر ذکر کرنا افضل ہے جماعت کی نماز کا درجہ زیادہ کہ اگر ایک کی قبول سب کی قبول [۳] یعنی فرشتوں کی جماعت اسکی شرح وہ حدیث ہے کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو رب کو اکیلے یاد کرے رب بھی اُسے ایسے ہی یاد کرتا ہے جو جماعت میں یاد کرے رب اُسے فرشتوں میں یاد کرتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ اس رب کی یاد کا اثر یہ پڑتا ہے کہ مخلوق اُس بندے کو یاد کرنے لگتی ہے بزرگوں کے مزارات پر زائرین کا ہجوم وہاں ذکر اللہ کی دھوم اسی یاد کا نتیجہ ہے [۴] یعنی نسب کی شرافت عمل کی کمی کو پورا نہ کرے گی۔ شعر:۔

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی ؎ کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست ؛ کیا تمہیں خبر نہیں کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں گتے بلوں کو جگہ تھی مگر ان کے کافر بیٹے کنعان کیلئے جگہ نہ تھی مقصد یہ ہے کہ شریف النسب اعمال سے لاپرواہ نہ ہو جائیں یہ منشاء نہیں کہ شرافتِ نسب کوئی چیز ہی نہیں اسکی تحقیق ہمارے رسالہ الکلام المقبول فی طہارت نسب الرسول میں دیکھو مومن کو نسب الرسول ضرور فائدہ دیگا تمام دنیا کی عورتیں حضرت فاطمہ زہرا کے قدم پاک کو نہیں پہنچ سکتیں رب نے نبی اسرائیل سے فرمایا اَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ بنی

بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا فَقَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰى اُسْتُشْهِدْتُ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُّقَالَ جَرِيْءٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَءَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ وَقَرَءْتُ فِيْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ اِنَّكَ عَالِمٌ وَقَرَءْتَ الْقُرْاٰنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَ

تب رب اُس سے اپنی نعمتوں کا اقرار کرائے گا فرمائے گا کہ اس شکریہ میں عمل کیا گیا[۱] عرض کرے گا تیری راہ میں جہاد کیا تاآنکہ شہید ہوگیا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے تو اس لیے لڑائی کی تھی کہ تجھے بہادر کہا جاوے وہ کہہ لیا گیا[۲] پھر حکم ہوگا تو اُسے منہ کے بل کھینچا جائے گا یہاں تک کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا[۳] اور وہ جس نے علم سیکھا سکھایا اور قرآن پڑھا اُسے لایا جائیگا اپنی نعمتوں کا اقرار کرایا جائے گا وہ اقرار کرلیگا فرمائے گا تو نے شکریہ میں عمل کیا کیا عرض کرے گا علم سیکھا سکھایا تیری راہ میں قرآن پڑھا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے اس لیے علم سیکھا کہ تجھے عالم کہا جاوے[۴] اس لیے قرآن پڑھا تھا کہ قاری کہا جاوے وہ کہہ لیا گیا پھر حکم ہوگا اوندھے منہ کھینچا جاوے گا حتی کہ آگ میں پھینک دیا جاوے گا[۵] اور

اسرائیل کے تمام عالم پر افضل ہونے کی یہی وجہ تھی کہ وہ اولادِ انبیاء ہیں لہذا یہ حدیث کسی آیت کے خلاف نہیں [۵] یہ اوّلیت اضافی ہے نہ کہ حقیقی یعنی ریاکاروں میں سے پہلے ریاکار شہید کا فیصلہ ہوگا لہذا یہ حدیث اسکے خلاف نہیں کہ پہلے حساب نماز کا ہوگا یا پہلے ظلماً قتل کا حساب ہوگا عبادات میں نماز کا معاملات میں قتل کا ریا میں ایسے شہید کا فیصلہ پہلے ہے شہید سے وہ مراد ہے جو اللہ کی راہ میں مارا گیا۔

[۱] یعنی میں نے تجھے اندرونی بیرونی کروڑوں نعمتیں دیں تو نے کونسی نیکی کی معلوم ہوا کہ نیکیاں رب کے انعام کا شکریہ بھی ہیں [۲] یعنی تیرے جہاد اور شہادت کا عوض یہ ہوگیا کہ لوگوں نے تیری واہ واہ کردی کیونکہ تو نے اسی نیت سے جہاد کیا تھا نہ کہ خدمتِ اسلام کیلئے معلوم ہوا کہ اگر غازی میں اخلاص ہو تو لوگوں کی واہ واہ سے ثواب کم نہیں ہوگا یہ تو رب کی طرف سے دنیوی انعام ہے صحابہ کرام اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں جہان میں واہ واہ ہورہی ہے خیال رہے کہ فقط غنیمت یا ملک حاصل کرنے کیلئے جہاد کرنے کا انجام بھی یہی ہے جہاد صرف اللہ رسول کی رضا کیلئے چاہیئے [۳] یعنی نہایت ذلّت کے ساتھ مرے ہوئے کُتّے کی طرح ٹانگ سے گھسیٹ کر کنارہ جہنم سے نیچے پھینکا جائیگا جہنم کی گہرائی آسمان و زمین کے فاصلہ سے کروڑوں گُنا زیادہ ہے اللہ کی پناہ [۴] تیری یہ ساری محنت خدمتِ دین کیلئے نہ تھی بلکہ علم کے ذریعہ عزت اور مال کمانے کی تھی وہ تجھے حاصل ہوگئے ہم سے کیا چاہتا ہے اسی حدیث کو دیکھتے ہوئے بعض علماء نے اپنی کتابوں میں اپنا نام بھی نہ لکھا اور جنہوں نے لکھا ہے وہ ناموری کیلئے نہیں بلکہ لوگوں کی دعا حاصل کرنے کیلئے [۵] معلوم ہُوا کہ جیسے اخلاص والی نیکی جنت ملنے کا ذریعہ ہے ایسے ہی ریا والی نیکی جہنم

رَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ اَنْ يُّنْفَقَ فِيْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَّادٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ بِهٖ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَّنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَّقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ

وہ مرد جسے اللہ نے وسعت دی اور ہر طرح کا مال بخشا اُسے لایا جائے گا نعمتوں کا اقرار کرائے گا یہ کرے گا فرمائے گا تُو نے شکریہ میں کیا عرض کرے گا کہ میں نے کوئی ایسا راہ نہ چھوڑا جہاں خرچ کرنا تجھے پیارا ہو مگر وہاں تیرے لیے خرچ کیا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے یہ سخاوت اس لیے کی تھی کہ تجھے سخی کہا جائے وہ کہہ لیا گیا پھر حکم ہوگا تو اُسے اوندھے مُنہ گھسیٹا جائے گا پھر آگ میں جھونک دیا جائے گا[1] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ علم کھینچ کر نہ اٹھائے گا کہ بندوں سے کھینچ لے بلکہ علماء کی وفات سے علم اٹھائے گا[2] حتی کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا لوگ

اور ذلت حاصل ہونے کا سبب ؞

[1] اس جگہ چار مسئلے یاد رکھنے چاہئیں ایک یہ کہ یہاں ریاکار شہید عالم اور سخی ہی کا ذکر ہوا اس لیے کہ انہوں نے بہترین عمل کیے تھے جب یہ عمل ریا سے برباد ہوگئے تو دیگر اعمال کا کیا پوچھنا ریا کے حج و زکوٰۃ اور نماز کا بھی یہی حال ہے، دوسرے یہ کہ بعض ریاکار وہ ہیں جو ریا ہی کیلئے نیکیاں کرتے ہیں اگر ان کی تعریف نہ ہو تو نیکی کرتے ہی نہیں بعض وہ ہیں کہ ریا کیلئے اچھی طرح عمل کریں تنہائی میں معمولی، بعض وہ ہیں کہ جو خلوت و جلوت میں عمل یکساں کریں مگر نام و نمود سے خوش ہوں، یہاں پہلی قسم کا ریاکار مراد ہے دوسری دو قسم کے ریاکار اصل نیکی کا ثواب پائیں گے مگر ناقص تیسرے یہ کہ اس حدیث میں قانون اور رب کے عدل کا ذکر ہے فضل دوسری چیز ہے رب فرماتا ہے فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ لہذا یہ حدیث معافی کی آیات و احادیث کے خلاف نہیں شعر عدل کرے تو تھر تھر کانپیں اونچی شانوں والے ؞ فضل کرے تو بخشے جاویں مجھ جیسے منہ کالے ؞ چوتھے یہ کہ مومن کی یہ ساری سزائیں تنہائی میں ہوں گی، علانیہ نہیں، اللہ اُسے ذلت اور رسوائی سے بچائیگا، ذلت و رسوائی صرف کافروں کے لیئے ہوگی جیسا کہ آیات قرآنیہ سے ثابت ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ ریا کے خوف سے عمل نہ چھوڑ دے عمل کیئے جائے کبھی اخلاص بھی نصیب ہو ہی جائے گا مکھیوں کے ڈر سے کھانا نہ چھوڑ دو [2] یہ حدیث کا تتمہ ہے جس میں فرمایا گیا کہ قریب قیامت علم اُٹھ جائیگا جہالت پھیل جائے گی یعنی اس کے اُٹھنے کا ذریعہ یہ نہ ہوگا کہ لوگ پڑھا ہُوا بھول جائیں گے بلکہ علماء وفات پاتے رہیں گے، اور بعد میں دوسرے علماء پیدا نہ

رُءُ وْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ شَقِيْقٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ اَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ يَمْنَعُنِيْ مِنْ ذٰلِكَ اَنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ اُمِلَّكُمْ وَاِنِّيْ اَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّاٰمَةِ عَلَيْنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ

جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے جن سے مسائل پوچھے جائیں گے وہ بغیر علم فتوے دیں گے گمراہ ہوں گے گمراہ کریں گے [۱] (مسلم،بخاری) روایت ہے حضرت شقیق سے [۲] فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعود ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے [۳] ایک شخص نے عرض کیا کہ اے ابو عبدالرحمن میری تمنا یہ ہے کہ آپ روزانہ وعظ فرماتے فرمایا مجھے اس سے رکاوٹ یہ ہے کہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ تمہیں ملال میں ڈال دوں [۴] میں تمہارا ویسے ہی لحاظ رکھتا ہوں جیسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہمارا وعظ میں لحاظ رکھتے تھے ملال کے خوف سے [۵] (بخاری،مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں

ہوں گے جیسا کہ اب ہورہا ہے کہ ایک خلقت انگریزی کے پیچھے پھر رہی ہے دین رسول اللہ یتیم ہوکر رہ گیا۔علم سے علم دین مراد ہے ۔

[۱] پیشوا سے مراد قاضی مفتی امام اور شیخ ہیں جن کے ذمے دینی کام ہوتے ہیں۔مقصد یہ ہے کہ دینی عہدے جاہل سنبھال لیں گے اور اپنی جہالت کا اظہار ناپسند کریں گے۔مسئلہ پوچھنے پر یہ نہ کہیں گے کہ ہمیں خبر نہیں بلکہ بغیر علم گھڑ کر غلط مسئلے بتائیں گے اسکا انجام ظاہر ہے،بے علم طبیب مریض کی جان لیتا ہے اور جاہل مفتی اور خطیب ایمان برباد کرتے ہیں [۲] آپ کا نام شقیق ابن ابی سلمہ ہے کنیت ابو وائل ہے قبیلہ بنی اسد سے ہیں عظیم الشان تابعی ہیں حضور کا زمانہ پایا لیکن زیارت نہ کرسکے اکابر صحابہ سے ملاقات کی جیسے حضرت عمر،سیدنا ابن مسعود کے خاص ساتھیوں میں سے ہیں حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں وفات پائی رضی اللہ تعالٰی عنہم [۳] اس سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال کیلئے دن اور وقت مقرر کرنا شرک یا حرام نہیں سنت صحابہ ہے اسی لیے اب دینی مدرسوں کے امتحان و تعطیل کیلئے دن اور مہینے اور تعلیم کیلئے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں لہذا میلاد شریف فاتحہ عرس وغیرہ کیلئے دن مقرر کرنا جائز ہیں اسے حرام کہنا غلطی ہے۔مرقاۃ نے اس جگہ فرمایا کہ حضرت ابن مسعود نے جمعرات کو وعظ کیلئے اس لیئے منتخب کیا کہ یہ دن جمعہ کا پڑوسی ہے اس کی برکت جمعہ تک پہنچے گی بعض لوگ ہر جمعرات کو میلاد شریف اور مردوں کی فاتحہ کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے [۴] یعنی روزانہ وعظ سے تم اکتا جاؤ گے اور یہ ذوق شوق جاتا رہے گا۔اس سے معلوم ہوا کہ اتنا لمبا وعظ بھی نہ کہا جائے کہ لوگ گھبرا جائیں تاکہ علم و وعظ کی بے قدری نہ ہو۔ [۵] یعنی حضور بھی ہمیں ہر وقت اور ہر روز وعظ نہیں سناتے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں،صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو عالم یا شیخ لوگوں کے سامنے ہر دم اللہ اللہ ہی کرے وہ مکار ہے،حضور کی مجلس پاک میں دنیوی تذکرے بھی ہوتے تھے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلٰثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ وَإِذَا أَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلٰثًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❖ وَعَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ أُبْدِعَ بِي فَاحْمِلْنِي فَقَالَ مَا عِنْدِي فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَا أَدُلُّهُ عَلٰى مَنْ يَحْمِلُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❖ وَعَنْ جَرِيْرٍ قَالَ كُنَّا فِي صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی لفظ بولتے تو اُسے تین بار دہراتے تا کہ سمجھ لیا جائے [۱] اور جب کسی قوم پر تشریف لاتے اور انہیں سلام کرتے تو تین بار سلام فرماتے [۲] (بخاری) روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے [۳] فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا کہ میرا اونٹ تھک رہا ہے مجھے سواری دیجئے فرمایا میرے پاس نہیں [۴] ایک نے کہا یارسول اللہ میں اسے وہ آدمی بتاتا ہوں جو اسے سواری دے دے تب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھلائی پر رہبری کرے اُسے کرنے والے کی طرح ثواب ہے [۵] (مسلم) روایت ہے حضرت جریر سے [۶] فرماتے ہیں کہ ہم صبح سویرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے

[۱] لفظ سے مراد پوری بات ہے یعنی مسائل بیان کرتے وقت ایک ایک مسئلہ تین تین بار فرماتے تاکہ لوگوں کے ذہن میں اتر جائے ہر کلام مراد نہیں، اسی لئے صاحب مشکوٰۃ اس حدیث کو کتاب العلم میں لائے [۲] ایک سلام اجازت حاصل کرنیکا، دوسرا ملاقات کا تیسرا رخصت کا لہذا یہ حدیث اسکے خلاف نہیں کہ حضور بوقت ملاقات ایک سلام کرتے تھے کیونکہ وہاں صرف ملاقات کا سلام مراد ہے اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں داخلہ کی اجازت کیلئے شور نہ مچائے، بہت دروازہ نہ پیٹے بلکہ صرف یہ کہے۔ السلام علیکم آجاؤں، یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے اور جانے والا سلام کرے اگرچہ بڑا ہو [۳] آپ کا نام عقبہ ابن عمرو ہے کنیت ابو مسعود انصاری ہیں بدری ہیں یعنی غزوہ بدر میں شریک ہوئے یا اس بستی میں کچھ روز رہے عقبہ ثانیہ کی بیعت میں شریک تھے کوفہ میں قیام رہا خلافت علی مرتضٰی میں وفات ہوئی [۴] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ضرورت کیوقت مانگنا جائز ہے خصوصًا حضور سے مانگنا ہر ایک کیلئے فخر ہے دوسرے یہ کہ جب چیز موجود نہ ہو تو سائل کو انکار کرنا بخل نہیں حضور خلق الٰہی میں بڑے سخی اور داتا ہیں لیکن اس وقت منع فرمانا اظہار مسئلہ کیلئے ہے کہ قرض لیکر سخاوت نہ کرو، وہ جو روایات میں ہے کہ حضور نے کبھی "نہ" نہیں فرمایا، اسکا مطلب یا تو یہ ہے کہ موجود چیز سے منع نہیں فرمایا، یا یہ نہیں فرمایا کہ تجھے نہیں دیں گے لہذا احادیث متعارض نہیں [۵] یعنی نیکی کرنے والا کرانے والا بتانے والا مشورہ دینے والا سب ثواب کے مستحق ہیں لہذا تمہیں بھی ثواب ملے گا [۶] آپ کا نام جریر ابن عبداللہ بجلی ہے مشہور صحابی ہیں نہایت حسین اور خوش اخلاق تھے عمر فاروق آپکو یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دیتے تھے حضور کی وفات کے سال اسلام لائے بعض روایات میں ہے کہ وفات شریف سے چالیس دن پہلے ایک زمانہ کوفہ میں رہے مقام قرقیسیا میں ۵۱ھ میں وفات ہوئی رضی اللہ تعالٰی عنہ ❖

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ قَوْمٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ اَوِ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي السُّيُوْفِ عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا رَاٰى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ وَاَقَامَ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا وَالْاٰيَةَ الَّتِيْ فِي الْحَشْرِ اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِيْنَارِهٖ مِنْ دِرْهَمِهٖ مِنْ ثَوْبِهٖ مِنْ صَاعِ بُرِّهٖ مِنْ صَاعِ تَمْرِهٖ حَتّٰى قَالَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ

کہ آپ کی خدمت میں ایک قوم آئی جو ننگی اور کمبل پوش تھی تلواریں گلے میں ڈالے تھے [1] ان میں عام بلکہ سارے ہی قبیلہ مضر سے تھے ان کا فاقہ دیکھ کر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ اڑ گیا [2] لہذا اندر تشریف لے گئے پھر باہر تشریف لائے حضرت بلال کو حکم دیا انہوں نے اذان و تکبیر کہی پھر نماز پڑھی پھر خطبہ فرمایا [3] ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا آخر آیت رقیبا تک [4] اور وہ آیت تلاوت فرمائی جو سورہ حشر میں ہے اللہ سے ڈرو ہر شخص غور کرے کہ اس نے کل کے لیے کیا بھیجا [5] انسان اپنے دینار درہم اپنے کپڑے گندم و جو کے صاع میں سے خیرات کرے حتی کہ فرمایا کھجور کی کھانپ ہی سہی [6] فرماتے ہیں کہ ایک انصاری تھیلی لائے

[1] یعنی غربت کی وجہ سے انکے پاس سوائے ایک کمبل کے تن ڈھکنے کو کوئی کپڑا نہ تھا اس کے باوجود غزوے اور جہاد کے شوقین تھے کہ تلواریں ہر ایک کے پاس تھیں

[2] یعنی ان کی فقیری سے خاطر اقدس کو بہت ملال پہنچا جس کے آثار چہرۂ انور پر نمودار ہوئے کیوں نہ ہو تو اوفقیروں کے غمخوار جو ہیں ہم غریبوں پر رنج نہ کریں تو کون کرے شعر من از بے نوائی نیم روئے زرد۔ غم بے نوایاں رخم زرد کرد۔ یہ اس آیت کی تفسیر ہے عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

[3] یہ وعظ لوگوں کو خیرات پر رغبت دینے کیلئے تھا اسوقت دولت خانۂ اقدس میں کچھ ہوگا نہیں [4] یہ آیت حسب موقعہ تلاوت فرمائی یعنی سارے امیر و فقیر بھائی بھائی ہیں کہ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ امیر کو چاہیئے کہ فقیر بھائی کی مدد کرے، مرقاۃ میں اس جگہ ہے کہ حضرت حوا کے بیس بار میں چالیس بچے ہوئے، بیس لڑکے بیس لڑکیاں [5] یعنی قیامت کیلئے نیک اعمال خصوصًا صدقہ و خیرات کیا کرو۔

[6] کیونکہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں خیرات کی مقدار نہیں دیکھی جاتی بلکہ دینے والے کا اخلاص اس سے معلوم ہوا کہ اگر غریب آدمی اپنی ضروریات میں سے کچھ خیرات کرے تو ثواب کا مستحق ہے بشرطیکہ بال بچوں اور اہل حقوق کا حق نہ مارے اور بعد میں خود بھی بھیک نہ مانگے۔

بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ يَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰى رَاَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَّثِيَابٍ حَتّٰى رَءَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَّمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ **وَعَنْ** اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

جس کے وزن سے ان کا ہاتھ تھکا جاتا تھا بلکہ تھک ہی گیا[1] پھر لوگوں کا تانتا بندھ گیا حتّٰی کہ میں نے کھانے کپڑے کے ڈھیر دیکھے[2] تا آنکہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھا کہ چمک رہا ہے گویا سونے کی ڈلی ہے[3] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے اپنے عمل اور ان کے عملوں کا ثواب ہے جو اس پر کاربند ہوں[4] ان کا ثواب کم ہوئے بغیر اور جو اسلام میں برا طریقہ ایجاد کرے اس پر اپنی بدعملی کا گناہ ہے اور ان کی بدعملیوں کا جو اس کے بعد ان پر کاربند ہوں اس کے بغیر ان کے گناہوں سے کچھ کم ہو[5] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں

[1] یعنی تھیلی میں اتنا غلہ تھا جو انصاری سے برداشت نہ ہوسکا اور زیادتی بوجھ کے سبب تھیلی ہاتھ سے گر گئی۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ جَو یا گندم وغیرہ کا بڑا تھیلا ہوگا جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے کہ بارگاہ نبوی میں اس وقت غلے اور کپڑے کے ڈھیر لگے بعض شارحین نے لکھا کہ وہ ہمیانی تھی جس میں درہم و دینار بھرے ہوئے تھے مگر یہ خلاف ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ یہ انصاری سب سے پہلے یہ خیرات لائے پھر انکو دیکھ کر دوسرے حضرات اسی لیئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی وہ تعریف فرمائی جو آگے بیان ہو رہی ہے [2] جو ان فقراء پر تقسیم کیلئے جمع ہوگئے تھے چونکہ ان مساکین کی پوری جماعت تھی اسلیئے اتنا صدقہ کیا گیا اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بوقت ضرورت چندہ کرنا جائز ہے، دوسرے یہ کہ مسجد میں دوسروں کے لیے سوال جائز ہے جن احادیث میں مسجد میں مانگنے کی ممانعت ہے وہاں اپنے لیئے مانگنا مراد ہے لہذا یہ حدیث اسکے خلاف نہیں [3] فقراء کی حاجت روائی اور صحابہ کی خیرات پر خوشی کی وجہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور جو اللہ رسول کو راضی کرنا چاہے وہ فقیروں کی حاجت پوری کرے، خیال رہے کہ جس چاندی کے ٹکڑے پر سونے کا ملمع کر دیا جائے یا جس چمڑے یا کپڑے پر طلائی کام کر دیا جائے اسے عربی میں مذہبہ کہتے ہیں یہاں پہلے معنے مراد ہیں [4] یعنی موجد خیر تمام عمل کرنے والوں کے برابر اجر پائے گا لہذا جن لوگوں نے علم فقہ، فن حدیث، میلاد شریف، عرس بزرگاں، ذکر خیر کی مجلسیں، اسلامی مدرسے، طریقت کے سلسلے ایجاد کیئے انہیں قیامت تک ثواب ملتا رہیگا۔ یہاں اسلام میں اچھی بدعتیں ایجاد کرنے کا ذکر ہے نہ کہ چھوڑی ہوئی سنتیں زندہ کرنے کا جیسا کہ اگلے مقابلے سے معلوم ہو رہا ہے اس حدیث سے بدعت حسنہ کے خیر ہونیکا اعلیٰ ثبوت ہوا [5] یہ حدیث ان تمام احادیث کی شرح

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا کَانَ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ کِفْلٌ مِّنْ دَمِھَا لِاَنَّہٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَسَنَذْکُرُ حَدِیْثَ مُعٰوِیَۃَ لَا یَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ فِیْ بَابِ ثَوَابِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی؁

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ؏ عَنْ کَثِیْرِ ابْنِ قَیْسٍ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا مَعَ اَبِی الدَّرْدَاءِ فِیْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَآءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ یَا اَبَا الدَّرْدَآءِ اِنِّیْ جِئْتُکَ مِنْ مَدِیْنَۃِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِحَدِیْثٍ بَلَغَنِیْ اَنَّکَ تُحَدِّثُہٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی ظلمًا قتل نہیں کیا جاتا مگر اس کے خونِ ناحق میں حضرت آدم کے پہلے فرزند کا حصّہ ضرور ہوتا ہے کہ اُسی نے پہلے ظلمًا قتل ایجاد کیا[۱] (بخاری مسلم) ہم حضرت معاویہ کی حدیث لایزال الخ اس اُمّت کے باب میں ان شاء اللہ العزیز بیان کریں گے؛[۲] دوسری فصل روایت ہے کثیر ابن قیس سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابودرداء کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا[۳] کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور بولا کہ اے ابودرداء میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے آپ کے پاس صرف ایک حدیث کے لیے آیا ہوں مجھے خبر لگی ہے کہ آپ حضور سے وہ روایت فرماتے ہیں[۴]

ہے جن میں بدعت کی بُرائیاں آئیں، صاف معلوم ہُوا کہ بدعت سیئہ بری ہے اور ان احادیث میں یہی مراد ہے یہ حدیث بدعت کی دو قسمیں فرما رہی ہے بدعت حسنہ اور سیئہ، اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہوسکتی، ان لوگوں پر افسوس ہے جو اس حدیث سے آنکھیں بند کرکے ہر بدعت کو بُرا کہتے ہیں، حالانکہ خود ہزاروں بدعتیں کرتے ہیں، بدعت کی تحقیق اور اس کی تقسیم پچھلے باب میں گزر چکی؛

[۱] یعنی قابیل جس نے اپنے بھائی ہابیل کو اپنی بہن عقلیمہ کے عشق میں ظلمًا قتل کیا خیال رہے کہ غیر مستحق قتل کو قتل کرنا ظلمًا قتل ہے، قاتل مرتد زانی مفسد وغیرہم جو شرعًا واجب القتل ہیں انہیں حاکم کا قتل کرنا ثواب ہے [۲] یعنی یہ حدیث مصابیح میں اسی جگہ تھی مگر ہم نے مناسبت کے لحاظ سے اس باب میں بیان کی [۳] دمشق شام کا دار الخلافہ ہے کثیر ابن قیس تابعی ہیں حضرت ابوالدرداء کے صحبت یافتہ ہیں [۴] ظاہر یہ ہے کہ اس طالب علم نے متن حدیث سن لیا تھا اس شوق میں یہاں آئے کہ صحابی کے منہ سے سنوں تاکہ برکت اور زیادتی یقین حاصل ہو یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے متن حدیث نہیں سنا تھا اجمالاً پتہ لگا تھا کہ حضرت ابوالدرداء فلاں بارے میں حدیث بیان فرماتے ہیں۔ چونکہ مدینہ کے معنی مطلقًا شہر کے ہیں اس لیئے مدینۃ الرسول فرمایا یعنی میں مدینہ منورہ سے آیا ہوں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ طلب علم کے لیئے سفر بزرگوں کی بلکہ نبیوں کی سنّت ہے موسیٰ علیہ السلام طلب علم کیلئے بہت دراز سفر کرکے خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے، دوسرے یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فقط الرسول کہہ سکتے ہیں جبکہ علامت سے معلوم ہوا کہ یہاں حضور مراد ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوْلُ اور فرماتا ہے وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ اسے ناجائز کہنا بے دلیل ہے؛

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ قَالَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَإِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ

اس کے سوا اور کسی کام کے لیے نہ آیا [۱] آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو تلاش علم کرتے ہوئے کوئی راہ طے کرے تو اللہ اُسے بہشت کے راہوں سے کوئی راہ چلائے گا [۲] اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے پر بچھاتے ہیں [۳] یقیناً عالم کے لیے آسمانوں اور زمین کی چیزیں اور پانی میں مچھلیاں دعائے مغفرت کرتی ہیں [۴] اور عالم کی فضیلت

[۱] یعنی سوا حدیث سننے کے اور کسی دینی دنیوی غرض کیلئے سفر نہیں کیا اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ سوائے تین مسجدوں کے اور کسی طرف سفر جائز نہیں حالانکہ خود نوکری تجارت وغیرہ کیلئے سفر کرتے رہتے ہیں، اس سے معلوم ہُوا کہ بزرگوں کی ملاقات، زیارت قبور وغیرہ کیلئے سفر جائز ہے جیسا کہ شامی وغیرہ میں ہے اور انشاءاللہ باب المساجد میں ممانعت سفر کی حدیث کے ماتحت بھی پوری تحقیقات کردی جائے گی، نیز اس کیلئے ہماری کتاب جاء الحق کا مطالعہ کرو [۲] ظاہر یہ ہے کہ یہ وہ حدیث نہیں ہے جس کے سننے کے لیے وہ صاحب حاضر ہوئے تھے بلکہ آن کی ہمت افزائی اور ان کے سفر کی قبولیت کی بشارت کیلئے یہ حدیث سنائی، مطلب یہ ہے کہ جو مسئلہ پوچھنے، علم پڑھنے، حدیث سننے وغیرہ کیلئے سفر کرے یا بغیر سفر تھوڑا راستہ طے کرکے جائے تو اُسے دنیا میں نیک اعمال کی توفیق ملیگی جو جنت ملنے کا سبب ہیں یا آخرت میں پلصراط پر گزر آسان ہوگی اور جنت میں سہولت سے پہنچے گا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ علم دین کی طلب نفلی نماز سے افضل ہے کہ یہ فرض ہے وہ نفل (مرقاۃ) [۳] ظاہر یہ ہے کہ یہاں حقیقی معنی ہی مراد ہیں کہ جب طالب علم، علم میں مشغول ہوتا ہے تو اسکا کلام سننے کے لیے ملائکہ نیچے اترآتے ہیں اور گفتگو سنتے ہیں جیسا تلاوتِ قرآن کے موقعہ پر یا قیامت میں طالب علم کے قدموں کے نیچے فرشتے اپنے پر بچھا ئینگے یا مطلب یہ ہے کہ طالب علم کے لیے ملائکہ نیازمندی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی مشقتوں کو آسان کرتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ اس جگہ مرقاۃ نے اس کے متعلق عجیب واقعات بیان فرمائے ہیں۔

[۴] یعنی علمائے دین کے لیے چاند سورج تارے اور آسمانی فرشتے ایسے ہی زمین کے ذرے سبزیوں کے پتے اور بعض جن و انس اور تمام دریائی جانور مچھلیاں وغیرہ دعائے مغفرت کرتے ہیں کیونکہ علمائےدین کی وجہ سے دین باقی ہے اور دین کے بقا سے عالم قائم ہے علماء کی ہی برکتوں سے بارشیں ہوتی ہیں اور مخلوق کو رزق ملتا ہے، حدیث شریف میں ہے بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ يُرْزَقُوْنَ علماء کے اٹھنے سے اسلام اٹھ جائیگا اور قیامت برپا ہو جائیگی، علماء دنیا کا تعویذ ہیں (مرقاۃ و اشعۃ)

خیال رہے کہ علماء میں علمائے شریعت بھی داخل ہیں اور علمائے طریقت بھی بلکہ کوئی شخص علم کے بغیر ولی اللہ نہیں بنتا اللہ جاہلوں کو ولی نہیں بناتا، فرماتا ہے۔ إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (از مرقاۃ)

عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَاِبْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَسَمَّاهُ التِّرْمِذِيُّ قَيْسَ بْنَ كَثِيْرٍ، وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَّالْاٰخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں شب میں چاند کی فضیلت سارے تاروں پر[1] اور علماء نبیوں کے وارث ہیں[2] پیغمبروں نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہ بنایا انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا[3] اسے احمد ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ترمذی نے ان کا نام قیس ابن کثیر بتایا روایت ہے ابوامامہ باہلی سے فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخصوں کا ذکر ہوا جن میں سے ایک عابد دوسرا عالم ہے[4] تو حضور

[1] عالم سے مراد وہ عالم ہے جو صرف ضروری اعمال پر قناعت کرے اور بجائے نوافل کے علمی خدمات انجام دے، عابد سے وہ شخص مراد ہے جو صرف اپنے ضروری مسائل سے واقف ہو اور اپنے اوقات نوافل میں گزارے بے دین اور فاسق عالم اور نرا جاہل عابد اس گفتگو سے خارج ہیں، خیال رہے کہ چاند آفتاب سے نور لے کر رات میں سارے عالم کو جگمگا دیتا ہے ایسے ہی عالم نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فیض لے کر دینی روشنی پھیلا دیتے ہیں تارے خود نوری ہیں مگر چاند نور بخشنے والا، عابد اپنے لیئے اور عالم عالم کیلئے کوشش کرتے ہیں عابد اپنی کمبلی بچاتا ہے عالم طوفان سے لوگوں کا جہاز نکال لے جاتا ہے۔ لازم سے متعدی افضل[2] سبحٰن اللہ جب مورث اتنے اعلیٰ تو وارث کیسے شان دار ہوں گے، مرقاۃ نے فرمایا کہ علمائے مجتہدین رسولوں کے وارث ہیں اور علمائے غیر مجتہدین نبیوں کے، لفظ علماء و انبیاء ان دونوں کو شامل ہے۔ خیال رہے کہ علمائے اسلام حضور کے وارث اور چونکہ حضور تمام نبیوں کی صفات کے جامع ہیں لہٰذا علماء سارے انبیاء کے وارث ہوئے[3] خیال رہے کہ بعض انبیاء تارک الدنیا تھے۔ جنہوں نے کچھ جمع نہ کیا جیسے حضرت یحیٰی وعیسٰی علیہما السلام اور بعض نے بہت مال رکھا جیسے حضرت سلیمان و داؤد علیہم السلام لیکن کسی نبی کی مالی میراث نہ بٹی، ان کا چھوڑا ہوا مال دین کے لیئے وقف ہوتا ہے اور تا قیامت علماء ان کے وارث اسی لیئے علماء کو وارثین انبیاء کہا جاتا ہے[4] ظاہر یہ ہے کہ ان سے خاص مرد مراد نہیں بلکہ عمومی سوال ہے یعنی اگر دو آدمیوں میں سے ایک عالم اور ایک عابد ہو تو درجہ کس کا زیادہ ہوگا، عالم و عابد کے معنی ہم پہلے بیان کر چکے۔

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّی النَّمْلَةَ فِیْ جُحْرِهَا وَحَتَّی الْحُوْتَ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاهُ الدَّارِمِیُّ عَنْ مَکْحُوْلٍ مُرْسَلًا وَلَمْ یَذْکُرْ رَجُلَانِ وَقَالَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰیَةَ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا وَسَرَدَ الْحَدِیْثَ اِلٰی اٰخِرِهٖ ◆ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر[1] پھر فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمان و زمین والے حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں (پانی میں) صلوٰۃ بھیجتے ہیں لوگوں کو علم دین سکھانے والے پر[2] اسے ترمذی نے روایت کیا اور دارمی نے حضرت مکحول سے مرسلاً نقل کیا اور دو شخصوں کا ذکر نہ کیا اور فرمایا کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر پھر آیت تلاوت فرمائی کہ اللہ سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں اور حدیث آخر تک بیان کی روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

[1] یہ تشبیہ بیان نوعیت کیلئے ہے نہ کہ بیان مقدار کیلئے یعنی جس قسم کی بزرگی مجھ کو تمام مسلمانوں پر حاصل ہے اس قسم کی بزرگی عالم کو عابد پر یعنی دینی بزرگی نہ کہ محض دنیاوی اگرچہ ان دونوں بزرگیوں میں کروڑہا فرق ہیں۔ بادشاہ کو رعایا پر سلطنت کی مالدار کو فقیر پر مال کی، اچھے والے کو بے کس پر قوت کی حسین کو بدشکل پر جمال کی بزرگی حاصل ہے۔ مگر یہ بزرگیاں دنیوی اور فانی ہیں۔ نبی کو مخلوق پر دینی بزرگی حاصل ہے جو ابدالآباد تک قائم ہے ایسے ہی عالم کو جاہل پر، آج سکندر کو کسی فقیر پر ملکی بزرگی نہیں مگر امام ابوحنیفہ کو تمام مقلدین پر بے پناہ عظمت اب بھی حاصل ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نبیوں پر اعلیٰ درجہ کی بزرگی ہے صحابہ پر اور درجہ کی، اولیاء و علماء پر اور درجہ کی، عوام پر اور درجہ کی، اَدْنٰی کُمْ میں اس آخری درجہ کی طرف اشارہ ہے۔ فرماتے ہیں وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاکِیْنِ رب تعالٰی فرماتا ہے مَثَلُ نُوْرِهٖ کَمِشْکٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ اس آیت میں نور الٰہی کی مثال نور چراغ سے دی گئی حالانکہ چراغ کے نور کو اس نور سے کیا نسبت، ایسے ہی یہ بھی تمثیل ہے[2] ملائکہ سے حاملین عرش فرشتے اور اہل سمٰوٰت سے باقی فرشتے مراد ہیں اللہ کی صلوٰۃ سے اس کی خاص رحمت اور مخلوق کی صلوٰۃ سے خصوصی دعائے رحمت مراد ہے ورنہ عام رحمتیں اور عام دعائیں سارے مسلمانوں کے لیے ہیں۔ رب تعالٰی فرماتا ہے هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ اور فرماتا ہے۔ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ لہٰذا یہ حدیث نہ تو قرآن کے خلاف ہے اور نہ اس سے یہ لازم آیا کہ علماء حضور کے برابر ہو جائیں کیونکہ حضور پر بھی رب تعالٰی صلوٰۃ بھیجتا ہے اور علماء پر بھی۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ وَإِنَّ رِجَالًا يَأْتُونَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ يَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّينِ فَإِذَا أَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْحَكِيمِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ الْفَضْلِ الرَّاوِي يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ ۔ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطٰنِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ تمہارے تابع ہیں [1] اور بہت لوگ اطراف زمین سے تمہارے پاس دینی فقہ سیکھنے آئیں گے جب وہ آئیں تو انہیں بھلائی کی وصیت کرو [2] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ علمی بات عالم کی اپنی گم شدہ چیز ہے جہاں پائے وہ ہی اس کا حقدار ہے [3] اسے ترمذی وابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور ابراہیم ابن فضل راوی حدیث میں ضعیف مانا جاتا ہے [4] روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے [5] (ترمذی اور ابن ماجہ)

[1] اس میں خطاب صحابہ خصوصًا ان کے علماء سے ہے یعنی تاقیامت مسلمان تمہارے اخلاق، افعال اور اقوال کی پیروی کریں گے کیونکہ تم نے بلاواسطہ مجھ سے فیض لیا ہے شریعت میرے اقوال ہیں طریقت میرے افعال حقیقت میرے احوال تم نے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سنے خیال رہے کہ لفظ تابعی اس حدیث سے لیا گیا یعنی صحابہ کے کامل متبعین (مرقاۃ) [2] یعنی بڑے بڑے کامل لوگ تمہاری شاگردی کرنے مدینہ منورہ کی طرف کھینچے ہوئے آئیں گے تو تم انہیں بے تامل علم سکھاؤ عمل کی رغبت دلاؤ یا میں تم کو انکی خدمت کی وصیت کرتا ہوں اسے قبول کرو، پہلے معنے اشعہ نے اور دوسرے مرقاۃ نے لیئے، معلوم ہوا کہ دینی طلباء کی خدمتیں کرنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ وہ حضور کے مہمان ہیں اسی لیئے اکثر علماء اپنے دینی شاگردوں کی بہت خدمت کرتے اور کراتے تھے [3] یعنی سمجھدار آدمی جس سے اچھی اور دینی بات سنے اس سے ہی لے لے، یہ نہ دیکھے کہ کون کہہ رہا ہے بلکہ دیکھے کیا کہہ رہا ہے جیسے کہ اپنی گمی چیز جس کے پاس سے ملے لے لی جاتی ہے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ وہ کون ہے اور کیسا ہے خیال رہے کہ یہاں کلمہ حکمت سے مراد اسلامی اور فقہی مسئلہ ہے یعنی اگر دین کی بات فاسق آدمی کہہ رہا ہے قبول کرو لہذا یہ حدیث اسکے خلاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق کو توریت پڑھنے سے منع فرمادیا کیونکہ توریت کے منسوخ احکام اب کلمہ حکمت تھے ہی نہیں، اسی طرح اب مسلمانوں کو کفار کی دینی تصنیفات دیکھنے کی اجازت نہیں انکے پاس کلمہ حکمت ہیں ہی نہیں [4] حدیث شیطان سے بچنے کا بڑا ذریعہ ہے۔ خیال رہے کہ یہاں علم سے وہ علم مراد ہے جس پر اللہ کا

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ اَهْلِهٖ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيْرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ اِلٰى قَوْلِهٖ مُسْلِمٍ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ مَتْنُهٗ مَشْهُوْرٌ وَاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ اَوْجُهٍ كُلُّهَا ضَعِيْفٌ ◆ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ مُنَافِقٍ حُسْنُ سَمْتٍ وَلَا فِقْهٌ فِي الدِّيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی تلاش ہر مسلمان پر فرض ہے [۱] اور نا اہل پر علم پیش کرنے والا ایسا ہے جیسے سوروں کو موتی جواہرات اور سونے کے ہار پہنانے والا [۲] اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں مسلم تک نقل فرمایا اور فرمایا کہ اس حدیث کا متن تو مشہور ہے اس کی اسناد میں ضعف ہے اور بہت طریقہ سے روایت کیا گیا جو سب ضعیف ہیں [۳] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو خصلتیں منافق میں جمع نہیں ہوتیں اچھے اخلاق اور نہ دینی فقہ [۴] (ترمذی)

فضل ہو اسی لیئے فقیہ فرمایا گیا عالم نہ فرمایا گیا یعنی دین کی صحیح سمجھ رکھنے والا:

[۱] مسند امام ابوحنیفہ میں وَمُسْلِمَةٍ ہے یعنی ہر مسلمان مرد و عورت پر علم سیکھنا فرض ہے اعلم سے بقدر ضرورت شرعی مسائل مراد ہیں لہذا روزے نماز کے مسائل ضرور یہ سیکھنا ہر مسلمان پر فرض حیض و نفاس کے ضروری مسائل سیکھنا ہر عورت پر تجارت کے مسائل سیکھنا ہر تاجر پر حج کے مسائل سیکھنا حج کو جانے والے پر عین فرض ہیں لیکن دین کا پورا عالم بننا فرض کفایہ کہ اگر شہر میں ایک نے ادا کر دیا تو سب بری ہو گئے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اپنے نفس کے آفات شیطانی اثرات وغیرہ کا جاننا بھی ہر مسلمان کو ضروری ہے تاکہ ان سے بچ سکے [۲] یہاں علم سے مراد دقیق و باریک مسائل اور گہرے علمی نکات ہیں جنہیں عوام نہ سمجھ سکیں یعنی وہ عالم جو عوام کے سامنے غیر ضروری اور باریک پیچیدہ مسائل یا قابل شرح آیات و احادیث پیش کرے وہ ایسا ہی بیوقوف ہے جیسے موتیوں کا ہار سوروں کو پہنانے والا کہ جہلاء ایسی چیزیں سن کر انکار کر بیٹھتے ہیں اسی لیئے سیدنا علی مرتضےٰ فرماتے ہیں کہ لوگوں سے ان کی عقل کے لائق کلام کرو ورنہ وہ اللہ اور رسول کو جھٹلا دیں گے اور اسکا وبال تم پر ہوگا [۳] یعنی یہ حدیث بہت سی ضعیف اسنادوں سے مروی ہے لہذا قوی ہے کیونکہ کثرت اسناد ضعیف کو حسن بنا دیتی ہے (مرقاۃ وغیرہ) [۴] ظاہر یہ ہے کہ منافق سے مراد منافق اعتقادی ہے نہ کہ عملی یعنی دل کا کافر زبان کا مومن اور خوش خلقی سے مراد اخلاق محمدی اور دینی فقہ سے دین کی سچی سمجھ ہے مطلب یہ ہے کہ نفاق کے ساتھ نہ دینی اخلاق جمع ہوں نہ دینی علم، منافق اسلامی اخلاق سے بھی محروم اور دین سے بھی کیونکہ یہ نور ہیں ظلمت کے ساتھ کیسے جمع ہو جائیں رب تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ دل کے گندے قرآن کو چھو بھی نہیں سکتے ان کا یہ حال ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ وَعَنْ سَخْبَرَةَ الْاَزْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضٰى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ ضَعِيْفُ الْاِسْنَادِ وَاَبُوْ دَاوٗدَ الرَّاوِيْ يُضَعَّفُ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَيْرٍ يَسْمَعُهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ اَبِيْ

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تلاش علم میں نکلا وہ واپسی تک اللہ کی راہ میں ہے [۱] روایت ہے حضرت سخبرہ ازدی سے [۲] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے تلاش علم کی تو یہ تلاش اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہوگی [۳] اسے ترمذی ودارمی نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے ابوداؤد راوی کو ضعیف کہا گیا [۴] روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مومن خیر کے سننے سے کبھی سیر نہ ہوگا تاآنکہ اس کی انتہا جنت ہوجائے [۵] (ترمذی) روایت ہے حضرت

شعر کتابیں پڑھیں دینداری نہ آئی ؛ بخار آگیا پر بخاری نہ آئی ؛ امام شافعی فرماتے ہیں فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنَ اللّٰهِ + وَاِنَّ النُّوْرَ لَا يُعْطٰى لِعَاصٍ علم واخلاق بقدر تقوٰی ملتے ہیں گندے گھر میں بادشاہ نہیں آتا اور گندے دل میں حضور کے اخلاق اور حضور کا علم نہیں سماتے ؛

[۱] یعنی جو کوئی مسئلہ پوچھنے کے لیئے اپنے گھر سے یا علم کی جستجو میں اپنے وطن سے علماء کے پاس گیا وہ بھی مجاہد فی سبیل اللہ ہے غازی کی طرح گھر لوٹنے تک اس کا سارا وقت اور ہر وقت اور ہر حرکت عبادت ہوگی گھر آجانے کے بعد یہ ثواب ختم ہوجائیگا پھر عمل اور تبلیغ کرنے کا ثواب شروع ہوگا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ علم صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب بعد موت بھی ملتا رہتا ہے [۲] صحیح یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں کنیت ابوعبداللہ ہے ازد ابن غوث کی اولاد سے ہیں آپ سے صرف ایک ہی حدیث منقول ہے [۳] طالب علم سے صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں جیسے وضو نماز وغیرہ عبادات سے لہذا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ طالب علم جو گناہ چاہے کرے یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نیت خیر سے علم طلب کرنے والوں کو گناہوں سے بچنے اور گذشتہ گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کی توفیق دیتا ہے [۴] یہ ابوداؤد اور ہیں سلیمان ابن اشعث سجستانی نہیں ہیں جن کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف ہے ان کا نام نفیع ابن حارث ہے کوفہ کے رہنے والے ہیں ہمدان کے قاضی تھے اور نابینا تھے حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں [۵] یعنی علم دین کی حرص ایمان کی علامت ہے جتنا ایمان قوی اتنی ہی یہ حرص زیادہ بڑے بڑے علماء علم پر قناعت نہیں کرتے صوفیاء فرماتے ہیں اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ یعنی گہوارہ سے قبر تک علم سیکھو، اس حدیث

هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ
أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ
ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَنَسٍ ٭ **وَعَنْ** كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَآءَ اَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَآءَ اَوْ يَصْرِفَ بِهٖ
وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْهِ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس سے علمی بات پوچھی گئی جسے وہ جانتا ہے پھر
اسے چھپائے تو قیامت کے دن اُسے آگ کی لگام دی جائے گی [1] (احمد ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ عن انس)
روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے [2] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اس لیے
علم طلب کرے تاکہ علماء کا مقابلہ کرے یا جہلاء سے جھگڑے یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف کرے تو اُسے اللہ
آگ میں داخل کرے گا [3] ترمذی ابن ماجہ عن ابن عمر

ہیں علم کے حریص کو جنت کی بشارت ہے انشاء اللہ علم دین کا متلاشی مرتے ہی جنتی ہے علماء فرماتے ہیں کہ کسی کو اپنے خاتمہ کی خبر نہیں سوا عالم دین کے
کہ ان کے لیے حضور نے وعدہ فرمالیا کہ اللہ جس کی بھلائی چاہتا ہے اُسے علم دین دیتا ہے ؞

[1] یعنی اگر کسی عالم سے دینی ضروری مسئلہ پوچھا جائے اور وہ بلاوجہ نہ بتلائے تو قیامت میں وہ جانوروں سے بدتر ہوگا کہ جانور کے منہ میں
چمڑے کی لگام ہوتی ہے اور اس کے منہ میں آگ کی لگام ہوگی، خیال رہے کہ یہاں علم سے مراد حرام حلال فرائض واجبات وغیرہ تبلیغی مسائل ہیں
جنکا چھپانا جرم ہے عالم پر شرعی مسئلہ بتانا ضروری ہے نہ کہ لکھنا لہذا مفتی فتوے لکھنے کی اجرت لے سکتا ہے خصوصًا وہ فتوٰی جن پر مقدمے
چلتے ہیں اور مفتی کو کچہریوں میں حاضری دینی پڑتی ہے رب فرماتا ہے۔ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ [2] آپ انصاری ہیں خزرجی ہیں عقبہ
ثانیہ کی بیعت میں شریک تھے اسلام کے نامور شعراء میں سے ہیں آپ غزوۂ تبوک میں رہ گئے تھے اس پر آپ کا بائیکاٹ کیا گیا پھر کچھ عرصہ بعد آپ کی اور آپ
کے دو ساتھیوں ہلال ابن امیہ اور مرارہ ابن ربیعہ کی توبہ قبول ہوئی رب فرماتا ہے وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا آپ آخر میں نابینا ہوگئے تھے،
۷۷ سال عمر ہوئی ۵۰ھ میں وفات [3] یعنی جو دینی علم دین کیلئے نہ سیکھے بلکہ عزت یا مال حاصل کرنے یا دین میں فساد پھیلانے کیلئے سیکھے تو اوّل
درجہ کا جہنمی ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو قرآن کے ترجمہ دیکھ کر اور چار حدیثیں پڑھ کر آئمہ مجتہدین اور علماء دین کے منہ آنے کی کوشش
کرتے ہیں اللہ تعالٰی نیت خیر عطا فرمائے خیال رہے کہ علماء کا مناظرہ اور ہے مقابلہ کچھ اور مناظرہ میں تحقیق حق مقصود ہوتی ہے مقابلہ
میں اپنی بڑائی کا اظہار بوقت ضرورت مناظرہ اچھا ہے مقابلہ بُرا یہاں مقابلہ کی برائی مذکور ہے مناظرے آئمہ
مجتہدین بلکہ صحابہ کرام میں بھی ہوئے ؞

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَعْنِیْ رِيْحَهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ ؛ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيْهٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی وہ علم سیکھے جس سے اللہ کی رضا ڈھونڈی جاتی ہے صرف اس لیے کہ اس سے دنیاوی سامان حاصل کرے[1] وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہ پائے گا[2] (احمد ابوداؤد ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس بندے کو ہرا بھرا رکھے جو میرا کلام سنے اسے یاد رکھے خیال رکھے اور پہنچا دے[3] کیونکہ بہت سے فقہ اٹھانے والے خود غیر فقیہ ہیں اور بہت لوگ اپنے سے بڑے فقیہ تک فقہ اٹھاتے ہیں[4]

[1] یہ حدیث گذشتہ احادیث کی شرح ہے جس میں فرمایا گیا کہ علم دین رضائے الٰہی کیلئے حاصل کرو اسے صرف دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ دنیا کے سامان سے روپیہ پیسہ بھی مراد ہے اور دنیوی عزت وجاہ بھی، مرقاۃ نے فرمایا کہ علم دین کے ذریعہ دنیا حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دنیا اصل مقصود ہو اور علم دین محض اسکا وسیلہ یہ سخت برا ہے وہی یہاں مراد ہے، دوسرے یہ کہ علم دین سے دین ہی مقصود ہو مگر تبعًا دنیا بھی حاصل کی جائے تاکہ فراغت سے خدمت دین ہو سکے یہ ممنوع نہیں کیونکہ اب دین مقصود ہے اور دنیا اسکا وسیلہ فقیر عالم کا وعظ دلوں میں مؤثر نہیں ہوتا حضرات خلفائے راشدین نے خلافت پر تنخواہیں لیں جہاد کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر فقط غنیمت کیلئے کرتا ہے تو برا اور اگر تبلیغ دین کیلئے ہے اور غنیمت و ملک اس کا وسیلہ ہے تو اچھا ہے [2] یعنی اولًا، اگرچہ ریاکاری کی سزا بھگت کر یا حضور کی شفاعت کے ذریعہ معافی ہو جائے [3] یہ حدیث تاقیامت محدثین کو شامل ہے یعنی اللہ تعالٰی حافظ اور مبلغ حدیث کو دنیا میں پھلا پھولا رکھے اور آخرت میں اسکا چہرہ تروتازہ رکھے اور اس زمرے میں داخل کرے وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ حضور کی یہ دعا قبول ہے خدام حدیث بفضلہ تعالٰے دین و دنیا میں شاد و آباد ہیں جیسا کہ تجربہ بتا رہا ہے حدیث کا ذکر کرنا حفظ ہے اور یاد رکھنا بھول نہ جانا وعا، بعض محدثین قرآن کی طرح حدیث بھی یاد کرتے تھے [4] اس حدیث میں صراحتًا فرمایا گیا کہ محدث براہ راست حدیث پر عمل نہ کرے ورنہ دھوکا کھائے گا بلکہ مجتہد فقیہ پر پیش کرے اسکی تقلید کر کے اسکے بتلائے ہوئے مطالب پر عمل کرے فقیہ روحانی طبیب ہے، اور محدث روحانی عطار، پنساری عطار اپنی دکان کی دوائیں حکیم سے پوچھ کر ہی استعمال کرتا ہے اسی لیئے قریبًا سارے محدثین مقلد ہیں اسی حدیث پر عامل ہیں اس سے اُن لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیئے جو چند ریشوں کے تراجم پڑھ کر تقلید سے منہ پھیر لیتے ہیں قرآن وحدیث کے سمندر میں خود چھلانگ نہ لگاؤ کسی امام کے جہاز میں بیٹھ کر پار کرو، فقہ سے مراد وہ حدیث ہے جس سے شرعی احکام مستنبط ہو سکیں سرکار کا مقصد شریف

مِنْهُ ثَلٰثٌ لَا يَغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَالنَّصِيْحَةُ لِلْمُسْلِمِيْنَ وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِهِمْ فَاِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيْطُ مِنْ وَّرَائِهِمْ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْمُدْخَلِ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اِلَّا اَنَّ التِّرْمِذِيَّ وَاَبَادَاؤدَ لَمْ يَذْكُرَا ثَلٰثٌ لَا يَغِلُّ عَلَيْهِنَّ اِلٰى اٰخِرِهٖ **وَعَنْ** ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهٗ كَمَا سَمِعَهٗ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى لَهٗ مِنْ سَامِعٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

مسلمانوں کا دل تین چیزوں پر خیانت نہیں کرتا[۱] اللہ کے لیے عمل خالص کرنا[۲] مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کی جماعت کو لازم پکڑنا[۳] کیونکہ ان کی دعا ماسوا کو شامل ہے[۴] اسے شافعی اور بیہقی نے مدخل میں روایت کیا احمد ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ اور دارمی نے زید ابن ثابت سے روایت کیا مگر ترمذی اور ابوداؤد نے ثلث لایغل الخ کا ذکر نہ کیا روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ اُسے ہرا بھرا رکھے جو ہم سے کچھ سنے[۵] پھر جیسا سنے ویسا ہی پہنچا دے[۶] کیونکہ بہت سے پہنچائے ہوئے سننے والے سے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں اسے ترمذی

یہ ہے بہت دفعہ ایسا ہوگا کہ میری حدیث یاد کرنے والے مسائل استنباط نہ کرسکیں گے اور جنہیں حدیث پہنچے گی ان میں استنباط کی قدرت ہوگی لہذا محدث حدیث کو قید نہ کریں بلکہ فقہاء تک پہنچائیں خیال رہے کہ حدیث کا مبدا حضور کی ذات اقدس ہے اور منتہیٰ فقیہ پر پہنچ کر ہی ختم ہوتا ہے ؂

[۱] اس جملہ کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ یَغِلُّ بمعنے (رب) ہے یعنی جس دل میں ان تین عملوں میں سے کوئی عمل آجائے تو اس دل میں خیانت کینہ حسد نہیں رہتا دوسرے یہ کہ یَغِلُّ اپنے ہی معنے میں ہے یعنی مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ ان تین کاموں میں کوتاہی نہیں کرتا پہلے معنے زیادہ قوی ہیں یہ تین چیزیں دلی بیماریوں کی دوائیں ہیں[۲] کہ نیک اعمال نہ دنیا حاصل کرنے کیلئے کرے نہ جنت پانے اور دوزخ سے بچنے کے لیئے محض رب کی رضا کیلئے کرے جب رب راضی ہوجائے سب کچھ حاصل ہے[۳] اسطرح کہ بقدر طاقت مسلمانوں کی مدد کرے جو اپنے لیئے پسند نہ کرے ان کیلئے بھی پسند نہ کرے عقائد اور نیک اعمال میں انکے ساتھ رہے خلوت پر جلوت کو ترجیح دے اسی لیئے اسلام نے جمعہ و عیدین وغیرہ میں جماعت فرض کی[۴] یعنی جماعت مسلمین کی دعا لوگوں کو گمراہی شیطان کے فریب سے محفوظ رکھتی ہے جماعت سے الگ رہنے والا ان کی دعا سے محروم ہے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی دعا حفاظتی قلعہ ہے[۵] یعنی مجھ سے یا میرے صحابہ سے میرا یا ان کا کوئی قول یا عمل سنے لہذا حدیث چار قسم کی ہوئی حضور کا قول اور فعل صحابہ کا قول اور فعل اسی لیئے مِنّا جمع اور شَیْئًا نکرہ ارشاد ہوا[۶] اس طرح کہ مضمون نہ بدلے یا حدیث کے الفاظ میں فرق نہ پیدا ہو خیال رہے کہ ابن عمر، مالک ابن انس، ابن سیرین وغیرہم کے

وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا الْحَدِيْثَ عَنِّيْ اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَجَابِرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ اِتَّقُوا الْحَدِيْثَ عَنِّيْ اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ

ابن ماجہ نے روایت کیا اور دارمی نے ابو درداء سے روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری حدیث روایت کرنے سے بچو سوا اُن کے جن کو تم جانتے ہو[1] کیونکہ جو عمداً مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ آگ کا بنائے[2] اسے ترمذی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود اور جابر سے نقل فرمایا اور اتقوا الحدیث الخ کا ذکر نہ کیا روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو قرآن میں

نزدیک حدیث کی روایت بالمعنٰی حرام ہے کیونکہ بسااوقات لفظ کے بدلنے سے معنی بدل جاتے ہیں اور راوی کو خبر نہیں ہوتی اور امام حسن، شعبی، نخعی و مجاہد وغیرہم کے نزدیک روایت بالمعنٰی جائز کہ راوی حدیث کے الفاظ اس طرح بدل دے کہ معنٰی نہ بدلیں پہلے قول میں احتیاط ہے دوسرے میں گنجائش، بہتر یہی ہے کہ الفاظ بھی نہ بدلیں دیکھئے حضرت وائل ابن حجر نے نماز کی آمین کے بارے میں فرمایا مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ بعض راویوں نے اسے رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ سے روایت کیا وہ سمجھے کہ دونوں کے معنٰی ایک ہی ہیں مگر بعد والوں کو دھوکہ لگا کہ شاید اس کے معنٰی ہیں بلند آواز سے آمین کہی، حالانکہ اس کا ترجمہ تھا کہ آمین کھینچ کر الف کے مد کے ساتھ کہی، روایت بالمعنٰی میں یہ خطرے ہیں اس لیئے فرمایا کہ جیسی سنے ویسی پہنچائے۔

[1] یقین سے یا گمانِ غالب سے کہ وہ میری حدیث ہے لہذا حدیث متواتر اور مشہور بے دھڑک روایت کرو اور حدیث ضعیف کا ضُعف بیان کرکے اور حدیث موضوع کو ہاتھ مت لگاؤ وہاں لوگوں کو بچانے کے لیئے یہ بتا سکتے ہو کہ یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے اسی بنا پر بعض محدثین نے حتی الامکان حدیث ضعیف کی روایت ہی نہ کی جیسے امام بخاری و مسلم اور بعض نے روایت تو کی مگر بیانِ ضُعف لازم کرلیا جیسے امام ترمذی غرضکہ حدیث میں بڑی احتیاط چاہیئے، مرقاۃ نے فرمایا کہ تحریر پر اعتماد کرکے روایت حدیث جائز ہے [2] اگرچہ ہر ایک پر جھوٹ باندھنا بہتان اور گناہ ہے مگر حضور انور صلی اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھنا بہت گناہ ہے کہ اس سے دین بگڑتا ہے مُتَعَمِّدًا کی قید سے معلوم ہوا کہ خطا پر پکڑ نہیں، اگر کسی حدیث کے موضوع ہونے کی خبر نہ ہوئی، اور روایت کردی تو مجرم نہیں۔

بِرَائِهٖ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ
فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ **وَعَنْ جُنْدُبٍ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِرَائِهٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَاَ رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ ۔ **وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلْمِرَاءُ فِي الْقُرْاٰنِ كُفْرٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ ۔ **وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ** عَنْ اَبِيْهِ

اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے ؎۱ اور ایک روایت میں ہے کہ جو قرآن میں بغیر علم کچھ کہے وہ
اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے ؎۲ (ترمذی) روایت ہے حضرت جندب سے ؎۳ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ جو قرآن میں اپنی رائے سے کہے پھر ٹھیک بھی کہہ دے تب بھی خطا کر گیا ؎۴ (ترمذی) وابوداؤد
روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن میں جھگڑنا کفر ہے
؎۵ (احمد وابوداؤد) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے

؎۱ یعنی قرآن کی تفسیر بالرائے کرنے والا جہنمی ہے خیال رہے کہ قرآن کی بعض چیزیں نقل پر موقوف ہیں جیسے شان نزول، ناسخ منسوخ، تجوید کے قواعد انہیں رائے سے بیان کرنا حرام ہے وہی یہاں مراد ہے اور بعض چیزیں شرعی عقل سے بھی معلوم ہوسکتی ہیں جیسے آیات کے علمی نکات اچھی اور صحیح تاویلیں پیدا ہونے والے اعتراضات کے جوابات وغیرہ ان میں نقل لازم نہیں غرضکہ قرآن کی تفسیر بالرائے حرام ہے اور تاویل بالرائے علمائے دین کے لیئے باعث ثواب ۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق اور مرقاۃ میں اسی مقام پر دیکھو رب تعالٰی فرماتا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ معلوم ہوا کہ قرآن میں تدبر و تفکر کا حکم ہے ۔ ؎۲ اس میں اشارۃً فرمایا کہ علماء کو قرآنی تاویلات کی اجازت ہے جہلاء کو یہ بھی حرام، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو فقط ترجمۂ قرآن سے غلط مسئلے مستنبط کرکے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں حدیث و قرآن کے فقط ترجمے بغیر فقہ کی روشنی کے عوام کیلئے زہر قاتل ہیں ؎۳ آپ کا نام جندب ابن عبداللہ ابن سفیان علقی بجلی ہے علق قبیلہ بجل کا ایک بطن ہے مشہور صحابی ہیں ۔ عبداللہ ابن زبیر کی وفات کے چار سال بعد وفات ہوئی ؎۴ یعنی اگر عالم قرآن کی رائے سے تفسیر کرے، یا جاہل رائے سے تاویل کرے اور اتفاقًا وہ تفسیر و تاویل درست ہو تب بھی وہ دونوں گنہگار ہوں گے کیونکہ انہوں نے ناجائز کام کیا اور ممکن ہے کہ آئندہ اس پر دلیر ہو کر غلطی بھی کر جائیں، علماء فرماتے ہیں کہ تفسیر قرآن کیلئے عالم کو پندرہ علموں میں پوری مہارت چاہیئے تب وہ قرآن کو ہاتھ لگائے ایسا عالم اگر تاویل قرآن میں غلطی بھی کرے تب بھی ثواب پائیگا مجتہد کی خطا پر ایک ثواب ہے، اور صحت پر دو جیسا کہ آئندہ احادیث میں آئیگا تفسیر و تاویل کا فرق ہم اوپر عرض کر چکے ہیں تفسیر میں یقین ہوتا ہے جو نقل پر موقوف ہے تاویل میں ظن غالب، خیال رہے کہ قرآن کی وہ تاویل جو نقل کے خلاف ہو حرام ہے ؎۵ یعنی آیات قرآنیہ کے معانی میں ایسا جھگڑا کرنا جس سے لوگ شک میں مبتلا ہو جائیں قریبًا کفر ہے کیونکہ لوگوں کے کفر کا ذریعہ ہے یا متشابہات کی تاویلوں میں جھگڑنا کفران نعمت ہے یا قرآنی آیات اور آیات کی متواتر قرأتوں میں یہ جھگڑا کرنا کہ یہ کلام الٰہی ہیں یا نہیں کفر ہے

عَنْ جَدِّہٖ قَالَ سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَوْمًا یَتَدَارَءُوْنَ فِی الْقُرْاٰنِ فَقَالَ اِنَّمَا ھَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِھٰذَا ضَرَبُوْا کِتَابَ اللّٰہِ بَعْضَہٗ بِبَعْضٍ وَّاِنَّمَا نَزَلَ کِتَابُ اللّٰہِ یُصَدِّقُ بَعْضُہٗ بَعْضًا فَلَا تُکَذِّبُوْا بَعْضَہٗ بِبَعْضٍ فَمَا عَلِمْتُمْ مِنْہُ فَقُوْلُوْا وَمَا جَھِلْتُمْ فَکِلُوْہُ اِلٰی عَالِمِہٖ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ۔

وہ اپنے دادا سے راوی [1] فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو قرآن میں جھگڑا کرتے سنا [2] تو فرمایا کہ اس حرکت سے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوگئے کہ انہوں نے بعض کتاب کو بعض سے ٹکرایا [3] کتاب اللہ تو اس لیے اتری کہ بعض بعض کی تصدیق کرے لہٰذا تم بعض کو بعض سے جھٹلاؤ نہیں [4] جس قدر کتاب جانو کہو جو نہ جانو اُسے عالم کے سپرد کرو [5] (احمد ابن ماجہ)

یا قرآن کو اپنی رائے کے مطابق بنانے میں جھگڑنا کہ ہر ایک اپنی رائے اور ایجاد کردہ مذہب کے مطابق اس کا ترجمہ یا تفسیر کرے، یہ کفر ہے، بہرحال حدیث بالکل واضح ہے اور اسے مفسرین اور مجتہدین کے اختلاف سے کوئی تعلق نہیں وہ جھگڑا نہیں بلکہ تحقیق ہے۔

[1] پہلے بیان کیا جاچکا کہ آپ کا نام عمرو ابن شعیب ابن محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہے، عبداللہ ابن عمرو ابن عاص صحابی ہیں اور ان کے بیٹے محمد تابعی، اگر جَدِّہٖ کی ضمیر عمرو کی طرف لوٹے تو یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ عمرو کے دادا محمد تابعی ہیں اور اگر شعیب کی طرف لوٹے تو یہ حدیث متصل ہے کیونکہ شعیب کے دادا عمرو ابن عاص صحابی ہیں غرضکہ مُدلَّس ہے (از مرقاۃ) [2] اسطرح کہ ایک شخص اپنا قول ایک آیت سے ثابت کررہا ہے اور دوسرا اس کے خلاف دوسری آیت سے جس سے سننے والے کو شبہ پیدا ہو کہ قرآنی آیتیں یکساں نہیں ان میں سخت تعارض و اختلاف ہے جیسے ایک کہے، کہ خیر و شر اللہ کی طرف سے ہے رب فرماتا ہے قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ اور دوسرا کہے کہ نہیں خیر رب کی طرف سے ہے شر ہماری طرف سے رب فرماتا ہے مَاۤ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَاۤ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ یہ ہے قرآن میں جھگڑا جو حرام بلکہ کبھی کفر ہے [3] یعنی تعارض دکھایا یہ عیسائی و یہودی وغیرہ تھے جو توریت و انجیل کی آیتوں میں مطابقت نہ کرسکے، بہت سے فرقے بنا بیٹھے اور ہر فرقہ ان کتابوں کی بعض آیات سے دلیل پکڑنے لگا اللہ محفوظ رکھے [4] کتاب اللہ سے مراد یا قرآن شریف ہے یا ساری آسمانی کتب پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں یعنی قرآنی آیات آپس میں مخالف نہیں بلکہ یکساں ہیں اگر تعارض معلوم ہو تو ہماری سمجھ کا قصور ہے یا ہم تاریخ سے بے خبر ہیں ناسخ منسوخ کو نہیں پہچانتے یا ہم آیتوں کے معانی کو صحیح نہ سمجھے [5] سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے کہ جاہل قرآن کی تفسیر کو ہاتھ نہ لگائے جب بے علم مریض کا علاج نہیں کرتا، انجن کی مشین کو ہاتھ نہیں لگاتا بلکہ ناتجربہ کار حجام سر نہیں مونڈتا تو ہر بے خبر تفسیر قرآن کو کیوں ہاتھ لگائے۔

لطیفہ کسی نے ایک عالم سے کہا کہ قیامت کا دن کتنا بڑا ہے قرآن اسے ایک ہزار سال کا بھی کہتا ہے اور پچاس ہزار سال کا بھی حدیث نے تو غضب ہی کردیا۔ وہ فرماتی ہے کہ چار رکعت نماز پڑھنے کی بقدر ہوگا، نہ قرآن کا اعتبار نہ حدیث کا العیاذ باللہ عالم نے فرمایا کہ قرآن و حدیث صحیح ہیں تیری سمجھ غلط وہ دن ایک ہزار برس کا ہے لیکن کفار کو تکلیف کی وجہ سے پچاس ہزار سال کا اور مومن کو راحت کی وجہ سے

وَعَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ لِکُلِّ اٰیَةٍ مِّنْهَا ظَهْرٌ وَّبَطْنٌ وَلِکُلِّ حَدٍّ مُّطَّلَعٌ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن سات طریقوں پر اترا [1] ان میں سے ہر آیت کا ظاہر بھی ہے باطن بھی [2] اور ہر ظاہر و باطن کی ایک حد ہے جہاں سے اطلاع ہے [3] (شرح سنہ)

دس منٹ کا محسوس ہوگا جیسے ایک ہی رات بیمار کو لمبی تندرست کو چھوٹی اور جو محبوب کے پاس گزارے آسے منٹوں کی محسوس ہوتی ہے۔

[1] طریقوں سے مراد یا تو عربی لغتیں ہیں چونکہ عرب میں سات قبیلے فصاحت و بلاغت میں مشہور تھے قریش، ثقیف، طے، ہوازن، ہذیل یمنی، تمیم اور ان کی زبانوں کا آپس میں کچھ اختلاف تھا جیسے دہلی اور لکھنؤ والوں کی اردو میں قدرے فرق ہے، نزول قرآن قریش کی زبان میں ہوا جو دوسرے قبیلوں پر قدرے بھاری تھی اسلئے ان کو اجازت دی گئی کہ اپنی اپنی زبانوں میں تلاوت کریں زمانہ نبوی میں عام تلاوت قرشی زبان میں ہوتی تھی۔ مگر بعض لوگ دوسری قرأتوں میں بھی تلاوت کرتے تھے حضور کے پردہ فرمانے کے بعد یہ اختلاف فساد کا باعث بننے لگا عہد عثمانی میں جب قرآن پاک کو کتابی شکل میں جمع کیا گیا تو لغتِ قریش کو ملحوظ رکھا گیا جس میں قرآن کا نزول ہوا تھا باقی قرأتیں ختم کر دی گئیں تاکہ مسلمانوں میں یہود و نصارٰی کا سا اختلاف نہ ہو اس میں قرآن کی تبدیلی نہ تھی بلکہ فتنہ کا دفع کرنا تھا جیسے وَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ میں لفظ اُفٍّ لغت قریش میں الف کے پیش ف کے شد اور زیر و تنوین سے ہے دیگر لغتوں میں الف کے زبر یا زیر ف کا زبر یا زیر بغیر تنوین شد اور بغیر شد کے ہے معنٰے ایک ہیں لفظوں میں اتنا اختلاف یا اس سے مراد سات قرأتیں ہیں یا مَالِکِ مَلِکِ مَلِیْکِ یَوْمِ الدِّیْنِ وغیرہ یا مطلب یہ ہے کہ سات معانی پر اترا، امر، نہی، مثالیں قصے، وعدے، وعیدیں اور نصیحتیں یا سات چیزیں لے کر اترا، عقائد، احکام، اخلاق، حرام، حلال، محکم، متشابہ اور بھی اس کی بہت تفسیریں کی گئیں ہیں [2] یعنی قرآن کی ہر آیت کی ظاہری مراد بھی ہے اور باطنی بھی، ظاہری مراد اس کا لفظی ترجمہ ہے باطنی مراد اس کا منشاء اور مقصد یا ظاہر شریعت ہے اور باطن طریقت یا ظاہر احکام ہیں اور باطن اسرار یا ظاہر وہ ہے جس پر سب علماء مطلع ہیں اور باطن وہ جس سے صوفیائے کرام خبردار ہیں یا ظاہر وہ جو نقل سے معلوم ہو باطن وہ جو کشف سے معلوم ہو جیسے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ اس کے ظاہری معنٰے یہ ہیں کہ اپنے قریبی کافروں پر لوہے کی تلوار وغیرہ سے جہاد کرو باطن یہ ہے کہ قریبی کافر اپنے نفس امارہ پر مجاہدے کی تلوار اور اعانتِ یار سے جہاد کرو [3] حد مطلع وہ پہاڑ کی چوٹی یا اونچا ٹیلہ ہے۔ جہاں سے دور تک چیزیں دیکھی جاسکیں یعنی قرآن کے ظاہر و باطن معلوم کرنے کے علیحدہ مقامات ہیں چنانچہ اس کا ظاہر علماء سے اور باطن مشائخ سے معلوم ہوتا ہے یا ظاہر قال سے باطن حال سے یا ظاہر نحو سے باطن فنا اور محو سے یا ظاہر کتابوں سے باطن کسی کی نظر سے شعر دین مجو اندر کتب اے بے خبر؛ علم و حکمت از کتب دین از نظر؛ صد کتاب و صد ورق در نار کن؛ روئے دل را جانب دلدار کن؛ غرضکہ جیسے قرآن کے ظاہر کے الفاظ میاں جی سے تجوید قاری سے حفظ حافظ سے معانی عالم سے احکام مجتہد سے سیکھے جاتے ہیں ایسے ہی اس کے اسرار

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعِلْمُ ثَلٰثَةٌ اٰيَةٌ مُّحْكَمَةٌ اَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ اَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ وَمَا كَانَ سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكِ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُصُّ اِلَّا اَمِيْرٌ اَوْ مَاْمُوْرٌ اَوْ مُخْتَالٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ فِيْ رِوَايَتِهٖ اَوْ مُرَاءٍ بَدَلَ اَوْ مُخْتَالٌ ۔

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ علم تین ہیں ظاہر آیتیں ثابت و مضبوط سُنّت ان کے برابر فریضہ [1] جو ان کے سوا ہیں وہ زیادتی ہے [2] (ابو داؤد ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک اشجعی سے [3] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قصہ گوئی نہیں کرتے مگر حاکم یا محکوم یا متکبر [4] اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور دارمی نے حضرت عمرو ابن شعیب سے انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے اور اُن کی روایت میں مختال کی بجائے ریاکار ہے

مشائخ سے حاصل کئے جائیں ہر ایک کا حدِ مطلع علیحدہ ہے خیال رہے کہ مشائخ وہ حضرات ہیں جو شریعت و طریقت کے جامع ہوں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پروانے ہوں آپ کے دین کے سچے مبلغ ہوں وہ جاہل صوفی جو فقط میراثی ولی بنے بیٹھے ہیں۔ فاسق و فاجر ہیں وہ مراد نہیں ؛

[1] یعنی علم دین ان چیزوں کا جاننا ہے احکام کی غیر منسوخ آیتیں مع تفصیل اور صحیح غیر منسوخ حدیثیں اجماعِ اُمت اور قیاس جو کتاب و سنّت کی طرح واجب العمل ہیں خیال رہے کہ یہاں فریضہ سے مراد علمِ فرائض و میراث نہیں کہ وہ کتاب و سنّت میں آگیا بلکہ علم فقہ ہی مراد ہے عادلہ بمعنے عدیل و مثل (مرقاۃ و اشعہ) [2] یعنی ان تین کے علاوہ باقی علوم علم دین نہیں بلکہ زائد یا فضول ہیں خیال رہے کہ صرف و نحو وغیرہ قرآن و حدیث سمجھنے کیلئے ہیں اور اصول فقہ و اصول حدیث وغیرہ ان علوم کے خدام جو ان کو اپنا مقصود بنا لے بڑا بے وقوف ہے شعر، علمِ دین فقہ است تفسیر و حدیث ؛ ہر کہ جوید غیر ازیں باشد خبیث ؛ [3] آپ مشہور صحابی ہیں جنگِ خیبر میں حضور کے ساتھ تھے فتح مکہ کے دن قبیلۂ اشجع کا پرچم آپ کے ہاتھ میں تھا شام میں رہے اور ۷۳ھ میں وہیں وفات ہوئی

[4] اصطلاح میں سیاسی لیکچر اور عام خطابوں کو قصہ کہا جاتا ہے جس میں احکام شرعیہ کی تبلیغ ہو اسے وعظ نصیحت کہتے ہیں آج کل کے عام مروّجہ وعظ قصے ہیں اور واعظین قاص یعنی سیاسی لیکچرر یا بادشاہ کرتے ہیں۔ یا اُن کے ماتحت حکام یا سیاسی متکبر لیڈر قوم میں اپنا وقار بڑھانے کے لیئے علماء کا یہ کام نہیں علماء کا وعظ شرعی احکام کا چشمہ اور تبلیغ کا منبع ہونا چاہیئے ، یہ حدیث ہدایت کا گنجینہ ہے ؛

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اُفْتِیَ بِغَیْرِ عِلْمٍ كَانَ اِثْمُهٗ عَلٰی مَنْ اَفْتَاهُ وَمَنْ اَشَارَ عَلٰی اَخِیْهِ بِاَمْرٍ یَعْلَمُ اَنَّ الرُّشْدَ فِیْ غَیْرِهٖ فَقَدْ خَانَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ مُعَاوِیَةَ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْاُغْلُوْطَاتِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْاٰنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَاِنِّیْ مَقْبُوْضٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ ۔ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَشَخَصَ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بے علم فتوے دے اُس کا گناہ فتوے لینے والے پر ہے[۱] اور جو اپنے بھائی کو کسی چیز کا مشورہ یہ جانتے ہوئے دے کہ درستی اس کے علاوہ میں ہے اُس نے اُس کی خیانت کی[۲] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے معموں سے منع فرمایا[۳] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ علم میراث اور قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کہ میری وفات ہونے والی ہے[۴] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ سرکار

[۱] اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ جو شخص علماء کو چھوڑ کر جاہلوں سے مسئلہ پوچھے اور وہ غلط مسئلہ بتائیں تو پوچھنے والا بھی گنہگار ہوگا کہ یہ عالم کو چھوڑ کر اسکے پاس کیوں گیا، نہ یہ پوچھتا، نہ وہ غلط بتاتا، اس صورت میں اُفْتِیَ بمعنے اِسْتَفْتٰی ہے دوسرے یہ کہ جس شخص کو غلط فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتوے دینے والے پر ہے اس صورت میں پہلا اُفْتِیَ مجہول ہے خلاصہ یہ ہے کہ بے علم مسئلہ شرعی بیان کرنا سخت جرم ہے [۲] یعنی اگر کوئی مسلمان کسی سے مشورہ حاصل کرے اور وہ دانستہ غلط مشورہ دے تاکہ وہ مصیبت میں گرفتار ہوجائے تو وہ مشیر کا خائن ہے خیانت صرف مال ہی میں نہیں ہوتی راز، عزت، مشورے تمام میں ہوتی ہے [۳] یعنی عوام پر فقہی معمے پیش کرنا اور انہیں حل نہ کرنا یا علماء کا ایک دوسرے کو ذلیل کرنے اور اپنی فوقیت ظاہر کرنے کیلئے شرعی معمے پوچھنا ناجائز ہے کہ یہ مومن کی ایذاء کا سبب ہے، طالب علموں سے ان کا ذہن تیز کرنے کے لیئے اُستاد کا فقہی معمے پوچھنا بالکل جائز ہے جیسے یہ پوچھنا کہ وہ کونسا سفر ہے جس میں قصر نہیں یا وہ کونسی صورت ہے کہ نمازی اپنے گھر میں وقتی نماز قصر پڑھے یا وہ کونسی صورت ہے کہ نماز پڑھی جائے تو نہ ہو بعد میں خود بخود ہوجائے یا وہ کون بزرگ ہیں جنکی اپنی عمر چالیس سال بیٹے کی ایک سو بیس سال اور پوتے کی نوے سال اور تینوں بیک وقت زندہ ہیں اس قسم کے بہت سے معمے علامہ شامی وغیرہ نے ارشاد فرمائے، اس سے ذہن تیز کرنا مقصود ہے نہ کہ کسی کو ذلیل کرنا [۴] یعنی میں تم میں ہمیشہ رہونگا نہیں میری وفات سے پہلے قرآن حکیم کے سارے احکام خصوصًا علم میراث مجھ سے سیکھ لو اور تمہارے بعد والے تم سے، چونکہ علم میراث سے عدل و انصاف قائم ہے باقی تمام علوم کا تعلق زندگی سے ہے اور اسکا تعلق موت سے، نیز قرب قیامت یہ علم دنیا سے اُٹھ جائیگا اسلیے خصوصیت سے اسکے سیکھنے کی تاکید فرمائی۔

بِبَصَرِهٖ اِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ هٰذَا اَوَانٌ يُخْتَلَسُ فِيْهِ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتّٰى لَا يَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلٰى شَیْءٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ ❊ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رِوَايَةً يُوْشِكُ اَنْ يَّضْرِبَ النَّاسُ اَكْبَادَ الْاِبِلِ يَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ فَلَا يَجِدُوْنَ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِيْنَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَفِیْ جَامِعِهٖ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اَنَّهٗ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَمِثْلُهٗ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ اِسْحَاقُ بْنُ مُوْسٰى وَسَمِعْتُ ابْنَ عُيَيْنَةَ اَنَّهٗ قَالَ هُوَ الْعُمَرِیُّ الزَّاهِدُ وَاسْمُهٗ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ❊ وَعَنْهُ فِيْمَا اَعْلَمُ عَنْ

نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی پھر فرمایا کہ یہ وہ وقت ہے جب علم لوگوں سے اٹھالیا جائے گا حتی کہ کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے [1] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے [2] کہ لوگ تلاش علم کرتے ہوئے اونٹوں کی سینہ کوبی کریں گے تو مدینہ کے ایک عالم سے بڑا کوئی عالم نہ پائیں گے [3] اسے ترمذی نے روایت کیا اور جامع ترمذی میں ہے کہ ابن عیینہ نے فرمایا کہ وہ مالک ابن انس ہیں اور ایسے ہی عبدالرزاق سے روایت ہے [4] اسحاق ابن موسیٰ نے فرمایا کہ میں نے ابن عیینہ کو سنا وہ فرماتے ہیں کہ وہ عمری زاہد ہیں ان کا نام عبدالعزیز ابن عبداللہ ہے [5] روایت ہے اُنہی سے میری دانست میں

[1] علم سے علمِ دین مراد ہے اور یہ واقعہ قیامت کے قریب ہوگا جب مال بڑھ جائیگا علم دین گھٹ جائیگا بلکہ فنا ہوجائیگا کہ علماء وفات پاجائیں گے اور پیدا نہ ہوں گے اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ حضور کی نگاہ صدہا سال بعد آنے والے واقعات کو بھی ملاحظہ فرمالیتی ہے ان کیلئے معدوم موجود کھلی چھپی سب چیزیں یکساں ہیں کہ فرمارہے ہیں هٰذَا اَوَانٌ جیسے ہم خیال اور خواب میں اگلی پچھلی چیزیں شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں بادشاہِ مصر نے آنے والے قحط کے سال گائے اور بالیوں کی شکل میں خواب دیکھے انبیاء انکے طفیل سے بعض اولیاء کی نگاہیں ہمارے خواب وخیال سے زیادہ تیز ہوتی ہیں مولانا فرماتے ہیں۔ **شعر** اب
بلکہ قبل اززادنِ تو سالہا ❊ مرترا بیند بچندیں حالہا ❊ حضور نے معراج میں دوزخیوں کے وہ عذاب ملاحظہ فرمالیئے جو بعدِ قیامت ہونگے
[2] یعنی یہ قول اُن کا اپنا نہیں بلکہ حضور کا فرمان ہے۔ حدیث مرفوع ہے موقوف نہیں [3] یعنی میرے بعد قریب ہی لوگ تلاشِ علم میں ہر طرف سفر کریں گے اور مدینہ منورہ میں ایک ایسا عالم ہوگا کہ اس کے مقابلے میں اس وقت مدینہ میں بھی کوئی عالم نہ ہوگا چہ جائیکہ اور جگہ [4] یعنی ان دو بزرگوں کی رائے ہے کہ اس عالم سے مراد حضرتِ امام مالک ہیں کہ آپ امامِ مذہب ہیں امام شافعی کے استاد ہیں خیال رہے کہ یہ اس وقت کے لحاظ سے ہے ورنہ امام مالک سے پہلے حضرات امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہم بڑے بڑے علماء گزرے۔
[5] آپ کا نام عبداللہ ابنِ حفص ابنِ عاصم ابنِ خطاب ہے مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ یہ واقعہ قریب قیامت ہوگا جب کہ علمِ دین مدینہ منورہ میں محدود ہوجائے گا واللہ اعلم ❊

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ ٭ وَعَنْ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعُذْرِیِّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْمِلُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُہٗ یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاْوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ کِتَابِ الْمُدْخَلِ مُرْسَلًا وَسَنَذْکُرُ حَدِیْثَ جَابِرٍ فَاِنَّمَا شِفَاءُ

وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی[1] کہ فرمایا یقیناً اللہ تعالٰے اس اُمت کے لیے ہر سو برس پر ایک مجدد بھیجتا رہے گا جو ان کا دین تازہ کرے گا[2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابراہیم ابن عبدالرحمان عذری سے[3] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اس علم کو ہر پچھلی جماعت میں سے پرہیزگار لوگ اٹھاتے رہیں گے[4] جو غلو والوں کی تبدیلیاں اور جھوٹوں کی دروغ بیانیاں اور جاہلوں کی ہیر پھیر اُس سے دور کرتے رہیں گے[5] اسے بیہقی نے مدخل میں مرسلاً روایت کیا[6] ہم حضرت جابر کی حدیث فانما شفاءُ

[1] یہ کلام کسی نیچے کے راوی کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے یہ حدیث حضور سے روایت کی انکا خود اپنا قول نہیں [2] یعنی اس امت کی یہ خصوصیت ہے کہ یوں تو اس میں ہمیشہ ہی علماء اور اولیاء ہوتے رہیں گے لیکن ہر صدی کے اول یا آخر میں خصوصی مصلحین پیدا ہوتے رہیں گے جو سنتوں کو پھیلائیں گے بدعتوں کو مٹائیں گے غلط تاویلوں کو دور کریں گے صحیح تبلیغ کرینگے۔خیال رہے کہ اس حدیث کی بنا پر بہت لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق مجدد گنائے ہیں کہ پہلی صدی میں فلاں دوسری میں فلاں،بہت مفسدوں نے بھی اپنے آپ کو مجدد کہا،مرزا غلام احمد قادیانی پہلے مجدد ہی بنا تھا پھر نبی،حق یہ ہے کہ اس سے نہ کوئی خاص شخص مراد ہے نہ کوئی خاص جماعت،کبھی اسلامی بادشاہ کبھی محدثین کبھی فقہاء،کبھی صوفیاء کبھی اغنیاء کبھی بعض حکام دین کی تجدید کریں گے کبھی ایک کبھی اکٹھی جماعتیں جو دین کی یہ خصوصی خدمت کرے وہی مجدد ہے جیسے ایک زمانہ میں حضرت سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اسلام سے اکبری بدعات کو دور فرمایا اور جیسے قطب الوقت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ یا اس زمانہ میں عالم اعلٰے حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہ انہوں نے اپنی زبان اور قلم سے حق و باطل کو چھانٹ کر رکھ دیا [3] عذری بنی خزاعہ کا ایک قبیلہ ہے جو عذرہ ابن سعد کی اولاد میں ہے غالبًا یہ صحابی ہیں اور اگر تابعی ہیں تو یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ صحابی کا نام رہ گیا [4] اس میں غیبی بشارت ہے کہ تاقیامت میرے دین میں علمائے خیر پیدا ہوتے رہیں گے جو علم دین کو پڑھتے پڑھاتے اور تبلیغ کرتے رہیں گے خیال رہے کہ گزشتہ صالحین کو سلف اور پچھلوں کو خلف کہا جاتا ہے لہذا ہر جماعت صالحین اگلوں کے لحاظ سے خلف اور پچھلوں کے لحاظ سے سلف ہے [5] یعنی مسلمانوں میں بعض جاہل علماء کی شکل میں نمودار ہو کر قرآن و حدیث کی غلط تاویلیں اور معنوی تحریفیں کردیں گے وہ مقبول جماعت ان تمام چیزوں کو دفع کرے گی الحمدللہ آج تک ایسا ہورہا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہوگا دیکھ لو علمائے دین کی سرپرستی نہ حکومت کرتی ہے نہ قوم لیکن پھر بھی یہ جماعت پیدا ہورہی ہے اور خدمت دین برابر کررہی ہے بارک اللہ فیہم

الْعِيِّ السُّؤَالُ فِيْ بَابِ التَّيَمُّمِ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى . **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ** عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَآءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ فَبَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ وَّاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ . **وَعَنْهُ** مُرْسَلًا قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

العی الخ انشاءاللہ تعالٰی باب التیمم میں ذکر کریں گے تیسری فصل روایت ہے حضرت حسن سے [1] مرسلاً فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے موت اس حال میں آئے کہ وہ اسلام زندہ کرنے کے لیے علم سیکھ رہا ہو [2] تو جنت میں اس کے اور نبیوں کے درمیان ایک درجہ ہوگا [3] (دارمی) روایت ہے اُنہی سے مرسلاً [4] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] معلوم ہوا کہ ابراہیم ابن عبدالرحمٰن تابعی ہیں:۔

[2] فنِ حدیث میں جب حسن مطلق بولا جائے تو اس سے خواجہ حسن بصری مراد ہوتے ہیں۔ آپ کے والد کا نام ابوسعید ہے وہ زید ابن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غلام تھے ماں کے والد یسار کو ربیع بنت نظیر نے آزاد کیا تھا خواجہ حسن بصری مدینہ منورہ میں عہد فاروقی میں فاروق اعظم کی شہادت سے دو سال پہلے پیدا ہوئے حضرت عمر فاروق نے اپنے دستِ مبارک سے انکی تحنیک (یعنی پہلا چھیہ) کی آپکی والدہ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ کی لونڈی تھیں، بارہا حضرت اُمّ سلمہ نے انکی والدہ کی غیر موجودگی میں انکو اپنا شیر مبارک پلایا ہے اسی کی برکت سے آپ اتنے بڑے عالم و امام وقت ہوئے شہادتِ عثمان کے بعد بصرے آگئے تھے آپ نے بہت صحابہ سے ملاقات کی ہے اپنے وقت کے امام بڑے متقی پرہیزگار تھے رجب ۱۱۰ھ میں مقام بصرہ میں آپکا وصال ہوا وہیں مدفون ہیں آپ کی قبر شریف زیارت گاہِ عوام وخواص ہے الحمدللہ فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے [2] ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ طالب علم ہے جو عالم دین نہ بن سکا پہلے ہی موت آگئی جب اسکی یہ فضیلت ہے تو علمائے دین کا کیا پوچھنا یا اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو عالم دین ہیں مگر علم سے سیر نہیں ہوتے ہمیشہ مطالعہ کتب صحبتِ علماء سے اپنا علم بڑھاتے رہتے ہیں اور ہمیشہ اپنے کو طالب علم سمجھتے رہتے ہیں اور یہ سب کچھ خدمتِ دین کی نیت سے کرتے ہیں [3] یعنی انہیں انبیاء سے بہت قرب نصیب ہوگا کہ اعلیٰ علیین میں وہ حضرات ان کے نیچے یہ علماء کیونکہ یہ دنیا میں وارثین انبیاء تھے، خیال رہے کہ بعض امتی جنت میں انبیاء کے ساتھ رہیں گے رب فرماتا ہے فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ الآیہ مگر یہ ہمراہی ایسی ہوگی جیسے بادشاہ کے خدام خاص اس کے ساتھ کوٹھی میں رہتے ہیں کہ یہ بادشاہ نہیں بن جاتے ایسے ہی یہ حضرات نبی کے درجہ پر نہ ہونگے بلکہ خادم خاص لہٰذا حدیث اور آیات قرآنی بالکل واضح ہیں۔

[4] خواجہ حسن بصری صحابی کا ذکر یا تو اس لیئے چھوڑتے ہیں کہ حدیث کے راوی بہت صحابہ ہوتے ہیں کس کس کا نام لیں یا اسلیئے کہ انہیں حدیث کی صحت پر یقین ہوتا ہے بہرحال ان جیسے بزرگوں کا ارسال معتبر ہے اور انکی مرسل روایتیں مقبول (از مرقاۃ)؛

سُئِلَ عَنْ رَجُلَيْنِ كَانَا فِيْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَحَدُهُمَا كَانَ عَالِمًا يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ وَالْآخَرُ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ أَيُّهُمَا أَفْضَلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ هٰذَا الْعَالِمِ الَّذِيْ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ عَلَى الْعَابِدِ الَّذِيْ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ كَفَضْلِيْ عَلٰى أَدْنَاكُمْ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ❊ **وَعَنْ** عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِيْهُ فِي الدِّيْنِ إِنِ احْتِيْجَ إِلَيْهِ نَفَعَ وَإِنِ اسْتُغْنِيَ عَنْهُ أَغْنٰى نَفْسَهُ رَوَاهُ رَزِيْنٌ **وَعَنْ** عِكْرِمَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ حَدِّثْ

سے ان دو شخصوں کے بارے میں پوچھا گیا جو بنی اسرائیل میں تھے ایک تو عالم تھا[1] جو صرف فرائض پڑھتا تھا پھر بیٹھ جاتا تھا۔ لوگوں کو علم سکھاتا[2] اور دوسرا دن کو روزہ رکھتا رات بھر عبادت میں کھڑا رہتا[3] ان دونوں میں بہتر کون ہے؟ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عالم جو صرف فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا پھر لوگوں کو علم دین سکھاتا اس کی بزرگی اس عابد پر جو دن کو روزہ اور رات کو قیام کرتا[4] ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر[5] (دارمی) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ عالم دین بہت اچھا ہے کہ اگر اس کی ضرورت پڑے تو نفع پہنچاوے اگر اس سے بے پرواہی ہو تو اپنے کو بے نیاز رکھے[6] (رزین)

روایت ہے حضرت عکرمہ سے[7] کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ

[1] یعنی اس کا علم عبادت پر غالب تھا اور زیادہ اوقات علمی خدمات میں گزرتے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ یا تو ان دو شخصوں کے واقعے عرب میں مشہور تھے یا حضور نے ہی بیان فرمائے ہونگے [2] علم سے علم دین مراد ہے خواہ پڑھاتا تھا یا دینی کتب تصنیف کرتا تھا یا دونوں کام [3] یعنی صائم الدھر و قائم اللیل تھا شاید ان کے دین میں یہ جائز ہوگا اسلام میں سال میں پانچ روزے حرام ہیں شوال کی پہلی اور بقر عید کی دسویں سے تیرھویں تک [4] جواب میں اتنی دراز عبارت کا فرمانا عالم کی شان لوگوں کے ذہن نشین کرانے کیلئے ہے ورنہ اتنا کافی تھا کہ پہلا دوسرے سے افضل ہے [5] اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ یہ مثال نوعیت کے بیان کیلئے ہے یعنی جس قسم کی بزرگی مجھ کو تم پر حاصل ہے اس قسم کی بزرگی عالم کو عابد پر ہے جیسے رب نے فرمایا مَثَلُ نُوْرِہٖ كَمِشْكٰوۃٍ الآیہ لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں کہ عالم نبی کے برابر ہو جائے۔ خیال رہے کہ علم دین یا فرض عین ہے یا فرض کفایہ اور زیادہ عبادت نفل ہے نیز عالم کا نفع مخلوق کو ہے اور عابد کا نفع صرف اپنے کو لہٰذا عالم عابد سے افضل ہے آدم علیہ السلام عالم تھے فرشتے لاکھوں سال کے عابد مگر سجدہ عابدوں نے عالم کو کیا [6] یعنی نہ متکبر بنے نہ محتاج لوگوں کی ضرورت پر دل و جان سے حاضر ہو جائے اور جب لوگ اُسے نہ چاہیں ان پر نہ گرے امیر غریب کے دروازہ پر بہتر مگر غریب امیر کے دروازہ پر بُرا، مرقاۃ میں ہے کہ عالم باعمل کا چرچہ ملکوت میں ہوتا ہے فرشتے اسے عظیم کہتے ہیں یعنی بڑا آدمی۔

النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَإِنْ أَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ فَإِنْ أَكْثَرْتَ فَثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَلَا تُمِلَّ
النَّاسَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَلَا أُلْفِيَنَّكَ تَأْتِي الْقَوْمَ وَهُمْ فِي حَدِيثٍ مِّنْ حَدِيثِهِمْ
فَتَقُصُّ عَلَيْهِمْ فَتَقْطَعُ عَلَيْهِمْ حَدِيثَهُمْ فَتُمِلُّهُمْ وَلٰكِنْ أَنْصِتْ فَإِذَا
أَمَرُوكَ فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ يَشْتَهُونَهُ وَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ
فَإِنِّي عَهِدْتُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ لَا يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ رَوَاهُ

لوگوں کو ہفتہ میں ایک دفعہ وعظ سناؤ اگر نہ مانو دو دفعہ اگر بہت ہی کرو تو تین بار اس قرآن سے لوگوں کو اکتا نہ دو۱؎ میں تمہیں ایسا ہرگز نہ پاؤں کہ تم کسی قوم پر پہنچو جو اپنی کسی بات میں مشغول ہوں تو وعظ شروع کرکے ان کی بات کاٹ دو کیونکہ تم انہیں اکتا دو گے بلکہ خاموش رہو جب وہ خود عرض کریں تو انہیں حدیث سناؤ کہ وہ شوق رکھتے ہوں۲؎ اور خیال رکھنا کہ دعا میں قافیہ دار عبارت سے بچنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو ایسا نہ کرتے ہوئے پایا۳؎

خیال رہے کہ جس عالم میں تین باتیں جمع ہوں وہ زمانہ کا سردار ہوگا علم دین کامل، قناعت اور استغناء، اعمال صالحہ۔ ۴؎ آپ کا نام عکرمہ کنیت ابو عبداللہ بربر کے رہنے والے ہیں حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں مکہ مکرمہ کے فقیہ تریں تابعی ہیں آپ کی وفات ۱۰۷ھ میں ہوئی اسّی سال عمر پائی۔ (اکمال) عکرمہ ابن ابوجہل اور ہیں جہاں عکرمہ مطلق آتا ہے۔ وہاں آپ ہی مراد ہوتے ہیں۔

۱؎ یعنی روزانہ وعظ نہ سناؤ ہفتہ میں ایک یا دو تین بار سناؤ، پھر بھی اتنی دیر وعظ نہ کہو کہ لوگ سیر ہوجائیں بلکہ ان کا شوق باقی ہو کہ ختم کردو سبحان اللہ کیسی نفیس ٹریننگ ہے ان حضرات کی مجلسیں گویا نارمل اسکول بھی تھیں جن میں سیکھنا سکھانا سب بتایا جاتا تھا۔ اس سے بلاضرورت چار چار گھنٹے وعظ کہنے والے واعظین عبرت پکڑیں۔ خیال رہے کہ یہ ارشاد وہاں ہے جہاں لوگ اکتاتے ہوں لیکن اگر شائق ہیں تو نہ روز وعظ کرنا برا نہ دیر تک، مدرسوں میں تعلیم قرآن کے درس روزانہ ہوتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فجر سے مغرب تک وعظ فرمایا عالم کو چاہیئے کہ لوگوں کے شوق کا اندازہ رکھے۔ ۲؎ یہ دوسری نصیحت ہے جس پر واعظ کو کاربند رہنا چاہیئے کہ جہاں لوگ کلام یا کام میں مشغول ہوں تو ان کے کلام و کام بند نہ کر دو۔ وعظ شروع نہ کردو کہ اس صورت میں اگرچہ وہ کچھ نہ کہیں مگر دل میں تکلیف محسوس کریں گے نیز اس میں علم اور عالم کی اہانت بھی ہے اس سے وہ واعظین عبرت پکڑیں جو تیز لاؤڈ سپیکروں پر آدھی آدھی رات تک تقریریں کرکے مزدوروں بیماروں کو پریشان کرتے ہیں ساری بستی کو جگاتے ہیں دیکھا گیا ہے کہ پھر عوام حکومت کو درخواستیں دیتے ہیں جس پر دفعہ ۱۴۴ نافذ کی جاتی ہے کتنی بڑی ذلت اور علم کی توہین ہے اگر یہ واعظین اس فرمان پر عمل کرتے تو یہ نوبت کیوں آتی حکام اور افسران خود ان سے علم سیکھنے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ۳؎ یعنی دعاؤں میں بتکلف مقفّٰی عبارات مت استعمال کرو کیونکہ خشوع وخضوع نہ رہے گا دھیان اچھی

الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَادْرَكَهٗ كَانَ لَهٗ كِفْلَانِ مِنَ الْاَجْرِ فَاِنْ لَّمْ يُدْرِكْهُ كَانَ لَهٗ كِفْلٌ مِّنَ الْاَجْرِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ، وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهٖ وَحَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ عِلْمًا عَلَّمَهٗ وَنَشَرَهٗ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهٗ اَوْ مُصْحَفًا وَرَّثَهٗ اَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ اَوْ بَيْتًا لِّابْنِ السَّبِيْلِ بَنَاهُ اَوْ نَهْرًا اَجْرَاهُ اَوْ صَدَقَةً اَخْرَجَهَا مِنْ مَّالِهٖ فِيْ صِحَّتِهٖ وَحَيٰوتِهٖ تَلْحَقُهٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ

(بخاری) روایت ہے حضرت واثلہ ابن اسقع سے [1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو علم طلب کرے پھر پا بھی لے تو اسے ثواب کا دوہرا حصہ ہے [2] لیکن اگر نہ پاسکے تو اُسے ثواب کا اکہرا حصہ ہے [3] (دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اعمال ونیکیاں مومن کو بعد موت بھی پہنچتی رہتی ہیں ان میں سے وہ علم ہے جسے سکھا گیا اور پھیلا یا گیا [4] اور نیک اولاد جو چھوڑ گیا [5] یا قرآن شریف جس کا وارث بنا گیا [6] یا مسجد یا مسافر خانہ جو بنا گیا [7] یا نہر جو جاری کر گیا یا خیرات جسے اپنے مال سے اپنی تندرستی وزندگی میں نکال گیا [8] کہ یہ چیزیں اُسے مرے بعد بھی پہنچتی رہتی ہیں [9] (ابن ماجہ بیہقی)

عبارت بنانے پر رہے گا اس بارگاہ عالی پر عجز ونیاز دیکھا جاتا ہے نہ کہ زبان کی اُدبیت، خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اکثر دعائیں مقفٰے ہیں مگر یہ تکلف سے نہیں بنائی گئی بلکہ اس افصح الفصحا کی زبان مبارک سے بے تکلف اور بے بناوٹ ادا ہوئی ہے لہذا یہ حدیث اسکے خلاف نہیں یہاں تکلف کی ممانعت ہے شعر:

اسکی پیاری فصاحت پہ بیحد درود ÷ اسکی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام
اُو بے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود ÷ بے تکلف ملاحت پہ لاکھوں سلام۔
میٹھی میٹھی عبارت پہ شیریں درود ÷ اچھی اچھی اشارت پہ لاکھوں سلام ؀

[1] آپ قبیلہ بنی لیث سے ہیں غزوۂ تبوک کے موقعہ پر اسلام لائے تین سال حضور کی خدمت کی اہل صفہ سے تھے حضور کے بعد اولًا بصرے میں پھر شام کی بستی بلاط میں رہے جو دمشق سے تین کوس دور ہے سو سال کی عمر میں بیت المقدس میں وفات پائی وہیں دفن ہوئے رضی اللہ عنہ [2] ایک علم طلب کرنیکا دوسرا پالینے کا کیوں کہ یہ دونوں عبادتیں ہیں [3] یا تو زمانۂ طالب علمی میں مرجائے تکمیل کا موقعہ نہ ملے یا اسکا ذہن کام نہ کرے مگر وہ لگا رہے تب بھی ثواب پائیگا جیسے مجتہد اگر صحیح اجتہاد کرے تو دوہرا ثواب اور اگر غلطی کرے تو ایک اجر [4] زبان سے یا قلم سے کہ اپنے کامل شاگرد اور بہترین تصنیفات چھوڑیں جبتک مسلمان ان سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اُسے ثواب پہنچتا رہے گا [5] خواہ اولاد کو نیک بنا گیا یا اُس کے مرنے کے بعد اولاد نیک ہوگئی دونوں صورتوں میں اسے ثواب ملتا رہے گا [6] اس طرح کہ اپنے ہاتھ سے قرآن لکھ کر یا خرید کر چھوڑ گیا اسی حکم میں تمام دینی کتب ہیں [7] کوشش سے یا اپنے پیسہ یا اپنے ہاتھ سے، اسی حکم میں مدرسے اور خانقاہیں بھی ہیں [8] تندرستی کی اسی لیئے قید لگائی کہ مرض الموت میں خیرات کرنے کا آدھا ثواب ہے۔ کیوں کہ اُس وقت

فِی شُعَبِ الْاِیْمَانِ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّھَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنَّهٗ مَنْ سَلَكَ مَسْلَكًا فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ سَهَّلْتُ لَهٗ طَرِیْقَ الْجَنَّةِ وَمَنْ سَلَبْتُ كَرِیْمَتَیْهِ اَثَبْتُهٗ عَلَیْهِمَا الْجَنَّةَ وَفَضْلٌ فِیْ عِلْمٍ خَیْرٌ مِّنْ فَضْلٍ فِیْ عِبَادَةٍ وَمَلَاكُ الدِّیْنِ الْوَرَعُ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِّنَ اللَّیْلِ خَیْرٌ مِّنْ اِحْیَائِهَا رَوَاهُ

فی شعب الایمان) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ عزوجل نے مجھے وحی فرمائی[1] کہ جو تلاش علم میں ایک راہ چلا تو میں اس پر جنت کا ایک راہ آسان کردوں گا[2] اور جس کی دو پیاری چیزیں میں لے لوں تو اُس کو جنت دوں گا[3] اور علم کی زیادتی عبادت کی زیادتی سے بہتر ہے[4] کار خانہ دین کا نظام پرہیز گاری ہے[5] اسے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رات میں ایک گھڑی علم کا درس تمام رات بیداری سے افضل ہے[6]

طالب علم

خود اپنے کو مال کی حاجت نہیں رہتی اس میں تمام صدقہ جاریہ آگئے جیسے کنوئیں کھدوانا، نلکے لگوانا، ہسپتال بنا جانا وغیرہ [9] بعض تا قیامت بعض اس سے کم، جس قدر صدقہ کا بقا اسی قدر اس کا اجر۔

[1] بطریق الہام یا بذریعہ حضرت جبریل کہ مضمون رب کی طرف سے الفاظ حضور کے اسی کو وحی غیر متلو کہتے ہیں حدیث قدسی اور قرآن میں یہی فرق ہے کہ قرآن کی عبارت اور مضمون سب رب کی طرف سے ہے [2] یعنی جو کسی ذریعہ سے علم طلب کرے خواہ اس کے لیئے سفر کرے یا دینی کتابوں کا مطالعہ رکھے وغیرہ اسے دنیا میں عبادت معرفت وغیرہ جنت کے راستوں کی توفیق ملے گی یا قیامت میں اسے پلصراط سے گزرنا جنت میں پہنچنا آسان ہوگا، مرقاۃ نے فرمایا کہ علم کے بغیر جنت کے تمام دروازے بند ہیں علم دین ان دروازوں کی چابی ہے [3] یعنی میں جس کی آنکھیں بیکار کرکے نابینا کردوں اور وہ اس پر صابر شاکر رہے تو اس صبر پر جنت ملے گی معلوم ہوا کہ دنیوی تکالیف خدا کی رحمتوں کا ذریعہ ہیں بشرط صبر [4] یعنی علم کی تھوڑی زیادتی عبادت کی بہت سی زیادتی پر افضل ہے (اشعہ) [5] خیال رہے کہ زہد اور تقوے سے ورع افضل ہے حرام شبہات طمع اور ریا سے بچنا ہر قسم کی عبادت کرنا ورع ہے صرف حرام سے بچنا تقویٰ غیر متقی آدمی اپنے دین کا انتظام قائم نہیں رکھ سکتا [6] ایسے ہی دن میں کچھ دیر علم کا مشغلہ تمام دن کی عبادت سے افضل ہے، عبادت سے نفلی عبادات مراد ہیں یہ مطلب نہیں کہ فرائض چھوڑ کر علم سیکھے صوفیاء فرماتے ہیں کہ عالم دین کی نیند بھی عبادت ہے علماء فرماتے ہیں کہ تلاوت قرآن سے فقہ سیکھنا افضل ان دونوں کا ماخذ یہ حدیث ہے اس کی وجہ ہم بارہا بیان کرچکے عالم تھوڑی عبادت پر جاہل کی بڑی عبادت سے زیادہ ثواب حاصل کرلیتا ہے۔ **لطیفہ** ایک بزرگ پٹنہ سے حج بیت اللہ کے لیئے پا پیادہ ہر پانچ قدم پر دو نفل پڑھتے چلے دس سال میں گجرات پہنچے ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر آپ ہوائی جہاز سے ایک رات میں مکہ معظمہ پہنچ جاتے اور اتنے نوافل وہاں پڑھتے تو ہر رکعت پر ایک لاکھ کا ثواب پاتے۔

الدَّارِمِیُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَیْنِ فِیْ مَسْجِدِہٖ فَقَالَ کِلَاھُمَا عَلٰی خَیْرٍ وَّاَحَدُھُمَا اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِہٖ اَمَّا ھٰؤُلَآءِ فَیَدْعُوْنَ اللّٰہَ وَیَرْغَبُوْنَ اِلَیْہِ فَاِنْ شَآءَ اَعْطَاھُمْ وَاِنْ شَآءَ مَنَعَھُمْ وَاَمَّا ھٰؤُلَآءِ فَیَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْہَ اَوِالْعِلْمَ وَیُعَلِّمُوْنَ الْجَاھِلَ فَھُمْ اَفْضَلُ وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جَلَسَ فِیْھِمْ رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ ۔ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا حَدُّ الْعِلْمِ الَّذِیْ اِذَا بَلَغَہُ الرَّجُلُ کَانَ فَقِیْھًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْ اَمْرِ دِیْنِھَا بَعَثَہُ اللّٰہُ فَقِیْھًا وَّکُنْتُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

(دارمی) روایت ہے عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں دو مجلسوں پر گزرے [1] تو فرمایا کہ یہ دونوں بھلائی پر ہیں مگر ایک مجلس دوسری سے بہتر ہے [2] لیکن یہ لوگ اللہ سے دعا کر رہے ہیں اس کی طرف راغب ہیں اگر چاہے انہیں دے چاہے نہ دے [3] لیکن وہ لوگ فقہ و علم خود سیکھ رہے ہیں ناواقفوں کو سکھا رہے ہیں وہ ہی افضل ہیں [4] میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر آپ انہیں میں تشریف فرما ہوئے [5] (دارمی) روایت ہے حضرت ابودرداء سے فرماتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس علم کی حد کیا ہے جہاں تک انسان پہنچے تو عالم ہو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو میری اُمت پر چالیس احکام دین کی حدیثیں حفظ کرے اُسے اللہ فقیہ اٹھائیگا اور قیامت کے دن میں اس کا

[1] یعنی مسجد نبوی شریف میں صحابہ کی دو جماعتیں دو گوشوں میں تھیں ایک گوشہ میں ایک جماعت نوافل و تلاوت وغیرہ عبادت کررہی تھی دوسرے گوشہ میں دوسری جماعت علمی گفتگو اور سیکھے سبق کی تکرار کررہی تھی حضور نے ان دونوں کو ملاحظہ فرمایا [2] یعنی مجلس علم مجلس عبادت سے افضل ہے اسکی وجہ آگے آرہی ہے [3] یعنی عابدوں کی محنت اپنی ذات کے لیے ہے جس کی قبولیت اور ثواب یقینی نہیں کیونکہ یہ اللہ کے کرم پر موقوف ہے اُس نے ان چیزوں کا وعدہ نہیں فرمایا اس حدیث میں معتزلہ کا کھلا ہوا رد ہے اکہ وہ عبادت کا ثواب واجب اور ضروری جانتے ہیں خیال رہے کہ آیت کریمہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ کے معنے یہ ہیں کہ تم مجھے پکارو میں جواب دونگا یا تم مجھ سے دعا کرو ثواب دونگا قبولیتِ دعا کا وعدہ نہیں لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں [4] یعنی اپنے لیے کچھ نہیں مانگتے دین پھیلا رہے ہیں ان کی خدمت یقینی قابلِ قدر ہے خیال رہے کہ بے عمل عالم اس اندھے چراغ والے کی طرح ہے جو اپنے چراغ سے خود فائدہ نہ اٹھائے مگر لوگ فائدہ اٹھالیں لیکن غیر مقبول عبادت بالکل ہی بیکار جس سے کسی کو فائدہ نہیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں بے عمل عالم ایسا ہی ہے جیسے بیمار طبیب اوروں کا علاج کردے [5] سبحان اللہ مجلسِ علم کیسی بابرکت ہے اب بھی سرکار علماء ہی میں تشریف فرما رہتے ہیں انہیں مجلس علم میں ڈھونڈھو خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ اوّل درجہ کے عابد بھی ہیں لیکن حضور کی عبادت عملی تعلیم ہے لہذا آپ نماز پڑھتے ہوئے بھی معلم ہیں اور حضور کی تشریف آوری کا اصل مقصد

شَافِعًا وَّشَهِيْدًا * وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَنْ اَجْوَدُ جُوْدًا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَجْوَدُ جُوْدًا ثُمَّ اَنَا اَجْوَدُ بَنِيْ اٰدَمَ وَاَجْوَدُهُمْ مِنْ بَعْدِيْ رَجُلٌ عَلِمَ عِلْمًا فَنَشَرَهٗ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمِيْرًا وَّحْدَهٗ اَوْ قَالَ اُمَّةً وَّاحِدَةً * وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

شفیع و گواہ ہوں گا ۱ روایت ہے انس ابن مالک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تم جانتے ہو کہ بڑا سخی کون ہے عرض کیا اللہ رسول جانیں ۲ فرمایا اللہ تعالٰے بڑا جواد ہے ۳ پھر اولادِ آدم میں مَیں بڑا سخی داتا ہوں ۴ اور میرے بعد بڑا سخی وہ شخص ہے جو علم سیکھے پھر اُسے پھیلائے ۵ وہ قیامت میں اکیلا امیر یا فرمایا ایک جماعت ہو کر آئے گا ۶ روایت ہے انہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

تعلیم ہے رب فرماتا ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔

۱ اس حدیث کے بہت پہلو ہیں چالیس حدیثیں یاد کر کے مسلمان کو سنانا چھاپ کر اُن میں تقسیم کرنا ترجمہ یا شرح کر کے لوگوں کو سمجھانا راویوں سے سن کر کتابی شکل میں جمع کرنا سب ہی اس میں داخل ہیں یعنی جو کسی طرح دینی مسائل کی چالیس حدیثیں میری اُمت تک پہنچادے تو قیامت میں اس کا حشر علمائے دین کے زمرے میں ہوگا اور میں اس کی خصوصی شفاعت اور اُس کے ایمان اور تقوے کی خصوصی گواہی دوں گا ورنہ عمومی شفاعت اور گواہی تو ہر مسلمان کو نصیب ہوگی اسی حدیث کی بنا پر قریبًا تمام محدثین نے جہاں حدیثوں کے دفتر لکھے وہاں علیحدہ چہل حدیث جسے اربعینیہ کہتے ہیں جمع کیں امام نووی اور شیخ عبدالحق دہلوی کی اربعینیات مشہور ہیں فقیر نے بھی اپنی کتاب سلطنتِ مصطفےٰ میں چالیس حدیثیں جمع کی ہیں ۲ یہ صحابہ کا ادب ہے کہ نہ تو لا کہا نہ بلی کہاں جانتے ہیں تاکہ حضور پر پیش قدمی نہ ہو جائے اس سے معلوم ہوا کہ حضور کو اللہ سے ملا کر ذکر کرنا اور دونوں ہستیوں کیلئے ایک ہی صیغہ لانا جائز ہے رب فرماتا ہے اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ لہذا یہ کہہ سکتے ہیں اللہ رسول علیم وخبیر ہیں اللہ اور رسول نے غنی کر دیا اللہ اور رسول بھلا کریں وغیرہ ۳ محاورۂ عرب میں عمومًا سخی اُسے کہتے ہیں جو خود بھی کھائے اوروں کو بھی کھلائے جواد وہ جو خود نہ کھائے اوروں کو کھلائے اسی لئے اللہ تعالٰے کو سخی نہیں کہا جاتا ہے سخی کے مقابل بخیل ہے جو خود کھائے اوروں کو نہ کھلائے جواد کا مقابل ممسک ہے جو نہ کھائے نہ کھانے دے، اللہ تعالٰی کی تمام دنیوی اُخروی نعمتیں دُنیا کے لئے ہیں اس کیلئے نہیں ۴ یہ ارشاد فخر انہیں شکرًا ہے حضور ساری خلقت سے بڑے سخی ہیں چونکہ انسان اشرف الخلق ہے اس لیئے اس کا ذکر فرمایا حضور جودِ الٰہی کے مظہر ہیں رب کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں حضور کے ہاتھوں خلق کو ملتی ہیں خود فرماتے ہیں اللہ دیتا ہے مَیں بانٹنے والا ہوں اس حدیث میں اللہ تعالٰی اور حضور کی سخاوتیں بغیر قید ذکر ہوئی ہیں اور ظاہر ہے کہ سخی وہی ہوگا جو مالک بھی ہو لہذا حضور مالکِ کونین ہیں ۵ یہاں رتبہ کی بعدیت مراد ہے نہ کہ زمانہ کی لہذا اس میں صحابہ کرام اور تاقیامت علماء داخل ہیں۔ یعنی میری سخاوت کے بعد عالم دین کا درجہ ہے کہ مال کی سخاوت سے علم کی سخاوت افضل ہے اور کیوں نہ ہو کہ حضور ابرِ رحمت ہیں۔ علمائے دین اس کا تالاب، خیال رہے کہ علماء کی سخاوت میں علم کی قید ہے حضور کی سخاوت بے قید، علم پھیلانا خواہ درس تدریس کے ذریعہ ہو یا تصنیف کے ذریعہ ۶ یعنی اس دن عالم دین امام ہوگا اور سارے

سَلَّمَ قَالَ مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُوْمٌ فِي الْعِلْمِ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ وَمَنْهُوْمٌ فِي الدُّنْيَا لَا يَشْبَعُ مِنْهَا رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ فِي حَدِيْثِ اَبِي الدَّرْدَاءِ هٰذَا مَتْنٌ مَشْهُوْرٌ فِيْمَا بَيْنَ النَّاسِ وَلَيْسَ لَهٗ اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ ‧ وَعَنْ عَوْنٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ صَاحِبُ الْعِلْمِ وَصَاحِبُ الدُّنْيَا وَلَا يَسْتَوِيَانِ اَمَّا صَاحِبُ الْعِلْمِ فَيَزْدَادُ رِضًى لِلرَّحْمٰنِ وَاَمَّا صَاحِبُ الدُّنْيَا فَيَتَمَادٰى فِي الطُّغْيَانِ ثُمَّ قَرَءَ عَبْدُ اللّٰهِ كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى

نے فرمایا کہ دو حریص سیر نہیں ہوتے ایک علم کا حریص جو اُس سے سیر نہیں ہوتا اور دنیا کا حریص اُس سے سیر نہیں ہوتا[۱] یہ تینوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں اور فرمایا کہ امام احمد نے ابوالدرداء کی حدیث کے بارے میں فرمایا کہ لوگوں میں اس کا متن مشہور ہے لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں[۲] روایت ہے حضرت عون سے[۳] فرماتے ہیں فرمایا حضرت عبداللہ ابن مسعود نے کہ دو حریص سیر نہیں ہوتے علم والا اور دنیا والا مگر دونوں برابر نہیں[۴] علم والا تو اللہ کی رضامندی بڑھا لیتا ہے اور دنیا والا سرکشی میں بڑھ جاتا ہے[۵] پھر حضرت عبداللہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی خبردار ہو یقیناً انسان سرکشی کرتا ہے

عابد نمازی شہید وغیرہ اس کے ماتحت کیونکہ جس نے جو نیکی کی عالم کے بتانے سے کی یا ایک عالم کو سارے مسلمانوں کے برابر ثواب ملے گا سب کے حج جہاد وغیرہم میں اسکا حصہ ہوگا یہ مطلب ہے امت واحدہ ہونے کا، رب فرماتا ہے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً ؎

[۱] حرص کے معنی ہیں ہمیشہ زیادتی کی خواہش، دنیاوی حرص بُری ہے دینی حرص اچھی، عالم کو علم سے کبھی سیری نہیں ہوتی، یہ اللہ کی نعمت ہے، رب فرماتا ہے قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا دنیا دار دنیا سے سیر نہیں ہوتا جیسے جلندھر کا بیمار پانی سے، خیال رہے کہ یہ سب اپنے لیئے ہیں حضور امت کے لیئے یہ اُن سے لے کر سیر نہیں ہوتے حضور دیکر سیر نہیں ہوتے رب فرماتا ہے حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ لفظ ایک ہے معنی علیحدہ [۲] امام نووی نے اپنی چہل حدیث میں فرمایا کہ ابوالدرداء کی حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے جو ساری ضعیف ہیں مگر اسنادوں کی کثرت اور علماء کے قبول کر لینے کی وجہ سے حدیث قوی ہوگی کیونکہ تعدد اسناد سے ضعیف حسن بن جاتی ہے۔ نیز فضائل اعمال میں حدیث ضعیف مقبول ہے (از مرقاۃ واشعۃ اللمعات)۔

[۳] آپ تابعی ہیں آپ نے حضرت ابن عباس ابن مسعود ابوہریرہ سے روایتیں لیں اور آپ سے امام زہری اور امام ابوحنیفہ نے روایتیں لیں [۴] مَنْهُوْمٌ نہم سے ہے بہت کھانے کی زیادہ رغبت یعنی طالب علم اور طالب دنیا حریص دونوں ہیں مگر انجام میں فرق ہے [۵] صوفیاء کی اصطلاح میں دنیا وہ ہے جو رب سے غافل کرے، منافقوں کی نماز دنیا تھی اور عثمان غنی کا مال عین دین، ادھی یہاں مراد ہے لہذا حضرت سلیمان، عثمان غنی اور امام ابوحنیفہ جیسے مالداروں کو دنیا دار نہیں کہا جا سکتا، ان کا مال رضائے رحمان کا ذریعہ ہے ؎

اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى قَالَ وَقَالَ لِلْاٰخَرِ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ رَوَاهُ
الدَّارِمِيُّ • وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُنَاسًا مِّنْ
اُمَّتِيْ سَيَتَفَقَّهُوْنَ فِي الدِّيْنِ وَيَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَقُوْلُوْنَ نَاْتِي الْاُمَرَاءَ فَنُصِيْبُ
مِنْ دُنْيَاهُمْ وَنَعْتَزِلُهُمْ بِدِيْنِنَا وَلَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ كَمَا لَا يُجْتَنٰى مِنَ الْقَتَادِ اِلَّا الشَّوْكُ
كَذٰلِكَ لَا يُجْتَنٰى مِنْ قُرْبِهِمْ اِلَّا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ كَاَنَّهٗ يَعْنِي الْخَطَايَا رَوَاهُ ابْنُ
مَاجَةَ • وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا الْعِلْمَ وَوَضَعُوْهُ
عِنْدَ اَهْلِهٖ لَسَادُوْا بِهٖ اَهْلَ زَمَانِهِمْ وَلٰكِنَّهُمْ بَذَلُوْهُ لِاَهْلِ الدُّنْيَا لِيَنَالُوْا بِهٖ مِنْ

اس لیے کہ اپنے کو بے پرواہ جانتا ہے فرماتے ہیں اور دوسرے کے بارے میں فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں اللہ سے علماء
ہی ڈرتے ہیں ۱ (دارمی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری
اُمت کے کچھ لوگ علم دین سیکھیں گے اور قرآن پڑھیں گے کہیں گے کہ ہم امیروں کے پاس جائیں ان کی دنیا لے آئیں
اپنا دین بچالائیں ۲ لیکن ایسا نہ ہو سکے گا جیسے ببول کے درخت سے کانٹے ہی چنے جاتے ہیں ایسے ہی امیروں
کے قرب سے (محمد ابن صباح نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ) خطائیں ہی چنی جائیں گی ۳ (ابن ماجہ) روایت ہے
حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ اگر علماء علم محفوظ رکھتے ۴ اور اُسے اہل ہی پر پیش کرتے ۵ تو
اس کی برکت سے اپنے زمانہ والوں کے سردار ہو جاتے ۶ مگر انہوں نے علم دنیاداروں کے لیے خرچ کیا تاکہ اس سے

۱ یعنی یہ میں محض اپنی رائے سے نہیں کہتا بلکہ رب تعالیٰ نے دنیادار کے مال کو زیادتی طغیانی اور عالم کے علم کو زیادتی رحمت کا سبب بتایا ۲ یعنی بعض علماء و قاری صاحبان
بلا ضرورت طمع نفسانی کی خاطر اور مال و عزت حاصل کرنے کیلئے فاسق مالداروں اور احکام کے پاس جایا آنا و نشست و برخاست رکھیں گے محض دنیا کی غرض سے ۳
ہماری شرح سے معلوم ہوگیا کہ امیروں سے فاسق اور بیدین امیر مراد ہیں انکے پاس علماء کا آنا جانا دین کیلئے خطرناک ہے کہ وہ ان سے اپنی مرضی کے مطابق غلط فتوے حاصل کرتے ہیں
جیسے کہ آج دیکھا جا رہا ہے کہ فساق مالدار انتخاب کے موقعوں پر ووٹوں کیلئے عالموں اور پیروں کو ناجائز استعمال کر لیتے ہیں دیندار امیروں کے پاس دینی فائدے کیلئے علماء کا جانا
جائز بلکہ بڑا فائدہ مند ہے یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے افسر مال رہے آپ کی برکت سے عزیز کو ایمان اور دنیا کو قحط سے امان مل گئی قاضی امام یوسف ہارون رشید بادشاہ کے
قاضی القضاۃ رہے آپ کی برکت سے بادشاہ کو تقوے نصیب ہوا اور دنیا علم سے مالا مال ہوگئی یہ واقعات اس حدیث کے خلاف نہیں، محمد ابن مسلمہ فرماتے ہیں کہ پاخانے پر بیٹھنے والی
مکھی امیروں اور حاکموں کے دروازہ پر جانے والے عالم و قاری سے اچھی ہے کہ وہ نجاست سے گر آتی ہے اور یہ دین دیکر اور ظلم لیکر آتے ہیں ۴ یعنی علم کو ذلت اور اہانت
سے بچاتے اس طرح کہ خود طمع اور لالچ میں دنیاداروں کے دروازے پر دھکے نہ کھاتے کہ عالم کی ذلت سے علم کی ذلت ہے اور علم کی بے حرمتی دین کی توہین ہے
۵ یعنی قدر دانوں اور شریف الطبع لوگوں کو علم سکھاتے ۶ اس طرح کہ بادشاہ اُن کے قدموں کے نیچے اور اُن کے احکام اُنکے قلموں کے نیچے ہوتے ہیں۔

دُنْیَاھُمْ فَھَالُوْا عَلَیْہِمْ سَمِعْتُ نَبِیَّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ جَعَلَ الْھُمُوْمَ ھَمًّا وَّاحِدًا ھَمَّ اٰخِرَتِہٖ کَفَاہُ اللّٰہُ ھَمَّ دُنْیَاہُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِہِ الْھُمُوْمُ اَحْوَالُ الدُّنْیَا لَمْ یُبَالِ اللّٰہُ فِیْ اَیِّ اَوْدِیَتِہَا ھَلَكَ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَرَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مِنْ قَوْلِہٖ مَنْ جَعَلَ الْھُمُوْمَ اِلٰی اٰخِرِہٖ ۞ وَعَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰفَۃُ الْعِلْمِ النِّسْیَانُ وَاِضَاعَتُہٗ اَنْ تُحَدِّثَ بِہٖ غَیْرَ اَھْلِہٖ رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ مُرْسَلًا ۞ وَعَنْ سُفْیَانَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ

اُن کی دنیا کمائیں اس سے وہ اُن پر ہلکے ہوگئے [۱] میں نے تمہارے نبی کو فرماتے سُنا کہ جو تمام غموں کو ایک آخرت کا غم بنائے اللہ اُسے دُنیا کے غموں سے کافی ہوگا اور جسے دنیا کے غم ہر طرف لیے پھریں تو اللہ اس کی پرواہ بھی نہ کرے گا کہ کونسے جنگل میں ہلاک ہوا [۲] اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر سے جہاں سے روایت کی مَنْ جَعَلَ الخ روایت ہے حضرت اعمش سے [۳] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ علم کی آفت بھول جاتا ہے اور اُس کی بربادی یہ ہے کہ نااہل پر بیان کرو [۴] اسے دارمی نے مرسلاً روایت کیا روایت ہے حضرت سفیان سے [۵] کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ

رب کا وعدہ ہے وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔

[۱] معلوم ہوتا ہے کہ تابعین میں ابھی اور حریص عالم پیدا ہوچکے تھے جنہیں دیکھ کر صحابہ یہ فرمارہے ہیں [۲] سبحان اللہ تجربہ بھی اس حدیث کی تائید کرتا ہے اللہ تعالٰی کسی مسلمان کو وہ غم اور وہ فکریں نہیں دیتا جس دل میں آخرت کا غم و فکر ہے انشاء اللہ اس میں دنیا کا غم و فکر نہیں آتا، دنیاوی تکلیفیں اگر کبھی جائیں تو دل ان کا اثر نہیں لیتا، کلوروفارم سنگھا دینے سے اپریشن کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی، اللہ تعالٰی غم آخرت نصیب کرے حضرت حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ یہی کلوروفارم سونگھے ہوئے تھے جس کی وجہ سے کربلا کی مصیبتیں خندہ پیشانی سے جھیل گئے [۳] آپ کا نام سلیمان کنیت ابو محمد، اسدی ہیں کوفی ہیں عظیم الشان تابعی ہیں حضرت انس ابن مالک سے ملاقات کی ہے تیرہ سو حدیثیں آپ سے منقول ہیں، ۷۰ سال جماعت کی تکبیر اولیٰ سے نماز پڑھی امام حسین کی شہادت کے دن پیدائش ہے ۱۴۸ھ میں وفات ہوئی آپکو سید المحدثین کہا جاتا ہے لیکن مائل بہ رفض تھے (اشعۃ اللمعات) [۴] یعنی جیسے مال و صحت بعض آفتوں سے برباد ہوجاتے ہیں ایسے ہی علم بھولنے سے برباد ہوجاتا ہے لہذا عالم کو چاہیئے کہ علم کا مشغلہ رکھے کتب بینی چھوڑ نہ دے حافظہ کمزور کرنیوالی عادتوں اور چیزوں سے بچے، علامہ شامی نے فرمایا کہ چھ چیزیں حافظہ کمزور کرتی ہیں چوہے کا جھوٹا کھانا جوئیں پکڑ کر زندہ چھوڑ دینا ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنا، علک گوند چبانا، کھٹا سیب کھانا سیب کے چھلکے چبانا (نوٹ) جو کوئی بعد نماز داہنا ہاتھ سر پر رکھ کر اکیس بار یَا قَوِیُّ پڑھ کر دم کرلیا کرے انشاء اللہ اس کا حافظہ قوی ہوگا خیال رہے کہ یہاں نااہل سے وہ لوگ مراد ہیں جو علم کی باریکیاں سمجھ نہ سکیں یہ لوگ علم پڑھ کر دنیا میں فساد ہی پھیلائیں گے۔

اللہ عنہ قال لکعب من ارباب العلم قال الذین یعملون بما یعلمون قال فما اخرج العلم من قلوب العلماء قال الطمع رواہ الدارمی ۔ وعن الاحوص ابن حکیم عن ابیہ قال سأل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الشر فقال لا تسألونی عن الشر وسلونی عن الخیر یقولها ثلثا ثم قال الا ان شر الشر شرار العلماء وان خیر الخیر خیار العلماء رواہ الدارمی ۔ وعن ابی الدرداء قال ان من اشر الناس عند اللہ منزلۃ یوم القیمۃ عالم لا ینتفع بعلمہ رواہ الدارمی وعن زیاد بن حدیر قال قال لی عمر ھل تعرف ما یھدم الاسلام قال قلت

نے حضرت کعب سے [1] فرمایا کہ اہل علم کون لوگ ہیں فرمایا جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں فرمایا کہ علماء کے دل سے علم کس چیز نے نکال دیا فرمایا لالچ نے [2] (دارمی) روایت ہے حضرت احوص ابن حکیم سے [3] وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ کسی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے برائی کی بابت پوچھا [4] تو فرمایا کہ مجھ سے برائی کی بابت نہ پوچھو بھلائی کے متعلق پوچھو تین بار فرمایا [5] پھر فرمایا آگاہ رہو کہ بدترین شر برے برے علماء ہیں اور اچھوں سے اچھے بہترین علماء ہیں [6] (دارمی) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدتر درجہ والا وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے [7] (دارمی) روایت ہے حضرت زیاد ابن حدیر سے [8] فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر نے فرمایا کہ کیا جانتے ہو کہ اسلام کو کیا چیز ڈھاتی ہے [9] میں نے کہا

جیسا کہ آج مشاہدہ ہو رہا ہے [5] آپ کا نام سفیان ابن سعید ہے قبیلہ ثور کے ہیں کوفی ہیں جلیل القدر تابعی ہیں ائمہ مجتہدین اور قطب عالمین میں سے ہیں ۹۹ھ میں پیدا ہوئے ۱۶۱ھ میں بصرے میں وفات پائی۔

[1] آپ کا لقب کعب احبار ہے توریت کے بڑے عالم تھے بنی اسرائیل کے سردار تھے حضور کا زمانہ پایا مگر دیدار نہ ہوا عہد فاروقی میں اسلام لائے حضرت عمر صہیب و عائشہ صدیقہ سے روایتیں لیں خلافت عثمانیہ میں ۳۲ھ مقام حمص میں وفات پائی وہیں دفن ہوئے نامدار تابعی ہیں [2] حضرت کعب احبار نے یہ دونوں باتیں غالبًا توریت شریف سے دیکھ کر بیان فرمائیں حضرت فاروق اعظم نے یہی پوچھا تھا کہ توریت میں کسے عالم کہا گیا ہے، علم نکل جانے سے مراد ہے علم کے انوار کا نکل جانا لالچی عالم حق بیان نہیں کر سکتا جیسا آج دیکھا جارہا ہے [3] تابعی ہیں حضرت انس عبداللہ ابن بسر سے ملاقات کی ہے روایات میں ضعیف ہیں ان کے والد حکیم ابن عمیر صحابی ہیں [4] یعنی گناہ اور اسکے اسباب کیا ہیں اور اس سے بچنے کا ذریعہ کیا، خیال رہے کہ نیکیاں کرنے کیلئے جاننا چاہئیں اور گناہ بچنے کیلئے، علماء فرماتے ہیں کہ کفریات سیکھنا فرض ہے۔ تاکہ ان سے بچے [5] یعنی صرف برائیاں ہی نہ پوچھا کرو بھلائیاں بھی پوچھا کرو [6] کیونکہ عالم کے بگڑنے سے عالم بگڑ جاتا ہے اور عالم کے سنبھلنے سے عالم سنبھل جاتا ہے عالم مسلمانوں کے جہاز کا کپتان ہے تریگا سب کو لیکر اور ڈوبے گا تو سب کو لیکر آج جتنے فرقے مسلمانوں میں بنے سب علماء سوء کی مہربانی

لَاقَالَ يَهْدِمُهٗ زَلَّةُ الْعَالِمِ وَجِدَالُ الْمُنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَحُكْمُ الْاَئِمَّةِ الْمُضِلِّيْنَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ • وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ الْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَاكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَاكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى ابْنِ اٰدَمَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ فِيْكُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ يَعْنِيْ مَجْرَى

نہیں فرمایا اسلام کو عالم کی لغزش منافق کا قرآن میں جھگڑنا اور گمراہ کن سرداروں کی حکومت تباہ کرے گی ؎۱ (دارمی) روایت ہے حضرت حسن سے فرماتے ہیں علم دو طرح کے ہیں ایک علم دل میں یہ علم فائدہ مند ہے ؎۲ دوسرا علم صرف زبان پر یہ انسان پر اللہ کی حجت ہے ؎۳ (دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن محفوظ کیے ایک تو تم میں پھیلا دیا اور دوسرا اگر اُسے پھیلاؤں تو یہ کاٹ ڈالا جائے یعنی

سے اور اس کے باوجود اسلام اصلی رنگ میں موجود ہے علمائے خیر کی برکت سے ؎۶ یعنی لوگ اس کے علم سے فائدہ نہ اٹھائیں انہ مسائل بیان کرے نہ کوئی دینی کتاب لکھے یا یہ مطلب ہے کہ خود نفع حاصل نہ کرے یعنی عالم بے عمل، علم درخت ہے عمل اس کا پھل، بڑا بدنصیب وہ شخص ہے جو اپنے درخت کا پھل خود نہ کھائے، جاہل بے عمل کو ایک عذاب ہے، اور عالم بے عمل کو سات گنا عذاب جیسا کہ روایت میں ہے ؎۸ آپ کی کنیت ابومغیرہ ہے قبیلہ بنی اسد سے ہیں کوفہ کے رہنے والے ہیں تابعی ہیں حضرت عمر و علی سے احادیث لیں ؎۹ یعنی اسلام کی عزت لوگوں کے دل سے دور کرتی ہے ؛

؎۱ یعنی جب علماء آرام طلبی کی بنا پر کوتاہیاں شروع کردیں مسائل کی تحقیق میں کوشش نہ کریں، غلط مسئلے بیان کریں بے دین علماء کی شکل میں نمودار ہو جائیں بدعتوں کو سنتیں قرار دیں قرآن کریم کو اپنی رائے کے مطابق بنائیں اور گمراہ لوگ حاکم بنیں اور لوگوں کو اپنی اطاعت پر مجبور کریں تب اسلام کی ہیبت دلوں سے نکل جائیگی جیسا آج ہو رہا ہے بعض نے فرمایا کہ عالم کی لغزش سے مراد ان کا فسق و فجور میں مبتلا ہو جانا ہے عالم کا عمل بھی تبلیغ ہونا چاہیئے ؎۲ یعنی علم دین کی دو نوعیتیں ہیں ایک وہ جس کا نور عالم کے دل میں اُتر جائے جس سے قلب روشن اور قالب مطیع ہو جائے یہ علم عالم کو نفع دے گا اور دوسروں کو بھی، ایسے عالم کا وعظ بلکہ اس کی صحبت اکسیر ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ عالم کے دل میں خوفِ خدا اور محبتِ جناب مصطفےٰ آنکھوں میں تری زبان پر اللہ کا ذکر رہتے ہیں صوفیاء فرماتے ہیں کہ علم بغیر تصوف فسق ہے اور تصوف بغیر علم بے دینی ؎۳ یعنی جب عالم صرف باتیں تو اچھی کرے مگر اس کا اپنا دل نور سے اور بدن اثر علم سے خالی ہو، یہ علم قیامت میں عالم کے الزام کا جانے کا ذریعہ ہوگا کہ رب فرمائے گا تو سب کچھ جانتا تھا پھر گمراہ اور بدعمل کیوں بنا؟ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس علم میں تصوف کی چاشنی نہ ہو وہ علم لسانی وراثتِ شیطانی ہے، آدم علیہ السلام کا علم قلبی تھا، شیطان کا لسانی ؛

الطَّعَامِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ فَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ تَقُوْلَ لِمَا لَا تَعْلَمُ اللّٰهُ اَعْلَمُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ

گلا ۱ (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ سے فرمایا اے لوگو! جو کوئی کچھ جانتا ہو تو بیان کردے اور جو نہ جانتا ہو وہ کہہ دے اللہ جانے ۲ کیونکہ علم یہ ہی ہے جسے تم نہ جانو تو کہدو اللہ جانے ۳ اللہ تعالٰی نے اپنے نبی سے فرمایا کہ فرمادو میں نبوت پر تم سے اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں ۴ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن سیرین سے ۵ فرماتے ہیں کہ علم دین ہے

۱ یعنی مجھے حضور سے دو قسم کے علم ملے ایک علم شریعت جو میں نے تمہیں بتادیا، دوسرا علم اسرار و طریقت و حقیقت کہ اگر وہ ظاہر کردوں تو عوام نہ سمجھیں اور مجھے بیدین سمجھ کر قتل کردیں یا ایک علم احکام دوسرے علم اخبار جس میں ظالم حاکموں اور بے دین سرداروں کے نام موجود ہیں اگر میں بتاؤں تو ان کی ذریت مجھے ہلاک کردے حضرت ابوہریرہ کبھی کنایۃً اشارۃً کچھ کہہ دیتے تھے چنانچہ دعا مانگا کرتے تھے کہ خدایا مجھے ۶۰ھ کے فتنوں اور لونڈوں کی حکومت سے پناہ دے چنانچہ ۶۰ھ میں امیر معاویہ کی وفات ہوئی یزید پلید تخت نشین ہوا اس دعا میں ان ہی واقعات کی طرف اشارہ تھا، آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک سال قبل انتقال فرمایا اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ شرعی مسئلے بے دھڑک بیان کیے جائیں مگر تصوف کے اسرار نااہل کو نہ بتائے جائیں، دوسرے یہ کہ غیر ضروری چیزیں جن کے اظہار سے فتنہ پھیلتا ہو ہرگز ظاہر نہ کی جائیں۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب کو علوم غیبیہ عطا فرمائے حضور کے ذریعہ صحابہ کرام کو بھی، جب حضرت ابوہریرہ کے علم کا یہ حال ہے تو حضرات خلفائے راشدین کے علوم تو ہماری سمجھ سے بالا ہیں ۲ یہ حدیث موقوف ہے یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود کا اپنا فرمان، مقصد یہ ہے کہ کوئی عالم اپنی بے علمی ظاہر کرنے میں شرم نہ کرے اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو گھڑ کر نہ بتائے ہماری بے علمی علم سے زیادہ ہے رب فرماتا ہے وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا فرشتوں نے عرض کیا تھا لَا عِلْمَ لَنَا حضرت علی سے بر سر منبر کوئی مسئلہ پوچھا گیا آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں وہ گستاخ بولا کہ آپ بے علمی کے باوجود ممبر پر کیوں کھڑے ہو گئے؟ آپ نے فرمایا کہ میں بقدر علم ممبر پر چڑھا ہوں اگر بقدر جہالت چڑھتا تو آسمان پر پہنچ جاتا (مرقاۃ) ۳ یعنی اپنی بے علمی جاننا بھی علم ہے اپنی جہالت سے ناواقف ہونا جہل مرکب، فقہائے کرام فتوے کے آخر میں لکھتے ہیں اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ وہ یہاں سے اخذ ہے ۴ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اولین و آخرین سے بڑے عالم تمام جہان کے معلم ہیں مگر انہیں حکم دیا گیا جس چیز کا علم آپ کو اب تک نہ دیا گیا ہو بتکلف نہ بتائیں چنانچہ حضور سے اصحاب کہف کی تعداد پوچھی گئی، نہ بتائی کیونکہ اس کا علم بعد میں عطا ہوا حضرت عمر سے سوال ہوا کہ فاکھہ اور اَبّ (میوہ اور چارہ) میں کیا فرق ہے؟ فرمایا مجھے خبر نہیں، حضرت امام مالک نے چھتیس مسائل میں فرمایا کہ میں نہیں جانتا، حضرت امام ابوحنیفہ سے پوچھا گیا کہ دہر کیا چیز ہے فرمایا مجھے خبر نہیں۔

فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ اسْتَقِيْمُوْا فَقَدْ سَبَقْتُمْ سَبْقًا بَعِيْدًا وَاِنْ اَخَذْتُمْ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيْدًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ قَالَ وَادٍ فِيْ جَهَنَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ اَرْبَعَ مِائَةِ مَرَّةٍ قِيْلَ يَا

ریاکار کی سزا

لہذا غور کرو کہ اپنا دین کس سے حاصل کرتے ہو[1] (مسلم) روایت ہے حضرت حذیفہ سے[2] آپ نے فرمایا اے قاریوں کے گروہ سیدھے رہو کیونکہ تم بہت ہی پہلے ہو[3] اگر تم ہی اُلٹے سیدھے ہو گئے تو تم بڑی گمراہی میں پڑ جاؤ گے[4] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ غم کے کنوئیں سے اللہ کی پناہ مانگو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ غم کا کنواں کیا ہے۔ فرمایا دوزخ میں ایک جنگل ہے جس سے خود دوزخ روزانہ چار سو بارہ پناہ مانگتی ہے[5] (۴۰۰) عرض کیا گیا۔ یا

[5] آپ کا نام محمد ابن سیرین کنیت ابوبکر ہے شاندار تابعین میں سے ہیں آپ کے والد سیرین حضرت انس کے آزاد کردہ غلام تھے آپ بڑے عالم فقیہ علم تعبیر کے امام تھے آپکی عمر ۷۰ سال ہوئی سنہ ۱۱۰ھ میں وصال ہوا بصرہ سے قریباً دس میل دور عشرہ میں خواجہ حسن بصری کے قبہ میں آپ کا مزار ہے فقیر نے زیارت کی ہے۔

[1] یعنی علم شریعت علم دین جب بنے گا جب سکھانے والا استاد عالم دین ہوگا بے دین عالم سے حاصل کیا ہوا علم بے دینی ہی دیگا۔ آج لوگ بے دینوں سے تفسیر حدیث پڑھ کر بے دین ہو رہے ہیں قرآن کے ساتھ فیضان ضروری ہے[2] آپ کا نام حذیفہ ابن یمان ہے کنیت ابوعبداللہ آپ کے والد یمان کا نام حسیل تھا لقب یمان آپ حضور کے صاحب اسرار صحابی ہیں آپکو منافقین اور قیامت تک ایک ایک فتنہ کا علم تھا۔ آپکا وصال ۳۵ھ یا ۳۶ھ میں حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد مدائن میں ہوا وہیں آپ کا مزار ہے (اکمال و اشعۃ اللمعات)[3] یعنی اے علماء صحابہ و تابعین تم عقائد اور اعمال میں درست رہو کیونکہ سارے مسلمانوں سے تم پہلے ہو جیسے تم ہو گے ویسے بعد کے مسلمان ہونگے کہ وہ تمہارے نقش قدم پر چلیں گے اور تمہاری نقل کریں گے۔ خیال رہے کہ اس زمانہ میں علی العموم علماء قاری بھی ہوتے تھے اسی لیئے انہیں قراء فرمایا گیا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ایک استقامت ہزار کرامتوں سے بہتر ہے حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس کے معنے ہیں اے صحابہ تم سارے مسلمانوں سے افضل ہو کہ کوئی شخص کتنا ہی عمل کرے تمہارے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا لہذا تمہارے اعمال سب سے اعلےٰ چاہئیں[4] یعنی اگر تمہارے عقائد یا اعمال غلط ہو گئے تو تمہیں دیکھ کر ساری اُمت گمراہ ہو جائے گی لہذا تمہاری غلطی بڑی خطرناک ہے[5] یہ حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے چونکہ وہ جنگل بہت گہرا ہے اور وہاں سوائے غم کے اور کچھ نہیں اس لیئے اسے غم کا کنواں فرمایا گیا۔ دوزخ کی چار حدود ہیں۔ ہر حد ... سو بار اس وادی سے پناہ مانگتی ہے یا تو وہاں پر مقرر کردہ فرشتہ زبانیہ اس سے پناہ مانگتے ہیں یا خود دوزخ کی آگ۔ ہر چیز میں شعور ہے جس سے وہ جانتی و پہچانتی ہے۔ خیال رہے کہ جیسے دنیا کی آگوں کی گرمی مختلف ہے گھاس پھوس کی آگ کم گرم۔ بھول کی آگ بہت تیز۔ پٹرول

رَسُوْلَ اللهِ وَمَنْ يَدْخُلُهَا قَالَ الْقُرَّاءُ الْمُرَاءُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَكَذَا ابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ فِيْهِ وَاِنَّ مِنْ اَبْغَضِ الْقُرَّاءِ اِلَى اللهِ تَعَالَى الَّذِيْنَ يَزُوْرُوْنَ الْاُمَرَآءَ قَالَ الْمُحَارِبِيُّ يَعْنِي الْجَوَرَةَ ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰى عُلَمَاؤُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ

رسول اللہ اس میں کون جائے گا؟ فرمایا اپنے اعمال میں دکھلاوا کرنے والے قاری [1] اسے ترمذی نے روایت کیا یوں ہی ابن ماجہ نے اس میں یہ زیادہ ہے کہ خدا کو بہت ناپسند وہ قاری ہیں جو امیروں کی ملاقاتیں کرتے ہیں محاربی نے فرمایا یعنی ظالم امیروں کی [2] روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عنقریب لوگوں پر وہ وقت آئے گا جب اسلام کا صرف نام [3] اور قرآن کا صرف رواج ہی رہ جائے گا [4] ان کی مسجدیں آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی [5] ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین خلق ہوں گے ان سے فتنہ نکلے گا اور انہیں میں لوٹ جائے گا [6] اسے بیہقی نے

سیر طے کی آگ اور زیادہ تیز بعض آگ لوہا فولاد گلا دیتی ہے ایسے ہی دوزخ کی آگ بھی مختلف ہے۔

[1] یعنی وہ بے دین علماء جو اچھے اعمال کے لباس میں لوگوں کے سامنے آئیں اور لوگوں کو گمراہ اور بے دین بنائیں [2] تاکہ ان سے دولت لے کر ان کی بدکاریوں کو جائز ثابت کریں اور ظلم میں ان کے مددگار ہوں بلکہ چاپلوس عالم بھی خطرناک ہے جو ہر جگہ پہنچ کر وہاں جیسا بن جائے ہمارا اللہ نبی قرآن و کعبہ ایک، دین بھی ایک ہونا چاہیئے [3] اس طرح کہ مسلمانوں کے نام اسلامی ہونگے اور اپنے کو مسلمان کہتے ہوں گے مگر رنگ ڈھنگ سب کافروں کے سے جیسا آج دیکھا جارہا ہے یا ارکانِ اسلام کے نام و شکل تو باقی رہیں گے مگر مقصود فوت ہوجائے گا نماز کا ڈھانچہ ہوگا خشوع خضوع نہیں، زکوٰۃ دیں گے مگر قوم پروری ختم ہوجائے گی، حج کریں گے مگر صرف سیر کیلئے، جہاد ہوگا مگر صرف ملک گیری کے لیے [4] رسم نقش کو بھی کہتے ہیں اور طریقہ کو بھی یہاں دونوں معنے درست ہیں یعنی قرآن کے نقوش کاغذ میں اور الفاظ زبان پر ہوں گے مگر احترام قلب میں اور عمل قالب میں نہ ہوگا یا رسمًا قرآن پڑھا یا کہا جائیگا کچہریوں میں جھوٹی قسمیں کھانے کیلئے اور گھروں میں میت پر پڑھنے کیلئے عمل کیلئے نہیں یا عیسائیوں کے قوانین ہونگے [5] یعنی مسجدوں کی عمارت عالی شان در و دیوار، نقشیں، بجلی کی فٹنگ خوب مگر نمازی کوئی نہیں، ان کے امام بے دین گویا مسجدیں بجائے ہدایت کے بے دینیوں کا سرچشمہ بن جائے گی ہر مسجد سے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ درس کی آوازیں آئیں گی مگر وہ درس زہر قاتل ہوں گے جن میں قرآن کے نام پر کفر و طغیان پھیلایا جائے گا [6] یعنی بے دین علماء سوء کی کثرت ہوگی جن کا فتنہ سارے مسلمانوں کو گھیرے گا جیسے دائرے کا خط جہاں سے شروع ہوتا ہے وہیں پہنچکر ختم

فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ ۔ وَعَنْ زِيَادِ بْنِ لَبِيدٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَالَ ذَاكَ عِنْدَ أَوَانِ ذِهَابِ الْعِلْمِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَنُقْرِئُهُ أَبْنَاءَنَا وَيُقْرِئُهُ أَبْنَاؤُنَا أَبْنَاءَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ زِيَادُ إِنْ كُنْتُ لَأُرَاكَ مِنْ أَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِينَةِ أَوَلَيْسَ هٰذِهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى يَقْرَءُونَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ لَا يَعْمَلُونَ بِشَيْءٍ مِمَّا فِيهِمَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْهُ نَحْوَهُ وَكَذَا الدَّارِمِيُّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ ۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ تَعَلَّمُوا

شعب الایمان میں روایت کیا روایت ہے زیاد ابن لبید سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ یہ علم جاتے رہنے کے وقت ہوگا ۲؎ میں نے عرض کیا یارسول علم کیسے جاسکتا ہے! ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے بچوں کو پڑھاتے رہیں گے اور تاقیامت ہماری اولاد اپنی اولاد کو ۳؎ تو فرمایا اے زیاد تمہیں تمہاری ماں روئے ہم تو تمہیں مدینہ کے بڑے سمجھداروں میں سے جانتے تھے ۴؎ کیا یہ یہود اور نصاریٰ توریت وانجیل نہیں پڑھتے لیکن ان میں جو ہے اس پر بالکل عمل نہیں کرتے ۵؎ روایت کیا احمد ابن ماجہ نے اور ترمذی نے انہیں سے اسی طرح روایت کیا ایسے ہی دارمی نے ابوامامہ سے روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ

کو مکمل تباہ دیتا ہے اور ساری سطح کو اپنے گھیرے میں لے لیتا ہے ایسے ہی ان کا فتنہ ہوگا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سارے عالم خراب ہوجائیں گے ورنہ دین مٹ جاتا اللہ اس دین تاقیامت علمائے حق کو رکھے گا۔ جو دین کو اصلی رنگ میں باقی رکھیں گے جیسا کہ آج بھی دیکھا جارہا ہے۔

۱؎ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے انصاری ہیں زرقی ہیں۔ حضور کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے ہجرت سے پہلے حضور کے پاس مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔ پھر مدینہ منورہ ہجرت کرکے آئے اس لیئے آپ کو تمام صحابہ مہاجر انصار کہا کرتے تھے حضور نے آپ کو حضرموت، کا حاکم مقرر فرمایا امیر معاویہ کے شروع زمانۂ امارت میں وفات پائی ۲؎ یعنی یہ نہایت ہولناک واقعات جب ہوں گے جب دنیا سے علم دین اٹھ گیا ہوگا ۳؎ یہاں قرآن پڑھنے پڑھانے سے مراد پورا علم سیکھنا سکھانا ہے یعنی جب تعلیم و تعلّم کا مشغلہ قائم رہے گا تو علم کیونکر اٹھ جائے گا۔ مصدر کے ہوتے حاصل مصدر کہاں جاسکتا ہے ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ استاد اپنے شاگرد کو غیر مناسب سوال کرنے پر عتاب کرسکتا ہے یہ الفاظ کہ ہم تمہیں ایسا جانتے تھے اظہار عتاب کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ اپنی بے علمی کے اظہار کیلئے جیسا کہ بعض ناسمجھ لوگوں نے اس حدیث سے حضور کے علم کا انکار کیا ۵؎ یعنی علم سے ہماری مراد تبجہ علم ہے یعنی بے علم ہوگا عمل نہ ہوگا خیال رہے کہ عیسائیوں کے پادری اور جوگی رشوتیں لیکر عوام کو اعمال سے معافی دے دیتے ہیں اور ان کے گناہ بخشتے رہتے ہیں تو خود کیا نیکی کرتے ہوں گے ہفتہ میں

الفرائض وعلموها الناس تعلموا القرآن وعلموه الناس فانی امرء مقبوض و العلم سینقبض ویظهر الفتن حتی یختلف اثنان فی فریضة لا یجدان احدا یفصل بینهما رواه الدارمی والدارقطنی وعن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مثل علم لا ینتفع به کمثل کنز لا ینفق منه فی سبیل الله رواه احمد والدارمی

کتاب الطهارة

الفصل الاول

عن ابی مالك الاشعری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الطهور شطر

فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ [1] میں وفات پانے والا ہوں علم عنقریب اٹھ جائے گا فتنے ظاہر ہوں گے حتّٰی کہ دو شخص ایک فریضہ میں جھگڑیں گے ایسا کوئی نہ پائیں گے جو ان میں فیصلہ کردے [2] اسے دارمی اور دار قطنی نے روایت کیا روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اس علم کی مثال جس سے نفع نہ اٹھایا جائے اُس خزانہ کی سی ہے جس سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے [3] (احمد و دارمی) پاکی کی کتاب [4] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو مالک اشعری سے [5] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ پاکی نصف

ایک دن گرچکے ہیں گا بجالینا اُن کے عمل ہیں۔

[1] فرائض سے مراد اسلامی فرائض روزے نماز وغیرہ کے مسائل ہیں یا علم میراث، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے اگرچہ علم اور قرآن میں یہ بھی آگیا تھا مگر زیادتی اہتمام کے لیئے خصوصیت سے اسکا علیحدہ ذکر فرمایا [2] یعنی ابھی تو تم کو آسانی ہے کہ ہر مسئلہ مجھ سے پوچھ لو، میرے بعد ایک وقت دشواری پیش آئے گی کہ علماء اٹھ جائیں گے یہاں تک کہ اگر ایک میت کی میراث بانٹنی ہوگی تو مفتی نہ ملے گا ظاہر یہ ہے کہ یہاں دو سے مراد میت کے دو وارث ہیں اور فریضہ سے مراد مسئلہ میراث اور ہو سکتا ہے کہ فریضہ سے کوئی اور مسئلہ شرعی مراد ہو [3] سبحان اللہ کیا پاکیزہ مثال ہے یعنی جس علم سے نہ عالم نفع اٹھائے نہ دوسرے وہ اسی مال کی طرح ہے جس سے نہ مالک فائدہ اٹھائے نہ اور لوگ، جیسے وہ مال بیکار بلکہ مضر ایسے ہی یہ علم وبال [4] طہارت کے معنی ہیں گندگی اور ناپاکی دور کرنا، گندگی روحانی بھی ہوتی ہے اور جسمانی بھی، لہٰذا طہارت بھی روحانی اور جسمانی ہے، ان دونوں طہارتوں کی بہت قسمیں ہیں کیونکہ گندگیاں بہت قسم کی ہیں، طہارت جسمانی دو طرح کی ہے طہارت حقیقی اور طہارت حکمی، طہارت حقیقی گندگی حقیقی یعنی خبث کو دور کرنا، اور طہارت حکمی، حکمی گندگی یعنی حدث کو دور کرنا، اس باب میں انہی دو طہارتوں کا ذکر آئے گا [5] آپ صحابی ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری کے چچا ہیں، عہد فاروقی میں وفات پائی۔

الْاِیْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِیْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاٰنِ اَوْ تَمْلَاُ مَا بَیْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ وَّالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِیَاءٌ وَّالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَّكَ اَوْ عَلَیْكَ كُلُّ النَّاسِ یَغْدُوْا فَبَایِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا اَوْ مُوْبِقُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ تَمْلَاٰنِ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَمْ

ایمان ہے [1] اور الحمد للہ ترازو بھر دے گی [2] اور سبحان اللہ اور الحمد للہ آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں [3] اور نماز روشنی ہے [4] خیرات دلیل ہے [5] صبر چمک ہے [6] قرآن تیری یا تجھ پر حجت ہے [7] ہر شخص صبح پاتا ہے تو اپنا نفس بیچتا ہے تو یا نفس کو آزاد کرتا ہے یا ہلاک [8] مسلم نے روایت کی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں

[1] ظاہر یہ ہے کہ طہور سے ظاہری پاکی اور ایمان سے عرفی ایمان مراد ہے چونکہ ایمان بھی گناہوں کو مٹاتا ہے اور وضو بھی لیکن ایمان چھوٹے بڑے سارے گناہ مٹا دیتا ہے اور وضو صرف چھوٹے اس لیے اسے آدھا ایمان فرمایا یا ایمان باطنی گندگیوں سے پاک فرماتا ہے اور وضو ظاہر کو گندگیوں سے اور ظاہر باطن کا گویا نصف ہے یا ایمان دل کے برائیوں سے پاک اور خوبیوں سے آراستہ کرتا ہے اور طہارت جسم کو فقط گندگیوں سے پاک کرتی ہے لہذا یہ نصف ہے اور ممکن ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہو رب فرماتا ہے لِیُضِیْعَ اِیْمَانَكُمْ مطلب یہ ہے کہ نماز کی ساری شرطیں شرط طہارت کے برابر ہیں غرضکہ حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ایمان بسیط چیز ہے پھر اس کا آدھا اور تہائی کیسا [2] یعنی جو شخص ہر حال میں الحمد للہ کہا کرے تو قیامت میں میزان عمل کے نیکی کا پلہ اس سے بھر جائیگا اور ایک حمد تمام گناہوں پر بھاری ہوگی۔ کیونکہ یہ ہیں ہمارے کام اور وہ ہے رب کا نام [3] یعنی ان دو کلموں کا ثواب اگر دنیا میں پھیلایا جائے تو اتنا ہے کہ اس سے سارا جہان بھر جائے یا مطلب یہ ہے کہ سبحان اللہ میں اللہ کی بے عیبی کا اقرار ہے اور الحمد للہ میں اس کے تمام کمالات کا اظہار اور یہ دو چیزیں وہ ہیں جن کے دلائل سے دنیا بھری ہوئی ہے کہ ہر ذرہ اور ہر قطرہ رب کی تسبیح و حمد کر رہا ہے [4] یعنی نماز مسلمان کے دل کی چہرے کی قبر کی قیامت کی روشنی ہے پلصراط پر سجدے کا نشان بجلی کا کام دے گا رب فرماتا ہے وَنُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ اور ممکن ہے کہ صلوۃ سے مراد درود شریف ہو کہ یہ بھی ہر طرح نور ہے [5] مومن کے ایمان کی کہ منافق اور کافر کو صحیح خیرات کی توفیق نہیں ملتی یا کل قیامت میں صدقہ محبت پروردگار کی دلیل اور بخشش کا کفیل بنے گا کیونکہ اسے رب نے قرض فرمایا ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ خیال رہے کہ اس صدقہ میں زکوۃ فطرہ وغیرہ تمام فرضی و نفلی خیراتیں داخل ہیں [6] صبر کے لغوی معنے ہیں روکنا یعنی نفس کو گناہوں سے روکنا یا عبادت پر قائم رکھنا یا مصیبتوں پر گھبراہٹ سے روکنا دل کا یا چہرے کا نور ہے۔ خیال رہے کہ نور ہر روشنی کو کہا جا سکتا ہے ہلکی ہو یا تیز۔ مگر ضیاء صرف تیز روشنی کو کہتے ہیں رب فرماتا ہے جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا چونکہ صبر ہر عبادت میں ضروری ہے اس لیے نماز کو نور اور اسے ضیاء فرمایا گیا ہو سکتا ہے کہ صبر سے مراد روزہ ہو چونکہ روزہ صرف اللہ کا ہے اسلئے ضیاء یعنی جگمگاہٹ فرمایا گیا [7] کہ اگر تو نے اس پر عمل کیا تو قیامت میں یہ تیرا گواہ اور تیرے ایمان کی دلیل ہوگا اگر اس کے خلاف عامل رہا تو تیرے خلاف گواہ [8] یعنے روزانہ صبح کے وقت ہر شخص اپنی زندگی کی دکان کھولتا ہے سانسیں صرف کرکے اعمال کماتا ہے

اَجِدْ هٰذِهِ الرِّوَايَةَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَلَا فِي الْجَامِعِ وَلٰكِنْ ذَكَرَهَا الدَّارِمِيُّ بَدَلَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴿وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجٰتِ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطٰى اِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ وَفِي حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ

میں نے یہ روایت نہ مسلم و بخاری میں پائی نہ کتاب حمیدی میں نہ جامع میں لیکن اسے دارمی نے ذکر کیا اور سبحٰن اللہ کی بجائے الحمد للہ ذکر کیا ۱ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ خطائیں مٹادے درجے بلند کردے ۲ لوگوں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ۳ فرمایا وضو پورا کرنا مشقتوں میں ۴ مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا ۵ نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا ۶ یہ ہے سرحد کی حفاظت ۷ اور مالک ابن انس کی حدیث میں ہے

اگر اچھے اعمال میں سانسیں گزریں تو سودا نفع کا رہا نفس جہنم سے بچ گیا اور اگر برے کام کیئے تو سودا گھاٹے کا رہا نفس کو ہلاک کردیا، نفس سے مراد ذات، دل اور سانسیں سب کچھ ہوسکتے ہیں سبحان اللہ اس افصح الفصحاء عرب کے قربان جاؤں کیسے جامع کلمات ارشاد فرمائے خیال رہے کہ ہم جیسے گنہگاروں کی دکانِ زندگی صبح کھل کر سوتے وقت بند ہوجاتی ہے بعض وہ خوش نصیب بھی ہیں کہ جن کی دکان کبھی بند ہی نہیں ہوتی اور ان کا بازار کبھی سونا ہی نہیں ہوتا سوتے میں بھی دکانداری کرتے ہیں کیونکہ ان کا دل جاگتا ہے بلکہ بعد وفات بھی ان کے میلے لگے ہوئے ہیں:

۱ یعنی یہ زیادتی ان میں سے کسی کتاب میں نہ ملی تو مصابیح میں بھی نہ ہونی چاہیئے تھی۔ کیونکہ فصل اول میں صحیحین کی روایات آتی ہیں ۲ خطاؤں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں نہ کبیرہ نہ حقوق العباد، محو سے مراد ہے بخش دینا یا نامۂ اعمال سے ایسا مٹا دینا کہ اس کا نشان باقی نہ رہے، درجوں سے مراد جنت کے درجے ہیں یا دنیا میں ایمان کے درجے ۳ یہ سوال و جواب اس لیئے ہے تاکہ اگلا فرمان غور سے سنا جائے ورنہ حضور کی تبلیغ ان کی عرض پر موقوف نہیں ۴ پورے کرنے سے اعضائے وضو کا مل دھونا اور تین بار دھونا اور وضو کی سنتوں کا پورا کرنا ہے، مشقت سے مراد سردی یا بیماری یا پانی کی گرانی کا زمانہ ہے یعنی جب وضو مکمل کرنا بھاری ہو تب مکمل کرنا ۵ یا اسلیئے کہ گھر مسجد سے دور ہو یا قدم قریب قریب ڈالے مطلب یہ ہے کہ ہر وقت نماز مسجد میں پڑھنا نماز کے علاوہ وعظ وغیرہ کیلئے بھی مسجد میں حاضری دینا موجب ثواب ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ قریب کی مسجد چھوڑ کر دور جاکر نماز پڑھے ۶ یعنی ایک وقت کی پڑھ کر دوسری نماز کا منتظر رہنا خواہ مسجد میں بیٹھ کر یا اس طرح کہ جسم گھر میں یا دکان میں ہو اور کان اذان کی طرف اور دل مسجد میں لگا ہو ۷ رباط کے لغوی معنے ہیں گھوڑا پالنا اصطلاح میں جہاد کی تیاری یا سرحد اسلام پر رہ کر کفار کے مقابلے میں ڈٹا رہنا مُرَابَطہ ہے مُرَابَطہ بڑی عبادت ہے رب فرماتا ہے وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے مقابل مورچے سنبھالنا ظاہری رباط

فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ مَرَّتَیْنِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَۃِ التِّرْمِذِیِّ ثَلٰثًا
وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ
الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَایَاہُ مِنْ جَسَدِہٖ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِہٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ
وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ
اَوِالْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْھَہٗ خَرَجَ مِنْ وَجْھِہٖ کُلُّ خَطِیْئَۃٍ نَظَرَ اِلَیْھَا بِعَیْنَیْہِ مَعَ
الْمَاءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ یَدَیْہِ خَرَجَ مِنْ یَدَیْہِ کُلُّ خَطِیْئَۃٍ کَانَ
بَطَشَتْھَا یَدَاہُ مَعَ الْمَاءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَیْہِ خَرَجَ کُلُّ

کہ یہ سرحد کی حفاظت ہے یہ سرحد کی حفاظت دوبار اسے مسلم نے روایت کیا ترمذی کی روایت میں تین بار
ہے روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو وضو کرے تو اچھا وضو
کرے اس کی خطائیں اُس کے جسم سے نکل جاتی ہیں۔ تا آنکہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں لہ (مسلم بخاری)
روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب مسلمان بندہ
یا مومن وضو کرنے لگتا ہے اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرہ سے ہر وہ خطا نکل جاتی ہے جدھر آنکھوں سے
دیکھا ہو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ ؎ پھر جب اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں سے ہر وہ خطا نکل جاتی ہے
جسے اس کے ہاتھ نے پکڑا تھا پانی یا پانی کی آخری بوند کے ساتھ ؎ پھر جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو ہر وہ

ہے اور مذکورہ بالا اعمال باطنی رباط یعنی نفس شیطان کے مقابل حدود ایمان کی حفاظت:

لہ یہاں اچھے وضو سے مراد سنتوں اور مستحبات کے ساتھ وضو کرنا ہے اور خطاؤں سے گناہ صغیرہ کیونکہ گناہ کبیرہ توبہ کے بغیر اور حقوق العباد صاحب حق کی معافی کے بغیر معاف نہیں ہوتے یعنی جو شخص اچھا وضو کیا کرے تو اس کے سارے اعضاء کے گناہ اُس پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔

لطیفہ ہم گنہگاروں کے وضو کا غسالہ ماء مستعمل ہے جس سے دوبارہ وضو نہیں ہو سکتا اور اس کا پینا مکروہ کیونکہ یہ ہمارے گناہ لے کر نکل جاتا ہے مگر حضور کے وضو کا غسالہ بلکہ پاؤں شریف کا دھوون متبرک ہے کیونکہ وہ اعضاء طیبہ میں سے نور لیکر نکلا ہے ہمارا غسالہ بہت سی بیماریاں خصوصًا مرگی پیدا کرتا ہے حضور کا غسالہ بیماریاں دور کرتا ہے رب فرماتا ہے اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ ھٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ آب زمزم حضرت اسمٰعیل کے پاؤں کا گویا دھوون ہے جس میں ہمارے حضور کی کلی پڑی ہوئی ہے۔ ہم سب کیلئے شفا ہے **؎۲** اگرچہ انسان کان ناک منہ سب سے گناہ کرتا ہے مگر زیادہ گناہ آنکھ سے ہوتے ہیں جیسے اجنبی عورت یا غیر کا مال ناجائز نگاہ سے دیکھنا اسلئے صرف آنکھ کا ذکر فرمایا ورنہ انشاء اللہ چہرے کے ہر عضو کے گناہ منہ دھوتے ہی معاف ہوجاتے ہیں **؎۳** جیسے نامحرم کو چھونا یا غیر کی چیز بلا اجازت اٹھانا کہ یہ سب گناہ صغیرہ ہیں:

خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوْبِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اِمْرَءٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلٰوةٌ مَكْتُوْبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهَا وَخُشُوْعَهَا وَرُكُوْعَهَا اِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَالَمْ يُؤْتِ كَبِيْرَةً وَّذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ اَنَّهٗ تَوَضَّاءَ فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ ثَلٰثًا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ

خطا نکل جاتی ہے جدھر اُس کے پاؤں چلے پانی یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ حتّٰی کہ گناہوں سے پاک وصاف نکل جاتا ہے[1] (مسلم) روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں کہ جس پر فرض نماز آئے[2] تو اُس کا وضو وخشوع ورکوع اچھی طرح کرے[3] مگر یہ اُس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے جب تک کہ گناہ کبیرہ نہ کیا ہو[4] یہ ہمیشہ ہی ہوتا ہے[5] (مسلم) روایت ہے اُنہی سے کہ آنجناب نے وضو کیا تو ہاتھوں پر تین بار پانی بہایا پھر کلی کی ناک میں پانی لیا[6] پھر

[1] چلنے سے مراد ناجائز مقام پر جانا ہے خیال رہے کہ یہاں صرف ان اعضاء کے گناہوں کی ہی معافی مراد نہیں بلکہ سارے گناہ مراد ہیں حتّٰی کہ دل ودماغ کے بھی گناہ ان اعضاء کا ذکر اسلیئے ہے کہ زیادہ گناہ انہی سے صادر ہوتے ہیں لہٰذا یہ حدیث گذشتہ حدیث حضرت عثمان کے خلاف نہیں اور ہوسکتا ہے کہ پہلی حدیث میں وضو کامل کا ذکر تھا جس میں سارے سُنن ومستحبات ادا کیئے جائیں۔ وہ تمام گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے اور یہاں وہ وضو مراد ہے جو اتنا کامل نہ ہو اس سے صرف ان اعضاء کے گناہ ہی معاف ہوں گے لہٰذا دونوں حدیثیں درست ہیں [2] یعنی نماز پنجگانہ اور جمعہ خیال رہے کہ فرض کا ذکر احترازی نہیں کیونکہ نماز تہجد واشراق وعیدین کے وضو کا بھی یہی حال ہے چونکہ اکثر وضو نماز پنجگانہ کیلئے ہی ہوتے ہیں اس لیئے انکا ہی ذکر فرمایا نیز اگر کوئی وقت سے پہلے وضو کرے تب بھی یہی ثواب ہوگا [3] نماز کا خشوع یہ ہے کہ اسکا ہر رکن صحیح ادا کرے دل میں عاجزی اور خوفِ خدا ہو نگاہ اپنے ٹھکانے پر رہے کہ قیام میں سجدہ گاہ رکوع میں پاؤں کی پشت سجدہ میں ناک کے نتھنے اور قعدہ میں گود میں رہے خشوع نماز کی روح ہے۔ رب فرماتا ہے ھُمْ فِیْ صَلٰوتِہِمْ خٰشِعُوْنَ صرف رکوع کا اسلیئے ذکر فرمایا کہ یہ سجدہ کا پیش خیمہ ہے اور بمقابلہ سجدے کے اُس میں مشقت زیادہ ہے، نیز یہ مسلمانوں کی نمازوں کا خاصہ ہے یہود ونصاریٰ کی نمازوں میں نہ تھا اس کے ملنے سے رکعت مل جاتی ہے نیز رکوع مستقل عبادت نہیں صرف نماز ہی میں عبادت ہے اور سجدہ نماز کے علاوہ بھی عبادت ہے جیسے سجدۂ شکر، سجدۂ تلاوت وغیرہ [4] یعنی اس سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے صرف صغیرہ معاف ہوتے ہیں لہٰذا یہ حدیث گذشتہ احادیث کی تفسیر ہے اسکا یہ مطلب نہیں کہ گناہ کبیرہ والے کے صغیرہ بھی معاف نہیں ہوتے (لمعات) [5] یعنی یہ ثواب کسی خاص نماز کا نہیں بلکہ عمر میں ہر نماز کا ہے [6] اس طرح کہ پہلے تین کُلّیاں کرلیں پھر تین بار ناک میں پانی لیکر صاف کی جیسے کہ اور اعضاء کی ترتیب میں ہے لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے شافعی لوگ ایک چلّو کے آدھے سے کلّی اور آدھے سے ناک میں پانی لیتے ہیں یعنی ان کے

وَجْهَهٗ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلٰثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ثَلٰثًا ثُمَّ الْيُسْرٰى ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِىْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَ وُضُوْئِىْ هٰذَا ثُمَّ يُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهٗ فِيْهِمَا بِشَىْءٍ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِلْبُخَارِىِّ ، وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلًا عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَوَجْهِهٖ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ، وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ

تین بار چہرہ دھویا پھر کہنی تک داہنا ہاتھ تین بار پھر بایاں ہاتھ تین بار دھویا کہنی تک پھر سر کا مسح کیا [۱] پھر داہنا پھر بایاں پاؤں تین تین بار دھوئے پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے میرے وضو کی طرح وضو کیا [۲] پھر فرمایا جو میری طرح وضو کرے پھر دو نفل پڑھے جن میں اپنے دل سے کچھ باتیں نہ کرے تو اس کے پچھلے گذشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے [۳] (مسلم بخاری) اور لفظ بخاری کے ہیں روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے [۴] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی مسلمان نہیں جو وضو کرے تو اچھا کرے پھر کھڑے ہو کر دو نفل دل اور منہ سے متوجہ ہو کر پڑھے [۵] مگر اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے [۶] (مسلم) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے

ہاں فرو فرو کے پیچھے ہے ہمارے ہاں نوع نوع سے پیچھے ہ [۱] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ہاتھ مع کہنی دھونے چاہئیں دوسرے یہ کہ سر کا مسح صرف ایکبار ہو کیونکہ دھونے میں تین کا ذکر ہے مسح میں نہیں نیز اگر مسح تین بار کیا جائے تو وہ دھونا ہو جائیگا یہی امام اعظم کا مذہب ہے شوافع کے یہاں مسح بھی تین بار ہوگا یہ حدیث انکے خلاف ہے [۲] چونکہ حضرت عثمان غنی کا وضو ان لوگوں کے سامنے تھا اور حضور کا وضو ان لوگوں سے مخفی اسلئے آپ نے اس طرح فرمایا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عثمان کا وضو حضور کے وضو کی مثل تھا نہ کہ حضور کا وضو آپ کے وضو کی مثل [۳] یعنی وضو کے بعد دو نفل تحیۃ الوضو، پڑھے جبکہ نفل مکروہ نہ ہوں اور اگر نفل مکروہ ہوں جیسے فجر اور مغرب کا وضو، تو وضو کے بعد فرض نماز میں تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کا بھی ثواب مل جائیگا (مرقاۃ) لَا يُحَدِّثُ فرما کر یہ بتایا کہ عمداً ادھر طرف خیال نہ دوڑائے بلا قصد خطرات معاف ہیں۔ جیسا کہ لمعات اور مرقاۃ میں ہے بشرطیکہ دفع کی کوشش کرتا رہے گناہ سے مراد گناہ صغیرہ ہیں اور بے گناہ لوگوں کے درجے بلند ہوتے ہیں کیونکہ جو کام گنہگاروں کیلئے معافی کا ذریعہ ہے وہ نیک کاروں کی ترقی کا سبب [۴] آپ مشہور صحابی ہیں آپ امیر معاویہ کی طرف سے حاکم مصر تھے اپنے بھائی عتبہ ابن ابی سفیان کے بعد پھر اگرچہ معزول کردیئے گئے مگر مصر ہی میں قیام رہا یہیں وفات پائی [۵] یعنی ظاہر و باطن یکسو کر کے کہ نہ جسم سے کھیلے نہ ادھر ادھر دیکھے نہ دل کو اور طرف لگائے [۶] رب کے فضل و کرم سے

اللہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ یَتَوَضَّاُ فَیُبْلِغُ اَوْ فَیُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ یَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِیَةُ یَدْخُلُ مِنْ اَیِّهَا شَاءَ هٰکَذَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِیْ صَحِیْحِهٖ وَالْحُمَیْدِیُّ فِیْ اَفْرَادِ مُسْلِمٍ وَکَذَا ابْنُ الْاَثِیْرِ فِیْ جَامِعِ الْاُصُوْلِ وَذَکَرَ الشَّیْخُ مُحْیُ الدِّیْنِ النَّوَوِیُّ فِیْ اٰخِرِ حَدِیْثِ مُسْلِمٍ عَلٰی مَا رَوَیْنَاهُ وَزَادَ التِّرْمِذِیُّ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں ایسا کوئی نہیں جو وضو کرے تو مبالغہ کرے یا پورا وضو کرے [1] پھر کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد اس کے بندے اور رسول ہیں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں [2] مگر اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھولے جائیں گے کہ جس سے چاہے گھسے [3] ایسے ہی مسلم نے اپنی صحیح میں اور حمیدی نے افراد مسلم میں روایت کی یوں ہی ابن اثیر نے جامع الاصول میں اور شیخ محی الدین نووی نے [4] حدیث مسلم کے آخر میں ہماری روایت کے مطابق اور ترمذی نے یہ اور زیادہ فرمایا

اس طرح کہ دنیا میں اسے نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے مرتے وقت ایمان پر قائم رہتا ہے قبر و حشر میں آسانی سے پاس ہوتا ہے حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ صرف وضو کر لینے اور تحیۃ الوضو کے دو نفل پڑھ لینے سے جنتی ہوگیا اب کسی عمل کی ضرورت نہ رہی اس قسم کی احادیث کا یہی مطلب ہوتا ہے۔

[1] مبالغہ سے مراد ہے کہ اس کی خوبیوں کو انتہا پر پہنچادے، پورا کرنے سے مراد ہے کہ پورے اعضاء دھوئے۔ بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے، مِنْکُمْ فرما کر اشارہ فرمایا کہ سارے نیک اعمال مسلمانوں کو مفید ہیں گمراہوں بے دینوں کو نہیں، اور دعائیں زندوں کو فائدہ پہنچاتی ہیں نہ کہ مردوں کو [2] یعنی ہر وضو کے بعد دوسرا کلمہ پڑھ لیا کرے بعض روایات میں ہے کہ اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھے بعض میں ہے کہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ بہتر یہ ہے کہ یہ سب کچھ پڑھ لیا کرے تو انشاء اللہ ان کی برکت سے جسمانی طہارت کے ساتھ روحانی صفائی بھی نصیب ہوگی، مرقاۃ نے فرمایا کہ بعد غسل بھی یہ دعائیں اور استغفار پڑھنا مستحب ہے [3] یعنی اس عمل کی برکت سے اللہ تعالٰی اس کا حشر ابوبکر صدیق کے غلاموں میں فرمائے گا کہ وہ ان سرکار کے ساتھ جنت میں جائے گا اور جیسے انہیں ہر دروازہ سے پکارا جائے گا کہ ادھر سے آؤ ایسے ہی ان کے صدقے میں اسے بھی لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آٹھوں دروازے کھلنا حضرت صدیق اکبر کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ ان کے فضائل میں آئیگا کیونکہ اس کا یہ داخلہ ان کے صدقے سے ہے۔ خیال رہے کہ اگرچہ ہر جنتی داخل ایک ہی دروازہ سے ہوگا مگر ہر دروازہ سے پکارا جاتا اس کی عزت افزائی کیلئے ہے [4] محی الدین محمد ابن ذکریا نووی شارح مسلم، نوا، دمشق کے پاس ایک گاؤں ہے اس کی طرف آپ منسوب ہیں کیونکہ آپ وہاں کے باشندے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَہِّرِیْنَ وَالْحَدِیْثُ الَّذِیْ رَوَاہُ مُحْیُ السُّنَّۃِ فِی الصِّحَاحِ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ اِلٰی اٰخِرِہٖ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ فِیْ جَامِعِہٖ بِعَیْنِہٖ اِلَّا کَلِمَۃَ اَشْھَدُ قَبْلَ اَنَّ مُحَمَّدًا ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَہٗ فَلْیَفْعَلْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَبْلُغُ الْحِلْیَۃُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَیْثُ یَبْلُغُ الْوُضُوْءُ

کہ خدایا مجھے توبہ والوں سے بنا اور مجھے خوب ستھروں سے کرلے؎۱ اور جو حدیث محی السنہ نے صحاح میں روایت کی کہ جس نے وضو کیا تو اچھا کیا الخ اسے ترمذی نے اپنی جامع میں اسی طرح روایت کیا سوا کلمہ اشھد کے اَنَّ محمدًا سے پہلے؎۲ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اُمت قیامت کے دن پنج کلیان بلائی جائے گی آثارِ وضو سے؎۳ تو جو اپنی چمک دمک دراز کرسکے تو کرے؎۴ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کا زیور وہاں تک ہی پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچے

؎۱ خیال رہے کہ تواب وہ ہے جو ہمیشہ ہر حال میں توبہ کرے گناہ کرکے بھی اور بغیر گناہ کیئے بھی، کبھی رب کے دروازے سے نہ ہٹے، نہ مایوس ہو تائب وہ جو ایک آدھ بار توبہ کرے، یونہی مُتَطَھِّر وہ جو ہر ظاہری و باطنی گندگی سے اپنے آپ کو پاک کرے، طاہر وہ جو صرف ظاہری گندگی سے پاک ہو، بارگاہِ الٰہی میں تواب اور متطہر کی قدر ہے رب فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ اور فرماتا ہے وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ ؎۲ یہ صاحبِ مصابیح پر اعتراض ہے کہ اس نے فصل اوّل میں وہ حدیث بیان کی جو مسلم و بخاری میں نہیں صرف ترمذی میں ہے ؎۳ پنج کلیان وہ سُرخ یا سیاہ گھوڑا ہے جس کے چاروں ہاتھ پاؤں اور پیشانی سفید ہوں یہ بہت قیمتی خوبصورت اور طاقتور ہوتا ہے، اُمت سے مراد سارے نمازی مسلمان ہیں کہ قیامت میں انکا چہرہ اور ہاتھ پاؤں آثارِ وضو سے چمکتے ہونگے، خیال رہے کہ اگرچہ پچھلی اُمتوں نے بھی وضو کیا مگر یہ نور صرف اُمتِ محمدی پر ہوگا، نیز جو صحابہ نماز کی فرضیت سے پہلے وفات پا گئے یا اب مسلمانوں کے چھوٹے بچے یا اسلام قبول کرتے ہی فوت ہوجانے والے لوگ جنہیں نماز اور وضو کا وقت ہی نہ ملا، اُن پر بھی ان شاء اللہ یہ آثارِ وضو ہونگے کیونکہ وہ نمازیوں کے گروہ سے تو ہیں، ہاں بے نمازی فساق جنہوں نے بلاوجہ نماز نہ پڑھنے کی عادت ڈال لی وہ سزاءً اس سے محروم ہونگے، خیال رہے کہ حضور کا اپنی اُمت کو پہچاننا اس نور پر موقوف نہ ہوگا کیونکہ آپ نیککار نورانیوں کو بھی پہچانیں گے اور گنہگار ظلمانیوں کو بھی ؎۴ غالبًا یہ آخری جملہ سیدنا ابوہریرہ کا ہے مطلب یہ ہے کہ اعضائے وضو حدِ مفروض سے زیادہ دھولے تاکہ روشنی اور چمک لمبی ہو اور ممکن ہے کہ سرکار کا فرمان ہو، مطلب یہ ہے کہ اعضائے وضو حد سے کم نہ دھوؤ، زیادہ کچھ دھل جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں، خیال رہے کہ غرہ چہرے کی سفیدی کو کہتے ہیں اور تحجیل ہاتھ پاؤں کی سفیدی کو چونکہ اکثر لوگ چہرہ دھونے میں

رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِی عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَقِیْمُوْا وَلَنْ تُحْصُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ خَیْرَ اَعْمَالِکُمُ الصَّلٰوۃُ وَلَا یُحَافِظُ عَلَی الْوُضُوْءِ اِلَّا مُؤْمِنٌ رَوَاہُ مَالِکٌ وَاَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ عَلٰی طُہْرٍ کُتِبَ لَہٗ عَشْرُ حَسَنٰتٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

۱ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ثوبان سے ۲ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سیدھے رہو مگر تم ہرگز نہ سکو گے ۳ اور جان رکھو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے ۴ اور وضو کی حفاظت مومن ہی کرتا ہے ۵ اسے مالک احمد ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو پاکی پر وضو کرے اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں ۶ (ترمذی) تیسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

بے احتیاطی کرتے ہیں کہ کنپٹی وغیرہ خشک رہ جاتی ہے لہذا اس کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔

۱ حلیہ ح کے کسرہ سے بمعنی رونق وحسن ہے اور ح کے زیر سے بمعنی زیور احادیث میں دونوں قرأتیں ہیں، وضوء واؤ کے پیش سے اس ہی مشہور وضو کو کہتے ہیں اور واؤ کے زبر سے وضوء کا پانی، یہاں واؤ کے زبر سے ہے یعنی جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک نور اور رونق وزینت ہوگی یا وہاں تک زیور پہنایا جائیگا دنیا میں مسلمان مرد کو زیور پہننا حرام تاکہ وہ جہاد کی شجاعت نہ کھو بیٹھے جنت میں زیور وہاں کی نعمتوں میں سے ہوگا ۲ آپ کا نام ثوبان ابن بجدد کنیت ابو عبداللہ ہے حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں ہمیشہ سفر و حضر میں حضور کے ساتھ رہے حضور کے بعد اولًا شام میں پھر حمص میں قیام فرمایا ۵۴ھ میں وفات پائی ۳ یعنی عقائد عبادات اور معاملات میں ٹھیک رہو ادھر ادھر نہ بہکو لیکن پوری درستی طاقت انسانی سے باہر ہے لہذا بقدر طاقت درست رہو اور کوتاہیوں کی معافی چاہتے رہو یا یہ مطلب ہے کہ استقامت کا ثواب تم شمار نہ کرسکو گے۔ احصاء بمعنے کنکریوں پر گننا، تھوڑی چیز پوروں پر اور زیادہ چیز کنکروں پر گنی جاتی ہے جو کنکر پر بھی نہ گنی جائے وہ شمار سے باہر ہوتی ہے ۴ کیونکہ اسلام میں سب سے پہلے نماز ہی فرض ہوئی سارے اعمال فرش پر آئے مگر نماز عرش پر بلا کر دی گئی جس نے نماز درست کرلی ان شاء اللہ اس کے سارے اعمال درست ہوجائیں گے نیز نماز بہت سی عبادات کا مجموعہ اور سارے گناہوں سے بچانے والی ہے کہ بحالتِ نماز جھوٹ غیبت وغیرہ کچھ نہیں ہوسکتی ۵ یعنی ہمیشہ باوضو رہنا یا ہمیشہ صحیح وضو کرنا کامل مومن کی پہچان ہے ۶ یعنی جس کا پچھلی نماز کا وضو ہو اور پھر اگلی نماز کیلئے وضو کرے تو یہ وضو بیکار وعبث نہیں ہے بلکہ اس پر بہت ثواب ہے خیال رہے کہ وضوء پر وضوء مستحب ہے جبکہ پہلے وضو کے بعد نماز یا ایسی عبادت کرلی گئی ہو جو وضو پر موقوف ہو ورنہ بار بار وضو کیے جانا مکروہ اور پانی کا اسراف ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اور نہ فقہ کا مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے۔

اَللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ الصَّلٰوۃُ وَمِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّھُوْرُ رَوَاہُ اَحْمَدُ،
وَعَنْ شَبِیْبِ بْنِ اَبِیْ رَوْحٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی صَلٰوۃَ الصُّبْحِ فَقَرَاَ الرُّوْمَ فَالْتَبَسَ عَلَیْہِ فَلَمَّا صَلّٰی
قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ یُصَلُّوْنَ مَعَنَا لَا یُحْسِنُوْنَ الطُّھُوْرَ وَاِنَّمَا یُلَبِّسُ عَلَیْنَا الْقُرْاٰنَ
اُولٰٓئِکَ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ، وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِیْ سُلَیْمٍ قَالَ عَدَّھُنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ یَدِیْ اَوْ فِیْ یَدِہٖ قَالَ التَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ یَمْلَاُہٗ
وَالتَّکْبِیْرُ یَمْلَاُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَالصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ وَالطُّھُوْرُ نِصْفُ

صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنّت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی پاکی ہے [۱] (احمد) روایت ہے شبیب ابن ابی روح سے [۲] وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے راوی [۳] کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھی سورۂ روم کی قرات کی تو آپ کو تشابہ لگ گیا جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں. طہارت اچھی طرح نہیں کرتے [۴] ہم پر یہ ہی لوگ قرآن مشتبہ کر دیتے ہیں [۵] (نسائی) روایت ہے بنی سُلَیم کے ایک صاحب سے [۶] فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے یا اپنے ہاتھ پر چیزیں گنائیں فرمایا تسبیح آدھی ترازو ہے اور الحمد للہ اُسے بھر دے گی [۷] اور تکبیر آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتی ہے اور روزہ آدھا صبر ہے [۸] اور پاکی آدھا

[۱] یعنی جنت کے درجات کی چابی نماز ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ جنت کی چابی کلمہ طیبہ ہے کہ وہاں نفس جنت کی چابی مراد ہے اگرچہ نماز کی شرائط بہت ہیں وقت قبلہ کو منہ ہونا وغیرہ لیکن طہارت بہت اہم ہے اسلئے اسے نماز کی چابی فرمایا گیا [۲] آپ تابعین سے ہیں حمص کے رہنے والے آپ کے والد کا نام نعیم کنیت ابو روح ہے نہ خود صحابی ہیں نہ والد [۳] چونکہ تمام صحابہ پرہیزگار و عادل ہیں کوئی فاسق نہیں اسلئے اسطرح روایت جائز ہے صحابہ کے علاوہ اور راوی کا نام لینا ضروری ہے ورنہ حدیث مجروح ہوگی کیونکہ معلوم وہ شخص فاسق ہے یا عادل، غالباً یہ صحابی اغر غفاری ہیں (مرقاۃ) [۴] یعنی وضو و غسل کی سنتیں و مستحبات پورے ادا نہیں کرتے کیونکہ وضو میں واجب کوئی نہیں [۵] یعنی انکی کوتاہی کا اثر ہم پر یہ پڑتا ہے کہ تلاوت میں لقمہ لگ جاتا ہے مرقاۃ نے فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حضور جیسی ہستی کی نماز پر ناقص الوضو کی صحبت کا اثر ہو جاتا ہے تو افسوس ان لوگوں پر جو بدکاروں اور بے دینوں کی صحبت میں رہیں یقیناً اُن کا ایمان بھی بُرا اثر لے گا یہ بیماری اڑ کر لگتی ہے [۶] ہم ابھی عرض کر چکے کہ سارے صحابہ عادل ہیں لہذا اُن کا نام معلوم نہ ہونا مضر نہیں [۷] اس کی شرح گزر چکی کہ نیکیوں کا پلّہ ان دو کلموں کے ثواب سے بھر جائے گا اس لیئے کہ تسبیح میں اللہ کی بے عیبی کا اقرار ہے اور حمد میں اس کے صفات کمالیہ کا اظہار [۸] کہ حلق اور شرمگاہ کو روزہ روکتا ہے باقی اعضاء کو دوسرا صبر یا ظاہری گناہوں سے روزہ روکتا ہے باطنی گناہوں سے دوسرا

الْإِيْمَانِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الصُّنَابِحِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فَمَضْمَضَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ فِيْهِ وَاِذَا اسْتَنْثَرَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ اَنْفِهٖ وَاِذَا غَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ وَجْهِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَشْفَارِ عَيْنَيْهِ فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ يَدَيْهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِ يَدَيْهِ فَاِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهٖ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رَاْسِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ اُذُنَيْهِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتِ

ایمان ہے، اسے ترمذی نے روایت کیا، اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے، روایت ہے عبداللہ صنابحی سے[1] فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ مومن جب وضو کرنے لگے، کلی کرے، تو خطائیں اس کے منہ سے نکل جاتی ہیں[2] اور جب ناک میں پانی لے، تو خطائیں اسکے ناک سے نکل جاتی ہیں، اور جب اپنا منہ دھوئے تو خطائیں اسکے چہرے سے نکل جاتی ہیں[3] حتی کہ اسکی آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے نکلتی ہیں، اور جب اپنے ہاتھ دھوئے تو خطائیں ہاتھوں سے نکل جاتی ہیں حتی کہ ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں، اور جب اپنے سر کا مسح کرے تو خطائیں اس کے سر سے نکل جاتی ہیں حتی کہ اس کے کانوں سے نکل جاتی ہیں[4]۔ پھر جب پاؤں دھوئے، تو

صبر یا ایمان، طاعت پھر اور گناہوں سے صبر کرنا ہے جس کا سبب نفس کی شہوت ہے اور روزے سے ٹوٹتی ہے مطلب یہ ہے کہ تمام قسم کے صبر ایک جانب اور روزہ ایک جانب۔ [1] حق یہ ہے کہ آپ کا نام عبدالرحمن ابن عسیلہ ہے کنیت ابوعبداللہ قبیلہ صنابح سے ہیں جو قبیلہ مراد کا ایک فولہ ہے۔ آپ تابعی ہیں صحابی نہیں، حضور کی حیات شریف میں ہجرت کرکے مدینہ پاک کی طرف چلے مقام جحفہ پہنچے تھے کہ حضور کی وفات شریف واقع ہوگئی، ابوبکر صدیق سے ملاقات ہوئی، لہذا یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ صحابی کا نام رہ گیا۔ [2] یعنی زبان سے جو غیبت جھوٹ وغیرہ گناہ صغیرہ ہوئے تھے وہ کلی کی برکت سے معاف ہوجاتے ہیں مومن کی قید اس لیے ہے کہ کافر کے وضو کی یہ تاثیر نہیں ہاں اگر ایمان لانے کے لئے وضو کرے تو شاید مذکورہ فائدہ اسے بھی حاصل ہو جائے، وضو کو مطلق فرمانے سے معلوم ہوا کہ ہر وضو کا یہ فائدہ ہے نماز کے لئے ہو یا اور عبادت کے لیے۔ [3] یعنی ناک میں پانی لینے کی برکت سے ناک یا دماغ کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے ناجائز خوشبو سونگھنا اور دماغ میں گندے خیالات رکھنا، خیال رہے کہ یہاں بھی گناہ صغائر ہی مراد ہیں، اور چہرے کے دھونے سے آنکھ کے گناہ جھڑتے ہیں جیسے ناجائز چیزوں کو دیکھنا یا ناجائز اشارے بازیاں۔ [4] اس سے معلوم ہوا کہ کانوں کا شمار سر میں ہے نہ کہ چہرے میں کیونکہ حضور نے سر کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا، لہذا نہ تو کانوں کو چہرے کے ساتھ دھویا جائے گا اور نہ علیحدہ پانی سے اس کا مسح ہوگا بلکہ مسح سر کی تری سے ہی ان کا مسح بھی کیا جائے گا یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے۔

اَلْخَطَايَا مِنْ رِجْلَيْهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ اَظْفَارِ رِجْلَيْهِ ثُمَّ كَانَ مَشْيُهٗ اِلَى الْمَسْجِدِ وَ
صَلٰوتُهٗ نَافِلَةً لَّهٗ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّالنَّسَائِیُّ - وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا
اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ وَدِدْتُ اَنَّا قَدْ رَاَيْنَا اِخْوَانَنَا قَالُوْا اَوَلَسْنَا اِخْوَانَكَ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ وَاِخْوَانُنَا الَّذِيْنَ لَمْ يَاْتُوْا بَعْدُ فَقَالُوْا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ

تو خطائیں اُس کے پاؤں سے نکل جاتی ہیں حتی کہ پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں[1] پھر اُس کا مسجد کی طرف جانا اور نماز پڑھنا زیادتی ہوتی ہے[2] (مالک و نسائی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے[3]، تو فرمایا اے مومن قوم کی جماعت تم پر سلام ہو[4] انشاءاللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں[5] مجھے یہ تمنا ہے کہ اپنے بھائیوں کو دیکھتا[6] صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ فرمایا تم میرے ساتھی دوست ہو، ہمارے بھائی وہ ہیں جو اب تک آئے نہیں[7] لوگوں نے عرض کیا، کیا آپ کے

---

[1] یعنی جو قدم ناجائز جگہ پر جانے میں پڑے ان کا گناہ اس کی برکت سے معاف ہوجاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ پیر کا دھونا فرض ہے نہ کہ اس کا مسح جیسا کہ روافض نے سمجھا۔ [2] یعنی گناہوں سے معافی تو وضو میں ہی ہو چکی اب یہ اعمال معافی گناہ پر زائد ہیں جن سے درجے بلند ہوتے ہیں یہاں نفل لغوی معنی میں ہے فرماتا ہے۔ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً [3] مقبرہ سے مراد مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع ہے جہاں حضور زیارت قبور کے لیے تشریف لے جاتے تھے دار کے معنی گھر اور حویلی ہیں، اہل پوشیدہ ہے یعنی گھر والے مرقاۃ نے فرمایا عوام کی قبور پر پہنچ کر سلام کرنا سنت ہے، کیونکہ مردے زائرین کو دیکھتے ہیں پہچانتے ہیں۔ ان کے کلام و سلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں، کیونکہ نہ سننے والے اور نہ جواب دے سکنے والے کو سلام کرنا منع ہے۔ رب فرماتا ہے وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ الآیۃ اس سے معلوم ہوا کہ مردوں اور زندوں کو سلام یکساں کیا جائے یعنی اس طرح کہ سلام پہلے علیکم بعد میں، وہ جو حدیث میں ہے کہ علیکم السلام مردوں کا سلام ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ تب یہ سلام کرتے ہیں۔ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ [4] یعنی عنقریب وفات پاکر تم سے ملاقات کریں گے۔ انشاءاللہ۔ برکت کے لیے فرمایا ورنہ موت تو یقینی ہے یا ایمان پر خاتمہ اور کسی خاص جگہ مرنا ہم لوگوں کے لیے مشکوک ہے۔ یعنی اگر اللہ نے چاہا، تو ہم ایمان پر مر کر مومنوں سے ملیں گے۔ یہ سب کچھ امت کی تعلیم کے لیے ہے۔ [5] یعنی آئندہ پیدا ہونے والے مسلمانوں سے حیات ظاہری میں ملاقات کرتا، ورنہ حضور ساری امت کو دیکھ رہے ہیں انکو اپنا بھائی فرمانا انتہائی کرم کریمانہ ہے امت کو یہ جائز نہیں کہ حضور کو اپنا بھائی کہے۔ بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپکا بھائی اور خادم ہوں لیکن اگر رعایا اسے خادم کہہ کر پکارے سزا پائے گی۔ رب فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ الآیۃ [6] یعنی تم بھائی بھی ہو اور صحابی بھی اور جو لوگ مسلمان آئندہ آنے

لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَرَءَيْتَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا لَهٗ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ اَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهٗ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنَّهُمْ يَاْتُوْنَ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ وَاَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ يُّؤْذَنُ لَهٗ بِالسُّجُوْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يُّؤْذَنُ لَهٗ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ فَاَنْظُرُ اِلٰى مَا بَيْنَ يَدَيَّ فَاَعْرِفُ

جو اُمتی اب تک نہیں آئے انہیں حضور کیسے پہچانیں گے؟[1] فرمایا بتاؤ تو اگر کسی شخص کے گھوڑے پنج کلیان ہوں اور وہ نہایت سیاہ گھوڑوں میں مخلوط ہوگئے ہوں، کیا یہ اپنے گھوڑے نہ پہچان لے گا؟[2] بولے ہاں یارسول اللہ! فرمایا وہ آثار وضو سے پنج کلیان آئیں گے، اور میں حوض پر اُن کا پیش رو ہوں گا،[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابودرداء سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں پہلا وہ ہوں جسے قیامت کے دن سجدے کی اجازت ملے گی، اور میں ہی پہلا وہ ہوں جسے سر اُٹھانے کی اجازت ملے گی[1] تو اپنے سامنے بھیڑ دیکھوں گا۔

والے ہیں وہ صرف بھائی ہوں گے صحابی نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ بھائی ہونا ظاہری لحاظ سے ہے رشتہ ایمانی کی بنا پر ورنہ حضور امت کیلئے روحانی والد ہیں اور آپ کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں نہ کہ بھاوجیں۔ رشتہ ایمانی سے سگا باپ اور دادا اسلامی بھائی ہیں اور حقیقی ماں اور بیوی اسلامی بہنیں، مگر اس رشتہ کی بنا پر ان لوگوں کو بھائی بہن کہا جاتا ہے۔ اور نہ ان پر بھائی بہن کے احکام مرتب، حتی کہ اگر بیوی کو بہن سے تشبیہ بھی دے تو ظہار ہو جاتا ہے۔ جس کی سزا میں ساٹھ روزے کفارہ واجب ہے، تو جو حضور کو بھائی کہے اور سمجھے وہ بھی سخت سزا کا مستحق ہے۔ [1] صحابہ کا یہ سوال حضور کے علم کی نفی کی بنا پر نہیں ذریعہ علم کے متعلق ہے یعنی جن مسلمانوں کو دنیا میں آپ نے زندگی شریف میں ظاہری نگاہ سے نہیں دیکھا انہیں کل قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے شفاعت کریں گے محض نور نبوت یا وحی سے کچھ ان میں علامتیں بھی ہوں گی جن سے ہم بھی پہچان سکیں ورنہ صحابہ کا تو یہ عقیدہ تھا کہ حضور کو اپنی ساری امت کے کھلے چھپے ایک ایک عمل کی خبر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے سوال کیا تھا کہ کیا آپ کی امت میں کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہیں؟ فرمایا ہاں عمر کی، یہ سوال و جواب علم و خبر سے ہی ہو سکتے ہیں۔ [2] سبحان اللہ کیا نفیس تمثیل ہے کہ جیسے پنج کلیان گھوڑا کالے گھوڑوں میں نہیں چھپتا ایسے ہی میری امت دیگر امتوں میں نہیں چھپے گی، اس کا مطلب یہ نہیں کہ پچھلی امتوں کے سارے مومن سیاہ رو ہوں گے، سیاہ روئی تو صرف کفار کے لیے ہے مطلب یہ ہے کہ آثار وضو کی خاص چمک صرف امت مصطفوی پر ہوگی۔ [3] حوض سے مراد حوض کوثر ہے جو ہمارے حضور کا ہے اور نبیوں کے بھی حوض ہوں گے مگر کوثر کسی کا بھی نہیں، فرط سے ہیں جو آگے پہنچ کر انتظام فرمائے مطلب یہ ہے کہ کوثر پر تم سے پہلے پہنچ کر تمہارا انتظام اور انتظار فرمائیں گے تمہیں اپنے انتظام سے پانی پلائیں گے حوض کی پوری تحقیق

أُمَّتِي مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ وَمِنْ خَلْفِي مِثْلُ ذٰلِكَ وَعَنْ يَمِينِي مِثْلُ ذٰلِكَ وَعَنْ شِمَالِي مِثْلُ ذٰلِكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تَعْرِفُ أُمَّتَكَ مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ فِي مَا بَيْنَ نُوحٍ إِلَى أُمَّتِكَ قَالَ هُمْ غُرٌّ مُحَجَّلُونَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ لَيْسَ أَحَدٌ كَذٰلِكَ غَيْرُهُمْ وَأَعْرِفُهُمْ أَنَّهُمْ يُؤْتَوْنَ كُتُبَهُمْ بِأَيْمَانِهِمْ وَأَعْرِفُهُمْ تَسْعٰى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ رَوَاهُ أَحْمَدُ۔ بَابُ مَا يُوجِبُ الْوُضُوءَ۔ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

تو تمام امتوں میں سے اپنی امت کو پہچان لونگا، اور میرے پیچھے بھی اسی طرح، اور میرے داہنے بھی اسی طرح اور میرے بائیں بھی اسی طرح ہونگے[۱] تب ایک صاحب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نوح علیہ السلام سے اپنی امت تک کی اتنی امتوں میں اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے؟[۲] فرمایا وہ آثار وضو سے پنج کلیان ہونگے، اُن کے سوا اور کوئی ایسا نہ ہوگا[۳] اور انہیں یوں پہچانوں گا، کہ ان کی کتابیں اُن کے داہنے ہاتھ میں ہونگی[۴] اور ایسے پہچانوں گا کہ اُنکے بچے اُن کے آگے دوڑتے ہونگے[۵] (احمد) وضو واجب کرنے والی چیزوں کا باب[۶] پہلی فصل، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں،

انشاءاللہ باب حوض میں آئے گی۔ [۲] یہ سجدہ عبادت کا نہ ہوگا بلکہ شفاعت کبریٰ کی اجازت کا ہوگا، یہ وہ وقت ہوگا جب سارے انبیاء نفسی نفسی کہکر جواب دے چکے ہوں گے اور حضور شفاعت کا دروازہ کھولیں گے اس کی پوری تحقیق انشاءاللہ باب الشفاعت میں کی جائے گی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ چونکہ اللہ نے سب سے پہلے حضور کا نور پیدا فرمایا، اس لئے وہاں بھی پہلے شفاعت آپ ہی کریں گے بگڑا وقت کا سہرا انہی کے سر ہے۔ یہ سجدہ ایک ہفتہ کا ہوگا، جس میں حضور خدا کی ایسی حمد کریں گے جو کبھی کسی نے نہ کی ہوگی۔ اسی لیے حضور کا نام شریف احمد ہے۔ [۱] یعنی از آدم تا قیامت ساری خلقت حضور کو ایسے گھیرے ہوگی جیسے دولہا کو براتی، کیونکہ سب کا فیصلہ آج کے دن حضور کی جنبش لب پر ہوگا، ہر آنکھ ان کا منہ تکے گی ہر سر ان کی طرف جھکے گا، حضور کی وہ شان ظاہر ہوگی وہ دیکھ کر ہی معلوم ہوگی، اس بھیڑ میں سارے نبی بھی ہوں گے اور انکے امتی بھی۔ [۲] یعنی اتنی امتوں کی بھیڑ میں آپ کی امت کی پہچان کیا ہوگی نوح کا ذکر صرف انکی شہرت کی بنا پر ہے۔ ورنہ ان سے پہلے نبی مع امتوں کے وہاں موجود ہوں گے یا ان سب سے پہلے کفار کو تبلیغ نوح علیہ السلام نے ہی کی۔ [۳] یعنی اگرچہ وضو ساری امتوں نے کئے تھے لیکن اس کا یہ نور صرف اس امت کیلئے ہوگا۔ [۴] یعنی میری امت کے نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے کافروں کے بائیں ہاتھ میں پچھلی امت کے مومنوں کو ابھی نامۂ اعمال نہ ملے ہوں گے اس وقت خالی ہاتھ ہونگے بعد میں انہیں بھی داہنے ہاتھ میں ہی ملیں گے نیز اس امت کے نامۂ اعمال دور سے چمکتے ہوں گے نہ کہ دوسری امتوں کے لہذا اس حدیث پر اعتراض نہیں کہ ہر نبی کے مومنوں کو داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیئے جائیں گے [۵] جنت میں لیجانے کیلئے اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کا ماں باپ کے آگے چلنا شفاعت کرنا اس امت کیساتھ خاص ہے خیال رہے کہ ان تینوں علامتوں پر حضور کی پہچان موقوف نہیں، حضور تو ہر شخص کے درجۂ ایمان سے خبردار ہیں بلکہ ایمان کی نبض پر حضور کا ہاتھ ہے کیونکہ حضور ہر ایک کی ہر حالت سے گواہ مطلق ہیں [illegible] حضور کے نیک امتی گنہگاروں کو دوزخ میں سے نکال کر لائیں گے پہلے انہیں جن کے دل میں ایمان دینار کے برابر ہے پھر آدھے دینار والوں کو حتی کہ آخر میں رائی کے برابر والوں کو، جب یہ مومن دل کے ایمان کی مقدار پہچانتے ہیں تو

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰی یَتَوَضَّأَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃٌ بِغَیْرِ طُھُوْرٍ وَّلَا صَدَقَۃٌ مِّنْ غُلُوْلٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ کُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَکُنْتُ اَسْتَحْیِیْ اَنْ اَسْاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمَکَانِ اِبْنَتِہٖ فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ فَسَئَلَہٗ فَقَالَ یَغْسِلُ ذَکَرَہٗ وَیَتَوَضَّأُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ تَوَضَّؤُا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے وضو کی نماز قبول نہیں یہاں تک کہ وضو کرے[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ بغیر پاکی کے نماز قبول اور نہ خیانت کے مال سے صدقہ وخیرات قبول ہے[2] (مسلم) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ میں بہت مذی والا تھا[3] اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہوئے بھی شرماتا تھا آپ کی صاحبزادی کی وجہ سے[4] تو میں نے مقداد سے کہا انہوں نے حضور سے پوچھا تو فرمایا کہ شرمگاہ دھولیں اور وضو کرلیں[5] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جسے آگ پکائے اس سے وضو کرو[6] (مسلم)

حضور کی پہچان کیا پوچھنا وہ لیں گے چھانٹ اپنے نام لیواؤں کو حشر میں، غضب کی بھیڑ میں ان کی میں اس پہچان کے صدقے، ورنہ حضور کی امت میں بعض لوگ ان تینوں علامتوں سے خالی ہوں گے کہ نہ انھوں نے وضو کیا نہ کوئی نیک عمل نہ کوئی ان کے کوئی اولاد بلکہ یہ علامتیں تو عوام کی پہچان کیلیے ہیں اسی لیے حضور نے یہ نہ فرمایا کہ ان کے بغیر میں نہ پہچان سکوں گا۔[1] آٹھ چیزیں وضو توڑ دیتی ہیں جو کچھ پیشاب یا پاخانہ کی راہ نکلے منہ بھر قے، بہتا خون، بیہوشی، نشہ، غفلت کی نیند رکوع سجدے والی نماز میں آواز سے ہنسنا، مباشرت۔ [2] قبول سے مراد نماز کا جائز ہونا ہے اور وضو سے حقیقی اور حکمی دونوں وضو مراد ہیں یعنی تیمم بھی بے وضو کی نماز بغیر وضو یا تیمم جائز نہیں احناف کے نزدیک جسے وضو کے لائق پانی اور تیمم کے لائق مٹی نہ ملے وہ نماز قضا کرے اور اگر قضا کا موقع پانے سے پہلے فوت ہوگیا تو اس پر گناہ نہیں، یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے علماء فرماتے ہیں کہ عمداً بے وضو پڑھنا کفر ہے جبکہ نماز کو ہلکا جانتا ہو۔[3] یہاں طہارت سے وضو اور غسل دونوں مراد ہیں اور خیانت سے سارے حرام مال مراد یعنی پاک ہو کر نماز پڑھو اور حلال مال سے خیرات کرو، حرام مال اس کے مالک کو واپس کرو اگر مالک کا پتہ نہ چلے تو اس کے مالک کی طرف سے خیرات کردو کہ اس کے لیے یہ حلال ہے۔[4] شہوت کے وقت جو پتلا لیس دار پانی نکلتا ہے وہ مذی ہے، پیشاب کے بعد جو سفید قطرہ آجاتا ہے وہ ودی کہلاتا ہے ان دونوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے نہ کہ غسل اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بزرگوں سے حیا وغیرت کرنا کمال ایمان کی دلیل ہے، ہاں حیا کی وجہ سے مسئلہ ہی نہ پوچھنا بے علم رہنا گناہ ہے علی مرتضٰی نے مسئلہ معلوم بھی کرلیا اور حیا قائم بھی رکھی۔[5] یعنی اس کا حکم پیشاب کا سا ہے کہ نجاست حکمی بھی ہے اور حقیقی بھی، خیال رہے کہ اگر مذی وغیرہ سے روپیہ برابر جگہ لتھڑ جائے تو پانی سے استنجا کرنا واجب ہے۔[6] یہاں وضو لغوی معنی میں ہے

قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْأَجَلُّ مُحْيِي السُّنَّةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ هٰذَا مَنْسُوْخٌ بِحَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُوْمِ الْغَنَمِ قَالَ اِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّأْ وَاِنْ شِئْتَ فَلَا تَتَوَضَّأْ قَالَ اَنَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُوْمِ الْاِبِلِ قَالَ نَعَمْ فَتَوَضَّأْ مِنْ لُحُوْمِ الْاِبِلِ قَالَ اُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَالَ نَعَمْ قَالَ اُصَلِّيْ فِيْ مَبَارِكِ الْاِبِلِ قَالَ لَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

امام شیخ محی السنہ نے فرمایا کہ یہ حکم حضرت ابن عباس کی حدیث سے منسوخ ہے[1] جو فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ کھایا، پھر بغیر وضو کیے نماز پڑھ لی (مسلم و بخاری) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے[2] کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ سے پوچھا کہ کیا ہم بکری کے گوشت سے وضو کریں؟ فرمایا اگر چاہو کرو، چاہو نہ کرو۔ عرض کیا کہ کیا ہم اونٹ کے گوشت سے وضو کریں؟ فرمایا ہاں اونٹ کے گوشت سے وضو کرو[3] عرض کیا کہ میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا ہاں عرض کیا کہ کیا اونٹوں کے طویلہ میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا نہیں[4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

وضاءۃ سے مشتق ہے بمعنی صفائی شرعی معنی مراد نہیں مطلب یہ ہے کہ آگ کی پکی چیز کھا کر ہاتھ دھونا اور کلی کرنا بہتر ہے۔ پھل فروٹ کھانے کے بعد اسکی ضرورت نہیں جیسا کہ اگلی احادیث سے ظاہر ہو رہا ہے نیز ایک بار حضور علیہ السلام نے گوشت کھا کر ہاتھ دھوئے، کلی کی اور فرمایا آگ کی پکی چیز کا وضو یہ ہے۔ اس صورت میں یہ حدیث منسوخ نہیں، کھانا کھا کر ہاتھ دھونا مستحب ہے۔

1 ؎ صاحب مصابیح شیخ محی السنہ نے شرح سنہ میں اس حدیث کو منسوخ مانا۔ اس لئے کہ انہوں نے وضو شرعی معنے میں لیا اور امر وجوب کے لیے، لیکن ہماری پیش کردہ توجیہ پر حدیث منسوخ نہیں، نسخ میں تاریخ کا معلوم ضروری ہے نیز قولی حدیث فعل سے منسوخ جب ہو سکتی ہے۔ جب وہ فعل حضور کی خصوصیات میں سے نہ ہو، اس لئے مناسب یہی ہے کہ حدیث منسوخ نہ مانی جائے۔

2 ؎ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے قبیلہ بنی عامر سے ہے، سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں صحابی اور صحابی زادہ ہیں، کوفہ میں رہے ۶۶ھ میں وفات ہوئی۔

3 ؎ یہاں بھی وضو کے معنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا ہیں چونکہ اونٹ کے گوشت میں بو اور چکناہٹ زیادہ ہوتی ہے کہ بغیر ہاتھ منہ دھوئے جاتی نہیں بکری کے گوشت میں یہ بات نہیں اس لئے اونٹ کے گوشت پر صفائی کی تاکید فرمائی گئی۔ امام احمد کے نزدیک اونٹ کے گوشت سے بھی وضو واجب ہے اسی حدیث کی بنا پر۔

4 ؎ یعنی جہاں اونٹ بندھے ہوں وہاں نماز نہ پڑھو کیونکہ نمازی کو خطرہ رہتا ہے کہ شاید اونٹ کھلے اور مجھ کو روند دے اس لیے حضور قلب حاصل نہ ہوگا، بکری میں یہ خطرہ نہیں۔ دو فرق یہ ہے کہ اونٹ اور بکری دونوں کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے اور زمین سوکھ کر پاک ہو جاتی ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اونٹ کے پیشاب کی چھینٹیں دور تک جاتی ہیں اور بکری کے پیشاب کی نہیں لہذا نمازی کو دامن بچانا

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا وَجَدَ اَحَدُکُمْ فِیْ بَطْنِہٖ شَیْئًا فَاَشْکَلَ عَلَیْہِ اَخَرَجَ مِنْہُ شَیْءٌ اَمْ لَا فَلَا یَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰی یَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ یَجِدَ رِیْحًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ اِنَّ لَہٗ دَسَمًا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ وَعَنْ بُرَیْدَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّی الصَّلَوَاتِ یَوْمَ الْفَتْحِ بِوُضُوْءٍ وَّاحِدٍ وَّمَسَحَ عَلٰی خُفَّیْہِ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْیَوْمَ شَیْئًا لَمْ تَکُنْ تَصْنَعُہٗ فَقَالَ عَمْدًا صَنَعْتُہٗ یَا عُمَرُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ سُوَیْدِ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّہٗ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے پیٹ میں کچھ پائے تو اس پر شبہ ہوجائے کہ کچھ نکلا یا نہیں، تو مسجد سے نہ جائے، تا آنکہ آواز سن لے یا بو محسوس کرے[1] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا تو کلی فرمائی اور فرمایا کہ اس میں چکناہٹ ہوتی ہے[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت بریدہ سے[3] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا[4] تو حضرت عمر نے عرض کیا کہ آج حضور نے وہ کام کیا جو کرتے نہ تھے، فرمایا اے عمر ہم نے قصدًا کیا[5] (مسلم) روایت ہے حضرت سوید ابن نعمان سے[6] کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

اونٹوں کی آڑ میں پیشاب کرلیتے تھے وہاں زمین زیادہ گندی ہوتی تھی۔ [1] یعنی اگر کوئی شخص مسجد میں جماعت سے نماز پڑھ رہا ہے کہ اس کے پیٹ میں گڑگڑاہٹ ہوئی لیکن نہ بو محسوس ہوئی، ہوا کے نکلنے کا یقین نہ ہوا یونہی شبہ سا ہوگیا تو شبہ کا اعتبار نہ کرے وہ باوضو ہے نماز پڑھے جائے آواز سننے سے مراد ہے نکلنے کا یقین اس سے معلوم ہوا کہ یقینی وضو مشکوک حدث سے نہیں جاتا، ہمیں یقین ہے کہ ظہر کے وقت ہم نے وضو کیا تھا مگر ٹوٹنے کا صرف شبہ ہے یقین نہیں تو ہمارا وضو باقی ہے۔ [2] یہ حدیث کھانے کے وضو کی تفسیر ہے اس سے معلوم ہورہا ہے کہ چکنی چیز کھا کر یا پی کر کلی کرنی چاہیئے۔ اگرچہ آگ کی پکی نہ ہو، ظاہر یہ ہے کہ حضور نے کچا دودھ پیا تھا کیونکہ چکنی چیز کا اثر منہ میں رہتا ہے اگر اسی حال میں نماز پڑھی جائے تو اس کا اثر پیٹ میں پہنچتا رہے گا جو کراہت سے خالی نہیں (مرقاۃ) [3] آپ بریدہ ابن ابی حصیب اسلمی ہیں بدر سے پہلے اسلام لائے بیعت الرضوان میں حاضر ہوئے پہلے مدینہ طیبہ پھر بصرہ میں قیام رہا پھر خراسان میں غازی ہوکر گئے مقام مرو میں ۶۲ھ میں وفات پائی [4] فتح مکہ کے دن ایک وضو سے پانچ نمازیں پڑھیں اور وضو میں چرمی موزوں پر مسح بھی فرمایا اس سے پہلے ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور پاؤں شریف دھوتے تھے اسی لیے عمر فاروق کو تعجب ہوا۔ [5] تاکہ اپنے عمل شریف سے امت کو دو مسئلے بتادیں ایک یہ کہ ایک وضو سے چند نمازیں جائز ہیں دوسرے یہ کہ موزوں پر مسح سنت ہے اگرچہ ہر نماز کے لیے

عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ أَدْنٰى خَيْبَرَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَأَمَرَ بِهٖ فَثُرِّيَ فَأَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وُضُوْءَ إِلَّا مِنْ صَوْتٍ أَوْ رِيْحٍ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَذْيِ فَقَالَ مِنَ الْمَذْيِ الْوُضُوْءُ وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ

خیبر کے سال گئے، جب مقامِ صہبا میں پہنچے جو خیبر سے قریب ہے تو حضور نے نمازِ عصر پڑھی، پھر توشہ منگایا، صرف ستو لائے گئے[1] پھر آپ کے حکم سے بھگوئے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھائے، اور ہم نے بھی کھائے[2] پھر نماز مغرب کیلئے کھڑے ہوئے تو آپ نے بھی کلی کری اور ہم نے بھی کری، پھر نماز پڑھی، اور وضو نہ کیا[3] (بخاری) دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وضو نہیں واجب ہوتا مگر آواز یا بُو سے[4] (احمد و ترمذی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کے متعلق پوچھا، تو فرمایا کہ مذی سے وضو ہے اور منی سے غسل[5] (ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز کی کنجی طہارت ہے[6]

لہٰذا وضو بہتر ہے خیال رہے کہ حضور کا غیر مستحب کام کرنا بھی باعثِ ثواب ہے کہ اس میں تبلیغ ہے۔ آپ انصاری ہیں جنگ احد اور بیعت الرضوان وغیرہ غزوات میں شریک ہیں اہل مدینہ میں سے ہیں۔ [1] یہ ہے سلطان کونین کا غزوات میں کھانا اور غذا ہی راحتِ جاں ہے کہ نام لیوا آج دنیا بھر کی نعمتیں کھا رہے ہیں۔ بوریا ممنونِ خواب راحتش ۔ تاجِ کسریٰ زیرِ پائے امتش ۔ دیکھو خیبر کی جنگ ہے اور مجاہدین بلکہ خود حضور سید المرسلین کا کھانا ستو ہیں۔ [2] اس زمانہ میں ستو گھول کر پینے کا رواج نہ تھا نیز اس وقت شکر یا گڑ موجود نہ ہوگا تو صرف پانی میں گوندھ لئے گئے تاکہ حلق سے اترنا آسان ہو۔ [3] یعنی صرف کلی پر کفایت کی، اگرچہ ستو آگ میں بھونے جاتے ہیں، یہ حدیث وضو بطعام کی تفسیر ہے۔ [4] یہ حصر ہوا کے لحاظ سے ہے یعنی جب تک کہ ہوا نکلنے کا یقین نہ ہو تب تک وضو نہیں جاتا یہ مطلب نہیں کہ ہوا کے سوا کسی اور چیز سے وضو نہیں جاتا۔ [5] حضرت علی مرتضٰے کا یہ سوال حضرت مقداد کے ذریعہ تھا بلاواسطہ نہ تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ منی و مذی میں یہ فرق ہے کہ منی شہوت توڑ دیتی ہے اور مذی بڑھا دیتی ہے نیز منی دودھ کی طرح سفید اور گاڑھی لیسدار ہوتی ہے اور مذی پیشاب کی طرح مگر لیسدار۔ [6] کہ جیسے بغیر کنجی قفل نہیں کھلتا، ایسے ہی وضو، غسل یا تیمم کے بغیر نماز شروع نہیں ہو سکتی یہ حدیث امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے کہ جو وضو اور تیمم نہ کر سکے وہ نماز نہ پڑھے۔

وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْهُ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ۔ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَسَا أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي أَعْجَازِهِنَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ۔ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا الْعَيْنَانِ وِكَاءُ السَّهِ فَإِذَا نَامَتِ الْعَيْنُ اسْتَطْلَقَ الْوِكَاءُ رَوَاهُ

اور اس کا احرام تکبیر اور اُس سے کھلنا سلام ہے[1] اسے ابوداؤد، ترمذی، اور دارمی نے روایت کیا، اور ابن ماجہ نے بھی انہی سے اور ابوسعید سے[2] روایت ہے حضرت علی ابن طلق سے[3] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی بے آواز ہوا نکالے تو وضو کرے اور عورتوں کی دُبر میں نہ جاؤ[4] (ترمذی و ابوداؤد) روایت ہے حضرت معاویہ ابن ابی سفیان سے[5] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آنکھیں سرین کا بندھن ہیں، تو جب آنکھ سو گئی، تو بندھن کھل گیا[6]

[1] یعنی حج کا احرام تلبیہ سے بندھتا ہے کہ تلبیہ کہتے ہی حاجی پر صدہا چیزیں حرام ہو جاتی ہیں ایسے ہی نماز کا احرام تکبیر سے بندھتا ہے کہ تکبیر کہتے ہی کلام سلام کھانا پینا سب حرام نیز جیسے حج کے احرام سے کھلنا سر منڈانے سے ہوتا ہے ایسے ہی نماز کا احرام سے کھلنا سلام سے ہوتا ہے کہ سلام پھیرتے ہی مذکورہ بالا تمام چیزیں حلال۔ خیال رہے کہ تکبیر تحریمہ سب کے نزدیک فرض ہے مگر سلام امام شافعی و مالک و احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک فرض اور ہمارے امام صاحب کے یہاں واجب ہے، ان بزرگوں کی دلیل یہی حدیث ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ان اعرابی کی دلیل ہے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی تعلیم دی اس میں سلام کا ذکر نہیں، اگر فرض ہوتا تو ضرور ذکر فرمایا جاتا، اسی حدیث کی بنا پر ہم سلام کی فرضیت کا انکار کرتے ہیں اس حدیث کی بنا پر سلام کے وجوب کے قائل، لہذا عمل دونوں حدیثوں پر ہے تکبیر و سلام کے پورے مسائل کتب فقہ میں دیکھو۔ [3] آپ حنفی یمامی ہیں آپ سے ابن سلام نے روایت لیں، بعض نے فرمایا کہ آپ کا نام طلق ابن علی ہے اور آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ [4] کہ یہ پلیدی کی جگہ ہے نہ کہ اولاد کا محل خیال رہے کہ عورتوں کی دبر میں صحبت حرام قطعی ہے جس کا منکر کافر ہے مگر یہ حرمت قطعی آیات قطعی سے ثابت ہے نہ کہ ان احادیث سے کیونکہ یہ احادیث ظنی ہیں [5] حضرت معاویہ کے حالات پہلے بیان ہو چکے ان کے والد کا نام حرب کنیت ابوسفیان ابن صخر ہے اموی ہیں قرشی ہیں۔ فیل کے واقعہ سے دس سال قبل پیدا ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش فیل سے چالیس دن بعد ہے۔ فتح مکہ کے دن ایمان لائے حضور کے ساتھ جنگ حنین میں شریک ہوئے حضور نے ان کو بڑے بڑے عطیے عطا فرمائے جنگ طائف میں آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی اور جنگ یرموک میں دوسری آنکھ بھی شہید ہو گئی ۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے حضرت عبداللہ ابن عباس نے آپ سے روایات لیں (مرقاۃ وغیرہ) [6] لہذا سونا وضو توڑ دیتا ہے جیسے موت غسل توڑ دیتی ہے مگر نبی کی نیند سے وضو نہیں جاتا کیونکہ وہ غافل نہیں ہوتے اسی لیے ان کی خواب وحی الٰہی ہوتی ہے نیز شہید کی موت غسل نہیں توڑتی۔ اس

الدارمی۔ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وِکَاءُ السَّہِ الْعَیْنَانِ فَمَنْ نَامَ فَلْیَتَوَضَّأْ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ الشَّیْخُ الْاِمَامُ مُحْیِ السُّنَّۃِ رَحِمَہُ اللّٰہُ ھٰذَا فِیْ غَیْرِ الْقَاعِدِ لِمَا صَحَّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْتَظِرُوْنَ الْعِشَاءَ حَتّٰی تَخْفِقَ رُءُوْسُھُمْ ثُمَّ یُصَلُّوْنَ وَلَا یَتَوَضَّئُوْنَ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ اِلَّا اَنَّہٗ ذَکَرَ فِیْہِ یَنَامُوْنَ بَدَلَ یَنْتَظِرُوْنَ الْعِشَاءَ حَتّٰی تَخْفِقَ رُءُوْسُھُمْ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْوُضُوْءَ عَلٰی مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا فَاِنَّہٗ اِذَا اضْطَجَعَ اِسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُہٗ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ۔ وَعَنْ بُسْرَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا

(دارمی) روایت ہے حضرت علی سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سرین کا بندھن آنکھیں ہیں، تو جو سویا، وہ وضو کرے[1] اسے ابوداؤد نے روایت کیا، شیخ امام محی السنۃ نے فرمایا کہ یہ اسکے لیئے ہے جو بیٹھا نہ ہو، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت صحیح مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نماز عشاء کا انتظار کرتے تھے، حتی کہ انکے سر جھک جاتے تھے پھر نماز پڑھ لیتے اور وضو نہ کرتے تھے[2] اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا، مگر ترمذی نے بجائے ینتظرون العشاء کے یہ فرمایا کہ وہ سو جاتے تھے۔ روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وضو اس پر ہے جو لیٹ کر سوئے، کیونکہ جب وہ لیٹے گا تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جائیں گے[3] (ترمذی وابوداؤد) روایت ہے حضرت بسرہ سے[4] فرماتی ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے

---

[1] یعنی اگر آنکھ کھلی ہے تو ریح نکلنے کی خبر رہتی ہے، سوتے ہی بے خبری ہو جاتی ہے۔ لہذا اب نیند ہی ناقص مان لی گئی، خواہ ریح نکلے یا نہ نکلے، نیند کا جھونکا آیا اور وضو گیا۔ [2] لہذا حدیث سے معلوم ہوا کہ بے خبری کی نیند وضو توڑے گی۔ بیٹھے بیٹھے اونگھنا وضو نہیں توڑتا، کیونکہ اس میں اعضاء ڈھیلے نہیں پڑتے۔ جس نیند میں اعضاء ڈھیلے پڑیں اس سے وضو نہیں جاتا، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اگر عورت سجدے میں سو جائے تو وضو گیا اور اگر مرد سجدے میں سو جائے تو وضو نہیں جاتا، کیونکہ مرد سجدے میں غافل نہیں سو سکتا ورنہ گر جائے گا۔ [3] بیٹھے ہوئے ٹیک لگا کر سونا بھی اسی حکم میں ہے کیونکہ وضو ٹوٹنے کی علت اور اعضاء کا ڈھیلا پڑنا ہے خواہ لیٹ کر ہو یا بیٹھے ہوئے ٹیک لگا کر حتی کہ جو کوئی بیٹھے ہوئے اونگھے اور اونگھتے میں گرے، گرنے کے بعد آنکھ کھلے وضو جاتا رہا اور اگر گرنے سے قبل آنکھ کھل گئی پھر گرا تو وضو نہ گیا۔ [4] آپ بسرہ بنت صفوان ابن نوفل ہیں، قرشیہ ہیں، اسدیہ ہیں، ورقہ ابن نوفل کی بھتیجی ہیں، مشہور صحابیہ ہیں۔

مَسَّ اَحَدُكُمْ ذَكَرَهٗ فَلْيَتَوَضَّأْ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ - وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ مَسِّ الرَّجُلِ ذَكَرَهٗ بَعْدَ مَا يَتَوَضَّأُ قَالَ وَهَلْ هُوَ اِلَّا بَضْعَةٌ مِّنْهُ رَوَاهُ
اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهٗ وَقَالَ الشَّيْخُ الْاِمَامُ
مُحْيِ السُّنَّةِ هٰذَا مَنْسُوْخٌ لِاَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ اَسْلَمَ بَعْدَ قُدُوْمِ طَلْقٍ وَقَدْ رَوٰى اَبُوْهُرَيْرَةَ

تم میں سے کوئی اپنے عضو خاص کو چھوئے تو وضو کرے[1] اسے مالک، احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا، روایت ہے حضرت طلق ابن علی سے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے بارے میں پوچھا گیا، کہ جو وضو کے بعد عضو خاص کو چھوئے فرمایا وہ بھی تو جسم انسانی کا حصہ ہے[2] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ نے اسکی مثل روایت کی) اور شیخ امام محی السنۃ نے فرمایا کہ یہ حکم منسوخ ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ طلق کے آنیکے بعد اسلام لائے اور حضرت ابوہریرہ نے

[1] مس کے معنی چھونا بھی ہیں، لگنا و لگانا بھی اور پہنچنا پہنچانا بھی۔ رب فرماتا ہے۔ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ یہاں اگر چھونے کے معنی ہوں تو تھوڑی عبارت پوشیدہ ہوگی یعنی جو عضو خاص چھوئے اور وہاں تری پائے تو وضو کرے، چھونے سے نہیں بلکہ تری نکلنے سے جیسے رب فرماتا ہے اَوْجَاءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ یعنی تم میں سے کوئی بیت الخلاء یا پاخانہ سے آئے ظاہر ہے کہ بیت الخلاء میں ہو کر آنا وضو نہیں توڑتا بلکہ وہاں پیشاب پاخانہ کرکے آنا وضو توڑتا ہے اور اگر مس لگانے یا پہنچانے کے معنی میں ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جب تم میں اپنی عورت سے کوئی مباشرت کرے تب وضو کرے یعنی مس بالید مراد نہیں بلکہ مس بالفرج مراد ہے ان دونوں صورتوں میں یہ حدیث بالکل ظاہر ہے اور اگلی حدیث کے خلاف بھی نہیں حضرت امام شافعی اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ مس عضو خاص وضو توڑ دیتا ہے لیکن اس حدیث سے ان کا مذہب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان کے نزدیک صرف ہتھیلی یا انگلیوں کے پیٹ سے بغیر آڑ چھونا وضو توڑتا ہے۔ انگلیوں یا ہتھیلی کی پیٹھ یا کلائی کہنی ران سے لگ جانا وضو نہیں توڑتا حالانکہ اس حدیث میں مس مطلق ہے جس میں یہ قیدیں نہیں نیز یہ حدیث اگلی حدیث کے بھی خلاف ہوگی طحاوی شریف میں ہے کہ یہاں وضو سے مراد ہاتھ دھونا ہے۔ یہی حضرت مصعب ابن سعد کا قول ہے یعنی جو عضو خاص چھوئے مناسب ہے کہ ہاتھ دھولے جیسے کھانے کے وضو میں تھا (از مرقاۃ و لمعات وغیرہ) [2] یعنی جیسے ناک انگلی وغیرہ جسم کے اعضاء ہیں کہ ان کے چھونے سے وضو نہیں جاتا۔ ایسے ہی یہ بھی ایک عضو ہے کہ اس کا چھونا وضو نہیں توڑے گا۔ یہ حدیث ہمارے امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ اس عضو کے چھونے سے وضو نہیں جاتا۔ حضرت علی مرتضٰے، حضرت ابن عباس، عمار ابن یاسر حذیفہ، سعد، عبداللہ ابن مسعود وغیرہم بہت صحابہ کا یہی مذہب ہے۔ چنانچہ علی فرماتے ہیں کہ میں ناک کان چھوؤں یا یہ عضو برابر ہی ہے حضرت سعد سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر نجس ہے تو اسے کاٹ ڈالو، اس کی پوری بحث طحاوی شریف اور صحیح البہاری وغیرہ میں دیکھو۔

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَفْضٰی اَحَدُکُمْ بِیَدِہٖ اِلٰی ذَکَرِہٖ لَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہَا شَیْءٌ فَلْیَتَوَضَّأْ رَوَاہُ الشَّافِعِیُّ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَرَوَاہُ النَّسَائِیُّ عَنْ بُسْرَۃَ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ لَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہَا شَیْءٌ۔ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُ بَعْضَ اَزْوَاجِہٖ ثُمَّ یُصَلِّیْ وَلَا یَتَوَضَّأُ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، حضور نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ عضو خاص تک پہونچائے کہ بیچ میں آڑ نہ ہو، تو وضو کرے[1] اسے شافعی اور دارقطنی نے روایت کیا، اور نسائی نے حضرت بُسرہ سے مگر انہوں نے یہ ذکر نہ کیا کہ بیچ میں آڑ نہ ہو۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لیتے، پھر نماز پڑھ لیتے اور وضو نہ کرتے[2] اسے ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے،

[1] چونکہ صاحب مصابیح محی السنہ اور صاحب مشکوٰۃ ولی الدین رحمۃ اللہ علیہما شافعی ہیں اور یہ حدیث ان کے خلاف ہے اس لئے جواب پر مجبور ہوئے اور نسخ کے سوا اور کوئی جواب نہیں بن سکتا کیونکہ یہ حدیث مطابق قیاس کے ہے اور پچھلی حدیث خلاف قیاس لہٰذا ترجیح اسی حدیث کو ہوگی جو مطابق قیاس ہے۔ اس لیے حضرت محی السنہ نے نسخ کا دعویٰ فرمایا مگر نسخ کی روایت کوئی نہ ملی صرف اندازے سے منسوخ کہہ دیا یعنی چونکہ حضرت ابوہریرہ کا اسلام پیچھے ہے اور طلق کی حاضری پہلے لہٰذا طلق نے نہ ٹوٹنے کی حدیث پہلے سنی ہوگی اور حضرت ابوہریرہ نے وضو توڑنے والی حدیث بعد میں سنی ہوگی اس لئے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ناسخ ہے اور حدیث طلق منسوخ ظاہر ہے کہ یہ بات کتنی کمزور ہے اولًا تو اس لیے کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں دونوں جمع ہو سکتی ہیں جیسا کہ ہم عرض کر چکے پھر بلاوجہ ایک کو منسوخ کیوں مانا جائے، دوسرے اس لئے کہ حضرت ابوہریرہ کے اسلام کے بعد حضرت طلق نہ تو وفات پاگئے اور نہ بالکل غائب ہی ہوگئے بلکہ حضور سے ملاقات کرتے رہے۔ تو ہوسکتا ہے کہ آپ نے یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کے بہت عرصہ بعد سنی ہو اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی روایت پہلے سن لی ہو حدیث طلق ناسخ ہو اور حدیث ابوہریرہ منسوخ، بہرحال یہ دعوٰی نسخ بلادلیل ہے خیال رہے کہ حضرت طلق ہجرت کے سال مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے وقت حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۷ھ خیبر کے سال اسلام لائے نیز حضرت ابوہریرہ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے حضور کو فرماتے سنا بلکہ حضور سے روایت کی ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث طلق کی تشریف آوری سے بہت پہلے کسی اور صحابی نے سنی ہو، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہو جیسا کہ مرسل صحابہ میں ہوتا ہے۔ [2] یہ حدیث حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی قوی دلیل ہے کہ عورت کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جو مسلم بخاری نسائی وغیرہ میں ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں میں حضور کے سامنے لیٹی ہوتی تھی اور آپ تہجد پڑھنے میں مشغول ہوتے تھے جب وہ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ لگا دیتے میں پاؤں سمیٹ لیتی آپ سجدہ کر لیتے سجدہ کے بعد پھر میں پاؤں پھیلا لیتی۔ (مسلم بخاری) نیز فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے حضور کو بستر پر نہ پایا میں ٹٹولنے لگی میرا ہاتھ آپ کے قدم شریف سے لگا جو کھڑا ہوا تھا اور آپ سجدہ میں تھے (نسائی) نیز فرماتی ہیں کہ ایک بار آپ نے لمبا سجدہ فرمایا میں سمجھی کہ آپ کی وفات ہوگئی، میں نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر ہلایا (بیہقی) ان تمام

وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا يَصِحُّ عِنْدَ اَصْحَابِنَا بِحَالٍ اِسْنَادُ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَاَيْضًا اِسْنَادُ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْهَا وَقَالَ اَبُوْدَاوٗدَ هٰذَا مُرْسَلٌ وَاِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ لَمْ يَسْمَعْ عَنْ عَائِشَةَ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَكَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتِفًا ثُمَّ مَسَحَ يَدَهٗ بِمِسْحٍ كَانَ تَحْتَهٗ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ قَرَّبْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنْبًا مَشْوِيًّا فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ۔ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ اَشْهَدُ لَقَدْ كُنْتُ اَشْوِيْ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَ الشَّاةِ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْهُ قَالَ

اور ابن ماجہ نے روایت کیا، اور ترمذی نے فرمایا کہ ہمارے ساتھیوں کے نزدیک کسی حالت میں بھی عروہ کی حضرت عائشہ سے اسناد صحیح نہیں[1] نیز ابراہیم تیمی کی اسناد انہی حضرت عائشہ سے ہے، اور ابوداؤد نے فرمایا کہ یہ حدیث مرسل ہے، ابراہیم تیمی نے حضرت عائشہ سے نہ سنا[2] روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شانہ کھایا، پھر اپنا ہاتھ اس ٹاٹ سے پونچھا جو آپ کے نیچے تھا، پھر کھڑے ہوتے اور نماز پڑھ لی[3] (ابوداؤد و ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں، کہ میں نے حضرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھنی پسلیاں پیش کیں، حضور نے اس میں سے کھایا، پھر نماز کی طرف کھڑے ہوگئے، اور وضو نہ کیا[4] (احمد) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابورافع سے، فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری کا پیٹ بھونتا تھا[5] پھر حضور نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے[6] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں،

احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا چھونا وضو نہیں توڑتا۔ [1] کیونکہ اس اسناد میں حبیب ابن ثابت حضرت عروہ حضرت عائشہ سے راوی ہیں عروہ کی سماعت حضرت عائشہ صدیقہ سے ثابت ہے بلکہ وہ ان کے شاگرد ہیں مگر حبیب کی سماعت عروہ سے صحیح نہیں لہذا حدیث مرسل ہے ترمذی نے اصحابنا اس واسطے فرمایا کہ مرسل حدیث شوافع کے مذہب میں دلیل نہیں، مگر احناف کے نزدیک دلیل ہے۔ [2] خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ سے دو اسنادوں سے مروی ہے عروۃ عن عائشۃ اور ابراہیم التیمی عن عائشۃ اور دونوں مرسل کیونکہ ابراہیم تیمی نے بھی عائشہ صدیقہ سے نہ سنا مگر یہ اعتراض امام صاحب پر نہیں پڑ سکتا کیونکہ ان کے ہاں مرسل حدیث قابل حجت ہے شوافع اپنے اصول سے ہم پر اعتراضات کیسے کرسکتے ہیں۔ [3] حضور کو بکری کا شانہ یعنی دستی بہت مرغوب تھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نے گوشت کھاکر ہاتھ بھی نہ دھوئے صرف پونچھ ہی لئے۔ [4] وضو شرعی نہ عرفی یعنی ہاتھ دھونا بلکہ ہاتھ پونچھے بھی نہیں تاکہ معلوم ہو کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونا یا پونچھنا فرض یا

أُهْدِيَتْ لَهُ شَاةٌ فَجَعَلَهَا فِي الْقِدْرِ فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا أَبَا رَافِعٍ فَقَالَ شَاةٌ أُهْدِيَتْ لَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَطَبَخْتُهَا فِي الْقِدْرِ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ يَا أَبَا رَافِعٍ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ الْآخَرَ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ الْآخَرَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ الْآخَرَ فَقَالَ لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّمَا لِلشَّاةِ ذِرَاعَانِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَكَتَّ لَنَاوَلْتَنِي ذِرَاعًا فَذِرَاعًا مَا سَكَتَّ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ فَاهُ وَغَسَلَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى ثُمَّ عَادَ إِلَيْهِمْ فَوَجَدَ عِنْدَهُمْ لَحْمًا بَارِدًا فَأَكَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ إِلٰى

میرے پاس بکری ہدیۃً بھیجی گئی، اسے ہانڈی میں ڈالا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، فرمایا ابورافع یہ کیا ہے؟ عرض کیا، یارسول اللہ یہ بکری ہے جو ہمیں ہدیۃً ملی، پھر ہم نے ہانڈی میں پکا لیا، فرمایا اے ابورافع ہم کو ایک دستی دو ۱۰ میں نے دستی پیش کی، پھر فرمایا کہ دوسرا دست بھی دو، میں نے دوسری دستی بھی پیش کی ۱۱ پھر فرمایا اے ابورافع اور دست لاؤ۔ عرض کیا یارسول اللہ بکری کے دو ہی دست ہوتے ہیں، تب اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم خاموش رہتے تو تم ہم کو دست پر دست دیتے رہتے جب تک خاموش رہتے ۱۲ پھر پانی منگایا، پھر منہ کی کلی کی اور اپنے پورے دھوئے ۱۳ پھر کھڑے ہوئے، تب نماز پڑھی، پھر واپس تشریف لائے تو ان کے پاس ٹھنڈا گوشت پایا، کھایا پھر مسجد میں تشریف لائے نماز پڑھی پانی چھوا بھی نہیں ۱۴ اسے احمد نے روایت کیا، اور دارمی نے ابو عبید سے روایت کی، مگر انہوں نے ثم دعا الخ کا ذکر نہ کیا۔

واجب نہیں سنت ہے جس کے کرنے پر ثواب نہ کرنے پر گناہ نہیں۔ ۹ یعنی پیٹ کی چیزیں دل کلیجی، تلی وغیرہ مگر گردے حضور کو ناپسند تھے کیونکہ ان کا تعلق پیشاب سے ہے ۱۰ معلوم ہوا کہ اپنے غلاموں یا دوستوں سے کوئی چیز بے تکلفی سے مانگنا ناجائز نہیں جس سوال سے منع کیا گیا وہ ذلت کا سوال ہے۔ حضور کو دست پسند تھا کیونکہ گلنے میں بھی جلدی گلتے ہیں لذیذ بھی ہوتا ہے اس میں ریشہ یعنی دھاگہ بھی نہیں ہوتا۔ ۱۱ غالباً حضور کے ساتھ صحابہ کی جماعت ہوگی اور سب کے ساتھ یہ گوشت کھایا گیا ہوگا۔ ۱۲ یعنی ہم مطالبہ کرتے جاتے تم دیتے رہتے اسی ہانڈی میں سے سینکڑوں دست نکل آتے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کے ارشاد پر تمام اشیاء عالم غیب سے مہیا ہو جاتی ہیں۔ حضرت جابر کے گھر تین چار سیر گوشت سینکڑوں کو کھلا دیا بوٹیاں اور شوربے کا پانی اور وہ عالم غیب ہی سے بڑھ رہا تھا دوسرے یہ کہ بزرگوں کے سامنے ایسے موقع پر انکار یا تردد نہ چاہیئے بلکہ بے دریغ ان کے حکم پر عمل چاہیئے بحث و انکار سے فیض بند ہو جاتا ہے۔ ۱۳ یعنی پورا ہاتھ تو کیا پوری انگلیاں بھی نہ دھوئیں بیان جواز کیلئے

اٰخِرِهٖ۔ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاُبَيٌّ وَاَبُوْطَلْحَةَ جُلُوْسًا فَاَكَلْنَا لَحْمًا وَّخُبْزًا ثُمَّ دَعَوْتُ بِوَضُوْءٍ فَقَالَا لِمَ تَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ لِهٰذَا الطَّعَامِ الَّذِیْ اَكَلْنَا فَقَالَا اَتَتَوَضَّأُ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَمْ يَتَوَضَّأْ مِنْهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ قُبْلَةُ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ وَجَسُّهَا بِيَدِهٖ مِنَ الْمُلَامَسَةِ وَمَنْ قَبَّلَ امْرَاَتَهٗ وَجَسَّهَا بِيَدِهٖ فَعَلَيْهِ الْوُضُوْءُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ يَقُوْلُ مِنْ قُبْلَةِ الرَّجُلِ امْرَاَتَهُ الْوُضُوْءُ رَوَاهُ مَالِكٌ۔

روایت ہے حضرت انس بن مالک سے فرماتے ہیں کہ میں اور اُبی اور ابوطلحہ[۱] بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے گوشت روٹی کھائی، پھر میں نے وضو کا پانی منگایا[۲] تو اُن دونوں نے فرمایا کہ کیوں وضو کرتے ہو، میں نے کہا اس کھانے کی وجہ سے جو ہم نے کھایا، وہ بولے کیا تم حلال چیزوں سے وضو کرتے ہو[۳] اس سے تو انہوں نے بھی وضو نہ کیا جو تم سے بہتر ہیں (احمد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے تھے، کہ مرد کو اپنی بیوی کا بوسہ لینا اور اسے اپنے ہاتھ سے چھوتا ملامست ہے[۴] جو اپنی بیوی کو چومے، یا اپنے ہاتھ سے چھوئے، تو اُس پر وضو ہے (مالک و شافعی) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ فرماتے تھے کہ مرد کو اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے وضو ہے[۵] (مالک)

وہ کھانے سے اول اور بعد دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے۔ ۵ غالباً پہلی بار نفل پڑھے ہوں گے اور دوبارہ فرائض، واللہ اعلم۔ ۱ آپ کا نام زید ابن سہل ہے کنیت ابوطلحہ انصاری ہیں، نجاری ہیں، حضرت انس کے سوتیلے والد ہیں ۷۰ سال عمر پائی، ۳۱ھ میں سمندر کا سفر کیا جزیرہ میں وفات ہوئی، نو دن کے بعد وہیں دفن ہوئے، بیعت عقبہ اور بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہیں۔ ۲ کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ وضو طعام کی حدیث میں وضو کے شرعی معنی سمجھے تھے اس سے معلوم ہوا کہ محدث بغیر فقیہ کی رائے کے حدیث پر عمل نہ کرے اسی لیے امام ترمذی وغیرہم مقلد ہوئے۔ ۳ یعنی وضو پانی ہے کسی ناپاک چیز سے جانا چاہیے اور کھانا حرام ہے نہ نجس پھر وضو کیسا (اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو چھونے سے بھی وضو نہیں جائے گا کہ وہ بھی نہ حرام ہے نہ نجس) ۴ سورۂ نساء اور سورۂ مائدہ میں آیت کریمہ ہے: اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا یعنی اگر کوئی تم میں سے پاخانے سے آئے یا تم عورتوں کو چھوؤ اور نہ پاؤ پانی، تو پاک مٹی سے تیمم کرلو۔ امام شافعی کے نزدیک یہاں لمس کے معنی فقط عورت کو ہاتھ لگانا ہیں کہ اس سے ان کے ہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ہمارے ہاں لمس سے مراد صحبت کرنا ہے جس سے غسل واجب ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ مباشرت مراد ہو یعنی ننگا چمٹنا جس سے وضو واجب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمر چھونے اور بوسہ کو لمس فرما رہے ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے۔ اس کا جواب ان شاء اللہ ہم ابھی آگے دے رہے ہیں۔ ۵ یعنی حضرت ابن مسعود کی بھی رائے یہی ہے کہ عورت کا چومنا یا چھونا باعث وضو ہے اس کا جواب آگے آرہا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ الْقُبْلَةَ مِنَ اللَّمْسِ فَتَوَضَّؤُا مِنْهَا۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوُضُوْءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ رَوَاهُمَا الدَّارَقُطْنِيُّ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ

ابن عمر سے کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ بوسہ لمس سے ہے، لہٰذا اس سے وضو کرو[1] روایت ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے، وہ تمیم داری سے[2] راوی فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بہتے خون سے وضو ہے[3] ان دونوں حدیثوں کو دارقطنی نے روایت کیا اور فرمایا کہ عمر بن عبدالعزیز نے

[1] خیال رہے کہ ان تینوں بزرگوں کا اپنا قول یہ ہے کہ عورت کے چھونے اور بوسے سے وضو ہے اس بارے میں حدیث مرفوع کوئی نہیں بلکہ حدیث مرفوع اس کے خلاف ہے۔ چنانچہ دارقطنی میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو جب حضرت ابن عمر کا یہ قول پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ بوسے سے وضو کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے اور بغیر وضو کئے نماز پڑھ لیتے تھے۔ نیز ابن ماجہ، ترمذی، ابوداؤد، ابن ابی شیبہ، نسائی، ابن عساکر، موطا امام محمد وغیرہ میں حضرت عائشہ صدیقہ سے تھوڑے اختلاف کے ساتھ روایات ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیتے تھے اور پھر بغیر وضو کئے نماز پڑھ لیتے تھے۔ نیز مسند ابو عبداللہ میں حضرت حفصہ سے روایت ہے کہ نبی وضو کرکے بعض ازواج کا بوسہ لیتے اور پھر دوبارہ وضو نہ فرماتے نیز جیسے اس بوسے سے عورت کا وضو نہیں جاتا تو چاہیئے کہ مرد کا بھی نہ جائے۔ مباشرت عورت و مرد دونوں کا وضو توڑتی ہے اور صحبت دونوں کا غسل تو کیسے ہوسکتا ہے کہ بوسہ یا چھونا مرد کا تو وضو توڑے عورت کا نہ توڑے لہٰذا ان موقوف احادیث کا یا یہ مطلب ہے کہ عورت کو چھو کر یا بوسہ لیکر وضو کرنا مستحب ہے کیونکہ لغۃً لمس میں یہ بھی داخل ہے اگرچہ یہ قرآن میں مراد نہیں یا ان بزرگوں کو ہماری پیش کردہ روایات پہنچی ہی نہیں۔ بہرحال حدیث مرفوع کے مقابل احادیث موقوف معتبر نہیں حتی الامکان دونوں میں مطابقت کی جائے اگر مطابقت نہ ہوسکے تو موقوف چھوڑ دی جائے۔ چھونے کی حدیثیں ہم پہلے پیش کرچکے ہیں کہ عائشہ صدیقہ نے حضور کا پاؤں شریف نماز میں چھوا ہے اور عائشہ صدیقہ کو عین نماز میں حضور نے چھوا ہے اور سرکار دونوں موقعوں پر نماز پڑھتے رہے بہرحال مذہب حنفی نہایت قوی ہے اسی کمزوری کی وجہ سے امام شافعی نے آخر میں یہ فرمایا کہ اجنبی عورت کو چھونے سے وضو جاتا ہے نہ کہ اپنی بیوی کو۔ مسند امام ابوحنیفہ میں ہے کہ عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں بوسہ میں وضو نہیں۔ شیخ عبدالحق نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ یہ تینوں مشکوٰۃ کی موقوف حدیثیں اسناداً صحیح نہیں۔ [2] آپ کا نام تمیم ابن اوس یا تمیم ابن خارجہ ہے دار آپ کے کسی دادا کا نام ہے جن کی کنیت ابو رقیہ تھی۔ آپ مشہور صحابی ہیں۔ ۹ھ میں ایمان لائے رات کو ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے آپ نے ہی اولاً مسجد نبوی شریف میں چراغاں کیا۔ مدینہ منورہ میں قیام رہا حضرت عثمان کی شہادت کے بعد شام چلے گئے وہیں وفات پائی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ابن مروان ابن حکم تابعی ہیں۔ آپ کی کنیت ابوحفص ہے۔ آپ کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت عمر ابن خطاب ہے۔ کنیت ام عاصم سلیمان ابن عبدالملک کی خلافت کے بعد آپ خلیفہ ہوئے۔ ۹۹ھ میں خلافت سنبھالی اور ۱۰۱ھ میں ماہ رجب مقام دیر سمعان میں قریب حمص انتقال ہوا۔

حقیقت کا معنی

بوسے میں وضو نہیں

لَمْ يَسْمَعْ مِنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ وَلَا رَاٰهُ وَيَزِيْدُ بْنُ خَالِدٍ وَيَزِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ مَجْهُوْلَانِ
بَابُ اٰدَابِ الْخَلَاءِ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَ

تمیم داری سے نہ سُنا نہ انہیں دیکھا، اور یزید ابن خالد اور یزید ابن محمد مجہول لوگ ہیں[۱] پاخانہ کے آداب کا باب[۲] پہلی فصل روایت ہے ابوایوب انصاری سے[۳] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم پاخانہ جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرو، اور

چالیس سال عمر ہوئی، دو سال پانچ مہینے خلافت کی، فاطمہ بنت عبدالملک آپ کے نکاح میں تھیں۔ آپ جیسے عابد زاہد خوفِ خدا میں رونے والے امّت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں کم گزرے آپ عدل و انصاف میں عمر فاروق کا نمونہ تھے یزید وغیرہ کی بدعتوں کا آپ نے قلع قمع کیا[۳] یعنی جو خون بہہ کر جسم کے اس حصّہ کی طرف آجائے جس کا دھونا غسل میں فرض ہے وہ ناقضِ وضو ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ خون وضو توڑتا ہے۔ حضرت امام شافعی اس کے خلاف ہیں۔

[۱] مصنف نے اس حدیث پر دو اعتراض کئے ایک یہ کہ یہ حدیث مرسل ہے کہ بیچ میں ایک راوی چھوٹ گیا ہے دوسرے یہ کہ اس کی اسناد میں دو راوی مجہول ہیں مگر خیال رہے کہ حنفیوں کے نزدیک حدیث مرسل قابلِ عمل ہے۔ نیز حنفیوں کے اس مسئلے کا مدار صرف اس حدیث سے نہیں، بلکہ بخاری، ابن ماجہ، ترمذی، طبرانی، موطا امام مالک، ابوداؤد وغیرہم کی بہت سی احادیث پر ہے۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ حضور نے فاطمہ بنت ابی جیش سے فرمایا کہ جب تمہارے حیض کا زمانہ نکل جائے تو استحاضہ کے زمانہ میں ہر نماز کے لیے نیا وضو کرو اگر خون وضو نہیں توڑتا تو استحاضہ والی عورت معذور کیوں قرار دی گئی نیز ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضور فرماتے ہیں، اگر نماز میں کسی کی نکسیر پھوٹ جائے تو نماز چھوڑ کر وضو کرے، پھر نماز پوری کرے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاءالحق حصّہ دوم میں دیکھو، خیال رہے کہ بہتا خون بحکم قرآن نجاست ہے۔ اور نجاست کا نکلنا وضو توڑتا ہے۔ ایسی صحیح مرفوع حدیث فقیر کی نظر سے نہ گزری جس میں ہو کہ خون ناقضِ وضو نہیں۔ [۲] خلاء لغت میں خالی جگہ کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں آبدست کو چونکہ یہ کام تنہائی میں ہوتا ہے۔ اس لئے اسے خلا کہا جاتا ہے۔ [۳] آپ کا نام خالد ابن زید ہے انصاری ہیں خزرجی ہیں۔ بیعت عقبہ میں موجود تھے تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، حضور نے ہجرت کے دن اوّلاً انہی کے گھر قیام فرمایا۔ صحابہ کے اختلاف کے وقت حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ تمام جنگوں میں شامل رہے۔ یزید ابن معاویہ کی سرکردگی میں جو روم پر جہاد ہوئے ان میں آپ غازیانہ شان سے شامل تھے۔ قسطنطنیہ پر حملہ کے وقت بیمار ہوگئے۔ وصیت کی کہ اس جہاد میں میری میت اپنے ساتھ رکھنا، اور قسطنطنیہ فتح ہو جائے، تو مجاہدین کے قدموں کے نیچے مجھے دفن کرنا، چنانچہ آپ قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے مدفون ہیں، آپ کی قبر زیارت گاہِ خواص و عام ہے۔ بیمار ان کی قبر کی مٹی سے شفا پاتے ہیں (مرقاۃ و اکمال)۔

لَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ قَالَ الشَّيْخُ الْاِمَامُ مُحْيِ السُّنَّةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ هٰذَا الْحَدِيْثُ فِي الصَّحْرَاءِ وَاَمَّا فِي الْبُنْيَانِ فَلَا بَأْسَ لِمَا رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اِرْتَقَيْتُ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِيْ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهٗ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَانَا يَعْنِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَسْتَقْبِلَ

نہ پیٹھ، لیکن یا تو پورب کی طرف ہو جاؤ یا پچھم کی طرف[1] (مسلم بخاری) فرمایا شیخ امام محی السنۃ رحمۃ اللہ نے کہ یہ حدیث جنگل کے متعلق ہے، لیکن آبادی میں کوئی حرج نہیں، اس لیئے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ کے گھر کی چھت پر کسی کام کے لیئے چڑھا، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ قبلہ کو پیٹھ شام کی طرف منہ کیئے قضائے حاجت فرما رہے ہیں[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے[3] فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ہم

[1] یعنی پیشاب یا خانہ کے وقت قبلہ کو منہ یا پیٹھ کرنا حرام ہے۔ چونکہ مدینہ منورہ میں قبلہ جانب جنوب ہے اور شام یعنی بیت المقدس جانب شمال، وہاں کے لحاظ سے فرمایا گیا کہ شرق یا غرب کو منہ کرلو۔ چونکہ ہمارے ہاں قبلہ جانب مغرب ہے، لہٰذا ہم لوگ جنوب یا شمال کو منہ کریں گے، خیال رہے کہ اس حدیث میں جنگل یا آبادی کی کوئی قید نہیں، بہرحال کعبہ کو منہ یا پیٹھ کرکے استنجا کرنا حرام ہے۔ حنفیوں کا یہی مذہب ہے۔

[2] امام محی السنۃ کے اس فرمان میں چند طرح گفتگو ہے۔ ایک یہ کہ ممانعت کی حدیث میں جنگل یا آبادی کی قید نہیں، مطلق کو اپنے طلاق پر رکھنا ضروری ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت حضور کا ایک فعل شریف بیان کر رہی ہے اور جب فعل و قول میں نیز ممانعت اور اباحت میں تعارض معلوم ہو تو حدیث قولی کو فعلی پر اور ممانعت کو اباحت پر ترجیح ہوتی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض افعال کریمہ آپ کی خصوصیات سے ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور کا یہ فعل شریف ممانعت سے پہلے کا ہوگا، لہٰذا یہ منسوخ ہے۔ اور ممانعت کی حدیث ناسخ۔ تیسرے یہ کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر کو دیکھنے میں غلطی لگی حضور تھوڑا سا قبلہ سے ہٹے ہوں گے جیسے جلدی میں ابن عمر نہ دیکھ سکے کیونکہ ایسے موقعہ پر انسان جلدی آنکھیں بند کرکے لوٹ جاتا ہے تحقیق اور غور سے دیکھتا نہیں۔ چوتھے یہ کہ صحابہ کرام کا بھی یہی مذہب تھا کہ آبادی میں بھی اس رُخ کو پیشاب پاخانہ نہ کریں چنانچہ مسلم، ابوداؤد، احمد، بخاری، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور ترمذی نے حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کی کہ جب ہم شام میں پہنچے تو ہم نے وہاں کے پاخانہ کو قبلہ رُخ بنا پایا تو ہم استغفار پڑھتے تھے اور ان میں مڑ کر بیٹھتے تھے، ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث احسن اور اصح ہے۔ پانچویں یہ کہ قبلہ کے آداب آبادی اور جنگل میں یکساں ہیں۔ قبلہ کی طرف تھوکنا یا پاؤں پھیلانا جنگل میں بھی حرام ہے۔ اور بستی میں بھی تو چاہیئے کہ پیشاب پاخانہ کا حکم بھی دونوں جگہ یکساں ہو۔

الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ اَوْبَوْلٍ اَوْتَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِيَ بِاَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ اَوْبِعَظْمٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؕ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؕ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ

پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ کو منہ کریں، یا داہنے ہاتھ سے استنجا کریں، یا تین پتھروں سے کم سے استنجا کریں[۱] یا گوبر یا ہڈی سے استنجا کریں[۲] (مسلم) روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ میں داخل ہوتے، تو فرماتے، کہ اے اللہ میں خبیث جنات اور خبیثہ جناتنیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں[۳] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گذرے تو فرمایا کہ یہ دونوں عذاب دیئے جا رہے ہیں اور کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیئے جا رہے، ان میں سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا، اور مسلم کی روایت میں ہے کہ پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا۔ اور دوسرا چغل خوری کرتا پھرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک ہری تر شاخ لی اور اُسے چیر کر دو حصے فرمائے، پھر ہر قبر میں ایک گاڑ دی، لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ

۵۳ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے ایران کے شہر اصفہان کے مضافات میں بستی جی کے رہنے والے تھے دین کی تلاش میں پھرتے سترہ جگہ فروخت ہوئے، یہاں تک کہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے حضور تک مدینہ میں پہنچ گئے۔ ساڑھے تین سو سال عمر پائی، حضرت عیسٰی علیہ السلام کے تابعی اور حضور کے صحابی ہیں ۳۵ھ مقام مدائن میں وفات پائی (مرقاۃ) بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام کے حواریوں سے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کریمہ سنے، تو آپ کی تلاش میں نکلے۔ [۱] خیال رہے کہ قبلہ کو منہ کرکے پیشاب پاخانہ کرنا مکروہ تحریمی ہے داہنے ہاتھ سے چھوٹا یا بڑا استنجاء مکروہ تنزیہی، اور تین ڈھیلے بڑے استنجے کے لیے عام حالات میں مستحب ہے، اگر اس سے کم ڈھیلوں میں صفائی ہو تو کرلے، یہی مذہب حنفی ہے امام شافعی کے یہاں تین ڈھیلے واجب ہیں۔ [۲] کیونکہ ہڈی جنات کی غذا ہے اور گوبر ان کے جانوروں کی، نیز گوبر خود نجس ہے، تو اس سے پاکی کیسے حاصل ہوگی اور ہڈی کہیں نوکیلی کہیں چکنی ہوتی ہے چکنی طرف سے صفائی نہ ہوگی نوک کی طرف سے زخم کا اندیشہ ہے۔ [۳] یہ دعا پاخانے میں داخل ہونے سے پہلے پڑھ لیا کرے کیونکہ گندی جگہ پر اللہ کا ذکر ممنوع ہے اور ننگے ہو کر تو بات کرنا ہی منع ہے چونکہ پاخانے میں گندے جنات بستے ہیں۔ اس لیے یہ دعا پڑھنی چاہیے، خبث اور خبائث

اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا فَقَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ قَالُوْا
وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْ يَتَخَلّٰى فِیْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ فِیْ ظِلِّهِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ اَحَدُكُمْ فَلَا

آپ نے یہ کیوں کیا، تو فرمایا، کہ شاید جب تک یہ نہ سوکھیں، تب تک ان کا عذاب ہلکا ہو[ل] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، "دو لعنتی کاموں سے بچو[ل]" صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ لعنتی کام کون سے ہیں، فرمایا وہ جو لوگوں کی راہ، یا سایہ کی جگہ پر پاخانہ کرے[ل] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے[ل] فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی پیے،

کے بہت معنی ہیں، یہاں وہی معنے مناسب ہیں، جو ہم نے کئے۔ [ل] یہ حدیث بڑے معرکے کی ہے اس سے بے شمار مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں (۱) حضور کی نگاہ کیلئے کوئی شے آڑ نہیں کھلی چھپی ہر چیز آپ پر ظاہر ہے کہ عذاب قبر کے اندر ہے حضور قبر کے اوپر تشریف رکھتے ہیں اور عذاب دیکھ رہے ہیں (۲) حضور خلقت کے ہر کھلے چھپے کام کو دیکھ رہے ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور کیا کرتا تھا فرمایا کہ ایک چغلی کرتا تھا اور ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا (۳) گناہ صغیرہ پر حشر و قبر میں عذاب ہو سکتا ہے۔ دیکھو چغلی وغیرہ گناہ صغیرہ ہیں مگر عذاب ہو رہا ہے (۴) حضور ہر گناہ کا علاج بھی جانتے ہیں، دیکھو قبر پر شاخیں لگائیں تاکہ عذاب ہلکا ہو (۵) قبروں پر سبزہ پھول ہار وغیرہ ڈالنا سنت ہے تاکہ اس کی تسبیح سے مردے کو راحت ہے (۶) قبر پر قرآن کی تلاوت وہاں حافظ بٹھانا بہت اچھا ہے کہ جب سبزہ کے ذکر سے عذاب ہلکا ہوتا ہے تو انسان کے ذکر سے ضرور ہلکا ہوگا، اشعۃ اللمعات نے جامع الاصول سے روایت کی کہ حضرت بریدہ صحابی نے وصیت کی تھی میری قبر میں دو ہری شاخیں ڈال دی جائیں تاکہ نجات نصیب ہو، (۷) اگرچہ خشک چیز تسبیح پڑھتی ہے مگر سبزے کی تسبیح سے مردے کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ ایسے ہی بے دین کی تلاوت قرآن کا کوئی فائدہ نہیں کہ اس میں کفر کی خشکی ہے۔ مومن کی تلاوت مفید ہے کہ اس میں ایمان کی تری ہے۔ (۸) گنہگاروں کی قبر پر سبزہ عذاب ہلکا کریگا، بزرگوں کی قبروں پر سبزہ مدفون کا ثواب و درجہ بڑھائے گا۔ جیسے مسجد کے قدم وغیرہ (۹) حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے جس سے بچنا واجب دیکھو اونٹ کا چرواہا اونٹ کے پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنیکی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوا (۱۰) خشک نہ ہونے کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاثیر صرف حضور کے ہاتھ شریف کی نہ تھی ہم بھی قبر پر سبزہ ڈالیں تو بھی تاثیر ہوگی (۱۱) بزرگوں کے قبرستان میں قدم رکھنے کی برکت سے وہاں عذاب اٹھ جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے (مرقاۃ)۔ [ل] یعنی جن دو کاموں کی وجہ سے لوگ کرنے والے کو طعن لعن کرتے ہیں، ان سے پرہیز کرو۔ [ل] یعنی راستہ عام طور پر جہاں مسلمانوں کا گزرگاہ ہو وہاں پاخانہ نہ کرو یوں ہی جس سایہ میں لوگ کسی وقت عموماً بیٹھتے لیٹتے ہوں وہاں نہ کرو کہ اس سے رب تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے، لوگ بھی برا کہتے ہیں لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں کہ نبی ﷺ نے نخلستان میں حاجت قضا فرمائی کیونکہ وہ جگہ لوگوں کے آرام کی نہ تھی، مرقاۃ نے فرمایا کہ پانی کے گھاٹ اور گذرگاہ عوام پر پاخانہ نہ کرے اور کسی کی ملک زمین میں اسکی بغیر اجازت نہ کرے۔

يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ وَ
مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ إِدَاوَةً مِّنْ مَّاءٍ وَّعَنَزَةً يَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ الْفَصْلُ الثَّانِي ۞ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ

تو برتن میں سانس نہ لے؎ اور جب پاخانے جائے تو پیشاب گاہ داہنے ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجا کرے؎ (مسلم، بخاری)، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو وضو کرے وہ ناک میں پانی لے؎ اور جو استنجا کرے وہ طاق کرے؎ (بخاری و مسلم) روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانے جاتے، تو میں اور ایک لڑکا؎ پانی کا برتن اور برچھا لیتا، آپ پانی سے استنجا کرتے؎ (مسلم، بخاری)
دوسری فصل - روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانے جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے؎ اسے ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور ترمذی نے کہا

؎ آپ کا نام حارث ابن ربعی یا ابن نعمان ہے انصاری ظفری ہیں بیعت عقبہ اور تمام غزوات میں شامل ہوئے بدر یا احد میں آپ کی آنکھ نکل پڑی تھی حضور نے اسی جگہ رکھ کر اپنا لعاب شریف لگا دیا تو دوسری آنکھ سے زیادہ روشن ہوگئی، ابوسعید خدری کے اخیافی یعنی ماں شریکے بھائی ہیں ستر سال عمر پائی ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ؎ بلکہ برتن منہ سے علیحدہ کرکے سانس لے تاکہ تھوک یا رینٹ پانی میں نہ پڑے نیز سانس میں اندر کی گرمی اور زہریلا مادہ ہوتا ہے جو پانی میں مل کر بیماری پیدا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ چاء وغیرہ گرم چیزیں پھونکیں مارنا منع ہے۔ ؎ کیونکہ داہنا ہاتھ کھانے پینے اور تسبیح و تہلیل شمار کرنے کے لیے ہے لہذا اسے گندے کام میں استعمال نہ کرے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اسی طرح زبان و آنکھ و کان کو گناہوں میں استعمال نہ کرے کہ یہ چیزیں اللہ کا ذکر کرنے قرآن دیکھنے و سننے کے لیے ہیں۔ ؎ معلوم ہوا کہ وضو میں ناک میں پانی لے کر صاف کرنا سنت ہے۔ ؎ اور پاخانہ کے بعد ڈھیلوں سے استنجا کرنا اور طاق ڈھیلے لینا سنت ہے۔ پانی سے استنجا بعض صورتوں میں فرض ہے بعض میں واجب بعض میں سنت ہے۔ ؎ وہ دوسرے صاحب حضرت ابن مسعود تھے یا ابوہریرہ رضی یا بلال رضی اللہ عنہم جن کے ذمہ یہ خدمات تھیں پانی سے تو آپ ڈھیلوں کے بعد استنجا کرتے تھے اور برچھے سے یا زمین سے ڈھیلا نکالتے یا پیشاب کیلئے جگہ نرم کرتے تھے یا پیشاب کے بعد وضو کرتے پھر برچھے کو سترہ بنا کر دو نفل وضو کے پڑھتے تھے اب بعض بزرگوں کیساتھ کوٹے والا عصا رہتا ہے انہی سے متعلق ہے اسکا ماخذ یہی حدیث ہے۔ ؎ یعنی حضور انگوٹھی پہنے پاخانہ میں نہ جاتے بلکہ یا تو اتار کر باہر ہی رکھ جاتے یا جیب میں ڈال لیتے تھے کیونکہ اس میں لکھا تھا محمد رسول اللہ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جس چیز میں اللہ تعالیٰ یا انبیائے کرام کا

هٰذَا الْحَدِيْثُ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَقَالَ اَبُوْدَاوٗدَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ وَفِيْ رِوَايَتِهٖ وَضَعَ بَدَلَ نَزَعَ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ الْبَرَازَ اِنْطَلَقَ حَتّٰى لَا يَرَاهُ اَحَدٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَاَرَادَ اَنْ يَّبُوْلَ فَاَتٰى دَمِثًا فِيْ اَصْلِ جِدَارٍ فَبَالَ ثُمَّ قَالَ اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّبُوْلَ فَلْيَرْتَدْ لِبَوْلِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ الْحَاجَةَ لَمْ يَرْفَعْ ثَوْبَهٗ حَتّٰى يَدْنُوَ مِنَ الْاَرْضِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اور ابوداؤد نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے[1] اور انکی روایت میں اُتارنے کی بجائے رکھنا ہے، روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانے جانے کا ارادہ کرتے تو وہاں جاتے جہاں آپ کو کوئی نہ دیکھتا[2] (ابوداؤد) روایت حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، حضور نے پیشاب کا ارادہ کیا تو دیوار کی جڑ میں نرم زمین پر گئے' پھر پیشاب کیا' پھر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بھی پیشاب کرنا چاہے تو پیشاب کیلئے نرم جگہ ڈھونڈے[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب پاخانہ کا ارادہ فرماتے تو جب تک زمین کے قریب ہوتے اپنا کپڑا نہ اٹھاتے[4] (ترمذی' ابوداؤد' دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

نام لکھا ہو اسکا ادب کرے لے کر گندگی میں نہ جائے پاخانہ میں نہ لے جائے جیسے تعویذ وغیرہ جس پر اسمائے الٰہیہ یا آیات قرآنیہ ہوں دوسرے یہ کہ اگر یہ چیزیں غلاف میں ہوں تو پھر لے جانا جائز ہے اسی لئے تعویذ کا موم جامہ کر لیتے ہیں اور مقطعات قرآنیہ کی انگوٹھی پر شیشہ یا کانچ لگا لیتے ہیں (مرقاۃ وغیرہ)۔ [1] کیونکہ اسکی اسناد میں ابو عبد اللہ ھمام ابن یحییٰ ابن دینار ازدی ہیں، اگرچہ ہمام کی مسلم و بخاری نے توثیق و تعریف کی اسی لئے ترمذی نے اسے حسن و صحیح فرمایا غرضکہ ہمام میں اختلاف ہے بعض نے ان پر جرح کی بعض نے توثیق تعدیل اور جب جرح و تعدیل میں اختلاف ہو تو تعدیل کا اعتبار ہوتا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح قابل سند ہے۔ [2] یعنی یا تو درخت یا دیوار کے پیچھے بیٹھتے اور اگر چٹیل میدان ہوتا تو اتنی دور تشریف لے جاتے جہاں کسی کی نگاہ نہ پڑ سکتی۔ بعض نے فرمایا کہ اتنی چھوٹی دیوار کہ حضور بیٹھے ہوئے کو چھپا سکے آڑ کے لئے کافی ہے مگر بعض کے نزدیک ایک قدآدم آڑ کا ہونا مناسب ہے۔ (اشعۃ اللمعات)۔ [3] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دوسرے شخص کی دیوار کے پیچھے اس سے بغیر پوچھے ہوئے بھی پیشاب کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ مکان والے کی بے پردگی نہ ہو اور نہ اسے ایذا پہنچے ورنہ ممنوع ہے، چنانچہ اگر مالک نے لکھ کر لگا دیا ہو کہ یہاں پیشاب نہ بیٹھو وہاں نہ بیٹھیں۔ دوسرے یہ کہ نرم زمین میں پیشاب کرنا چاہیے تاکہ اس کی چھینٹیں نہ اڑیں، اگر نرم زمین نہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ أُعَلِّمُكُمْ إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَأَمَرَ بِثَلٰثَةِ أَحْجَارٍ وَنَهٰى عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ وَنَهٰى أَنْ يَّسْتَطِيْبَ الرَّجُلُ بِيَمِيْنِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهٖ وَطَعَامِهٖ وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرٰى لِخَلَائِهٖ وَمَا كَانَ مِنْ أَذًى رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ۔ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تمہارے لیے ایسا ہوں جیسے بیٹے کیلئے باپ[1] تمہیں سکھاتا ہوں جب تم پاخانے جاؤ، تو قبلہ کو منہ نہ کرو، اور نہ پیٹھ[2] اور تین پتھروں کا حکم دیا، اور لید وہڈی سے منع فرمایا، اور منع فرمایا کہ کوئی شخص داہنے ہاتھ سے استنجا نہ کرے[3] (ابن ماجہ دارمی) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا داہنا ہاتھ طہارت اور کھانے کیلئے تھا، اور بایاں ہاتھ استنجا اور مکروہ کام کیلئے[4] (ابوداؤد) روایت ہے

تو کریہ لازم کر لی جائے جیسا کہ پچھلی حدیث سے معلوم ہوا پاخانے کا یہ حکم نہیں خواہ کسی مکان میں ہوتے یا جنگل میں کیونکہ بلاضرورت ستر کھولنا جائز نہیں اسی لئے علماء کہتے ہیں کہ تنہائی بلکہ اندھیرے میں بھی بلاضرورت ننگا نہ رہے۔ رب تعالیٰ سے شرم کرے۔ سبحان اللہ کیسی نفیس تعلیم ہے۔ [1] یعنی شفقت و محبت اور تعلیم میں۔ میں تمہارے والد کی مثل ہوں اور ادب اطاعت اور تعظیم میں تم میری اولاد کی مثل ہو۔ خیال رہے کہ بعض احکام شرعیہ میں بھی حضور ساری امت کے باپ ہیں اتمام جہان کے والد آپ کے قدم مبارک پر قربان اسی لیے ان کی بیویاں بحکم قرآن مسلمانوں کی مائیں ہیں کہ ان سے نکاح ہمیشہ حرام اور کسی عورت کو آپ سے پردہ کرنا فرض نہیں۔ اسی لیے سارے مسلمان بحکم قرآن آپس میں بھائی ہیں کیونکہ اس رحمت والے نبی کی اولاد ہیں۔ حضور کو بھائی کہنا حرام ہے اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو۔ [2] جنگل میں ہو یا آبادی میں، اڑ میں ہو یا کھلے میدان میں بہرحال کعبے کو منہ یا پیٹھ کر کے پیشاب پاخانہ نہ کرو، یہ حدیث امام اعظم کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ چونکہ اس میں کسی جگہ کی کوئی قید نہیں [3] اس ممانعت کی وجوہ پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سواء ان ممنوع چیزوں کے ہر اس چیز سے استنجا جائز ہے جو صفائی کر سکے، لکڑی، ڈھیلہ پتھر وغیرہ ہاں کاغذ سے استنجا ممنوع اگرچہ سادہ ہی ہو، کیونکہ اس پر اللہ اور رسول کا نام لکھا جا سکتا ہے۔ لہذا محترم ہے (مرقاۃ) نیز نوکیلی وغیرہ چیزوں سے استنجا ممنوع ہے کہ یہ نقصان پہنچاتی ہیں۔ خیال رہے کہ انسان جنات اور جانوروں کی خوراک سے استنجا ممنوع ہے۔ جیسا روٹی کے سوکھے ٹکڑے گھاس بھوسہ کوئلہ پتے وغیرہ کہ سب قابل حرمت ہیں۔ [4] یعنی داہنے ہاتھ سے وضو و غسل کرتے تھے اور پہلے اسی کو دھوتے تھے۔ نیز اسی سے کھانا کھاتے اور پانی پیتے تھے اور بائیں ہاتھ سے استنجا، ناک کی صفائی، تھوک کا پھینکنا وغیرہ ہر وہ کام جس میں کراہت کرتے تھے۔ لہذا ایک ہاتھ کے کام دوسرے سے نہ کرو۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ دینی کتابیں داہنے ہاتھ سے پکڑو، اور جوتا بائیں ہاتھ سے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ بِثَلٰثَةِ أَحْجَارٍ يَسْتَطِيبُ بِهِنَّ فَإِنَّهَا تُجْزِئُ عَنْهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَنْجُوْا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَإِنَّهَا زَادُ إِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ زَادُ إِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ۔ وَعَنْ رُوَيْفِعِ ابْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيٰوةَ سَتَطُوْلُ بِكَ بَعْدِيْ فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا أَوِ اسْتَنْجٰى بِرَجِيْعِ دَابَّةٍ أَوْ عَظْمٍ فَإِنَّ مُحَمَّدًا مِنْهُ

انہی سے فرماتی ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی پاخانے جائے، تو اپنے ساتھ تین پتھر (ڈھیلے) لے جائے[1] جن سے استنجا کرے، یہ اُسے کافی ہونگے۔ (احمد، ابوداؤد، نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ نہ گوبر سے استنجا کرو، اور نہ ہڈی سے، کیونکہ یہ تمہارے بھائی جنوں کی خوراک ہے[2] اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا مگر نسائی نے زادالخ کا ذکر نہ فرمایا۔ روایت ہے حضرت رویفع بن ثابت[3] سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے رویفع شاید میرے بعد تمہاری زندگی لمبی ہوگی[4] تو لوگوں کو خبر دے دینا کہ جو اپنی داڑھی میں گرہ لگائے، یا تانت باندھے، یا کسی جانور کی پلیدی یا ہڈی سے استنجا کرے تو حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے

[1] تین پتھروں کا حکم استحبابی ہے کہ عام حالات میں یہ کافی ہوتے ہیں لیکن دست وغیرہ کے موقع پر پانچ یا سات کی ضرورت ہوتی ہے مقصود صفائی ہے جتنے سے حاصل ہو، ہاں سنت یہ ہے کہ طاق ہوں، پتھر اور ڈھیلے ایسے چاہئیں جو نجاست چوس سکیں، دیکھا گیا ہے کہ ریل کے پتھر کافی نہیں ہوتے [2] ہڈیاں جنات کی خوراک ہیں اور گوبر ان کے جانوروں کی غذا، اسی لئے حضور نے اِنَّھَا واحد فرمایا یہ ضمیر ہڈیوں کی طرف لوٹتی ہے، خیال رہے کہ جب مومن جنات کے جانوروں کی خوراک کا احترام ہے تو ہمارے جانوروں کی خوراک کا بھی ضرور احترام ہوگا، بھائی فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان جن مراد ہیں، حدیث شریف میں ہے۔ کہ جب جنات ہڈی اٹھاتے ہیں تو اس پر گوشت پاتے ہیں اور جب ان کے جانور گوبر میں منہ لگاتے ہیں تو اس میں دانے پاتے ہیں جن سے وہ گوبر بنا [3] آپ انصاری ہیں، امیر معاویہ کے زمانہ میں طرابلس کے حاکم رہے، افریقہ پر ۴۶ھ میں جہاد کیا ۵۶ھ میں شام میں وفات پائی مشہور صحابی ہیں [4] معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کی موت و زندگی سے خبردار ہیں، حضور نے جنگ بدر سے ایک دن پہلے میدان میں خط کھینچکر فرمایا کہ کل یہاں فلاں کافر مارا جائے گا اور یہاں فلاں معلوم ہوا کہ وقت موت اور جگہ موت سے خبردار ہیں [5] جہلائے

بَرِیءٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ
سَلَّمَ مَنِ اکْتَحَلَ فَلْیُوْتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ
فَلْیُوْتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ وَمَنْ اَکَلَ فَمَا تَخَلَّلَ فَلْیَلْفِظْ وَ
مَا لَاكَ بِلِسَانِهٖ فَلْیَبْتَلِعْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ وَمَنْ

بیزار ہیں[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ جو سرمہ لگائے وہ طاق بار لگائے[2] کرے تو اچھا ہے نہ کرے تو گناہ نہیں اور جو استنجا
کرے تو طاق سے کرے جو کرے تو اچھا اور نہ کرے تو گناہ نہیں[3] اور جو کھائے تو جو خلال سے نکالے
وہ تھوک دے اور جو زبان سے نکالے وہ نگل لے[4] جو کرے تو اچھا ہے جو نہ کرے تو گناہ نہیں[5] اور جو

عرب میدان جنگ میں بہادری دکھانے کے لیے داڑھی میں گرہ لگاتے جیسے اب سے کچھ پہلے لوگ لمبی مونچھوں میں گرہ دیا کرتے تھے بعض نے فرمایا اہل عرب جس کے ایک بیوی ہوتی وہ داڑھی میں ایک گرہ لگاتا دو بیویوں والا دو گرہ اس سے منع فرمادیا گیا کیونکہ داڑھی میں کنگھی کرنا سنت ہے نیز نظر بد سے بچنے کے لیے گھوڑوں اور بچوں کے گلے میں تانت یا بتوں کے نام کے دم کیے ہوئے دھاگے باندھتے تھے یہ ممنوع ہے خیال رہے کہ آیات قرآنیہ اور اسمائے الٰہیہ کے تعویذ بھی باندھنا جائز ہے اور گنڈے بھی جیسا کہ ان شاء اللہ باب الاستعاذہ میں تحقیق کی جائے گی صحابہ کرام نے یہ عمل کئے ہیں لہذا اس حدیث سے ان تعویذ گنڈوں کو منع نہیں کرسکتے۔ گنگا کے پانی کی تعظیم اور تعظیماً اسکا پانی پینا کفر ہے آب زمزم کی تعظیم ایمان کا رکن ہے وہ پانی تعظیماً کھڑے ہو کر پینا چاہیئے کہ یہ ایک پیغمبر کے قدم کا فیض ہے۔ غرضکہ حق کے احکام بزرگوں پر جاری کرنا [illegible] دینی ہے۔

[1] یعنی اس کام سے متنفر ہیں اور کرنے والے سے ناراض ہیں۔ یہاں یہ نہ فرمایا گیا کہ میں بیزار ہوں، بلکہ فرمایا کہ محمد مصطفیٰ بیزار ہیں تاکہ پتہ لگے کہ حضور ہیں محمد ہر طرح قابل حمد، جس سے وہ ناراض ہیں وہ ہر طرح برا ہی ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ کبھی گناہ صغیرہ بھی حضور کی ناراضی کا باعث بن جاتے ہیں کیونکہ یہ مذکورہ تین کام گناہ صغیرہ ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ جاہلیت والوں کے کاموں سے مسلمان کو پرہیز چاہیئے۔ [2] ہر آنکھ میں تین سلائیاں اسطرح کہ پہلے داہنی آنکھ میں تین بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ پہلے داہنی میں دو پھر بائیں میں تین پھر داہنی میں ایک تاکہ داہنی پر ابتداء اور انتہاء ہو اس میں بھی حرج نہیں نبی کریم رات کو سوتے وقت تین تین سلائیاں لگایا کرتے تھے اس پر پابندی کرنی ان شاء اللہ مفید ہوگا۔ [3] یعنی یہ امر وجوب کیلئے نہیں بلکہ استحباب کیلئے ہے اس سے معلوم ہوا کہ مطلق امر وجوب کے لیے ہوتا ہے ورنہ حضور کو امر کے بعد اس فرمان کی ضرورت نہ ہوتی۔ [4] یعنی بڑے استنجے کے لیے تین یا پانچ یا سات حسب ضرورت ڈھیلے لے اگر چار یا چھ لے جب بھی مذائقہ نہیں کیونکہ مقصود صفائی ہے۔ خیال رہے کہ سرمے کی تین ہی سلائیاں لگائے پانچ یا سات نہیں کہ یہی سنت ہے [5] کیونکہ خلال سے نکالے ہوئے میں خون سے مخلوط ہونے کا احتمال ہے لہذا احتیاطاً نہ کھائے اور زبان سے نکالے ہوئے میں یہ احتمال نہیں وہاں اس احتیاط کی ضرورت نہیں [6] یہ اس صورت میں ہے کہ خون سے مخلوط ہونے کا صرف احتمال ہو یقین نہ ہو اگر یقین ہو تو تھوکنا لازم ہے کیونکہ بہتا خون حرام بھی ہے اور نجس بھی

أَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ إِلَّا أَنْ يَجْمَعَ كَثِيبًا مِنْ رَمْلٍ فَلْيَسْتَدْبِرْهُ
فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَلْعَبُ بِمَقَاعِدِ بَنِي آدَمَ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ
رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ فِيْ مُسْتَحَمِّهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ أَوْ يَتَوَضَّأُ
فِيْهِ فَإِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ إِلَّا أَنَّهُمَا لَمْ
يَذْكُرَا ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ أَوْ يَتَوَضَّأُ فِيْهِ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

پاخانے جائے تو آڑ کرے اگر آڑ نہ پائے بجز اس کے کہ ریت کا ڈھیر جمع کرے تو اس ڈھیر کی طرف پیٹھ کرے [1]
کیونکہ شیطان لوگوں کے پاخانہ کے مقام سے کھیلتا ہے جو یہ کرے تو اچھا ہے جو نہ کرے تو گناہ نہیں [2]
(ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے عبداللہ ابن مغفل سے [3] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی غسل خانہ میں ہرگز پیشاب نہ کرے پھر اس میں غسل یا وضو کرے گا [4] کیونکہ عام
وسوسے اسی سے ہوتے ہیں [5] اسے ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے روایت کیا مگر ان دونوں نے ثم یغتسل
کا ذکر نہ کیا۔ روایت ہے عبداللہ ابن سرجس سے [6] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

خواہ دوسرے کا۔ اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ بہتا خون جسم میں داخل کرنا ناجائز ہے۔ جیسے پیشاب یا پاخانہ داخل کرنا کہ یہ سب نجس ہیں۔
[1] لوگوں کے سامنے تو آڑ کرنا فرض ہے۔ تنہائی میں آڑ مستحب۔ کیونکہ یہ حیا کا ایک شعبہ ہے اسی لیے تنہائی میں بھی ننگا رہنا ممنوع ہے ڈھیر
کی طرف پیٹھ کرنا اس واسطے ہے کہ آگے تو کپڑے وغیرہ سے بھی آڑ کی جا سکتی ہے ورنہ دونوں طرفیں ستر کے لائق ہیں [2] یعنی تنہائی میں پردہ مستحب ہے
واجب نہیں۔ شیطان کے کھیلنے سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ننگا دیکھ کر ہنستا ہے، وسوسے ڈالتا ہے وغیرہ [3] آپ صحابی ہیں قبیلہ مزینہ سے ہیں۔
بیعت الرضوان میں شریک ہوئے۔ مدینہ منورہ قیام رہا۔ شہر تستر فتح ہونے پر اول آپ ہی وہاں داخل ہوئے۔ عہد فاروقی میں بصرہ میں لوگوں کو علم دین
سکھانے کیلئے آپ کو بھیجا گیا، وہیں ٦٠ھ میں وفات ہوئی [4] مستحم کے معنی ہیں گرم پانی استعمال کرنے کی جگہ، حمیم گرم پانی، اسی سے حمام بنا، اگر غسل خانہ کی
زمین پختہ ہو اور اس میں پانی خارج ہونے کی نالی بھی ہو تو وہاں پیشاب کرنے میں حرج نہیں اگرچہ بہتر ہے کہ نہ کرے لیکن اگر زمین کچی ہو اور پانی نکلنے کا راستہ
بھی نہ ہو تو پیشاب کرنا سخت برا ہے کہ زمین نجس ہو جائے گی اور غسل یا وضو میں گندا پانی جسم پر پڑے گا۔ یہاں دوسری صورت ہی مراد ہے۔ اسی لیے
تاکیدی ممانعت فرمائی گئی۔ [5] یعنی اس سے وسوسوں اور وہم کی بیماری پیدا ہوتی ہے جیسا کہ تجربہ ہے یا گندی چھینٹیں پڑنے کا وسوسہ رہے گا پہلے معنی زیادہ
ظاہر ہیں [6] آپ قبیلہ مزینہ یا قبیلہ بنی مخزوم سے ہیں، البصرہ کے رہنے والے ہیں۔ آپ کے والد کا نام یا سرجس ہے یا نرجس۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبولن احدکم فی جحر رواہ ابوداؤد والنسائی ۞ وعن معاذ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا الملاعن الثلثۃ البراز فی الموارد وقارعۃ
الطریق والظل رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ ۞ وعن ابی سعید قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لا یخرج الرجلان یضربان الغائط کاشفین عن عورتہما
یتحدثان فان اللہ یمقت علی ذلک رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ ۞ وعن زید بن
ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ہذہ الحشوش محتضرۃ فاذا اتی احدکم

کہ تم میں سے کوئی شخص سوراخ میں ہرگز پیشاب نہ کرے [1] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت معاذ سے فرماتے
ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین لعنتی چیزوں سے بچو گھاٹوں، درمیانی راستہ، اور سایہ میں پاخانہ
کرنے سے [2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ دو شخص پاخانہ کرنے نہ جائیں کہ شرمگاہیں کھولے باتیں کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا
ہے [3] (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے زید ابن ارقم سے فرماتے ہیں [4] فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ یہ پاخانے جنات کے حاضر رہنے کی جگہیں ہیں [5] تو جب تم میں سے کوئی

[1] حجر سے مراد یا زمین کا سوراخ ہے یا دیوار کی پھٹن چونکہ اکثر سوراخوں میں زہریلے جانور چیونٹیاں وغیرہ کمزور جانور یا جنات رہتے ہیں اچھوتیاں پیشاب
یا پانی سے تکلیف پائیں گی یا سانپ وغیرہ نکل کر ہمیں تکلیف دیں گے اس لیے وہاں پیشاب کرنا منع فرمایا گیا چنانچہ سعد ابن عبادہ انصاری کی وفات
اسی سے ہوئی کہ آپ نے ایک سوراخ میں پیشاب کیا جن نے نکل کر آپ کو ہلاک کر دیا۔ لوگوں نے اس سوراخ سے یہ آواز سنی نحن قتلنا سید
الخزرج سعد بن عبادۃ ورمیناہ بسہم فلم نخط فؤادہ (مرقاۃ واشعۃ اللمعات) [2] اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ ہر وہ جگہ جہاں لوگ بیٹھے
یا آرام کرتے ہوں وہاں پاخانہ کرنا منع ہے کہ اس سے رب تعالیٰ بھی ناراض ہے اور لوگ بھی گالیاں دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے غسل خانوں
اور استنجا خانوں میں پاخانہ کرنا سخت جرم ہے بندوں کو ستانے والا رب کے عذاب کا مستحق ہے۔ [3] کیونکہ دوسرے کے سامنے ننگا ہونا بھی منع ہے
اور پیشاب پاخانہ کرتے ہوئے باتیں کرنا بھی جرم اس وقت باتیں کرنے سے ملائکہ کو تکلیف ہوتی ہے بلکہ اس وقت اللہ کا بھی ذکر نہ کریں اگر چھینک
آئے تو زبان سے الحمد للہ بھی نہ کہیں اگر کوئی سلام کرے تو جواب بھی نہ دیں غرضکہ پیشاب پاخانے اور صحبت کے وقت مطلقاً بات کرنا ممنوع ہے
[4] آپ مشہور صحابی ہیں آپ کی کنیت ابوعمرو ہے انصاری ہیں خزرجی ہیں کوفہ میں قیام رہا ۸۰ سال عمر پائی ۶۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے
[5] کیونکہ یہاں پلیدیاں پڑتی ہیں اللہ کا ذکر ہوتا نہیں، اس لئے وہاں شیطان لوگوں کی تاک میں بیٹھتے ہیں اسی لئے حکم ہے کہ بلا ضرورت پاخانہ میں نہ
جاؤ اور بلا وجہ یہاں نہ بیٹھو خیال رہے کہ گرجے، مندر، شراب خانے، سینما، جہاں جواری جوا کھیلیں یہ تمام جگہ شیطانوں کے ٹھکانے ہیں، سرکار نے فرمایا کہ بازاروں

الْخَلَاءَ فَلْيَقُلْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ٭ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرُ مَا بَيْنَ اَعْيُنِ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِيْ اٰدَمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُهُمُ الْخَلَاءَ اَنْ يَّقُوْلَ بِسْمِ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَاِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِقَوِيٍّ ٭ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ غُفْرَانَكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ٭ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَى الْخَلَاءَ اَتَيْتُهٗ بِمَاءٍ فِيْ تَوْرٍ اَوْ رَكْوَةٍ فَاسْتَنْجٰى ثُمَّ مَسَحَ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ

پاخانہ جائے تو کہے میں گندے جن اور جنا تنی سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں ۱؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنات کی آنکھوں اور لوگوں کے ستر کے درمیان پردہ یہ ہے کہ جب کوئی پاخانہ میں جائے تو بسم اللہ کہے ۲؎ اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ اس کی سند قوی نہیں۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانے سے آتے تو فرماتے تیری بخشش (چاہیے) ۳؎ (ترمذی، وابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ جاتے تو میں آپ کی خدمت میں چھاگل یا پیالہ میں پانی لاتا ۴؎ آپ استنجا کرتے پھر ہاتھ شریف زمین پر رگڑتے ۵؎ پھر میں دوسرا

میں شیطان رہتا ہے کہ وہاں جھوٹ دھوکے بہت دیئے جاتے ہیں۔ ۱؎ مگر یہ کلمات پاخانہ میں جانے سے پہلے کہے، پاخانہ کے اندر اللہ کا ذکر منع ہے۔ کیونکہ وہاں گندگیاں ہیں ۲؎ یعنی جیسے دیوار اور پردے لوگوں کی نگاہ سے آڑ بنتے ہیں۔ ایسے ہی یہ اللہ کا ذکر جنات کی نگاہوں سے آڑ بنے گا کہ جنات اس کو دیکھ سکیں گے۔ ۳؎ ان تمام احادیث میں بیت الخلاء سے پاخانے پھرنے کی جگہ مراد ہے جنگل میں ہو یا چھت پر یا گھر کے گوشہ میں نہ کہ خاص کوٹھڑیاں، کیونکہ اس زمانہ میں گھروں میں پاخانہ کی کوٹھڑیاں بنانے کا رواج نہ تھا اور پاخانہ سے فارغ ہو کر مغفرت مانگنے کی دو وجہ ہیں ایک یہ کہ فراغت کا وقت اللہ کے ذکر کے بغیر گزرا کیونکہ حضور ہر وقت سوائے اس حالت کے تمام حالات میں ذکر اللہ کرتے تھے خداوندا اس کوتاہی کو معاف کر، دوسرے یہ کہ خیریت سے پاخانہ ہو جانا خدا کی بڑی نعمت ہے جس کے شکر سے زبان قاصر ہے خدایا اس قصور کو معاف کر۔ خیال رہے کہ حضور کی استغفار امت کی تعلیم کے لیے ہے۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ نبی امتی سے، پیر مرید سے، استاد شاگرد سے، باپ اپنے بیٹے سے خدمت لے سکتا ہے اور ان لوگوں کا رضاکارانہ طور پر بزرگوں کی خدمت کرنا سعادت مندی ہے۔ ۵؎ تاکہ مٹی سے ہاتھ مانجھ کر بو دفع کر دی جائے لہذا استنجے کے بعد صابون وغیرہ سے ہاتھ دھونا سنت سے ثابت ہے۔ خیال رہے کہ حضور کا یہ فعل شریف بھی امت کے لیے ہے ورنہ حضور کے فضلات میں بدبو نہ تھی حتی کہ ایک بی بی نے حضور کا پیشاب دھوکے میں پی لیا جب کہ اس کے موقعہ پر

أُتِيْتُهٗ بِإِنَاءٍ اٰخَرَ فَتَوَضَّأَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ مَعْنَاهُ ✽ وَعَنِ الْحَكَمِ بْنِ سُفْيَانَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَالَ تَوَضَّأَ وَنَضَحَ فَرْجَهٗ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ ✽ وَعَنْ أُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ قَالَتْ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَحٌ مِّنْ عَيْدَانٍ تَحْتَ سَرِيْرِهٖ يَبُوْلُ فِيْهِ بِاللَّيْلِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ رَاٰنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبُوْلُ قَائِمًا فَقَالَ يَا عُمَرُ لَا تَبُلْ قَائِمًا فَمَا بُلْتُ قَائِمًا بَعْدُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحْيِ السُّنَّةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَدْ صَحَّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ

برتن لاتا تو وضو فرماتے[1] اسے ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا۔ نسائی نے معنیً۔ روایت ہے حکم ابن سفیان سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب کرتے تو وضو فرماتے اور شرمگاہ (رومالی) پر چھینٹا دیتے[2] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے امیمہ بنت رقیقہ سے[3] فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لکڑی کا پیالہ تھا جو آپ کے تخت کے نیچے رکھا رہتا تھا جس میں رات کو پیشاب کرتے تھے[4] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں کھڑے ہوئے پیشاب کر رہا تھا تو فرمایا کہ اے عمر کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو پھر میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا[5] (ترمذی، ابن ماجہ) شیخ الامام محی السنہ نے فرمایا حضرت حذیفہ سے بروایت صحیح مروی ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر کیا جائیگا، انشاء اللہ۔ [1] اکثر نہ کہ ہمیشہ جیسا کہ دوسری روایات سے ثابت ہے۔ چونکہ برتن چھوٹا تھا استنجے کے بعد وضو کے لائق پانی نہیں بچا تھا اس لیے دوسرے برتن سے وضو فرماتے تھے ورنہ استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے۔ [2] سفیان ابن حکم کی صحابیت میں اختلاف ہے۔ نیز ان کا نام یا حکم ابن سفیان ہے یا سفیان ابن حکم۔ رومالی پر چھینٹا مارنا دفع وسوسہ کے لیے اکسیر ہے۔ بعض علماء ہر وضو کے بعد اس کے چھینٹے کو مستحب کہتے ہیں بعض فرماتے ہیں کہ چھینٹا یہ ہے کہ اگر پیشاب کے بعد وضو کیا جائے تو چھینٹا مار لیا جائے تاکہ اگر بعد میں رومالی پر تری نظر آئے تو اس سے پیشاب ہونیکا احتمال نہ ہے یہی صحیح ہے۔ [3] آپ صحابیہ ہیں، آپ کے والد کا نام عبداللہ اور ماں کا نام رقیقہ ہے، یا حضور کی پھوپھی ہیں یعنی آپ کے والد کی ماں شریک بہن یا حضرت خدیجہ کی بہن اور ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں رشتے ہوں۔ [4] عیدان یا عود کی جمع ہے (یعنی لکڑی) یا عیدانۃ کی بمعنی درخت کھجور۔ حضور اکثر زمین پر سوتے تھے صلی اللہ علیہ وسلم اور کبھی تخت پر بھی پائینتی کی طرف یہ پیالہ رہتا تھا تاکہ پیشاب کے لیے سردی وغیرہ میں باہر نہ جانا پڑے۔ [5] اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ اور طریقہ کفار ہے جاہلیت کے لوگ گدھے بیل کی طرح کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے۔ اگر اس میں بے پردگی ہو یا کپڑوں پر چھینٹیں پڑیں یا مشابہت کفار (فیشن) کے لیے ہو تو مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی، مجبوری کی حالت میں بلا کراہت جائز۔

قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ قِيْلَ كَانَ ذٰلِكَ لِعُذْرٍ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَبُوْلُ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقُوْهُ مَا كَانَ يَبُوْلُ اِلَّا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ
النَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ جِبْرِيْلَ
اَتَاهُ فِيْ اَوَّلِ مَا اُوْحِيَ اِلَيْهِ فَعَلَّمَهُ الْوُضُوْءَ وَالصَّلٰوةَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الْوُضُوْءِ

ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لائے تو کھڑے ہو کر پیشاب کیا (مسلم بخاری) کہا گیا ہے کہ یہ عذر۱ سے تھا۔ تیسری فصل
روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں جو تمہیں یہ خبر دے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تو
اسے سچا نہ ما نو آپ بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۲ (احمد، ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت زید ابن حارثہ
سے۳ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضرت جبریل پہلی وحی میں آپ کے پاس آئے۴ تو آپ کو وضو و نماز
سکھائی۵ پھر جب وضو سے فارغ ہوئے

۱؎ یا تو وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی کیونکہ کوڑی پر ہر جگہ نجاست ہی ہوتی ہے یا پاؤں شریف میں زخم یا پیٹھ میں درد تھا جس کے لیے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مفید تھا۔ اطبا کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر انگارے پر پیشاب کرنا ستر بیماریوں کا علاج ہے (مرقاۃ و اشعۃ اللمعات) خیال رہے کہ اس موقعہ پر سرکار اونچی جگہ کھڑے ہوئے ہوں گے جس سے پیشاب کی چھینٹوں سے محفوظ رہے ہوں گے۔ ۲؎ ام المؤمنین حضور کی عادت کریمہ کا ذکر فرما رہی ہیں، یا حضور نے گھر میں کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا ورنہ ایک آدھ بار عذراً کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے۔ لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ۳؎ آپ کی کنیت ابو اسامہ ہے آپ کی والدہ سعدیٰ بنت ثعلبہ ہیں۔ آپ کو آٹھ سال کی عمر میں قبیلہ بنی معن نے پکڑ لیا۔ اور بازار عکاظ میں حکیم ابن حزام ابن خویلد کے ہاتھ چار سو درہم کے عوض فروخت کیا۔ حکیم نے آپکو اپنی پھوپھی خدیجۃ الکبریٰ کے واسطے خریدا۔ جب حضور نے بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو انہوں نے حضرت زید کو حضور کی خدمت میں نذر کر دیا۔ حضور نے انہیں آزاد کر کے اپنا بیٹا بنالیا اور اپنی لونڈی ام ایمن سے نکاح کر دیا۔ جن سے اسامہ ابن زید پیدا ہوئے پھر حضور نے آپکا نکاح زینب بنت جحش سے کر دیا۔ جو بعد میں حضور کے نکاح میں آئیں۔ آپ حضور کو بڑے پیارے تھے۔ حتی کہ آپکا شمار اہل بیت پاک میں ہوتا ہے اور لوگ آپ کو زید ابن محمد کہا کرتے تھے۔ تب یہ آیت اتری اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں صرف آپکا ہی نام قرآن پاک میں آیا۔ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا آپ کی عمر پچپن سال ہوئی جمادی الاولیٰ ۸ھ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ ۴؎ پہلی وحی سے مراد فرضیت نماز یعنی شب معراج کے بعد کی پہلی وحی ہے جو نبوت کے تیرھویں سال ہوئی کیونکہ اس سے پہلے نماز فرض نہ تھی نہ وضو۔ حضور اپنے اجتہاد سے یہ سب کچھ کیا کرتے تھے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ہے۔ ۵؎ امت کی تعلیم کیلیے ورنہ حضور خود تو پہلے ہی سب کچھ جانتے تھے نبوت سے پہلے غار حرا میں اعتکاف اور عبادت کرتے تھے مگر اب یہ احکام فرضیہ بنے لہذا جبریل امین نے سکھایا نہیں بلکہ رب کی طرف سے پہنچایا لہذا

أَخَذَ غُرْفَةً مِّنَ الْمَاءِ فَنَضَحَ بِهَا فَرْجَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَعَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَنِي جِبْرَئِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِذَا
تَوَضَّأْتَ فَانْتَضِحْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا
يَعْنِي الْبُخَارِيَّ يَقُولُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيُّ الرَّاوِي مُنْكَرُ الْحَدِيثِ وَ
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عُمَرُ خَلْفَهُ بِكُوزٍ مِّنْ
مَّاءٍ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عُمَرُ فَقَالَ مَاءٌ تَتَوَضَّأُ بِهِ قَالَ مَا أُمِرْتُ كُلَّمَا بُلْتُ أَنْ أَتَوَضَّأَ
وَلَوْ فَعَلْتُ لَكَانَتْ سُنَّةً رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ وَجَابِرٍ وَّأَنَسٍ

تو پانی کا چلو لیا اور شرمگاہ پر چھڑکا (احمد و دارقطنی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس حضرت جبریل آئے عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ وضو کریں تو پانی چھڑک لیا کریں ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے میں نے محمد یعنی امام بخاری کو کہتے سنا کہ حسن بن علی ہاشمی راوی منکر الحدیث ہے۳؎ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں پیشاب کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت عمر آپ کے پیچھے پانی کا کوزہ لے کر کھڑے ہوگئے فرمایا اے عمر یہ کیا، عرض کیا پانی ہے جس سے آپ وضو کریں فرمایا مجھے یہ حکم نہیں کہ جب کبھی پیشاب کروں تو وضو کروں اگر یہ کروں تو سنت ہو جائے (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوایوب و جابر و انس سے

جبرائیل امین حضور کے خادم ہیں، استاد نہیں، سکھانے والا رب ہے۔ ۱؎ تاکہ حضور اپنی امت کو یہ سکھائیں اس کی شرح پہلے کی جاچکی کہ یہ وسوسہ کا علاج ہے ۲؎ شاید یہ حدیث اس آیت کے نزول سے پہلے کی ہے۔ لاتجعلوا دعاء الرسول کدعاء الآیہ اس آیت کے نزول کے بعد فقط نام شریف سے حضور کو پکارنا حرام ہے جب ہمارا رب ہی اپنے محبوب کو نبی، رسول، مزمل، مدثر کے القاب سے پکارے تو مخلوق صرف نام سے کیسے پکار سکتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ الفاظ شریف حضور کے اپنے ہوں انہوں نے ادب سے پکارا ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکسارًا اس طرح نقل فرمایا جیسے کہا جاتا ہے کہ مجھے فلاں نے کہا تو اس وقت آنا حالانکہ انہوں نے کہا ہوتا ہے (آپ تشریف لائیے گا)، ۳؎ یعنی اس اسناد میں کوئی راوی حسن ابن علی بھی ہے جو خود ثقہ نہیں ہے اور اس روایت میں وہ اکیلا ہے۔ مگر مضائقہ نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث معتبر ہے خیال رہے کہ یہ حسن ابن علی کوئی غیر معتبر شخص ہے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مراد نہیں جیسا بعض لوگوں نے سمجھا۔ ۴؎ یعنی سنت مؤکدہ ورنہ باوضو رہنا سنت مستحبہ تو ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کے لیے حکم کا انتظار نہیں کرتے تھے بلکہ موقع کی تلاش میں رہتے تھے دوسرے یہ کہ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کریں وہ سنت مؤکدہ ہے اور جس کا حکم بھی کریں وہ واجب۔ تیسرے یہ کہ بارہا سرکار نے امت پر آسانی کرنے کے لئے مستحب کام کو چھوڑ دیا ہے اور یہ چھوڑنا

اَنَّ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ لَمَّا نَزَلَتْ فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَثْنٰی عَلَیْکُمْ فِی الطُّهُوْرِ فَمَا طُهُوْرُکُمْ قَالُوْا نَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوۃِ وَنَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَۃِ وَنَسْتَنْجِیْ بِالْمَاءِ فَقَالَ فَهُوَ ذَاكَ فَعَلَیْکُمُوْهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ بَعْضُ الْمُشْرِکِیْنَ وَهُوَ یَسْتَهْزِئُ اِنِّیْ لَاَرٰی صَاحِبَکُمْ یُعَلِّمُکُمْ حَتَّی الْخِرَاءَۃَ قُلْتُ اَجَلْ اَمَرَنَا اَنْ لَّا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَۃَ وَلَا نَسْتَنْجِیَ بِاَیْمَانِنَا وَلَا نَکْتَفِیَ بِدُوْنِ ثَلٰثَۃِ اَحْجَارٍ لَیْسَ فِیْهَا رَجِیْعٌ وَّلَا عَظْمٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاَحْمَدُ وَاللَّفْظُ لَهٗ

کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونا پسند کرتے ہیں اور اللہ ستھروں کو پسند فرماتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انصار کے گروہ اللہ نے تمہاری پاکی کی بہت تعریف کی ہے تمہاری کیسی پاکی ہے وہ بولے ہم نماز کیلئے وضو جنابت کیلئے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کہ تو فرمایا کہ وہ یہی پاکی ہے اسے لازم کر لو ابن ماجہ روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں بعض مشرکوں نے مذاق کہا کہ ہم تمہارے صاحب کو دیکھتے ہیں کہ تم کو پاخانہ کرنا تک سکھاتے ہیں میں نے کہا ہاں ہمیں حکم دیا ہے کہ قبلہ کو منہ نہ کریں اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجا کریں اور تین پتھروں سے کم پر کفایت نہ کریں۔ ان میں نہ گوبر ہو نہ ہڈی (مسلم، احمد نے روایت کیا۔ یہ اس کے لفظ ہیں۔

بھی حضور کے لیے باعث ثواب ہے کیونکہ تبلیغ ہے۔ ۱؎ اس آیت میں مسجد قباء کی تعریف فرمائی گئی ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں نماز پڑھنے کا حکم دیا کیونکہ مسجد کے آس پاس انصار رہتے ہیں اور اس میں وہی نماز پڑھتے ہیں بڑے پاک لوگ ہیں، آپ بھی وہاں نماز پڑھا کریں، اس سے معلوم ہوا کہ جس مسجد کو بزرگوں نے بنایا ہو یا بزرگوں نے وہاں نمازیں پڑھی ہوں یا اس کے قریب بزرگ بستے ہوں یا دفن ہوں وہاں نماز کا ثواب زیادہ ہے اور ارادۃً وہاں جا کر نماز پڑھنا رب کو پسند ہے، اس سے شریعت اور تصوف کے بہت سے مسائل حاصل ہو سکتے ہیں اسکی پوری تحقیق ہماری تفسیر نور العرفان میں دیکھو ۲؎ یہ سوال و جواب لوگوں کو سنانے کیلئے ہے۔ ورنہ حضور تو ہر ایک کے عمل سے واقف ہیں، فرماتے ہیں۔ لَا یَخْفٰی عَلَیَّ صَلٰوتُکُمْ الخ ۳؎ ڈھیلوں کے بعد پانی بھی استنجا کر لیتے ہیں۔ یا صرف پانی سے ہی استنجا کرتے ہیں نہ کہ ڈھیلوں سے، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے، دوسرے لوگ صرف ڈھیلوں پر کفایت کرتے ہیں مگر یہ کفایت خشک پاخانے میں ہو سکتی ہے، دست کی صورت میں دھونا فرض ہے جبکہ درہم سے زیادہ جگہ میں پھیل جائے ۴؎ یعنی پانی سے استنجا کرو نماز کیلئے وضو اور جنابت سے غسل تو سب حضرات ہی کرتے تھے ۵؎ ایسی معمولی باتیں سکھانا ان کی شان کے خلاف ہے بڑے لوگ بڑی باتیں سکھائیں ۶؎ سبحان اللہ کیا حکیمانہ جواب ہے یعنی یہ تو ہمارے رسول کا کمال ہے کہ ہمیں کسی کا محتاج نہ رکھا سب کچھ سکھا دیا دیکھو ہمیں استنجا کے بارے میں کیسے نفیس حکام

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَنَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ يَدِهٖ الدَّرَقَةُ فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَلَسَ فَبَالَ اِلَيْهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ اُنْظُرُوْا اِلَيْهِ يَبُوْلُ كَمَا تَبُوْلُ الْمَرْأَةُ فَسَمِعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَيْحَكَ اَمَا عَلِمْتَ مَا اَصَابَ صَاحِبَ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ كَانُوْا اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَرَضُوْهُ بِالْمَقَارِيْضِ فَنَهَاهُمْ فَعُذِّبَ فِيْ قَبْرِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْهُ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى
وَعَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرِ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ اَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ

روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن حسنہ سے[1] فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ آپ کے ہاتھ شریف میں ڈھال تھی آپ نے ڈھال زمین پر رکھی پھر بیٹھ کر اس کے پیچھے پیشاب کیا[2] تو بعض کفار بولے انہیں دیکھو تو عورتوں کی طرح پیشاب کرتے ہیں[3] یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لی تو فرمایا افسوس تم پر کیا تمہیں خبر نہیں کہ بنی اسرائیل والے کو کیا آفت پہنچی تھی۔ کہ جب انہیں پیشاب لگ جاتا تو قینچیوں سے جگہ کاٹ ڈالتے تھے اس نے انہیں منع کیا تو اپنی قبر میں عذاب دیا گیا[4] اسے ابوداؤد و ابن ماجہ نے روایت کیا اور نسائی نے ان سے انہوں نے ابوموسیٰ سے۔

روایت ہے حضرت مروان اصفر سے[5] فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی سواری قبلہ رخ بٹھائی پھر

عطا فرمائے، تم بھی یہ باتیں سیکھ لو۔ [1] حسنہ ان کی والدہ کا نام ہے۔ والد کا نام عبداللہ ابن مطاع ہے۔ آپ صحابی ہیں [2] درقہ چمڑے کی وہ ڈھال ہے۔ جس میں لکڑی اور پٹھا استعمال نہ کیا جائے ہلکی ہوتی ہے۔ جنگ میں تلوار کا وار آسانی سے روک لیتی ہے۔ ڈھال کی آڑ میں پیشاب کرنے سے معلوم ہوا کہ پیشاب کے وقت پورے جسم کا چھپانا ضروری نہیں صرف شرمگاہ کا چھپ جانا کافی ہے۔ کیونکہ ڈھال چھوٹی ہوتی ہے [3] اسلام سے پہلے عربی مرد بے تکلف سب کے سامنے ننگے پیشاب پاخانہ کرلیا کرتے تھے ستر اور شرم حجاب اسلام نے سکھایا وہ لوگ اس تہذیب کا مذاق اڑاتے تھے جیسے آج بعض بے دین جاہل بعض اسلامی احکام داڑھی نماز وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے نکٹے ناک والوں کا نکو کہہ کر مذاق اڑائیں [4] خلاصۂ جواب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے ہاں پیشاب کے احکام بہت سخت تھے کہ اگر کپڑے میں لگ جائے جلا ڈالو اور اگر بدن پر لگ جائے تو اتنی کھال چھیل ڈالو۔ ان میں ایک شخص نے بنی اسرائیل کو مشورہ دیا کہ ایسا نہ کرو۔ اس مشورے پر وہ عذاب قبر میں گرفتار ہوا حالانکہ اس نے ایسی چیز سے روکا تھا جو نفس پر سخت گراں تھی۔ اور تو مجھے اس حجاب اور حیا سے منع کر رہا ہے۔ جو نہ تکلیف دہ ہے نہ نفس پر بھاری۔ بتا تیرا کیا حال ہوگا!! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص کوئی بنی اسرائیل ہوگا۔ اور یہ واقعات اس زمانہ میں مشہور ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ تو دیکھو کہ اس کے مذاق کا کوئی جواب نہ دیا۔ نرمی سے مسئلہ سمجھا دیا۔ [5] آپ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے غلام ہیں، تابعی ہیں آپ سے ایک دو حدیثیں مروی ہیں۔

جَلَسَ يَبُوْلُ اِلَيْهَا فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَلَيْسَ قَدْ نُهِيَ عَنْ هٰذَا قَالَ بَلْ اِنَّمَا نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ فِي الْفَضَاءِ فَاِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَسْتُرُكَ فَلَا بَاْسَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۝ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذٰى وَعَافَانِيْ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ وَفْدُ الْجِنِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْهَ اُمَّتَكَ اَنْ يَّسْتَنْجُوْا بِعَظْمٍ اَوْ رَوْثَةٍ اَوْ حُمَمَةٍ فَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ لَنَا فِيْهَا رِزْقًا فَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ

بَابُ السِّوَاكِ ۝ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۝

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

بیٹھکر اسکی جانب پیشاب کرنے لگے بعض نے کہا اے ابو عبدالرحمن کیا اسکی ممانعت نہیں ہے[1] فرمایا کہ اس سے جنگل میں منع کیا گیا ہے مگر جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز آڑ کرے تو کوئی حضانقہ نہیں[2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانے سے نکلتے تو فرماتے کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھ سے تکلیف دہ چیز دور کی اور مجھے عافیت (راحت) بخشی[3] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ جب جنات کا وفد حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا یارسول اللہ اپنی امت کو منع فرمادیں کہ ہڈی گوبر یا کوئلے سے استنجاء کریں کیونکہ اس میں اللہ نے ہماری روزی کی ہے تب ہم کو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا[4] (ابوداؤد) مسواک کا باب[5]۔

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

[1] ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ جنگل کا ہے جیسا کہ جواب سے معلوم ہورہا ہے نیز جنگل ہی میں سواری پر بیٹھا جاتا ہے[2] اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ عام صحابہ اور تابعین میں یہی مشہور تھا کہ مطلقاً قبلہ کو پیشاب پاخانہ کرنا منع ہے تب ہی تو اس تابعی کو حضرت ابن عمر کے اس فعل پر تعجب ہوا لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے[3] یہ حضرت ابن عمر کا اجتہادی فتوی ہے جنگل اور بستی کا فرق حدیث مرفوع میں نہیں اور اس فتوے کی پوری بحث ہماری اسی باب میں پہلے گزر چکی ہم وہاں ہی اس پر مکمل گفتگو کر چکے ہیں[3] یعنی دو نعمتوں پر خدا کا شکر ہے تکلیف دہ چیز یعنی فضلہ کا نکل جانا اور راحت کا ملنا اس طرح کہ اس کے ساتھ آنتیں باہر نہ آگئیں۔ یہ بات معمولی معلوم ہوتی ہے مگر غور کرو تو یہ عظیم الشان نعمت ہے۔[4] حضور اپنے اور اپنی قوم کی طرف سے ایمان لانے کے لیے جنات کے ایمان کا واقعہ کئی بار ہوا ہے ان میں سے ایک موقعہ پر حضرت ابن مسعود کیسا تھ تھے اسی بار یہ حکم فرمایا گیا۔[5] پہلے کہا جا چکا ہے کہ کوئلہ اور ہڈیاں جنات کی خوراک ہیں اور گوبر ان کے جانوروں کی لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ مومن جن گندا گوبر کیوں کھاتے ہیں اور نہ یہ اعتراض کہ جب وہ گندا گوبر کھا لیتے ہیں تو انہیں انسان کی گندگی بھی کھا لینی چاہیئے کیونکہ ان کے جانوروں کی غذا یہ گندگی نہیں۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُہُمْ بِتَاْخِیْرِ الْعِشَآءِ
وَبِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۞ وَعَنْ شُرَیْحِ بْنِ ھَانِیٍٔ قَالَ سَأَلْتُ
عَآئِشَۃَ بِاَیِّ شَیْءٍ کَانَ یَبْدَأُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ بَیْتَہٗ قَالَتْ
بِالسِّوَاکِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر یہ نہ ہوتا کہ اپنی امت پر دشواری کروں گا تو انہیں عشاء میں دیر کا اور ہر
نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا[1] (مسلم بخاری) روایت ہے شریح ابن ہانی سے[2] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ
سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے تو پہلے کیا کام کرتے تھے؟ فرمایا مسواک[3]
(مسلم) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ہے[1] مسواک اور سواک شوک سے بنا بمعنی ملنا، مسواک دانتوں کے ملنے کا آلہ، شریعت میں مسواک وہ لکڑی ہے جس سے دانت صاف کئے جاتے ہیں۔
سنت یہ ہے کہ کسی پھول یا پھلدار درخت کی نہ ہو۔ کڑوے درخت کی ہو موٹائی چھنگلی کے برابر ہو لمبائی بالشت سے زیادہ نہ ہو، دانتوں کی چوڑائی میں کیجائے
نہ کہ لمبائی میں بے دانت والا انسان اور عورتیں انگلی پھیر لیا کریں، مسواک اتنے مقام پر سنت ہے، وضو میں، قرآن شریف پڑھتے وقت، دانت پیلے ہونے پر بوکے
یا دیر تک خاموشی یا بے خوابی کی وجہ سے منہ سے بو آنے پر، احناف کے ہاں مسواک سنت وضو ہے نہ کہ سنت نماز لہذا با وضو آدمی نماز کے لیے مسواک نہ کرے
امام شافعی کے ہاں سنت نماز ہے نہ کہ سنت وضو اور وجہ ظاہر کہ ان کے ہاں خون وضو نہیں توڑتا تو اگر مسواک سے دانت میں خون نکل بھی آیا تو نماز درست
ہوگی لیکن ہمارے ہاں بہتا خون وضو توڑ دیتا ہے۔[2] یعنی ان پر فرض کر دیتا کہ نماز عشاء تہائی رات پر پڑھیں، اور ہر نماز کے لیے وضو کریں اس سے معلوم ہوا
کہ حضور باذن الٰہی احکام کے مالک ہیں۔ جو چاہیں فرض کریں جو چاہیں حلال کر فرماتے ہیں، میں فرض کر دیتا، خیال رہے کہ یہ حدیث امام شافعی کے نزدیک اپنے ظاہر
پر ہے مگر ہمارے ہاں ہر نماز سے مراد اس کا وضو ہے یعنی وضو پوشیدہ ہے کیونکہ ابن خزیمہ، حاکم، بخاری شریف نے کتاب الصوم میں انہی ابوہریرہ سے یہی حدیث
روایت کی مگر اس میں بجائے صلوٰۃ کے عِنْدَ کُلِّ وُضُوْءٍ ہے اور احمد وغیرہ کی روایت ہے عِنْدَ کُلِّ طُھُوْرٍ وہ حدیثیں اس کی تفسیر ہیں۔ خیال رہے کہ
وضو میں مسواک کی زیادہ تاکید ہے ورنہ وضو کے علاوہ پانچ جگہ اور بھی مسواک سنت ہے جیسا کہ عرض کیا گیا، امام احمد کی روایت میں ہے کہ مسواک کی نماز بغیر
مسواک کی ستر نمازوں سے افضل ہے۔[2] صحیح یہ ہے کہ حضرت شریح مجتہدین تابعین سے ہیں۔ اور آپ کے والد ہانی ابن یزید صحابی ہیں حضرت
شریح حضور کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے۔ حضور نے ہانی سے پوچھا کہ تمہارے کتنے بچے ہیں۔ عرض کیا تین، شریح، عبداللہ اور
مسلم فرمایا تمہاری کنیت ابو شریح ہے۔ آپ سیدنا علی مرتضٰی کے مخصوص ساتھی ہیں۔ بلکہ آپ کے قاضی رہے ہیں۔ جنگ جمل و صفین
میں آپ کے ساتھ تھے ۷۸ھ میں شہید کئے گئے۔[3] معلوم ہوا کہ مسواک وضو کے علاوہ بھی کرنی چاہیئے، مرقاۃ وغیرہ میں ہے کہ مسواک
[illegible] فائدے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے مرتے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے۔ یہ پائیریا سے محفوظ رکھتی ہے گندہ دہنی

إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْإِبْطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ يَعْنِي الْاِسْتِنْجَاءَ قَالَ الرَّاوِي وَنَسِيتُ

جب تہجد کیلئے رات میں اٹھتے تو اپنا منہ شریف مسواک سے ملتے (بخاری ومسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دس چیزیں نبیوں کی سنت سے ہیں موچھ کٹانا ڈاڑھی بڑھانا مسواک، ناک میں پانی لینا، ناخن کٹانا پورے دھونا بغل کے بال اکھیڑنا زیر ناف کے بال مونڈنا پانی خرچ کرنا یعنی استنجا کرنا راوی کہتے ہیں کہ میں

دور کرتی ہے، دانتوں و معدے کو قوی کرتی ہے، آنکھوں میں روشنی دیتی ہے دیکھو شامی وغیرہ اور افیون میں ستر برائیاں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے خرابی خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ یعنی وضو بلکہ استنجے سے بھی پہلے پھر وضو میں اس کے علاوہ کیونکہ مسواک بیدار ہونے کی بھی سنت ہے اور وضو کی بھی۔ فطرت کے لغوی معنی ہیں پیدائش، رب فرماتا ہے۔ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مگر اصطلاح میں ان سنت انبیاء کو فطرت کہا جاتا ہے جن پر ہمارے حضور بھی عامل ہیں۔ اتنی کہ اوپر کے ہونٹ کی سرخی نمودار ہو جائے۔ اس سے زیادہ کترنا بھی منع ہے اور منڈانا بھی ممنوع بعض علماء نے مجاہدین کو بحالت جنگ مونچھیں بڑھانے کی اجازت دی ہے (اشعۃ اللمعات) چار انگشت واجب اس سے قدرے زیادہ جائز ہے، بہت زیادہ مکروہ، چار انگشت سے کم کرنا سخت منع اور منڈانا حرام نیز ہندوؤں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے، اگر عورت کے داڑھی نکل آئے تو اسے منڈا دے، خیال ہے کہ ٹھوڑی کے نیچے والے بال ایک مشت کے بعد کٹوائے اور اس کے آس پاس اسی مناسبت سے کہ بالوں کا حلقہ بن جائے جیسا کہ سیدنا ابن عمر کا طریقہ تھا (بخاری شریف) قرآن حکیم فرماتا ہے لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ معلوم ہوا کہ ایک مشت ڈاڑھی سنت انبیاء ہے۔ جو قرآن شریف سے ثابت ہے۔ ہاتھوں اور پاؤں کے اس طرح کہ پہلے داہنے ہاتھ کی کلمے کی انگلی سے شروع کرکے چھنگلی پر ختم کردے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کرکے انگوٹھے پر ختم کردے، پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹ لے اس کے بعد داہنے پاؤں کی چھنگلی سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم کردے۔ جمعہ کے دن کٹوانا مستحب ہے۔ اور جمعرات کے دن بعد نماز عصر بہت بہتر، ہر ہفتہ یا پندرہ دن میں ایک بار کاٹ لے۔ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑے۔ کھانا وغیرہ کھا کر یا کوئی اور کام کرکے مراد پوروں سے پوری انگلیاں ہیں۔ اکھیڑنا سنت ہے۔ منڈانا جائز ہے۔ سنت ہے چونے وغیرہ سے صاف کردینا بھی جائز، قینچی سے کاٹ دینا خلاف سنت ان احکام میں عورتیں اور مرد برابر ہیں (مرقاۃ) یعنی پیشاب پاخانہ کا استنجاء پانی سے کرنا سنت ہے، اور اگر نجاست درہم سے زیادہ ہو تو فرض۔

ناخن کاٹنے کا طریقہ

اَلْعَاشِرَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلْخِتَانُ بَدَلَ اِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ لَمْ اَجِدْ هٰذِهِ الرِّوَايَةَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِيْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَلٰكِنْ ذَكَرَهَا صَاحِبُ الْجَامِعِ وَكَذَا الْخَطَّابِيُّ فِيْ مَعَالِمِ السُّنَنِ عَنْ اَبِيْ دَاؤُدَ بِرِوَايَةِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ٭ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ بِلَا اِسْنَادٍ ٭ وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ اَلْحَيَاءُ وَيُرْوٰى

دسویں بات بھول گیا ممکن ہے کلی ہو[1] (مسلم) اور ایک روایت میں داڑھی بڑھانے کی بجائے ختنہ ہے[2] میں نے یہ روایت نہ تو صحیحین میں پائی ہے اور نہ کتاب حمیدی میں۔ لیکن اسے جامع والے نے اور یوں ہی خطابی نے معالم السنن میں بروایت ابوداؤد عمار ابن یاسر سے روایت کیا[3] دوسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسواک منہ صاف کرنے والی ہے۔ اللہ کی رضا کا سبب ہے[4] (اسے شافعی و احمد دارمی و نسائی نے روایت کیا اور بخاری نے اپنی صحیح میں بغیر اسناد روایت کیا) روایت ہے حضرت ابوایوب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں سے ہیں[5] شرم ایک ایک روایت میں ہے۔

[1] راوی سے مراد مصعب ہیں یا زکریا ابن ابی زائدہ (مرقاۃ) [2] لڑکے کا ختنہ سنت ہے۔ ساتویں دن سے لے کر ساتویں سال تک کردیا جائے۔ بلوغ سے پہلے ہونا ضروری ہے۔ بعد بلوغ ستر اس کے لیے کھولنا حرام ہے جو جوان آدمی ایمان لائے تو اگر ممکن ہو تو ختنہ کا کام جاننے والی عورت سے اس کا نکاح کردیا جائے کہ وہ ختنہ کرے ورنہ نہیں۔ [3] یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ پہلی فصل میں غیر صحیحین کی روایت لے آئے۔ [4] یعنی اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ خیال رہے کہ مسواک سے مسلمان کا مسواک کرنا بہ نیت عبادت مراد ہے، کفار کی مسواک اور مسلمانوں کی عادتاً مسواک اگرچہ منہ تو صاف کردے گی مگر رضائے الٰہی کا ذریعہ نہ بنے گی۔ نیز اگرچہ مسواک میں دنیوی اور دینی بہت فوائد ہیں۔ مگر یہاں صرف دو فائدے بیان ہوئے یا اس لئے کہ یہ بہت اہم ہیں یا کیونکہ باقی فوائد بھی ان دو میں داخل ہیں منہ کی صفائی سے معدے کی قوت اور بے شمار بیماریوں سے نجات ہے اور جب رب راضی ہوگیا پھر کیا کمی رہ گئی [5] سنت قولی یا فعلی لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ عیسٰی و یحیٰی علیہما السلام نے نکاح نہیں کیا کیونکہ ان بزرگوں نے اپنے متبعین کو نکاح کی رغبت ضرور دی ہے

اَلْخِتَانُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْقُدُ مِنْ لَيْلٍ وَّلَا نَهَارٍ فَيَسْتَيْقِظُ اِلَّا يَتَسَوَّكُ قَبْلَ اَنْ يَّتَوَضَّأَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ فَيُعْطِيْنِي السِّوَاكَ لِاَغْسِلَهٗ فَاَبْدَاُ بِهٖ فَاَسْتَاكُ ثُمَّ اَغْسِلُهٗ وَاَدْفَعُهٗ اِلَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَانِيْ فِي الْمَنَامِ اَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ

ختنہ۱؎ عطر ملنا۲؎ مسواک اور نکاح ہے (ترمذی) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات و دن میں جب بھی سو کر اٹھتے تو وضو سے پہلے مسواک کرتے تھے۳؎ (احمد، ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرکے مجھے دھونے کے لیے دیتے تھے تو میں پہلے اس سے مسواک کرلیتی تھی پھر دھو کر آپ کو دیتی تھی۴؎ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کررہا ہوں

۱؎ بعض نسخوں میں حنا بھی ہے یعنی مہندی مگر یہ غلط ہے کیونکہ مردوں کو ہاتھ پاؤں میں زینت کے لیے مہندی لگانا کسی نبی کی سنت نہیں بلکہ ممنوع ہے، داڑھی میں مہندی لگانا اسلام کی سنت ہے کسی نبی نے نہیں لگائی (مرقاۃ) حیا سے مراد وہ شرم ہے جو انسانوں کو برائی سے روک دے ختنہ سنت ابراہیمی ہے کہ آپ سے لیکر ہمارے نبی تک ہر نبی کے دین میں رہا مرقاۃ وغیرہ میں ہے کہ حسب ذیل انبیاء ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔ حضرت آدم، شیث، نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب، یوسف، موسیٰ، سلیمان، زکریا، عیسیٰ، حنظلہ حضور محمد مصطفےٰ علیہم الصلوۃ والسلام، شامی نے بھی کچھ فرق سے یہ مسئلہ بیان کیا۔ ۲؎ عطر سے مراد مطلقًا خوشبو کا استعمال ہے کپڑوں میں ہو یا بدن میں۔ خیال رہے کہ یہاں چار کا عدد حصر کے لیے نہیں اور بھی بہت سنت انبیاء ہیں جن میں یہ چار بھی ہیں۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ مسواک وضو کی مسواک کے علاوہ ہے جس کا شمار وضو میں نہ تھا۔ یعنی بیدار ہو کر بھی مسواک کرتے تھے اور وضو میں بھی، اس سے معلوم ہوا کہ وضو کے علاوہ ہر اس جگہ مسواک سنت ہے، جہاں منہ میں بو پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ ۴؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسواک دھو کر کی جائے اور کرنے کے درمیان بھی دو بار دھوئی جائے اور دھو کر رکھی جائے۔ دوسرے یہ کہ مسواک دوسرے سے دھلوانا بھی جائز بھی ہے۔ تیسرے یہ کہ دوسرے کی مسواک کرنا جائز ہے اگر وہ اس سے ناراض نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ حضور کا لعاب شریف برکت کیلئے استعمال کرنا سنت صحابہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ تبرکًا یہ مسواک کرتیں، پھر دھو کر حضور کی خدمت میں پیش کرتیں، ورنہ عورتوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ بجائے مسواک مسی استعمال کریں۔ انگلی سے دانت صاف کریں۔ کیونکہ ان کے مسوڑے کمزور ہوتے ہیں۔

فَجَآءَنِیْ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْاَصْغَرَ مِنْهُمَا فَقِیْلَ لِیْ كَبِّرْ فَدَفَعْتُهٗ اِلَى الْاَكْبَرِ مِنْهُمَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۞ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا جَآءَنِیْ جِبْرَائِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَطُّ اِلَّا اَمَرَنِیْ بِالسِّوَاكِ لَقَدْ خَشِیْتُ اَنْ اُحْفِیَ مُقَدَّمَ فِیَّ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اَكْثَرْتُ عَلَیْكُمُ السِّوَاكَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسْتَنُّ وَ

میرے پاس دو شخص آئے جن میں سے ایک دوسرے سے بڑا ہے میں نے مسواک چھوٹے کو دی تو مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دیجئے لہٰذا میں نے بڑے کو دیدی[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام جب بھی آئے[2] تو مجھے مسواک کرنیکو کہا میں ڈرا کہ کہیں اپنے منہ کے اگلے حصہ کو چھیل ڈالوں[3] (احمد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے تم سے مسواک کے متعلق بہت کہا[4] (بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے

[1] غالبًا وہ دونوں ایک ہی طرف ہوں گے اور چھوٹا حضور سے قریب ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب کا لحاظ فرماتے ہوئے پہلے اس کو دی تو رب کی طرف سے حکم ہوا کہ قرب پر بڑائی کو ترجیح دیجئے۔ اگرچہ یہ واقعہ خواب کا ہے مگر نبی کی خواب بھی وحی ہوتی ہے لہٰذا اب حکم یہی ہے کہ مسواک یا کوئی اور چیز ترتیب وار دینا ہے تو بڑے کو پہلے دی جائے بشرطیکہ دونوں ایک ہی جانب میں ہوں اور اگر دونوں طرف ہوں تو پہلے داہنے والے کو دی جائے پھر بائیں والے کو جیسا کہ دیگر احادیث میں ہے۔ لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں خیال رہے کہ وہ دونوں خواب میں آنے والے فرشتے ہوں گے جو شکل انسانی میں آئے اور مسواک بطور تمثیل دکھائی گئی تاکہ اس سے شرعی مسائل معلوم ہوں کہ اپنی مسواک دوسرے کو استعمال کے لیے دے سکتے ہیں اور طریقہ دینے کا یہ ہوگا جیسے داؤد علیہ السلام کی خدمت میں دو فرشتے شکل انسانی میں آئے اور بکریوں کا مسئلہ پیش کیا۔ [2] سنتوں کی تعلیم دینے کے لئے یعنی جو سنت تھی مسواک ساتھ میں عرض کی لہٰذا حدیث میں یہ اعتراض نہیں کہ بر آیت قرآنی کے ساتھ بھی مسواک کا حکم آیا، خیال رہے کہ حکم دینے والا اللہ تھا ہے۔ جبرئیل امین پہنچانے والے ہیں یہاں حکم کی نسبت سبب کیطرف ہے اور یہ حکم استحبابی ہے لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں کہ مسواک فرض ہو۔ [3] کہ اتنی زیادہ مسواک کروں جس سے مسوڑھے چھل جائیں ان کے بار بار عرض کیوجہ سے [4] یعنی بار بار اور ہر طرح تمہیں مسواک کی رغبت دی کہ کبھی اس کے دینی فائدے بیان کئے اور کبھی دنیوی نیز ہمیشہ اس پر عمل کرکے دکھایا تاکہ تم بھی ہمیشہ مسواک کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کرنا فرض نہیں ورنہ روش بیان کچھ اور ہوتی ۞

عِنْدَهٗ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ فَاُوْحِيَ اِلَيْهِ فِيْ فَضْلِ السِّوَاكِ اَنْ كَبِّرْ اَعْطِ السِّوَاكَ اَكْبَرَهُمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ٭ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفْضُلُ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ يُسْتَاكُ لَهَا عَلَى الصَّلٰوةِ الَّتِيْ لَا يُسْتَاكُ لَهَا سَبْعِيْنَ ضِعْفًا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ٭ وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ وَلَاَخَّرْتُ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ قَالَ فَكَانَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ يَشْهَدُ الصَّلَوَاتِ فِي الْمَسْجِدِ وَسِوَاكُهٗ

اور آپ کے پاس دو شخص تھے جن میں ایک دوسرے سے بڑا تھا تو آپ کو بھی مسواک کے متعلق وحی کی گئی بڑے کا لحاظ کیجئے یعنی بڑے کو مسواک دیجئے[1] (ابوداؤد) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نماز کیلئے مسواک کی جائے وہ اس نماز پر ستر گنا زیادہ ہے جس کے لیئے مسواک نہ کی جائے[2] اسے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔ روایت ہے ابوسلمہ سے[3] وہ زید ابن خالد جہنی سے[4] راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر میں اپنی امت پر بھاری نہ جانتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا اور نماز عشاء کو تہائی رات تک پیچھے ہٹا دیتا[5] فرماتے ہیں کہ زید ابن خالد مسجد میں نماز کے لیئے یوں آتے تھے کہ ان کی مسواک ان کے

[1] غالبًا یہ بیداری کا واقعہ ہے خواب کے واقعہ کے علاوہ، لہٰذا یہ اس خواب کی تعبیر ہے اور ہو سکتا ہے کہ اسی خواب کا ذکر ہو اس کی شرح خواب کی حدیث میں بیان کی گئی [2] حدیث اپنے ظاہر پر ہے۔ ستر کا عدد بیان زیادتی کے لیے ہے جیسے اردو میں کہا جاتا ہے بیسوں سینکڑوں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ کبھی سنّت کا ثواب فرض و واجب سے بڑھ جاتا ہے۔ دیکھو جماعت پنجگانہ نماز کے لئے واجب ہے اور جمعہ اور عیدین کے لئے فرض، مگر اس کا ثواب ستائیس گنا اور مسواک سنّت ہے اور اس کا ثواب ستر گنا، یوں ہی سلام کرنا سنت اور جواب سلام فرض، مگر سلام کا ثواب جواب سے زیادہ ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ جماعت کے ستائیس درجے ایسے ہوں جن کا ہر درجہ مسواک کے ستر درجوں کے برابر ہو [3] آپ کا نام عبداللہ ابن عبدالرحمٰن ابن عوف ہے۔ قرشی زہری ہیں مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ہیں عظیم الشان تابعی ہیں ۷۲ سال عمر پائی ۹۴ھ میں وفات ہوئی۔ [4] مشہور صحابی ہیں۔ عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں ۷۸ھ مقام کوفہ میں فوت ہوئے (مرقاۃ و اشعہ) [5] یعنی یہ دونوں چیزیں فرض کر دیتا کہ بغیر مسواک نماز ہی نہ ہوتی اور تہائی رات سے پہلے نماز عشاء ناجائز ہوتی معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مالک احکام بنایا ہے کہ جو چاہیں فرض کریں جو چاہیں نہ کریں ٭

عَلٰی اُذُنِہٖ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ اُذُنِ الْکَاتِبِ لَا یَقُوْمُ اِلَی الصَّلٰوۃِ اِلَّا اسْتَنَّ ثُمَّ رَدَّہٗ اِلٰی مَوْضِعِہٖ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ وَلَاَخَّرْتُ صَلٰوۃَ الْعِشَآءِ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

بَابُ سُنَنِ الْوُضُوْءِ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِنْ نَّوْمِہٖ فَلَا یَغْمِسْ یَدَہٗ فِی الْاِنَآءِ حَتّٰی یَغْسِلَھَا ثَلٰثًا فَاِنَّہٗ لَا یَدْرِیْ اَیْنَ بَاتَتْ یَدُہٗ مُتَّفَقٌ

ان کے کان پر ہوتی۔ جیسے منشی کے کان میں قلم جب بھی نماز کو کھڑے ہوتے تو مسواک کر لیتے پھر وہاں ہی مسواک رکھ لیتے [1] اسے ترمذی و ابوداؤد نے روایت کیا مگر ابوداؤد نے لَاَخَّرْتُ کا ذکر نہ کیا ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے باب وضو کی سنتیں [2] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی نیند سے جاگے تو برتن میں اپنا ہاتھ نہ ڈالے تا آنکہ تین بار دھوئے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ کہاں رہا [3]

[1] یہ حضرت زید ابن خالد کا اپنا اجتہاد تھا۔ ان کے سوا کسی صحابی نے بلکہ خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کبھی نہ کیا۔ حضرت زید مَحَلِّ صَلٰوۃ سے ہر نماز سمجھے حالانکہ وہاں نماز کا وضو مراد ہے جیسا کہ ہم شروع میں تحقیقًا عرض کر چکے ہیں۔ یہ عمل ایسا ہی ہے جیسے حضرت ابوہریرہ زیور کی حدیث سُن کر وضو میں بغل تک ہاتھ دھوتے تھے۔ لہٰذا یہ عمل قابل تقلید نہیں، مَیں نے کویت میں بعض شوافع کو دیکھا کہ ان کے گلے میں مسواک پڑی رہتی ہے۔ ہر نماز کی نیت پر مسواک کرتے جاتے تھے۔ حالانکہ مسواک کا کھڑا کر کے رکھنا سنت ہے، غالب یہ ہے کہ حضرت زید نے مَحَلِّ صَلٰوۃ سے ہر وقت کی نماز سمجھا نہ کہ ہر نماز لہٰذا آپ ایک وقت کی ساری نماز کے لئے ایک دفعہ مسواک کر لیتے تھے۔ مگر کویت کے وہ حضرات اور آگے بڑھ گئے کہ ہر نماز کے لیے کئی کئی بار مسواک کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ حدیث کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے، آمین۔

[2] سنن سنت کی جمع ہے، سنت کے لغوی معنی ہیں طریقہ اور روش۔ رب فرماتا ہے۔ سُنَّۃَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا اور فرماتا ہے سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ شریعت میں سنت حضور کے وہ فرمان ہیں جو کتاب اللہ میں مذکور نہیں اور حضور کے وہ اعمال جو امت کے لیے لائق عمل ہیں لہٰذا منسوخ اور مخصوص اعمال سنت نہیں جسے حضور نے عادۃً کیا وہ سنت زائدہ ہے اور جسے عبادۃً کیا وہ سنت ھدیٰ ہیں سے جسے ہمیشہ کیا وہ سنت مؤکدہ جسے کبھی کبھی کیا وہ سنت غیر مؤکدہ، اور اگر ہمیشہ کر کے تاکیدی حکم بھی دیا تو واجب خیال رہے کہ وضو میں فرائض، سنتیں، مستحبات تو ہیں واجب کوئی نہیں [3] اہل عرب تہبند باندھتے تھے اور بارہا پیشاب کا استنجا صرف ڈھیلے سے کر کے سو جاتے تھے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ لوگوں کا عمل یہ ہے تو ہو سکتا ہے کہ سوتے

عَلَيْهِ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهٖ فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلٰثًا فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيْتُ عَلٰى خَيْشُوْمِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَقِيْلَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَدَعَا بِوَضُوْءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ

(مسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو پھر وضو کرے تو تین بار ناک جھاڑے کیونکہ شیطان اس کے بانسے پر رات گزارتا ہے [۱] (مسلم بخاری) عبداللہ ابن زید ابن عاصم سے کہا گیا [۲] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وضو کرتے تھے تو آپ نے پانی منگایا پھر اپنے ہاتھوں پر ڈالا دونوں ہاتھ دو دو بار دھوئے [۳]

میں ہاتھ یا مقام استنجاء کو پسینہ آیا ہو تہبند کھل گیا ہو اور تمہارا ہاتھ وہاں لگ گیا ہو جہاں پیشاب ڈھیلے سے خشک کیا گیا تھا، اور پسینہ کی وجہ سے ناپاک ہو گیا ہو اب اگر تم مشکے یا ماند میں اپنا ہاتھ ڈال دو گے تو پانی نجس ہوگا۔ لہذا پہلے کلائیوں تک تین بار ہاتھ دھولو۔ اس حدیث کی بنا پر علماء کا بڑا اختلاف ہے بعض نے اس دھونے کو مطلقًا فرض مانا، بعض نے صرف سونے کے بعد اور بعض نے اس پانی کو نجس مانا جس میں اس طرح ہاتھ ڈال دیا جائے، احناف کے نزدیک یہ دھونا مطلقًا سنت وضو ہے خواہ سو کر اٹھے یا نہ، یا سونے سے پہلے ڈھیلے سے استنجا کیا ہو یا نہ۔ تہبند باندھا ہو یا نہ، کیونکہ ہاتھ کا وہاں لگنا علت حکم نہیں حکمت حکم ہے، علت و حکمت کا فرق خوب دھیان میں رکھنا چاہیئے۔ خیال رہے کہ نیند یا حدث ہے پیشاب کی طرح یا سبب حدث ہے مباشرت کی طرح ورنہ پیشاب کے بعد یہ ہاتھ دھونا فرض نہ مباشرت کے بعد، تو نیند کے بعد کیوں فرض ہوگا۔

[۱] یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور شیطان سے مراد وہ قرین ہے۔ جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے بیداری میں برے کام کے مشورے دیتا ہے نیند میں ناک میں جا بیٹھتا ہے۔ تاکہ دماغ میں برے خیالات پیدا کرے۔ چونکہ ناک اس سے ملوث ہو چکی لہذا وضو میں اسے بھی دھو لیا جائے خیال رہے کہ جیسے ناک جھاڑنا ہر وضو میں سنت ہے نیند کے بعد ہو یا اور وقت، ایسے ہی کلائی تک ہاتھ دھونا بھی ہر وضو میں سنت ہے کیونکہ یہ علت حکم نہیں بلکہ حکمت حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ جہاں گندا آدمی بیٹھ جائے۔ وہ جگہ دھو دینا بہتر ہے کہ وضو میں ناک اسی لئے دھوئی گئی کہ اس میں گندا شیطان بیٹھ گیا تھا [۲] آپ انصاری مازنی ہیں، حضور کو وضو کرایا کرتے تھے۔ عبداللہ ابن زید ابن عبداللہ دوسرے ہیں وہ اذان والے کہلاتے ہیں، مشہور یہ ہے کہ آپ نے حضرت وحشی کے ساتھ مل کر مسیلمہ کذاب کو قتل کیا، آپ جنگ احد میں حضور کے ساتھ رہے، جنگ حرہ میں ۶۳ھ شہید ہوئے۔ [۳] دو بار ہاتھ دھونا بیان جواز کے لئے ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس طرح بھی وضو ہو جاتا ہے ورنہ تین بار ہاتھ دھونا سنت ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ حضور نے تین بار اعضاء دھو کر فرمایا کہ جو اس پر زیادتی کی کرے اس نے برا کیا، حضرت عبداللہ نے صرف اعمال وضو کا ذکر فرمایا۔ اسی لیے بسم اللہ یا نیت کا ذکر نہ کیا نہ اعضاء کی دعاؤں کا، مسواک وضو سے خاص نہیں اور موقعوں پر بھی ہوتی ہے اس لئے

مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ
مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهٗ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ
رَاْسِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَاَ مِنْهُ
ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ وَلِاَبِيْ دَاوٗدَ نَحْوُهٗ ذَكَرَهٗ صَاحِبُ الْجَامِعِ
وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ قِيْلَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ تَوَضَّأْ لَنَا وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِاِنَاءٍ فَاَكْفَاَ مِنْهُ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلٰثًا ثُمَّ
اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثًا

پھر کلی کی اور ناک جھاڑی (تین بار) پھر تین بار منہ دھویا پھر ہاتھ دو بار کہنیوں تک دھوئے پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا کہ انہیں آگے پیچھے لے گئے سر کے اگلے حصے سے شروع کیا پھر انہیں گدی تک لے گئے پھر لوٹا لائے حتی کہ اسی جگہ لوٹ آئے جہاں سے شروع کیا تھا؎۱ پھر اپنے پاؤں دھوئے؎۲ (مالک و نسائی) اور ابوداؤد کی روایت بھی اسیطرح ہے جیسے جامع والے نے ذکر کیا؎۳ اور مسلم بخاری میں ہے کہ عبداللہ ابن زید ابن عاصم سے کہا گیا کہ آپ ہمارے سامنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وضو کریں تو آپ نے برتن منگایا اس سے ہاتھوں پہ پانی لے کر تین بار دھویا پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا پھر نکالا؎۴ پھر ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی لیا؎۵ یہ تین بار کیا

اس کا ذکر بھی نہ فرمایا (مرقاۃ) ؎۱ ظاہر یہ ہی ہے کہ سر شریف کا مسح ایک بار ہی کیا تین بار مسح سے سر دھلے گا اور سر کا دھونا سنت نہیں خیال رہے کہ چہارم سر کا مسح فرض ہے۔ اور پورے سر کا مسح سنت ہے۔ یہاں مسح سنت کا ذکر ہے۔ ہر ہاتھ کی تین انگلیاں کھوپڑی کے اگلے حصہ پر رکھے پھر آخر سر تک لے جائے واپسی میں یہ انگلیاں علیٰحدہ کرے صرف ہتھیلیاں سر کے دونوں طرف لگائے اور آگے کو کھینچ لائے۔ یہ ہی یہاں مراد ہے کلمہ کی انگلی سے اندرون کان کا مسح کرے اور انگوٹھے سے بیرون کا۔ مسح سر کا طریقہ مستحب یہ ہی ہے۔ ؎۲ مع ٹخنوں کے تین بار جیساکہ دوسری روایت میں ہے۔ لہذا یہ حدیث بعض لحاظ سے مجمل ہے۔ ؎۳ یعنی ابن اثیر نے جو جامع الاصول کے مؤلف ہیں جس میں صحاح ستہ کی احادیث جمع فرمائی ہیں اس عبارت میں مصنف پر اعتراض ہے کہ انہوں نے پہلی فصل میں وہ روایت نقل فرمائی جو مسلم و بخاری کی نہیں ؎۴ یعنی چھوٹا برتن موجود نہ تھا بڑے گھڑے یا مٹکے میں پانی تھا تو آپ نے کلائی تک ہاتھ تو پانی انڈیل کر دھوئے پھر کلی وغیرہ کے لیئے اس میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا خیال رہے کہ مذہب حنفی میں مستعمل پانی وہ ہے جس سے حدث یعنی حکمی ناپاکی دور کی جائے یا اسے ثواب کی نیت سے وضو یا غسل میں استعمال کیا جائے یہاں ان میں سے کچھ بھی نہ ہوا کیونکہ ہاتھوں کا حدث تو دھل کر جاتا رہا۔ اور جب جو ہاتھ ڈالا وہ پانی لینے کے لئے تھا نہ کہ ثواب کیلئے دھونا مقصود نہیں

ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ فَاَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَاَدْبَرَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا كَانَ وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَاَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلٰثًا بِثَلٰثِ غَرَفَاتٍ مِّنْ مَّاءٍ وَفِيْ اُخْرٰى فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفَّةٍ وَّاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثًا وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ فَمَسَحَ رَاْسَهٗ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ مَرَّةً

پھر اپنا ہاتھ ڈال کر نکالا اپنا منہ تین بار دھویا۔ پھر ہاتھ ڈال کر نکالا۔ تو کہنیوں تک دو دو بار ہاتھ دھوئے پھر ہاتھ ڈال کر نکالا تو سر کا مسح کیا تو اپنا ہاتھ آگے پیچھے لے گئے پھر ٹخنوں تک اپنے پاؤں دھوئے[1] پھر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو یوں ہی تھا[2] اور ایک روایت میں ہے کہ دونوں ہاتھوں کو آگے پیچھے لے گئے سر کے اگلے حصے سے شروع کیا پھر انہیں گدی تک لے گئے پھر واپس لائے حتی کہ اسی جگہ لائے جہاں سے شروع کیا تھا پھر اپنے ہاتھ دھوئے اور ایک روایت میں ہے کہ کلی کی، ناک میں پانی لیا اور ناک جھاڑی تین بار تین چلو پانی سے[3] اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک ہاتھ سے کلی کی اور ناک میں پانی لیا[4] یہ تین بار کیا اور بخاری کی روایت میں ہے کہ سر کا مسح کیا تو ہاتھ آگے و پیچھے

لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں[5] اسی طرح کہ ایک چلو کے آدھے سے کلی کی اور آدھا پانی ناک میں لیا، یہ بیان جواز کے لیے کیا، ورنہ مستحب یہ ہے کہ کلی علیحدہ چلو سے کرے اور ناک میں علیحدہ چلو سے لے لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں، کیونکہ ہمارے ہاں اس طرح بھی جائز ہے اگرچہ خلاف مستحب ہے، جیسے دو دو بار ہاتھ دھونا جائز ہے مگر خلاف مستحب ہے۔ [1] یہاں ثُمَّ تاخیر کے لیے نہیں، کیونکہ اعضاء کو پے در پے فوراً دھونا ہمارے ہاں سنت ہے امام مالک کے ہاں فرض، بلکہ یہ ثُمَّ محض بیان ترتیب کے لیے ہے جیسا کہ بہت جگہ قرآن شریف میں بھی یوں ہی مذکور ہوا [2] یعنی اکثر اوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو یوں ہی ہوا کرتا تھا، یہ بھی حضرت عبد اللہ کے علم کے لحاظ سے ہے ورنہ حضور کا اکثر وضو تین بار اعضاء دھو کر ہوتا تھا۔ جیسا کہ احادیث میں ہے [3] یعنی ہر کام علیحدہ تین چلو پانی سے کیا، کلی علیحدہ تین چلو سے، پھر ناک میں پانی علیحدہ تین چلوؤں سے تاکہ تمام احادیث متفق ہو جائیں [4] جیسا کہ شوافع کرتے ہیں ان کے ہاں ہر کلی فرد استنشاق سے آگے ہو جاوے ہاں تینوں کلیاں تینوں ناک کے پانی سے مقدم ہوں مگر یہ عمل بیان جواز کے لیے ہے لہذا ہمارے

وَاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَفِي أُخْرَى لَهُ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً لَمْ يَزِدْ عَلَى هٰذَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ تَوَضَّأَ بِالْمَقَاعِدِ فَقَالَ أَلَا أُرِيكُمْ وُضُوْءَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِمَاءٍ بِالطَّرِيقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ فَتَوَضَّؤُوا وَهُمْ عُجَّالٌ فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ

ایک بار سے گئے ۱؎ پھر ٹخنوں تک پاؤں دھوئے انہیں کی دوسری روایت میں ہے کہ تین بار کلی کی اور ناک جھاڑی ایک چلو سے (روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیے اس پر زیادتی نہ فرمائی ۲؎ (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار وضو کیا (بخاری) روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے دالانے میں وضو کیا ۳؎ تو فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو نہ دکھاؤں آپ نے تین تین بار وضو کیا ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف لوٹے حتی کہ جب ہم اس پانی پر پہنچے جو راہ میں تھا تو عصر کے وقت ایک قوم نے جلدی کی کہ جلدی میں وضو کیا ۵؎ ہم ان تک پہنچے

خلاف نہیں ہم بھی اسے جائز کہتے ہیں۔ ۱؎ یعنی مسح ایکبار کیا، یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ مسح سر ایکبار ہو امام شافعی کے ہاں مسح بھی تین بار ہونا چاہیے ۲؎ یعنی ہر عضو ایک بار دھویا اور اس وضو میں ایک بار پر زیادتی نہ کی یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں، جن میں دو یا تین بار دھونے کا ذکر ہے، کیونکہ ایکبار و دوبار دھونا بیان جواز کے لیے ہے۔ اور تین بار دھونا بیان استحباب کے لئے یا پانی کم ہونے پر ایک دوبار اعضاء دھوئے اور پانی کافی ہونے پر تین بار ۳؎ مقاعد جمع مقعد کی ہے یعنی لوگوں کے بیٹھنے اور جمع ہونے کی جگہ جیسے بازار، کیٹی گھر یا ادارے اور چوپالیں وغیرہ صحابہ کرام تبلیغ کے لیے لوگوں کے مجمعوں میں جاتے اور انہیں احکام دین سکھاتے تھے ۴؎ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپکو وضو کی حاجت نہ تھی صرف لوگوں کو سکھانے کیلئے انہیں دکھا کر وضو کیا اور ظاہر ہے کہ دھونے والے اعضاء تین بار دھوئے لیکن مسح ایک ہی بار کیا تین تین بار اعضاء کا دھونا عام طور پر تھا ایک یا دو بار انہیں دھونا کبھی کبھی وہ بھی بیان جواز کیلئے لہٰذا یہ حدیث نہ دیگر احادیث سے متعارض ہے نہ ہمارے خلاف ۵؎ یعنی ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قافلے کے پچھلے حصے میں تھے اور وہ حضرات

وَاَعْقَابُهُمْ تَلُوْحُ لَمْ يَمَسَّهَا الْمَآءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلَى الْخُفَّيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

اور ان کی ایڑیاں چمک رہی تھیں۔ جنہیں پانی نہ لگا تھا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ایڑیوں کے لیئے آگ کا ویل ہے[1] وضو پورا کرو (مسلم) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے[2] فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنی پیشانی اور عمامہ اور موزوں پر مسح کیا[3] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ

اگلے حصے میں وہ ہم سے پہلے پانی پر پہنچ گئے اور جلدی میں وضو کیا معلوم ہوا کہ وضو بھی نماز کی طرح اطمینان سے کرنا چاہیئے۔ [1] ویل کے معنی افسوس بھی ہیں اور دوزخ کے ایک طبقے کا نام بھی ہے۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔ یعنی اگر اعضائے وضو میں سے کوئی عضو ناخن برابر سوکھا رہ گیا، تو وہ شخص ویل میں جانے کا مستحق ہے۔ اس سے تین مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ جب موزے نہ پہنے ہوں تو وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے مسح جائز نہیں اسی پر تمام صحابہ کرام اہل بیت اطہار اور ساری امت کا اجماع ہے۔ حضرت علی ہمیشہ پاؤں دھویا ہی کرتے تھے جیسا کہ خود شیعوں کی کتب سے بھی ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ مغسول اعضاء کو مکمل دھونا فرض ہے۔ حتّٰی کہ انگوٹھی کے نیچے اور بالیوں اور بلاک کے سوراخوں میں پانی پہنچانا وضو اور غسل میں فرض ہے۔ تیسرے یہ کہ گناہ صغیرہ پر بھی سخت عذاب ہوسکتا ہے۔ [2] آپ مہاجرین ثقفی ہیں خندق کے سال اسلام لائے حضور کے ساتھ عمرہ تک رہے۔ پھر امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم رہے ستر سال عمر پائی ۵۰ھ میں کوفہ میں وفات ہوئی۔ [3] ب بمعنی علیٰ ہے اور ناصیہ سے مراد سر کا اگلا حصہ جو کل سر کا چوتھائی ہوتا ہے یعنی حضور نے چہارم سر کا مسح کیا یہ حدیث امام ابوحنیفہ رح کی قوی دلیل ہے کہ مسح سر میں چہارم حصہ فرض ہے۔ زیادتی سنت امام مالک کے ہاں پورے سر کا مسح فرض اور امام شافعی رح کے نزدیک ایک بال کا چھولینا بھی کافی ہے یہ حدیث ان دونوں بزرگوں کے خلاف ہے کیونکہ حضور نے چہارم سر سے کم مسح کبھی نہ کیا اگر ایک بال کا مسح کافی ہوتا تو بیان جواز کے لیے کبھی حضور اس پر عمل فرماتے کم سے کم مسح کی حدیث یہی ہے اور اگر پورے سر کا مسح فرض ہوتا تو آپ اس موقعہ پر چہارم سر پر کفایت نہ فرماتے۔ خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر عمامہ شریف پکڑ لیا تھا تاکہ گر نہ جائے، دیکھنے والے سمجھے کہ آپ عمامہ کا بھی مسح کر رہے ہیں اسلئے ایسی روایت کردی عمامہ پر مسح کرنا قرآن شریف کے خلاف ہے فرماتا ہے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ لہٰذا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضور نے چہارم سر کا مسح کیا اور باقی عمامہ کا نیز اگر عمامہ کا مسح ہوتا تو سر کے مسح کا نائب ہوتا اور نائب اور اصل جمع نہیں ہوسکتے، یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک پاؤں دھو لو اور ایک پاؤں کے موزے پہ مسح کرلو یا آدھا وضو کرلو اور آدھا تیمم نیز چمڑے اور موٹے سوتی موزوں پہ مسح جائز ہے جبکہ بغیر باندھے پنڈلی پر ٹھہرے رہیں، اس کی پوری بحث آئندہ آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

اللہ علیہ وسلم یحب التیمن ما استطاع فی شانہ کلہ فی طھورہ وترجلہ و
نعلہ متفق علیہ ۔ الفصل الثانی ۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اذا لبستم واذا توضأتم فابدء وا بایامنکم رواہ احمد
وابوداؤد ۔ وعن سعید بن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا وضوء
لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ رواہ الترمذی وابن ماجۃ ورواہ احمد وابوداؤد عن

علیہ وسلم بقدر طاقت اپنے تمام کاموں میں داہنے سے شروع فرمانا پسند کرتے تھے۔ اپنی طہارت میں اور کنگھی کرنے اور نعلین پہننے میں[1] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم پہنو اور جب وضو کرو تو داہنے سے شروع کرو[2] (احمد، وابوداؤد) روایت ہے حضرت سعید ابن زید سے[3] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کا وضو نہیں جس نے اس پر اللہ کا نام نہ لیا[4] اسے ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا احمد و ابوداؤد نے حضرت

[1] یہ تین چیزیں بطور مثال ارشاد فرمائی گئیں ورنہ سرمہ لگانا ناخن و بغل کے بال لینا، حجامت اور مونچھیں کٹوانا، مسجد میں آنا اور مسواک کرنا وغیرہ سب میں سنت یہ ہے۔ کہ داہنے ہاتھ یا داہنی جانب سے ابتداء کرے کیونکہ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ داہنی طرف رہتا ہے اسی وجہ سے یہ سمت افضل ہے حتی کہ داہنا پڑوسی بائیں پڑوسی سے زیادہ مستحق سلوک ہے (اشعۃ اللمعات) علماء فرماتے ہیں کہ دوسری جگہ میں صف کا داہنا حصہ بائیں سے افضل مگر مسجد نبوی میں بایاں حصہ داہنے سے افضل کیونکہ وہ روضۂ مطہرہ سے قریب ہے۔ روضۂ مطہرہ دل ہے اور دل بائیں طرف ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہے ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ صوفیائے اکرام کے اقوال بے دلیل نہیں ہوتے کیونکہ جب نیکیاں لکھنے والے فرشتے کی وجہ سے داہنا حصہ بائیں سے افضل ہوا تو وہاں قرب مصطفوی کی وجہ سے بائیں سمت افضل ہوگی؛ چنانچہ سرکار فرماتے ہیں کہ نماز میں داہنی جانب نہ تھوکو نہ جوتا رکھو کیونکہ ادھر رحمت کا فرشتہ ہے

[2] پہننا کرتا پاجامہ جوتا ان سب کو شامل ہے اور وضو میں غسل و تیمم بھی داخل ہے ایامن یمین کی جمع ہے جو یُمن یا یمین سے بنا یمنی برکت و مبارک چونکہ اسلام میں داہنا حصہ مبارک مانا گیا کہ قیامت میں نیکوں کے نامۂ اعمال بھی اسی ہاتھ میں ہوں گے اسی لئے اسے یمین یا یمین کہتے ہیں۔ یعنی جب کچھ پہنو تو داہنے ہاتھ پاؤں میں پہلے بائیں میں بعد میں پہنو اور جب وضو یا غسل و تیمم کرو تو داہنی جانب سے شروع کرو مگر اتارنے میں اس کے برعکس

[3] آپ کی کنیت ابوالاعور ہے قرشی ہیں عدوی ہیں قدیم الاسلام ہیں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ سوائے بدر کے تمام جنگوں میں حضور کے ہمراہ رہے حضرت عمر کی ہمشیرہ فاطمہ آپ کے نکاح میں تھیں جن کے ذریعہ حضرت عمر فاروق اسلام لائے ستر سال سے زیادہ عمر ہوئی مقام عقیق میں ۵۱ھ میں وصال ہوا آپ کی میت شریف مدینہ منورہ لائی گئی، جنت البقیع میں دفن ہوئے

[4] وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا عام علماء کے نزدیک سنت مستحب ہے اور یہاں کمال کی نفی ہے یعنی جو کوئی وضو کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو کامل نہیں جیسے حدیث شریف میں ہے کہ مسجد سے قریب رہنے والے کی بغیر مسجد نماز نہیں ہوتی

أَبِي هُرَيْرَةَ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ وَزَادُوا فِي أَوَّلِهِ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَا وُضُوْءَ لَهٗ ۞ وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوْءِ قَالَ أَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ وَبَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ إِلٰى قَوْلِهِ بَيْنَ الْأَصَابِعِ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ أَصَابِعَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ

ابوہریرہ سے اور دارمی نے حضرت ابوسعید خدری سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا اس کے شروع میں بڑھایا کہ جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں[۱] روایت ہے حضرت لقیط ابن صبرہ سے[۲] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے وضو کے متعلق خبر دیجئے فرمایا وضو پورا کرو انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک کے پانی میں مبالغہ کرو مگر جب تم روزہ دار ہو[۳] (ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کی اور ابن ماجہ و دارمی نے بین الاصابع تک روایت کی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرو[۴] (ترمذی) اور ابن ماجہ نے

یعنی نماز کامل نہیں ہوتی کیونکہ رب نے فرمایا جب تم نماز کیلئے اٹھو تو اپنا منہ ہاتھ دھوؤ الخ وہاں بسم اللہ کی قید نہیں نیز تیسری فصل میں حضرت ابوہریرہ و ابن مسعود اور ابن عمر کی حدیث آ رہی ہے کہ جو وضو کے اوّل میں بسم اللہ پڑھے اس کا تمام جسم پاک ہو جاتا ہے اور جو نہ پڑھے تو اس کے صرف اعضاء وضو پاک ہوتے ہیں۔ ان تمام سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ وضو میں فرض یا واجب نہیں لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن کے خلاف ہے نہ دیگر احادیث کے[۱]۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ یہاں دو غلطیاں ہیں ایک یہ کہ اس حدیث کے حضور سے راوی خود ابوسعید خدری ہیں نہ کہ ان کے والد، دوسرے یہ کہ یہ جملہ حدیث میں نہیں کہ جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں بلکہ حدیث عَلَیْہِ پر ختم ہو گئی[۲]۔ آپ کا نام لقیط ابن عامر ابن صبرہ ہے کنیت ابورزین عقیلی ہیں، مشہور صحابی ہیں، طائف والوں میں آپ کا شمار ہے[۳]۔ یعنی اعضاء پورے دھوؤ اور تین تین بار دھوؤ ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرو اگر پاؤں کی انگلیاں چپٹی ہوئی ہوں کہ بغیر خلال ان میں پانی نہ پہنچے تو خلال ضروری ہے۔ مذہب سنت حق یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں میں بھی خلال کرنا چاہیے اس خلال میں چھنگلی شرط نہیں جیسے بھی ہو جائے کافی ہے۔ ناک میں پانی بانسے تک پہنچانا ضروری ہے حتی کہ غسل میں فرض ہے اور اتنا چڑھانا کہ حلق میں اتر جائے بہتر ہے مگر روزے کی حالت میں صرف بانسے تک پہنچائے اگر حلق میں چلا گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا (از اشعۃ اللمعات)[۴]۔ بہتر یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے ساتھ کرے اور پاؤں کی انگلی کا خلال پاؤں دھونے کے ساتھ کرے لیکن اگر یہ دونوں خلال پاؤں دھو کر کرے جب بھی جائز کیونکہ واؤ صرف جمع چاہتا ہے۔

نَحْوَهٗ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ يَدْلُكُ اَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخِنْصَرِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ اَخَذَ كَفًّا مِّنْ مَّاءٍ فَاَدْخَلَهٗ تَحْتَ حَنَكِهٖ فَخَلَّلَ بِهٖ لِحْيَتَهٗ وَقَالَ هٰكَذَا اَمَرَنِيْ رَبِّيْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ۞ وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ۞ وَعَنْ اَبِيْ حَيَّةَ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتّٰى اَنْقَاهُمَا ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلٰثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلٰثًا وَّغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا وَّذِرَاعَيْهِ ثَلٰثًا وَّمَسَحَ بِرَأْسِهٖ مَرَّةً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ اِلَى

اسی طرح روایت کی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے مستورد ابن شداد سے[1] فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب وضو کرتے تو اپنی چھنگلی سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرتے[2] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو ایک چلو پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے پہنچاتے جس سے اپنی داڑھی کا خلال کرتے[3] اور فرماتے کہ میرے رب نے مجھے یوں ہی حکم دیا[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کا خلال کرتے تھے[5] (ترمذی، دارمی) روایت ہے حضرت ابوحیہ سے[6] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا آپ نے وضو کیا تو اپنے ہاتھ دھوئے حتی کہ انہیں صاف کردیا پھر تین بار کلی تین بار ناک میں پانی کیا پھر اپنا منہ و کہنیاں تین تین بار دھوئے ایک بار سر کا مسح کیا[7] پھر اپنے قدم

[1] آپ قرشی ہیں قبیلہ بنی فہر سے ہیں، اولًا کوفہ میں پھر مصر میں قیام رہا حضور کی وفات کے وقت آپ بچے تھے لیکن سمجھدار تھے اس لیے حضور سے آپکا سماع ثابت ہے [2] یعنی بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے اس طرح خلال کرتے کہ داہنے پاؤں کی چھنگلی سے شروع فرماتے اور بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم فرما دیتے یہ خلال ہمارے ہاں مستحب ہے امام مالک کے نزدیک فرض لہذا کرنا چاہیئے تاکہ اختلاف سے بچ جائیں۔ [3] ظاہر یہ ہے کہ داڑھی شریف کا یہ خلال چہرہ دھونے کے ساتھ تھا نہ کہ وضو کے بعد اور امر رب سے مراد وحی خفی یعنی الہام ہے یا بواسطہ جبریل معلوم ہوا کہ حضور پر وحی صرف قرآن ہی کی نہیں ہوئی اس کے علاوہ اور بھی ہیں، خیال رہے کہ یہ امر وجوب کا نہیں بلکہ استحبابی ہے کیونکہ داڑھی کا خلال کسی کے ہاں فرض نہیں [5] یعنی اکثر ورنہ ہمیشہ اس طرح کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں شریف ٹھوڑی کے نیچے سے داڑھی کی جڑوں میں کنگھی کی طرح ڈال کر داڑھی کے نیچے لے جاتے تھے۔ [6] آپ کا نام عمرو ابن نصر کنیت ابوحیہ ہے ہمدان کے باشندے ہیں تابعی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے ہیں [7] صاف معلوم ہوا کہ اعضاء کا دھونا تین تین بار سنت ہے مگر

الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَأَخَذَ فَضْلَ طَهُورِهٖ فَشَرِبَهٗ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ أَحْبَبْتُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ كَانَ طُهُورُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ نَحْنُ جُلُوسٌ نَنْظُرُ إِلَى عَلِيٍّ حِينَ تَوَضَّأَ فَأَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى فَمَلَأَ فَمَهٗ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَنَثَرَ بِيَدِهِ الْيُسْرٰى فَعَلَ هٰذَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يَّنْظُرَ إِلَى طُهُورِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهٰذَا طُهُورُهٗ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ٹخنوں تک دھوئے ۱؎ پھر کھڑے ہوئے تو طہارت کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا ۲؎ پھر فرمایا میں نے چاہا تمہیں دکھادوں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کیسا تھا ۳؎ (ترمذی و نسائی) روایت ہے حضرت عبد خیر سے ۴؎ فرماتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوئے حضرت علی کو دیکھ رہے تھے جب انہوں نے وضو کیا اور اپنا داہنا ہاتھ ڈالا تو منہ بھر کر کلی کی اور ناک میں پانی لیا اور بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑی یہ تین بار کیا پھر فرمایا کہ جسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وضو دیکھنا پسند ہو تو حضور کا وضو یہ تھا ۵؎ (دارمی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے ۶؎ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا

مسح ایک ہی بار، یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے۔ ۱؎ یعنی مع ٹخنوں کے تین بار دھوئے، الی بمعنی مع ہے اور چونکہ پہلے تین تین بار کا ذکر ہو چکا ہے اس لیے یہاں ذکر نہ کیا۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ وضو کا بچا ہوا پانی وضو کے بعد کھڑے ہو کر پینا سنت ہے چونکہ اس پانی سے ایک عبادت ادا کی گئی اس لئے یہ برکت والا بھی ہے اور حرمت والا بھی، جیسے آب زمزم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم سے پیدا ہوا اس لئے اس کی بھی حرمت ہے، وہ بھی کھڑے ہو کر پیا جاتا ہے۔ صحابہ کبار حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کا غسالہ پیتے اور آنکھوں سے لگاتے تھے بعض مریدین اپنے پیر کا جھوٹا پانی اور انکا دیا ہوا تبرک کھڑے ہو کر کھاتے پیتے ہیں اس احترام کی اصل یہ احادیث ہیں۔ ۳؎ یعنی مجھے اس وقت وضو کی ضرورت نہ تھی، تمہاری تعلیم کے لیے تمہیں وضو کرکے دکھایا، معلوم ہوا کہ عملی تبلیغ بھی ضروری ہے ۴؎ آپ کا نام عبدخیر ابن یزید کنیت ابو عمارہ ہے کوفہ کے رہنے والے ہیں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کر سکے اس لئے آپ جلیل القدر تابعی ہیں حضرت علی کے ساتھیوں میں سے ہیں، ایک سو بیس سال کی عمر پائی ۵؎ یہ حدیث مختصر ہے جس میں صرف کلی اور ناک کے پانی کا ذکر ہے ورنہ حضرت علی مرتضٰے نے پورا وضو کرکے دکھایا تھا، ہاتھ ڈالنے سے مراد بڑے برتن میں ہاتھ ڈال کر کلی وغیرہ کے لیے چلو بھرنا ہے ۶؎ آپکا نام عبداللہ ابن زید ابن عبد ربہ ہے انصاری ہیں، خزرجی ہیں، بیعت عقبہ اور جنگ بدر وغیرہ تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد ۱ھ میں آپ نے ہی خواب میں اذان دیکھی آپ ہی کی عرض کی ہوئی اذان اسلام میں مروج ہے۔ خود بھی صحابی ہیں اور والدین بھی، چونسٹھ سال عمر پائی۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدٍ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ وَاُذُنَيْهِ بَاطِنِهِمَا بِالسَّبَّاحَتَيْنِ وَظَاهِرِهِمَا بِاِبْهَامَيْهِ رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَعَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ اَنَّهَا رَاَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ قَالَتْ فَمَسَحَ رَاْسَهٗ مَا اَقْبَلَ مِنْهُ وَمَا اَدْبَرَ وَصُدْغَيْهِ وَاُذُنَيْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ تَوَضَّأَ فَاَدْخَلَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ جُحْرَيْ اُذُنَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ الرِّوَايَةَ الْاُوْلٰى وَاَحْمَدُ

کہ آپ نے ایک ہاتھ سے کلی کی اور ناک میں پانی لیا [1] یہ تین بار کیا (ابوداؤد و ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر و کانوں کا مسح فرماتے تھے اندرون کانوں کا کلمہ کی انگلیوں سے [2] بیرونی کا اپنے انگوٹھوں سے [3] (نسائی) روایت ہے حضرت ربیع بنت معوذ سے [4] انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے دیکھا تو آپ نے اپنے اگلے و پچھلے حصہ کا اور کنپٹیوں اور دونوں کانوں کا ایک بار مسح کیا [5] اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے وضو کیا تو اپنی انگلیاں اپنے کانوں کے سوراخوں میں ڈالیں [6] اسے ابوداؤد نے روایت کیا ترمذی نے پہلی روایت اور احمد و ابن ماجہ دوسری روایت نقل کی

[1] اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ہر چلو کے آدھے سے کلی کی اور آدھے سے ناک میں پانی لیا جیسا کہ مذہب شافعی ہے دوسرے یہ کہ حضور نے کلی اور ناک میں اپنے ترکئے جیسے کہ منہ دھوتے وقت بلکہ ایک ہاتھ سے کئے لہذا یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں۔ [2] کلمہ کی انگلی کو کفار عرب سبابہ کہتے تھے یعنی گالیاں دینے والی انگلی، چونکہ گالی گلوچ کرتے وقت اس انگلی سے اشارہ کرتے جاتے تھے اس لیے اس کا یہ نام رکھا تھا۔ اسلام نے اس کا نام سباحہ یا مسبحہ رکھا یعنی تسبیح پڑھنے والی انگلی اور اردو زبان میں اسے کلمے کی انگلی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ انگلی تسبیح اور کلمے میں استعمال ہوتی ہے کہ پہلے اسی پر شمار کی جاتی ہے [3] یعنی سر کے مسح کے بعد اسی پانی سے نہ کہ دوسرے پانی سے۔ لہذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے۔ امام شافعی کے ہاں کان کا اندرونی حصہ منہ کے ساتھ دھویا جاتا ہے اور بیرونی حصے کا سر کے ساتھ مسح ہوتا ہے۔ یہ حدیث ان کے خلاف ہے نیز ایک ہی عضو کا دھلنا اور مسح خلاف قانون ہے غسل و مسح جمع نہیں ہونا چاہیے۔ بعض ائمہ کے نزدیک کان کے مسح کے لیے الگ پانی لیتے ہیں یہ حدیث ان کے بھی خلاف ہے۔

[4] آپ انصاریہ نجاریہ ہیں بیعت الرضوان میں موجود تھیں آپ کے دادا کا نام عفراء ہے [5] اس حدیث سے مراحتاً معلوم ہوا کہ کان کا شمار سر میں ہے۔ جن کا مسح ہوگا دھویا نہ جائیگا اور مسح ایکبار ہوگا نہ کہ تین بار لہذا یہ حنفیوں کی قوی دلیل ہے کنپٹیاں چہرے میں داخل ہیں کیونکہ چہرے کی حد چوڑائی میں کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے لہذا چہرے کے ساتھ تین بار دھوئی جائیں گی کان کے مسح کے ساتھ حضور کی انگلیاں کنپٹی پر بھی لگ گئی ہونگی اور یہ سمجھیں کہ آپ نے ان کا مسح فرمایا ہے جیسا کہ عمامہ کے مسح میں ذکر کیا گیا لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں کنپٹیوں کے دھونے کا حکم ہے [6] یہ بھی سنت ہے۔ خیال رہے کہ دونوں کا مسح ایک ساتھ ہوگا داہنے سے

وَابنِ مَاجَۃَ الثَّانِیَۃ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ وَاَنَّہٗ مَسَحَ رَاْسَہٗ بِمَآءٍ غَیْرِ فَضْلِ یَدَیْہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاہُ مُسْلِمٌ مَعَ زَوَائِدَ ۔ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ ذَکَرَ وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَکَانَ یَمْسَحُ الْمَاقَیْنِ وَقَالَ الْاُذُنَانِ مِنَ الرَّاْسِ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَذَکَرَ قَالَ حَمَّادٌ لَا اَدْرِیْ الْاُذُنَانِ مِنَ الرَّاْسِ مِنْ قَوْلِ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَمْ مِنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْاَلُہٗ عَنِ الْوُضُوْءِ فَاَرَاہُ ثَلٰثًا ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ ھٰکَذَا الْوُضُوْءُ فَمَنْ زَادَ عَلٰی ھٰذَا فَقَدْ اَسَآءَ وَتَعَدّٰی وَظَلَمَ رَوَاہُ النَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَرَوٰی اَبُوْ دَاوٗدَ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے کہ انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا اور آپ نے اپنے سر کا اس پانی سے مسح نہ کیا جو ہاتھوں کا بچا ہوا تھا[1] اسے ترمذی نے روایت کیا اور مسلم نے کچھ زیادتیوں کیساتھ۔ روایت ہے حضرت ابوامامہ سے[2] کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر کیا فرماتے ہیں کہ آپ آنکھ کے کونوں کو بھی ملتے تھے[3] اور فرمایا کہ دونوں کان سر سے ہیں[4] اسے ابن ماجہ ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا دونوں نے کہا حماد فرماتے ہیں مجھے خبر نہیں کہ یہ قول کہ کان سر سے ہیں آیا ابوامامہ کا قول ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ہے[5] روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ ایک بدوی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر وضو کے متعلق پوچھنے لگے تو آپ نے اسے تین بار وضو کرکے دکھایا اور فرمایا وضو یوں ہی ہے جو اس پر زیادتی کرے اس نے گناہ کیا تعدی کی اور ظلم کیا[6] اسے نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ابوداؤد نے

شروع کرنا ان اعضاء میں ہوتا ہے جو دونوں ایک ساتھ نہ دھوئے جا سکتے ہوں اسی لئے کلائی تک دونوں ہاتھ ایک ساتھ دھوئے جاتے ہیں اور کہنی تک ترتیب وار کہ پہلے داہنا پھر بایاں (مرقاۃ)۔ [1] یعنی مسح کے لیے الگ پانی لیا ہاتھوں کے بچے ہوئے پانی سے مسح نہ کیا۔ [2] آپ کا نام صدی ابن عجلان ہے انصاری خزرجی اوسی ہیں۔ اپنی کنیت میں مشہور ہوئے حضور کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوئے اسی لئے آپ کا شمار تابعین میں ہے ۸۲ سال عمر پائی ۸۶ھ میں وصال ہوا، ابوامامہ باہلی اور ہیں وہ صحابی ہیں [3] یعنی ان کے ظاہر و باطن کا مسح سر ہی کے پانی سے ہوگا چہرے کے ساتھ دھوئے نہیں جائیں گے خیال رہے کہ آنکھ کے کونوں پر انگلی پھیر لینا تاکہ پانی ان کے اندر پھیل جائے سنت ہے یہاں مسح سے یہی مراد ہے کیونکہ کونے کے مسح کا کوئی قائل نہیں [4] ظاہر یہی ہے کہ یہ حضور کا فرمان شریف ہے۔ کیونکہ ابوامامہ حضور کے وضو کے سلسلہ میں یہ فرما رہے ہیں نیز کانوں کا سر یا چہرے سے ہونا سنکر ہی کہا جا سکتا ہے نہ کہ اپنی رائے سے کہ وضو کے احکام عقل سے وراء ہیں لہذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے۔ [5] گناہ تو ترک سنت کا ہوا اور تعدی تین سے زیادہ کرنے پر کیونکہ دھونے کی

مَعْنَاهُ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُغَفَّلِ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْقَصْرَ الْاَبْيَضَ عَنْ يَّمِيْنِ الْجَنَّةِ قَالَ اَیْ بُنَیَّ سَلِ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذْ بِهٖ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَوْمٌ يَّعْتَدُوْنَ فِي الطُّهُوْرِ وَالدُّعَاءِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلْوُضُوْءِ شَيْطَانًا يُّقَالُ لَهُ الْوَلْهَانُ فَاتَّقُوْا وَسْوَاسَ الْمَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ لِاَنَّا لَا نَعْلَمُ

اس کے معنی روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے سنا کہ الٰہی میں تجھ سے جنت کی داہنی طرف سفید محل مانگتا ہوں تو فرمایا کہ اے میرے بچے اللہ سے جنت مانگو اور دوزخ سے اسکی پناہ مانگو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس امت میں وہ قوم ہوگی جو وضو اور دعا میں حد سے تجاوز کیا کرے گی (احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ وضو کا ایک شیطان ہے جسے ولہان کہا جاتا ہے تو پانی کے وسوسوں سے بچو (ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد محدثین کے نزدیک قوی نہیں کیوں کہ ہم نے

حدیثیں بار ہے اور ظلم اپنی جان پر کیا کہ حضور کی مخالفت کی، پانی میں اسراف کیا، اپنے نفس پر بے فائدہ مشقت ڈالی جو کوئی تین سے زیادہ کو سنت سمجھ لے تو اسکا اعتقاد بھی غلط ہوا، بہر حال تین سے کمی ہو سکتی ہے زیادتی نہیں ہو سکتی، نیز تین بار دھونے میں سارے عضو کے دُھل جانے کا یقین ہو جاتا ہے اس پر زیادتی شیطانی وسوسہ کی بنا پر ہو سکتی ہے۔ سلہ آپ قبیلۂ مزینہ کے ہیں بیعت الرضوان میں حاضر ہوئے، مدینہ طیبہ قیام رہا، عہد فاروقی میں آپکو بصرے بھیجا گیا تاکہ لوگوں کو علم سکھائیں وہاں ہی ۶۰ھ میں انتقال ہوا۔ سلہ دعا میں تجاوز تو یہ ہے کہ ایسی تعین کی جائے جس کی ضرورت نہیں جیسے ان کے صاحبزادے نے کیا فردوس مانگنا بہت بہتر ہے کہ اس میں شخصی تعین نہیں نوعی تقرر ہے اس کا حکم دیا گیا ہے وضو میں حد سے بڑھنا دو طرح ہو سکتا ہے۔ تعداد میں زیادتی اور عضو کی حد میں زیادتی جیسے پاؤں گھٹنے تک دھونا اور ہاتھ بغل تک کریہ دونوں باتیں ممنوع ہیں سلہ ولہان وَلَہٌ سے بنا بمعنی حیرت یا حرص چونکہ یہ شیطان وضو کرنیوالے کو حیرت میں ڈال دیتا ہے اور پانی کے زیادہ استعمال پر حریص کرتا ہے اسلئے اُسے ولہان کہا جاتا ہے۔ زیادتی عشق کو بھی ولہ اور عاشق حیرت زدہ کو بھی ولہان کہتے ہیں۔ شیطان کی جماعتیں مختلف ہیں۔ جن کے علیحدہ علیحدہ کام ہیں ان میں سے ایک جماعت کا یہ کام اور یہ نام ہے سلہ دل میں جو شک بلا دلیل پیدا ہو اُسے وسوسہ کہا جاتا ہے۔ بلا وجہ یہ خیال کرنا کہ شاید پانی نجس ہو شاید کپڑوں پر چھینٹیں پڑ گئیں

أَحَدٌ أَسْنَدَهُ غَيْرُ خَارِجَةَ وَهُوَ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا ۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ مَسَحَ وَجْهَهُ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِرْقَةٌ يُنَشِّفُ بِهَا أَعْضَاءَهُ بَعْدَ الْوُضُوءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ بِالْقَائِمِ وَأَبُو مُعَاذٍ الرَّاوِيُّ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَبِي صَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ

خارجہ کے سوا کسی کو نہ جانا جو اسے مرفوعًا نقل کرے اور خارجہ ہمارے دوستوں کے نزدیک قوی نہیں روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب وضو کرتے تو اپنا چہرہ اپنے کپڑے کے کنارے سے پونچھتے[۱] (ترمذی) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے وضو کے بعد اپنے اعضاء شریف پونچھا کرتے تھے[۲] روایت کیا ترمذی نے اور فرمایا کہ یہ حدیث قوی الاسناد نہیں اور ابو معاذ راوی محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں[۳]

تیسری فصل ۔ روایت ہے حضرت ثابت ابن ابی صفیہ سے[۴] فرماتے ہیں کہ میں نے

ہوں شاید پانی پورے عضو پر نہ بہا ہو یہ سب کچھ وسوسے ہیں۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ وہ ناخنوں کی لکیروں میں پانی پہنچاتے ہیں۔ ۱؎ اس سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ وضو کے بعد اعضائے وضو کا پونچھنا ممنوع نہیں بشرطیکہ تکبرًا نہ ہو وہاں مستحب یہ ہے کہ زیادہ مبالغہ سے نہ پونچھے، تری کا کچھ اثر باقی رہنے دے۔ دوسرے یہ کہ اعضاء کی تری ماء مستعمل نہیں پانی کے جو قطرے عضو سے الگ ہوجائیں وہ مستعمل ہیں جو بعض کے نزدیک نجس ہیں مگر حق یہ ہے کہ پاک تو ہیں لیکن پاک کر نہیں سکتے وہ جو حدیث پاک میں آیا کہ حضرت میمونہ نے حضور انور کی خدمت میں وضو کے بعد رومال پیش کیا تو حضور نے قبول نہ فرمایا اور اعضاء جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے اس کی وجوہ دوسری ہوسکتی ہیں۔ رومال صاف نہ ہو یا اس وقت جلدی ہو۔ مرقاۃ نے فرمایا مستحب یہی ہے کہ نہ پونچھے لیکن پونچھنا بھی بلاکراہت جائز ہے ۲؎ یعنی کبھی کبھی نہ کہ ہمیشہ کیونکہ ابھی گزر گیا کہ حضور نے اپنے دامن سے منہ شریف پونچھا، بعض میں یہ بھی ہے کہ اعضاء بالکل نہ پونچھے، بعض روایات میں ہے کہ وضو کا پانی قیامت میں نور ہوگا۔ غرضکہ احادیث میں تعارض نہیں کبھی وہ اعمال کئے کبھی یہ۔

۳؎ ترمذی نے ان دونوں حدیثوں کو ضعیف کہا، پہلی حدیث کو رشدین ابن سعد اور عبدالرحمٰن ابن زیاد افریقی کی وجہ سے اور اس حدیث کو ابو معاذ کی وجہ سے اور فرمایا کہ بعض لوگ اعضائے وضو پونچھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ اس میں عبادت کے اثر کو دور کردینا ہے اور وضو کا پانی تسبیح بھی کرتا ہے واللہ اعلم۔ ۴؎ ان کی کنیت ابو حمزہ ہے یمنی ہیں ازدی ہیں۔ محمد ابن علی باقر کے ہم نشین تھے، مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ کوفہ میں رہتے تھے اور نہایت ضعیف اور بہت وہمی تھے۔ عقیدۃً رافضی تھے۔ چھپے ہوئے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

هُوَ مُحَمَّدٌ الْبَاقِرُ حَدَّثَكَ جَابِرٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاءَ مَرَّةً مَرَّةً وَمَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَثَلٰثًا ثَلٰثًا قَالَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَقَالَ هُوَ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ۞ وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ ثَلٰثًا ثَلٰثًا وَقَالَ هٰذَا وُضُوْئِيْ وَوُضُوْءُ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ وَوُضُوْءُ اِبْرَاهِيْمَ رَوَاهُمَا رَزِيْنٌ وَالنَّوَوِيُّ ضَعَّفَ الثَّانِيْ فِيْ شَرْحِ مُسْلِمٍ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ وَكَانَ اَحَدُنَا يَكْفِيْهِ الْوُضُوْءُ

ابوجعفر جو محمد باقر ہیں[1] عرض کیا کہ آپ کو حضرت جابر نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار دو دو بار تین تین بار وضو کیا فرمایا ہاں[2] ترمذی، ابن ماجہ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ نے دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ نور پر نور ہے[3] روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرا اور مجھ سے اگلے نبیوں کا وضو ہے اور حضرت ابراہیم کا وضو ہے[4] ان دونوں حدیثوں کو رزین نے روایت کیا نووی نے شرح مسلم میں دوسری کو ضعیف بتایا۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے[5] اور ہم کو ایک ہی وضو اس وقت تک کافی ہوتا

[1] آپ محمد ابن علی یعنی زین العابدین، ابن حسین ابن علی ہیں۔ رضوان اللہ علیہم لقب امام باقر یعنی علم کو چیرنے والے کنیت ابوجعفر مدینہ منورہ کے عظیم الشان فقیہ اور بڑے محدث ہیں۔ امام زین العابدین عبداللہ ابن عمر اور حضرت جابر سے بیشمار احادیث لی ہیں، عظیم الشان تابعی ہیں ولادت شریف ۵۶ھ میں ہوئی ۶۳ سال عمر شریف پائی ۱۱۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ جنت البقیع میں مزار پرانوار ہے فقیر نے زیارت کی ہے۔ [2] حدیث لینے کے تین طریقے ہیں ایک یہ کہ شاگرد پڑھے استاد سنے، دوسرے یہ کہ استاد پڑھے شاگرد سنے، تیسرے یہ کہ شاگرد حدیث کے الفاظ عرض کرکے پوچھے کہ کیا یہ حدیث آپ نے روایت کی ہے۔ استاد کہے ہاں، یہاں تیسری قسم کی روایت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضور نے وضو کے اعضاء کبھی ایک ایک بار دھوئے کبھی دو دو بار کبھی تین تین بار۔ [3] یعنی اعضائے وضو دو دو بار دھونے والا ہے نور پر نور قرار دیا، کیونکہ ایک بار دھونا فرض ہے دوسری بار سنت فرض بھی نور ہے اور سنت بھی، یعنی قیامت میں مسنون کرنے والوں کا نور بہت تیز ہوگا لہٰذا جو تین تین بار اعضاء دھوئیں گے وہ بھی افضل ہے [4] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ وضو اسلام کیساتھ خاص نہیں پہلی امتوں میں بھی تھا ہاں چہروں کی چمک اس امت کی خصوصیات سے ہے۔ دوسرے یہ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی وضو کیا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم و سارہ نے وضو کیا اور

مَالَمْ يُحْدِثْ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ؛ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ قَالَ قُلْتُ لِعُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ اَرَاَيْتَ وُضُوْءَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ لِكُلِّ صَلٰوةٍ طَاهِرًا كَانَ اَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ عَمَّنْ اَخَذَهٗ فَقَالَ حَدَّثَتْهُ اَسْمَآءُ بِنْتُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ حَنْظَلَةَ بْنِ اَبِيْ عَامِرِ الْغَسِيْلِ حَدَّثَهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اُمِرَ بِالْوُضُوْءِ لِكُلِّ صَلٰوةٍ طَاهِرًا كَانَ اَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ فَلَمَّا شَقَّ ذٰلِكَ عَلَی

جب تک بے وضو نہ ہوتے ۱؎ (دارمی) روایت ہے حضرت محمد ابن یحیی ابن حبان سے ۲؎ فرماتے ہیں کہ میں نے عبیداللہ ابن عبداللہ ابن عمر سے کہا کہ بتائیے تو کہ عبداللہ ابن عمر ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے۔ باوضو ہوں یا بے وضو یہ کس سے لیا تو کہنے لگے کہ انہیں اسماء بنت زید ابن خطاب نے خبر دی ۳؎ کہ عبداللہ ابن حنظلہ ابن ابی عامر غسیل نے انہیں خبر دی تھی ۴؎ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نماز کے لیئے وضو کا حکم دیا گیا تھا باوضو ہوں یا بے وضو ۵؎ لیکن جب یہ عمل

نماز پڑھی اور جو بیچ اسرائیل نے وضو کیا اور نماز پڑھی غرضکہ وضو پر وضو بڑی پرانی سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ تین تین بار اعضائے وضو دھونا بہت افضل ہے کیونکہ سنت انبیاء ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یا دو بار اعضاء دھونا بیان جواز کے لیے ہے۔ ۵؎ مرقاۃ نے فرمایا کہ اولًا حضور پر ہر نماز کے لئے وضو کرنا فرض تھا، پھر یہ فرضیت منسوخ ہوئی جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے یا اس وقت کا ذکر ہے اور ہو سکتا ہے کہ فرضیت کے منسوخ ہونے کے بعد کا ذکر ہو اور اکثری حال مراد ہو یعنے حضور اکثر ہر نماز کے لیے وضو فرما لیتے تھے۔ اس آیت کے ظاہر پر عمل فرماتے ہوئے اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا الآیہ اب بھی ہر نماز کے لیے وضو کر لینا خواہ پہلا وضو ہو مستحب ہے۔ خیال رہے کہ یہاں نماز سے نماز فرض مراد ہے اور نماز اشراق فجر کے وضو سے پڑھنا مستحب ہے۔ ۱؎ یعنی ہم لوگ اکثر ایک وضو سے چند نمازیں پڑھ لیتے تھے، خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک وضو سے چار نمازیں پڑھی تھیں اور بعض صحابہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرتے تھے مگر وہ واقعات اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں اکثری حالت کا ذکر ہے۔ ۲؎ آپ فقیہ تابعی ہیں انصاری ہیں، آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے امام مالک کے استاد ہیں ۱۲۱ھ میں وفات پائی علم و عبادت میں بڑے مشہور تھے۔ ۳؎ یہ اسماء حضرت عمر کی بھتیجی ہیں۔ حضرت زید ابن خطاب عمر فاروق کے بڑے بھائی ہیں جو آپ سے پہلے اسلام لائے، مہاجرین اولین میں سے ہیں، بدر اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے۔ خلافت صدیقی جنگ یمامہ میں ۱۲ھ میں شہادت پائی۔ حضرت اسماء بھی صحابیات میں سے ہیں۔ ۴؎ یہ عبداللہ بھی صحابی ہیں۔ ان کے والد بھی صحابی حضور کی وفات کے وقت انکی عمر سات برس تھی واقعہ کربلا کے بعد جب اہل مدینہ نے یزید ابن معاویہ کی مخالفت کی تو سب نے انہیں کے ہاتھ پر بیعت کی، اسی وجہ سے یزید نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی جس کا نام جنگ حرہ ہے اسی میں آپ شہید ہوئے حضرت حنظلہ کی شہادت اور آپ کا غسیل ملائکہ ہونا پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ حنظلہ کا باپ ابو عامر راہب کافر رہا، حضرت حنظلہ غزوۂ احد میں

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمِرَ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ وَّوُضِعَ عَنْہُ الْوُضُوْءُ اِلَّا مِنْ حَدَثٍ قَالَ فَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ یَرٰی اَنَّ بِہٖ قُوَّۃً عَلٰی ذٰلِکَ فَفَعَلَہٗ حَتّٰی مَاتَ رَوَاہُ اَحْمَدُ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِسَعْدٍ وَّھُوَ یَتَوَضَّاُ فَقَالَ مَا ھٰذَا السَّرَفُ یَا سَعْدُ قَالَ اَفِی الْوُضُوْءِ سَرَفٌ قَالَ نَعَمْ وَاِنْ کُنْتَ عَلٰی نَھْرٍ جَارٍ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ وَذَکَرَ اسْمَ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ یُطَھِّرُ جَسَدَہٗ کُلَّہٗ وَمَنْ تَوَضَّاَ وَلَمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ لَمْ یُطَھِّرْ اِلَّا مَوْضِعَ الْوُضُوْءِ۔ وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دشوار ہوا تو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیا گیا اور وضو موقوف کیا گیا ان سے مگر حدث سے[1] فرمایا عبداللہ سمجھتے تھے کہ ان میں اسکی طاقت ہے، یعنی ہر نماز کیلئے تازہ وضو کا تو وفات تک ہی کرتے رہے[2] (احمد) روایت ہے عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد پر گزرے جب وہ وضو کررہے تھے تو فرمایا اے سعد یہ اسراف کیسا (فضول خرچی) عرض کیا کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ فرمایا ہاں۔ اگرچہ تم بہتی نہر پر ہو[3] (احمد و ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ و ابن مسعود و ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کرے اور اللہ کا نام لے تو وہ وضو اسکے سارے جسم کو پاک کردیتا ہے اور جو وضو کرے اور اللہ کا نام نہ لے تو صرف وضو کی جگہ ہی کو پاک کرتا ہے[4] روایت ہے حضرت ابو رافع سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے وضو کرتے

بحالت جنابت شہید ہوئے اس لیے انہیں فرشتوں نے غسل دیا لہذا غسیل ملائکہ کہلائے۔ [5] یعنی معراج میں خصوصی طور پر آپکو ہر نماز کیلئے وضو کا حکم تھا نہ کہ امت کیلئے

[1] یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں اور نہ امام شافعی کی تائید کیونکہ وہ بھی ہر نماز کے لئے مسواک مستحب مانتے ہیں اور یہاں فرضیت کا ذکر ہے نیز بعد میں یہ حکم بھی منسوخ ہوگیا کیونکہ حضور نے بہت دفعہ ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں۔ اور ہر نماز کے لیے مسواک نہ کی خلاصہ یہ کہ حضور پر اولًا ہر نماز کیلئے وضو فرض تھا پھر مسواک فرض ہوئی پھر وہ بھی منسوخ ہوگئی [2] انہوں نے سمجھا کہ فرضیت منسوخ ہوگئی مگر استحباب باقی ہے اور یہ صحیح تھا اب بھی اگر کوئی اس پر عمل کرے ثواب ہوگا۔

[3] حضرت سعد یا تو ضرورت سے زیادہ پانی بہا رہے تھے یا بجائے تین کے چار پانچ بار اعضاء دھو رہے تھے یا اعضاء کی حدود میں زیادتی کررہے تھے اس سبب منع فرما دیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ وضو میں یہ تمام باتیں منع ہیں اور ان کا کرنا جرم [4] یہاں گناہوں سے پاکی مراد ہے یعنی وضو کے اول میں بسم اللہ پڑھ لینے کی برکت سے سارے جسم کے بیرونی اور اندرونی گناہ معاف ہوجاتے ہیں کیونکہ جسم میں دل اور دماغ بھی داخل ہے بسم اللہ نہ پڑھنے سے ظاہری اعضاء کے گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں اسی لئے

وُضُوْءَ الصَّلٰوةِ حَرَّكَ خَاتَمَهٗ فِیْ اُصْبُعِهٖ رَوَاهُمَا الدَّارُقُطْنِیْ وَرَوٰی اِبْنُ مَاجَةَ الْاَخِیْرَ ؛ **بَابُ الْغُسْلِ** ؛ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ اَحَدُكُمْ بَیْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَاِنْ لَّمْ یُنْزِلْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ؛ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَالَ الشَّیْخُ الْاِمَامُ مُحْیِ السُّنَّةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ هٰذَا مَنْسُوْخٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّمَا الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ فِی الْاِحْتِلَامِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَلَمْ اَجِدْهُ فِی الصَّحِیْحَیْنِ

تو اپنی انگلی کی انگوٹھی کو ہلاتے تھے[1] ان دونوں کو دار قطنی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے اخیر کو، نہانے کا بیان[1]۔ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی عورت کے چاروں شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر کوشش کرے تو غسل واجب ہوگیا اگرچہ انزال نہ ہو[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ پانی پانی سے ہی ہے[3] (مسلم) شیخ امام محی السنہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ پانی کا صرف پانی سے ہونا احتلام میں ہے[4] اسے ترمذی نے روایت کیا میں نے اسے بخاری و مسلم میں نہ پایا

فقہاء فرماتے ہیں کہ بسم اللہ سے وضو شروع کرنا سنت ہے۔ [1] انگوٹھی اگر تنگ ہو کہ بغیر ہلائے اس کے نیچے پانی نہ پہنچے تو وضو میں اسکا ہلانا فرض ہے اور اگر ڈھیلی ہو کہ بغیر ہلائے بھی نیچے پانی پہنچ جائے تو اس کا ہلانا مستحب، یہ حدیث دونوں کو شامل ہے۔ [1] اسلام میں غسل چار طرح کے ہیں فرض، سنت، مستحب اور مباح، فرض غسل تین ہیں جنابت سے حیض سے نفاس سے۔ جنابت خواہ شہوت سے منی نکلنے کی وجہ سے ہو یا صحبت سے انزال ہو یا نہ ہو، غسل سنت پانچ ہیں جمعہ کا غسل عیدین کا غسل احرام کے وقت کا غسل عرفہ کے دن کا غسل، غسل مستحب بہت ہیں، مسلمان ہوتے وقت، مردے کو نہلا کر قربانی کے دن طواف زیارت کیلیے، مدینہ منورہ حاضری کے موقعہ پر وغیرہ، غسل مباح جو ٹھنڈک وغیرہ کے لیے کیا جائے اس باب میں بہت سے اقسام کے غسل بیان ہونگے، غسل میں تین فرض ہیں، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا تمام ظاہری بدن پر پانی بہانا۔ [2] اسکی شرح وہ حدیث ہے جس میں فرمایا گیا۔ کہ جب ختنہ ختنہ میں غائب ہو جائے تو غسل واجب ہے، وہی یہاں مراد ہے یعنی جب مشتہات عورت سے صحبت کی جائے اور حشفہ غائب ہو جائے تو غسل واجب ہوگیا، چار شاخوں سے چار ہاتھ پاؤں مراد ہیں اور بیٹھنے کا ذکر اتفاقاً ہے۔ ورنہ جس صورت سے بھی صحبت ہو غسل واجب ہے، بہت چھوٹی غیر مشتہات بچی اور جانور سے صحبت کرنے میں انزال شرط ہے بغیر انزال غسل واجب نہیں۔ [3] یعنی غسل کرنا منی نکلنے سے ہی واجب ہے جبکہ شہوت سے ہو۔ [4] یعنی اگر یہ حدیث صحبت کے متعلق ہے تب تو منسوخ ہے اسکی ناسخ

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ قَالَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ الْحَقِّ فَھَلْ عَلَی الْمَرْاَۃِ مِنْ غُسْلٍ اِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ نَعَمْ اِذَا رَاَتِ الْمَآءَ فَغَطَّتْ اُمُّ سَلَمَۃَ وَجْھَھَا وَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوَ تَحْتَلِمُ الْمَرْءَۃُ قَالَ نَعَمْ تَرِبَتْ یَمِیْنُكِ فَبِمَ یُشْبِھُھَا وَلَدُھَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَزَادَ مُسْلِمٌ بِرِوَایَۃِ اُمِّ سُلَیْمٍ اَنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِیْظٌ اَبْیَضُ وَمَاءُ الْمَرْاَۃِ رَقِیْقٌ اَصْفَرُ فَمِنْ اَیِّھِمَا عَلَا اَوْ سَبَقَ یَکُوْنُ مِنْہُ الشَّبَہُ ۞ وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

روایت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ حضرت ام سلیم نے عرض کیا [1] یارسول اللہ یقیناً اللہ تعالٰی حق سے نہیں شرماتا کیا عورت پر غسل واجب ہے جب اسے احتلام ہو فرمایا ہاں جب پانی دیکھے [2] تو ام سلمہ نے منہ چھپالیا اور بولیں یارسول اللہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے [3] فرمایا ہاں تمہارا ہاتھ گرد آلود ہو ورنہ بچہ اپنی ماں کے ہم شکل کیوں ہوتا ہے [4] (مسلم بخاری) مسلم نے ام سلیم کی روایت سے یہ زیادتی کی کہ مرد کی منی گاڑھی سفید ہوتی ہے اور عورت کی منی پتلی زرد ان میں سے جو غالب یا پہلے ہو بچہ اس کے مشابہ ہوگا [5] روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ

ابوہریرہ کی گذشتہ حدیث ہے۔ نیز وہ حدیث جو آگے آرہی ہے اور اگر احتلام کے بارے میں ہے تو حکم ہے کہ اب بھی احتلام میں انزال کے بغیر غسل واجب نہیں اس کا ذکر اگلی حدیث میں بھی آرہا ہے۔ [1] آپ کے نام میں اختلاف ہے کنیت ام سلیم ہے مالک ابن نضر کے نکاح میں تھیں ان سے حضرت انس پیدا ہوئے مالک کے قتل کے بعد ابو طلحہ کے نکاح میں آئیں اس وقت تک ابو طلحہ مشرک تھے تو آپ نے اس شرط سے نکاح کیا کہ وہ مسلمان ہو جائیں [2] یہ حدیث گذشتہ حدیث کی تفسیر ہے یعنی خواب کی صورت میں بغیر تری دیکھے غسل واجب نہیں خواہ منی ہو یا مذی کیونکہ کبھی منی پتلے ہونے کی صورت میں مذی محسوس ہوتی ہے۔
[3] اس سے معلوم ہوا کہ جو بیبیاں حضور کے نکاح میں آنے والی ہوں انہیں احتلام بھی نہیں ہوتا یعنی رب تعالٰی انہیں زنا کے خیال سے بھی پاک رکھتا ہے یہ ہے ازواج پاک کی عصمت [4] سبحان اللہ کیا حکیمانہ جواب ہے مقصد یہ ہے کہ احتلام کی علت یا احتلام کی وجہ منی ہے اور منی عورت میں بھی ہے لہذا احتلام بھی عورت کو ہونا چاہیے اور منی کا ثبوت یہ ہے کہ کبھی بچہ ماں کی ہم شکل ہوتا ہے جب ماں کی منی باپ کی منی پر غالب ہو ہاتھ کا خاک میں ملنا بد دعا نہیں بلکہ عرب والے کبھی محبت میں بھی یہ کلمہ بولتے ہیں جیسے اردو میں ستیاناس، پنجابی میں رڑ جائیں اجڑ جائیں وغیرہ [5] یہ اصلی حالت ہے ورنہ کبھی کمزور مرد کی منی پتلی اور کمزور ہو جاتی ہے اور طاقتور عورت کی منی سفید اور گاڑھی، بچہ ماں باپ کی مخلوط منی سے بنتا ہے جس کے اجزاء زیادہ ہوں گے بچہ اس کی جنس سے ہوگا۔ یعنی اگر عورت کی منی کے زیادہ اجزاء ہیں تو لڑکی ہوگی ورنہ لڑکا اور رحم میں جس کی منی پہلے گرے گی بچہ اس کی شکل پر ہوگا ۞ ۞ ۞ ۞

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَءَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّاءُ كَمَا يَتَوَضَّاءُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يُدْخِلُ اَصَابِعَهُ فِي الْمَآءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا اُصُوْلَ شَعْرِهٖ ثُمَّ يَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهٖ ثَلٰثَ غُرُفَاتٍ بِيَدَيْهِ ثُمَّ يُفِيْضُ الْمَآءَ عَلٰى جِلْدِهٖ كُلِّهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ الْمُسْلِمِ يَبْدَءُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ قَبْلَ اَنْ يُّدْخِلَهُمَا الْاِنَاءَ ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَيَغْسِلُ فَرْجَهٗ ثُمَّ يَتَوَضَّاءُ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَسَتَرْتُهٗ بِثَوْبٍ وَصَبَّ

وسلم جب جنابت کا غسل کرتے تو یوں شروع کرتے کہ پہلے دونوں ہاتھ دھوتے[۱] پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے[۲] پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈالتے تو ان سے بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے پھر اپنے سر پر دونوں ہاتھوں سے تین چلو ڈالتے۔ پھر اپنی تمام کھال پر پانی بہاتے[۳] (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ یوں شروع کرتے کہ برتن میں ڈالنے سے پہلے دونوں ہاتھ دھوتے پھر اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے پھر استنجا کرتے پھر وضو فرماتے[۴] روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا حضرت میمونہ نے[۵] کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا پانی رکھا پھر میں نے آپ کو کپڑے سے آڑ کر دی[۶] اور اپنے ہاتھوں پر پانی بہایا

[۱] خیال رہے کہ انبیائے کرام کو احتلام کبھی نہیں ہوتا جیسا کہ طبرانی کی روایت میں ہے انکی جنابت صرف صحبت سے ہوتی ہے، یہ ہاتھ کا دھونا وضو سے پہلے ہے کیونکہ وضو کا ذکر آگے آرہا ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں عموماً بڑے برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا جاتا تھا اس لئے پہلے ہاتھ دھوئے جاتے تھے نیز ہاتھ میں گندگی کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ [۲] کہ اگر تختہ وغیرہ پر ہوتے تو پاؤں بھی دھو لیتے اور اگر کبھی زمین پر ہوتے تو پاؤں غسل کے بعد دھوتے [۳] زلفوں والے آدمی کے لئے اب بھی سنت ہے کہ پہلے زلفوں کا خلال کرے اور سر کو دھوئے پھر تمام جسم کیساتھ بھی سر پر پانی ڈالے۔ [۴] اس سے معلوم ہوا کہ غسل سے پہلے استنجا کرنا بھی سنت ہے، [۵] آپ کا نام میمونہ بنت حارث ہلالیہ عامریہ ہے پہلے آپکا نام برہ تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نام تبدیل فرمایا، زمانۂ جاہلیت میں مسعود ابن عمرو ثقفی کے نکاح میں تھیں اس کے بعد ابورہم کے نکاح میں آئیں۔ ان کے فوت ہو جانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ سنہ ۷ھ میں عمرۂ قضاء کے موقع پر مکہ معظمہ سے دس میل دور مقام سرف میں آپ سے نکاح کیا، اللہ کی شان کہ سنہ ۵۱ھ میں نکاح کی جگہ ہی آپ کی وفات ہوئی، آپ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری بیوی ہیں۔ جن کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے نکاح نہیں کیا۔ ام الفضل یعنی عبداللہ ابن عباس کی والدہ اور اسماء بنت عمیس کی آپ ہمشیرہ ہیں یعنی عبداللہ ابن عباس کی خالہ۔ [۶] اگرچہ آپ تہبند باندھ کر غسل فرماتے تھے لیکن پھر بھی آپ چادر تان کر سامنے کھڑی ہوگئیں زیادتی ستر کے لیے۔ لہذا چاہیئے یہ کہ تہبند باندھ کر غسل میں نہائے۔ بعض نے کہا کہ اس کے معنی ہیں۔ پانی کو ڈھک دیا، مگر یہ درست نہیں۔ (مرقاۃ) ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

عَلٰی یَدَیْہِ فَغَسَلَہُمَا ثُمَّ صَبَّ عَلٰی یَدَیْہِ فَغَسَلَہُمَا ثُمَّ صَبَّ بِیَمِیْنِہٖ عَلٰی شِمَالِہٖ فَغَسَلَ فَرْجَہٗ فَضَرَبَ بِیَدِہِ الْاَرْضَ فَمَسَحَہَا ثُمَّ غَسَلَہَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْہَہٗ وَ ذِرَاعَیْہِ ثُمَّ صَبَّ عَلٰی رَاْسِہٖ وَاَفَاضَ عَلٰی جَسَدِہٖ ثُمَّ تَنَحّٰی فَغَسَلَ قَدَمَیْہِ فَنَاوَلْتُہٗ ثَوْبًا فَلَمْ یَاْخُذْہُ فَانْطَلَقَ وَہُوَ یَنْفُضُ یَدَیْہِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَلَفْظُہٗ لِلْبُخَارِیِّ ؛ وَ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ اِنَّ امْرَاَۃً مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِہَا مِنَ الْمَحِیْضِ فَاَمَرَہَا کَیْفَ تَغْتَسِلُ ثُمَّ قَالَ خُذِیْ فِرْصَۃً مِّنْ مِّسْکٍ فَتَطَہَّرِیْ بِہَا قَالَتْ کَیْفَ اَتَطَہَّرُ بِہَا فَقَالَ تَطَہَّرِیْ بِہَا قَالَتْ کَیْفَ اَتَطَہَّرُ بِہَا قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ تَطَہَّرِیْ بِہَا فَاجْتَذَبْتُہَا اِلَیَّ فَقُلْتُ لَہَا تَتَبَّعِیْ

پھر انہیں دھویا پھر ہاتھوں پر بہایا پھر انہیں دھویا پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالا اور استنجا کیا پھر اپنا ہاتھ زمین پر مارا انہیں صاف کیا پھر اسے دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی لیا اور اپنا منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھوئے پھر اپنے سر پر پانی بہایا اور اپنے تمام جسم پر بہایا[1] پھر وہاں سے ہٹ گئے اور اپنے قدم شریف دھوئے میں نے کپڑا پیش کیا قبول نہ فرمایا[2] اور ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے (مسلم، بخاری) اور اس کے الفاظ بخاری کے ہیں روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ انصار کی ایک بی بی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے غسل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انہیں بتایا کہ یوں غسل کریں پھر فرمایا کہ مشک کا ٹکڑا لے کر اس سے پاکی کرو بولیں اس سے کیسے پاکی کروں فرمایا اس سے پاکی کرو بولیں اس سے کیسے پاکی کروں فرمایا سبحان اللہ اس سے پاکی کرو تو انہیں میں نے اپنی طرف کھینچ لیا اور کہا کہ

[1] غسل کی ترتیب یہ ہوئی کہ پہلے ہاتھ دھوئے جائیں پھر استنجا پھر وضو کیا جائے پھر جسم پر بہایا جائے۔ چونکہ کچی زمین پر غسل فرمایا تھا اس لیے وضو کے ساتھ پاؤں نہ دھوئے بلکہ بعد میں دھوئے اگر پختہ زمین پر غسل ہو تو پاؤں پہلے دھو لئے جائیں خیال رہے کہ یہاں مسح سر کا ذکر نہیں یا تو حضور نے مسح کیا ہی نہیں کیونکہ سر کے دھلنے میں مسح بھی ہو جاتا ہے یا مسح کیا تھا مگر ذکر نہیں لہذا یہ حدیث پہلی حدیث کے خلاف نہیں جس میں مسح کا ذکر ہے [2] یا اس لئے کہ کپڑا صاف نہ تھا یا آپ جلدی میں تھے یا وقت گرمی کا تھا جسم کی تری اچھی معلوم ہوتی تھی یا اس لئے کہ غسل و وضو کا پانی نہ پونچھنا افضل بہرحال اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پونچھنا ممنوع ہے کیونکہ پچھلی روایتوں میں پونچھنے کا ثبوت بھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ وضو اور غسل کے بعد جسم پر جو تری رہ جاتی ہے وہ ماء مستعمل نہیں [3] اس سے معلوم ہوا کہ خفیہ مسائل کے متعلق تعلیم اشارۃً کنایۃً ہونی چاہیے خصوصاً اجنبی عورتوں کے سامنے کہ ان بی بی صاحبہ کے بار بار پوچھنے پر بھی حضور نے اس جملہ کی وضاحت نہ فرمائی مقصد یہ تھا کہ غسل کرنے کے بعد مشک کا ٹکڑا یا مشک میں بھیگے ہوئے کپڑے کا ٹکڑا وہاں پھیر لیں جہاں خون پہنچتا ہے تاکہ خون کی بو جاتی رہے بعض نسخوں میں مُمَسَّکۃ بھی ہے یعنی مشک میں بسا ہوا کپڑا۔

بِهَا اَثَرَ الدَّمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ امْرَاَةٌ اَشُدُّ ضَفْرَ رَاْسِيْ اَفَاَنْقُضُهٗ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ فَقَالَ لَا اِنَّمَا يَكْفِيْكِ اَنْ تَحْثِيْ عَلٰى رَاْسِكِ ثَلٰثَ حَثَيَاتٍ ثُمَّ تُفِيْضِيْنَ عَلَيْكِ الْمَآءَ فَتَطْهُرِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ بِالْمُدِّ وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ اِلٰى خَمْسَةِ اَمْدَادٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَآءٍ وَاحِدٍ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ

خون کی جگہ ٹکڑا لگا دو لہ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں ایسی عورت ہوں جو اپنے سر کے بال گوندھتی ہوں تو کیا جنابت کے غسل کے لیئے انہیں کھولا کروں فرمایا نہیں تمہیں یہی کافی ہے کہ اپنے سر پر تین لپ پانی ڈال لیا کرو پھر اپنے پر پانی بہا لیا کرو تو پاک ہو جاؤ گی ٹہ (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد دو رطل سے وضو کرتے تھے اور ایک صاع سے پانچ مد تک غسل فرماتے تھے ٹہ (بخاری مسلم) روایت ہے حضرت معاذہ سے ٹہ فرماتی ہیں فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کرتے تھے جو میرے اور آپ کے درمیان ہوتا ٹہ

لہ سبحان اللہ اس سے حضرت عائشہ صدیقہ کی ذہانت معلوم ہوئیں کیوں نہ ہو کہ مزاج شناس رسول ہیں۔ بڑی فقیہہ عالمہ ہیں۔ ٹہ اسی بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ عورت پر غسل میں سارے بال بھگونا فرض نہیں تمام کی جڑیں بھیگ جانا کافی ہیں۔ اگر مرد کے بال ہوں تو پورے بھگونے پڑیں گے۔ تین بار کی قید یقین حاصل کرنے کے لیے ہے ورنہ اگر ایک لپ سے ہی تمام جڑوں میں پانی پہنچ جائے تو کافی ہے اور اگر تین لپوں میں بھی نہ پہنچے تو ڈالنا ضروری ہے اور اگر ایسے سخت بال بندھے ہوں کہ بغیر کھولے ہوئے تمام کی جڑیں نہ بھیگ سکیں تو کھولنا ضروری ہیں۔ ٹہ حنفیوں کے نزدیک مد دو رطل کا ہوتا ہے اور ایک رطل چالیس تولہ کا اور ایک صاع چار مد کا لہذا پاکستانی وزن سے ایک رطل نصف سیر کا اور ایک مد ایک سیر اور صاع چار سیر لیکن مد اور رطل کی مقدار میں اختلاف ہے۔ نیز ہلکی چیز صاع میں کم آئے گی اور بھاری زیادہ۔ اس لئے احتیاط یہ ہے کہ فطرہ میں آدھا صاع گندم تقریباً سوا دو سیر مانے جائیں یعنی ایک صاع میں پانی اندازاً چار سیر اور گندم ساڑھے چار سیر سمائے گی۔ خیال رہے کہ غسل اور وضو میں پانی مقرر نہیں۔ سنت یہ ہے کہ وضو ایک سیر پانی سے کم نہ ہو اور غسل چار سیر سے ٹہ آپ معاذہ بنت عبداللہ عدویہ ہیں۔ ۸۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ تابعین میں سے ہیں۔ ٹہ چوڑے منہ والا جس میں دونوں کے ہاتھ بخوبی پڑ سکیں۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ وہ حضرات تہبند باندھ کر غسل کیا کرتے تھے اگرچہ خاوند اور بیوی کا آپس میں حجاب نہیں۔ خیال رہے کہ اگر جنبی یا بے وضو ہاتھ دھو کر ضرورۃً گھڑے یا مٹکے میں ہاتھ ڈال دے تو پانی مستعمل نہ ہوگا جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ لیکن اگر پاؤں یا سر ڈال دے تو پانی مستعمل ہو جائے گا کیونکہ یہ بلا ضرورت ہے۔ نیز اگر بغیر دھوئے یا بے ضرورت ہاتھ ڈالے تو پانی مستعمل ہو جائیگا۔ خیال ہے کہ عورت کے بچے ہوئے پانی سے

فَيُبَادِرُنِيْ حَتّٰى اَقُوْلُ دَعْ لِيْ دَعْ لِيْ قَالَتْ وَهُمَا جُنُبَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا يَذْكُرُ اِحْتِلَامًا قَالَ يَغْتَسِلُ وَعَنِ الرَّجُلِ الَّذِيْ يَرٰى اَنَّهُ قَدِ احْتَلَمَ وَلَا يَجِدُ بَلَلًا قَالَ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ هَلْ عَلَى الْمَرْاَةِ تَرٰى ذٰلِكَ غُسْلٌ قَالَ نَعَمْ اِنَّ النِّسَآءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَرَوٰى اِبْنُ مَاجَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ فَعَلْتُهُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاغْتَسَلْنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ

پس آپ جلدی کرتے مجھ پر حتی کہ میں کہتی کہ میرے لیئے بھی چھوڑ دیئے فرماتی ہیں کہ وہ دونوں جنابت میں ہوتے (مسلم بخاری)
دوسری فصل ۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو تری تو پائے اور خواب یاد نہ ہو فرمایا غسل کرے اور اس کے بارے میں پوچھا گیا جو خیال کرے کہ اسے احتلام ہوا ہے اور تری نہ پائے فرمایا اس پر غسل نہیں ۱؎ ام سلیم نے عرض کیا کہ کیا عورت پر بھی غسل ہے جو یہ دیکھے فرمایا ہاں عورتیں مردوں کی مثل ہیں ۲؎ اسے ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا اور دارمی اور ابن ماجہ نے لا غسل علیہ تک روایت کی ۔ روایت ہے انہیں سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ختنہ ختنے میں غائب ہو جائے تو غسل واجب ہے ۔ میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا تو ہم نے غسل کیا ۳؎
(ترمذی و ابن ماجہ)

مرد کو غسل یا وضو کرنا مکروہ ہے مگر ایک ساتھ غسل کرنا مکروہ نہیں ۔ ۵؎ معلوم ہوا کہ غسل کی حالت میں باتیں کرنا جائز ہے بشرطیکہ تہبند بندھا ہو ننگے باتیں کرنا منع ۔ ۱؎ کیونکہ احتلام میں منی کا نکلنا غسل واجب کرتا ہے ۔ خواب یاد ہو نہ ہو تری مطلق غسل واجب کر دے گی ۔ اگرچہ مذی کی ہو کیونکہ کبھی پتلی منی مذی ہی محسوس ہوتی ہے یہی ہمارا مذہب ہے یہ حدیث ہماری دلیل ہے ۔ ۲؎ یعنی اکثر احکام عورتوں مردوں کے یکساں ہیں اسی لئے قرآن و حدیث میں مذکر کے صیغے استعمال ہوتے ہیں اور عورتیں اس میں داخل ہوتی ہیں ۔ شقائق جمع شقیقہ کی ہے ۔ یعنی ٹکڑا و حصہ اسی لئے بھائی کو شقیق کہا جاتا ہے ۔ حضرت حوا آدم علیہ السلام کا جزو بدن تھیں لہذا عورتیں مردوں کا حصہ ہیں ۔ ۳؎ ام المؤمنین نے اپنے فعل کا ذکر اظہار یقین کے لیے کیا یعنی میں یہ مسئلہ سنا سنایا نہیں کہہ رہی بلکہ حضور کی موجودگی میں اس پر عمل کر کے تجربہ کر چکی ہوں اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس مسئلے میں مہاجرین و انصار کا بڑا اختلاف ہو گیا تھا انصار کہتے تھے کہ بلا انزال غسل واجب نہیں تب ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا کہ تم جھگڑا مت کرو میں اس کا فیصلہ حضرت عائشہ صدیقہ سے کراتا ہوں ضرورت کے

ابن ماجة ❊ وعن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تحت كل شعرة جنابة فاغسلوا الشعر وانقوا البشرة رواه ابوداود والترمذي و ابن ماجة وقال الترمذي هذا حديث غريب والحارث ابن وجيه الراوي و هو شيخ ليس بذاك ❊ وعن علي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ترك موضع شعرة من جنابة لم يغسلها فعل بها كذا وكذا من النار قال علي فمن ثم عاديت راسي فمن ثم عاديت راسي فمن ثم عاديت راسي ثلثا رواه ابوداود واحمد والدارمي

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بال کے نیچے ناپاکی ہے لہذا بال دھوؤ اور کھال صاف کرو[1] (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اور اور حارث ابن وجیہ راوی بوڑھے تھے اس مقام کے لائق نہیں[2] روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جنابت میں ایک بال کی جگہ چھوڑ دے جسے نہ دھوئے تو اسے آگ میں ایسا ایسا عذاب کیا جائیگا[3] حضرت علی فرماتے ہیں اسی لیئے میں اپنے بالوں کا دشمن ہوں۔ اسی لیئے میں اپنے بالوں کا دشمن ہوں اسی لیئے میں اپنے بالوں کا دشمن ہوں تین بار[4] اسے ابوداؤد دارمی نے روایت کیا مگر

موقع پر قرآن کریم نے بھی ایسی چیزوں کی تشریح فرمائی ہے فرماتا ہے۔ يُعَذَّبُونَ بِمَا كَانُوا يَخْلُقُونَ اور فرماتا ہے تَجْعَلُ ذَٰلِكَ تَمَاثِيلَ وغیرہ لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ [1] اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ غسل میں جسم کے سارے بال بھگونا فرض ہیں اگر ایک بال بھی خشک رہ گیا تو غسل نہ ہوگا، دوسرے یہ کہ اگر بدن پر خشک مٹی، گندھا ہوا آٹا یا موم لگا رہ گیا، جس کے نیچے پانی نہ پہنچا تب بھی غسل نہ ہوگا لہذا اگر ناخنوں پر نیل پالش لگی ہوئی ہے۔ تو غسل درست نہیں، کیونکہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچے گا، خیال رہے کہ گھنی داڑھی وضو میں مانع نہیں، کیونکہ اس میں بڑی مشقت ہے۔ وضو روزانہ کئی بار ہوتا ہے، غسل میں اس کے نیچے پانی پہنچانا چاہیے (مرقاۃ)، [2] یعنی وجہ بڑھاپے کے ان کا حافظہ کمزور ہوگیا تھا، اس لئے ان کی روایت چنداں قوی نہیں لفظ شیخ عدالت کی تعریف اور حافظہ کی جرح کے لیے آتا ہے یہاں جرح کے لئے ہے۔ جیسا کہ اگلی عبارت سے ظاہر۔ [3] یعنی عذاب پر عذاب ہوگا ایک تو ناپاک رہنے کا دوسرے تمام نمازیں برباد کرنے کا لہذا غسل میں بڑی احتیاط چاہیئے۔ ناف، بغل، کان کی لو، ان میں بہت خیال سے پانی پہنچا لے کہ یہاں اکثر بغیر توجہ پانی نہیں پہنچتا۔ [4] یعنی زلفیں یا پٹے نہیں رکھواتا، ہمیشہ بال کٹواتا یا منڈاتا رہتا ہوں خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نے سواء حج کے اور کبھی سر نہ منڈوایا، اس حدیث سے علی مرتضی کا ہمیشہ سر منڈانا ثابت نہیں ہوسکتا کہ آپ بال کٹواتے ہوں، اگر منڈواتے بھی ہوں تو منڈوانے کا جواز ثابت ہوگا۔ نہ کہ اس کی سنیت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ سر منڈوانا وہابیوں نجدیوں کی علامت قرار دیا، لہذا ہمیشہ ہی اور خصوصًا اس زمانہ میں سنی مسلمان سر منڈانے کی عادت سے بچیں ❊ ❊ ❊ ❊

اِلَّا اَنَّهُمَا لَمْ يُكَزِّرَفَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَاْسِيْ ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ؛ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَاْسَهٗ بِالْخِطْمِيِّ وَهُوَ جُنُبٌ يَجْتَزِئُ بِذٰلِكَ وَلَا يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَآءَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؛ وَعَنْ يَعْلٰى قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَغْتَسِلُ بِالْبَرَازِ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ سِتِّيْرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالتَّسَتُّرَ فَاِذَا اغْتَسَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ سِتِّيْرٌ فَاِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَغْتَسِلَ فَلْيَتَوَارَ بِشَيْءٍ

ان دونوں نے مکرر نہ کیا اسی لیئے دشمن ہوگیا میں اپنے سر کا۔ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے [1] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنا سر شریف ناپاکی کی حالت میں خطمی سے دھوتے اسی پر کفایت کرتے [2] کہ سر پر پانی نہ ڈالتے [3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت یعلی سے [4] فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو میدان میں نہاتے دیکھا [5] تو آپ منبر پر چڑھے۔ پھر اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حیادار ہے۔ پردہ پوش ہے۔ حیا اور پردے کو پسند کرتا ہے [6] تو جب تم میں سے کوئی نہائے تو پردہ کر لیا کرے [7]

(ابوداؤد و نسائی) اور نسائی کی روایت میں ہے کہ اللہ پردہ پوش ہے جب تم میں سے کوئی نہانا چاہے تو کسی چیز سے آڑ کر لیا کرے [8]

[1] کیونکہ غسل سے پہلے وضو فرما لیتے تھے، وہ وضو نماز کے لئے کافی ہوتا تھا، بلکہ اگر کوئی شخص بغیر وضو کئے بھی غسل کرے اور پھر نماز پڑھ لے تو جائز ہے کیونکہ طہارت کبریٰ کے ضمن میں طہارت صغریٰ بھی ہو جاتی ہے اور بڑے حدث کے ساتھ چھوٹا حدث بھی جاتا رہتا ہے [2] یعنی غسل کے پہلے خطمی سے سر دھوتے پھر تمام بدن کے ساتھ سر نہ دھوتے تاکہ خطمی کا کچھ اثر باقی رہے اور پہلا پانی کا بہا لینا غسل کے لیے کافی مانا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر غسل کے اعضاء آگے پیچھے دھلیں تو غسل درست ہے۔ [3] یعنی غسل کے ساتھ خالص پانی سر پر نہ ڈالتے وہ ہی خطمی والا پانی کافی تصور فرماتے۔

[4] یعلی دو ہیں، ایک یعلی ابن امیہ دوسرے یعلی ابن مرہ دونوں صحابی ہیں۔ پتہ نہیں کہ یہاں کون یعلی مراد ہیں [5] یہ صاف میدان میں تہبند باندھے نہاتے تھے کہ وہاں اس وقت کوئی دیکھ نہ رہا تھا نیز عرب میں اسلام سے پہلے کوئی شرم و حیا نہ تھا، حیا و شرم تو اسلام نے سکھائی [6] اگرچہ اکیلا ہو مرد تو تہبند باندھ کر میدان میں نہا سکتا ہے کہ اس کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے لیکن عورت غسل خانے یا آڑ ہی میں نہائے کیونکہ اس کا ستر سر سے پاؤں تک ہے [7] فقہاء فرماتے ہیں کہ تنہائی

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ؛ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ اِنَّمَا کَانَ الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ رُخْصَةً فِیْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ نُهِیَ عَنْهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ ؛ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ اغْتَسَلْتُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَصَلَّیْتُ الْفَجْرَ فَرَءَیْتُ قَدْرَ مَوْضِعِ الظُّفُرِ لَمْ یُصِبْهُ الْمَآءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْکُنْتَ مَسَحْتَ عَلَیْهِ بِیَدِكَ اَجْزَاكَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ؛ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَتِ الصَّلٰوةُ خَمْسِیْنَ وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَغَسْلُ الْبَوْلِ مِنَ الثَّوْبِ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَلَمْ یَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسْئَلُ حَتّٰی جُعِلَتِ الصَّلٰوةُ خَمْسًا وَغُسْلُ الْجَنَابَةِ مَرَّةً وَغَسْلُ الثَّوْبِ مِنَ الْبَوْلِ مَرَّةً رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

تیسری فصل، روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ پانی پانی سے اول اسلام میں اجازت تھی پھر اس سے منع کردیا گیا [1] (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا میں نے جنابت سے غسل کیا اور فجر پڑھ لی۔ پھر دیکھا کہ ناخن بھر ایک جگہ کو پانی نہ پہنچا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر تم اس جگہ ہاتھ پھیر لیتے تو کافی ہوتا [2] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نمازیں پچاس تھیں اور جنابت کا غسل سات بار اور کپڑے سے پیشاب دھونا سات بار [3] پس حضور انور عرض کرتے رہے یہاں تک کہ نمازیں پانچ رہیں اور جنابت کا غسل ایک بار اور کپڑا پیشاب سے دھونا ایک بار [4] (ابوداؤد)

یں بھی بلا وجہ ننگا ہونا منع ہے۔ اللہ سے حیا چاہیئے۔ [4] تنہائی میں آڑ کرنا مستحب ہے اور سب کے سامنے واجب یہ امر دونوں کو شامل ہے۔ [1] یعنی شروع اسلام میں بغیر انزال صحبت کرنے سے غسل واجب نہ ہوتا تھا، اب حشفہ غائب ہوتے ہی غسل واجب ہوگا انزال ہو یا نہ ہو۔ مرقات نے فرمایا کہ اسلام میں اول صرف عقیدۂ توحید فرض ہوا پھر سورۂ مزمل والی نماز یعنی رات کی پھر پنجگانہ نماز کی فرضیت سے نماز شب کی فرضیت منسوخ ہوگئی پھر بعد ہجرت روزے اور زکوٰۃ وغیرہ فرض ہوئے [2] یعنی اگر غسل کے وقت وہاں ہاتھ پھیر لیتے تو پانی بہ جاتا یا غسل کے بعد وضو وغیرہ کے وقت ہاتھ پھیر کر پانی بہا لیتے تو بھی کافی ہوتا اب وہ جگہ دھوؤ اور نماز دوبارہ پڑھو، حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس جگہ پر صرف مسح کافی تھا، پانی بہانے کی حاجت نہیں کیونکہ غسل میں سارے جسم پر پانی بہانا فرض ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غسل کا کوئی عضو سوکھا رہ گیا ہو اور بہت دیر کے بعد پتہ لگے تو دوبارہ غسل کرنا ضروری نہیں بلکہ صرف وہ جگہ دھو دینا کافی ہے [3] یعنی معراج میں اولاً یہ احکام دیئے گئے پھر وہاں ہی منسوخ ہوگئے جیسا کہ آگے آرہا ہے ان احکام پر عمل کی نوبت نہیں آئی کیونکہ عمل سے پہلے نسخ جائز ہے [4] ظاہر یہ ہے کہ یہ تینوں نسخ معراج کی رات ہی میں ہوگئے، بعض نے فرمایا کہ شروع اسلام میں غسل اور کپڑا دھونا سات سات

بَابُ مُخَالَطَةِ الْجُنُبِ وَمَا يُبَاحُ لَهٗ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِيَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا جُنُبٌ فَاَخَذَ بِيَدِیْ فَمَشَيْتُ مَعَهٗ حَتّٰى قَعَدَ فَانْسَلَلْتُ فَاَتَيْتُ الرَّحْلَ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَهٗ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ وَلِمُسْلِمٍ مَعْنَاهُ وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهٖ فَقُلْتُ لَهٗ لَقَدْ لَقِيْتَنِیْ وَاَنَا جُنُبٌ فَكَرِهْتُ اَنْ اُجَالِسَكَ حَتّٰى اَغْتَسِلَ وَكَذَا الْبُخَارِیُّ فِیْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى ۞ وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ

جنبی سے اختلاط کا باب اور کیا چیزیں جنبی کو جائز ہیں [1] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے [2] حالانکہ میں ناپاک تھا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا [3] میں آپ کے ساتھ چلا حتی کہ آپ بیٹھ گئے میں چپکے سے نکل گیا منزل میں آیا غسل کیا پھر حاضر ہوا حالانکہ آپ تشریف فرما تھے [4] فرمایا اے ابوہریرہ کہاں تھے میں نے واقعہ عرض کیا فرمایا سبحان اللہ مومن گندہ نہیں ہوتا [5] یہ بخاری کے لفظ ہیں مسلم کی روایت میں اس کے معنی ہیں اور قُلْتُ کے بعد یہ بھی ہے کہ آپ مجھے ملے حالانکہ میں جنبی تھا میں نے بغیر غسل کئے آپ کے پاس بیٹھنا ناپسند کیا [6] بخاری کی دوسری روایت میں ایسے ہی ہے روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں

بار ساجس پر کچھ مسئلہ عمل ہوا، خیال رہے کہ امام شافعی کے نزدیک نجس کپڑا ایکبار دھونا ہی فرض ہے، جیسے وضو اور غسل میں ایکبار اعضاء دھونا فرض اور ہمارے امام صاحب کے یہاں جب کپڑے پر نجاست نظر نہ آتی ہو تو اتنا دھونا فرض ہے کہ اس کی پاکی کا گمان غالب ہو جائے اسطرح کہ تین بار دھوئے اور ہر دفعہ نچوڑے مگر صاحبین کے نزدیک بھی جو کپڑے نچوڑنے کے قابل نہ ہوں، جیسے بہت موٹی دریاں یا نہایت کمزور نازک ریشمی کپڑے ان میں بھی اس قدر پانی بہنا کافی ہوتا ہے لہٰذا یہ حدیث امام صاحب کے خلاف نہیں۔ [1] جنبی جنابت سے بنا جس کے لغوی معنی ہیں دوری اور علیحدگی، شریعت میں حدث اکبر جس سے غسل واجب ہو جنابت کہلاتا ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے انسان مسجد و نماز وغیرہ سے علیحدہ رہتا ہے، مذکر مؤنث، ایک اور چند سب کو جنب کہا جاسکتا ہے اختلاط سے مراد اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، معانقہ مصافحہ ہے۔ [2] یہ نہ فرمایا کہ میں حضور سے ملا کیونکہ آپ کا ارادہ ملنے کا نہ تھا اتفاقاً ملاقات ہوگئی آپ تو غسل کرنے جارہے تھے۔ [3] محبت اور شفقت کی بنا پر نہ کہ چلنے میں امداد لینے کے لیے جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا [4] یہ ہے صحابہ کا انتہائی ادب اس وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا کہ ناپاکی حالت میں معانقہ وغیرہ سب ممنوع ہے مگر حیا اور ادب کی وجہ سے اس وقت عرض نہ کر سکے خیال تھا کہ بعد میں مسئلہ پوچھ لونگا چونکہ اس کے ناجائز ہونے کا یقین نہ تھا، اس لئے خاموشی اختیار کی [5] یعنی جنابت نجاست حقیقیہ نہیں تاکہ جنبی سے معانقہ وغیرہ منع ہو، خیال رہے کہ کافر بھی نجس نہیں قرآن کریم میں جو مشرکوں کو نجس فرمایا گیا اس سے گندگی اعتقاد مراد ہے، اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ جنبی کا پسینہ یا جھوٹا نجس نہیں، دوسرے یہ کہ غسل جنابت میں دیر لگانا جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ جنابت کی حالت میں ضروری کام کاج کرنا جائز ہے۔

ذَکَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ جُنُبًا فَاَرَادَ اَنْ يَّاْكُلَ اَوْ يَنَامَ تَوَضَّأَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمْ اَهْلَهٗ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يَّعُوْدَ فَلْيَتَوَضَّأْ بَيْنَهُمَا وُضُوْءًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوْفُ عَلٰى نِسَآئِهٖ بِغُسْلٍ وَّاحِدٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞

کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ انہیں رات میں جنابت پہنچتی ہے [1] تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کرو عضو خاص دھو لو پھر سو جاؤ [2] (بخاری مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جنبی ہوتے اور کچھ کھانا یا سونا چاہتے تو نماز کا وضو فرمالیتے [3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے پھر دوبارہ جانا چاہے تو بیچ میں وضو کرے [4] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک غسل سے اپنی ساری بیویوں پر دورہ فرماتے تھے [5] (مسلم)

چوتھے یہ کہ جنبی سے معانقہ مصافحہ بلکہ اس کے ساتھ لیٹنا بیٹھنا جائز۔ [1] احتیاطاً یہ پوچھے ہوئے کہ شاید جنبی پر نجس حقیقی کے احکام جاری ہوں؛ [1] تو کیا اسی وقت غسل کروں یا صبح کو، وہ سمجھے یہ تھے کہ شاید فوراً غسل واجب ہے، اور کبھی فوراً غسل دشوار ہوتا ہے [2] یہ حکم استحبابی ہے کیونکہ وضو کر کے سونا سنت مستحبہ ہے بغیر وضو سونا نہ حرام ہے نہ مکروہ (مرقاۃ وغیرہ) [3] یہ بھی سنت مستحبہ ہے علماء فرماتے ہیں کہ بحالت جنابت بغیر وضو کھانا پینا رزق گھٹاتا ہے۔ [4] یہ بھی سنت مستحبہ ہے بہتر تو یہ ہے کہ ہر بار غسل کرے لیکن فقط وضو بھی جائز اور بلا وضو بھی درست۔ بیچ میں طہارت سے لذت، صحت قوت سب کچھ حاصل ہوتی ہے [5] یعنی چند بیویوں کے پاس تشریف لے جاتے اور سب کے آخر میں غسل فرماتے۔ ظاہر یہ ہے کہ درمیان میں وضو فرماتے ہوں گے۔ خیال رہے کہ حضور کی ازواج حضرت خدیجہ، عائشہ، حفصہ، ام حبیبہ، ام سلمہ، سودہ، زینب، میمونہ، ام مساکین، جویریہ، صفیہ رضی اللہ عنہن ہیں جن میں حضرت خدیجہ کی موجودگی میں کسی سے نکاح نہ فرمایا۔ خیال رہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو چالیس جنتیوں کی طاقت دی گئی اور ایک جنتی میں سو مردوں کی طاقت ہوگی لہذا حضور میں چار ہزار مردوں کی طاقت تھی۔ نیز آپ کے ذمہ بیویوں کے درمیان عدل واجب نہ تھا اپنی طرف سے عدل فرماتے تھے اسی لئے ایک شب میں تمام ازواج کے پاس تشریف لے گئے ورنہ ہم کو ایک کی باری میں دوسری کے پاس جانا درست نہیں۔ بعض نے فرمایا کہ حضور باری

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَحَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ سَنَذْكُرُهٗ فِيْ كِتَابِ الْاَطْعِمَةِ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اغْتَسَلَ بَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَفْنَةٍ فَاَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَوَضَّاَ مِنْهُ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ جُنُبًا فَقَالَ اِنَّ الْمَاءَ لَا يُجْنِبُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَهْ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ نَحْوَهٗ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْهُ عَنْ مَيْمُوْنَةَ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر الٰہی کرتے تھے[1] (مسلم) ہم ابن عباس کی حدیث انشاء اللہ کھانوں کے باب میں بیان کریں گے[2]۔ دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی نے لگن میں غسل کیا[3] حضور نے اس سے وضو کرنا چاہا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میں ناپاک تھی۔ فرمایا پانی تو ناپاک نہیں ہوتا[4] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) دارمی نے اس کی مثل اور شرح سنہ میں انہیں سے وہ حضرت میمونہ سے راوی مصابیح کے الفاظ سے

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جنابت سے غسل فرماتے

والی کی اجازت سے یہ عمل فرماتے ہوں گے مگر یہ درست نہیں (از مرقاۃ وغیرہ)۔ [1] یعنی جنابت وطہارت ہر حال میں زبان شریف سے کلمہ طیبہ اور تمام وظائف وغیرہ پڑھا کرتے تھے کیونکہ جنابت میں صرف تلاوت قرآن حرام ہے۔ لطیفہ۔ مجھ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ جنابت میں درود شریف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کی بے ادبی ہوگی، میں نے جواب دیا کہ اگر سمندر میں گندہ آدمی نہالے تو گندہ پاک ہوجاتا ہے سمندر ناپاک نہیں ہوتا حضور کا نام پاک سمندر ہے ہم گندے ہیں۔ نیز جو عورتیں حیض ونفاس کی حالت میں مرتی ہیں انہیں مرتے وقت کلمہ اور درود کی بلا شبہ اجازت ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ذکر زبانی جہری کرتے تھے جبھی تو آپ سنتی تھیں۔ خیال رہے کہ حضرت قادریہ وچشتیہ وغیرہم کے ہاں ذکر بالجہر افضل ہے ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہوسکتی ہے۔ [2] یعنی مصابیح میں وہ حدیث اسی مقام پر تھی مگر صاحب مشکوٰۃ نے اسے مناسبت کی وجہ سے وہاں ذکر کیا۔ جس میں فرمایا گیا کہ حضور نے بغیر وضو کئے کھانا ملاحظہ فرمالیا۔ [3] وہ بیوی حضرت میمونہ تھیں اور لگن میں غسل کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس سے پانی لے کر غسل کیا نہ کہ اس میں بیٹھ کر یعنی بقیہ پانی حضرت میمونہ کا فضالہ تھا غسالہ نہ تھا۔ [4] یعنی عورت کے فضالے سے مرد وضو وغسل کرسکتا ہے۔ خیال رہے کہ تیسری فصل میں اس سے ممانعت بھی آرہی ہے مگر وہ ممانعت بیان کراہت کیلئے ہے اور یہ حدیث بیان جواز کے لیے یعنی عورت کے فضالے سے مرد کا وضو یا غسل کرنا بہتر

مِنَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ يَسْتَدْفِئُ بِي قَبْلَ اَنْ اَغْتَسِلَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ وَفِي شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيحِ ❊ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ فَيُقْرِئُنَا الْقُرْاٰنَ وَيَاْكُلُ مَعَنَا اللَّحْمَ وَلَمْ يَكُنْ يَحْجُبُهُ اَوْ يَحْجُزُهُ عَنِ الْقُرْاٰنِ شَيْءٌ لَيْسَ الْجَنَابَةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ ❊ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْرَءُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ❊ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَاِنِّيْ لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ❊ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

پھر میرے غسل سے پہلے مجھ سے گرمی حاصل کرتے لہ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے اس کی مثل روایت کی اور شرح سنہ میں مصابیح کے الفاظ میں۔ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پاخانہ سے آتے تو ہمیں قرآن پڑھاتے اور ہمارے ساتھ گوشت کھاتے تھے ؎ جنابت کے سوا حضور کو قرآن سے کوئی چیز نہ روکتی تھی ؎ (ابوداؤد، نسائی) ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کی۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حائضہ اور جنبی قرآن سے کچھ نہ پڑھیں ؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان گھروں کو مسجد سے پھیر دو ؎ کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے لیئے مسجد کو حلال نہیں کرتا ؎ ابوداؤد۔ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

نہیں لیکن اگر کرے تو جائز ہے۔ ؎ اس طرح کہ میرے ساتھ بستر میں لیٹ جاتے اور بغیر کپڑے وغیرہ کی آڑ کے اپنا جسم پاک مجھ سے مس فرماتے اس سے معلوم ہوا کہ جنبی کا جسم پاک ہے اور اس سے معانقہ جائز۔ ؎ یعنی پاخانہ سے تشریف لاکر بغیر وضو کئے اور ہاتھ دھوئے کلی کئے قرآن کی تلاوت بھی فرما لیتے اور کھانا بھی کھا لیتے معلوم ہوا کہ بغیر وضو تلاوت بھی جائز ہے اور کھانا پینا بھی درست اگرچہ مستحب یہ ہے کہ ہاتھ دھو کر کھایا جائے یہ عمل شریف بیان جواز کیلئے ہے ؎ یعنی حدث اکبر ہی تلاوت قرآن سے مانع ہے حدث اصغر یعنی بغیر وضو قرآن چھونا ممنوع ہے۔ تلاوت جائز ہے خیال رہے کہ جنبی کو تلاوت قرآن ممنوع ہے لیکن قرآنی دعائیں بہ نیت دعا پڑھ سکتے ہیں، اس کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھو۔ ؎ یہاں شئی سے مراد پوری آیت ہے اور حائضہ کے حکم میں نفاس والی عورت بھی داخل ہے یعنی حائضہ، نفاس والی، جنبی قرآن کریم کی پوری آیت تلاوت نہ کرے یہی احناف کا مذہب ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آیت کم کی بھی تلاوت انہیں جائز نہیں ایک دو لفظ پڑھ دینا جائز ہے۔ ؎ اولاً بعض صحابہ کے گھر کے دروازے مسجد نبوی شریف میں تھے جنکی وجہ سے گھروں میں آنا جانا مسجد سے ہی ہوتا تھا

وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَّلَا كَلْبٌ وَّلَا جُنُبٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَآئِيُّ ۞ وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا تَقْرَبُهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ جِيْفَةُ الْكَافِرِ وَالْمُتَضَمِّخُ بِالْخَلُوْقِ وَالْجُنُبُ اِلَّا اَنْ يَّتَوَضَّاَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنَّ فِي

کہ اس گھر میں فرشتے نہیں آتے جس میں تصویر ہو اور نہ اس میں جس میں کتا اور جنبی ہو۱ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عمار ابن یاسر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن کے قریب بھی فرشتے نہیں آتے کافر مردار خلوق سے لتھڑا ہوا اور جنبی مگر یہ کہ وضو کرے۲ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن ابی بکر ابن محمد ابن عمر ابن حزم سے۳ کہ وہ خط جو

حکم دیا کہ ان گھروں کے دروازے اور طرف نکالو یہ موجودہ دروازے بند کردو۔ لہ یعنی اگر دروازے مسجد میں رہے تو جنبی، حائضہ، نفسا مسجد سے گزریں گے حالانکہ انہیں مسجد میں بیٹھنا بھی حرام ہے یہی امام اعظم کا مذہب ہے، امام شافعی وغیرہم کے ہاں مسجد سے گزرنا جائز ہے وہاں ٹھہرنا حرام ہے یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے قرآن کریم میں جو ارشاد ہوا وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ وہاں عابری سبیل سے مراد مسافر ہے یعنی جنابت کی حالت میں بغیر غسل نماز کے قریب نہ جاؤں اگر مسافر ہو اور پانی نہ پاؤ تو تیمم کرکے نماز پڑھ لو وہاں مسجد سے گزرنا مراد نہیں۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں دوسرے یہ کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو مالک احکام بنایا ہے فرماتے ہیں۔ میں حلال نہیں کرتا معلوم ہوا کہ حلال و حرام حضور کرتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ۞

۱؎ یہاں فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں، تصویر سے مراد جاندار کی تصویر ہے جو بلا ضرورت حرمت و عزت سے رکھی جائے اور کتے سے مراد بلا ضرورت محض شوقیہ طور پر پالا ہوا کتا ہے۔ جنبی سے مراد وہ شخص ہے جو بلا ضرورت شرعیہ بے غسل رہا کرے لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ کبھی روپیہ پیسہ میں فوٹو ہوتے ہیں جو ہر گھر میں رہتے ہیں نہ یہ کہ کھیتی یا گھر بار کی حفاظت یا شکار کے لیے کتا پالنا جائز ہے نہ یہ کہ رات کا جنبی وضو کرکے رات گزار سکتا ہے نہ یہ کہ اگر ان گھروں میں فرشتے نہیں آتے تو ان لوگوں کی حفاظت یا نامۂ اعمال کی تحریر کون کرتا ہے یا ان کی جان کون نکالے گا۔ ۲؎ یہاں بھی فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں کافر مردار سے کافر کا جسم مراد ہے زندہ ہو یا مردہ یعنی کفار کے پاس رحمت کے فرشتے نہیں آتے اسی لیے کفار کے مجمع میں نماز نہ پڑھے کفار کو نماز استسقاء کیلیے ساتھ نہ لیجائے خلوق اس خوشبو کا نام ہے جس میں زعفران وغیرہ ہوتے ہیں اس کا رنگ ظاہر ہوتا ہے مردوں کو صرف ایسی خوشبو لگانی چاہیے جو خوشبو دے رنگ نہ دے یہاں مردوں کے لئے ممانعت مقصود ہے عورتیں اس حکم سے علیحدہ ہیں (مرقاۃ وغیرہ) یونہی جنبی سے مراد وہ جنبی ہے جو ناپاک رہنے کا عادی ہو نماز کے اوقات میں گنوا دے لہذا حدیث بالکل واضح ہے۔ دوسری احادیث سے متعارض نہیں اس سے معلوم ہوا کہ رات میں جنبی ہو تو اگر یوں ہی بغیر وضو کئے سو جائے تو رحمت کے فرشتے نہ آئیں گے وضو کرکے سونا چاہیئے ۳؎ آپ خود آپ کے والد اور دادا اور تمام تابعین میں سے ہیں۔ آپ مدینہ منورہ کے بڑے عالم متقی تابعی ہیں۔ انس بن مالک اور عروہ ابن زبیر وغیرہ صحابہ سے احادیث لیں ستر سال عمر پائی۔ ۱۳۵ھ؁ میں وفات ہوئی۔

الْكِتَابِ الَّذِي كَتَبَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنْ لَا يَمَسَّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا طَاهِرٌ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالدَّارَقُطْنِيُّ ۞ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِي حَاجَةٍ فَقَضَى ابْنُ عُمَرَ حَاجَتَهُ وَكَانَ مِنْ حَدِيثِهِ يَوْمَئِذٍ اَنْ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ فِي سِكَّةٍ مِنَ السِّكَكِ فَلَقِيَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ خَرَجَ مِنْ غَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى اِذَا كَادَ الرَّجُلُ اَنْ يَتَوَارَى فِي السِّكَّةِ ضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ عَلَى الْحَائِطِ وَمَسَحَ بِهِمَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن حزم کو لکھا [۱] اس میں یہ تھا کہ قرآن کو صرف پاک آدمی ہی چھوئے [۲] مالک (اور) دارقطنی سے روایت ہے حضرت نافع سے [۳] فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ کسی کام میں گیا حضرت ابن عمر نے اپنی حاجت پوری کرلی [۴] اور آپ کی اس دن کی حدیث یہ تھی کہ فرمایا ایک آدمی گلیوں میں سے کسی گلی میں گزرا حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی ملاقات ہوگئی [۵] حالانکہ آپ پاخانے یا پیشاب سے آئے تھے [۶] اس نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا حتی کہ وہ شخص جب گلی میں چھپ جانے کے قریب ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے جن سے اپنے چہرے کا مسح کیا

آپ کے دادا محمد ابن عمرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں سنہ ۱۰ھ میں مقام نجران میں پیدا ہوئے۔ ۵۲ سال عمر پائی، حرہ کی جنگ میں شہید ہوئے (سنہ ۶۳ھ میں)

[۱] حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو ابن حزم انصاری کو یمن کے ایک علاقہ کا حاکم بنا کر بھیجا تب انہیں ایک فرمان نامہ لکھ کر عطا فرمایا جس میں فرائض سنتیں صدقات وغیرہ تحریر تھے۔ اس کا یہاں ذکر ہے۔ [۲] یعنی اس فرمان نامہ میں دوسرے احکام کے علاوہ یہ حکم بھی تھا۔ کہ قرآن کریم صاف پاک آدمی ہی چھوئے نہ تو اسے بے وضو ہاتھ لگائے۔ نہ جنبی نہ حائضہ و نفساء، خیال رہے کہ بلا حائل قرآن چھونا ان تمام کو حرام ہے ہاں جزدان یا کسی کپڑے کے ساتھ چھونا جائز ہے جیسے کہ کتب فقہ میں مصرح ہے قرآن کریم فرماتا ہے لَا يَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ [۳] پہلے بتایا جاچکا ہے کہ حضرت نافع سیدنا عبداللہ ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں، تابعین میں سے ہیں مدینہ منورہ کے رہنے والے سنہ ۱۱۷ھ میں وفات پائی بڑے عالم متقی تھے [۴] ظاہر یہ ہے کہ یہاں حاجت سے مراد کوئی ضروری کام ہے نہ کہ استنجا، جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا یعنی آپ کسی کام کے لیے گئے میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔

[۵] یعنی اتفاقاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوگئی، اس وقت ملاقات کا ارادہ نہ تھا [۶] ظاہر یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیشاب یا پاخانہ سے بالکل فارغ ہوکر تشریف لائے تھے یعنی ڈھیلے پانی کا استنجا بھی کرچکے تھے، کیونکہ عادت کریمہ یہ نہیں تھی کہ پیشاب یا پاخانہ کے بعد ڈھیلے سے استنجا کرتے ہوئے بازاروں یا گلیوں میں چلیں۔ بلکہ خاص موقعہ پر ہی خشک کرلیتے تھے کہ اس طرح چلنا مروت کے خلاف ہے۔

وَجْهَهٗ ثُمَّ ضَرَبَ ضَرْبَةً اُخْرٰى فَمَسَحَ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ وَقَالَ اِنَّهٗ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرُدَّ عَلَيْكَ السَّلَامَ اِلَّا اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ عَلٰى طُهْرٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ○ وَعَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذٍ اَنَّهٗ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُوْلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى تَوَضَّاَ ثُمَّ اعْتَذَرَ اِلَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ كَرِهْتُ اَنْ اَذْكُرَ اللّٰهَ اِلَّا عَلٰى طُهْرٍ

پھر دوبارہ ہاتھ مارے اور اپنے ہاتھوں پر پھیرے پھر اس شخص کا جواب دیا[۱] اور فرمایا کہ مجھے تمہارے جواب دینے میں رکاوٹ صرف یہ تھی کہ میں پاک نہ تھا[۲] ابوداؤد روایت ہے حضرت مہاجر ابن قنفذ سے[۳] کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ پیشاب کررہے تھے[۴] انہوں نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا حتی کہ وضو کرلیا۔ پھر ان سے معذرت کی اور فرمایا کہ میں نے یہ پسند نہ کیا کہ بغیر پاکی کے اللہ کا ذکر کروں[۵]

[۱] جب اس شخص نے سلام کیا تو کوئی لائق تیمم دیوار سامنے موجود نہ تھی۔ اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس دیوار تک پہنچے اتنے میں وہ شخص گلی کے کنارے پر پہنچ گیا، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ فوراً ہی تیمم کیوں نہ کرلیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کچی دیوار پر تیمم جائز ہے یہی احناف کا مذہب ہے تیمم کے لئے صرف ریت یا خشک مٹی ضروری نہیں۔ [۲] یعنی میں اس وقت بے وضو تھا اور جواب میں کہنا ہوتا ہے وعلیکم السّلام اسلام اللہ تعالٰی کا نام بھی ہے اگرچہ یہاں وہ معنی مراد نہیں پھر بھی اس لفظ کا احترام کرتے ہوئے میں نے بغیر وضو یہ لفظ بولنا مناسب نہ سمجھا۔ حضرت شیخ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص انوار الٰہیہ کی تجلی ہورہی تھی جسکا اثر یہ تھا کہ آپ نے بغیر طہارت اسلام کا لفظ بھی منہ سے نکالا، یہ خصوصی حکم ہے لہذا اس حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاخانے سے آکر قرآن پڑھاتے تھے، دعائیں پڑھتے تھے، وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھتے تھے اور یہاں بغیر وضو سلام کا لفظ بھی نہیں بولتے کہ وہ عام حکم شرعی تھا اور یہ حکم خصوصی، شریعت و طریقت، فتوی و تقوی میں فرق ہے نہ یہ اعتراض ہے کہ پانی کے ہوتے ہوئے تیمم درست نہیں ہوتا پھر حضور نے یہاں تیمم کیوں کیا، اس تیمم سے نماز وغیرہ نہ پڑھی صرف جواب سلام دیا نماز جنازہ جاری ہو تو پانی کے ہوتے تیمم جائز ہے مگر اس سے دوسری نماز نہیں پڑھ سکتے، یہاں بھی جواب کا وقت جارہا تھا آدمی چھپا جارہا تھا، اس لیے یہ عمل فرمایا، غرضکہ یہ حدیث بے غبار ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جواب سلام میں دیر لگانا ضرورۃً جائز ہے۔ اور اس دیر لگ جانے پر معذرت کردینا سنّت ہے۔ تاکہ اسکو رنج نہ ہو [۳] آپکا نام خلف ابن عمیر ہے۔ لقب مہاجر کیونکہ حضور نے ان سے فرمایا کہ تم سچے مہاجر ہو، آپ قرشی ہیں، تمیمی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے بصرہ میں قیام رہا، وہاں ہی وفات ہوئی [۴] پیشاب یا پاخانہ کرنیوالے پر سلام کرنا منع ہے۔ اور اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں، لیکن اگر قضائے حاجت کے بعد جواب دے دیا جائے تو جائز ہے اس حدیث میں اسی کا ذکر ہے چونکہ ان صحابی کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا اسی لئے انہوں نے اس حالت میں سلام کیا [۵] اس کی پوری بحث اوپر گزر گئی یہاں یہ ہے کہ حضور نے وضو کرکے جواب دیا کیونکہ یہاں سلام کرنے والے کہیں جا نہ رہے تھے، بلکہ حضور کے پاس ہی تھے۔ اس لئے جواب کی جلدی نہ تھی وضو کیا۔ پھر جواب دیا وہاں سلام والا جارہا تھا۔ لہذا فرق ہوگیا۔

رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَی النَّسَائِیُّ اِلٰی قَوْلِهٖ تَوَضَّأَ وَقَالَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ رَدَّ عَلَیْهِ ؛
اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ؛ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُجْنِبُ ثُمَّ یَنَامُ ثُمَّ یَنْتَبِهُ ثُمَّ یَنَامُ رَوَاهُ اَحْمَدُ ؛ وَعَنْ شُعْبَةَ قَالَ
اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ یُفْرِغُ بِیَدِهِ الْیُمْنٰی
عَلٰی یَدِهِ الْیُسْرٰی سَبْعَ مِرَارٍ ثُمَّ یَغْسِلُ فَرْجَهٗ فَنَسِیَ مَرَّةً كَمْ اَفْرَغَ فَسَاَلَنِیْ فَقُلْتُ
لَا اَدْرِیْ فَقَالَ لَا اُمَّ لَكَ وَمَا یَمْنَعُكَ اَنْ تَدْرِیَ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ
یُفِیْضُ عَلٰی جِلْدِهِ الْمَآءَ ثُمَّ یَقُوْلُ هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
یَتَطَهَّرُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؛ وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَاقَ

(ابوداؤد) اور نسائی نے حتی توضأ تک روایت کی اور فرمایا کہ جب وضو کر لیا تو اس کا جواب دیا تیسری فصل۔ روایت
ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنبی ہوتے پھر سو جاتے پھر
جاگتے ؎۱ پھر سو جاتے (احمد) روایت ہے حضرت شعبہ سے ؎۲ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہ جب ناپاکی سے غسل کرتے تو داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر سات بار پانی ڈالتے ؎۳ پھر استنجا کرتے
ایک دفعہ بھول گئے کہ کتنی بار پانی ڈالا ہے مجھ سے پوچھا کہ میں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم فرمایا تمہاری ماں نہ رہے ؎۴ تمہیں کس چیز
نے جاننے سے روکا پھر نماز کا سا وضو کرتے پھر اپنے جسم پر پانی بہاتے پھر فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہی
طہارت فرماتے تھے ؎۵ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابورافع سے ؎۶ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

؎۱ یعنی بحالت جنابت اولاً وضو کر کے سو جاتے پھر جاگتے پھر دوبارہ سونے کیلئے وضو نہ کرتے پہلا وضو کافی ہوتا کیونکہ حضور کی نیند وضو نہیں توڑتی۔ فقہاء
فرماتے ہیں کہ ہم کو بھی یہ درست ہے کہ اولاً وضو کر کے سو جائیں پھر اگر جاگ جائیں تو سونے کیلئے دوبارہ وضو کی ضرورت نہیں پہلا وضو ہی کافی ہے (اشعۃ
اللمعات) ؎۲ آپ شعبہ ابن دینار ہیں، سیدنا عبداللہ ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں، امام نسائی فرماتے ہیں کہ شعبہ ضعیف ہیں دیگر محدثین ان کی
توثیق کرتے ہیں۔ ؎۳ کیونکہ ہاتھ میں نجاست لگی ہوئی تھی۔ اور شروع اسلام میں نجاست سات بار دھوئی جاتی تھی۔ پھر سات کا حکم منسوخ ہو گیا استحباب
بھی باقی ہے (از مرقات) لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں تین بار ہاتھ دھونے کا ذکر ہے ہو سکتا ہے کہ آپ یہ عمل کبھی کرتے
ہوں نہ کہ ہمیشہ ؎۴ ماں نہ رہے پیار میں بھی بولتے ہیں اور عتاب میں بھی۔ یہاں دونوں احتمال ہیں۔ مولیٰ اور استاد کو حق ہے کہ بلا وجہ بھی
عتاب کردے۔ ؎۵ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شاگرد کو اپنے استاد کے ہر حال کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ بوقت ضرورت استاد کو بھی بتا سکے اور لوگوں
تک بھی پہنچا سکے یہاں ہاتھ دھونے کی گنتی مراد ہے۔ ؎۶ کبھی کبھی یا سات کا حکم منسوخ ہونے سے پہلے یا اس وقت جبکہ نجاست سخت ہو کر

ذَاتَ يَوْمٍ عَلٰى نِسَائِهٖ يَغْتَسِلُ عِنْدَ هٰذِهٖ وَعِنْدَ هٰذِهٖ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَجْعَلُهٗ غُسْلًا وَّاحِدًا اٰخِرًا قَالَ هٰذَا اَزْكٰى وَاَطْيَبُ وَاَطْهَرُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَعَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَوَضَّاَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طُهُوْرِ الْمَرْاَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَزَادَ وَقَالَ بِسُوْرِهَا وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔ وَعَنْ حُمَيْدِ الْحِمْيَرِيِّ قَالَ لَقِيْتُ رَجُلًا صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ سِنِيْنَ كَمَا صَحِبَهٗ اَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ

اپنی بیویوں پر دورہ فرمایا ان کے پاس بھی غسل کیا اور ان کے پاس بھی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ آخر میں ایک ہی غسل کیوں نہیں کرلیتے فرمایا کہ یہ خوب پسندیدہ اور بہت صاف ہے [1] (احمد و ابوداؤد) روایت ہے حضرت حکم ابن عمرو سے [2] فرماتے ہیں کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ مرد عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے [3] (ابوداؤد، ابن ماجہ) اور ترمذی نے ان دونوں [4] زیادہ کیا فرمایا عورت کے جوٹھے سے اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ روایت ہے حمید حمیری سے [5] فرماتے ہیں کہ میں اس شخص سے ملا جو حضرت ابوہریرہ کی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں چار سال رہے [6] فرمایا

بغیر ساتھ جانے کے نہ چھوٹے۔ [7] آپ کا نام اسلم ہے کنیت ابورافع قبطی ہیں، حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ بدر کے سوا تمام غزوات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہے۔ حضرت عباس کے اسلام لانے کی خبر حضور کو انہی نے پہنچائی اور اسی خوشی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں آزاد کیا۔ ان کے باقی حالات پہلے گزر چکے ہیں۔

[1] چونکہ ہر دفعہ غسل کے لئے ابورافع ہی پانی لاتے ہوں گے اس لئے انہیں اندازے سے پتہ لگا کہ آپ ہر بار غسل جنابت فرما رہے ہیں۔ تب یہ سوال کیا اس قسم کے اظہار میں اور مسئلہ پوچھنے میں نہ عقلاً کوئی مضائقہ ہے نہ شرعاً۔ حضور کے ہر فعل شریف سے مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر چند بار صحبت کی جائے تو ہر دفعہ نہانا سنت ہے۔ باقی بحث اسی باب میں پہلے گزر چکی [2] آپ صحابی ہیں غفاری ہیں بصرہ میں قیام رہا زیاد نے پہلے آپ کو بصرہ کا پھر خراسان کا حاکم بنایا، ۵۰ھ مقام مرو میں آپ کا انتقال ہوا۔ [3] یہ ممانعت تنزیہی ہے یعنی عورت کے غسل یا وضو سے بچے ہوئے پانی سے مرد کا غسل یا وضو کرنا بہتر نہیں، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور نے ایک بار اپنی بعض ازواج کے بچے ہوئے پانی سے وضو کیا اور فرمایا کہ پانی جنب نہیں ہوتا کیونکہ وہ حدیث بیان جواز کیلئے ہے۔ اور یہ بیان استحباب کیلئے ہے [4] آپ حمید ابن عبدالرحمن ہیں بصرہ کے باشندے قبیلہ حمیر سے ہیں جلیل القدر تابعی ہیں اپنے زمانہ میں بڑے عالم تھے [5] وہ صحابی یا حکم ابن عمرو ہیں یا عبداللہ ابن سرجس اور یا عبداللہ ابن مغفل ان حضرات کا نام

نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَغْتَسِلَ الْمَرْاَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ اَوْ يَغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْاَةِ زَادَ مُسَدَّدٌ وَلْيَغْتَرِفَا جَمِيْعًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ اَحْمَدُ فِيْ اَوَّلِهٖ نَهَى اَنْ يَّمْتَشِطَ اَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ اَوْ يَبُوْلَ فِيْ مُغْتَسَلِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسٍ ۞ بَابُ اَحْكَامِ الْمِيَاهِ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَآءِ الدَّآئِمِ الَّذِيْ لَا يَجْرِيْ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ

منع کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے کہ عورت مرد کے بچے ہوئے سے غسل کرے یا مرد عورت کے بچے ہوئے سے غسل کرے اور مسدد نے یہ بڑھایا کہ دونوں ایک ساتھ چلو لیں ۳؎ اسے ابوداؤد و نسائی نے روایت کیا اور احمد نے اس کے اول میں یہ بھی زیادتی کی کہ حضور نے منع فرمایا اس سے کہ ہم میں سے کوئی روزانہ کنگھی کرے یا غسل خانہ میں پیشاب کرے ۴؎ اسے ابن ماجہ نے عبداللہ ابن سرجس سے روایت کیا۔ پانیوں کے احکام کا باب ۵؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی ٹھہرے پانی میں جو بہتا نہ ہو ہرگز پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں غسل کریگا ۶؎ مسلم بخاری اور

صحابہ عادل ہیں، اس لئے صحابی کا نام نہ معلوم ہونا مضر نہیں۔ ۲؎ یہ ممانعت نہی تنزیہی ہے یعنی ایسا کرنا بہتر نہیں اگر کرے تو حرج بھی نہیں ۳؎ آپ کا نام مسدد دال کے فتح سے ابن مسرہد ہے تبع تابعین میں ہیں۔ البصرہ کے باشندے ہیں ۲۲۸ھ میں وفات ہوئی ۴؎ یعنی اگر عورت و مرد ایک برتن سے وضو یا غسل کریں تو آگے پیچھے چلو نہ لیں بلکہ ایک ساتھ لیں تاکہ ان میں سے کوئی دوسرے کے فضلہ سے طہارت نہ کرے اگرچہ آئندہ چلوؤں میں فضلے سے ہی طہارت ہوگی مگر یہ معاف ہے ۵؎ غسل خانہ میں پیشاب کرنا وسوسہ کی بیماری پیدا کرتا ہے۔ خصوصاً جبکہ پانی نکلنے کی کوئی نالی وغیرہ نہ ہو اور روزانہ بال کاڑھنے مانگ نکالنے میں غفلت پیدا ہوتی ہے یہ کام کبھی کبھی کرنا سنت ہے بال پراگندہ رکھنا بھی ٹھیک نہیں۔ ۵؎ چونکہ پانی بہت سی قسم کے ہیں بارش کا پانی چشمے کوئیں، تالاب وغیرہ کا پانی، جاری اور غیر جاری، مستعمل اور غیر مستعمل، حیوانات کا جھوٹا اور دھوپ وغیرہ سے گرم شدہ پانی اور ان پانیوں کے احکام جداگانہ ہیں اس لئے میاہ بھی جمع لائے اور احکام بھی ۶؎ یعنی ٹھہرے ہوئے تھوڑے پانی میں پیشاب کرنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ اس سے پانی نجس ہو کر غسل و وضو وغیرہ کے قابل نہ رہے گا جس سے اسے بھی تکلیف ہوگی اور دوسروں کو بھی اور بہت سے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا مناسب نہیں کہ اگرچہ وہ ناپاک تو نہ ہوگا لیکن اس کے پینے یا وضو کرنے سے دل کراہت کرے گا۔ پہلی صورت میں ممانعت تحریمی ہے اور دوسری صورت میں تنزیہی، یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے۔ کہ تھوڑا پانی نجاست پڑنے سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ اگر ناپاک نہ ہوتا تو یہ ممانعت اس تاکید سے نہ فرمائی جاتی۔ اس کی تحقیق ان شاء اللہ تعالٰی آگے آئے گی

رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ لَا يَغْتَسِلُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ قَالُوْا كَيْفَ يَفْعَلُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَتَنَاوَلُهُ تَنَاوُلًا ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِيْ وَجِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِيْ وَدَعَا لِيْ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِهٖ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ إِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا تم میں سے کوئی جنابت کی حالت میں ٹھہرے پانی میں غسل نہ کرے لوگوں نے کہا کہ اے ابوہریرہ پھر کیا کرے فرمایا اس میں سے لے لے [1] روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ٹھہرے پانی میں پیشاب کیا جائے [2] (مسلم) روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے [3] فرمایا مجھے میری خالہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے گئیں عرض کیا یارسول اللہ میرا بھانجا بیمار ہے آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیئے دعائے برکت کی [4] پھر وضو فرمایا میں نے وضو کا پانی پیا [5] پھر میں آپ کے پس پشت کھڑا ہوا تو میں نے مہر نبوت دیکھی جو آپ کے کندھوں کے درمیان مسہری کی گھنڈی کی طرح تھی [6]

[1] یعنی چھوٹے حوض یا گڑھے میں جو پانی بھرا ہو جنبی اس میں گھس کر نہ نہائے بلکہ چلوؤں، لپوں یا برتن سے لے کر الگ نہائے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تھوڑا پانی جنبی کے گھس جانے سے ماء مستعمل بن جاتا ہے لہذا جنبی یا بے وضو اگر کنوئیں میں گھسا تو پانی مستعمل ہو گیا، دوسرے یہ کہ ناپاک آدمی بوقت ضرورت ناند یا چھوٹے حوض میں سے چلو یا کپ بھر سکتا ہے اس سے پانی مستعمل نہ ہوگا [2] ٹھہرا پانی خواہ دو قلے ہوں یا اس سے کم دہ در دہ اس میں پیشاب پاخانہ ممنوع ہے بلکہ اس میں تھوک و رینٹ ڈالنا بھی برا، فقہاء فرماتے ہیں کہ رات کو ٹھہرے پانی میں پیشاب ہرگز نہ کرے کہ اس وقت وہاں جنات رہتے ہیں تکلیف پہنچائیں گے ہاں تالاب وغیرہ کا یہ حکم نہیں تالاب وہ ہے کہ اگر اس کے ایک کنارے سے پانی ہلایا جائے تو دوسرے کنارے کا پانی نہ ہلے یعنی سو ہاتھ کی سطح والا پانی اسی کو آب کثیر بھی کہتے ہیں اس سے کم پانی قلیل کہلاتا ہے۔ [3] آپ ازدی ہیں خذلی سنہ ۲ ھ میں پیدا ہوئے اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے اس وقت سات سال کے تھے نو عمر صحابی ہیں، عہد فاروقی میں بازار مدینہ کے حاکم تھے۔ [4] غالبًا آپ کے سر میں درد ہی تھا جو حضور کے ہاتھ مبارک کی برکت سے جاتا رہا اس ہاتھ کی برکت یہ ہوئی کہ حضرت سائب کی عمر سو سال ہوئی لیکن نہ کوئی بال سفید ہوا اور نہ دانت گرا (مرقاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ بیماروں کو بزرگوں کے پاس دم درود کے لیے لے جانا اور بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ پھیرنا سنت سے ثابت ہے [5] غسالہ شریف (بچا ہوا پانی) یا غسالہ (دھوون شریف) اور دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں صحابہ کرام اس غسالہ شریف کو حاصل کرنے کیلئے لڑتے تھے خیال رہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وضو یا غسل کا غسالہ نجس ہے مگر ہمارا غسالہ نہ کہ حضور کا، وہ تو تبرک اور نور ہے حتی کہ حضور کے فضلات شریف امت کیلئے پاک

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ؛ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَآءِ یَکُوْنُ فِی الْفَلَاۃِ مِنَ الْاَرْضِ وَمَا یَنُوْبُہٗ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسِّبَاعِ فَقَالَ اِذَا کَانَ الْمَآءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلِ الْخَبَثَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَفِیْ اُخْرٰی لِاَبِیْ دَاوٗدَ فَاِنَّہٗ لَایَنْجُسُ؛ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ

(مسلم بخاری) دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پانی کے بارے میں پوچھا گیا جو میدانی زمین میں ہو اور اس پر چوپائے اور درندے آتے ہوں فرمایا جب پانی دو قلے ہو تو گندگی کو نہیں اٹھاتا۔ احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، دارمی، ابن ماجہ، ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے کہ وہ نجس نہیں ہوتا۔ روایت ہے حضرت ابوسعید

ہیں مرقاۃ و اشعۃ اللمعات مہر نبوت حضور کی گردن کے نیچے دو کندھوں کے درمیان ایک پارہ گوشت تھا جس پر کچھ تل تھے، کبوتری کے انڈے یا مسہری کی گھنڈی کے برابر پارہ گوشت نہایت چمکیلا اور نورانی تھا تل سیاہ آس پاس بال، ان کے اجتماع سے یہ جگہ نہایت بھلی معلوم ہوتی تھی نیچے سے دیکھو تو پڑھنے میں آتا تھا اَللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ اوپر سے دیکھو تو پڑھا جاتا تھا تَوَجَّہْ حَیْثُ کُنْتَ فَاِنَّکَ مَنْصُوْرٌ اسے مہر نبوت اسلیے کہتے تھے کہ گزشتہ آسمانی کتب میں اس مہر کو حضور کی خاتم النبیین ہونے کی علامت قرار دیا گیا تھا، وفات کے وقت یہ مہر شریف غائب ہو گئی تھی، اس میں اختلاف ہے کہ بوقت ولادت موجود تھی یا نہیں، بعض نے فرمایا کہ شق صدر کے بعد فرشتوں نے جو ٹانکے لگائے تھے ان سے یہ مہر پیدا ہو گئی تھی، صحیح یہ ہے کہ بوقت ولادت اصل مہر موجود تھی مگر اسکا ابھار ان ٹانکوں کے بعد ہوا، انشاء اللہ اس کی زیادہ تحقیق آخر کتاب میں حضور کے فضائل کے بیان میں کی جائیگی۔

لہ یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل ہے کہ دو مشکے پانی گندگی پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا، مشکوں سے ہجر کے مشکے مراد لیتے ہیں جو ڈھائی مشک کا ہوتا ہے اور شرعًا پچاس من کا، اور افضل بھی یہی کہتے ہیں، ہمارے امام اعظم اس حدیث پر چند طرح گفتگو فرماتے ہیں۔ ایک یہ کہ حدیث صحیح نہیں حتی کہ امام بخاری کے استاد علی ابن مدینی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضور سے ثابت نہیں، دوسرے یہ کہ حدیث اجماع صحابہ کے خلاف ہے کہ ایکبار چاہ زمزم میں ایک حبشی گر کر مر گیا تو حضرت ابن عباس و ابن زبیر نے تمام صحابہ کی موجودگی میں کنواں پاک کرنے کا حکم دیا کسی نے انکار نہ کیا حالانکہ چاہ زمزم میں ہزار ہا قلے پانی تھا، تیسرے یہ کہ لفظ قلہ مشترک ہے جس کے بہت معانی ہیں، چنانچہ پہاڑ کی چوٹی، اونٹ کا کوہان سر کی کھوپڑی بڑے مشکے سب کو قلہ کہا جاتا ہے پھر مشکے کی مقدار حدیث میں معین نہیں، اتنے اجمال کے ہوتے ہوئے اس حدیث پر عمل کیونکر کیا جاتا ہے۔ چوتھے یہ کہ یہ حدیث امام شافعی کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر قلتین میں اتنی گندگی گر جائے جس سے پانی کی بو مزہ یا رنگ بدل جائے تو پانی نجس ہو جاتا ہے مگر اس حدیث کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نجس نہیں ہوتا، پانچواں یہ کہ یہ حدیث اس معنی سے دوسری احادیث صحیحہ کے سخت خلاف ہوگی، حضور نے فرمایا کہ ٹھہرے پانی میں پیشاب نہ کرو نیز ارشاد فرمایا کہ جب کتا پانی کے برتن میں منہ ڈالدے تو پانی ناپاک اور برتن بھی پلید ہوگیا۔ ان دونوں حدیثوں میں قلتین کا استثناء نہیں کیا گیا۔ چھٹے یہ کہ لَمْ یَحْمِلْ کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ قلتین میں پانی نجاست کے

الْخُدْرِيِّ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِيَ بِئْرٌ يُلْقٰى فِيْهِ
الْحِيَضُ وَلُحُوْمُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَآءَ
طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ
قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ وَ
نَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيْلَ فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهٖ عَطِشْنَا أَفَنَتَوَضَّأُ بِمَآءِ الْبَحْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

خدری سے فرماتے ہیں عرض کیا گیا یارسول اللہ کیا ہم بضاعہ کنوئیں سے وضو کریں ۱ وہ ایسا کنواں تھا جس میں حیض کے
لتے کتوں کے گوشت اور گندگیاں ڈالے جاتے تھے ۲ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پانی پاک ہے ۳ اسے
کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی ۴ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرمایا ایک شخص نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا عرض کیا یارسول اللہ ہم سمندر میں سوار ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا پانی
لے جاتے ہیں اگر اس سے وضو کرلیں تو پیاسے رہ جائیں تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کیا کریں ۱ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

برداشت نہیں کرتا یعنی نجس ہوجاتا ہے، رب فرماتا ہے۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا عرف میں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص صدمہ نہیں
اٹھا سکتا۔ ساتویں یہ کہ اس حدیث کے معنے یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ جب جاری پانی کو دو انسانوں کے قد کے برابر بہنے کا موقع مل جائے تو گندگی پڑنے سے
ناپاک نہیں ہوگا وہ ماء جاری ہے اس کی طرح کہ ایک گڑھے سے پانی آرہا ہے دوسرے میں گر رہا ہے دونوں گڑھوں کے درمیان دو قد یعنی قریباً
دس فٹ کا فاصلہ ہے تو چونکہ یہ پانی جاری ہے لہذا گندگی سے ناپاک نہ ہوگا اس صورت میں حدیث پر کوئی اعتراض نہ پڑے گا لہذا مذہب امام اعظم رحمہ
نہایت قوی ہے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ ۱ یہ کنواں مدینہ منورہ محلہ بنی ساعدہ میں واقع ہے بنی ساعدہ خزرج کا
ایک قبیلہ ہے فقیر نے اس کنوئیں کی زیارت بھی کی ہے اور اس کا پانی بھی پیا ہے۔ ۲ یعنی یہ کنواں گویا مدفون کوڑی تھا کہ مدینہ کی گلیاں و کوچے صاف
کرکے کوڑا کرکٹ وہاں ڈال دیا جاتا تھا جیسے ہمارے ہاں بھی ایسے گڑھے دیکھے گئے ہیں۔ ۳ اَلْمَآءُ میں الف لام عہدی ہے یعنی یہ پانی پاک ہے
ان گندگیوں سے ناپاک نہیں ہوتا امام شافعی کے نزدیک تو اس لئے کہ وہ پانی قلتین سے زیادہ تھا امام اعظم کے نزدیک اس لیے کہ وہ پانی جاری تھا یعنی مدفون
نہر پر یہ کنواں واقع تھا جیسا کہ مکہ مکرمہ میں نہر زبیدہ پر اور مدینہ طیبہ میں نہر زرقاء پر تمام کنوئیں ہیں جو بظاہر کنوئیں معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت میں دبی ہوئی نہر
امام اعظم کا قول قوی ہے کیونکہ قلتین تو کیا سینکڑوں قلے پانی اتنی گندگی پڑنے سے بگڑ جائے گا ہمارے کنوئیں میں اگر ایک ہی پھول پھٹ جائے تو پانی سڑ جاتا ہے لہذا
یہ حدیث امام شافعی کے خلاف ہوگی ہاں جاری پانی چونکہ سب کچھ بہا کرلے جائیگا اس لئے کہ اس کے ناپاک ہونیکا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اب بھی بیر بضاعہ
وغیرہ میں جھانک کر دیکھو تو پانی بہتا ہوا نظر آتا ہے ۴ سائل کو شبہ یہ تھا کہ سمندر کا پانی سخت کڑوا ہے پینے کے قابل نہیں لہذا اس آیت کے تحت
نہیں آتا وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا کیونکہ بارش کا پانی میٹھا اور مطہر ہے اور سمندر کا پانی میٹھا نہیں تو چاہیئے کہ مطہر بھی نہ ہوگا

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُوَ الطَّھُوْرُ مَآءُہٗ وَالْحِلُّ مَیْتَتُہٗ رَوَاہُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ ٭ وَعَنْ اَبِیْ زَیْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ لَیْلَۃَ الْجِنِّ مَا فِیْ اِدَاوَتِكَ قَالَ قُلْتُ نَبِیْذٌ قَالَ تَمْرَۃٌ طَیِّبَۃٌ وَّمَآءٌ طَھُوْرٌ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَزَادَ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ فَتَوَضَّأَ مِنْہُ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ اَبُوْزَیْدٍ مَّجْھُوْلٌ وَصَحَّ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمْ اَكُنْ لَیْلَۃَ الْجِنِّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ كَبْشَۃَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَ

سمندر کا پانی پاک ہے[1] اور اس کا مردار حلال[2] (مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ دارمی) روایت ہے ابوزید سے وہ عبداللہ ابن مسعود سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کی رات[3] ان سے فرمایا کہ تمہارے برتن میں کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا نبیذ ہے[4] فرمایا کھجور پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا[5] (ابوداؤد) احمد و ترمذی نے زیادہ کیا کہ پھر اس سے وضو فرمایا، ترمذی کہتے ہیں کہ ابوزید مجہول ہے[6] حضرت علقمہ بروایت صحیح حضرت عبداللہ ابن مسعود سے نقل ہے فرماتے ہیں میں جنات کی رات حضور کے ساتھ تھا ہی نہیں[7] (مسلم) روایت ہے حضرت کبشہ بنت کعب ابن مالک سے

[1] یعنی سمندر کے پانی کا یہ مزہ اصلی ہے یا زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے کسی نجاست سے اس کا مزہ نہیں بدلا لہذا پاک بھی ہے مطہر بھی۔ خیال رہے کہ اگر کنوئیں کا پانی بہت ٹھہر رہنے کی وجہ سے بدمزہ یا بدبودار ہو جائے تو پاک رہے گا۔ [2] احناف کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ مچھلی کو ذبح کرنا ضروری نہیں اگر ہمارے پاس آ کر مر جائے یا سمندر کی موج اسے کنارے پر پھینک جائے جس سے وہ مر جائے تو حلال لیکن اگر اپنی بیماری سے مر کر پانی پر تیر جائے تو حرام کیونکہ اب وہ سمندر کا مردار نہیں بلکہ بیماری کا مردار ہے۔ بعض ائمہ نے اس کے معنی یہ سمجھے کہ پانی کا ہر جانور حلال حتی کہ مینڈک کچھوا وغیرہ بھی۔ مگر یہ معنی درست نہیں کیونکہ دریائی انسان اور دریائی سؤر کو وہ بھی حرام جانتے ہیں۔ تو انہیں بھی حدیث میں قید لگانی پڑے گی۔ [3] یعنی جس رات جنات حضور کی خدمت میں اسلام لانے کیلئے حاضر ہوئے اور حضور انہیں تبلیغ کرنے کیلئے ابن مسعود کو اپنے ساتھ لیکر شہر سے باہر تشریف لے گئے حضرت ابن مسعود کے پاس حسب عادت پانی کا لوٹا تھا۔ [4] یعنی کھجور کا زلال زمزم یا شربت کہ رات کو کھجوریں پانی میں بھگو دی جائیں صبح کو نتھار لیا جائے [5] یہ فرما کر حضور نے اسی سے وضو کیا جیسا کہ مصابیح کی روایت میں ہے یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ کھجور کے شربت سے وضو جائز ہے بشرطیکہ گاڑھا نہ پڑا ہو بلکہ خوب پتلا ہو۔ [6] یعنی ان کے حالات کا علم نہ ہو سکا کہ کیسے تھے لیکن امام ابن ہمام فرماتے ہیں کہ ابوزید عمرو ابن حریث کے آزاد کردہ غلام ہیں ان سے راشد ابن کیسان اور ابوروق نے روایت لی ہے اور جس راوی کی ایسے محدثین روایت لیں وہ مجہول نہیں ہوتا، تو ریشتی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت سی ضعیف اسنادوں سے مروی ہے لیکن بہت ضعیف اسنادیں مل کر قوی ہو جاتی ہیں دیکھو کتب اصول حدیث [7] خیال رہے کہ لیلۃ الجن چھ ہیں، ایکبار بقیع الغرقد میں جنات کو تبلیغ اسلام کی

كَانَتْ تَحْتَ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَكَبَتْ لَهُ وَضُوْءً فَجَاءَتْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ مِنْهُ فَأَصْغَى لَهَا الْإِنَاءَ حَتّٰى شَرِبَتْ قَالَتْ كَبْشَةُ فَرَآنِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ أَتَعْجَبِيْنَ يَا ابْنَةَ أَخِي قَالَتْ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ إِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ أَوِ الطَّوَّافَاتِ رَوَاهُ مَالِكٌ

۱ آپ ابوقتادہ کے فرزند کی بیوی تھیں۔ ابوقتادہ ان کے پاس آئے ۲ تو انہوں نے ابوقتادہ کے لیے وضو کا پانی انڈیلا بلی آکر اس سے پینے لگی آپ نے اس کے لیے برتن جھکا دیا حتی کہ اس نے پی لیا کبشہ فرماتی ہیں کہ مجھے ابوقتادہ نے اپنی طرف دیکھتے ہوئے ملاحظہ کیا تو بولے بھتیجی کیا تم تعجب کرتی ہو بولیں ہاں تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بلی نجس نہیں وہ تو تم پر پھرنے والے یا پھرنے والیوں میں سے ہے ۳

اس میں حضرت ابن مسعود حضور کے ساتھ تھے۔ دو بار مکہ معظمہ میں، ایک بار مدینہ طیبہ میں زبیر ابن عوام ہمراہ تھے۔ لہذا علقمہ کی یہ روایت بھی درست ہے، کہ ابن مسعود ہمراہ نہ تھے اور وہ بھی درست ہے کہ ہمراہ تھے اور جنکا یہ واقعہ پیش آیا، یا علقمہ کی روایت کا یہ مطلب ہے کہ حضرت ابن مسعود لیلۃ الجن میں حضور کے ساتھ تبلیغ کے وقت نہ تھے کیونکہ حضور ان کو دور چھوڑ گئے تھے اور آپ کے اردگرد حصار کے لئے گول خط کھینچ کر فرما گئے تھے کہ اس سے آگے نہ نکلنا جیسا کہ دوسری روایات میں ہے اسی سے صوفیائے کرام حصار کے مسائل مستنبط کرتے ہیں لہذا حضرت علقمہ کی یہ حدیث اس دوسری حدیث کے خلاف نہیں (مرقاۃ و اشعہ) خیال رہے کہ کھجور کے نبیذ سے وضو جائز ہونا خلاف قیاس ہے کیونکہ نبیذ مطلق پانی نہیں اور وضو صرف مطلق پانی سے ہی ہو سکتا ہے مگر چونکہ حدیث پاک میں وارد ہوگیا لہذا صرف کھجور کی نبیذ کے اور کسی نبیذ سے وضو جائز نہیں جیسے کشمش وغیرہ کا نبیذ، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ امام اعظم حدیث کے مقابل قیاس پر عمل کرتے ہیں نعوذ باللہ، یہ بھی خیال رہے کہ کھجور کے نبیذ سے وضو جب ہی درست ہے جبکہ گاڑھا نہ ہو پانی کے اجزاء غالب ہوں اگر کھجور کے اجزاء غالب ہوگئے ہوں اور پانی گاڑھا پڑ گیا ہو تو وضو جائز نہیں تیمم کیا جائے اور اگر اس غلبہ میں شک ہو تو وضو بھی کرے اور تیمم بھی لہذا امام صاحب سے جو مروی ہے کہ آپ نے کبھی تو نبیذ سے وضو کا حکم دیا کبھی وضو سے منع فرمایا تیمم کا حکم دیا اور کبھی دونوں کا یہ مختلف حالات میں ہے۔ ۱ آپ خود بھی صحابیہ ہیں آپ کے والد کعب ابن مالک بھی صحابی ہیں جن کی توبہ کا واقعہ مشہور ہے جنکے بارے میں سورۂ توبہ کی آیات اتریں ہیں، عبداللہ ابن ابی قتادہ کی زوجہ ہیں ۲ آپ کا نام حارث ابن ربیع ہے انصاری ہیں مشہور شاہسوار ہیں، آپ کے بیٹے کا نام عبداللہ ہے ۳ اس حدیث سے بعض علماء نے اس پر دلیل پکڑی کہ بلی کا جھوٹا نہ تو ناپاک ہے نہ مکروہ اس سے بلا کراہت وضو جائز ہے۔ ہمارے امام صاحب کے ہاں اگر بلی چوہا یا نجاست کھا کر بغیر منہ صاف کئے برتن میں ڈال دے تو پانی بھی نجس اور برتن بھی گندا اور اگر منہ صاف کرکے پانی پی جائے تو وہ پانی مکروہ ہے، اور اس سے وضو کرنا مکروہ تنزیہی، امام صاحب کا قول قوی ہے، اور ان علماء کا اس حدیث سے استنباط ضعیف کیونکہ یہ حضرت ابوقتادہ کا اجتہاد ہے حضور نے صرف یہ فرمایا کوئی نجس نہیں، یعنی اس کا جسم ناپاک نہیں اس میں یہ کہاں ہے کہ اس کا لعاب اور جھوٹا بھی بالکل پاک ہے۔ دیکھو کتے کا سوکھا جسم نجس نہیں مگر اس کا جھوٹا نجس ہے طحاوی شریف نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

وَاَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ ۞ وَعَنْ دَاؤُدَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ اُمِّهٖ اَنَّ مَوْلَاتَهَا اَرْسَلَتْهَا بِهَرِیْسَةٍ اِلٰی عَآئِشَةَ قَالَتْ فَوَجَدْتُّهَا تُصَلِّیْ فَاَشَارَتْ اِلَیَّ اَنْ ضَعِیْهَا فَجَآءَتْ هِرَّةٌ فَاَكَلَتْ مِنْهَا فَلَمَّا انْصَرَفَتْ عَآئِشَةُ مِنْ صَلٰوتِهَا اَكَلَتْ مِنْ حَیْثُ اَكَلَتِ الْهِرَّةُ فَقَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهَا لَیْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِیْنَ عَلَیْكُمْ وَاِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّاُ بِفَضْلِهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَتَوَضَّاُ بِمَا اَفْضَلَتِ الْحُمُرُ قَالَ

(مالک، احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابوداؤد ابن صالح ابن دینار سے وہ اپنی والدہ سے راوی کہ ان کی مالکہ نے انہیں ہریسہ دے کر حضرت عائشہ کے پاس بھیجا میں نے آپ کو نماز پڑھتے پایا مجھے اشارہ کیا کہ رکھ دو[2] ایک بلی جو اس میں سے کھا گئی جب حضرت عائشہ نماز سے فارغ ہوئیں تو آپ نے وہاں سے ہی کھایا جہاں سے بلی نے کھایا تھا[3] فرمانے لگیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلی نجس نہیں وہ تو تم پر گھومنے والوں سے ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بلی کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرتے تھے[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا ہم گدھوں کے جوٹھے سے وضو کریں فرمایا

روایت کی ہے کہ حضور فرماتے ہیں جب بلی برتن چاٹ جائے تو اسے ایک یا دو بار دھوؤ نیز اسی طحاوی میں ہے کہ سیدنا ابن عمر کتے بلی اور گدھے کے جھوٹھے سے وضو نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے منع فرماتے تھے اس کے متعلق اور بہت سی روایات طحاوی میں منقول ہیں نیز جس کا گوشت ناپاک اور حرام ہو اس کا جھوٹھا بھی پاک نہ ہوگا۔ بلی کا گوشت ناپاک اور حرام ہے لہذا اس کا جھوٹھا ناپاک ہونا چاہیئے تھا مگر چونکہ یہ گھروں میں آتی جاتی ہے نیز نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتی لہذا جھوٹھا مکروہ ہے جیسے چھوٹے بچے جو نجاست سے پرہیز نہ کرسکیں اگر وہ پانی میں ہاتھ ڈال دیں تو پانی مکروہ ہو جاتا ہے۔

[1] داؤد ابن صالح مدنی ہیں جلیل القدر تابعی ہیں، ابوقتادہ انصاری کے آزاد کردہ غلام ہیں، آپ کی والدہ بھی کسی کی آزاد کردہ لونڈی تھیں ہریسہ ہریس سے بنا بمعنی سخت کوٹنا عرب کا مشہور حلوہ ہے۔ [2] انگلی سے اشارہ کیا یا سر کی حرکت سے نماز میں بوقت ضرورت اتنا ہلکا سا اشارہ جائز ہے۔ [3] اس میں بھی حضرت عائشہ صدیقہ کا اجتہاد ہے، حضور نے بلی کے جسم کو پاک فرمایا، لعاب یا جھوٹھے کا ذکر نہیں کیا۔ [4] یہ حدیث امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف نہیں کیونکہ اس سے وضو صرف مکروہ تنزیہی ہے۔ حضور نے بیان جواز کے لیے کیا اور ممکن ہے کہ دوسرا پانی نہ ہونے پر اس سے وضو کیا گیا ہو۔

نَعَمْ وَبِمَا اَفْضَلَتِ السِّبَاعُ كُلُّهَا رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۞ وَعَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ
اِغْتَسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَمَيْمُوْنَةُ فِيْ قَصْعَةٍ فِيْهَا اَثَرُ الْعَجِيْنِ
رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ
قَالَ اِنَّ عُمَرَ خَرَجَ فِيْ رَكْبٍ فِيْهِمْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ حَتّٰى وَرَدُوْا حَوْضًا فَقَالَ
عَمْرٌو يَا صَاحِبَ الْحَوْضِ هَلْ تَرِدُ حَوْضَكَ السِّبَاعُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَا
صَاحِبَ الْحَوْضِ لَا تُخْبِرْنَا فَاِنَّا نَرِدُ عَلَى السِّبَاعِ وَتَرِدُ عَلَيْنَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَزَادَ رَزِيْنٌ

ہاں اور اس سے بھی جنہیں تمامی درندوں نے بھی جوٹھا کیا ۱؎ (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ام ہانی سے ۲؎ فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ نے اس لگن سے وضو کیا جس میں گندھے آٹے کا اثر تھا ۳؎ (نسائی و ابن ماجہ)

تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت یحیی ابن عبدالرحمان سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اس قافلہ میں تشریف لے گئے جن میں حضرت عمرو ابن عاص تھے حتی کہ ایک حوض پر پہنچے تو عمرو نے کہا اے حوض والے کیا تیرے حوض پر درندے ہوتے ہیں؟ ۴؎ تو حضرت عمر ابن خطاب نے فرمایا اے حوض والے نہ بتانا کیونکہ ہم درندوں پر اور درندے ہم پر آتے ہیں ۵؎ (مالک) اور رزین نے یہ بھی زیادہ کیا کہ کہا

۱؎ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام درندوں کا جھوٹھا پاک ہے امام اعظم و امام احمد کے ہاں نجس، امام اعظم کا قول قوی ہے اور اس حدیث میں تالابوں کا پانی یا بہتا ہوا پانی مراد ہے، جو نجاست پڑ جانے سے ناپاک نہیں ہوتا جیسا کہ تیسری فصل میں آ رہا ہے ورنہ یہ حدیث امام شافعی کے بھی خلاف ہوگی، کیونکہ کتا و سور بھی درندے ہیں تو چاہیئے کہ ان کا جھوٹھا بھی پاک ہو، جب درندوں کے گوشت نجس ہیں تو ان کا جھوٹھا بھی نجس ہونا چاہیئے کیونکہ لعاب گوشت سے پیدا ہوتا ہے، خیال رہے کہ گدھے کا جھوٹھا پاک تو ہے مگر اس کی مطہریت میں شک ہے کیونکہ اس میں صحابہ کرام کا بہت اختلاف ہے بلا ضرورت اس سے وضو نہ کرے اگر دوسرا پانی نہ ملے تو وضو بھی کرے اس کے ساتھ تیمم بھی۔ ۲؎ آپ کا نام فاختہ یا عاتکہ ہے۔ علی مرتضٰی کی حقیقی بہن ہیں۔ آپ کے گھر سے حضور کو معراج ہوئی تھی ہبیرہ ابن ابی وہب کی زوجیت میں تھیں بعد میں حضور نے نکاح کا پیغام دیا مگر نکاح نہیں ہوسکا فتح مکہ کے دن ایمان لائیں، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۵۰ھ کے بعد وفات پائی۔ ۳؎ یعنی صرف اثر تھا پانی اس سے نہ سفید پڑا نہ گاڑھا، ایسے پانی سے بلا کراہت وضو جائز ہے۔ ۴؎ یعنی اگر درندے اس سے پانی پیتے ہوں تو ہم اس سے نہ وضو و غسل کریں اور نہ پئیں، انہیں ابھی قلیل و کثیر کا فرق معلوم نہ تھا۔ ۵؎ یعنی چونکہ یہ پانی کثیر ہے لہذا کسی جانور کے پی جانے سے نجس نہیں ہوتا اور کسی گندگی کے پڑ جانے سے گندا نہیں ہوتا، تاوقتیکہ پانی کی بو یا مزا اور رنگ گندگی کی وجہ سے نہ بدلے یہ حدیث گزشتہ حدیث جابر کی تفسیر ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قوی دلیل ہے۔

زَادَ بَعْضُ الرُّوَاةِ فِیْ قَوْلِ عُمَرَ وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَهَا مَا اَخَذَتْ فِیْ بُطُوْنِهَا وَمَا بَقِیَ فَهُوَ لَنَا طَهُوْرٌ وَّشَرَابٌ ؛ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْحِيَاضِ الَّتِیْ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ تَرِدُهَا السِّبَاعُ وَالْكِلَابُ وَالْحُمُرُ عَنِ الطُّهْرِ مِنْهَا فَقَالَ لَهَا مَا حَمَلَتْ فِیْ بُطُوْنِهَا وَلَنَا مَا غَبَرَ طَهُوْرٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ؛ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَا تَغْتَسِلُوْا بِالْمَاءِ الْمُشَمَّسِ فَاِنَّهٗ يُوْرِثُ الْبَرَصَ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ؛ بَابُ تَطْهِيْرِ النَّجَاسَاتِ ؛ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ

بعض راویوں نے حضرت عمر کے فرمان میں یہ بڑھایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو درندے اپنے پیٹوں میں لے گئے وہ ان کا اور جو بچ رہا وہ ہمارا۔ پانی بھی ہے اور طہارت بھی[1] روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حوضوں کے متعلق پوچھا گیا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہیں جن پر درندے کتے اور گدھے سب آتے ہیں۔ ان سے وضو کرنا کیسا فرمایا کہ وہ جو اپنے پیٹوں میں لے گئے وہ ان کا جو بچا وہ ہمارا وہ ہمارے لیئے پاک کن ہے[2] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے آپ نے فرمایا کہ دھوپ کے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو اس لیئے کہ وہ کوڑھ پیدا کرتا ہے[3] (دارقطنی) نجاستوں کے پاک کرنے کا باب[4] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پی جائے تو اُسے

[1] اس جملے میں بھی آب کثیر ہی مراد ہے لہٰذا یہ حدیث ہماری دلیل ہے نہ کہ شوافع کی امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مطلق پانی کیلئے ہے تھوڑا ہو یا بہت مگر یہ توجیہ اگلی آنے والی حدیث کے خلاف ہے نیز فصل ثانی کے شروع میں گزر گیا کہ جب پانی دو قلے ہو تو درندوں کے پینے سے ناپاک نہ ہوگا اگر درندوں کا جھوٹا پاک ہے تو وہاں دو قلوں کی قید کیوں ہے [2] یہ حدیث گزشتہ کی تفسیر ہے یعنی جب پانی زیادہ ہو تو درندوں کے پینے سے ناپاک نہ ہوگا خیال رہے کہ ان احادیث میں ان حوضوں کی مقدار کا ذکر نہیں ہمارے امام صاحب کے ہاں دہ در دہ مربع پانی کثیر ہے جس کی دلیل بیر بضاعہ کا مسئلہ ہے اور حضور کا یہ فرمان ہے کہ ایک کنوئیں کا حریم دس ہاتھ ہے کہ اس حد میں دوسرا کنواں نہ کھودا جائے۔ [3] یہ اگرچہ فاروق اعظم کا قول ہے لیکن صحابہ کرام کی موجودگی میں ہے اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا جس سے یہ مسئلہ اجماعی ہوگیا ظاہر یہ ہے کہ اس سے ہر پانی مراد ہے تھوڑا ہو یا زیادہ لہٰذا حوض کا پانی جب دھوپ میں گرم ہوجائے تو اس سے وضو نہ کیا جائے [4] یہاں نجاستوں سے حقیقی ناپاکیاں مراد ہیں نہ کہ حکمی کیونکہ انکا ذکر تو پہلے ہوچکا وضو اور غسل کی بحث میں، چونکہ حقیقی نجاستیں بہت سی قسم کی ہیں، خفیفہ غلیظہ وغیرہ اسلئے نجاست جمع فرمایا گیا۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ طُهُوْرُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيْهِ الْكَلْبُ أَنْ يَّغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُوْلَاهُنَّ بِالتُّرَابِ ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ وَهَرِيْقُوْا عَلٰى بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ أَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّاءٍ فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ

سات بار دھوؤ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا تم میں سے کسی کے برتن کی پاکی جب اس میں کتا چاٹ جائے تو اسے سات بار دھوئے پہلی بار مٹی سے [1] روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں کھڑے ہوکر پیشاب کر دیا اسے لوگوں نے پکڑ لیا ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو [2] اور اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہادو [3] کیونکہ تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے مشکل میں ڈالنے والے نہیں بھیجے گئے [4] (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھے

[1] یہی مذہب ہے امام شافعی وغیرہ فقہاء واکثر محدثین کا کہ کتے کے چاٹنے پر برتن کا سات بار دھونا اور مٹی سے مانجنا ان کے ہاں فرض ہے ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا حکم بھی دوسری نجاستوں کی طرح ہے کہ اس کے دھونے میں نہ تعداد مقرر ہے نہ مٹی سے صاف کرنا لازم بلکہ گندگی کا اثر دور کرنا ضروری ہے کہ مٹی وغیرہ کا برتن جس میں مسام ہوں تین بار دھویا جائے ۔ تانبہ شیشہ وغیرہ جس میں مسام نہ ہوں اسکا ایک بار دھونا یا پونچھ دینا کافی ہے اس لئے کہ دارقطنی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا کہ حضور فرماتے ہیں جب کتا برتن چاٹ جائے تو اسے تین بار، پانچ بار یا سات بار دھوؤ نیز ابن عدی نے مرفوعًا روایت کی کہ جب کتا برتن چاٹ جائے تو پانی پھینک دو اور برتن تین بار دھولو نیز دارقطنی نے بسند صحیح حضرت عطا سے روایت کی کہ خود حضرت ابوہریرہ کا یہ عمل تھا جب انکا برتن کتا چاٹ جاتا تو پانی گرادیتے اور برتن تین بار دھو ڈالتے لہذا سات بار کی حدیث منسوخ ہے اور یہ احادیث مذکورہ ناسخ اولًا کتوں کا پالنا ممنوع اور انکا قتل کرنا واجب تھا اس ہی زمانہ میں یہ پابندیاں بھی تھیں جب ضرورۃً کتا پالنا جائز قرار دیا گیا اور اس کا قتل واجب نہ رہا تو سات بار کا حکم بھی منسوخ ہوگیا نیز اگر کتا یا سور برتن میں پیشاب کردے تو تین بار دھونا کافی ہے کتے کا لعاب تو پیشاب سے بدتر نہیں لہذا اس میں بھی تین بار دھونا کافی ہونا چاہیئے یہ سات کا حکم ایسا ہی ہے جیسے شروع میں شراب کے برتنوں کا توڑ دینا فرض تھا پھر وہ حکم دور ہوا [2] یعنی اسے نہ مارو چھوڑ دو کیونکہ یہ شرعی احکام سے ناواقف ہے اسلام سے پہلے لوگ کھڑے ہوکر پیشاب کرتے اور سب کے سامنے ننگے ہونے کو عیب نہ جانتے تھے نیز وہ مسجد کے آداب وغیرہ سے بے علم تھے معلوم ہوا کہ ناواقف پر سختی نہ کی جائے اسے نرمی سے سمجھایا جائے

[3] بعض نے فرمایا کہ سجل اور ذنوب ایک ہی معنی میں ہیں یعنی ڈول بڑا ہو یا چھوٹا بعض نے کہا ہے کہ سجل بڑے ڈول کو کہتے ہیں اور ذنوب مطلقًا ڈول کو، خیال رہے کہ سجل اس کے زبر، ج اول کے سکون سے ہے۔ س اور ج کے زیر اور ل کے شد سے سجل بمعنی کاتب ومنشی، یونہی ذنوب ذ کے زبر سے بمعنی ڈول اور ذ کے پیش سے ذنب کی جمع بمعنی گناہ [4] خیال رہے کہ زمین اگرچہ سوکھ کر پاک ہوجاتی ہے لیکن زمین کا دھونا بہت ہی بہتر ہے کہ اس سے گندگی

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ مَهْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ فَتَرَكُوْهُ حَتّٰى بَالَ ثُمَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ إِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِّنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَالْقَذَرِ وَإِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَأَمَرَ رَجُلًا مِّنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّاءٍ فَشَنَّهٗ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ سَأَلَتِ امْرَأَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا إِذَا أَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ إِحْدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ

کہ ایک دیہاتی آیا اور مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے فرمایا ٹھہر ٹھہر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے نہ روکو چھوڑ دو لوگوں نے چھوڑ دیا حتی کہ اس نے پیشاب کر لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا کہ یہ مسجدیں پیشاب اور گندگی کے لیے نہیں یہ تو صرف اللہ کے ذکر نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں یا جیسا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ؎ فرماتے ہیں کہ قوم کے ایک آدمی کو حکم دیا وہ پانی کا ڈول لایا جسے اس پر بہا دیا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر سے فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ فرمایئے تو ہم میں سے جب کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو کیا کرے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو اسے مل دے پھر پانی سے دھو دے

جو بھی جلدی جاتا رہتا ہے اور اس سے تیمم بھی جائز ہو جاتا ہے اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ ناپاک زمین بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتی جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں حضور کا مسجد دھلوانا اس لئے تھا کہ وقت نماز قریب تھا، زمین جلدی سوکھ کر پاک نہ ہو سکتی تھی نیز مسجد میں پاکی کے علاوہ صفائی بھی چاہیے اور یہ دھونے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ ؎ کیونکہ پیشاب بیچ میں روکنے سے سخت بیماری پیدا ہو جاتی ہے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فن طب سے پورے واقف ہیں اور امت پر بہت رحیم و کریم، فرمایا مسجد دھل جائے گی لیکن اگر یہ بیمار ہو گیا تو اس کو اور ہم کو سخت دشواری ہوگی ؎ اس میں مبلغین کو طریقہ تبلیغ کی تعلیم ہے کہ تبلیغ اخلاق اور نرمی سے ہونی چاہیے۔

ثُمَّ لِتُصَلِّ فِيهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلٰوةِ وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِي ثَوْبِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ الْأَسْوَدِ وَهَمَّامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَفْرُكُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَبِرِوَايَةِ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ وَفِيهِ ثُمَّ يُصَلِّي فِيهِ وَعَنْ أُمِّ قَيْسٍ

پھر اس میں نماز پڑھ لے[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سلیمان ابن یسار سے[2] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے منی کے بارے میں پوچھا جو کپڑے کو لگ جائے فرمانے لگیں کہ میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے دھوتی تھی پس آپ نماز کو تشریف لے جاتے تھے حالانکہ دھونے کا اثر آپ کے کپڑے میں ہوتا[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت اسود[4] اور ہمام سے[5] وہ حضرت عائشہ راوی فرماتی ہیں کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی مل دیتی تھی[6] (مسلم) اور علقمہ اسود کی ایک روایت میں حضرت عائشہ سے اسی طرح ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ اسی میں نماز پڑھ لیتے[7] روایت ہے ام قیس سے

[1] اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حیض کا خون نجاست غلیظہ ہے اس لئے اس کے دھونے میں مبالغہ کرنا چاہیئے اسی لئے ملکر اسے دھونے سے قبل ملنے کا حکم دیا۔ دوسرے یہ کہ ناپاک کپڑا دھلتے ہی پاک ہو جاتا ہے اس لئے سوکھنا شرط نہیں۔ تیسرے یہ کہ نضح کے معنی چھڑکنا یا چھینٹا دینا نہیں بلکہ دھونا ہیں کیونکہ حیض کا خون پانی کے چھینٹے سے پاک نہیں ہوتا، خوب دھویا جاتا ہے لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ شیر خوار لڑکے کا پیشاب چھینٹے سے پاک نہیں ہوتا اس کا دھونا ضروری ہے کیونکہ وہاں بھی لفظ نضح ہی آرہا ہے۔ [2] آپ ام المومنین حضرت میمونہ کے آزاد کردہ غلام ہیں فقیہ تابعی ہیں، عطاء ابن یسار کے بھائی ہیں ۷۳ سال کی عمر پائی ۱۰۷ھ میں وفات پائی [3] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ منی نجس ہے رینٹ یا تھوک کی طرح پاک نہیں جیسا کہ شوافع کا خیال ہے ورنہ دھونے کی ضرورت نہ تھی، دوسرے یہ کہ اپنی بیوی سے منی کا کپڑا دھلوانا جائز ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی خدمت ہے، تیسرے یہ کہ نجس کپڑا دھونے کے بعد ہی پاک ہو جاتا ہے، چوتھے یہ کہ گیلے کپڑے میں نماز جائز ہے [4] آپ کا نام اسود ابن بلال محاربی نخعی ہے علقمہ ابن قیس کے بھتیجے ہیں ابراہیم نخعی کے ماموں حضور کا زمانہ پایا، دیدار نہ کر سکے خلفائے راشدین کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ ۸۰ حج وعمرے کئے تا وفات ہمیشہ روزہ دار رہے اور دو شب میں ایک ختم قرآن کرتے تھے ۷۵ھ میں وصال ہوا (مرقاۃ و اشعہ) [5] آپ نخعی تابعی کوفی ہیں ۶۵ھ میں وفات پائی حضرت عائشہ صدیقہ و ابن مسعود وغیرہم صحابہ کی زیارت کی [6] اس حدیث سے امام شافعی فرماتے ہیں کہ منی پاک ہے کیونکہ یہ انسان کا مادۂ پیدائش ہے کیسے ہو سکتا ہے کہ ایسی پاک چیز ناپاک سے پیدا ہو ہمارے امام صاحب کے نزدیک منی نجس ہے ورنہ اس کے نکلنے سے غسل واجب ہوتا ہاں آسانی کیلئے خشک منی کا مل کر جھاڑ دینا کافی ہے جیسے کہ کھلیان کا گندم جس پر بیل پیشاب پاخانہ کرتے ہیں تقسیم سے پاک ہو جاتا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ گوبر اور پیشاب پاک ہو یہ بھی ضعیف ہے کہ پاک انسان ناپاک منی سے کیسے بنا، ماں کا دودھ جو انسان کی پہلی غذا ہے حیض کے خون سے بنتا ہے بلکہ خود منی خون سے بنی ہے تو کیا خون کو بھی پاک کہو گے

بِنْتِ مِحْصَنٍ اَنَّهَا اَتَتْ بِابْنٍ لَّهَا صَغِيْرٍ لَّمْ يَاْكُلِ الطَّعَامَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجْرِهٖ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَآءٍ فَنَضَحَهٗ وَلَمْ يَغْسِلْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا دُبِغَ الْاِهَابُ
فَقَدْ طَهُرَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ تُصُدِّقَ عَلٰى مَوْلَاةٍ لِّمَيْمُوْنَةَ بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَّا اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوْهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهٖ فَقَالُوْا
اِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ اِنَّمَا حَرُمَ اَكْلُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ

بنت محصن سے کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو جو کھانا نہ کھاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں حضور نے اسے اپنی گود میں بٹھالیا اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا حضور نے پانی منگایا اس پر پانی بہادیا اور نہ دھویا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب کھال پکالی جائے تو پاک ہوجاتی ہے (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ حضرت میمونہ کی لونڈی کو بکری صدقہ دی گئی وہ مرگئی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گزرے تو فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتارلی تم اسے پکالیتے اور نفع اٹھاتے لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو مردار ہے فرمایا کہ اسکا کھانا حرام ہے (مسلم بخاری) روایت ہے

یہ تو خدا کی شان ہے کہ ناپاک کو پاک سے اور پاک کو ناپاک بناتا ہے۔ چنانچہ دار قطنی نے حضرت عمار ابن یاسر سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا اے عمار پانچ چیزوں سے کپڑا دھوؤ پیشاب، پاخانہ، قے، خون اور منی وہ جو حدیث ابن عباس مشہور ہے کہ حضور نے فرمایا منی تھوک رینٹ کی طرح ہے جس کا کپڑا یا گھاس سے پونچھ دینا کافی ہے۔ اولاً تو وہ حدیث صحیح نہیں اگر صحیح مان لی جائے تو ان احادیث سے مرجوح یا منسوخ ہے کیونکہ اگر اباحت وحرمت میں تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے (فتح القدیر، مرقاۃ و اشعہ)۔ ؎۲ آپ حضرت عکاشہ ابن محصن کی بہن ہیں قبیلہ بنی اسد سے ہیں، مکہ معظمہ میں اسلام لائیں پھر ہجرت کی ؎۳ اس حدیث کی بناء پر بعض لوگوں نے کہا کہ شیر خوار لڑکے کا پیشاب پاک ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ ناپاک تو ہے لیکن صرف پانی کے چھینٹے سے پاک ہوجاتا ہے دھونے کی ضرورت نہیں ہمارے امام صاحب کے نزدیک نجاست غلیظہ ہے۔ دھونا فرض یہاں نضح کے معنی پانی بہانا ہے نہ کہ چھینٹا دینا لا تغسل کے معنی ہیں بہت مبالغہ سے نہ دھویا کیونکہ ایسے لڑکے کا پیشاب پتلا اور کم بدبودار ہوتا ہے ورنہ یہی نضح حضرت اسماء کی حدیث میں حیض کے خون کے بارے میں آچکا ہے اگر یہاں اس لفظ سے شیر خوار لڑکے کا پیشاب پاک مانا جائے یا وہاں چھینٹا مانا جائے تو حیض کا خون بھی پاک ماننا پڑے گا اور وہاں چھینٹا کافی ماننا پڑے گا ؎۴ یعنی مردار کی کھال دھوپ میں خشک کرلی جائے یا نمک یا کیکر کی چھال چھڑک کر سکھالی جائے تو پاک ہوجائے گی انسان اور سور کے سوا تمام کھالوں کا حکم یہی ہے کھال کے دھونے کی ضرورت نہیں ؎۵ اس سے معلوم ہوا کہ مردار جانور کی کھال پکنے سے پاک ہوجاتی ہے حتی کہ مردار کے بال سوکھی ہڈیاں پٹھے پاک ہیں سوا کھانے کے اور کام میں لائے جاسکتے ہیں۔ دیکھو ہاتھی دانت اور بھینس کے سینگ وغیرہ کی کنگھیاں اور کنگن بنائے جاتے ہیں حضور نے فاطمہ زہرا کو ہاتھی دانت کے کنگن

سَوْدَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَاتَتْ لَنَا شَاةٌ فَدَبَغْنَا مَسْكَهَا ثُمَّ مَازِلْنَا نَنْبِذُ فِيْهِ حَتّٰى صَارَ شَنًّا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۞ عَنْ لُبَابَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فِيْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَقُلْتُ اِلْبَسْ ثَوْبًا وَّاَعْطِنِيْ اِزَارَكَ حَتّٰى اَغْسِلَهٗ قَالَ اِنَّمَا يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْاُنْثٰى وَيُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّكَرِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيِّ عَنْ اَبِي السَّمْحِ قَالَ يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَطِئَ

سودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سے فرماتی ہیں کہ ہماری بکری مرگئی ہم نے اس کا چمڑا پکا لیا پھر ہم اس میں نبیذ بناتے رہے حتی کہ وہ پرانی مشک بن گئی ۱ (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت لبابہ بنت حارث سے ۲ فرماتی ہیں کہ حضرت حسین ابن علی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں تھے کہ آپ کے کپڑے پر پیشاب کردیا ۳ میں نے عرض کیا کہ اور کپڑا پہن لیجئے اپنا تہبند مجھے دے دیجئے کہ دھوؤں فرمایا لڑکی کے پیشاب کو خوب دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب سے پانی بہادیا جاتا ہے ۴ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ) اور ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ابی سمح سے ہے فرماتے ہیں کہ لڑکی کے پیشاب سے دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر چھینٹا دیا جاتا ہے ۵ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب

---

۱ اس سے معلوم ہوا کہ مردار کی کھال اگر پختہ طور پر پکالی جائے تو بھیگ کر بھی ناپاک نہ ہوگی ہاں اگر صرف دھوپ سے پکائی گئی ہے تو بھیگ کر بدبو بھی دے گی اور ناپاک بھی ہوجائے گی۔ ۲ آپ کی کنیت ام فضل ہے قبیلہ بنی عامر سے ہیں حضرت میمونہ کی ہمشیرہ اور سیدنا عباس کی زوجہ ہیں۔ حضرت عباس کی اکثر اولاد آپ سے ہی ہے بی بی خدیجہ کے بعد سب سے پہلے عورتوں میں آپ اسلام لائیں عبداللہ ابن عباس اور فضل ابن عباس جیسے اسلام کے شاہزادوں کی ماں ہیں۔ ۳ عشاق کہتے ہیں کہ نانا کی گود میں پیشاب کرنا سنت حسین ہے اور نواسے سے اپنے کپڑوں پر پیشاب کرانا سنت رسول اللہ ہے سنا گیا ہے کہ حضرت مجدد سرہندی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد میرے ایک نواسہ (یعنی بیٹی کا لڑکا) ہوگا اس بچے سے میری قبر پر پیشاب کرادیا جائے پھر قبر دھودی جائے کیونکہ ساری سنتوں پر میں نے عمل کیا، نواسے سے پیشاب کرالینے کی سنت ادا نہیں ہوسکی یہ سنت میری قبر پر ادا کرائی جائے، سبحان اللہ فتوٰی عشق کچھ اور ہی ہے۔ ۴ کیونکہ شیرخوار بچی کا پیشاب بچے کے پیشاب سے زیادہ بدبودار ہوتا ہے نیز کپڑے پر پھیلتا زیادہ ہے اس لئے معمولی پانی سے دھلتا نہیں، لڑکے کا پیشاب اس کے برعکس ہے یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں ۵ یہ حضرت ابوسمح کا اپنا قول ہے نہ کہ حضور کا فرمان اور اپنے خیال میں ینضح کے معنی کررہے ہیں ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ نضح کے معنی پانی بہانا ہے نہ کہ چھینٹا مارنا خیال رہے کہ ابوسمح کا نام

أَحَدُكُمْ بِنَعْلِهِ الْأَذٰى فَإِنَّ التُّرَابَ لَهٗ طَهُوْرٌ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَلِابْنِ مَاجَةَ مَعْنَاهُ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لَهَا امْرَأَةٌ إِنِّيْ أُطِيْلُ ذَيْلِيْ وَأَمْشِيْ فِي الْمَكَانِ الْقَذِرِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطَهِّرُهٗ مَا بَعْدَهٗ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَا الْمَرْأَةُ أُمُّ وَلَدٍ لِإِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ ؛ وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ جُلُوْدِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوْبِ عَلَيْهَا رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ؛ وَعَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ بْنِ أُسَامَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ رَوَاهُ أَحْمَدُ

تم میں سے کوئی اپنے جوتے سے پلیدی کو روندے تو مٹی اس کے لیئے پاک ہے۱؎ (ابوداؤد) اور ابن ماجہ کی روایت میں اس کے معنی میں روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ ان سے کسی عورت نے کہا میرا دامن لمبا ہے اور میں گندی جگہ میں چلتی ہوں آپ بولیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسے بعد والی زمین پاک کردے گی۲؎ (مالک، احمد، ترمذی ابوداؤد، دارمی) ان دونوں نے کہا کہ وہ عورت ابراہیم ابن عبدالرحمان بن عوف کی ام ولد تھیں۳؎ روایت ہے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے۴؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھال پہننے اور اس پر سوار ہونے سے منع فرمایا۵؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابی ملیح ابن اسامہ سے وہ اپنے والد سے۶؎ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ حضور نے درندوں کی کھالوں سے منع فرمایا۷؎ (احمد)

ایاذ ہے اور آپ حضور کے آزاد کردہ غلام و خادم ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ چھوٹے لڑکوں کو عموماً والد اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور مجلسوں میں لیجاتے ہیں اس لئے ان کے پیشاب دھونے میں آسانی کی گئی، لڑکیاں اکثر ماں کی گود ہی میں رہتی ہیں اس لئے اس کی نرمی کی ضرورت نہ تھی واللہ اعلم بالصواب۔ ۱؎ یہاں نجاست سے سوکھی ناپاکی مراد ہے یعنی اگر جوتے یا چمڑے کے موزے سے سوکھی ناپاکی لگ جائے تو آئندہ چلنے کی وجہ سے وہ الگ ہوجائے گی نیز اگر گیلی ناپاکی بھی جوتے وغیرہ میں لگ کر سوکھ جائے وہ بھی زمین پر رگڑ کھا کر پاک ہوجاتی ہے مگر تر ناپاکی جب تک کہ تر رہے رگڑنے سے پاک نہیں ہوسکتی نیز غیر جرم والی نجاست جیسے پیشاب یا شراب اگر جوتے یا موزے میں لگ کر سوکھ جائے تو بغیر دھوئے پاک نہیں ہوگا یہ حدیث مجمل ہے اس کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم کرو۔ ۲؎ یہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں کیونکہ ابراہیم کی ام ولد مجہول ہیں علماء امت کا اس پر اجماع ہے کہ ناپاک کپڑا بغیر دھوئے پاک نہیں ہوسکتا چونکہ یہ حدیث صحت کو پہنچتی ہی نہیں نیز اجماع امت بھی اس کے خلاف ہے۔ لہذا حدیث میں تاویل کی ضرورت نہیں اور ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں سوکھی ناپاکی مراد ہو یعنی اگر کپڑے سے سوکھا گوبر وغیرہ لگ گیا تو آگے جاکر جدا ہوجائیگا کپڑا پاک ہوجائیگا ۳؎ ان کا نام حمیدہ تھا ان کے حالات زندگی کا پتہ نہیں ملا۔ ۴؎ مشہور صحابی ہیں اہل شام سے ہیں قبیلہ بنی کندہ سے ہیں سنہ ۹ھ میں کندہ کا وفد اسلام لانے کیلئے جو حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اس میں آپ بھی تھے حمص میں قیام رہا ۸۷ھ میں شام میں وفات پائی ۵؎ اسلئے نہیں کہ وہ نجس ہیں بلکہ اسلئے

وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ وَزَادَ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ اَنْ تُفْتَرَشَ ۞ وَعَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ اَنَّهٗ کَرِهَ ثَمَنَ جُلُوْدِ السِّبَاعِ رَوَاهُ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُکَیْمٍ قَالَ اَتَانَا کِتَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَنْتَفِعُوْا مِنَ الْمَیْتَةِ بِاِهَابٍ وَّلَا عَصَبٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَنْ یُّسْتَمْتَعَ بِجُلُوْدِ الْمَیْتَةِ اِذَا دُبِغَتْ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاوُدَ ۞ وَعَنْ مَیْمُوْنَةَ قَالَتْ مَرَّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رِجَالٌ مِّنْ قُرَیْشٍ یَّجُرُّوْنَ شَاةً لَّهُمْ مِثْلَ الْحِمَارِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا قَالُوْا اِنَّهَا مَیْتَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُطَهِّرُهَا

ابوداؤد، نسائی) اور ترمذی اور دارمی نے یہ بڑھایا کہ بچھایا جائے۔ روایت ہے حضرت ابی الملیح سے کہ انہوں نے درندوں کے چمڑوں کی قیمت کو ناپسند جانا لہ اور روایت ہے عبداللہ ابن عکیم سے لہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خط آیا کہ تم مردار کی کھال سے نفع اٹھاؤ نہ پٹھے سے (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مردار کی کھالوں سے نفع حاصل کرنے کا حکم دیا جب پکائی جائیں لہ (مالک، ابوداؤد) روایت ہے حضرت میمونہ سے فرماتی ہیں کہ قریش کے کچھ لوگ حضور پر گزرے جو اپنی مری بکری کو گدھے کی طرح کھینچ رہے تھے ان سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کی کھال لے لی ہوتی وہ بولے کہ یہ تو مردار ہے لہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ اس سے تکبر و غرور پیدا ہوتا ہے اور یہ ممانعت تنزیہی ہے درندوں کی کھال پر سوار ہونا بیٹھنا انکی پوستین پہننا وغیرہ سب مکروہ تقوی کے خلاف ہے لہ آپ کا نام عامر ابن اسامہ ابن عمیر ہے ہذلی ہیں جلیل الشان تابعی ہیں آپ کے والد اسامہ صحابی ہیں لہ اسکی شرح پہلی حدیث میں گزر چکی یعنی ان پر بیٹھنے سوار ہونے پہننے سے منع فرمایا اور ممانعت تنزیہی ہے۔ لہ پکانے سے پہلے کیونکہ وہ نجس ہے اسکی بیع جائز نہیں یا پکانے کے بعد بھی اس صورت میں یہ ابوالملیح کا اپنا مذہب ہے تمام ائمہ کے نزدیک جائز ہے یہ روایت ترمذی کی ہے مگر مصنف کو نہ ملی اس لیے اصل نسخے یہاں سفید ہی چھوڑ دیا ہے لہ آپ تابعین میں ہیں کہ حضور کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کر سکے قبیلہ بنی جہینہ سے ہیں یا جہینہ سے۔ حضرت عمر فاروق ابن مسعود حضرت حذیفہ سے ملاقات ہے کوفہ میں قیام رہا لہ کچی کھال کو اہاب کہتے ہیں اور پکی کو جلد مردار کی کچی کھال بھی نجس ہے اور پٹھا بھی کہ نہ اسکی بیع جائز نہ اسکی تجارت حلال، پکانے اور خشک کرنے کے بعد سب کچھ جائز ہے کہ مردار کا سینگ ناخن وغیرہ جن میں زندگی کا اثر نہیں ہوتا اور جن کے کاٹنے سے اسے تکلیف بھی نہیں ہوتی ان سے نفع اٹھانا مطلقًا جائز ہے یہی تمام ائمہ کا مذہب ہے لہ یہ حکم اباحت و اجازت کا ہے نہ کہ وجوب کا مردار سے مراد خنزیر اور انسان کے سوا باقی

الْمَآءُ وَالْقَرَظُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبَّقِ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ فَاِذَا قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَسَاَلَ الْمَآءَ فَقَالُوْا لَهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ دِبَاغُهَا طُهُوْرُهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ اِمْرَاَةٍ مِّنْ بَنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لَنَا طَرِيْقًا اِلَى الْمَسْجِدِ مُنْتِنَةً فَكَيْفَ نَفْعَلُ اِذَا مُطِرْنَا قَالَ فَقَالَتْ اَلَيْسَ بَعْدَهَا طَرِيْقٌ اَطْيَبُ مِنْهَا قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَهٰذِهٖ بِهٰذِهٖ

کہ اسے پانی اور ببول کے پتے پاک کر دیتے ہیں ۱؎ (احمد و ابوداؤد) روایت ہے حضرت سلمہ ابن محبق سے ۲؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ تبوک میں ۳؎ ایک کے گھر تشریف لے گئے وہاں مشک لٹکی ہوئی تھی آپ نے پانی مانگا وہ بولے یارسول اللہ یہ مردار کی کھال ہے ۴؎ فرمایا اس کا پکا لینا اس کی پاکی ہے ۵؎ (احمد و ابوداؤد) تیسری فصل - روایت ہے بنی عبدالاشہل کی ایک بی بی صاحبہ سے ۶؎ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارا مسجد کا راستہ غلیظ ہے جب بارش ہو تو ہم کیا کریں ۷؎ فرمایا کیا اس کے بعد اس سے اچھا راستہ نہیں ہے میں بولی ہاں فرمایا تو وہ اس کے بدلے میں ہے ۸؎

تحقیقات میں خیال ہے کہ مردار کی کھال تو پک کر پاک ہوتی ہے لیکن ذبح شدہ جانور کی کچی کھال بھی پاک ہے، جانور حلال ہو یا حرام حدیث بالکل واضح ہے۔ ۵؎ ان کا یہ خیال تھا کہ قرآن پاک کا فرمان حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ مردار کی ہر چیز کو شامل ہے کہ نہ اسکا کھانا جائز اور نہ اسکی کسی چیز کا استعمال کسی طرح حلال، اس خیال پر وہ اسے پھینکنے کیلئے جا رہے تھے معلوم ہوا کہ حدیث کے بغیر قرآن کی سمجھ ناممکن ہے۔ ۱؎ خیال رہے کہ کھال کی پاکی کیلئے دھونا فرض نہیں لہٰذا یہاں پانی سے مراد کچی دباغت ہے یعنی دھو کر سکھا لینا اور ببول کے پتے اور چھال سے مراد پکی دباغت ہے، اور ہو سکتا ہے کہ پانی سے مراد دھونا ہی ہو اور یہ حکم استحبابی ہو یعنی کھال دھو کر پکانا بہت بہتر ہے۔ ۲؎ آپ صحابی ہیں شام کے رہنے والے بعض لوگوں نے محبق کی ب کو زیر پڑھا ہے مگر صحیح فتح ہے آپ سے خواجہ حسن بصری وغیرہ نے روایات لی ہیں ۳؎ تبوک مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے غزوہ تبوک ۹ھ میں ہوا یہ حضور کا آخری باقاعدہ غزوہ ہے ۴؎ ان لوگوں نے اپنے خیال میں اس مشک کو ناپاک خیال کیا ہوا تھا اور اس کا پانی پیتے نہ تھے بلکہ گارے وغیرہ میں استعمال کرتے تھے حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ پکنے سے پاک ہو چکی ہے اسکا پانی پینا بھی جائز ہے ۶؎ ان بی بی صاحبہ کا نام نہ معلوم ہو سکا نہ حالات زندگی مگر چونکہ صحابیہ ہیں لہٰذا یہ بے علمی مضر نہیں کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں رب فرماتا ہے وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۷؎ یعنی خشک زمانہ میں تو وہاں گزرنا بھی آسان اور اس کی گندگی جوتوں کو لگتی بھی نہیں مگر بارش میں گندگیاں جوتوں کو لگ جاتی ہیں اس صورت میں جوتے ناپاک ہوں گے یا پاک ۸؎ اسکا مطلب پہلے بیان ہو چکا کہ اگر جسم والی تر نجاستیں جوتے یا چمڑے کے موزے کو لگ جائیں تو وہ خشک مٹی سے رگڑ کر پاک ہو جاتے ہیں وہی یہاں مراد ہے پیشاب جیسی پتلی نجاستیں بغیر دھلے پاک نہیں ہو سکتیں نیز کرنے کا

رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَتَوَضَّأُ مِنَ الْمَوْطِئِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتِ الْكِلَابُ تُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرُشُّوْنَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَأْسَ بِبَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ وَفِيْ رِوَايَةِ جَابِرٍ مَا أُكِلَ لَحْمُهُ فَلَا بَأْسَ بِبَوْلِهِ

(ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ننگے پاؤں چلنے سے وضو نہ کرتے تھے ۱؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے لیکن صحابہ اس کی وجہ سے مسجد نہ دھوتے تھے ۲؎ (بخاری) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کے پیشاب میں کچھ حرج نہیں جس کا گوشت کھایا جائے اور جابر کی روایت میں ہے کہ جس کا گوشت کھایا جائے اس کے پیشاب سے کوئی حرج نہیں ۳؎

دامن یا پاجامہ وغیرہ دھلے پاک ہوں گے لہذا یہ حدیث واضح ہے فقہی مسئلہ اس کے خلاف نہیں۔ ۱؎ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ پاؤں ہی نہ دھوتے تھے کیونکہ اس میں نجاست نہ لگی ہوتی تھی صرف ننگے پاؤں چلنا اور اس میں گرد و غبار لگ جانا اسے نجس نہیں کر دیتا، دوسرے یہ کہ اگر پاؤں نجس بھی ہو جاتے تو صرف پاؤں دھو لیتے تھے وضو نہ کرتے تھے۔ کیونکہ وضو حدث سے ٹوٹتا ہے نہ کہ کسی عضو میں ظاہری گندگی لگ جانے سے ۲؎ اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ کتے کا جسم سوکھا ہو یا گیلا نجس نہیں اور اس کے مسجد میں آ جانے کی وجہ سے زمین گندی نہ ہوگی۔ ہاں کتے کا لعاب ناپاک ہے یا کسی نجاست میں بھیگا ہو تب اس کا جسم ناپاک خیال رہے کہ اس حدیث میں اسلام کے ابتدائی حالات کا ذکر ہے جب مسجد نبوی میں نہ دروازہ تھا نہ کوئی اور انتظام اور نہ مسجد کے احترام کے لئے سخت احکام تھے پھر بعد میں مسجد میں دروازے بھی لگائے گئے کتا تو کیا وہاں نہ سمجھ بچوں کا لانا نجس کپڑے پہن کر آنا حتی کہ جس کے بدن سے بو آتی ہو یا جس نے کچا پیاز اور لہسن کھایا ہو یا منہ میں بدبو ہو اس کا داخلہ تک منع کر دیا گیا جیسا کہ باب المساجد میں اس قسم کی بہت سی احادیث آئیں گی لہذا اس حدیث کو دیکھ کر اب مسجدوں کو بے آڑ رکھنا یا وہاں ہر گندے اور ناپاک کو آنے دینا درست نہیں ہاں حکم یہی ہے کہ اگر اتفاقًا مسجد میں کتا گھس جائے جس کے جسم پر تر ناپاکی نہ ہو تو اسکو دھونا واجب نہیں ۳؎ یعنی حلال چرندوں کا پیشاب پاک ہے اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے حلال جانوروں کے پیشاب کو پاک مانا مگر ہمارے امام صاحب کے ہاں ناپاک ہے انکی دلیل وہ حدیث ہے جو باب عذاب قبر میں گزر چکی کہ حضور نے فرمایا پیشاب کی چھینٹوں سے بچو کیونکہ عمومًا عذاب قبر اس سے ہوتا ہے اور جن قبروں پر کھجور کی تر شاخ گاڑی تھی اس کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ اونٹوں کا چرواہا تھا۔ اس میں حرج سے مراد سخت حرج ہے یعنی جیسے حرام جانوروں کا پیشاب نجاست غلیظہ ہوتا ہے کہ ایک درہم کی بقدر لگنے سے کپڑا نجس ہو جاتا ہے ایسا حلال جانوروں کا پیشاب نہیں بلکہ وہ نجاست خفیفہ ہے کہ چہارم کپڑا آلود ہو تو ناپاک ہوگا لہذا یہ حدیث امام صاحب کے خلاف نہیں عرینہ والوں کی حدیث کہ حضور نے انہیں اونٹوں کا پیشاب پینے کی اجازت دی اس کی تحقیق اسی حدیث کے

رواہ احمد والدارقطنی۔

باب المسح علی الخفین

الفصل الاول عن شریح بن ھانی قال سألت علی بن ابی طالب المسح علی الخفین فقال جعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ ایام ولیالیھن للمسافر ویوما ولیلۃ للمقیم رواہ مسلم وعن المغیرۃ بن شعبۃ انہ غزا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ تبوک قال المغیرۃ فتبرز رسول اللہ صلی اللہ

(احمد، دارقطنی) موزوں پر مسح کرنے کا باب ۱؎ پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت شریح ابن ہانی سے ۲؎ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی ابن ابی طالب سے موزوں پر مسح کے متعلق پوچھا ۳؎ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیئے تین دن رات اور مقیم کے لیئے ایک دن رات مقرر فرمائی ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں شرکت کی مغیرہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

ماتحت کی جائے گی، انشاء اللہ یہاں صرف اتنا عرض کئے دیتے ہیں کہ بحالت ضرورت کے موقع پر دواءً حرام چیز کا استعمال جائز ہے۔

۱؎ چونکہ وضو کل ہے اور مسح جزء نیز موزے کا مسح پاؤں دھونے کا نائب ہے اس لیے اس باب کو وضو کے بعد لائے خیال رہے کہ مسح موزے پر ہوتا ہے نہ کہ موزے میں نیز چمڑے کے موزے پر مسح ہوگا نہ کہ باریک کپڑے یا سوت کے اس لیے مصنف نے علی اور خفین ارشاد فرمایا۔ خیال رہے کہ موزے کا مسح اشارۃً قرآن شریف سے اور صراحۃً بے شمار احادیث سے ثابت ہے لہذا اس کا انکار گمراہی ہے حضرت انس سے پوچھا گیا کہ اہل سنت کی علامت کیا ہے تفضیل الشیخین وحب الختنین والمسح علی الخفین خواجہ حسن بصری کہتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ سے ملاقات کی سب موزوں پر مسح کے قائل تھے امام کرخی فرماتے ہیں کہ مسح کے منکر کے کفر کا اندیشہ ہے کیونکہ موزے کا مسح متواتر احادیث سے ثابت ہے خیال رہے کہ ابن عباس و عائشہ صدیقہ نے اولًا اس مسح کا انکار کیا تھا پھر تمام صحابہ کی موافقت فرمائی حضرت عائشہ صدیقہ بھی مسح کی قائل ہیں وہ جو کہا جاتا ہے کہ آپ فرماتی ہیں میرا پاؤں کٹ جائے تو اچھا موزے پر مسح کرنے سے یہ محض غلط اور بناوٹی ہے ۲؎ آپ تابعی ہیں حضور کے زمانہ شریف میں پیدا ہوچکے تھے آپ کے والد ہانی صحابی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیت ابو شریح رکھی حضرت علی مرتضٰی کے مخصوص ساتھیوں میں سے ہیں۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ آپ کا سوال مدت مسح کے متعلق تھا نہ کہ طریقہ مسح یا دلائل مسح کے متعلق جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے۔ ۴؎ یعنی مسافر بحالت سفر ایکبار موزے پہن کر مسلسل تین دن و رات مسح کرسکتا ہے اور مقیم ایک دن و رات، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک احکام ہیں کہ علی مرتضٰی نے اس مدت کی تعیین حضور کی طرف نسبت کی دوسرے یہ کہ مدتیں ان لوگوں کے لیئے ہیں جو اول سے آخر تک ایک حال پر رہیں یعنی مثلًا پہنتے وقت بھی مقیم ہوں اور آخر تک مقیم رہیں۔ اگر پہنتے وقت تو مقیم تھا مگر مدت ختم ہونے سے پہلے مسافر ہوگیا تو اب مسافر کی مدت پوری کرے گا، یوں ہی مسافر اگر مقیم ہوجائے تو مقیم کی مدت پوری کرے۔ تیسرے یہ کہ مسح کی مدت حدث کے وقت سے شروع ہوگی کہ نہ پہننے کے وقت سے نہ مسح کے وقت سے چوتھے یہ کہ شرعًا مسافر وہ ہے جو تین دن کی راہ کا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْغَائِطِ فَحَمَلْتُ مَعَهُ إِدَاوَةً قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَمَّا رَجَعَ أَخَذْتُ أُهْرِيْقُ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ ذَهَبَ يَحْسِرُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ كُمُّ الْجُبَّةِ فَأَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَأَلْقَى الْجُبَّةَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ مَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ وَعَلَى الْعِمَامَةِ ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ

ایک دن فجر سے پہلے پاخانے گئے میں آپ کے ساتھ ایک برتن لے گیا۱ جب واپس آئے تو آپ کے ہاتھ شریف پر برتن سے پانی ڈالنے لگا آپ نے اپنا ہاتھ اور منہ دھویا۲ آپ پر اونی جبہ تھا آپ کہنیوں سے چڑھانے لگے لیکن جبے کی آستین تنگ تھی۳ تو آپ نے اپنے ہاتھ شریف جبے کے نیچے سے نکالے اور جبہ اپنے کندھوں پر ڈال لیا۴ کہنیوں تک ہاتھ دھوئے۔ پھر پیشانی اور پگڑی پر مسح کیا۵ پھر میں نے آپ کے موزے اتارنے کا ارادہ کیا تو آپ نے

سفر کرے اس سے کم سفر سے مسافر نہ ہوگا، ورنہ ایک دن مسافت کا مسافر اس حدیث پر عمل نہ کر سکتا، حالانکہ حدیث ہر مسافر کو عام ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

۱ تاکہ حضور پانی سے استنجا اور وضو کریں، معلوم ہوا کہ بزرگوں کی خدمت کے لیے حاضر رہنا اور بغیر حکم کے تیاری خدمت کرنا سنت صحابہ ہے اور نماز کی تیاری وقت نماز سے پہلے سنت ہے۔ ۲ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ وضو میں دوسرے سے مدد لینا سنت سے ثابت ہے دوسرے یہ کہ بزرگوں کو اس طرح وضو کرانا کہ لوٹا خادم کے ہاتھ میں ہو سنت صحابہ ہے خیال رہے کہ یہاں کلی اور ناک میں پانی کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں چہرے میں داخل ہیں۔ ۳ پشمینہ اون کا لباس پہننا جو کہ صوفیائے کرام کا طریقہ ہے۔ اسی لئے انہیں صوفی کہا جاتا ہے (صوف والے) اس کا ماخذ یہ حدیث ہے حضور کی آستینیں خوب کشادہ ہوتی تھیں یہ تنگ آستینوں والا جبہ کسی جہاد میں غنیمتًا آیا ہوگا۔ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کے بنائے ہوئے کپڑے اور دوسرے ملک کی وضع کا لباس پہننا جائز ہے ان کپڑوں پر خواہ مخواہ ناپاک ہونے کا وہم نہ کرو، حضرت عمر فاروق نے حیرہ کے حلے پہننے سے ممانعت فرمائی اور فرمایا سنا گیا ہے کہ وہ لوگ کپڑے پیشاب سے دھوتے ہیں ابی ابن کعب نے عرض کیا کہ عہد نبوی میں جوڑے ہم نے بھی پہنے ہیں۔ اور حضور نے بھی تب آپ نے اپنا حکم واپس لے لیا، دوسری قوم کا لباس پہننا جائز ہے بشرطیکہ وہ کفار یا فساق کی علامت نہ ہو ۴ نیچے قمیض اور تہبند بھی تھا ورنہ بے پردگی ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ بیک وقت کرتہ واسکٹ اچکن وغیرہ چند کپڑے پہننا جائز ہے ۵ پیشانی سے مراد سر کا اگلا چوتھائی حصہ ہے کہ یہ عمومًا پیشانی کی بقدر ہی ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور ہمیشہ پورے سر کا مسح ہی کرتے تھے۔ چہارم سر کا مسح اس حدیث سے ثابت ہے یہ فرض اور وہ سنت، سرکار نے عمامہ پر مسح نہیں کیا تھا، بلکہ اسے پکڑا تھا تاکہ گر نہ جائے حضرت مغیرہ اسے مسح سمجھے لہذا یہ حدیث حضرت جابر کی اس حدیث کے خلاف نہیں کہ آپ نے فرمایا عمامہ پر مسح جائز نہیں۔ جبتک کہ سر پر ہاتھ نہ پھیرے (مرقاۃ)

دَعْهُمَا فَاِنِّیْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَیْنِ فَمَسَحَ عَلَیْهِمَا ثُمَّ رَکِبَ وَرَکِبْتُ فَانْتَهَیْنَا اِلَی الْقَوْمِ
وَقَدْ قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوةِ وَیُصَلِّیْ بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَکَعَ بِهِمْ رَکْعَةً
فَلَمَّا اَحَسَّ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ یَتَاَخَّرُ فَاَوْمٰی اِلَیْهِ فَاَدْرَكَ النَّبِیُّ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِحْدَی الرَّکْعَتَیْنِ مَعَهٗ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
وَقُمْتُ مَعَهٗ فَرَکَعْنَا الرَّکْعَةَ الَّتِیْ سَبَقَتْنَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ۔ عَنْ
اَبِیْ بَکْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ رَخَّصَ لِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ

فرمایا کہ انہیں رہنے دو کیونکہ میں نے انہیں پاکی پر پہنا ہے^۱ پھر ان پر مسح فرمالیا پھر آپ سوار ہوئے اور میں بھی ہم قوم تک پہنچے جو نماز کے لیے کھڑے ہو چکے تھے انہیں عبدالرحمان ابن عوف نماز پڑھا رہے تھے ایک رکعت پڑھا چکے تھے^۲ جب انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس کیا تو پیچھے ہٹنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا^۳ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ایک رکعت پائی جب انہوں نے سلام پھیرا تو حضور انور کھڑے ہو گئے میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا جو رکعت رہ گئی تھی ہم نے پڑھ لی^۴ (مسلم) دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے^۵ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے مسافر کو تین دن و رات کو

۱؎ یعنی پہلے وضو کر لیا ہے، پھر موزے پہنے ہیں۔ خیال رہے کہ اگر کوئی شخص پہلے پاؤں دھو کر موزے پہن لے پھر وضو کے باقی اعضاء دھوئے تب بھی جائز ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ فرمایا موزے پہنتے وقت میرے پاؤں پاک تھے یہ نہ فرمایا کہ میں باوضو تھا۔ ۲؎ یہ اس لیے ہوا کہ جماعت صحابہ کو خیال گزرا کہ حضور نے اور جگہ نماز پڑھ لی ہوگی کیونکہ سرکار ان سے دور تھے اور حالت سفر کی تھی ورنہ صحابہ حضور کے بغیر نماز نہ پڑھتے تھے اگرچہ وقت تنگ ہوتا جیسا کہ بہت سی روایات میں ہے۔ ۳؎ کہ پیچھے نہ ہٹو نماز پڑھاتے رہو اس سے چند مسائل معلوم ہوئے، ایک یہ کہ صحابہ کرام عین نماز کی حالت میں حضور کی آہٹ کا خیال رکھتے تھے دوسرے یہ کہ صحابہ نماز میں حضور کا ادب کرتے تھے جس سے ان کی نماز ناقص نہ ہوتی تھی بلکہ کامل تر ہو جاتی تھی تیسرے یہ کہ اگر عین جماعت نماز کی حالت میں حضور تشریف لے آئیں تو موجودہ امام کی امامت منسوخ ہو گئی اور اس وقت سے حضور ہی امام ہوں گے ورنہ حضرت عبدالرحمان پیچھے ہٹنے کی کوشش نہ کرتے چوتھے یہ کہ اس امام کو اگر حضور امامت کا حکم دیں تو حضور کا نائب ہو کر امامت کرے گا پانچویں یہ کہ افضل کی نماز مفضول کے پیچھے جائز۔ خیال رہے کہ حضور نے صرف یہ ایک رکعت دوسرے کے پیچھے پڑھی ہے باقی تمام نمازیں پڑھائی ہیں کسی کے پیچھے پڑھی نہیں، ایسا ہی واقعہ صدیق اکبر کو بھی پیش آیا تھا حضور نے انہیں امامت پر قائم رہنے کا اشارہ کیا تھا مگر صدیق اکبر نہ مانے اور مقتدی بن گئے وہ صدیق اکبر کا ادب تھا اور یہ حضرت عبدالرحمان کی فرمانبرداری، دونوں اللہ کے پیارے ہیں مگر صدیق صدیق ہی ہیں۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ مسبوق اپنی باقیماندہ رکعت ادا کرنے کے لیے امام کے دو طرفہ سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو جیسا کہ کتاب الصلوٰۃ سے معلوم ہوا۔ ۵؎ آپ کا نام شریف نفیع ہے ثقفی ہیں مشہور صحابی ہیں غزوہ طائف میں ایمان لائے آخر عمر شریف میں بصرہ میں قیام رہا ۴۹ھ میں

وَلَيَالِيَهُنَّ وَلِلْمُقِيْمِ يَوْمًا وَّلَيْلَةً إِذَا تَطَهَّرَ فَلَبِسَ خُفَّيْهِ أَنْ يَّمْسَحَ عَلَيْهِمَا رَوَاهُ الْاَثْرَمُ فِيْ سُنَنِهٖ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَقَالَ الْخَطَّابِيُّ هُوَ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ هٰكَذَا فِي الْمُنْتَقٰى ○ وَعَنْ صَفْوَانَ ابْنِ عَسَّالٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفَرًا أَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ وَّلَيَالِيَهُنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ وَّلٰكِنْ مِّنْ غَائِطٍ وَّبَوْلٍ وَّنَوْمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ○ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَمَسَحَ عَلَى الْخُفِّ وَاَسْفَلَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ مَّعْلُوْلٌ وَسَاَلْتُ اَبَا زُرْعَةَ وَمُحَمَّدًا اَعْنِيْ الْبُخَارِيَّ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَا لَيْسَ بِصَحِيْحٍ وَكَذَا

اور مقیم کو ایک دن و رات تک موزوں پر مسح کی اجازت دی جب کہ پاک ہو کر پہنے ہوں[1] اثرم نے اپنی سنن میں ابن خزیمہ اور دار قطنی نے اور خطابی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے یوں ہی منتقی میں ہے[2] روایت ہے حضرت صفوان ابن عسال[3] سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم دیتے تھے کہ جب ہم سفر میں ہوں تو تین دن رات موزے نہ اتاریں[4] مگر جنابت سے لیکن پاخانہ پیشاب اور نیند سے موزے نہ اتاریں[5] (ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے غزوہ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا تو آپ نے موزے کے اوپر نیچے مسح فرمایا[6] (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث معلول ہے اور میں نے ابو ذرعہ اور محمد یعنی امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو ان بزرگوں نے فرمایا کہ یہ صحیح نہیں

وہیں وفات پائی۔ [1] اس کی پوری شرح اور اس سے مسائل کا استنباط پہلے گزر چکا عام علماء کا یہی قول ہے کہ مسافر تین دن سے زیادہ اور مقیم ایک دن سے زیادہ مسح نہیں کر سکتے ہاں حنفیوں کے نزدیک یہ مدت حدث کے وقت سے شروع ہوگی [2] منتقی ابن تیمیہ حنبلی کی کتاب ہے (مرقاۃ) شیخ فرماتے ہیں کہ یہ خطابی کی تصنیف ہے [3] مشہور صحابی ہیں قبیلہ بنی مراد سے ہیں کوفہ میں قیام رہا، حضور کے ساتھ بارہ غزووں میں شریک رہے [4] یہ حکم اجازت کا ہے نہ کہ وجوبی کیونکہ مسافر کو تین دن تک مسح کرنا جائز ہے۔ [5] یعنی حدث اصغر میں موزوں کا مسح درست اور حدث اکبر میں ناجائز غسل میں پاؤں دھونا ہی فرض ہیں۔ اس عبارت میں عجیب لطف ہے کہ اِلَّا نے نفی توڑ کر ثبوت کیا پھر لٰکِنْ نے اِلَّا کا ثبوت توڑ کر نفی پیدا کی، اس پر نحویوں کے معرکۃ الآرا بحثیں کی ہیں [6] یہ حدیث ضعیف ہے، اور ان احادیث کے خلاف ہے جن میں صرف اوپر کے مسح کا ذکر ہے لہذا لائق عمل نہیں مسح صرف موزے کے اوپر ہوگا نہ کہ نیچے جیسا کہ اگلی احادیث میں آ رہا ہے یہی ہمارے امام صاحب کا مذہب ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضور نے اپنا موزہ دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا ہو اور داہنے ہاتھ سے اوپر مسح کیا ہو دیکھنے والے سمجھے کہ آپ نیچے بھی مسح کر رہے ہیں

ضَعَّفَهُ اَبُوْدَاوُدَ ❁ وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ عَلٰى ظَاهِرِهِمَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ ❁ وَعَنْهُ قَالَ تَوَضَّاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ❁ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ❁ عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ مَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَسِيْتَ قَالَ بَلْ اَنْتَ نَسِيْتَ بِهٰذَا اَمَرَنِيْ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ ❁ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَوْكَانَ الدِّيْنُ بِالرَّاْيِ لَكَانَ اَسْفَلُ الْخُفِّ اَوْلٰى بِالْمَسْحِ مِنْ اَعْلَاهُ وَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

یوں ہی ابوداؤد نے اسے ضعیف فرمایا لہ روایت ہے انہی سے فرماتے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ موزوں کے اوپر مسح کرتے تھے ۲ (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں اور پاتابوں پر مسح کیا ۳ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) تیسری فصل روایت ہے حضرت مغیرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ بھول گئے فرمایا بلکہ تم بھول گئے مجھے میرے رب عزوجل نے اسی کا حکم دیا ۴ (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں اگر دین رائے سے ہوتا تو موزوں کے نیچے مسح کرنا اوپر مسح کرنے سے بہتر ہوتا میں نے

لہ اس حدیث کے ضعف کی دو وجہیں ہیں، ایک یہ کہ اس کی اسناد حضرت مغیرہ تک متصل نہیں بلکہ اس کے راوی ورّاد ہیں، یعنی حضرت مغیرہ کے غلام دوسرے یہ کہ اس کی اسناد میں ثور ابن یزید اور رجاء ابن حیوٰۃ جیسے راوی ہیں اور ثور کی ملاقات رجاء سے ثابت نہیں نیز یہ حدیث حضرت مغیرہ کی اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں فقط اوپر کا ذکر ہے لہذا حدیث میں اضطراب بھی ہے ۲ یہ حدیث صحیح بھی ہے اور متصل بھی اس میں صرف ظاہر موزہ کا ذکر ہے نیچے کا نہیں یہی ہمارے امام صاحب کا قول ہے ۳ اونی یا سوتی موزوں کو جراب کہا جاتا ہے ان پر مسح تین صورتوں میں جائز ہے ایک یہ کہ بہت موٹے ہوں کہ بغیر باندھے پنڈلی پر ٹھہر جائیں چلنے پھرنے سے ڈھلک نہ جائیں، دوسرے یہ کہ اس کے صرف تلے میں چمڑا اسلا ہو جسے منعّل کہتے ہیں، تیسرے یہ کہ اس کے ظاہری قدم پر بھی چمڑا اسلا ہو جسے مجلّد کہتے ہیں، یہاں پہلی صورت کی جرابیں مراد ہیں یعنی موٹی نعلین سوتی پاتابے کہلاتے ہیں جو جرابوں پر ان کی حفاظت کیلئے پہنے جاتے ہیں اگر یہ بار یک ہوں کہ مسح کی تری جراب تک پہنچ جائے تو ان پر مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔ ۴ چونکہ حضرت مغیرہ نے اس سے پہلے موزوں کا مسح نہ دیکھا تھا اس لیے یہ سوال کیا الا بزرگوں کیطرف بھول کی نسبت کرنا خود اپنی غلطی اور بھول ہے اس لئے حضور نے فرمایا کہ تم طریقۂ ادب بھول گئے اس حدیث کے آخری جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ موزوں پر مسح قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کیونکہ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ میں ایک قرأت اَرْجُلِ کے کسرہ سے بھی ہے اور عام قرأت فتحہ سے مطلب

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلٰى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالدَّارِمِيُّ مَعْنَاهُ بَابُ التَّيَمُّمِ
اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْنَا
عَلَى النَّاسِ بِثَلٰثٍ جُعِلَتْ صُفُوْفُنَا كَصُفُوْفِ الْمَلٰٓئِكَةِ وَجُعِلَتْ لَنَا الْاَرْضُ كُلُّهَا
مَسْجِدًا وَّجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُوْرًا اِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَآءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ عِمْرَانَ
قَالَ كُنَّا فِيْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ
صَلٰوتِهٖ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُّعْتَزِلٍ لَّمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ موزوں کے اوپر مسح کرتے تھے ۱؎ (ابوداؤد) دارمی نے اس کے معنی کی روایت کی۔ تیمم کا باب ۲؎ پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم کو دوسروں لوگوں پر تین چیزوں سے بزرگی دی گئی ۳؎ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح کی گئیں ۴؎ ہمارے لیئے ساری زمین مسجد بنادی گئی ۵؎ اور جب پانی نہ پالیں تو اس کی مٹی پاک کرنے والی کردی گئی ۶؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عمران سے فرماتے ہیں کہ ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص کو دیکھا جو الگ تھا قوم کیساتھ نماز نہ پڑھی

یہ ہوگا کہ موزے پہنے ہوں تو مسح کرو نہ پہنے ہوں تو دھولو اور ممکن ہے کہ یہاں اللہ کے حکم سے مراد وحی خفی ہو۔ ۱؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ موزوں کے صرف ظاہر پر مسح ہوگا نہ کہ تلے پر جیسا کہ ہمارے امام صاحب کا قول ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر عقل حکم شرع کے خلاف ہو تو عقل مردود ہے اور حکم شرع مقبول دیکھو حضرت علی کی عقل کہتی تھی کہ موزے کے نیچے مسح ہونا چاہیئے کیونکہ زمین سے وہی حصہ لگتا ہے اور گندگی سے وہی قریب ہوتا ہے مگر حکم شرعی کے مقابل آپ نے اپنی رائے چھوڑ دی امام اعظم فرماتے ہیں کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو میں پیشاب سے غسل واجب کرتا اور منی سے وضو کیونکہ پیشاب بالاتفاق نجس ہے اور منی بعض علماء کے ہاں پاک بھی ہے اور میں لڑکی کو لڑکے سے دگنی میراث دیتا کیونکہ لڑکی کمزور ہے (مرقاۃ) ۲؎ تیمم لغت میں قصد اور ارادے کو کہتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ شریعت میں پاک کی نیت سے زمین پر دوبار ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر پھیرنے کو تیمم کہتے ہیں، تیمم جنابت کا بھی ہوتا ہے اور بے وضو سے بھی دونوں کا طریقہ ایک ہی ہے صرف نیت میں فرق ہے، تیمم صرف جنس زمین سے ہوسکتا ہے جنس زمین وہ ہے جو زمین سے پیدا ہو اور آگ میں نہ گلے نہ راکھ بنے اس کے مسائل فقہ میں دیکھو ۳؎ یعنی یہ تین چیزیں وہ ہیں جو ہماری امت کو ملیں ہمارے سوا کسی کو ان میں سے ایک بھی نہ ملی، خیال رہے کہ یہ تین حصر کے لیئے نہیں کیونکہ اس امت کی اس کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات ہیں، ۴؎ یعنی نمازیوں کی صفیں جماعت میں اور غازیوں کی صفیں میدان جہاد میں ایسی اعلٰی اور افضل ہیں جیسے مقرب فرشتوں کی صفیں بارگاہ الٰہی میں بوقت عبادت ۵؎ کہ ہر جگہ نماز ہوسکتی ہے پچھلی امتوں کی نمازیں صرف گرجوں اور کنیسوں ہی میں ہوسکتی تھیں زمین میں پہاڑ دریائی اور ہوائی جہاز وغیرہ سب داخل ہیں خیال رہے کہ روئے،

اَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ اَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلَا مَآءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَاِنَّهٗ يَكْفِيْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ◦ وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ اِنِّيْ اَجْنَبْتُ فَلَمْ اُصِبِ الْمَآءَ فَقَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ اَمَا تَذْكُرُ اِنَّا كُنَّا فِيْ سَفَرٍ اَنَا وَاَنْتَ فَاَمَّا اَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَاَمَّا اَنَا فَتَمَعَّكْتُ فَصَلَّيْتُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هٰكَذَا فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرمایا اے فلاں تجھے قوم کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس نے روکا؟ عرض کیا مجھے جنابت پہنچی اور پانی ہے نہیں تو فرمایا تیرے لیے مٹی ہے؟ وہ تجھے کافی ہے؟ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عمار سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر ابن خطاب کی خدمت میں آیا اور وہ بولا کہ میں جنبی ہو جاتا ہوں اور پانی پاتا نہیں؟ تب حضرت عمار نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین کیا آپ کو یاد نہیں کہ ہم اور آپ سفر میں تھے آپ نے تو نماز نہ پڑھی اور میں خوب لوٹا پھر نماز پڑھ لی؟ پھر میں نے یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو فرمایا کہ تم کو یہ کافی تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

قبرستان، حمام، مذبحہ وغیرہ میں نماز درست نہیں مگر یہ ایک عارضہ کی وجہ سے ہے اگر یہ عارضہ ہٹ جائے تو نماز درست لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ؎ پانی نہ پانے سے مراد اس کے استعمال پر نہ قادر ہونا ہے۔ خواہ اس لیے کہ پانی موجود نہ ہو یا اس لیے کہ موجود تو ہو مگر دشمن یا موذی کی وجہ سے استعمال نہ کر سکے مٹی سے مراد جنس زمین کی ہر چیز ہے ریتا، پتھر، کان کا نمک، پتھری کوئلہ وغیرہ سب داخل ہیں۔ ؎ یعنی تو نے جماعت کیساتھ نماز کیوں نہ پڑھی اس صحابی کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت نماز سے علیحدہ بیٹھا رہنا بُرا ہے اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ جو جماعت سے نماز نہ پڑھ سکے وہ جماعت اولیٰ کے وقت جماعت کی جگہ نہ بیٹھے کہ اس میں جماعت سے روگردانی ہے بلکہ وہاں سے چلا جائے ؎ امام شافعی یہاں صعید کے معنی مٹی کرتے ہیں ان کے نزدیک تیمم صرف مٹی سے ہو سکتا ہے امام اعظم و امام مالک صعید کے معنی روئے زمین کرتے ہیں (مَا صَعِدَ عَلَى الْاَرْضِ) اس لئے ان دو بزرگوں کے ہاں ہر جنس زمین سے تیمم جائز، ان دو بزرگوں کی دلیل بخاری شریف کی حدیث جابر ہے کہ حضور نے فرمایا وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا اس میں ہر قسم کی زمین کو مطہر قرار دیا گیا، بخاری شریف کی یہ حدیث صعید والی حدیث جس میں تربت کا ذکر ہوا کی تفسیر ہے۔ ؎ غالباً ان صاحب کو تیمم کا طریقہ آتا تھا مگر خبر نہ تھی کہ تیمم جنابت سے بھی ہو جاتا ہے اس لئے حضور نے انہیں طریقہ نہ بتایا ؎ تو کیا کروں آپ نے جواب دیا نماز پڑھو جب تک کہ پانی نہ ملے اس لئے کہ تیمم صرف وضو کے موقعہ پر ہو سکتا ہے (مرقاۃ) یا آپ جواب سے خاموش رہے کیونکہ مسئلہ معلوم نہ تھا (اشعۃ اللمعات) خیال رہے کہ حضرت عمر و ابن مسعود جنابت تیمم کے قائل نہ تھے حضرت ابن مسعود نے مسئلہ معلوم ہونے پر اس سے رجوع کر لیا لیکن عمر فاروق نے توقف کیا ؎ یعنی سفر میں میں اور آپ جنبی ہو گئے پانی تھا نہیں تیمم کا مسئلہ کسی کو معلوم نہ تھا آپ نے تو پانی کے انتظار میں نماز ہی نہ پڑھی اور میں نے تیمم غسل کو غسل پر قیاس کیا اور تمام جسم پر مٹی لگائی اس سے معلوم ہوا کہ عہد نبوی میں ضرورت کے وقت صحابہ کرام قیاس کرتے تھے نیز کبھی قیاس میں غلطی بھی کر جاتے تھے لیکن حضور انہیں غلطی پر ملامت نہ

بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ وَنَفَخَ فِيهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوُهُ وَفِيهِ قَالَ إِنَّمَا يَكْفِيكَ أَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ الْأَرْضَ ثُمَّ تَنْفُخَ ثُمَّ تَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيْكَ ۔ وَعَنْ أَبِي الْجُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ قَالَ مَرَرْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُولُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ حَتّٰى قَامَ إِلَى جِدَارٍ فَحَتَّهُ بِعَصًا كَانَتْ مَعَهُ ثُمَّ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى الْجِدَارِ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيَّ وَلَمْ أَجِدْ هٰذِهِ الرِّوَايَةَ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ

اپنے دونوں مبارک ہاتھ زمین پر مارے اور ان میں پھونک لگائی پھر انہیں منہ اور ہاتھ پر پھیر لیا۱؎ (بخاری) اور مسلم میں اسی کی مثل ہے اس میں یہ بھی ہے کہ تمہیں یہ کافی تھا کہ اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارتے پھر پھونک لیتے پھر انہیں اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیتے۲؎ روایت ہے حضرت جہیم ابن حارث ابن صمہ سے۳؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرا جب کہ آپ پیشاب کر رہے تھے میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا حتی کہ آپ دیوار کی طرف گئے لاٹھی سے جو آپ کے ساتھ تھی کھرچا۴؎ پھر اپنے ہاتھ دیوار پر لگائے پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا۵؎ پھر میرا جواب دیا۶؎ میں نے یہ روایت نہ تو صحیحین میں پائی اور نہ کتاب حمیدی میں

فرماتے تھے بلکہ اصلاح فرما دیتے تھے چونکہ خطاء اجتہادی پر گرفت نہیں۔ ۱؎ تاکہ تیمم میں چہرے پر مٹی نہ لگ جائے کیونکہ تیمم کا مقصد پالی ہے نہ کہ چہرہ لیپ کر سادھو بن جانا اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ فیشن کیلئے چہرے پر پوڈر وغیرہ ملنا ناجائز ہے کہ یہ تشبہ ہے یعنی چہرہ بگاڑنا ۲؎ اس ظاہری معنی کی بنا پر امام احمد و اوزاعی تیمم میں ایکبار ہی ہاتھ مارتے ہیں لیکن پہلے بھی گزر گیا اور آئندہ بھی آئیگا کہ حضور نے تیمم میں دو بار زمین پر ہاتھ مبارک مارے اور اسی کا حکم بھی دیا۔ لہذا یہاں مراد نہیں بلکہ بیان نوعیت ہے، یعنی جنابت کے تیمم میں زمین پر لوٹنے کی ضرورت نہیں صرف مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے و ہاتھوں پر پھیر لینا کافی ہے تاکہ احادیث میں تعارض نہ ہو نیز یہاں کفین سے مراد ہتھیلیاں یا کلائیاں نہیں بلکہ کہنیوں تک پورے ہاتھ ہیں جیسا کہ دیگر احادیث میں ہے یہ حدیث مجمل ہے اور وہ احادیث اس کی تفصیل کبھی ید بول کر کلائیاں مراد لیتے ہیں، جیسے فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا ۳؎ ہو سکتا ہے کہ حضور نے عمل کرکے بھی دکھایا ہو اور فرما بھی دیا ہو۔ لہذا ان دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں، بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمر نے اس کو یہ واقعہ یاد دلایا اور حضرت عمار سے کہا اے عمار خدا سے ڈرو ۳؎ مشہور صحابی انصاری ہیں ابی ابن کعب کے بھانجے ہیں امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی ۴؎ کیونکہ دیوار کے ظاہری حصے پر پلیدی تھی یا کیڑے مکوڑے اس کو چڑھنے سے تیمم کیلئے پاک و صاف مٹی ظاہر ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی دیوار پر بغیر اجازت تیمم کر لینا اور ضرورۃً کچھ کھرچ لینا جس سے دیوار کو نقصان نہ ہو جائز ہے۔ ۵؎ یعنی دو بار ہاتھ مارے ایکبار چہرے کے لیے اور دوسری بار کہنی تک ہاتھوں کے لئے ۶؎ خیال رہے کہ قضاء حاجت کی حالت میں سلام کرنا منع اور اگر کوئی کر دے تو جواب واجب نہیں حضور کا یہ جواب دینا اخلاق

بطور فیشن منہ پر پوڈر ملنا کیسا؟

وَلٰكِنْ ذَكَرَهٗ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۞ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّعِيْدَ الطَّيِّبَ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ وَاِنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَآءَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَاِذَا وَجَدَ الْمَآءَ فَلْيَمَسَّهٗ بَشَرَهٗ فَاِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَى النَّسَآئِيُّ نَحْوَهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ عَشْرَ سِنِيْنَ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا فِيْ سَفَرٍ فَاَصَابَ رَجُلًا مِّنَّا حَجَرٌ فَشَجَّهٗ فِيْ رَاْسِهٖ فَاحْتَلَمَ فَسَئَلَ اَصْحَابَهٗ هَلْ تَجِدُوْنَ لِيْ رُخْصَةً فِي التَّيَمُّمِ قَالُوْا مَا نَجِدُ لَكَ رُخْصَةً وَاَنْتَ تَقْدِرُ عَلَى الْمَآءِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُخْبِرَ بِذٰلِكَ قَالَ قَتَلُوْهُ

لیکن اسے شرح سنہ میں ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے [1] دوسری فصل۔ روایت ہے ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پاک مٹی مسلمان کا آپ وضو ہے اگرچہ دس سال پانی نہ پائے [2] پھر جب پانی پائے تو اس سے اپنا بدن دھوئے کہ یہ یقینًا بہتر ہے [3] (احمد، ترمذی، ابوداؤد) نسائی نے اس کی مثل روایت کی دس سال کے قول تک روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں گئے تو ہم میں سے ایک شخص کو پتھر لگ گیا جس نے اس کے سر میں زخم کردیا۔ پھر اسے احتلام ہوگیا تو اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا تم میرے لیئے تیمم کی اجازت پاتے ہو وہ بولے تیرے لیئے تیمم کی اجازت نہیں پاتے تو تو پانی پر قادر ہے اس نے غسل کرلیا پس مرگیا [4] جب ہم حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کو اس کی خبر دی گئی فرمایا انہیں خدا غارت کرے

کیا ذکر کی بناء پر تھا، اس کی تحقیق باب مخالطۃ الجنب میں کی جاچکی ہے کہ حضور کا یہاں جواب سلام کیلئے تیمم کرنا ایک خاص حال تھا اور طہارت وغیر طہارت ہر حال میں ذکر خدا کرنا قانونی شرعی تھا نیز پانی کے ہوتے ہوئے تیمم کرنا ایسا تھا جیسے نماز جنازہ کیلئے تیمم کرلینا لہذا یہ حدیثیں متعارض ہیں اور نہ اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ تیمم جائز کیونکر ہوا۔ [1] یہ مصنف پر اعتراض ہے کہ وہ فصل اول میں غیر شیخین کی روایت لے آئے [2] یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ تیمم وضو کی طرح طہارت مطلقہ اور کاملہ ہے لہذا ایک تیمم سے ایک وقت میں بھی چند نمازیں پڑھ سکتے ہیں اور ایک وقت کے تیمم سے کئی وقت تک نمازیں پڑھ سکتے ہیں کیونکہ اسے حضور نے وضو قرار دیا تو جو وضو کا حکم ہے وہی اس کا حکم ہے امام شافعی کے ہاں تیمم ضرورت طہارت ہے کہ وقت نماز نکل جانے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے اور ایک تیمم سے چند نمازیں نہیں پڑھ سکتے، سیدنا ابن عمر سے مروی ہے کہ آپ ہر نماز کے لیے الگ تیمم کرتے تھے، یہ استحبابًا تھا جیسے وضو پر وضو کرلینا [3] بہتر سے مراد اصل ہے یعنی پانی اصل طہارت ہے اور اس کی عدم موجودگی میں تیمم اس کا نائب جب اصل آگیا تو نائب کی گنجائش نہ رہی اس کا مطلب یہ نہیں کہ تیمم بھی جائز ہے مگر وضو بہتر رب فرماتا ہے اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا [4] وہ گروہ سمجھے کہ تیمم بیمار کیلئے نہیں صرف پانی نہ ملنے کی حالت میں ہے کیونکہ رب فرماتا ہے فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا یہ ہے صحابہ اجتہادی غلطی اور خطاء [5] یہ ہے صحابہ کا تقوٰی اور خوف خدا کہ جان دیدی

قَتَلَهُمُ اللّٰهُ اَلَا سَاَلُوْا اِذْ لَمْ يَعْلَمُوْا فَاِنَّ شِفَاءَ الْعِيِّ السُّؤَالُ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْهِ اَنْ يَّتَيَمَّمَ وَيُعَصِّبَ عَلٰى جُرْحِهٖ خِرْقَةً ثُمَّ يَمْسَحَ عَلَيْهَا وَيَغْسِلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ÷ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَجُلَانِ فِيْ سَفَرٍ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ فَتَيَمَّمَا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَصَلَّيَا ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ فَاَعَادَ اَحَدُهُمَا الصَّلٰوةَ بِوُضُوْءٍ وَلَمْ يُعِدِ الْاٰخَرُ ثُمَّ اَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَا ذٰلِكَ فَقَالَ لِلَّذِيْ لَمْ يُعِدْ اَصَبْتَ السُّنَّةَ وَاَجْزَاَتْكَ صَلٰوتُكَ وَقَالَ لِلَّذِيْ تَوَضَّاَ وَاَعَادَ لَكَ الْاَجْرُ مَرَّتَيْنِ رَوَاهُ

اسے انہوں نے مار دیا[۱] جب جانتے نہ تھے پوچھ کیوں نہ لیا بے علمی کا علاج پوچھ لینا ہے[۲] اسے یہ کافی تھا کہ تیمم کر لیتا اور اپنے زخم پر کپڑا لپیٹ لیتا پھر اس پر ہاتھ پھیر لیتا اور باقی جسم دھو ڈالتا[۳] (ابوداؤد) اور ابن ماجہ نے حضرت عطا ابن رباح سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی۔ روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ دو شخص سفر میں گئے وقت نماز آ گیا ان کے ساتھ پانی نہ تھا تو انہوں نے پاک مٹی سے تیمم کر لیا پھر نماز پڑھ لی پھر وقت ہی میں پانی پا لیا تو ان میں سے ایک نے وضو سے نماز لوٹائی دوسرے نے نہ لوٹائی[۴] پھر دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ ماجرا عرض کیا تو جس نے نماز نہ لوٹائی تھی اس سے فرمایا کہ تو نے سنت پالی اور تیری نماز کافی ہو گئی اور جس نے وضو کر کے لوٹائی تھی اس سے فرمایا کہ تجھے دوہرا ثواب ہے[۵] اسے

مگر نماز چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ [۱] یعنی یہ لوگ اس کی موت کا سبب بن گئے نہ ایسا فتویٰ دیتے نہ وہ غسل کر کے وفات پاتا اور یہ بددعا اظہار ناراضی کیلئے ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر خطاء اجتہادی کی بنا پر قتل بھی واقع ہو جائے تب بھی مجتہد پر قصاص یا دیت بلکہ گناہ بھی نہیں لہذا حضرت علی و امیر معاویہ و عائشہ صدیقہ کی جنگوں میں جو مسلمانوں کا کشت و خون ہوا اس کی پکڑ کسی پر نہیں۔ [۲] یعنی انہیں چاہیئے تھا کہ اسے خود حکم نہ دیتے بلکہ میرے پاس آنے تک صبر کرتے مجھ سے مسئلہ پوچھتے [۳] امام اعظم کے نزدیک وَيُعَصِّبَ کا واؤ بمعنی اَوْ ہے مطلب یہ ہے کہ اگر وہ غسل بالکل نہ کر سکتا تھا تب تو تیمم کر لیتا اور اگر صرف سر پر پانی ڈالنا مضر تھا تو زخم پر پٹی باندھ کر مسح کر لیتا باقی جسم دھو لیتا امام شافعی اس واؤ کو جمع کیلئے مانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں تیمم بھی کرے اور غیر مجروح حصے کا غسل بھی لیکن امام اعظم کا قول بہت قوی ہے کیونکہ تیمم غسل کا نائب ہے اور نائب و اصل کبھی جمع نہیں ہو سکتے نیز محدثین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف بھی ہے دیکھو مرقاۃ خیال رہے کہ مشکوک پانی کی صورت میں غسل و تیمم دونوں کرتے ہیں اسکی وجہ ہماری اپنی بے علمی ہے کہ پانی مطہر ہے یا نہیں وہاں اصل و نائب کا اجتماع نہیں وہاں یا غسل ہی طہارت ہے یا تیمم ہی [۴] یہ ہوا اجتہاد کا اختلاف ان میں ایک صاحب ہی حق پہ تھے مگر کسی نے کسی پر اعتراض نہ کیا ہم جو کہا کرتے ہیں کہ چاروں مذہب برحق، اس کا مطلب یہی ہے کہ کسی پر ملامت یا اعتراض نہیں اسکا ماخذ یہی حدیث ہے [۵] اسلئے کہ فرض پہلے ادا ہو چکا تھا، دوسری نماز نفل

اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ وَرَوَی النَّسَآئِیُّ نَحْوَہٗ وَقَدْ رَوٰی ھُوَ وَاَبُوْدَاوٗدَ اَیْضًا عَنْ عَطَآءِ بْنِ یَسَارٍ مُرْسَلًا۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ اَبِی الْجُهَیْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ قَالَ اَقْبَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِیَهٗ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ فَلَمْ یَرُدَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَقْبَلَ عَلَی الْجِدَارِ فَمَسَحَ بِوَجْهِهٖ وَیَدَیْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ مُتَّفَقٌ۔ وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ اَنَّهٗ کَانَ یُحَدِّثُ اَنَّهُمْ تَمَسَّحُوْا وَهُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّعِیْدِ لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ فَضَرَبُوْا بِاَکُفِّهِمُ الصَّعِیْدَ ثُمَّ مَسَحُوْا بِوُجُوْهِهِمْ مَسْحَةً وَّاحِدَةً ثُمَّ عَادُوْا فَضَرَبُوْا بِاَکُفِّهِمُ الصَّعِیْدَ مَرَّةً اُخْرٰی فَمَسَحُوْا بِاَیْدِیْهِمْ کُلِّهَا اِلَی الْمَنَاکِبِ وَالْاٰبَاطِ مِنْ بُطُوْنِ اَیْدِیْهِمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

ابوداؤد و دارمی نے روایت کیا نسائی نے اس کی مثل اور نسائی و ابوداؤد نے عطا ابن یسار سے مرسلاً روایت کی۔

تیسری فصل، روایت ہے حضرت ابوالجہیم ابن حارث ابن صمہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاہ جمل کی طرف سے تشریف لائے تو آپ کو ایک شخص ملا۔ اس نے سلام کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا حتی کہ آپ ایک دیوار کے پاس تشریف لائے تو چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کیا پھر اسے سلام کا جواب دیا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عمار ابن یاسر سے وہ بیان کرتے تھے کہ صحابہ نے پاک مٹی سے نماز فجر کے لیے تیمم کیا جب کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو مٹی پر اپنے ہاتھ پھیرے پھر ایک بار اپنے منہ پر ہاتھ پھیر لیا پھر دوبارہ مٹی پر ہاتھ مارے تو اپنی ہتھیلیوں سے پورے ہاتھوں کا کندھوں اور بغلوں تک مسح کیا ۳؎

(ابوداؤد)

بن گئی اور نفل کا ثواب بھی ملتا ہے، یہ مطلب نہیں کہ اجتہاد کا دگنا ثواب ملا یہ تو پہلے کو ملا ہوگا کہ اسکا اجتہاد درست تھا خطاء اجتہادی پر ایک ثواب ہوتا ہے اور صحیح اجتہاد پر دوہرا۔ ۱؎ جمل ایک بستی ہے جسے مدینہ بھی کہتے ہیں، یہ کنواں اسکی طرف منسوب ہے، اور اب اس بستی کا نام ہی بیر جمل ہوگیا، یہیں حضرت علی رضی مرتضیٰ و عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی جنگ ہوئی۔ ۲؎ یعنی تیمم کے بعد اس کا ذکر ابھی کچھ پہلے گزر چکا اور پوری تحقیق باب مخالطۃ الجنب میں گزر گئی۔

۳؎ اس حدیث کی بنا پر امام زہری فرماتے ہیں کہ تیمم میں ہاتھوں کا مسح بغلوں تک کیا جائے مگر صحیح یہی ہے کہ کہنیوں تک مسح ہو کیونکہ تیمم وضو کا نائب ہے اور وضو میں ہاتھ کہنی تک ہی دھوئے جاتے ہیں۔ ان صحابہ کا یہ عمل اپنا اجتہاد سے تھا نہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے، انہوں نے قرآن کریم کی یہ آیت دیکھی فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ اور بعض صحابہ کا اجتہاد واجب العمل نہیں خصوصاً جبکہ حدیث مرفوع کے مخالف واقع ہو جائے، حضرت ابوہریرہ رضی وضو میں بغل تک ہاتھ دھوتے تھے حضرت عمار ابن یاسر غسل کے تیمم کیلئے زمین پر لوٹے تھے۔

بَابُ الْغُسْلِ الْمَسْنُوْنِ ❁ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ❁ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❁ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❁ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يَّغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا يَغْسِلُ فِيْهِ رَأْسَهٗ وَجَسَدَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❁ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ❁ عَنْ سَمُرَةَ ابْنِ

مسنون غسل کا باب[1] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لیے آئے تو غسل کرلیا کرے[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم ہے ہر مسلمان پر کہ ہر سات دن میں ایک دن غسل کرے[4] جس میں سر و جسم دھوئے[5] (مسلم بخاری) دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت سمرہ ابن

[1] غسل غ کے فتح سے بمعنی دھونا، غ کے زیر سے بمعنی نہانے یا دھونے کا پانی، غ کے پیش سے بمعنے نہانا، یہاں تیسرے معنی مراد ہیں، غسل پانچ قسم کا ہے۔ غسل فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح، غسل فرض تین ہیں، حیض سے نفاس سے جنابت سے۔ غسل واجب ہے، میت کو غسل غسل سنت پانچ ہیں، جمعہ کا عیدین کا احرام کے وقت عرفہ کے دن غسل مستحب چند ہیں میت کو نہلا کر فصد کھلوا کر، اسلام لاتے وقت ٹھنڈک صفائی وغیرہ کے لیے نہانا غسل مباح ہے اس باب میں سنت اور مستحب غسلوں کا ذکر ہوگا [2] امام اعظم اور جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم وجوبی نہیں بلکہ سنت کا ہے اور یہ حدیث منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے امام مالک اور احمد کے نزدیک یہ حکم وجوبی ہے ان کے ہاں غسل جمعہ واجب ہے مگر امام اعظم کا قول قوی ہے جیسا کہ آئندہ صحیح روایت میں آرہا ہے کہ جمعہ کے غسل کا وجوب منسوخ ہوچکا ہے خیال رہے کہ غسل نماز جمعہ کے لیے سنت ہے لہذا جن پر جمعہ فرض نہیں ان کے لیے یہ غسل سنت بھی نہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا بعض علماء نے اَحَدُ کو نصب اور جمعہ کو ضم پڑھا ہے اور حدیث کے معنے یہ کئے کہ جب تم میں سے کسی کے پاس جمعہ کا دن آئے تو غسل کرے ان کے نزدیک غسل جمعہ مطلقاً سنت ہے نماز جمعہ فرض ہو یا نہ ہو لہذا چاہیے یہ کہ جمعہ کا غسل صبح کے بعد کیا جائے رات میں کرلینے سے یہ سنت ادا نہ ہوگی [3] اگر واجب بمعنی ثابت ہو تو حدیث محکم ہے منسوخ نہیں اور اگر بمعنی ضروری ہے تو منسوخ ہے جیسا کہ آئندہ آرہا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غسل جمعہ جمعہ کے دن کی وجہ سے ہے، نماز جمعہ فرض ہو یا نہ ہو بہت سے علماء کا یہ بھی قول ہے [4] یہاں ایک دن سے مراد جمعہ کا دن ہے جیسا کہ دوسری روایتوں سے معلوم ہوا اور لزوم سے لغوی لزوم مراد ہے نہ کہ شرعی، مطلب یہ ہے کہ ہفتہ میں جمعہ کے دن غسل کرلینا چاہیے تاکہ بدن بھی صاف ہو جائے اور کپڑے بھی اور جمعہ کی بھیڑ میں مسلمانوں کو تکلیف نہ ہو چونکہ

جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ اَفْضَلُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ اَرْبَعٍ مِّنَ الْجَنَابَةِ وَيَوْمِ الْجُمُعَةِ وَمِنَ الْحِجَامَةِ وَمِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۞ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ اَنَّهُ اَسْلَمَ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جمعہ کے دن وضو کرے تو خیر اور اچھا کیا اور جو نہائے تو نہانا بہت اچھا ہے لہ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو میت کو غسل دے وہ خود بھی غسل کرے لہ (ابن ماجہ) احمد و ترمذی نے یہ بھی زیادہ کیا کہ جو میت کو اٹھائے وہ وضو کرے لہ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم چار چیزوں سے غسل کرتے تھے۔ جنابت (ناپاکی) سے اور جمعہ کے دن اور سنگی لگوانے سے اور میت کو نہلانے سے لہ (ابوداؤد) روایت ہے قیس ابن عاصم سے لہ کہ وہ مسلمان ہوئے تو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ پانی اور بیری سے غسل کریں

سر میں میل جوئیں زیادہ ہو جاتی ہیں، اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر کیا ورنہ جسم میں یہ بھی داخل تھا۔ غسل میں کلی کرنا ناک میں پانی لینا اور تمام جسم کا دھونا ہمارے ہاں فرض ہے، غسل سے پہلے وضو کر لینا داہنی طرف سے ابتدا کرنا سنتیں ہیں۔ لہ یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے کہ غسل جمعہ فرض یا واجب نہیں سنت ہے، اس کی تائید مسلم شریف کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا حضور نے جمعہ کے دن غسل کر کے نماز کیلئے آئے مسجد سے قریب بیٹھے خاموشی سے خطبہ سنے تو اس کے دس دن کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ ۲ عام علماء کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے میت کو نہلا کر غسل کر لینا بہتر ہے کیونکہ میت کے غسالہ کے چھینٹے جسم پر پڑنے کا احتمال ہے جامع اصول میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی زوجہ اسماء بنت عمیس نے صدیق اکبر کی وفات کے بعد غسل دیا پھر صحابہ سے بولیں کہ میں روزے دار ہوں اور ٹھنڈک بہت ہے، کیا مجھے غسل کرنا فرض ہے سب نے کہا نہیں۔ ۳ اٹھانے کی وجہ سے نہیں بلکہ نماز جنازہ کیلئے کہ میت کیساتھ جنازہ گاہ میں پہنچتے ہی نماز جنازہ میں شرکت کر سکے لہ یہاں غسل سے مراد غسل کا حکم دینا ہے یعنی ان چار موقعوں پر غسل کا حکم دیتے تھے کیونکہ حضور نے کبھی کسی میت کو غسل نہیں دیا جیسے حدیث میں ہے کہ حضور نے حضرت ماعز کو رجم کیا یعنی رجم کا حکم دیا اور مرتد وغیرہ مگر ان حکموں میں غسل جنابت کا حکم وجوبی ہے اور باقی احکام سنت کیے چونکہ سنگی پچھنے میں خون کی چھینٹیں جسم پر پڑ جاتی ہیں، اور خون نکلنے سے گرمی اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے، لہٰذا اس کے بعد

وَسَلَّمَ اَنْ يَّغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ اِنَّ نَاسًا مِّنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ جَاءُوْا فَقَالُوْا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ اَتَرَى الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا قَالَ لَا وَلٰكِنَّهٗ اَطْهَرُ وَخَيْرٌ لِّمَنِ اغْتَسَلَ وَمَنْ لَّمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ بِوَاجِبٍ وَسَاُخْبِرُكُمْ كَيْفَ بَدْءُ الْغُسْلِ كَانَ النَّاسُ مَجْهُوْدِيْنَ يَلْبَسُوْنَ الصُّوْفَ وَيَعْمَلُوْنَ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ وَكَانَ مَسْجِدُهُمْ ضَيِّقًا مُّقَارِبَ السَّقْفِ اِنَّمَا هُوَ عَرِيْشٌ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَوْمٍ حَارٍّ وَّعَرِقَ النَّاسُ فِيْ ذٰلِكَ الصُّوْفِ حَتّٰى ثَارَتْ مِنْهُمْ رِيَاحٌ اٰذٰى بِذٰلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَلَمَّا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

لہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت عکرمہ سے فرماتے ہیں لہ کہ کچھ عراقی لوگ آ گئے اور بولے کہ اے ابن عباس کیا آپ جمعہ کے دن کا غسل واجب سمجھتے ہیں۔ فرمایا نہیں، لیکن یہ بہت پاکی ہے اور غسل کرنے والے کے لیئے اچھا ہے اور جو غسل نہ کرے اس پر ضروری نہیں لہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ غسل شروع کیسے ہوا، لوگ مشقت میں تھے کہ اُون پہنتے اور اپنی پیٹھ پر مزدوریاں کرتے تھے۔ ان کی مسجد تنگ تھی جس کی چھت نیچی تھی جو صرف چھپر خس پوش تھی، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ایک گرم دن میں تشریف لائے اور لوگ اسی اون میں پسینہ پسینہ ہو گئے کہ ان سے بو پھیل گئی جس کی وجہ سے بعض نے بعض سے تکلیف پائی تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

غسل کر لینا بہتر ہے ۵ آپ صحابی ہیں بنی تمیم کے وفد میں حضور کے پاس حاضر ہوئے ۸ھ میں ایمان لائے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دیہاتیوں اور بادیہ نشینوں کے سردار ہیں بہت حکیم عاقل و عابد تھے بصرہ میں قیام رہا ۔ ۶ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام لاتے وقت کلمہ پڑھنے سے پہلے غسل کرنا بہتر ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اگر کافر زمانہ کفر میں جنبی ہوا پھر اسلام لایا تو اس پر جنابت کی وجہ سے غسل فرض ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو سر منڈانے کا حکم بھی دیا تھا اسی لیئے اسلام لاتے وقت سر منڈانا بھی سنت ہے۔ ۷ آپ بربری ہیں، سیدنا عبداللہ ابن عباس کے غلام ہیں تابعین میں سے ہیں اور مکہ مکرمہ کے فقہاء میں سے ہیں۔ اپنے زمانہ کے بڑے عالم تھے ۸۲ سال عمر ہوئی ۱۰۷ھ میں وفات پائی ۸ عراق ملک عرب کا پانچواں صوبہ ہے طول میں عبادان سے موصل تک اور عرض میں قادسیہ سے حلوان تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کا علاقہ بغداد سے کوفہ اور بصرہ وہاں کے مشہور شہر ہیں کربلا اور نجف بھی عراق کی ہی بستیاں ہیں ۹ قریباً تمام صحابہ کا یہی مذہب ہے اور جمہور علماء بھی اس غسل کو سنت ہی مانتے ہیں ۱۰ وہ بھی ایسا کہ لکڑیوں کے ستون قائم کر کے کھجور کی شاخیں اور پتوں کی چھت ڈال دی گئی تھی، بارش میں پانی ٹپکتا تھا اور عام دنوں میں دھوپ مگر اس مسجد کا درجہ عرش معلی سے افضل تھا کہ یہاں کے امام امام الانبیاء تھے صلی اللہ علیہ وسلم معلوم ہوا کہ مسجد کا کمال عمارت سے نہیں بلکہ امام سے ہے۔

اللہ علیہ وسلم تلك الریاح قال ایھا الناس اذا کان ھذا الیوم فاغتسلوا ولیمس احدکم افضل ما یجد من دھنہ وطیبہ قال ابن عباس ثم جاء اللہ بالخیر ولبسوا غیر الصوف وکفوا العمل ووسع مسجدھم وذھب بعض الذی کان یؤذی بعضھم بعضا من العرق رواہ ابوداؤد۔ باب الحیض۔ الفصل الاول۔ عن انس بن مالك قال ان الیھود کانوا اذا حاضت المرأۃ فیھم لم یواکلوھا

بو پائی تو فرمایا اے لوگو جب یہ دن ہوا کرے تو نہا لیا کرو اور چاہیئے کہ ہر ایک اپنا بہترین تیل و خوشبو مل لیا کرے [۲] حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ پھر اللہ نے مال دیا [۳] اور لوگوں نے اون کے علاوہ اچھے لباس پہنے اور کام کاج سے چھوٹ گئے [۴] ان کی مسجد فراخ ہو گئی [۵] اور پسینہ سے جو بعض کو بعض سے تکلیف پہنچتی تھی وہ جاتی رہی (ابوداؤد) حیض کا باب [۶] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت انس ابن مالک سے فرماتے ہیں کہ یہودی [۷] جب ان میں عورت حائضہ ہوتی تو نہ اس کے ساتھ کھاتے

[۱] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صحابہ نے اس کی شکایت نہ کی کیونکہ صابروں کے سردار تھے، دوسرے یہ کہ حضور کو اپنی امت کے دکھ درد کا بڑا خیال ہے کیوں نہ ہو وہ امت کے رکھوالے ہیں کوئی اپنا دکھ بیان کرے یا نہ سب کا خیال ہے حضور کی یہ خبرگیری قیامت تک ہے، رب فرماتا ہے عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ [۲] تیل سر و جسم میں اور خوشبو کپڑوں میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے مجمعوں میں اچھے کپڑے پہن کر جانا چاہیئے شادی عرس تبلیغی جلسے سب میں اس بات کا خیال رکھا جائے۔ مجلسوں میں ہار پھول ڈالنے کی اصل یہ حدیث ہے [۳] چونکہ مال اسلام کے ظہور اور مسلمانوں کے غلبہ کی علامت تھی اس لیے اسے خیر فرمایا، ورنہ اکثر فقر غنا سے اور صبر شکر سے افضل ہے [۴] کیونکہ جہادوں میں بہت غنیمتیں ہاتھ آئیں اور مسلمان لونڈی غلاموں کے مالک ہوئے [۵] مرقاۃ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے قریب خود مسجد بڑھائی اشعۃ میں ہے کہ پھر سیدنا عمر فاروق نے مسجد میں توسیع کی پھر عثمان غنی نے اپنے زمانہ خلافت میں بہت شاندار اور وسیع مسجد بنائی محراب عثمانی اب تک آپ کی یادگار موجود ہے خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اسلام میں اولًا غسل جمعہ فرض تھا مذکورہ وجوہات سے پھر سنت رہ گیا فرضیت منسوخ ہو گئی [۶] غسل مسنون کے بعد فرض غسلوں کا ذکر فرما رہے ہیں۔ حیض اور حوض کے لغوی معنی بہنا ہیں شریعت میں عورتوں کے ماہواری خون کو جو رحم سے نکلے حیض کہا جاتا ہے ولادت کے بعد نکلا خون نفاس کہلاتا ہے۔ بیماری کا خون استحاضہ۔ حیض کی مدت کم از کم تین دن رات اور زیادہ سے زیادہ دس دن و رات۔ نفاس کی کم مدت ایک ساعت اور زیادہ چالیس دن ہے استحاضہ کی کوئی مدت نہیں حیض و نفاس کے احکام جنابت کی طرح ہیں کہ اس میں نماز روزہ قرآن شریف پڑھنا، چھونا مسجد میں جانا سب حرام ہے [۷] یعقوب علیہ السلام کی اولاد یہودی کہلاتی ہیں اس لئے کہ ان کے بڑے بیٹے کا نام یہودا تھا یا اسلئے کہ انہوں نے بچھڑے کی پرستش سے اعلیٰ درجے کی توبہ کی قرآن کریم میں ہے اِنَّا هُدْنَا اِلَیْكَ غرضکہ ان کی نسبت یا اپنے جد کی طرف ہے یا اس نیک عمل کی طرف۔

وَلَمْ يُجَامِعُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ فَسَأَلَ اَصْحٰبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ الْاٰيَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا النِّكَاحَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْيَهُوْدَ فَقَالُوْا مَا يُرِيْدُ هٰذَا الرَّجُلُ اَنْ يَّدَعَ مِنْ اَمْرِنَا شَيْئًا اِلَّا خَالَفَنَا فِيْهِ فَجَآءَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا اَفَلَا نُجَامِعُهُنَّ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا فَخَرَجَا فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا هَدِيَّةٌ مِّنْ لَّبَنٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰثَارِهِمَا فَسَقَاهُمَا فَعَرَفَا اَنَّهٗ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور نہ انہیں گھروں میں ساتھ رکھتے[1] حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یہ مسئلہ حضور سے پوچھا تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری لوگ آپ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں الخ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحبت کے سوا سب کچھ کرسکتے ہو[2] یہ خبر یہود کو پہنچی تو بولے کہ یہ صاحب ہمارے دینی کاموں میں سے کوئی چیز بغیر مخالفت کیے نہیں چھوڑتے[3] پھر حضرت اسید ابن حضیر[4] اور عباد ابن بشر[5] حاضر ہوئے بولے یارسول اللہ یہود ایسا ایسا کہتے ہیں تو کیا ہم حائضہ سے صحبت بھی نہ کر لیا کریں[6] تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور غصہ میں بدل حتی کہ ہم سمجھے کہ آپ ان پر ناراض ہوگئے[7] وہ دونوں چلے گئے ان کے پیچھے حضور کی بارگاہ میں دودھ کا ہدیہ آیا تو حضور نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا (بلانے کے لیے) پھر انہیں دودھ پلایا تب سمجھے کہ حضور ان پر ناراض نہ ہوئے (مسلم) اور روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

[1] اکثر ہندو قبیلوں میں یہ رواج اب بھی ہے مگر یہ عمل اکثر بہت تکلیف دہ ہوتا ہے [2] یعنی حائضہ کے ساتھ رہنا اس کے ہاتھ کی چیز کھانا اس کے ساتھ لیٹنا بیٹھنا بلکہ معانقہ وغیرہ سب حلال ہاں اس سے صحبت حرام قطعی ہے جسکا منکر کافر ہے [3] یعنی ان کے دین کا دارومدار ہماری مخالفت پر ہے کہ جسے ہم برا جانیں اسے یہ جائز کہہ دیتے ہیں یہودی یہ بکواس اسلام اور پیغمبر اسلام پر بہتان تھی اسلام نے کسی کی ضد میں اچھی چیز کو برا اور بری چیز کو اچھا نہ کہا۔ [4] آپ انصاری ہیں اوسی ہیں حضرت مصعب ابن عمیر کے ہاتھ پر سعد ابن معاذ سے پہلے اسلام لائے دوسری بیعت عقبہ میں شریک تھے بدر اور تمام غزوات میں حضور کیساتھ رہے [5] آپ انصاری ہیں قبیلہ بنی عبدالاشہل سے ہیں حضور کی ہجرت سے پہلے مصعب کے ہاتھ پر اسلام لائے تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے [6] تاکہ یہود کی پوری مخالفت ہو جائے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے دلوں میں کفار سے نفرت کمال درجہ کی تھی اور یہ نفرت کمال ایمان کی علامت ہے [7] حضور کا یہ اظہار غضب بڑی مصلحت پر مبنی تھا وہ یہ کہ منصوص احکام کسی قوم کی مخالفت کیلئے نہیں بدلے جاسکتے دیکھو داڑھی رکھانا اور مونچھیں کٹانا اسلام کا حکم ہے

مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَّكِلَانَا جُنُبٌ وَكَانَ يَاْمُرُنِيْ فَاَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِيْ وَاَنَا حَائِضٌ وَّ
كَانَ يُخْرِجُ رَاْسَهٗ اِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَاَغْسِلُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْهَا
قَالَتْ اَشْرَبُ وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ اُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلٰى
مَوْضِعِ فِيَّ فَيَشْرَبُ وَاَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ اُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ مَوْضِعَ فِيَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَتَّكِئُ فِيْ حِجْرِيْ وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْهَا قَالَتْ

ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے حالانکہ ہم دونوں جنبی ہوتے آپ مجھے حکم دیتے میں تہبند باندھ لیتی تو مجھ سے جسم
مس کرتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی ۱؎ اور اپنا سر مبارک بحالت اعتکاف میری طرف نکال دیتے میں دھوتی حالانکہ
میں حائضہ ہوتی ۲؎ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے کہ میں بحالت حیض پیتی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی برتن دے دیتی
تو آپ اپنا منہ شریف میرے منہ والی جگہ پر رکھ کر پیتے اور میں بحالت حیض ہڈی چوستی پھر آپ کو دے دیتی تو آپ اپنا
منہ شریف میرے منہ کی جگہ رکھتے ۳؎ (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں تکیہ
لگاتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی پھر قرآن تلاوت کرتے ۴؎ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے

لیکن اب سکھوں کی مخالفت کیلئے داڑھی منڈانی پڑ جائیگی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض احکام صراحۃً دیئے جاتے ہیں بعض اشارۃً۔ ۲؎ اس سے
معلوم ہوا کہ حائضہ سے مساس جائز ہے مگر یہ اس کیلئے ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو اگر صحبت کر لینے کا اندیشہ ہو تو پرہیز کرے جیسے روزہ دار کیلئے بیوی کا
بوسہ کہ جوان کیلئے مکروہ، بوڑھے کیلئے جائز اپنا واقعہ اسلئے ارشاد فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ میں بنی سنائی نہیں کہہ رہی ہوں بلکہ تجربہ سے کہتی ہوں میرا خود عمل رہا ایک
قسم کی تبلیغ ہے یہ بے تہذیبی نہیں آج ڈاکٹر طبی مسائل نہایت کھلے کھلے بیان کرتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اسے بدتہذیبی کہنا حماقت ہے ۳؎

کیونکہ حضور کے حجرے کا دروازہ مسجد میں تھا اس سے معلوم ہوا کہ معتکف مسجد سے کلی نہیں نکل سکتا لیکن بعض اعضاء نکال سکتا ہے اور حائضہ اپنے خاوند کی خدمت کر سکتی ہے اس کے جسم کو چھو سکتی ہے۔
۳؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اپنی بیوی کا جھوٹا کھانا پینا جائز ہے بلکہ سنت سے ثابت، انتہا جو مرد کو عورت کا جھوٹا کھانا منع کرتے ہیں وہاں

اجنبی عورت مراد ہے لہذا وہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف نہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پاک نہایت سادہ اور بے تکلف تھی مسلمانوں کو سادگی اختیار
کرنی چاہیئے۔ تیسرے یہ کہ ہڈی منہ سے چوسنا سنت ہے، کانٹے سے کھانا طریقہ نصاریٰ ہے چوتھے یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ وہ خوش نصیب بی بی ہیں جن کا بارہا
انکا لعاب حضور کے لعاب کے ساتھ جمع ہوا خصوصاً وفات شریف کے وقت مسواک میں حضور کا یہ ہڈی چوسنا گوشت چھڑانے کیلئے نہ ہوتا تھا وہ تو پہلے چھوٹ چکا
ہوتا تھا بلکہ محبوبیت ظاہر فرمانے کیلئے ۴؎ معلوم ہوا کہ حائضہ عورت کے زانو یا گود میں سر رکھ کر قرآن پڑھنا جائز ہے کیونکہ حائضہ کی نجاست حکمی ہے حقیقی نہیں
مردہ غسل دینے سے پہلے نجس حقیقۃً بھی ہوتا ہے اس لئے قبل غسل اس کے پاس بلا ڈھکے ہوئے قرآن پڑھنا منع ہے لہذا یہ حدیث اس مسئلے کے خلاف نہیں۔

قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاوِلِيْنِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي مِرْطٍ بَعْضُهُ عَلَيَّ وَبَعْضُهُ عَلَيْهِ وَاَنَا حَائِضٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ۞ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى حَائِضًا اَوِ امْرَاَةً فِي دُبُرِهَا اَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَفِي رِوَايَتِهِمَا فَصَدَّقَهُ بِمَا

فرماتی ہیں مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد سے ہم کو چٹائی دے دو میں بولی کہ میں تو حائضہ ہوں فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے [1] (مسلم) روایت ہے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر میں نماز پڑھتے تھے جس کا کچھ حصہ مجھ پر ہوتا اور کچھ حصہ حضور پر حالانکہ میں حائضہ ہوتی [2] (مسلم بخاری) دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو حائضہ عورت سے جماع کرے یا عورت کے پاخانے کی جگہ یا کاہن کے پاس جائے اس نے محمد مصطفی پر اترے ہوئے کا انکار کیا [3] (اسے ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ان دونوں کی روایت میں یہ ہے کہ

خیال رہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی گود قرآن اور قرآن والے محبوب کی رحل بنی اس وقت بھی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے وقت بھی کہ حضور کا وصال آپ کی گود میں ہوا اور آپ کا حجرہ حضور کی آخری آرامگاہ بنا لہذا آپ کی گود اور آپکا حجرہ عرش عظیم سے بڑھ کر ہے اللہ تعالٰی اس دامن میں مجھ سے نالائق گنہگار کو جگہ دے آمین شعر

ان کا پہلو ہے نبی کی آرام گاہ　　ان کے حجروں میں قیامت تک نبی ہیں جاگزیں

[1] یعنی تم کو اس حالت میں مسجد میں جانا منع ہے نہ کہ وہاں سے ہاتھ بڑھا کر کچھ لے لینا اب بھی یہی مسئلہ ہے کہ حائضہ و جنبی مسجد کے باہر رہتے ہوئے مسجد میں ہاتھ ڈال کر چیز اٹھا سکتے ہیں (اس حدیث میں چٹائی سے مراد حضور کی اپنی ملک کی چٹائی ہوگی نہ کہ مسجد کی وقف چٹائی کیونکہ موقوفہ چٹائی کو گھر میں لا کر اس پر نماز ممنوع ہے [2] یعنی ایک ہی چادر مجھ پر بھی ہوتی اور بحالت نماز حضور پر بھی، اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ کا جسم نجس حقیقی نہیں ورنہ ایسا کپڑا جس کا بعض حصہ نجاست پر ہو اسے اوڑھ کر یا پہن کر نماز پڑھنا ممنوع ہے خیال رہے کہ اس حدیث کے یہ الفاظ نہ بخاری میں ہیں نہ مسلم میں بلکہ اس کا بعض مضمون بخاری میں ہے مرقاۃ [3] یعنی یہ تینوں شخص قرآن و حدیث کے منکر ہو کر کافر ہو گئے۔ خیال رہے کہ یہاں سے شرعی کفر ہی مراد ہے اسلام کا مقابل اطلاق سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو عورت سے دبر میں یا بحالت حیض صحبت کو جائز سمجھ کر صحبت کریں ایسا کاہن نجومی کو علم الغیب جان کر اس سے فال کھلوائیں یا غیبی خبریں پوچھیں اور اگر گناہ سمجھ کر یہ کام کریں تو فسق ہے کفر نہیں یا یہاں کفر سے مراد لغوی معنی ہیں ناشکری۔ رب فرماتا ہے وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔ خیال رہے کہ حائضہ سے صحبت کرنی حرمت

يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ اِلَّا مِنْ حَكِيْمِ الْاَثْرَمِ عَنْ اَبِيْ تَمِيْمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ۞ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يَحِلُّ لِيْ مِنِ امْرَأَتِيْ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ مَا فَوْقَ الْاِزَارِ وَالتَّعَفُّفُ عَنْ ذٰلِكَ اَفْضَلُ رَوَاهُ رَزِيْنٌ وَقَالَ مُحْيِ السُّنَّةِ اِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِقَوِيٍّ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ بِاَهْلِهٖ وَهِيَ حَائِضٌ فَلْيَتَصَدَّقْ بِنِصْفِ دِيْنَارٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ دَمًا اَحْمَرَ فَدِيْنَارٌ وَاِذَا كَانَ

کاہن کے کہے ہوئے کی تصدیق کرے تو کافر ہوگیا۔ ترمذی فرماتے ہیں کہ ہم اس حدیث کو صرف حکیم اثرم سے جانتے ہیں جو ابو تمیمہ سے[1] وہ ابوہریرہ سے راوی ہیں۔ روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے میری بیوی سے بحالت حیض کیا کام حلال ہے فرمایا وہ جو تہبند سے اوپر ہو اور بچنا اس سے بھی بہتر ہے[2] (رزین) محی السنہ فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد قوی نہیں۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے بحالت حیض صحبت کر بیٹھے تو آدھا دینار خیرات کرے[3] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی، ابن ماجہ)۔ روایت ہے انہی سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جب خون سرخ ہو ایک دینار دے اور جب

نص قرآنی سے ثابت ہے، رب فرماتا ہے۔ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ اور عورت سے ہمبستری کی حرمت قطعی قیاس قطعی سے ثابت ہے ان دونوں کا منکر کافر ہے۔ اس قسم کی احادیث حرمت قطعی ثابت نہیں کرسکتیں اس کی بحث ہمارے مرقاۃ میں دیکھو اور ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول قیاس کی بحث میں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ احادیث ظنیہ ہیں اور حرمت قطعی ثابت کرنے کیلئے قطعی دلیل درکار ہے۔

[1] ابو تمیمہ تہیمی کا نام طریف ابن مجالد ہے، حکیم ابن اثرم کو بعض محدثین نے ضعیف فرمایا، طریف کو بعض نے ثقہ کہا، ان کا انتقال ۹۷ھ میں ہوا، امام بخاری نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا (اشعہ) [2] یعنی حائضہ عورت جبکہ پاجامہ یا تہبند مضبوطی سے باندھے ہو تو اس کے ساتھ لیٹنا اور اس بوس و کنار درست ہے لیکن بچنا بہتر خصوصًا اس جوان کو جو ایسی حالت میں اپنے نفس پر قابو نہ رکھتا ہو۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل شریف خود کرنا بیان جواز کے لیے ہے، حضور کبھی غیر مستحب بلکہ مکروہ کام بھی عمل فرما کر جواز ثابت کرتے تھے یہ تبلیغ کی قسم تھی حضور کو اس پر بھی ثواب ملتا تھا [3] یہ حکم استحبابی ہے یعنی چونکہ اس نے بڑا گناہ کیا جس سے وہ عذاب کا مستحق ہوگیا، صدقہ و خیرات عذاب دفع کرنے کیلئے اکسیر ہے اس لئے ایسا کرے ورنہ اس گناہ کا اصل کفارہ تو توبہ ہی ہے آجکل بعض علماء جو بعض گناہوں پر خیرات و صدقہ کا حکم دیتے ہیں انکی دلیل یہ حدیث ہے یہاں وہ شخص مراد ہے جو حرام

دمًا أصفر فنصف دينار رواه الترمذي ۔ الفصل الثالث ۔ عن زيد بن أسلم قال إن رجلا سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ما يحل لي من امرأتي وهي حائض فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم تشد عليها إزارها ثم شأنك بأعلاها رواه مالك والدارمي مرسلا ۔ وعن عائشة قالت كنت إذا حضت نزلت عن المثال على الحصير فلم نقرب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم ندن منه حتى نطهر رواه أبو داود ۔

خون پیلا ہو تو آدھا دینار[1] (ترمذی) تیسری فصل ۔ روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے[2] فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور عرض کیا اپنی بیوی سے بحالت حیض کیا چیز حلال ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کا تہبند مضبوط باندھ دو پھر تہبند کے اوپر تمہارا کام ہے[3] اسے مالک و دارمی نے مرسلاً روایت کیا روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب میں حائضہ ہوتی تو بستر سے چٹائی پر اتر آتی پھر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب نہ ہوتے یہاں تک کہ ہم پاک ہو جاتے[4] (ابوداؤد)

جانتے ہوئے یہ جرم کرے اور اگر حلال جان کر ایسا کیا تو کافر ہو گیا دوبارہ اسلام لائے اور تجدید نکاح کرے ۔ [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث متن و اسناد دونوں کے لحاظ سے مضطرب ہے ، کیونکہ انہیں کی بعض روایات میں ہے کہ پانچ دینار خیرات کرے بعض میں ہے کہ ایک دینار اور اگر نہ ہو سکے تو آدھا دینار بعض میں ہے کہ اگر حیض کا جوش نہ ہو خون سرخ آرہا ہو تو ایک دینار خیرات کرے اور اگر حیض کا جوش ٹوٹ چکا ہو اور خون کا رنگ پیلا پڑ چکا ہو تو آدھا دینار ۔ خیال رہے کہ دینار دس درہم کا ہوتا ہے اور درہم ساڑھے چار آنہ کا لہٰذا دینار تقریبًا پونے تین روپے کا ہوا چونکہ سونے کا بھاؤ بہت تیز ہے تو دینار کی قیمت بھی زیادہ ہو گئی مگر ان احکام میں وہی اس زمانہ کی قیمت معتبر ہوگی ۔ [2] آپ اہل مدینہ سے ہیں جلیل الشان تابعی ہیں ، حضرت عمر فاروق کے آزاد کردہ غلام ہیں ، بڑے عالم تھے حتی کہ امام زین العابدین آپ کی مجلس میں شرکت فرماتے اور آپ سے احادیث لیتے تھے (اشعہ و مرقات) [3] یعنی حائضہ سے صحبت حرام ہے اور جب وہ ازار باندھے ہو تو اس سے بوس و کنار حلال ، اس کی بحث گزر چکی کہ جوان مرد کو ممنوع بوڑھے کو مباح کہ اسے صحبت کر بیٹھنے کا خطرہ کم ہے ۔ [4] یعنی ہم تمام ازواج پاک بحالت حیض حضور انور کے پاس نہ لیٹتے تھے بلکہ علیحدہ چٹائی پر آپ کے بستر سے دور یہ تو ہمارا اپنا عمل تھا کہ اس حالت میں آپ کے پاس لیٹنے بیٹھنے کی جرأت و ہمت نہ کرتے تھے ہاں اگر حضور انور خود ہی ہم کو بلا لیتے تو تعمیل حکم کرتے تھے لہٰذا یہ حدیث ان گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں جن میں مباشرت اور مس ثابت ہے کہ وہ حضور انور کے حکم سے ہوتا ہے اور یہاں ازواج پاک کی اپنی ہمت و جرأت کا ذکر ہے ، بعض نے فرمایا یہ حدیث منسوخ ہے اور گزشتہ احادیث ناسخ مگر پہلی توجیہ قوی ہے ۔

بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ ؛ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ جَآءَتْ فَاطِمَةُ اَبِیْ حُبَیْشٍ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اِمْرَاَةٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ لَا اِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَّلَیْسَ بِحَیْضٍ فَاِذَا اَقْبَلَتْ حَیْضَتُكِ فَدَعِی الصَّلٰوةَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِیْ عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ؛ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ؛ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَبِیْ حُبَیْشٍ اَنَّهَا كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَقَالَ لَهَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

مستحاضہ کا باب[1] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں[2] اور بولیں کہ یارسول اللہ میں استحاضے والی عورت ہوں کہ پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا نماز چھوڑ دوں فرمایا نہیں یہ تو رگ ہے[3] حیض نہیں ہے جب تمہارا حیض آیا کرے تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب چلا جائے تو خون دھو ڈالا کرو پھر نماز پڑھ لیا کرو[4] (مسلم و بخاری) دوسری فصل روایت ہے عروہ ابن زبیر سے وہ فاطمہ بنت ابی حبیش سے راوی کہ وہ مستحاضہ ہو جاتی تھیں ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

[1] مستحاضہ وہ عورت ہے جسے استحاضہ کا خون آتا ہو استحاضہ بیماری ہے جس میں عورت کی رگ کھل کر خون جاری ہو جاتا ہے یہ خون حیض یا نفاس کا نہیں ہوتا، اس کی کوئی مدت نہیں اور اس میں نماز، روزہ، صحبت، مسجد میں داخلہ کچھ بھی منع نہیں بلکہ اسکا حکم معذور کا سا ہے کہ ایک وقت وضو کرکے نماز پڑھتی رہے اگرچہ خون آتا رہے وقت نکل جانے پر وضو ٹوٹ جائے گا[2] مسئلہ پوچھنے اور دین حاصل کرنے کیلئے آپ فاطمہ بنت حبیش ابن عبدالمطلب ابن اسد ابن عبدالعزیٰ ابن قصی ابن کلاب ہیں، یہ عبدالمطلب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا نہیں وہ تو عبدالمطلب ابن ہاشم ہیں[3] یعنی رحم کے قریب کی کوئی رگ کھل گئی ہے جس سے یہ خون جاری ہو گیا ہے، رحم کا خون نہیں ہے لہذا اس کے احکام حیض و نفاس کے سے نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ عورت عالم سے مسئلہ پوچھنے میں اور عالم مسئلہ بتانے میں شرم نہ کرے ورنہ دین کی تبلیغ کیسے ہوگی[4] یعنی استحاضہ کی بیماری لگنے سے پہلے تمہیں جن تاریخوں میں حیض آتا تھا وہی تاریخیں اب بھی حیض کی مانو ان میں نماز وغیرہ چھوڑ دو اور ان تاریخوں کے بعد خون استحاضہ کا شمار کرو اور نماز وغیرہ شروع کردو اور جس عورت کو بالغ ہوتے ہی استحاضہ شروع ہو جائے حیض کی تاریخیں مقرر نہ ہونے پائیں وہ ہر مہینہ کے اول دس دن حیض شمار کرے اور بیس دن استحاضہ کہ اسی میں احتیاط ہے یہاں خون دھو ڈالنے سے مراد اگر حیض کا خون ہے تب تو دھو ڈالنے سے مراد غسل کرنا ہے، کیونکہ حیض جانے پر غسل فرض ہے اور اگر استحاضہ کا خون مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ اپنے بدن و کپڑے سے استحاضہ کا خون دھو کر پھر وضو کرکے نماز پڑھ لیا کرو اس میں غسل واجب نہیں لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ مستحاضہ حیض کے بعد غسل ضرور کرے گی مگر یہاں صرف خون دھونے کا حکم دیا گیا۔

إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضِ فَإِنَّهُ دَمٌ أَسْوَدُ يُعْرَفُ فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلٰوةِ فَإِذَا كَانَ الْآخَرُ فَتَوَضَّئِي وَصَلِّي فَإِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ. وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ إِنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تُهَرِيْقُ الدَّمَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَتْ لَهَا أُمُّ سَلَمَةَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِتَنْظُرْ عَدَدَ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ الَّتِي كَانَتْ تَحِيْضُهُنَّ مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ أَنْ يُصِيْبَهَا الَّذِي أَصَابَهَا فَلْتَتْرُكِ الصَّلٰوةَ قَدْرَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّهْرِ فَإِذَا خَلَّفَتْ ذٰلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ ثُمَّ لِتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ ثُمَّ لِتُصَلِّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى النَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ. وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ

کہ جب حیض کا خون ہو تو وہ کالا خون ہوتا ہے جو پہچان لیا جاتا ہے [1] تو جب یہ ہو تو نماز سے رک جاؤ اور جب دوسرا ہو تو وضو کرو اور نماز پڑھو کہ وہ تو رگ ہے [2] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خون گراتی تھی [3] اس کے متعلق حضرت ام سلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا [4] فرمایا کہ وہ رات دن مہینے کے گن لے جن میں اس بیماری کے لگنے سے پہلے حیض آتا تھا مہینے میں اتنے دن نماز چھوڑ دے پھر جب یہ دن گزر جائیں تو غسل کرے اور کپڑے کا لنگوٹ باندھے پھر نماز پڑھتی رہے [5] (مالک، ابوداؤد، دارمی) نسائی نے اس کے معنی کی روایت کی

روایت ہے حضرت عدی

[1] یہ اکثر کا حکم ہے نہ کہ کلیہ یعنی اکثر حیض کا خون سیاہ ہوتا ہے جو پہچان لیا جاتا ہے ورنہ کبھی یہ خون سرخ پیلا بھی ہوتا ہے، اور فرق مشکل ہو جاتا ہے [2] اس کا مطلب پہلے بیان ہو چکا کہ زمانہ استحاضہ میں ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھو یہ مطلب نہیں کہ حیض گزرنے پر صرف وضو کر لو اس وقت تو غسل فرض ہے لہذا یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہیں [3] ان بی بی صاحبہ کا نام معلوم نہ ہو سکا تُهَرَاقُ اور تُهَرِيقُ دونوں طرح روایت ہے لا زائدہ ہے باب افعال کا مضارع معروف یا مجہول تُهْرِيقُ یا تُهْرَاقُ تھا [4] یعنی خود تو شرم کی وجہ سے حضور سے نہ پوچھ سکیں حضرت ام المومنین ام سلمہ سے پوچھا، حضرت ام سلمہ نے حضور سے دریافت کر کے انہیں مسئلہ بتایا خیال رہے کہ ان پاک بیویوں کے مختلف حال تھے بعض تو تحقیق مسئلہ کو شرم پر مقدم رکھتی تھیں اور بعض شرم سے خود نہ پوچھتیں، دوسرے ذریعہ سے دریافت کرا لیتی تھیں۔ وہ سب اللہ کی پیاری تھیں كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى سب سے جنت کا وعدہ ہو چکا ہے [5] یعنی مستحاضہ اپنے ہر مہینہ کے دو حصے کرے ایک حصہ کو حیض شمار کرے یعنی تین دن سے دس دن تک جس قدر پہلے حیض آتا رہا ہو وہ حیض باقی استحاضہ، مستحاضہ کو لنگوٹ باندھنے کا حکم استحبابی اور احتیاطی ہے تاکہ خون سے مصلے اور کپڑے گندے نہ ہوں وجوبی نہیں اگر بغیر لنگوٹ کسی اور ذریعہ سے یہ مقصد حاصل ہو جائے تو وہ کرے اور اگر کسی طرح خون رکتا نہ ہو تو نماز پڑھتی رہے اگرچہ خون مصلے پر ٹپکتا ہے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے تمام

ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ يَحْيٰى بْنُ مَعِيْنٍ جَدُّ عَدِيٍّ اِسْمُهٗ دِيْنَارٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا الَّتِيْ كَانَتْ تَحِيْضُ فِيْهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَتَوَضَّاُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ وَتَصُوْمُ وَتُصَلِّيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ

وَعَنْ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ كُنْتُ اُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيْرَةً شَدِيْدَةً فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْتَفْتِيْهِ وَاُخْبِرُهٗ فَوَجَدْتُّهٗ فِيْ بَيْتِ اُخْتِيْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيْرَةً شَدِيْدَةً فَمَا تَاْمُرُنِيْ فِيْهَا قَدْ مَنَعَتْنِي الصَّلٰوةَ وَالصِّيَامَ قَالَ اَنْعَتُ لَكِ الْكُرْسُفَ فَاِنَّهٗ يُذْهِبُ الدَّمَ قَالَتْ هُوَ اَكْثَرُ مِنْ

ابن ثابت سے ۱؎ وہ اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے راوی یحیی ابن معین کہتے ہیں کہ عدی کے دادا کا نام دینار ہے ۲؎ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استحاضہ والی کے لیے فرمایا کہ وہ اپنے حیض کے زمانہ میں جن میں اسے حیض آتا تھا نماز چھوڑ دیا کرے پھر نہائے اور ہر نماز کے وقت وضو کرے ۳؎ اور روزہ رکھے اور نماز پڑھے ۴؎ (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت حمنہ بنت جحش سے ۵؎ فرماتی ہیں کہ مجھے بہت سخت استحاضہ آتا تھا ۶؎ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے اور یہ خبر دینے حاضر ہوئی میں نے حضور کو اپنی بہن زینب بنت جحش کے گھر پایا ۷؎ میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے بہت سخت استحاضہ آتا ہے آپ اس بارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں مجھے تو اس نے روزہ نماز سے روک دیا ہے ۸؎ فرمایا میں تمہارے واسطے گدی تجویز کرتا ہوں کہ یہ خون چوس لے گی ۹؎

معذوروں کا یہی حکم ہے جیسے نکسیر، سلسل بول والے لوگ۔ ۲؎ یہ عدی کوفی ہے انصاری ہے اس پر رفض کا شبہ کیا گیا ہے (مرقاۃ) بعض نے فرمایا کہ ثابت ان کے باپ کا نام ہے بعض نے فرمایا دادا کا نام ہے اور دینار پڑدادا، باپ کا نام قیس ابن الحطیم ہے واللہ اعلم، عدی کوفہ میں روافض کی مسجد کا امام تھا ۱۱۶ھ میں فوت ہوا ۳؎ یعنی غسل تو صرف ایک بار کرے حیض ختم ہونے پر اور وضو ہر نماز کے وقت کیا کرے جیسا کہ مستحاضہ عورت کا حکم ہے لہٰذا عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ تَتَوَضَّاُ کا ظرف ہے نہ کہ تَغْتَسِلُ کا ۴؎ چونکہ روزہ مستحاضہ کیلئے نماز سے زیادہ اہم ہے کہ اس پر زمانہ حیض کے روزوں کی قضاء ہے نماز کی نہیں لہٰذا روزے کو نماز پر مقدم رکھا گیا ۵؎ آپ حضرت ام المومنین زینب بنت جحش کی بہن اور حضور کی سالی ہیں اولًا حضرت مصعب ابن عمیر کے نکاح میں تھیں انکی شہادت کے بعد طلحہ ابن عبداللہ کے نکاح میں آئیں رضی اللہ عنہا ۶؎ یعنی مجھے استحاضہ کا خون بہت آتا تھا اور بہت عرصہ تک رہا کثیرۃ اور شدیدۃ میں ان دونوں کی طرف اشارہ ہے یہاں استحاضہ پر مجازًا حیض بولا گیا ۷؎ یعنی اس دن حضور کے قیام کی باری میری بہن زینب بنت جحش کے گھر تھی اس سے مجھے پوچھنے میں اور آسانی ہوگئی ۸؎ کیونکہ حضرت حمنہ سمجھی ہوئی تھیں کہ حیض کی طرح استحاضہ میں بھی نماز روزہ ممنوع ہے یہ عرض معروض اپنے علم کے مطابق ہے ۹؎ یعنی گدی وغیرہ کا مشورہ اس لئے ہے کہ خون کپڑوں کو نہ لگے اور کپڑے خراب نہ ہوں لہٰذا یہ مشورہ ہے حکم نہیں۔

ذٰلِكَ قَالَ فَتَلَجَّمِي قَالَتْ هُوَ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَاتَّخِذِي ثَوْبًا قَالَتْ هُوَ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ اِنَّمَا اَثُجُّ ثَجًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاٰمُرُكِ بِاَمْرَيْنِ اَيُّهُمَا صَنَعْتِ اَجْزَاَ عَنْكِ مِنَ الْاٰخَرِ وَاِنْ قَوِيتِ عَلَيْهِمَا فَاَنْتِ اَعْلَمُ قَالَ لَهَا اِنَّمَا هٰذِهٖ رَكْضَةٌ مِّنْ رَكَضَاتِ الشَّيْطٰنِ فَتَحَيَّضِي سِتَّةَ اَيَّامٍ اَوْ سَبْعَةَ اَيَّامٍ فِي عِلْمِ اللّٰهِ ثُمَّ اغْتَسِلِي حَتّٰى اِذَا رَاَيْتِ اَنَّكِ قَدْ طَهُرْتِ وَاسْتَنْقَاْتِ فَصَلِّي ثَلٰثًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً اَوْ اَرْبَعًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً اَيَّامَهَا وَصُوْمِي فَاِنَّ ذٰلِكَ يُجْزِئُكِ وَكَذٰلِكَ فَافْعَلِي كُلَّ شَهْرٍ كَمَا تَحِيْضُ النِّسَاۤءُ

عرض کیا وہ تو اس سے زیادہ ہے فرمایا تو لنگوٹ باندھ لو[1] عرض کیا وہ اس سے بھی زیادہ ہے فرمایا تو کپڑا رکھ لو[2] عرض کیا وہ خون اس سے بھی زیادہ ہے میں تو خون ڈالتی بہاتی ہوں[3] تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو دو باتوں کا حکم دیتا ہوں ان میں جو کر لو گی وہ دوسرے سے کفایت کرے گا اگر دونوں کر سکو تو تم جانو[4] فرمایا یہ بیماری شیطان کے چوکھوں ہی سے ایک چوکھا ہے[5] تم چھ یا سات دن حیض کے شمار کر لیا کرو رب کے علم میں[6] پھر نہا لیا کرو۔ پھر جب یہ سمجھو کہ تم خوب پاک اور صاف ہو گئیں تو تیئس یا چوبیس دن و رات نمازیں پڑھو روزے رکھو کہ یہ تمہیں کافی ہوگا۔ ہر مہینہ یوں ہی کر لیا کرو جیسے۔

[1] اس طرح کہ نیچے گدی رکھو فرج سے متصل اس پر کپڑے کا لنگوٹ کس کر باندھو تاکہ خون نہ ٹپکے [2] اس طرح کہ نیچے روئی کی گدی ہو اوپر لنگوٹ اور لنگوٹ پر تیسرا کپڑا جو خون جذب کرنے میں مدد دے [3] ثج بہنے والی بارش کو کہتے ہیں رب فرماتا ہے مَآءً ثَجَّاجًا یعنی مجھے خون ایسا آتا ہے جیسے بارش کا بہنے والا پانی جو کسی تدبیر سے نہ ٹھہرتا ہے نہ کسی چیز میں جذب ہوتا ہے [4] یعنی اگر ہمارے بتائے ہوئے دونوں کام کرلو تو بہتر ورنہ ایک ہی عمل کافی ہے یعنی ایک پر عمل رخصت ہے۔ دونوں پر عمل عزیمت [5] یعنی یہ خون کی زیادتی شیطان کے اثرات سے ہے کہ اس نے تیرے رحم کی رگ میں انگلی ماری جس سے یہ بیماری پیدا ہوگئی معلوم ہوا کہ جیسے انسان کی مار سے بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں سر پھٹ جاتے ہیں ایسے ہی شیطان کے اثر سے بعض بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں قرآن کریم فرماتا ہے یَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ معلوم ہوا کہ شیطان انسان کو چھو کر دیوانہ کر دیتا ہے، فرماتا ہے وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ معلوم ہوا کہ شیطان کے اثر سے نسیان و بھول کا مرض پیدا ہو جاتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ یہ وہم کہ مجھ پر نماز فرض نہیں یا استحاضہ نماز سے روکتا ہے یہ شیطانی کیفیت سے ہے یا حیض و نفاس کا خلط ہو جانا اس میں فرق نہ کر سکنا شیطان کی طرف سے ہے۔ [6] علم اللہ سے مراد اللہ کا حکم ہے یعنی اس بیماری سے پہلے تمہارے متعلق جو اللہ کا حکم تھا کہ مہینہ میں اتنے دن حیض جس میں نمازیں معاف اتنے دن کی پاکی جن میں نماز فرض یا علم اللہ سے مراد اللہ کا بتانا ہے یعنی جو کچھ رب نے تمہیں اس بیماری سے پہلے اپنے ایام حیض اور زمانہ طہارت کے متعلق علم بخشا تھا اس کا لحاظ رکھو وہ ہی حساب اب بھی ہوگا[7] یعنی اگر تمہیں اس بیماری سے پہلے مہینہ میں چھ دن حیض آتا تھا اور چوبیس دن پاک رہتی تھیں تو اب بھی وہ ہی حساب رکھو اور اگر سات دن حیض تیئس دن پاکی رہا کرتی تھی تو وہ ہی حساب اب بھی رکھو اور

وَكَمَا يَطْهُرْنَ مِيْقَاتَ حَيْضِهِنَّ وَطُهْرِهِنَّ وَاِنْ قَوِيْتِ عَلٰى اَنْ تُؤَخِّرِيْنَ الظُّهْرَ وَتُعَجِّلِيْنَ الْعَصْرَ فَتَغْتَسِلِيْنَ وَتَجْمَعِيْنَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَتُؤَخِّرِيْنَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلِيْنَ الْعِشَآءَ ثُمَّ تَغْتَسِلِيْنَ وَتَجْمَعِيْنَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فَافْعَلِيْ وَتَغْتَسِلِيْنَ مَعَ الْفَجْرِ فَافْعَلِيْ وَصُوْمِيْ اِنْ قَدَرْتِ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا اَعْجَبُ الْاَمْرَيْنِ اِلَيَّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ◌ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ

عموماً عورتیں اپنے حیض و طہر کے اوقات میں ناپاک و پاک رہتی ہیں [1] اور اگر تم اس پر طاقت رکھو کہ ظہر دیر سے اور عصر جلدی پڑھو تو ایک غسل کر لو اور دو نمازیں ظہر و عصر جمع کر لیا کرو اور مغرب دیر سے عشا جلدی پڑھو تو غسل کر لو اور دو نمازیں جمع کر لو تو ایسا کر لو اور فجر کے ساتھ غسل کر لو، تو ایسا کر لیا کرو [2] اور روزے رکھو اگر اس پر قادر رہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں کاموں میں مجھے یہ زیادہ پسند ہے [3] (احمد، ابوداؤد، ترمذی) تیسری فصل روایت ہے حضرت اسماء بنت عمیس سے [4] فرماتی ہیں میں نے عرض کیا

ایام حیض گزرنے پر صرف ایک بار غسل کر لیا کرو باقی دنوں میں ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھتی رہو اگرچہ خون آتا ہے تمہیں یہ کافی ہے [5]۔ [2] یعنی اس مسئلہ میں استحاضہ کی بیماری والی کا حال تندرست عورتوں کی طرح ہی ہوگا [3] یہ عمل خوب پاکی و صفائی کا ذریعہ بھی ہے اور اس بیماری کا علاج بھی حضور حکیم جانِ ایمان بھی ہیں اور حکیم اجسام بھی اس عمل کا خلاصہ یہ ہے کہ مستحاضہ عورت روزانہ تین بار غسل کرے ایک تو فجر کی نماز کے لیے اور دوسرا ظہر کے آخر وقت کہ نہاتے ہی ظہر پڑھے اور ظہر پڑھتے ہی وقت عصر آجائے وہ بھی پڑھ لے ظہر آخر وقت میں ادا کرے عصر اول وقت میں تیسرا غسل مغرب کے آخر وقت میں جس غسل سے نماز مغرب و عشاء دونوں ادا ہو جائیں مغرب آخر وقت عشاء اول وقت جیسے مسافر بحالت سفر نمازیں جمع کرتا ہے یہ جمع نمازیں بھی حکم شرعی لازمی نہیں اگر عورت پانچوں نمازوں کے لیے پانچ غسل کرتے تو بہت اچھا غرضکہ یہ مشورہ ہے حکم لزومی نہیں فقیر کی یہ شرح بفضلہ تعالٰی اس حدیث کو حل کر دیگی اور مذہب حنفی کے خلاف نہ ہوگی، امام اعظم اس عورت کو یہ اختیار دیتے ہیں رضی اللہ عنہ یہی قول ہے حضرت علی ابن مسعود و ابن زبیر اور اکثر تابعین کا رضی اللہ عنہم [3] یعنی صرف ایکبار غسل کرنے سے روزانہ تین بار غسل کرنا مجھے بہت پسند ہے کہ اس میں پاکی و صفائی بھی زیادہ ہے اور ان شاء اللہ صحت و تندرستی بھی لہذا روزانہ پانچ بار غسل کی ممانعت اس سے ثابت نہیں ہوتی [4] آپ مشہور صحابیہ ہیں بہت عاقلہ صالحہ عابدہ تھیں۔ اولًا حضرت جعفر ابن ابی طالب کے نکاح میں تھیں انہیں کے ساتھ اپنے حبشہ کی جانب ہجرت کی ان سے آپ کے تین بیٹے ہوئے عبداللہ ابن جعفر، محمد، عون، حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کے نکاح میں آئیں جن سے محمد ابن ابوبکر پیدا ہوئے، حضرت صدیق کی وفات کے بعد حضرت علی مرتضٰے کے نکاح میں آئیں جن سے

أَبِي حُبَيْشٍ أُسْتُحِيضَتْ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا فَلَمْ تُصَلِّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ إِنَّ هٰذَا مِنَ الشَّيْطَانِ لِتَجْلِسْ فِي مِرْكَنٍ فَإِذَا رَأَتْ صُفَارَةً فَوْقَ الْمَاءِ فَلْتَغْتَسِلْ لِلظُّهْرِ وَالْعَصْرِ غُسْلًا وَاحِدًا وَتَغْتَسِلْ لِلْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ غُسْلًا وَاحِدًا وَتَغْتَسِلْ لِلْفَجْرِ غُسْلًا وَاحِدًا وَتَتَوَضَّأْ فِي مَا بَيْنَ ذٰلِكَ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ رَوٰى مُجَاهِدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا اشْتَدَّ عَلَيْهَا الْغُسْلُ

یارسول اللہ فاطمہ بنت ابی حبیش اتنی مدت سے استحاضہ میں مبتلا ہیں کہ نماز نہ پڑھ سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ یہ تو شیطان کی طرف سے ہے۲ وہ لگن میں بیٹھ جایا کریں تعجب زردی پانی پر دیکھ لیں۳ تو ظہر و عصر کے لیئے ایک غسل کر لیا کریں اور مغرب و عشا کے لیئے ایک غسل اور فجر کے لیئے ایک غسل۴ اور ان کے درمیان وضو کرتی رہیں۵ اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور فرمایا کہ مجاہد حضرت ابن عباس سے راوی ہیں کہ جب ان پر

یحیٰی ابن علی بیمار ہوئے، اور آپ سے حضرت عمر، عبداللہ ابن عباس، ابوموسیٰ اشعری جیسے جلیل القدر صحابہ نے احادیث نقل کیں۔

۱؎ کیونکہ وہ سمجھیں کہ حیض کی طرح استحاضہ بھی نماز سے مانع ہے لیکن جب استحاضہ بند ہی نہ ہوا تو گھبرائیں کہ کب تک نماز سے محروم رہوں تب مسئلہ پوچھا خیال رہے کہ اس صورت میں انکو استحاضہ کے زمانہ کی نمازیں قضا کرنیکا حکم دیا گیا مگر یہاں اسکا ذکر نہ ہوا کیونکہ مسئلہ سے بے خبری عذر نہیں ہاں اس پر عتاب ہوا کہ بے خبری کی وجہ قصور موجب عتاب نہیں۔ ۲؎ یہ سبحان اللہ تعجب کیلیے ہے کہ تم جیسی عاقلہ سنجیدہ بی بی نے بغیر دریافت کیے نماز چھوڑ دی ہم سے یا فقہاء صحابہ سے مسئلہ معلوم کرنا چاہیے تھا۔ ۳؎ یعنی استحاضہ کی بیماری شیطانی اثر سے ہے اسکی تحقیق پچھلی حدیث میں گزر چکی کہ جب ہوا، پانی بلکہ مٹی دغذا میں بیمار کر دینے کا اثر موجود ہے تو شیطان بھی اثر کرکے بیمار کرسکتا ہے یا تمہارا بغیر پوچھے نماز چھوڑ دینا شیطانی اثر اور اس کے دھوکہ سے ہے خیال رہے کہ اللہ کے محبوب بندوں پر بھی شیطان کا داؤ چل جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو گندم کھانے کی رغبت شیطان ہی نے دی فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ ہاں ان مقبولوں کو شیطان گمراہ نہیں کرسکتا، گمراہی اور چیز ہے فسق اور چیز اور خطاء و غلطی اور، رب فرماتا ہے إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اور خود شیطان نے کہا تھا لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۴؎ یعنی پانی کی لگن پر بھر کر بیٹھ جائیں تاکہ اس سے وقت ظہر کی روانگی اور عصر کی آمد معلوم کرلیں (اشعۃ و مرقاۃ وغیرہ) یا خود اس بھری لگن میں بیٹھ جایا کریں ٹھنڈک کیلیے تاکہ اس ٹھنڈک سے مرض کا زور ٹوٹ جائے ۵؎ یعنی پانی پر آفتاب کی شعاعیں زرد ہو کر پڑنے لگیں جس سے معلوم ہوا کہ اب وقت عصر قریب ہے تو غسل کرکے ظہر و عصر پڑھیں (مرقاۃ وغیرہ) یا جب استحاضہ کے خون کا اثر پانی پر نمودار ہوجائے کہ پانی کا رنگ زرد پڑ جائے تب لگن سے نکل آیا کریں پہلی توجیہ پر یہ لگن کا عمل وقت معلوم کرنے کے لیے ہے دوسری توجیہ پر یہ عمل علاج کیلئے ہے۔ خیال رہے کہ دھوپ کا پیلا پڑنا اور ہے یہ تو عصر کے آخر وقت ہوتا ہے جب نماز مکروہ ہوجاتی ہے اور پانی پر شعاعوں کی زردی معلوم ہونا کچھ اور یہ ظہر کے آخر وقت ہوتا ہے۔

اَمَرَهَا اَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ. كِتَابُ الصَّلٰوةِ. اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّلٰوةُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ

غسل بھاری پڑا تو انہیں دو نمازیں جمع کرنے کا حکم دیا۔ نماز کا بیان پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک درمیان کے گناہ مٹانے والی ہیں جب کبیرہ گناہوں سے بچا جائے (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتاؤ تو اگر تم میں کسی کے دروازہ پر نہر ہو

لہٰذا حدیث بے غبار ہے۔ لے یعنی روزانہ تین بار غسل کر لیا کروں تاکہ اللہ انہیں استحاضہ کی بیماری سے شفا دے جیسے کہ پہلے گزر چکا کہ یہ حکم علاج کے طور پر ہے حکم شرعی نہیں اور مستحاضہ پر یہ غسل شرعاً واجب۔ ے یعنی اگر ان کے سوا اور وقت نفل یا تلاوت قرآن وغیرہ کیلئے وضو کرنا ہو تو صرف وضو کافی ہے غسل ضروری اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم محض علاج کیلئے ہے۔ ے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حمنا انہیں دن میں صرف تین غسلوں کا حکم دیا ان کی مجبوری کی وجہ سے ورنہ پانچ بار غسل اور بھی بہتر تھا معلوم ہوا کہ یہ حکم علاج کیلئے ہے شرعی نہیں، دو نمازیں جمع کرنے سے مراد صرف صورۃً جمع کرنا ہے کہ ظہر آخر وقت میں پڑھے عصر اول وقت میں نہ کہ حقیقۃً جمع کرنا کہ مستحاضہ کیلئے نمازیں جمع کرنے کا کوئی قائل نہیں، مسافر میں اختلاف ہے ہمارے امام صاحب کے ہاں وہ بھی جمع نہیں کر سکتا سے صلوٰۃ صَلّیٰ سے بنا بمعنے گوشت بھوننا، آگ پر پکانا۔ رب فرماتا ہے سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ نیز آگ سے لکڑی سیدھی کرنے کو تصلیہ کہا جاتا ہے چونکہ نماز اپنے نمازی کے نفس کو مجاہدہ و مشقت کی آگ پر جلاتی ہے نیز اسے سیدھا کرتی ہے اس لئے اسے صلوٰۃ کہتے ہیں صلوٰۃ کے معنی دعا، رحمت، انزال رحمت، استغفار سرین ہلانا ہیں، چونکہ یہ سب چیزیں نمازمیں ہوتی ہیں اس لئے نماز کو صلوٰۃ کہتے ہیں اسلام میں سب اعمال سے پہلے نماز فرض ہوئی یعنی نبوت کے گیارہویں سال ہجرت سے دو سال کچھ ماہ پہلے نیز ساری عبادتیں اللہ تعالٰی نے فرش پر بھیجیں مگر نماز اپنے محبوب کو عرش پر بلا کر دی اس لئے کلمہ شہادت کے بعد سب سے بڑی عبادت نماز ہے جو نماز سیدھی کر کے پڑھے تو نماز اسے بھی سیدھا کر دیتی ہے، نماز کے اسرار اور نکات ہماری کتاب اسرار الاحکام اور تفسیر نعیمی پارہ اول میں دیکھو، نمازیں چار قسم کی ہیں: فرض، واجب، سنت مؤکدہ، نفل۔ ے یعنی نماز پنجگانہ روزانہ کے صغیرہ گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے، اگر کوئی ان نمازوں کے ذریعہ گناہ نہ بخشوا سکا تو نماز جمعہ ہفتہ بھر کے گناہ صغیرہ کا کفارہ اگر کوئی جمعہ کے ذریعہ بھی گناہ نہ بخشوا سکا کہ اسے اچھی طرح ادا نہ کیا تو رمضان سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب روزانہ کے گناہ پنجگانہ نمازوں سے معاف ہو گئے تو جمعہ اور رمضان سے کون سے گناہ معاف ہوں گے، خیال رہے کہ گناہ کبیرہ جیسے کفر، شرک، زنا، چوری وغیرہ یوں ہی حقوق العباد بغیر توبہ ادا کئے حقوق معاف نہیں ہوتے سے خیال رہے کہ جو اعمال گنہگاروں کی معافی کا ذریعہ ہیں وہ نیک کاروں کی بلندی درجات کا

أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالُوا لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالَ فَذٰلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ يَمْحُوا اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ

کہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ نہائے کیا کچھ میل رہے گا لوگوں نے عرض کیا کہ بالکل میل نہ رہے گا فرمایا یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے کہ اللہ ان کی برکت سے گناہ مٹاتا ہے ۱؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ایک مرد نے کسی عورت کا بوسہ لیا ۲؎ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا آپ کو یہ خبر دی ۳؎ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ دن کے کناروں اور رات کی ساعتوں میں نماز قائم کرو ۴؎ کہ نیکیاں گناہ

ذریعہ ہیں چنانچہ معصومین اور محفوظین نماز کی برکت سے بلند درجے پاتے ہیں، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر چاہیے کہ نیک لوگ نمازیں نہ پڑھیں کیونکہ نمازیں گناہوں کی معافی کیلئے ہیں وہ پہلے ہی سے بے گناہ ہیں۔ ۱؎ یہاں خطاؤں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ اور حقوق العباد اس سے علیحدہ ہیں کہ وہ نماز سے معاف نہیں ہوتے جیسا کہ پہلے گذر گیا، خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پنجگانہ کو نہر سے تشبیہ دی نہ کہ کنوئیں سے، دو وجہ سے ایک یہ کہ کنوئیں میں اگر گھسا جائے تو اکثر اس کا پانی نہانے کے لائق نہیں رہتا، کیونکہ وہ پانی جاری نہیں، نہر کا پانی جاری ہے ہر ایک کو ہر طرح پاک کر دیتا ہے یوں ہی نماز ہر طرح پاک کر دیتی ہے کیسا ہی گندا ہو، دوسرے یہ کہ کنوئیں کا پانی تکلف سے حاصل ہوتا ہے، رسی ڈول کی ضرورت پڑتی ہے کمزور آدمی پانی کھینچ نہیں سکتا، مگر نہر کا پانی بے تکلف حاصل ہوتا ہے، ایسے ہی نماز بے تکلف ادا ہو جاتی ہے جس میں کچھ نہیں کرنا پڑتا اور جب دروازے پر نہر ہو تو غسل کیلئے دریا جانا بھی نہیں پڑتا، خیال رہے کہ گناہ دل کا میل ہے اور نماز میل دل کے لیے پانی ۲؎ ان مرد کا نام ابوالیسر ہے کھجوروں کی دکان کرتے تھے ایک عورت خریدنے کے لئے آئی، ان کا دل اس کی طرف مائل ہو گیا، بولے اچھی کھجوریں گھر میں ہیں، اس بہانے سے اندر لے جا کر بوسہ لے لیا وہ بولی اللہ کے بندے خدا سے ڈر، یہ سخت نادم ہوئے، اس سے ثابت ہوا کہ اجنبی عورت سے تنہائی بڑی خطرناک ہے۔ (اشعہ و مرقاۃ) ۳؎ صحابہ کرام خطائیں معاف کرانے کیلئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اس آیت پر عمل کرتے ہوئے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الآیہ اب بھی ہم گنہگاروں کو معافی کے لیے اس آستانے پر حاضری ضروری ہے یہ خیال نہ کرو کہ وہ صرف مدینہ میں رہتے ہیں، بلکہ مومنوں کے سینے ان کا کاشانۂ رحمت ہیں ۴؎ مرقاۃ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا میں اپنے رب کے حکم کا انتظار کرتا ہوں عصر کے بعد یہ آیت آئی، خیال رہے کہ نماز فجر اور ظہر دن کے اس کنارے کی نمازیں ہیں اور عصر و مغرب دوسرے کنارے کی اور عشاء رات کی، لہذا یہ آیت پانچوں نمازوں کو شامل ہے، زُلَف زُلفت سے بنا بمعنی قرب یعنی رات کا وہ ٹکڑا جو دن سے قریب ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ۞

يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِيْ هٰذَا قَالَ لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ وَ فِيْ رِوَايَةٍ لِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ اُمَّتِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَيَّ قَالَ وَلَمْ يَسْئَلْهُ عَنْهُ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَامَ الرَّجُلُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللّٰهِ قَالَ اَلَيْسَ قَدْ صَلَّيْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَلَكَ ذَنْبَكَ اَوْ حَدَّكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞

دور کرتی ہیں اس نے کہا یارسول اللہ کیا یہ صرف میرے لیئے ہے فرمایا میری ساری امت کے لیئے اور ایک روایت میں ہے کہ میری امت سے جو یہ عمل کرے [۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص حاضر ہوا بولا یارسول اللہ میں حد کو پہنچ گیا [۲] وہ مجھ پر قائم فرمادیجئے فرماتے ہیں اس سے حضور نے کچھ پوچھا نہیں [۳] نماز حاضر ہوئی اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی [۴] جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کرلی وہ کھڑا ہوگیا عرض کیا یارسول اللہ میں نے حد پائی مجھ پر اللہ کی کتاب قائم کردیں [۵] فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی عرض کیا ہاں فرمایا اللہ نے تیرا گناہ یا تیری حد بخش دی [۶]

[۱] یعنے یہ آیت اگرچہ تیرے بارے میں اتری مگر اس کا حکم عام ہے کوئی مسلمان کوئی گناہ صغیرہ کرے اس کی نمازیں وغیرہ معافی کا ذریعہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اجنبیہ سے خلوت اور بوس وکنار گناہ صغیرہ ہے ہاں یہ جرم بار بار کرنے سے کبیرہ بن جائیگا کیونکہ صغیرہ پر دوام کبیرہ ہے اور یہ جان کر بوس وکنار کرنا کہ نماز سے معاف کرالیں گے کفر ہے کہ یہ اللہ سے امن ہے یہ حدیث اس کیلئے ہے جو اتفاقًا ایسا معاملہ کر بیٹھے پھر شرمندہ ہوکر توبہ کرے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس میں ان حرکتوں کی اجازت دے دی گئی یہاں مِنْ اُمَّتِیْ فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ آسانیاں صرف اس امت کیلئے ہیں گزشتہ امتوں کی معافی بہت مشکل سے ہوتی تھی۔ [۲] یعنی میں نے ایسا گناہ کرلیا جو شرعی سزا کا باعث ہے حد سزائے مقررکو کہتے ہیں جیسے زانی کیلئے سنگسار اور چور کے ہاتھ کاٹنا، تعزیر وہ سزا ہے جو شرعًا مقرر نہ ہو قاضی اپنی رائے سے مقرر کرے ان بزرگوں نے کوئی معمولی گناہ کیا تھا مگر سمجھے یہ کہ شاید اس میں بھی سزائے شرعی ہوگی یا حد لغوی معنے میں ہے یعنی مطلقًا سزا [۳] کیونکہ حضور انور کو کشف سے معلوم تھا کہ انہوں نے معمولی جرم کیا تھا اور پوچھنے سے انکی رسوائی ہوگی یہ ہے شان ستاری (از مرقاۃ) [۴] صرف ایک نماز یہ نماز عصر تھی جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے۔ [۵] لائق حد ہو یا نہ ہو جو بھی فرمان الٰہی ہو حد یا کفارہ یا کوئی اور چیز اسی لئے یہاں کتاب اللہ فرمایا یہ صحابہ کرام کی قوت ایمانی ہے کہ دوسرے مجرم اپنے جرم چھپا کر جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں مگر یہ حضرات اپنے قصور ظاہر کرکے جانوں پر کھیل کر ایمان بچاتے ہیں [۶] یعنی جس گناہ کو تو نے قابل حد سمجھا تھا وہ اس نماز کی برکت سے معاف ہوگیا لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ نماز سے شرعی سزائیں معاف ہوجاتی ہیں، خیال رہے کہ گناہ صغیرہ پر کبھی حد نہیں ہوتی اور سواء ڈکیتی کی حد کے کوئی حد توبہ سے معاف نہیں

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الصَّلٰوۃُ لِوَقْتِھَا قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بِھِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّہٗ لَزَادَنِیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ٭ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ٭ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوٰتٍ اِفْتَرَضَھُنَّ

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کو کون سا عمل زیادہ پیارا ہے فرمایا وقت پر نماز[1] میں نے کہا پھر کون سا فرمایا ماں باپ سے بھلائی میں نے کہا پھر کون سا فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد[2] فرمایا مجھے حضور نے یہ باتیں بتائیں اگر زیادہ پوچھتا تو زیادہ بتاتے[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنا ہے[4] (مسلم) دوسری فصل. روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ نمازیں

ہمیں ڈاکو اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرے تو سزا نہیں پاتا یونہی اگر کافر بعد زنا مسلمان ہوجائے تو رجم وغیرہ کا مستحق نہیں (مرقاۃ) شیخ عبدالحق نے فرمایا معنٰی سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنا گناہوں کی معافی کے لیے اکسیر ہے نماز کی عظمت امام کی عظمت کے مطابق ہے سبحان اللہ جن کے ساتھ والی نماز مجرموں کو بخشوا دے وہ ذات کریم خود کیسی ہوگی۔ [1] یعنی ہمیشہ نمازیں وقت مستحب پر ادا کرنا علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد نماز کا درجہ ہے انکی دلیل یہی حدیث ہے جن روایتوں میں جہاد کو نماز سے پہلے بیان کیا گیا وہ بعض ہنگامی حالات میں ہے جب جہاد فرض عین ہوچکا ہو اور دشمن کی یلغار بڑھ گئی ہو ورنہ ظاہر ہے کہ جہاد نماز ہی کے لئے ہوتا ہے یایوں کہا جائے یا سائلین کے لحاظ سے حضور کے جواب مختلف ہوئے کسی کیلئے جہاد افضل تھا کسی کے لیے غریبوں کو کھانا کھلانا کسی کے لیے زبان کی حفاظت کسی کیلئے چھپ کر خیرات لہذا احادیث متعارض نہیں [2] یہ ترتیب سیدنا ابو مسعود کے حال کے لحاظ سے ہے ورنہ بعض روایات میں اس کے برعکس بھی آیا ہے [3] یعنی میں نے سوال ہی اتنے کیے خیال رہے کہ ماں باپ کی خدمت کو نماز سے بہت مناسبت ہے کہ نماز رب کی عبادت ہے اور یہ خدمت مربی کی اطاعت اسی لیے قرآن شریف میں اس خدمت کو عبادت کے ساتھ بیان فرمایا گیا وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا الآیہ [4] یعنی بندہ مومن اور کفر کے درمیان نماز کی دیوار حائل ہے جو اس تک کفر کو نہیں پہنچنے دیتی جب یہ آڑ ہٹ گئی تو کفر کا اس تک پہنچنا آسان ہوگیا ممکن ہے کہ آئندہ یہ شخص کفر بھی کر بیٹھے خیال رہے کہ بعض ائمہ ترک نماز کو کفر بھی کہتے ہیں بعض کے نزدیک بے نمازی لائق قتل ہے اگرچہ کافر نہیں ہوتا ہمارے امام صاحب کے نزدیک بے نمازی کو مار پیٹ اور قید کیا جائے جبتک کہ وہ نمازی نہ بن جائے

اللہُ تعالیٰ مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَ هُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُکُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ کَانَ لَهٗ عَلَی اللہِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَی اللہِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَرَوٰی مَالِكٌ وَالنَّسَائِیُّ نَحْوَهٗ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَاَدُّوْا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ وَاَطِيْعُوْا اِذَا اَمَرَكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِیُّ: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ

اللہ تعالیٰ نے فرض کیں جو ان کا وضو اچھی طرح کرے اور انہیں صحیح وقت پر ادا کرے اور ان کا رکوع و خشوع پورا کرے اس کے لیے اللہ کا وعدہ ہے کہ اسے بخش دے گا اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لیے اللہ کا وعدہ نہیں اگر چاہے بخشے اور اگر چاہے اسے عذاب دے گا (احمد، ابوداؤد) مالک و نسائی نے اس کی مثل روایت کی روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی پانچ نمازیں پڑھو اور اپنے مہینہ کا روزہ رکھو اپنے مالوں کی زکوٰۃ دو اپنے حکم والے کی اطاعت کرو تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے (احمد و ترمذی) روایت ہے

حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

ہمارے ہاں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بے نمازی قریب کفر ہے یا اس کے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے یا ترک نماز سے مراد نماز کا انکار ہے یعنی نماز کا منکر کافر ہے۔ ۳ؔ؎ معلوم ہوا کہ نماز پنجگانہ کے سوا کوئی اور نماز فریضہ اسلام نہیں، عیدین اور وتر واجب ہیں فرض نہیں، نماز جمعہ ان پانچ میں ہی داخل ہے کیونکہ وہ ظہر کے قائمقام ہے، اسی لیے جس پر جمعہ فرض ہے اس پر ظہر نہیں اور جس پر ظہر فرض ہے اس پر جمعہ نہیں، ایسا ممکن ہے کہ کسی پر ظہر اور جمعہ دونوں فرض ہوں اور نمازیں چھ ہو جائیں گی۔ نذر کی نماز اگرچہ فرض ہے مگر وہ فریضہ اسلام نہیں۔ ۴ؔ؎ چونکہ رکوع اسلامی نماز کی خصوصیات میں سے ہے دوسری امت کی نمازوں میں عموماً رکوع نہ تھا نیز رکوع مل جانے سے رکعت مل جاتی ہے نیز رکوع ارکان نماز میں فاضل ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا خشوع دل کا اور ہے اعضاء کا اور، یہ بحث ہماری تفسیر نعیمی میں دیکھو۔ ۵ؔ؎ اس طرح کہ اس کے گناہ صغیرہ معاف کر دے اور کبیرہ گناہوں سے توبہ کی اور حقوق العباد ادا کرنے کی توفیق دے، خیال رہے کہ نماز پورا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے سارے شرائط ادا کیے جائیں ایمان بھی نماز کی شرط ہے لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ نمازی آدمی جو چاہے گناہ کرے معاف ہو جائیں گے اور نہ یہ اعتراض کہ منافقین اور بہت سے بے دین نمازی تھے اور ہیں مگر ان کی مغفرت نہیں۔ ۶ؔ؎ اس سے معلوم ہوا کہ بے نمازی کافر نہیں اور ترک نماز کفر نہیں کیونکہ کفر کی بخشش نہیں ہوتی رب فرماتا ہے اِنَّ اللہَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ الآیہ اس آیت میں شرک بمعنی کفر ہے۔ ۷ؔ؎ حکم والوں سے خلیفۃ المسلمین، اسلامی حکام، علمائے دین سب ہی مراد ہیں اطاعت سے مراد ان کے جائز احکام میں فرمانبرداری کرنا ہے خلاف شرع حکم کی اطاعت لازم نہیں چونکہ رمضان کے روزے صرف اسی امت پر فرض ہوئے اس لیے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَآءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَكَذَا رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْهُ وَفِي الْمَصَابِيْحِ عَنْ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ ٭ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ عَالَجْتُ امْرَاَةً فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَاِنِّيْ اَصَبْتُ مِنْهَا دُوْنَ اَنْ

علیہ وسلم نے اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوں اور انہیں نماز پر مارو جب وہ دس سال کے ہوں ۲؎ اور علیحدگی کر دو ان کے درمیان خوابگاہوں میں ۳؎ (ابوداؤد) یوں ہی اسے شرح سنہ میں انہی سے روایت کیا اور مصابیح میں ابن معبد سے روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ معاہدہ جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے وہ نماز ہے ۴؎ تو جس نے اسے چھوڑ دیا یقیناً کفر کیا ۵؎ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۱؎ بولا یارسول اللہ میں نے مدینہ کے کنارے میں ایک عورت کو گلے لگا لیا اور صحبت کی حد تک نہ پہنچا

شعر نکر فرمایا، زکوٰۃ روزے کے بعد فرض ہوئی اس لئے اسکا ذکر بھی روزے کے بعد ہوا۔ ۵؎ اعمال کی نسبت بندوں کی طرف کی اور جنت کی رب کی تاکہ خرید و فروخت کے معنی ظاہر ہوں رب فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى خیال رہے کہ مختلف احادیث مختلف اوقات کی ہیں جس زمانہ میں کوئی عبادت فرض نہ تھی تب فرمایا گیا جس نے کلمہ پڑھ لیا جنتی ہو گیا جب نماز آگئی تو نماز ہی پر جنت کا وعدہ فرمایا گیا اور جب زکوٰۃ روزے وغیرہ بھی آگئے تب جنتی ہونے کیلئے ان اعمال کی بھی قید لگی لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ۱؎ ان عمروں میں اگرچہ ان پر نماز فرض نہیں کہ وہ نابالغ ہیں لیکن عادت ڈالنے کیلئے انہیں ابھی سے نمازی بناؤ، چونکہ دس سال کی عمر میں بچے کو سمجھ بوجھ کافی ہو جاتی ہے اس لئے مارنے کا بھی حکم دیا چونکہ نماز زیادہ اہم ہے اس لیے اس ہی پر مار وغیرہ کا حکم دیا گیا مُرُوْا سے معلوم ہوا کہ بچے کو سات سال سے پہلے بھی رغبت دی جائے مگر اس کا حکم سات سال کی عمر میں ۲؎ یعنی بہن بھائیوں کو علیحدہ بستروں پر سلاؤ کہ اب وہ مراہق یعنی قریب بلوغ ہو گئے ۳؎ ان سے مراد منافقین ہیں یعنی مسلمانوں اور منافقین کے درمیان نماز ہی ایک وہ چیز ہے جو منافقوں کیلئے باعث امان ہے کہ اسی وجہ سے ہم انہیں قتل نہیں کرتے اور ان پر اسلامی احکام جاری کرتے ہیں اب جو منافق نماز کو چھوڑ دے گا اسکا کفر ظاہر ہو جائیگا اور وہ لائق قتل ہوگا ۵؎ یعنی نماز کے چھوڑنے سے اس منافق کا کفر ظاہر ہو گیا یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ

أَمَسُّهَا فَأَنَا هٰذَا فَاقْضِ فِيَّ مَا شِئْتَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ سَتَرَكَ اللّٰهُ لَوْ سَتَرْتَ
عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ وَلَمْ يَرُدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَامَ الرَّجُلُ فَانْطَلَقَ فَأَتْبَعَهُ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَدَعَاهُ وَتَلَا عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ
النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ فَقَالَ
رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذَا لَهُ خَاصَّةً فَقَالَ بَلْ لِلنَّاسِ كَافَّةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْ
اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

تو میں یہ ہوں میرے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کریں ۱؎ حضرت عمر نے فرمایا اللہ نے تیری پردہ پوشی کی تھی کاش کہ تو بھی اپنے پر پردہ پوشی کرتا ۲؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کچھ جواب نہ دیا وہ شخص کھڑا ہو کر چل دیا تو اس کے پیچھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا اسے بلایا اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی کہ نماز قائم کرو دن کے کناروں اور رات کی ساعتوں میں یقینًا نیکیاں گناہ مٹا دیتی ہیں یہ ماننے والوں کے لیے نصیحت ہے ۳؎ قوم میں سے ایک شخص نے عرض کیا ۴؎ کہ یا نبی اللہ کیا یہ اسی کے لیے ہے فرمایا سارے لوگوں کے لیے ۵؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوذر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

مُشْتَهىً ! فَقَدْ كَفَرَ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بے نمازی کافر ہے ۱؎ غالب یہ ہے کہ یہ صاحب ابوالیسر کے علاوہ اور کوئی ہیں کیونکہ دونوں قصوں میں فرق ہے ۲؎ یعنی زنا کے سوا اور سب کچھ کر لیا جو شرعی سزا تجویز ہو میں حاضر ہوں وہ یہ سمجھ کر آئے ہوں گے کہ اس کی سزا بھی رجم ہے کہ اسباب زنا گویا زنا ہی ہیں سبحان اللہ یہ ہے قوت ایمانی اور خوف الٰہی ۳؎ یعنی خفیہ گناہ کی توبہ بھی خفیہ کر لیتا تو اچھا تھا کیونکہ چھپے گناہ پر اعلان کرنا برا ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ چھپے گناہ کی توبہ چھپ کر کرے اور علانیہ کی توبہ علانیہ کرے، دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نیکیاں پیش کرنا ریا نہیں اور حضور پر اپنے گناہ ظاہر کرنا بخشوانے کیلئے گناہ نہیں، بیمار اپنی بیماری طبیب پر ظاہر کرتا ہے علاج کیلئے اس لیے حضور نے ان پر ملامت نہ فرمائی کہ تو نے اپنا گناہ کیوں ظاہر کیا لہذا عمر فاروق کا فرمانا بھی برحق اور سرکار کی خاموشی بھی ۴؎ یہ چل دینا بھاگنے کیلئے نہ تھا بلکہ وہ سمجھے کہ شاید میرے بارے میں کوئی آیت کریمہ آئے گی تب مجھے بلا کر فیصلہ کر دیا جائیگا اگر معافی ہو گی شکر کروں گا سزا تجویز ہو گی تو برداشت کروں گا لہذا ان صاحب پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور سے بغیر پوچھے کیوں چل دیئے کیونکہ یہ کام منع جب ہے جب لوٹنے کا ارادہ نہ ہو جیسے اذان کے بعد مسجد سے نکلنا اس وقت ممنوع ہے جب لوٹنے کا قصد نہ ہو لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ حضور کی مجلس سے بغیر پوچھے نہ جاؤ ۵؎ اس آیت کی تفسیر ابھی کچھ پہلے گزر گئی مقصد یہ ہے کہ اس گناہ پر سزا کوئی نہیں کیونکہ یہ صغیرہ ہے جو تجھ سے اتفاقًا سرزد ہو گیا خیال رہے کہ حضور نے پہلے ہی اسے یہ آیت نہ سنا دی بلکہ چلے جانے کے بعد اسے واپس بلا کر سنائی کیونکہ غالبًا حضور کو امید تھی کہ شاید اس کے بارے میں کوئی اور آیت اترے ۶؎ عرض کرنے والے عمر فاروق ہیں یا معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہما

سَلَّمَ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَآءِ وَالْوَرَقُ يَتَهَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنَيْنِ مِنْ شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذٰلِكَ
الْوَرَقُ يَتَهَافَتُ قَالَ فَقَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ
لَيُصَلِّي الصَّلٰوةَ يُرِيْدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَتَهَافَتُ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا تَهَافَتَ هٰذَا
الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۔ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى سَجْدَتَيْنِ لَا يَسْهُوْ فِيْهِمَا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا
تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّنَجَاةً يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَّهٗ نُوْرًا وَّلَا بُرْهَانًا وَّلَا نَجَاةً وَّكَانَ يَوْمَ

سردی کے موسم میں تشریف لے گئے [1] جب پتے جھڑ رہے تھے تو حضور نے ایک درخت کی دو شاخیں پکڑ لیں [2] فرمایا
کہ پتے جھڑنے لگے راوی فرماتے ہیں کہ فرمایا اے ابوذر! میں نے کہا حضور حاضر ہوں فرمایا کہ جب مسلمان بندہ
اللہ کی رضا کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑ جاتے ہیں جیسے پتے اس درخت سے جھڑ
گئے [3] (احمد) روایت ہے حضرت زید ابن خالد جہنی سے [4] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ جو دو رکعتیں پڑھے جن میں کچھ بھولے نہیں تو اللہ اس کے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے [5] (احمد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن
عاص سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے ایک دن نماز کا ذکر کیا تو فرمایا کہ جو اس پر پابندی کرے گا نماز اس کے لیے
قیامت کے دن روشنی دلیل اور نجات ہو جائے گی [6] اور جو اس پر پابندی نہ کرے گا تو اس کے لیے نہ نور ہوگی نہ دلیل نہ نجات اور وہ

[1] کیونکہ اگرچہ اس آیت کا نزول خاص موقع پر ہوا لیکن اس کے الفاظ عام ہیں خیال رہے کہ یہاں الناس سے مراد مسلمان ہیں یعنی جو مسلمان پابندی نماز کرے گا اس کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے رہیں گے۔ [2] مدینہ منورہ سے باہر کسی جنگل میں اور یہ موسم خزاں کا تھا جبکہ شاخیں ہلانے سے پتے جھڑ جاتے ہیں اور ویسے بھی پت جھاڑ ہوتا رہتا ہے [3] غالباً یہ درخت کوئی جنگلی خودرَو تھا جس کے پھل پھول پتے ہر راہگیر توڑ سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ درخت آپ کا اپنا ہو یا کسی ایسے شخص کا ہو جو حضور کے اس عمل شریف سے راضی ہو ورنہ دوسرے کے درخت سے بلا اجازت پتے وغیرہ جھاڑنا ممنوع ہے (مرقاۃ) [4] یعنی اخلاص کی نماز موسم خزاں کی اس تیز ہوا کی طرح ہے جو پت جھاڑ کر دیتی ہے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہاں گناہوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں۔ [5] آپ قبیلہ جہینہ سے ہیں کوفہ میں رہے وہیں وفات پائی [6] غالباً ان دو رکعتوں سے مراد وضو کے نفل ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں صراحتاً مذکور ہے نہ بھولنے سے مراد دل کا حاضر رہنا ہے (تحقیقی) یعنی جو کوئی بحضور دل سے وضو کے نفل پڑھے تو اس کے سارے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں، اب باقی نماز فرائض سنتیں وغیرہ اس کے درجے بلند کریں گی خلاصہ یہ کہ جب نفل نماز کا یہ فائدہ ہے تو فرائض اور واجبات کا کتنا بڑا فائدہ ہوگا [7] اس طرح کہ نماز ہمیشہ پڑھے صحیح پڑھے دل لگا کر اخلاص کے ساتھ ادا کیا کرے یہی معنی ہیں حفا

الْقِیٰمَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَیِّ بْنِ خَلَفٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ ؞ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَقِیْقٍ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَرَوْنَ شَیْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْکُهٗ کُفْرٌ غَیْرَ الصَّلٰوةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ اَنْ لَّا تُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّاِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ

قیامت کے دن قارون فرعون ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا [۱] (احمد، دارمی، بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن شقیق سے [۲] فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اعمال میں سے کسی عمل کے چھوڑنے کو کفر نہ سمجھتے تھے سوا نماز کے [۳] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابی الدرداء سے فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب نے وصیت کی کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تمہارے ٹکڑے کر ڈالے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ [۴]

قائم کرنے کا جیسا حکم قرآن کریم نے بار بار دیا اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ [۵] قیامت میں قبر بھی داخل ہے کیونکہ موت بھی قیامت ہی ہے مطلب یہ ہے کہ نماز قبر میں اور پل صراط پر روشنی ہوگی کہ سجدہ گاہ تیز بیٹری کی طرح چمکے گی اور نماز اس کے مومن بلکہ عارف باللہ ہونے کی دلیل ہوگی نیز اس نماز کے ذریعہ اسے ہر جگہ نجات ملے گی کیونکہ قیامت میں پہلا سوال نماز کا ہوگا اگر اس میں بندہ کامیاب ہوگیا تو ان شاء اللہ آگے بھی کامیاب ہوگا۔ [۱] ابی ابن خلف وہ مشرک ہے جسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن اپنے ہاتھ سے قتل فرمایا مرقاۃ میں ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ بے نمازی کا حشر ان کافروں کے ساتھ ہوگا اور نمازی مومن کا حشر ان شاء اللہ نبیوں، صدیقوں شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا اس سے یہ لازم نہیں کہ بے نمازی کافر ہو جائے اور غازی نبی بلکہ بے نماز کو قیامت میں ان کفار کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا جیسے کسی شریف آدمی کو ذلیل کے ساتھ بٹھا دینا اس کی ذلت ہے لہٰذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں خیال رہے کہ قیامت میں ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے دنیا میں محبت تھی۔ اور جس کی طرح وہ کام کرتا تھا بے نماز چونکہ کافروں کے سے کام کرتا ہے لہٰذا اس کا حشر بھی ان کے ساتھ ہوگا نمازی نبیوں، صدیقوں کی نقل کرتا ہے لہٰذا ان کا حشر ان کے ساتھ ہوگا اسی لئے کہتے ہیں کہ اچھوں کی نقل بھی اچھی اور بروں کی نقل بھی بری [۲] آپ عظیم الشان تابعی ہیں حضرت عمر، علی، عثمان و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی، قبیلہ بنی عقیل سے ہیں بصرہ میں قیام رہا ۱۰۸ھ میں وفات پائی [۳] کیونکہ اس زمانہ میں نماز پڑھنا مومن کی علامت تھی اور نہ پڑھنا کافر کی پہچان جیسے آج سر پر چوٹی پیچھے دھوتی ہندو کی پہچان ہے اس لئے وہ حضرات بے نماز پڑھتے دیکھتے سمجھتے کافر ہوگا، لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ نماز چھوڑنا کفر ہو اور بے نمازی کافر ہو اور نہ یہ حدیث ان احادیث کے خلاف ہے جن میں فرمایا گیا کہ مومن اگرچہ زانی ہو چور ہو پھر بھی جنتی یعنی جنت کا مستحق ہے [۴] وصیت سے مراد تاکیدی حکم ہے رب فرماتا ہے یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ شرک نہ کرنے سے مراد دل شرک ہے یعنی عقیدۂ شرک اختیار نہ کرو لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ۔ کیونکہ آیت میں سخت مجبور کو زبان سے کفر کہہ دینے کی اجازت دی گئی ہے اور یہاں عقیدۂ کفر رکھنے سے ممانعت ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت میں رخصت کا ذکر ہو اور یہاں عزیمت کا یعنے اگرچہ معذور کو کفر بول لینے کی اجازت مگر ثواب اسی میں ہے۔

وَلَا تَتْرُكْ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَ لَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ: بَابُ الْمَوَاقِيْتِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ

اور فرض نماز جان کر نہ چھوڑو کہ جس نے اسے عمدًا چھوڑا اس سے ذمہ بری ہوگیا [1] اور شراب نہ پیئو کہ یہ ہر شر کی چابی ہے [2] (ابن ماجہ) وقتوں کا باب [3] پہلی فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہر کا وقت [4] جب ہے کہ سورج ڈھل جائے [5] اور آدمی کا سایہ اسکے قد کی برابر ہوجائے [6] جبتک عصر آئے

کہ قتل ہوجاؤ مگر زبان سے کفر نہ نکالو۔

[1] یعنی بے نمازی سے اسلام کی امان اُٹھ گئی اسے حاکم اس پر سخت سے سخت سزا دے سکتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ نمازی اللہ کی امان میں رہتا ہے صدہا مصیبتوں سے محفوظ، بے نماز اس دولت سے محروم [2] کیونکہ شراب عقل بگاڑ دیتی ہے اور عقل ہی برائیوں سے روکتی ہے بے عقلی میں انسان سب کچھ کر بیٹھتا ہے خیال رہے کہ خمر صرف انگوری شراب کو کہتے ہیں مگر یہاں ہر نشہ والی شراب مراد ہے۔ جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے [3] مواقیت وقتوں کی جمع ہے میقات بمعنی وقت ہے جیسے میعاد۔ بمعنی وعدہ میلاد بمعنی ولادت معراج بمعنی عروج یہاں نماز کے اوقات مراد ہیں نماز کے اوقات تین قسم کے ہیں وقت مباح وقت مستحب اور وقت مکروہ، نماز کے اوقات تشریعی چیزیں ہیں جن میں عقل کو دخل نہیں مگر ان میں حکمتیں ضرور ہیں، یہ حکمتیں ہماری کتاب اسرار الاحکام میں دیکھو چونکہ نماز کے لئے وقت شرط اول ہے اس لئے صاحب مشکوٰۃ نے نماز کے بیان میں پہلے اس کا ذکر کیا [4] ظہر یا ظہور سے بنا یا ظہیرہ سے (دوپہری) چونکہ معراج کے بعد اوّلًا یہی نماز ظاہر ہوئی اور سب سے پہلے یہی پڑھی گئی نیز یہ دوپہری میں ادا کی جاتی ہے لہذا اسے ظہر کہا جاتا ہے [5] آفتاب صبح سے دوپہر تک چڑھتا ہے اور دوپہر سے شام تک پچھم کی طرف اترتا ہے جس پر چڑھنا ختم ہوجائے اور اس کے بعد اترنا شروع ہو وہ نصف النہار ہے نصف النہار سے آگے بڑھنے کا نام زوال، یہ زوال ہی وقت ظہر کی ابتدا ہے وہی یہاں مراد [6] زوال کے وقت سایہ برابر ہونا بعض ملکوں اور بعض زمانوں میں ہوگا سردی میں چونکہ سورج جنوب کی طرف ہٹا ہوا جاتا ہے لہذا اسوقت بعض جگہ یہ سایہ چیز کے برابر ہوتا ہے لیکن کبھی بعض ملکوں میں اسوقت سایہ بالکل نہیں ہوتا یا ہوتا ہے مگر بہت تھوڑا جس زمانہ میں حضور نے یہ فرمایا ہوگا وہ موسم سردی کا ہوگا لہذا یہ حدیث بالکل ظاہر ہے اور آئندہ حدیثوں کے خلاف نہیں جن میں اس سایہ کی مقدار تسمہ کی برابر بیان فرمائی گئی کیونکہ وہاں موسم گرمی کا ذکر ہے اور یہاں سردی کا اور ہوسکتا ہے کہ اس جملہ میں ظہر کا آخری وقت مراد ہو اور حدیث کے معنی یہ ہوں کہ آفتاب ڈھلنے سے ظہر شروع ہوتی ہے اور ایک مثل سایہ پر ختم، اس صورت میں یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے کیونکہ ہمارے ہاں دو مثل پر ظہر کا وقت نکلتا ہے انکے ہاں ایک مثل پر لیکن انکی یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ اس

وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَالَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْاَوْسَطِ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاَمْسِكْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؕ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا سَئَلَ

اورعصر کا وقت جبتک ہے کہ سورج زرد نہ پڑجائے [۱] اور نماز مغرب کا وقت جبتک ہے کہ شفق غائب نہ ہوجائے [۲] اور عشاء کی نماز کا وقت رات کے درمیانی آدھے تک ہے [۳] اور نماز صبح کا وقت صبح چمکنے سے اس وقت تک ہے کہ سورج نہ چمکے۔ جب سورج چمک جائے تو نماز سے باز رہو [۴] کیونکہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان نکلتا ہے [۵] (مسلم) روایت ہے حضرت بریدہ [۶] سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے

میں اصلی سایہ کا ذکر نہیں امام شافعی کے ہاں اصلی سایہ کے علاوہ ایک مثل سایہ چاہئے [۵] پہلی تفسیر پر یہ جملہ ظہر کے آخر وقت کا بیان ہے اور دوسری تفسیر پر پہلے جملہ کی تاکید ہے اس سے معلوم ہوا کہ ظہر و عصر کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں یعنی ظہر جاتے ہی عصر آجاتی ہے۔

[۱] یہ عصر کے وقت مستحب کا بیان ہے یعنی دھوپ پیلی پڑنے سے پہلے عصر کی نماز پڑھ لینی چاہئے ورنہ غروب آفتاب تک وقت عصر ہے جیسا کہ مسلم و بخاری کی روایات میں ہے خیال رہے کہ آفتاب ڈوبنے سے بیس منٹ قبل پیلا پڑتا ہے [۲] یعنی مغرب کا وقت آفتاب ڈوبنے سے شروع ہوتا ہے اور شفق غائب ہونے پر ختم، امام اعظم کے نزدیک شفق اس سفیدی کا نام جو آسمان کے مغربی کنارے پر سرخی کے بعد نمودار ہوتی ہے۔ اور امام شافعی و صاحبین کے نزدیک سرخی کا نام شفق ہے یعنی سفیدی کا وقت امام صاحب کے نزدیک مغرب ہے یہی قول سیدنا ابوہریرہ امام اوزاعی اور عمر ابن عبدالعزیز کا ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ وقت عشاء ہے یہی قول سیدنا عبداللہ ابن عمر اور ابن عباس کا ہے احتیاط یہ ہے کہ سفیدی آنے سے پہلے مغرب پڑھ لے اور سفیدی ڈوبنے کے بعد عشاء پڑھے تاکہ اختلاف سے بچ جائے [۳] یہاں بھی وقت مستحب مراد ہے یعنی مستحب یہ ہے کہ آدھی رات سے پہلے پڑھ لے ورنہ وقت عشاء صبح صادق تک رہتا ہے درمیانی سے مراد یا درمیانی رات ہے یا درمیانی آدھا یعنی راتیں لمبی بھی ہوتی ہیں چھوٹی بھی اور درمیانی بھی تم درمیانی رات کے آدھے تک پڑھ لو یا پورے آدھے تک نماز پڑھ لو نہ کم نہ زیادہ [۴] یعنی سورج نکلتے وقت کوئی نماز نہ پڑھو نہ نفل نہ فرض یہاں دو مسئلے سمجھنا چاہئیں ایک یہ کہ تین وقت مطلقاً نماز ممنوع ہے سورج نکلتے وقت، بیچ دوپہر یعنی نصف النہار پر، سورج ڈوبتے وقت کہ ان اوقات میں فرض و نفل نماز بلکہ سجدہ بھی حرام ہے البتہ سورج ڈوبتے وقت آج کی عصر درست ہے، دوسرے یہ کہ جب تک سورج میں تیزی نہ آجائے تب تک طلوع مانا جائے گا یعنی سورج چمکنے سے بیس منٹ تک سجدہ حرام ہے [۵] یعنی ایک شیطان سورج نکلتے وقت سورج کے سامنے اس طرح کھڑا ہوجاتا ہے کہ سورج اس کے دونوں سینگوں کے درمیان معلوم ہوتا کہ اپنے دوسرے شیاطین کو دکھائے کہ سورج کی پوجا کرنے والے مجھے پوج رہے ہیں بہت مشرکین اسوقت سورج کو سجدہ کرتے ہیں کسی طرف پانی چھینک کر اس کی تعظیم کرتے ہیں مسلمانوں کو اس وقت سجدہ حرام ہے تاکہ مشرکوں سے مشابہت نہ ہو اور شیطان یہ نہ کہہ سکے کہ مسلمان مجھے سجدہ کررہے ہیں خیال

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ لَهٗ صَلِّ مَعَنَا هٰذَيْنِ يَعْنِي الْيَوْمَيْنِ فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الظُّهْرَ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْعِشَاءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ فَلَمَّا اَنْ كَانَ الْيَوْمُ الثَّانِيْ اَمَرَهٗ فَاَبْرَدَ بِالظُّهْرِ فَاَبْرَدَ بِهَا فَاَنْعَمَ اَنْ يُّبْرِدَ بِهَا وَصَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ اَخَّرَهَا فَوْقَ الَّذِيْ كَانَ وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ اَنْ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز کے اوقات کے بارے میں پوچھا تو فرمایا تم ہمارے ساتھ ان دو دنوں میں نماز پڑھو[1] تو جب سورج ڈھل گیا حضرت بلال کو حکم دیا اور انہوں نے اذان کہی پھر حکم دیا انہوں نے ظہر کی تکبیر کہی[2] پھر انہیں حکم دیا تو عصر کی تکبیر کہی جبکہ سورج بلند سفید صاف تھا[3] پھر انہیں حکم دیا تو مغرب کی تکبیر کہی[4] جب سورج چھپ گیا پھر انہیں حکم دیا تو عشاء کی تکبیر کہی جب شفق غائب ہوگئی پھر انہیں حکم دیا تو فجر کی تکبیر کہی جب کہ صبح چمکی پھر جب دوسرا دن ہوا تو انہیں حکم دیا ظہر کو ٹھنڈا کیا بلکہ اسے خوب ٹھنڈا کیا[5] اور عصر جب پڑھی کہ آفتاب اونچا تھا اس سے زیادہ دیر لگائی جو کل تھا[6] اور مغرب پڑھی

رہے کہ سورج ہر وقت کہیں نہ کہیں طلوع کرتا ہے تو مطلب یہ ہے کہ شیطان سورج کے ساتھ اسی طرح گردش کرتا ہے کہ جہاں سورج طلوع ہو رہا ہو وہاں اس وقت وہ نمودار ہوتا ہے، اس کی بہت تفسیریں ہیں[5] آپ کا نام بریدہ ابن حصیب ہے بنی اسلم قبیلہ سے ہیں سوا بدر تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے خراسان میں غازیانہ شان سے گئے، مرو میں وفات پائی وہاں ہی آپ کی اولاد اب تک ہے (مرقات)۔

[1] تاکہ تمہیں ہر نماز کے وقت کی ابتداء و انتہا معلوم ہو جائے پتہ لگا کہ عملی تبلیغ قولی تبلیغ سے زیادہ مفید ہے غالبًا یہ صاحب کہیں باہر کے ہوں گے ورنہ صحابہ کرام تو ہر نماز حضور انور کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے[2] یعنی سورج ڈھلتے ہی بغیر توقف ظہر کی اذان کہلوائی پھر سنتوں کا وقت دے کر تکبیر کا حکم دیا لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ اذان کے بعد فورًا تکبیر ہوئی سوا مغرب باقی تمام نمازوں میں اذان و تکبیر میں فاصلہ چاہیئے اس لیئے یہاں ثُمَّ فرمایا گیا معلوم ہوا کہ تکبیر اذان سے کچھ بعد ہوئی[3] یعنی عصر کا وقت آتے ہی عصر کی اذان کہلوائی دو مثل سایہ ہو جانے پر جیسا اگلے باب میں ان شاء اللہ بیان کیا جائے گا سورج کے صاف و روشن ہونے سے یہ لازم نہیں کہ ایک مثل سایہ پر اذان ہوئی دو مثل پر بھی سورج صاف ہوتا ہے[4] یعنی مغرب کی اذان کہتے ہی تکبیر کہی چونکہ یہ اذان و تکبیر ملی ہوئی تھیں اس لئے صرف تکبیر کا ذکر ہوا[5] یعنی ظہر آخر وقت ادا کی جب گرمی بالکل جاتی رہی وقت خوب ٹھنڈا ہو گیا غالبًا یہ گرمی کا موسم تھا ورنہ سردی میں تو ہر وقت ٹھنڈک رہتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ آج ظہر ایک مثل سایہ کے بہت بعد پڑھی ورنہ ایک مثل سایہ تک سخت گرمی رہتی ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہو سکتی ہے[6] یہاں بھی وقت مستحب کا

يَغِيْبَ الشَّفَقُ وَصَلَّى الْعِشَاءَ بَعْدَ مَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ وَصَلَّى الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الرَّجُلُ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَقْتُ صَلٰوتِكُمْ بَيْنَ مَا رَاَيْتُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّنِيْ جِبْرَئِيْلُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ فَصَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ وَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِيْنَ

شفق غائب ہونے سے پہلے ۱ اور عشاء پڑھی تہائی رات گزرنے کے بعد اور فجر پڑھی خوب اجالا ہونے پر پھر فرمایا کہاں ہے نماز کے اوقات پوچھنے والا وہ شخص بولا میں ہوں یارسول اللہ تو فرمایا کہ تمہارے نماز کے اوقات اس کے درمیان ہیں جو تم نے دیکھا ۲ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دو بار حضرت جبریل نے بیت اللہ کے پاس میری امامت کی ۳ تو مجھے ظہر پڑھائی جبکہ سورج ڈھل گیا اور سایہ تسمہ کی برابر ہوا ۴ اور مجھے عصر پڑھائی جبکہ

ذکر ہے اگرچہ وقت عصر آفتاب غروب تک رہتا ہے مگر حضور نے سورج زرد پڑنے سے پہلے آج عصر پڑھی کراہت سے بچنے کے لئے۔

۱ اس سے معلوم ہوا کہ وقت مغرب سورج ڈوبنے سے شروع ہوکر شفق غائب ہونے تک رہتا ہے یہ ہی قول ہمارے امام اعظم کا ہے امام شافعی و مالک علیہما الرحمۃ کے نزدیک وقت مغرب صرف تین رکعتیں پڑھنے کی مقدار ہے یہ حدیث ہمارے امام کی قوی دلیل ہے رضی اللہ عنہ ۲ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ یہاں بعض نمازوں کے مستحب وقتوں کا ذکر ہے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ وقت مستحب کی ابتداء و انتہا یہ ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ۳ یعنی شب معراج کے سویرے جبریل امین نے دو دن مجھے نماز پڑھائی سب سے پہلے ظہر پڑھائی خیال رہے کہ حضرت جبریل حضور کے استاد نہیں بلکہ خادم ہیں یہ نماز پڑھانا پیغام الٰہی پہنچانے کیلئے تھا یہ عملی رسالت تھی جو ادا کی اور کبھی مقتدی امام سے افضل ہوتا ہے حضور نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے نماز فجر پڑھی حالانکہ حضور نبی تھے وہ امتی نیز اس امامت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نفل والے کے پیچھے فرض نماز درست ہے کیونکہ آج یہ نمازیں حضرت جبریل پر فرض ہوگئی تھیں جب رب نے انہیں یہ حکم دیا تو فرض ہوگئیں، یہ واقعہ بیت اللہ کے دروازے سے متصل ہوا جہاں اب بھی لوگ نفل پڑھتے ہیں یہاں حوض کی طرح جگہ بنی ہے غسل کعبہ کے وقت یہاں ہی زمزم بھرا جاتا ہے یہ بھی خیال رہے کہ حضرت جبریل کی یہ تعلیم امت کے لئے تھی نہ کہ حضور کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو نماز کا طریقہ اس کے اوقات اول سے ہی جانتے تھے پہلی وحی جب آئی تو آپ غار حرا میں معتکف تھے نیز معراج کو جاتے وقت بیت المقدس میں سارے رسولوں کو نماز پڑھا کر گئے پھر بیت المعمور میں سارے فرشتوں کو نماز پڑھائی وہ تو نبیوں اور فرشتوں کے امام ہیں مگر امت کو تعلیم احکام کے نزول کے بعد ہوتی ہے ۴ یعنی اس دن آفتاب ڈھلنے پر انسان کا سایہ جوتہ کے تسمہ کے برابر تھا کیونکہ گرمی کا موسم تھا یہ سایہ موسموں کے لحاظ سے گھٹتا بڑھتا رہتا ہے خیال رہے کہ یہاں سایہ سے مراد عام انسانوں کا سایہ ہے نہ کہ حضور کا سایہ نہ حضرت جبریل کا کہ یہ دونوں نور ہیں نور کا سایہ نہیں ہوتا، حضور کا سایہ نہ تھا اگرچہ

صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهٗ وَصَلّٰى بِيَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلّٰى بِيَ الْعِشَآءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ وَصَلّٰى بِيَ الْفَجْرَ حِيْنَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَى الصَّائِمِ فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهٗ مِثْلَهٗ وَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهٗ مِثْلَيْهِ وَصَلّٰى بِيَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلّٰى بِيَ الْعِشَآءَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَ

ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا[۱] اور مجھے مغرب پڑھائی جبکہ روزے دار افطار کرتا ہے[۲] مجھے عشاء جبکہ شفق غائب ہو گئی[۳] اور مجھے فجر پڑھائی جبکہ روزے دار پر کھانا پینا حرام ہوتا ہے[۴] پھر جب کل ہوئی تو مجھے ظہر جب پڑھائی کہ جب چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا[۵] اور مجھے عصر جب پڑھائی کہ چیز کا سایہ دوگنا ہو گیا[۶] اور مجھے مغرب پڑھائی جبکہ روزے دار افطار کرتا ہے[۷] اور مجھے عشاء تہائی رات تک پڑھائی اور

سارے عالم پر انہیں کا سایہ ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب رسالہ نور میں دیکھو۔ [۱] اس حدیث امام شافعی وصاحبین نے دلیل پکڑی کہ ایک مثل پر عصر کا وقت ہو جاتا ہے ہمارے امام اعظم کے نزدیک دو مثل پر ہوتا ہے مگر یہ حدیث ان کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں سایہ اصلی کا ذکر نہیں حالانکہ ان بزرگوں کے نزدیک بھی عصر کا وقت سایہ اصلی کے سوا ایک مثل سایہ ہونے پر ہوتا ہے حق یہ ہے کہ اوقات کی یہ حدیث منسوخ ہے جیسے کہ اس دن ہر نماز دو رکعت تھی ایسے ہی اس دن اوقات نماز یہ تھے بعد میں نمازوں کی رکعتوں میں بھی زیادتی ہوئی اور اوقات میں بھی تبدیلی، ان شاء اللہ اس کی تحقیق اگلے باب میں ہوگی اور ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں بھی ملاحظہ کرو اس کی ناسخ احادیث کا بھی ذکر آرہا ہے [۲] یعنی آجکل جس وقت افطار ہوتا ہے اس وقت مغرب پڑھائی سورج ڈوبتے ہی ورنہ اس دن نہ روزہ فرض تھا نہ افطار تھا روزے بعد ہجرت فرض ہوئے لہذا حدیث پر اعتراض نہیں [۳] اس کا وہ ہی مطلب ہے جو اوپر بیان ہوا یعنی غروب آفتاب کی سرخی کے بعد وہ سفیدی شفق ہے اس کے چھپنے پر وقت عشاء ہو جاتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے جیسا کہ ان شاء اللہ اگلے باب میں آرہا ہے [۴] اس کا وہ ہی مطلب ہے جو اوپر بیان ہوا یعنی آجکل جب پو پھٹنے پر روزہ دار کو کھانا پینا حرام ہوتا ہے اس وقت نماز فجر پڑھائی ورنہ اس وقت نہ روزے تھے نہ سحری و افطار [۵] ظاہر یہ ہے کہ آج ظہر اس وقت پڑھائی جس وقت کل عصر پڑھائی تھی یعنی ایک مثل سایہ پر لہذا یہ حدیث بالاتفاق منسوخ ہے کسی کا مذہب یہ نہیں کہ ظہر کا آخر اور عصر کا اول بالکل ایک وقت ہے سب کے نزدیک ظہر کے بعد عصر کا وقت ہوتا ہے بعض نے فرمایا کہ یہاں تقریبی وقت مراد ہے یعنی تقریبًا ایک مثل سایہ تھا۔ ایک مثل سے کچھ ہی پہلے بعض نے فرمایا کہ نماز ظہر ختم ہونے پر ایک مثل ہوا نہ کہ شروع پر، بعض نے فرمایا کہ ایک مثل مع سایہ اصلی کے مراد ہے یعنی کل عصر پڑھائی ایک مثل پر علاوہ سایہ اصلی کے اور آج ظہر پڑھائی ایک مثل مع سایہ اصلی کے غرضکہ یہ حدیث مشکلات میں سے ہے حق یہ ہے کہ منسوخ ہے۔ [۶] یہ خبر بھی بالاتفاق منسوخ ہے کیونکہ سب کے نزدیک وقت عصر آفتاب چھپنے پر ختم ہوتا ہے نہ کہ سایہ دوگنا ہونے پر بلکہ امام اعظم کے ہاں اس وقت عصر شروع ہوتی ہے [۷] یعنی مغرب دو دن ایک ہی وقت پڑھائی امام شافعی و مالک کا یہ ہی قول ہے مگر ہمارے ہاں یہ حدیث ہی منسوخ ہے پچھلی حدیث میں گزر گیا کہ حضور نے دوسرے دن مغرب شفق غائب

صَلّٰی بِیَ الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ هٰذَا وَقْتُ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِكَ وَالْوَقْتُ مَا بَیْنَ هٰذَیْنِ الْوَقْتَیْنِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ ؛

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ؛ عَنْ اِبْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ اَخَّرَ الْعَصْرَ شَیْئًا فَقَالَ لَهٗ عُرْوَةُ اَمَا اِنَّ جِبْرِیْلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلّٰی اَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

مجھے فجر پڑھائی اجالا کرکے پھر میری طرف متوجہ ہوئے عرض کیا اے محمد مصطفٰے [1] یہ آپ سے پہلے نبیوں کے اوقات ہیں [2] اور ان وقتوں کے درمیان وقت نماز ہے [3] (ابوداؤد، ترمذی) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن شہاب سے [4] کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے عصر کچھ دیر سے پڑھی [5] تو ان سے عروہ نے کہا کہ حضرت جبریل اُترے انہوں نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے نماز پڑھی

ہونے سے کچھ پہلے پڑھائی اگر وقتِ مغرب صرف اداءِ نماز کے بقدر ہوتا تو اس تاخیر کے کیا معنی ہیں اور وہ حدیث اس کے بعد کی ہے کیونکہ آج تو اسلام کی پہلی نمازیں ادا ہو رہی ہیں ؛

[1] یہ کلمہ حضور انکسار کے طور پر اپنے الفاظ میں ادا فرما رہے ہیں ورنہ حضرت جبریل نے نہایت ادب سے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ یا حبیب اللہ جیسے آج کوئی عالم کہے کہ مجھے جلسہ والوں نے کہا کہ تو بھی کچھ کہہ حالانکہ جلسے والے ادب سے عرض کرتے ہیں حضرت جبریل صرف نام شریف لے کر کیسے پکار سکتے ہیں یہ تو حکم قرآنی کے خلاف ہے رب فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ الآیہ [2] یعنی ان نمازوں میں سے جس نبی نے جو نماز پڑھی وہ ان ہی وقتوں میں پڑھی، خیال رہے کہ کسی نبی پر یہ پانچ نمازیں جمع نہ ہوئیں یہ اجتماع حضور کی امت کی خصوصیت ہے لہذا احادیث صاف ہے بلکہ ابوداؤد، بیہقی، ابن ابی شیبہ کہتے ہیں حضور نے فرمایا کہ نماز عشاء تم سے پہلے کسی امت نے نہ پڑھی ہوسکتا ہے کہ یہ نماز بعض انبیاء نے پڑھی ہو ان کی امت پر فرض نہ ہوئی جیسے آج نماز تہجد ہمارے حضور پر فرض تھی ہم پر فرض نہیں، طحاوی نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ نماز فجر حضرت آدم نے پڑھی جب توبہ قبول ہوئی، نماز ظہر حضرت ابراہیم نے پڑھی حضرت اسمٰعیل کا فدیہ دنبہ آنے پر، نماز عصر حضرت عزیر نے پڑھی جب سو برس کے بعد آپ زندہ ہوئے، نماز مغرب حضرت داؤد نے پڑھی اپنی توبہ قبول ہونے پر مگر چار رکعت کی نیت باندھی تھی تین رکعت پر سلام پھیر دیا تھک گئے تھے لہذا تین ہی رہ گئیں، نماز عشاء ہمارے حضور نے پڑھی بعض نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی جب آگ لینے طور پر گئے خیریت سے نبوت لیکر آئے بیوی صاحبہ کو بخیریت پایا کہ بچہ پیدا ہوچکا تھا واللہ اعلم [3] ظاہر یہ ہے کہ ان دو دنوں میں صرف حضور نے حضرت جبریل کے ساتھ نمازیں پڑھیں ان میں صحابہ ساتھ نہ تھے جیسا کہ اَمَّنِیْ سے معلوم ہوا حضور صلے اللہ علیہ وسلم خود نماز پڑھ کر پڑھنے کا حکم دیتے تھے یا حضور بطور نفل حضرت جبریل کے ساتھ پڑھتے رہے اور بعد میں صحابہ کو پڑھاتے رہے خیال رہے کہ معراج کے سویرے نماز فجر نہ پڑھی گئی نہ قضا کی گئی کیونکہ قانون بیان سے پہلے عمل کے لائق نہیں ہوا معراج کی رات نماز فرض ہوئی اور پہلے ظہر پڑھی گئی لہذا آج چار نمازیں ہوئیں پھر پانچ اس کی تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی وغیرہ میں دیکھو [4] یہ امام زہری کی کنیت ہے آپ کا نام محمد ہے کنیت ابوبکر اور ابن شہاب ہے، مشہور تابعی ہیں

وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اِعْلَمْ مَا تَقُوْلُ يَا عُرْوَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ بَشِيْرَ بْنَ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرِيْلُ فَاَمَّنِيْ فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ يَحْسُبُ بِاَصَابِعِهٖ خَمْسَ صَلَوَاتٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

[۱] حضرت عمر نے ان سے کہا کہ جو کہتے ہو سمجھ کے کہو اے عروہ [۲] وہ بولے میں نے بشیر ابن ابی مسعود کو کہتے ہوئے سنا انہوں نے ابی مسعود کو سنا کہ وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا [۳] کہ اترے حضرت جبریل انہوں نے میری امامت کی میں نے انکے ساتھ نماز پڑھی پھر انکے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی اپنی انگلیوں پر پانچ نمازیں گنا تے تھے [۴] (مسلم بخاری)

۵ یعنی معمول سے زیادہ دیر سے پڑھی عمر ابن عبد العزیز خلفاء میں سے پانچویں خلیفہ برحق ہیں (مرقات) پانچواں اس لئے کہا گیا کہ حضرت امام حسن نے خلافت سے دستبرداری کرلی تھی آپ کے حالات پہلے بیان ہوچکے ہیں۔

۶ سبحان اللہ کیا ادب ہے حضرت عروہ نے یہ نہ کہا کہ حضور کو نماز پڑھائی بلکہ یوں کہا کہ آگے کھڑے ہوکر نماز پڑھ کر دکھائی حضرت عروہ عائشہ صدیقہ کے بھانجے اور حضرت اسماء کے فرزند ہیں آپ کے باغ کے کنوئیں کا پانی فقیر نے بھی پیا ہے **۷** یعنے اے عروہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت جبریل حضور سے آگے کھڑے ہوں رب تو فرماتا ہے لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ تمہاری یہ خبر مجھے قرآن کے خلاف معلوم ہوتی ہے **۸** خیال رہے کہ حضرت عروہ ابن زبیر خود بھی صحابی ہیں مگر پھر بھی اسناد سے حدیث بیان کی مقصد یہ ہے کہ میں نے حضور سے خود بھی یہ حدیث سنی ہے میرے علاوہ اور صحابہ نے بھی سنی اور ان سے دوسرے مسلمانوں نے بھی غرضکہ بطور گواہی یہ اسناد پیش کی ورنہ جب صحابی خود حضور سے حدیث سن لیں تو انہیں اسناد کی ضرورت نہیں **۹** حضرت عروہ نے اس جگہ نماز کے اوقات کا ذکر نہ کیا کیونکہ حضرت عمر ابن عبد العزیز کو اس پر تو کوئی شبہ نہ تھا، انہیں شبہ یہ تھا کہ حضرت جبریل حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز کیونکر پڑھا سکتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم تو امام الاولین والآخرین ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کو جاتے ہوئے سارے نبیوں کو نماز پڑھائی، بیت المقدس میں ان مقتدیوں میں حضرت جبریل ومیکائیل بلکہ سارے براتی فرشتے اس معراج والے دولہا (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے تھے آج حضرت جبریل امام کیسے ہوگئے؟ اس لئے اسناد سے صرف نماز پڑھانے کا واقعہ عرض کیا ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ معراج کی نماز نمازِ عشق تھی نہ کہ نمازِ شرعی اور نہ گذشتہ نبی یہ نماز نہ پڑھتے کہ بعد وفات احکام شرعیہ ختم ہوجاتے ہیں اور یہ نماز تھی اور احکام شرعیہ لانے والے حضرت جبریل تھے عشق حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) نے حضرت جبریل امین کو سکھایا اور شریعت کے احکام حضرت جبریل علیہ السلام لائے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ۔

وَعَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ اَنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِي الصَّلٰوةُ مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهٗ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ ثُمَّ كَتَبَ اَنْ صَلُّوا الظُّهْرَ اِنْ كَانَ الْفَيْئُ ذِرَاعًا اِلٰى اَنْ يَّكُوْنَ ظِلُّ اَحَدِكُمْ مِّثْلَهٗ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ قَدْرَ مَا يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فَرْسَخَيْنِ اَوْ ثَلٰثَةً قَبْلَ مَغِيْبِ الشَّمْسِ وَالْمَغْرِبَ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءَ اِذَا غَابَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهٗ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ

روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے آپ نے اپنے حکام کو لکھا کہ میرے نزدیک سارے کاموں سے زیادہ اہم نماز ہے[1] جس نے اسے محفوظ رکھا اور اس کی پابندی کی اس نے اپنا دین محفوظ رکھا اور جس نے اسے ضائع کر دیا تو وہ نماز کے سوا کو بہت ضائع کریگا[2] پھر لکھا کہ ظہر اس وقت پڑھو جب سایہ ایک گز ہو جائے[3] یہاں تک پڑھو کہ ہر ایک کا سایہ اس کے برابر ہو جائے[4] اور عصر جب پڑھو کہ سورج اونچا سفید صاف ہو جس قدر کہ سوار آفتاب ڈوبنے سے پہلے دو تین کوس چل لے[5] اور مغرب جب پڑھو کہ سورج ڈوب جائے اور عشاء اس وقت کہ شفق غائب ہو جائے تہائی رات تک[6] تو جو عشاء سے پہلے سو جائے خدا کرے اس کی آنکھیں نہ سوئیں جو سو جائے اس کی

[1] یعنی سلطنت کے کام ملکی انتظام نماز کے بعد ہیں جب نماز کا وقت آجائے تو سارے کام ویسے ہی چھوڑ دو اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ سلطانِ اسلام کو چاہیئے کہ رعایا کے دینی حالات سنبھالے صرف دنیا پر نظر نہ رکھے۔ دوسرے یہ کہ بڑوں کو سنبھالو چھوٹے خود سنبھل جائیں گے اسی لئے آپ نے حکام کو خصوصیت سے خطاب فرمایا[2] حفظ سے مراد نماز کو درست کرکے پڑھنا ہے اور محافظت سے مراد ہمیشہ اور صحیح وقت پر پڑھنا اس فرمان سے معلوم ہوا کہ جیسے نماز کی پابندی تمام نیکیوں کا دروازہ کھول دیتی ہے ایسے ہی نماز چھوڑنا گناہوں کا دروازہ کھولتا ہے۔ رب فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ الآیہ[3] سایہ سے مراد عام انسان کا سایہ ہے گز سے شرعی گز مراد ہے یعنی ۲۴ انگل یا ڈیڑھ فٹ آپ کا یہ فرمان اس موسم کے لحاظ سے ہے جب خط لکھا تھا اس وقت اس ملک میں ایک ہاتھ سایہ ہونے پر ہی وقتِ ظہر شروع ہوتا ہوگا ورنہ مختلف وقتوں اور مختلف علاقوں میں وقت ظہر مختلف ہوتا رہتا ہے[4] اس قسم کی تمام احادیث امام شافعی کی دلیل ہیں کہ وقتِ ظہر ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے امام اعظم کے نزدیک دو مثل تک وقتِ ظہر رہتا ہے ان کے ہاں ایک مثل کی احادیث منسوخ ہیں ان کی ناسخ وہ احادیث ہیں جو اگلے باب میں آرہی ہیں حضرت عمر کا یہ فرمان بیانِ مستحب کے لئے ہے۔ یعنی بہتر یہ ہے کہ ظہر ایک مثل تک پڑھ لو ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ ظہر ایک مثل تک پڑھ لے اور عصر دو مثل کے بعد ورنہ ظاہری معنی سے یہ حدیث امام شافعی کے بھی خلاف ہوگی کیونکہ انکے نزدیک بھی اصل سایہ کے سوا ایک مثل سایہ چاہیئے اور یہاں اصل سایہ کا ذکر نہیں[5] یعنی سورج ڈوبنے سے ۵۰ منٹ پہلے کیونکہ بیس منٹ پہلے سورج پیلا پڑتا ہے یہ وقت کراہت ہے اس سے آدھا گھنٹہ پہلے عصر شروع کرنی چاہیئے اتنی دیر میں سوار دو تین کوس بخوبی چل لے گا[6] یہاں بھی وقتِ

عَيْنُهٗ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهٗ وَالصُّبْحُ وَالنُّجُوْمُ بَادِيَةٌ مُّشْتَبِكَةٌ رَوَاهُ مَالِكٌ ٭
وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ قَدْرُ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فِي الصَّيْفِ ثَلٰثَةَ اَقْدَامٍ اِلٰى خَمْسَةِ اَقْدَامٍ وَّفِي الشِّتَاءِ خَمْسَةَ اَقْدَامٍ اِلٰى سَبْعَةِ اَقْدَامٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ ٭

بَابُ التَّعْجِيْلِ الصَّلٰوةِ ٭ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ٭

عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِيْ عَلٰى اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهٗ اَبِيْ كَيْفَ

آنکھیں نہ سوئیں جو سو جائے اس کی آنکھیں نہ سوئیں [۱] اور فجر پڑھو جبکہ تارے چمکتے ہوں گتھے ہوئے ہوں [۲] (مالک) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کا اندازہ ظہر گرمی میں تین قدم سے پانچ قدم تک اور سردی میں پانچ قدم سے سات قدم تک تھا [۳] (ابوداؤد، نسائی) جلد نماز پڑھنے کا باب پہلی فصل روایت ہے حضرت سیار ابن سلامہ سے [۴] فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد حضرت ابی برزہ اسلمی کے پاس گئے [۵] ان سے میرے باپ نے کہا کہ

مستحب ہی کا ذکر ہے ورنہ وقت مغرب شفق ڈوبنے تک رہتا ہے اور وقت عشاء صبح صادق تک مگر مستحب یہ ہے کہ مغرب سورج ڈوبتے ہی پڑھ لی جائے اور عشاء تہائی رات سے پہلے ٭ [۱] جناب فاروق اعظم کی یہ بددعا اظہار غضب کے لئے ہے خیال رہے کہ نماز عشاء سے پہلے سو جانا اور عشاء کے بعد بلا ضرورت جاگتے رہنا سنت کے خلاف اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت ناپسند ہے لیکن نماز سے پہلے سو کر نماز ہی نہ پڑھنا اور ایسے ہی عشاء کے بعد جاگ کر فجر قضاء کر دینا حرام ہے کیونکہ حرام کا ذریعہ بھی حرام ہوتا ہے [۲] یعنی فجر اندھیرے میں پڑھو یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے امام اعظم کے نزدیک فجر اجیالا کر کے پڑھنی چاہیئے امام صاحب کے دلائل اگلے باب میں آ رہے ہیں اور اوقات نماز پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو [۳] یعنی حضور گرمی کے موسم میں اگر ظہر جلدی پڑھتے تو جب پڑھتے تھے کہ درمیانی انسان کا سایہ تین قدم ہو جاتا اور اگر دیر میں پڑھتے تو اس وقت پڑھتے جب انسانی قد کا پانچ قدم ہو جاتا اور سردی میں اگر جلدی پڑھتے تو پانچ قدم سایہ پر اور دیر میں پڑھتے تو سات قدم پر کیونکہ بمقابلہ گرمیوں کے سردی میں سایہ اصلی لمبا ہوتا ہے یہ اندازہ ملک عرب کے لحاظ سے ہے دیگر ممالک میں جاری نہیں ہو سکتا کیونکہ جگہ کا جس قدر عرض بلد زیادہ ہوگا اسی قدر سایہ لمبا ہوگا۔

[۴] خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک نماز مغرب ہمیشہ اور نماز ظہر سردیوں میں جلدی پڑھنا مستحب ہے کہ وقت داخل ہوتے ہی نماز شروع کر دی جائے ان دو کے سوا باقی تمام نمازیں کچھ دیر سے پڑھنا مستحب ہیں امام صاحب کے نزدیک نماز جلدی پڑھنے کے معنے یہ ہیں کہ وقت شروع ہوتے ہی نماز پڑھ لی جائے دیر نہ لگائی جائے بعض ائمہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ نماز کا وقت آتے ہی پڑھ لی جائے مگر نماز عشاء میں تہائی رات تک دیر لگانا سب کے نزدیک مستحب ہے خلاصہ یہ ہے کہ عشاء کی تاخیر اور مغرب میں جلدی یونہی سردیوں میں ظہر کی جلدی پر سب متفق ہیں باقی نمازوں میں اختلاف ہے ٭

[۵] آپ مشہور تابعی ہیں بصری قبیلہ بنی تمیم سے ہیں بہت صحابہ سے ملاقات ہے [۶] آپ کا نام نضلہ ابن عبید

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ الَّتِيْ
تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى رَحْلِهٖ فِيْ
اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّؤَخِّرَ الْعِشَاءَ
الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ
صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهٗ وَيَقْرَاُ بِالسِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ وَفِيْ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرائض کیسے پڑھتے تھے وہ بولے کہ دوپہری کی نماز جسے تم پہلی کہتے ہو تب پڑھتے
تھے جب سورج ڈھل جاتا۱؎ اور عصر پڑھتے پھر ہم میں سے ایک کنارہ مدینہ میں اپنے گھر پہنچ جاتا
حالانکہ سورج صاف ہوتا۲؎ اور جو کچھ مغرب کے بارے میں فرمایا وہ میں بھول گیا اور آپ عشاء جسے تم عتمہ کہتے ہو
اسے دیر سے پڑھنے کو پسند فرماتے تھے۳؎ اور اس سے پہلے سونا اور اس کے بعد بات چیت ناپسند فرماتے
تھے۴؎ اور نماز فجر سے جب فارغ ہوتے جبکہ آدمی اپنے پاس والے کو پہچان لیتا حالانکہ آپ ساٹھ سے سو آیتوں تک پڑھتے تھے۵؎ اور

یہ صحابی ہیں حضور کی وفات کے بعد مسلمان دور دور سے صحابہ کی زیارت کرنے ان سے مسائل پوچھنے آیا کرتے تھے اس سلسلے میں آپ ..... کی حاضری بھی تھی۔ ۱؎ یعنی ظہر اول وقت پڑھ لیتے تھے یہاں سردی کے زمانہ کی ظہر مراد ہے ورنہ اگلی حدیث میں آرہا ہے کہ حضور نے فرمایا ظہر ٹھنڈی کرو کیونکہ دوپہری کی گرمی دوزخ کی بھڑک سے ہے لہذا یہ حدیث نہ اگلی حدیث سے متعارض ہے نہ حنفیوں کے خلاف ۲؎ یعنی آفتاب ڈوبنے سے قریبًا پچاس منٹ پہلے اور پیلا پڑنے سے آدھا گھنٹہ پہلے عصر پڑھتے تھے قریبًا دس منٹ میں نماز سے فراغت ہوتی تھی چالیس منٹ میں انسان بخوبی مدینہ منورہ کے کنارے پہنچ سکتا ہے یہ فقیر آدھے گھنٹے میں پیدل مسجد قباء شریف پہنچ جاتا تھا لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور ایک مثل پڑھتے تھے یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ۳؎ شریعت میں اس نماز کا نام عشاء ہے مگر بدوی لوگ عتمہ کہتے ہیں یعنی اونٹنی دوہنے کے وقت کی نماز خیال رہے کہ نماز کے وہی نام لینے چاہئیں جو شریعت نے مقرر کئے ظہر کو پیشی عصر کو دیگر مغرب کو شام اور عشاء کو خفتاں کہنا جیسا کہ پنجاب میں مروج ہے برا ہے یہاں تاخیر سے مراد تہائی رات تک دیر لگانا ہے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے ۴؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی، بات سے دنیاوی غیر ضروری باتیں مراد ہیں یہی مکروہ ہیں لہذا دینی جلسے دینی کتب کا مطالعہ عشاء کے بعد منع نہیں خلاصہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد جلدی سو جاؤ صبح کو جلدی اٹھو۔ ۵؎ یعنی فجر اتنی جلدی شروع کرتے کہ ساٹھ یا سو آیتیں پڑھ کر فارغ ہونے پر بھی اتنا اجالا ہوتا کہ ساتھی پہچان لیا جائے یہ ان لوگوں کی دلیل ہے جن کے نزدیک فجر اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے، امام اعظم کے نزدیک یہ اندھیرا مسجد کا ہوتا تھا نہ کہ وقت کا کیونکہ مسجد نبوی بہت گہری ہے باہر کی روشنی وہاں بہت دیر میں پہنچتی ہے اور اگر مان لیا جائے کہ یہ وقت کا اندھیرا تھا تو یہ حضور کا خصوصی عمل ہے فرمان آگے آرہا ہے کہ فرمایا فجر اجالا کرکے پڑھو کہ اس کا ثواب زیادہ ہے اور جب حضور کے فرمان و عمل شریف میں تعارض معلوم ہو تو فرمان کو ترجیح ہوتی ہے کیونکہ عمل میں احتمال ہے کہ آپ کی خصوصیات میں سے ہو خیال رہے کہ ایسی حدیث کوئی نہیں جس میں اندھیرے

رِوَايَةٍ وَّلَا يُبَالِيْ بِتَاخِيْرِ الْعِشَآءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؀ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَئَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَّالْمَغْرِبَ اِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ اِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَاِذَا قَلُّوْا اَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؀ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظَّهَائِرِ سَجَدْنَا عَلٰى ثِيَابِنَا اِتِّقَاءَ الْحَرِّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِلْبُخَارِيِّ ؀ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ

ایک روایت میں ہے کہ آپ عشاء کو تہائی رات تک تاخیر کرنے میں پرواہ نہ کرتے تھے اس سے پہلے سونا اور اس کے بعد بات چیت کرنا پسند فرماتے تھے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت محمد ابن عمرو ابن حسن ابن علی سے فرماتے ہیں ہم نے جابر ابن عبداللہ سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھا فرمایا ظہر دوپہری میں پڑھتے تھے اور عصر جبکہ سورج صاف ہوتا اور مغرب جبکہ سورج ڈوب جاتا اور عشاء جب لوگ زیادہ ہوتے تو جلدی پڑھ لیتے اور جب تھوڑے ہوتے تو دیر میں پڑھتے اور صبح اندھیرے میں[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ جب ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر پڑھتے تو گرمی سے بچنے کے لئے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے[2] (مسلم بخاری) لفظ بخاری کے ہیں روایت ہے حضرت ابو ھریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب گرمی تیز ہو نماز ٹھنڈی کرو اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت ابوسعید سے ہے

میں فجر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو مگر اُجیالے کے حکم کی بہت حدیثیں موجود ہیں نیز عام صحابہ فجر اجیالے میں ہی پڑھتے تھے حضرت علی قنبر سے فرمایا کرتے تھے اے قنبر خوب اجیالا کرو خوب اجیالا کرو (طحاوی) صدیق اکبر جب فجر سے فارغ ہوتے تو محسوس ہوتا تھا کہ آفتاب نکلا چاہتا ہے (بیہقی) ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا جیسا اتفاق فجر و عصر کے اجیالے پر ہے ایسا بہت کم مسائل پر ہے (طحاوی وغیرہ) فقیر نے جاء الحق حصہ دوم میں اجیالہ فجر کی انتیس احادیث پیش کی ہیں حتی کہ دیلمی کی روایت نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو فجر روشنی میں پڑھے اللہ اسکی قبر اور دل میں روشنی کرے۔ [1] اسکی شرح پہلے گذر گئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر وقت میں گنجائش ہو تو لوگوں کے اجتماع کا خیال کیا جائے نیز اس کا خیال رکھا جائے کہ ساوقت نہ ہو کہ نمازی بھاگ جائیں یا نہ ہوں نماز پڑھی جائے دیکھو حضور کا عمل کہ اگر لوگ کم ہوتے تو عشاء دیر سے پڑھتے [2] یہ گرمی فرش کی ہوتی تھی نہ کہ وقت کی کہ ظہر ٹھنڈی کرکے پڑھتے تھے مگر فرش تپا ہوا تھا جیسے اب بھی حرمین شریفین میں دیکھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نمازی اپنے پہنے ہوئے کپڑے پر ضرورۃً سجدہ کر سکتا ہے یہی امام صاحب کا قول ہے۔

بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ رَبِّ اَكَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِی الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِی الصَّيْفِ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِیِّ فَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ فَمِنْ سَمُوْمِهَا وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْبَرْدِ فَمِنْ زَمْهَرِيْرِهَا

کہ ظہر ٹھنڈی کرو[1] کیونکہ گرمی کی تیزی دوزخ کی بھڑک سے ہے[2] آگ نے اپنے رب سے شکایت کی تھی کہا تھا اے رب میرے بعض نے بعض کو کھا ڈالا رب نے اسے دو سانسوں کی اجازت دی ایک سانس سردی میں اور ایک گرمی میں یہ وہی تیز گرمی اور ٹھنڈک ہے جسے تم محسوس کرتے ہو[3] (مسلم بخاری) اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ جو تیز گرمی تم پاتے ہو یہ دوزخ کی گرم سانس سے ہے اور جو تیز ٹھنڈک تم پاتے ہو یہ اس کی ٹھنڈی سانس سے ہے

ل؎ یہ حدیث ان تمام احادیث کی شرح ہے جن میں فرمایا گیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم دوپہری میں ظہر پڑھتے تھے اس نے بتایا کہ وہاں جاڑوں کی ظہر مراد ہے گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کرنے کا تاکیدی حکم ہے اس سے حنفیوں کے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ گرمی کی ظہر ٹھنڈی کرکے پڑھنا سنت ہے دوسرے یہ کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے کیونکہ ایک مثل تک ہر جگہ خصوصًا عرب میں بہت تپش رہتی ہے نیز بخاری ابوداؤد و بیہقی طحاوی ترمذی وغیرہ نے حضرت ابوذر غفاری سے روایت کی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں ظہر جب پڑھی جبکہ ٹیلوں کا سایہ پڑ گیا اور ٹیلہ کا سایہ ایک مثل کے بعد ہی پڑتا ہے نیز بخاری شریف نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود ان مزدوروں کی طرح ہیں جو صبح سے ظہر تک ایک قیراط پر کام کریں عیسائی وہ مزدور ہیں جو ظہر سے عصر تک ایک قیراط پر محنت کریں اور تم وہ مزدور ہو جو عصر سے مغرب تک دو قیراط کے بدلے کام کریں تمہارا کام کم اور مزدوری زیادہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقت عصر وقت ظہر سے کم ہے ورنہ یہ مثال درست نہ ہوتی اگر ایک مثل پر عصر شروع ہو جایا کرے تو اس کا وقت ظہر کی برابر بلکہ گرمیوں میں اس سے کہیں زیادہ ہو جائیگا اس مسئلہ پر امام صاحب کے اور بہت دلائل ہیں اگر شوق ہو تو ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم کا یہ باب دیکھو ۲؎ خیال رہے کہ فلاسفہ کے نزدیک گرمی آفتاب کے قریب سے آتی ہے مگر آفتاب میں گرمی دوزخ سے آئی ہو سکتا ہے کہ گرمی آفتاب سے بھی ہوا اور دوزخ کی بھڑک کی وجہ سے، اگرچہ گرمیوں کے موسم میں بعض پہاڑوں اور بعض مقامات پر ٹھنڈک رہتی ہے لیکن یہ اس کے خلاف نہیں جیسے سورج کی گرمی ایک ہے لیکن اسکے اثر کا ظہور زمین پر مختلف کہیں سردی کہیں گرمی ایسے ہی ادھر بھی ہے کہ بھڑک کی توجہ جہاں زیادہ ہے وہاں گرمی، جہاں کم ہے وہاں سردی لہذا اس حدیث پر نہ تو دہریوں اور عیسائیوں کا کوئی اعتراض ہو سکتا ہے نہ چکڑالویوں کا ۳؎ یعنی دوزخ جب اوپر کو سانس لیتا ہے تو دنیا میں عمومًا سردی کا زور ہوتا ہے اور جب نیچے کو سانس چھوڑتا ہے تو عمومًا گرمی کی شدت خیال رہے کہ یہ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں ہر چیز میں قدرت نے زندگی اور شعور بخشے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ، کفار کے مرنے پر آسمان و زمین نہیں روتے یعنی مسلمان کے مرنے پر روتے ہیں، اور فرماتا ہے وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْعَوَالِىْ فَيَأْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِىْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَمْيَالٍ اَوْ نَحْوِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ◦ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى اِذَا اصْفَرَّتْ وَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَىِ الشَّيْطٰنِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ◦ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِىْ يَفُوْتُهٗ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ◦ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر اس وقت پڑھتے تھے کہ سورج بلند اور صاف ہوتا تھا کہ جانے والا اطراف مدینہ کی طرف جاتا وہاں اس وقت پہنچ جاتا کہ سورج بلند ہوتا حالانکہ بعض اطراف مدینہ سے چار میل یا اس کی مثل تھے[1] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا ہے حتی کہ جب پیلا پڑ جائے اور شیطان کے دو سینگوں کے بیچ آجائے تو کھڑا ہو کر چار چونچیں مارے کہ ان میں اللہ کا تھوڑا ہی ذکر کرے[2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کی نماز عصر جاتی رہی گویا اس کا گھر بار اور مال لٹ گیا[3] (مسلم بخاری) روایت حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو نماز عصر چھوڑ دے اس کے عمل ضبط ہو گئے[4] (بخاری)

بعض پتھر اللہ کے خوف کی وجہ سے گر جاتے ہیں چکڑالویوں کو ان احادیث پر اعتراض کرنے سے پہلے یہ آیات دیکھنی چاہئیں۔ [1] اس حدیث سے نہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ عصر دو مثل سے پہلے پڑھتے تھے اور نہ یہ کہ عصر اوّل وقت پڑھ لیتے تھے حنفی وقت میں (غروب آفتاب سے ۵۰ منٹ پہلے) عصر پڑھ کر اتنی دور بے تکلف چلا جا سکتا ہے طحاوی شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ اس وقت عصر پڑھتے تھے جب دھوپ اونچے پہاڑ پر نظر آتی تھی اور سیدنا فاروق اعظم نے اپنے عمال کو لکھا کہ صحابہ کرام نماز عصر دیر میں پڑھتے تھے [2] اس حدیث سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دنیوی کاروبار میں پھنس کر نماز عصر دیر سے پڑھنا منافق کی علامت ہے دوسرے یہ کہ غروب سے ۲۰ منٹ پہلے کراہت کا وقت ہے وقت مستحب میں عصر پڑھنا چاہیے تیسرے یہ کہ رکوع اور سجدہ بہت اطمینان سے کرنا چاہیے حضور نے جلد باز سجدے کو مرغ کے چونچ مارنے سے تشبیہ دی جو دانہ چگتے وقت زمین پر جلدی جلدی مارتا ہے [3] یعنی جیسے اس شخص کو وہ نقصان پہنچا جس کی تلافی نہیں ہو سکتی ایسے ہی عصر چھوڑنے والے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے اس کی وجہ اگلی حدیث میں آرہی ہے [4] غالبًا عمل سے مراد وہ دنیوی کام ہیں جن کی وجہ سے اس

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعَتَمَةَ فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَتَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ مُتَّفَقٌ

روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب پڑھتے تھے تو ہم میں سے ایک اس وقت لوٹتا جب اپنے تیر گرنے کی جگہ کو دیکھ لیتا [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ صحابہ نماز عشاء شفق غائب ہونے سے رات کی اگلی تہائی کے درمیان پڑھتے تھے [2] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فجر پڑھتے تھے پھر عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی لوٹ جاتی تھیں اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں [3] (مسلم بخاری)

نماز عصر چھوڑی ضبطی سے مراد اس کام کی برکت کا ختم ہونا ہے یا یہ مطلب ہے کہ جو عصر چھوڑنے کا عادی ہو جائے اسکے لئے اندیشہ ہے کہ وہ کافر ہو کر مرے جس سے اعمال ضبط ہو جائیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ عصر چھوڑنا کفر و ارتداد ہے خیال رہے کہ نماز عصر کو قرآن کریم نے بیچ کی نماز فرما کر اس کی بہت تاکید فرمائی نیز اسوقت رات و دن کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے اور یہ وقت لوگوں کی سیر و تفریح اور تجارتوں کے فروغ کا وقت ہے اس لئے اکثر لوگ عصر میں سستی کر جاتے ہیں ان وجوہ سے قرآن شریف نے بھی عصر کی بہت تاکید فرمائی اور حدیث شریف نے بھی ؛ [1] یعنی مغرب سے فارغ ہو کر اتنا اُجالا ہوتا تھا کہ کمان سے پھینکا ہوا تیر جہاں گرتا نظر آتا تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز مغرب ہمیشہ اول وقت پڑھنی چاہیے [2] اگر جلدی پڑھتے تو شفق غائب ہونیکے بعد پڑھتے کہ اس سے پہلے وقت عشاء ہوتا ہی نہیں اور لہذا یہ حدیث حدیث مرفوع کے حکم میں ہے [3] یہ اندھیرا یا تو مسجد کا ہوتا تھا کیونکہ مسجد نبوی بہت گہری تھی یا وقت کا کیونکہ سرکار نماز فجر اول وقت ادا فرماتے تھے ان نمازی عورتوں کی وجہ سے تاکہ اندھیرے ہی میں اپنے گھر چلی جائیں، پھر عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تب یہ حکم بھی بدل گیا پہلی صورت میں یہ حدیث محکم اور ہمارے واسطے لائق عمل ہے دوسری صورت میں یہ عمل اس وقت کے لحاظ سے ہے اور حضور کی خصوصیات سے، ہم توجیہیں اس لئے کیں کہ آگے فجر اجیالے میں پڑھنے کا حکم آرہا ہے اس توجیہ کی بنا پر یہ فعلی حدیث اس قولی کے خلاف نہ ہو گی غالبًا یہ بیبیاں سلام پھیرتے ہی دعا سے پہلے چلی جاتی تھیں جیسا کہ فَتَنْصَرِفُ کی ف سے معلوم ہو رہا ہے اور مرد دعا کے بعد جاتے تھے تاکہ عورتوں اور مردوں کا اختلاط نہ ہو، خیال رہے کہ حضرت عمر فاروق نے عورتوں کو مسجدوں سے روک دیا حضرت عائشہ صدیقہ نے اس کی تائید کی اور فرمایا کہ اگر حضور انور بھی آج کے حالات دیکھتے تو عورتوں کو مسجد سے روک دیتے افسوس ان لوگوں پر جو اس دور میں اپنی عورتوں کو بے پردہ سینما اور بازاروں میں بھیجیں ؛

عَلَیْہِ ؕ وَعَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَزَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سُحُوْرِھِمَا قَامَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَصَلّٰی قُلْنَا لِاَنَسٍ کَمْ کَانَ بَیْنَ فَرَاغِھِمَا مِنْ سُحُوْرِھِمَا وَدُخُوْلِھِمَا فِی الصَّلٰوۃِ قَالَ قَدْرُ مَا یَقْرَءُ الرَّجُلُ خَمْسِیْنَ اٰیَۃً رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ؕ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْتَ اِذَا کَانَتْ عَلَیْکَ اُمَرَاءُ یُمِیْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اَوْ یُؤَخِّرُوْنَ عَنْ وَقْتِھَا قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِیْ قَالَ صَلِّ الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِھَا فَاِنْ اَدْرَکْتَھَا مَعَھُمْ فَصَلِّ فَاِنَّھَا لَکَ نَافِلَۃٌ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ؕ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ

روایت ہے حضرت قتادہ سے [1] وہ حضرت انس سے راوی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور زید ابن ثابت نے سحری کھائی جب سحری سے فارغ ہوئے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف اُٹھے اور نماز پڑھ لی ہم نے حضرت انس سے کہا کہ ان بزرگوں کے سحری سے فراغت اور نماز کی مشغولیت میں کتنا فاصلہ تھا فرمایا اس قدر کہ کوئی شخص پچاس آیتیں پڑھ لے [2] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حکام مسلط ہوں گے جو نماز کو فوت کر دیا کریں گے یا انکے وقتوں سے پیچھے کر دیا کریں گے [3] میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ کیا حکم دیتے ہیں فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر پڑھ لیا کرنا اگر انکے ساتھ بھی پاؤ تو پھر پڑھ لینا کہ وہ تمہارے نفل ہو نگے [4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں۔

[1] آپ مشہور تابعین میں سے ہیں بہترین حافظ و مفسر تھے مادر زاد نابینا تھے حافظ غضب کا پایا تھا قبیلہ سُدُوس سے تھے بصرے میں ..... قیام تھا ۱۱۷ھ میں وفات پائی آپ سے خواجہ حسن بصری جیسے بزرگوں نے روایات لیں [2] یعنی سحری بالکل آخر وقت کھائی اور فجر بالکل اوّل وقت پڑھی مرقات نے فرمایا کہ سحری اور نماز فجر میں صرف اتنا فاصلہ حضور انور کی خصوصیات سے ہے کیونکہ آپ دین میں خطاء سے معصوم تھے حضور کو سحری اور نماز کے اوقات کا یقینی علم تھا ہمیں صرف اتنے فاصلے پر فجر جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ ہم وقت کی پہچان میں غلطی کرکے یا سحری وقت کے بعد کھالیں یا نماز وقت سے پہلے پڑھ لیں خیال رہے کہ فجر جلدی پڑھنے کی عملی احادیث ہیں لیکن قولی حدیث ایک بھی نہیں مگر دیر سے فجر پڑھنے کی قولی حدیثیں بہت موجود ہیں لہذا مذہب حنفی نہایت ہی قوی ہے [3] اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو علوم غیبیہ بخشے دیکھو حضور نے اس جگہ ابوذر غفاری کی درازی عمر کی بھی خبر دی اور آئندہ لاپرواہ حکام کے تسلط کی بھی یعنی اے ابوذر خلفائے راشدین کے بعد تم زندہ رہو گے اور ایسے بے پرواہ اور ظالم حکام کا زمانہ پاؤ گے کہ تم انہیں نماز بھی صحیح وقت پر نہ پڑھوا سکو گے [4] اس جملے سے بہت سے فقہی مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت کے لالچ میں نماز وقت مستحب سے نہ ہٹائی جائے بلکہ اکیلے پڑھ لی جائے دوسرے یہ کہ اگر حاکم صحیح وقت پر جماعت نہ ہونے دے تو

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً مِّنَ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَکَ الصُّبْحَ وَمَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَکَ الْعَصْرَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ؛ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدْرَکَ اَحَدُکُمْ سَجْدَۃً مِّنْ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْیُتِمَّ صَلٰوتَہٗ وَاِذَا اَدْرَکَ سَجْدَۃً مِّنْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْیُتِمَّ صَلٰوتَہٗ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ؛ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو سورج نکلنے سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالے اس نے فجر پالی اور جو سورج ڈوبنے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے اس نے عصر پالی [1] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی سورج ڈوبنے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے وہ اپنی نماز پوری کرے اور جب سورج چمکنے سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالے تو اپنی نماز پوری کرے [2] (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

مسجد میں یا گھر میں اپنی نماز علیحدہ پڑھ لے جیسا کہ آج حاجیوں کو نجدی حکام کی وجہ سے پیش آتا ہے تیسرے یہ کہ اگر ظالم حاکم کے سامنے مجبورًا کلمۂ حق نہ کہہ سکے تو گنہگار نہیں۔ چوتھے یہ کہ نماز پڑھ چکنے کے بعد اگر جماعت ملے تو بہ نیت نفل اس میں شریک ہوجائے مگر یہ حکم صرف ظہر و عشاء میں ہے کیونکہ فجر و عصر کے بعد نفل مکروہ ہیں اور مغرب کی تین رکعتیں ہیں پانچویں یہ کہ اگر ظالم حاکم کے ساتھ نماز نہ پڑھنے میں ایذاء اور تکلیف پہنچ جانے کا اندیشہ ہو تو مجبورًا ان کے پیچھے نماز پڑھ لے مگر نماز لوٹائے جیسا کہ آج کل اہل سنت کو حرمین شریفین میں پیش آتا ہے۔ چھٹے یہ کہ نفل والے کی نماز فرض والے کے پیچھے جائز ہے ساتویں یہ کہ اگر بادشاہ کا مقرر کردہ امام بدمذہب ہو اور کوئی سچا مسلمان ان کی جماعت کے وقت وہاں پھنس جائے تو معذوری کی حالت میں یہی کرے [1] یعنی اگر نماز فجر کے دوران میں سورج نکل آئے یا عصر کی نماز پڑھتے ہوئے آفتاب غروب ہوجائے تو نماز ہوگئی اس کی تحقیق اگلی حدیث میں آرہی ہے [2] کیونکہ اس نے نماز کا وقت پایا اور اس کی یہ نماز ادا ہوگی نہ کہ قضا خیال رہے کہ اس بارے میں احادیث متعارض ہیں اس حدیث سے تو معلوم ہوا کہ طلوع و غروب کے وقت نماز صحیح ہے مگر دوسری روایت میں آیا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان وقتوں میں نماز پڑھنے سے سخت منع فرمایا لہذا قیاس شرعی کی ضرورت پڑی جو ان میں سے ایک حدیث کو ترجیح دے قیاس نے حکم دیا کہ اس صورت میں عصر درست ہوگی اور فجر فاسد ہوجائے گی کیونکہ عصر میں آفتاب ڈوبنے سے پہلے وقت مکروہ بھی آتا ہے یعنی سورج کا پیلا پڑنا لہذا یہ شروع بھی ناقص ہوئی اور ختم بھی ناقص لیکن فجر میں آخر تک وقت کامل ہے اس صورت میں نماز شروع تو کامل ہوئی اور ختم ناقص لہذا عصر میں اس حدیث پر عمل ہے اور فجر میں ممانعت کی

وَسَلَّمَ مَنْ نَسِیَ صَلٰوۃً اَوْنَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا اَنْ يُّصَلِّيَهَا اِذَا ذَكَرَهَا وَفِیْ رِوَايَةٍ لَا كَفَّارَةَ لَهَا اِلَّا ذٰلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِی النَّوْمِ تَفْرِيْطٌ اِنَّمَا التَّفْرِيْطُ فِی الْيَقْظَةِ فَاِذَا نَسِیَ اَحَدُكُمْ صَلٰوةً اَوْنَامَ عَنْهَا فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ٭ عَنْ عَلِیٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى

کہ جو نماز بھول جائے یا اس سے غافل ہو کر سو جائے [1] تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے ایک روایت میں ہے اس کا کفارہ اس کے سوا اور کچھ نہیں [2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سو جانے میں کوتاہی (قصور) نہیں، کوتاہی صرف بیداری میں ہے تو جب کوئی نماز بھول جائے یا اس سے غافل ہو کر سو جائے جب یاد آئے تو پڑھ لے چونکہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری یاد کے وقت نماز قائم کرو [3] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا نبی

حدیث پر، اس کی زیادہ تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو غرضکہ سورج نکلتے وقت کوئی نماز درست نہیں اور سورج ڈوبتے وقت اس دن کی عصر جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے۔ [1] اس طرح کہ یونہی لیٹا سونے کا ارادہ نہ تھا کہ آنکھ لگ گئی وقت نماز گذر جانے پر آنکھ کھلی تو معذور ہے لیکن اگر جان بوجھ کر بغیر نماز پڑھے سو گیا یا رات کو بلا عذر دیر سے سویا جس سے فجر کے وقت آنکھ نہ کھلی تو مجرم ہے رب تعالیٰ نیت و ارادہ کو جانتا ہے اسی لئے بعد نماز عشاء جلد سو جانے کا حکم ہے لہٰذا اس حدیث سے آج کل کے فاسق، نماز سے بے پرواہ دلیل نہیں پکڑ سکتے [2] یعنی جیسے روزہ رہ جانے میں کبھی کفارہ پڑ جاتا ہے اور جیسے کبھی ارکانِ حج چھوٹ جانے پر کفارہ لازم آتا ہے ایسے نماز میں نہ ہوگا اس میں صرف قضاء ہے۔ اِذَا ذَکَرَ سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ چھوٹی ہوئی نماز اگر قطعًا یاد ہی نہ رہے تو آدمی گنہگار نہیں دوسرے یہ کہ یاد آجانے پر دیر نہ لگائے فورًا قضا ادا کرے اب دیر لگانا گناہ ہے کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں تمام عبادات کا یہی حال ہے خیال رہے کہ یہاں صرف ذکر اور یاد آجانے کا تذکرہ فرمایا بیداری کا ذکر نہ ہوا کیونکہ قضاء یاد آنے سے واجب ہوتی ہے نہ کہ محض جاگنے سے اگر جاگنے پر یاد نہ آئے تو قضاء نہیں [3] یعنی اگر نماز کے وقت اتفاقًا آنکھ نہ کھلے اور نماز قضا ہو جائے تو گناہ نہیں گناہ اس میں ہے کہ انسان جاگتا رہے اور دانستہ نماز قضاء کردے خیال رہے کہ اگر وقت پر آنکھ نہ کھلنا اپنی کوتاہی کی وجہ سے ہو تو گناہ ہے جیسے رات کو بلا وجہ دیر میں سونا جس سے دن چڑھے آنکھ کھلے یقینًا جرم ہے [4] یعنی جب میں یاد آؤں تو نماز پڑھو اس آیت کی اور بہت تفسیریں ہیں بہت پیاری اور قوی تفسیر وہی ہے جو خود حضور فرمائیں، خیال رہے کہ یہاں یہ نہ فرمایا کہ جب نماز یاد آجائے تو پڑھ لو بلکہ فرمایا جب میں یاد آؤں تو پڑھو کہ معلوم ہوا کہ خدا کو یاد رکھنے والا نماز نہیں بھول سکتا اور نماز پر پابندی کرنے والا ان شاء اللہ خدا سے غافل نہیں ہو سکتا اس آیت کی اور بہت سی تفسیریں ہماری تفسیر نور العرفان میں دیکھو۔

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَلِيُّ ثَلٰثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا الصَّلٰوةُ اِذَا اَتَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَيِّمُ اِذَا وَجَدَتْ لَهَا كُفُوًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ‎؛ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَقْتُ الْاَوَّلُ مِنَ الصَّلٰوةِ رِضْوَانُ اللهِ وَالْوَقْتُ الْاٰخِرُ عَفْوُ اللهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ‎؛ وَعَنْ اُمِّ فَرْوَةَ قَالَتْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ الصَّلٰوةُ لِاَوَّلِ وَقْتِهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا يُرْوَى الْحَدِيْثُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ

صلے اللہ علیہ وسلم نے اے علی تین چیزوں میں دیر نہ لگاؤ نماز جب آجائے[1] اور جنازہ جب تیار ہوجائے اور لڑکی جب اس کا ہم قوم مل جائے[2] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز اول وقت میں اللہ کی خوشنودی ہے اور آخر وقت میں اللہ کی معافی[3] ترمذی روایت ہے حضرت ام فروہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کونسا عمل بہتر ہے فرمایا اول وقت نماز پڑھنا[4] (احمد و ترمذی، ابوداؤد) ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث صرف

[1] یعنی جب نماز کا وقت مستحب آجائے تو دیر مت لگاؤ لہٰذا یہ حدیث نہ تو حنفیوں کے خلاف ہے نہ شوافع کی تائید نہ دوسری احادیث سے متعارض کیونکہ عشاء سب کے نزدیک دیر سے ہی پڑھنا چاہئے [2] ایم اصل میں اَیْوَمْ تھا واؤ، ی ہوکر ی میں مدغم ہوگیا ایم بے خاوند والی بالغہ عورت کو کہتے ہیں کنواری ہو یا بیوہ یعنی جب لڑکی کے لئے مناسب رشتہ مل جائے تو بلا وجہ دیر مت لگاؤ کہ اس میں ہزارہا فتنے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر وقت مکروہ میں جنازہ آئے تب بھی اس پر نماز پڑھ لی جائے یہی حنفیوں کا مذہب ہے ممنوع یہ ہے کہ جنازہ پہلے تیار ہو مگر نماز وقتِ مکروہ میں پڑھی جائے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور نے سورج نکلتے ڈوبتے اور بیچ دوپہری میں نماز جنازہ سے منع فرمایا [3] اول وقت سے وقت مستحب کا اول مراد ہے اور آخر وقت سے وقتِ مکروہ مراد ہے یعنی وقت مستحب شروع ہوتے ہی نماز پڑھ لینا رضائے الٰہی کا سبب ہے، اور وقت مکروہ میں نماز پڑھنا تو چاہئے یہ تھا کہ سخت گناہ ہو اور نماز قضا مانی جائے مگر رب نے معافی دیدی ہماری اس تفسیر سے یہ حدیث احادیث کے خلاف نہیں کہ عشاء دیر سے پڑھو [4] یعنی وقتِ مستحب کے اول نماز پڑھنا جیسا کہ بارہا عرض کیا جاچکا خیال رہے کہ بیانِ فضیلت میں حدیثیں مختلف ہیں بعض میں ہے کہ افضل عمل جہاد ہے بعض میں ہے کہ بہترین عمل ماں باپ کی خدمت مگر ان میں تعارض نہیں کیونکہ مطلقاً افضلیت اول وقت نماز پڑھنے میں ہے لیکن بعض ہنگامی حالات میں جہاد یا خدمت والدین افضل ہوجاتی ہے ہوسکتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ مختلف جوابات پوچھنے والوں کے لحاظ سے ہوں کسی سے فرمایا کہ تیرے لئے جہاد افضل کسی سے فرمایا تیرے لئے ماں باپ کی خدمت افضل طبیب کا نسخہ مریض کی حالت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔

اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيِّ وَهُوَ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً لِوَقْتِهَا الْاٰخِرِ مَرَّتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ اُمَّتِيْ بِخَيْرٍ اَوْ قَالَ عَلَى الْفِطْرَةِ مَا لَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ اِلٰى اَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُوْمُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنِ الْعَبَّاسِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ

عبداللہ ابن عمر عمری سے مروی ہے اور وہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں [1] روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز اس کے آخر وقت میں دوبار بھی نہ پڑھی حتّٰی کہ رب نے آپ کو وفات دی [2] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو ایوب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت بھلائی پر یا فرمایا فطرت پر رہیگی [3] جب تک مغرب کو تاروں کے گتھ جانے تک پیچھے نہ کریں [4] (ابوداؤد) دارمی نے حضرت عباس سے روایت کی روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میں اپنی امت پر مشقت ڈال دوں گا

[1] ان کا نام عبداللہ ابن حفص ابن عاصم ابن عمر ابن خطاب ہے بڑے عابد وزاہد پرہیزگار تھے مگر حافظہ کسی قدر کمزور تھا ۱۷۱ھ میں وفات ہوئی۔ ان کے بھائی عبیداللہ ابن عمر بڑے ثقہ راوی تھے خیال رہے کہ یہ حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے اس لئے حسن لغیرہ ہے (مرقاۃ واشعہ)

[2] یہ حدیث بہت مشکل ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت دفعہ بہت نمازیں آخر وقت میں پڑھیں کیونکہ جبریل امین نے دوسرے دن ساری نمازیں حضور کو آخر وقت میں پڑھائیں پھر کئی دفعہ خود حضور نے نماز کے اوقات بتانے کیلئے صحابہ کرام کو ایک دن اوّل وقت نماز پڑھائیں ایک دن آخر وقت میں غزوہ خندق میں پانچ نمازیں قضا کرکے پڑھیں تعریس کی رات فجر کی نماز قضا کر کے پڑھی ایک دفعہ فجر کے بالکل آخر وقت حضور کی آنکھ کھلی بہت جلدی میں نماز ادا کی اور فرمایا کہ میں نے رب کو خواب میں دیکھا اس سے ہمکلامی میں مشغول تھا الخ لہٰذا یہ حدیث واجب التاویل ہے یا تو یہ سامنے واقعات ام المؤمنین کے علم میں نہ آئے یا سیکھنے سکھانے کے واقعات کا آپ ذکر نہیں فرمارہی ہیں یا مطلب یہ ہے کہ میرے نکاح میں آنے کے بعد میرے گھر میں حضور نے کوئی نماز آخر وقت نہ پڑھی نیز یہ حدیث قوی بھی نہیں ہے چنانچہ ترمذی نے فرمایا کہ اسکی اسناد متصل نہیں حضرت میرک فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تامّل ہے [3] فطرت سے مراد اسلام ہے یا سنت انبیاء یا اسلام کی دائمی سنت [4] اس سے معلوم ہوا کہ مغرب میں اتنی تاخیر مکروہ ہے جب تارے خوب چمک جائیں اور سارے تارے ظاہر ہو کر گھنے پڑ جائیں جیسے روافض کی مغرب کا وقت۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ شفق سفیدی کا نام ہے نہ کہ سرخی کا، سفیدی میں وقت مغرب رہتا ہے کیونکہ تاروں کا گتھنا اور گھنا پڑنا سرخی کے وقت نہیں ہوتا سفیدی کے وقت

لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُّؤَخِّرُوا الْعِشَاءَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ اَوْ نِصْفِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ؛ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتِمُوْا بِهٰذِهِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّكُمْ قَدْ فُضِّلْتُمْ بِهَا عَلٰى سَائِرِ الْاُمَمِ وَلَمْ تُصَلِّهَا اُمَّةٌ قَبْلَكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ؛ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِوَقْتِ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهَا لِسُقُوْطِ الْقَمَرِ الثَّالِثَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ ؛ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

تو انہیں حکم دیتا کہ عشاء کو تہائی یا آدھی رات تک پیچھے کریں[1] (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اس نماز کو دیر سے پڑھا کرو کیونکہ تم کو اس کی وجہ سے ساری امتوں پر بزرگی دی گئی کہ تم سے پہلے یہ نماز کسی امت نے نہ پڑھی[2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرمایا کہ میں اس نماز یعنی آخری عشاء کے نماز کا وقت خوب جانتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز تیسری شب کے چاند ڈوب جانے پر پڑھا کرتے تھے[3] (ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت ابن رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

ہوتا ہے اس وقت کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مغرب کا آخری وقت قرار دیا اسے تاخیر مغرب فرمایا قضاء نہ فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ انشاء اللہ اہل سنت خیر پر ہیں اور رہیں گے کیونکہ یہ مغرب جلدی پڑھتے ہیں۔ [1] اَوْ نِصْفِهٖ میں راوی کو شک ہے کہ حضور نے یا تہائی فرمایا یا آدھا یہ حدیث ان احادیث کی شرح ہے جن میں اول وقت نماز پڑھنے کی ترغیب ہے، اس حدیث نے بتایا کہ وہاں اول وقت سے اول وقت مستحب مراد تھا مطلب یہ ہے کہ اگر امت پر گرانی کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی اتنی تاخیر کو فرض قرار دے دیتا کہ اس سے پہلے عشاء جائز ہی نہ ہوتی، اب تاخیر سنت تو ہے فرض نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم باذن الٰہی احکام شرعیہ کے مالک و مختار ہیں کہ بحکم پروردگار جو چاہیں فرض کریں جو چاہیں فرض نہ کریں اسکے لئے ہماری کتاب سلطنتِ مصطفٰے دیکھو یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور امت پر ایسے رحیم و کریم ہیں کہ عبادات میں بھی امت کی راحت کا خیال رکھتے ہیں [2] یعنی چونکہ نماز عشاء تم ہی کو ملی ہے اس لئے اسے دیر میں پڑھا کرو تاکہ تمہیں انتظار نماز کا ثواب ملے اور اسکے بعد زیادہ باتوں کا وقت نہ رہے فوراً سو جایا کرو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کی امت ساری امتوں سے افضل ہے اس فضیلت کی بہت سی وجوہ ہیں جن میں سے ایک عشاء کا ملنا بھی ہے خیال رہے کہ نماز عشاء ہم سے پہلے کسی امت پر فرض نہ تھی ہاں بعض نبی بطور نفل اسے پڑھتے رہے ہیں لہذا یہ حدیث اسکے خلاف نہیں جس میں جبریل نے عرض کیا تھا کہ یہ اوقات آپکے اور آپ سے پہلے انبیاء کی نمازوں کے وقت ہیں اور نہ اس روایت کے خلاف ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے وادی سینا سے آکر اپنی بیوی صفورا کو بخیریت پاکر نماز عشاء پڑھی [3] یہ وقت سردیوں میں تقریبًا ساڑھے نو بجے شب بنتا ہے جیسا کہ تجربہ سے معلوم ہوا۔

اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَلَيْسَ عِنْدَ النَّسَائِيِّ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ ✽

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ✽ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يُنْحَرُ الْجَزُوْرُ فَتُقَسَّمُ عَشَرَ قِسَمٍ ثُمَّ تُطْبَخُ فَنَاْكُلُ لَحْمًا نَضِيْجًا قَبْلَ مَغِيْبِ الشَّمْسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ✽ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَكَثْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فجر روشنی میں پڑھو کیونکہ اس کا ثواب بڑا ہے[1] (ترمذی، ابوداؤد، دارمی)[2] اور نسائی کے نزدیک یہ نہیں ہے کہ اس کا ثواب بڑا ہے تیسری فصل روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے تھے پھر اونٹ ذبح کیا جاتا پھر اس کے دس حصے کئے جاتے پھر پکایا جاتا ہم سورج ڈوبنے سے پہلے بھنا گوشت کھا لیتے[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم ایک رات آخری عشاء کی نماز کے لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے ہوئے بہت بیٹھے۔ [3]

[1] یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ فجر اجیالے میں پڑھنی چاہیئے خیال رہے کہ تاریکی میں فجر پڑھنے کی عملی حدیثیں تو ہیں مگر قولی حدیث کوئی نہیں ان احادیث میں احتمال ہے کہ شاید مسجد کی تاریکی ہوتی ہو نہ کہ وقت کی مگر اس حدیث میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی اسی لئے صحابہ کرام فجر اجیالے میں پڑھتے تھے جیسا کہ بہت احادیث سے ثابت ہے ہم نے وہ احادیث اپنی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں جمع کی ہیں اس حدیث کی تائید دو چیزوں سے ہوتی ہے ایک یہ کہ مسلم بخاری نے سیدنا ابن مسعود سے روایت کی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں فجر کی نماز روزانہ کے وقت سے پہلے پڑھی تو اگر حضور روزانہ پو پھٹتے ہی فجر پڑھتے تھے تو آج مزدلفہ میں کس وقت پڑھی کیا وقت شروع ہونے سے پہلے پڑھ لی لہذا اس حدیث کا یہی مطلب ہوگا کہ روزانہ اجالے میں پڑھتے تھے آج اندھیرے میں پڑھی یہی حنفیوں کا مذہب ہے، دوسرے یہ کہ نماز فجر بہت چیزوں میں نماز مغرب کے حکم میں ہے مغرب میں اجالا سنت ہے تو یہاں بھی اجالا ہی چاہئے ہاں وہاں اجالا اول وقت ہوتا ہے فجر میں آخر وقت اس کی پوری بحث جاء الحق میں دیکھو۔

[2] ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے نیز یہ حدیث ابن ماجہ بیہقی ابوداؤد وطیالسی اور طبرانی میں بھی ہے [3] تجربہ شاہد ہے کہ اہل عرب جانور ذبح کرنے اور گوشت بنانے میں بہت تیز و ماہر ہیں فقیر نے اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا ہے تو دو مثل کے بعد عصر پڑھ کر یہ سارے کام بخوبی ہو سکتے ہیں خصوصًا گرمیوں میں کہ اس زمانہ میں وقت عصر قریبًا دو گھنٹہ ہوتا ہے لہذا اس حدیث سے ایک مثل پر عصر پڑھنا ہرگز ثابت نہیں ہوتا نیز جوان اونٹ کا گوشت جلدی گلتا ہے اور بعض ماہر پکانے والے جلدی گلا لیتے ہیں پاکستانی قصائی اور باورچی اتنے کام سارے دن میں نہیں کر سکتے [4] خیال رہے کہ نماز پڑھنا بھی عبادت اور نماز کا انتظار بھی خصوصًا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انتظار

خَرَجَ إِلَيْنَا حِيْنَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ أَوْ بَعْدَهٗ فَلَا نَدْرِيْ أَشَيْءٌ شَغَلَهٗ فِيْ أَهْلِهٖ أَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَقَالَ حِيْنَ خَرَجَ إِنَّكُمْ لَتَنْتَظِرُوْنَ صَلٰوةً مَا يَنْتَظِرُهَا أَهْلُ دِيْنٍ غَيْرُكُمْ وَلَوْلَا أَنْ يَّثْقُلَ عَلٰى أُمَّتِيْ لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ ثُمَّ أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَلّٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصَّلَوَاتِ نَحْوًا مِّنْ صَلٰوتِكُمْ وَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَتَمَةَ بَعْدَ صَلٰوتِكُمْ شَيْئًا وَكَانَ يُخَفِّفُ الصَّلٰوةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعَتَمَةِ فَلَمْ

آپ تب تشریف لائے جب تہائی رات گزر گئی یا اس کے بھی بعد ہمیں خبر نہیں کہ حضور کو کسی کام نے اپنے گھر میں روک رکھا یا کچھ اور سبب تھا لہ جب تشریف لائے تو فرمایا کہ تم ایسی نماز کا انتظار کر رہے ہو جس کا تمہارے سوا کوئی دین والا انتظار نہیں کر رہا ہے؎ اگر میری امت پر گراں نہ ہوتا تو میں ان کو یہ نماز اس ہی وقت پڑھایا کرتا؎ پھر مؤذن کو حکم دیا انہوں نے نماز کی تکبیر کہی اور نماز پڑھی (مسلم) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے؎ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نمازیں تمہاری ہی نمازوں کی طرح پڑھتے تھے؎ لیکن عشاء کی نماز تمہاری نماز سے کچھ دیر میں پڑھتے تھے؎ اور نماز ہلکی پڑھتے تھے؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی پس

کرنا بہترین عبادت ہے اس سے صحابہ کا ادب معلوم ہوا کہ وہ حضرات کبھی حضور کو نہ پکار کر بلاتے تھے نہ نمازیوں کے جمع ہو جانے کی خبر دیتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ خبیر کو خبر دینا کیا نیز قرآن کریم نے پکار کر بلانے والوں کو بے عقل قرار دیا فرمایا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ الخ صحابہ کرام حضور کو نماز کے لئے جگاتے بھی نہ تھے۔ ۱؎ کیونکہ نہ حضور نے دیر کی وجہ بتائی اور نہ بے ادبی کے خوف سے ہم نے پوچھا اس سے معلوم ہوا کہ مرید مرشد سے ہر بات پوچھا نہ کرے صبر سے کام لیا کرے خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ تم میرے کسی عمل پر سوال مت کرنا۔ ۲؎ یعنی تمہارا یہ انتظار بھی عبادت ہے اور اس انتظار میں اب تک جاگنا مسجد میں بیٹھنا مشقت اٹھانا سب عبادت ہے اتنی عبادات کا مجموعہ کسی نبی کو نصیب نہیں ہوا، اس حدیث کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ عشاء عصر سے بھی افضل ہے۔ ۳؎ معلوم ہو رہا ہے کہ بمقابلہ اور دن کے آج عشاء زیادہ دیر میں پڑھی گئی تھی، نماز پڑھانے سے مراد ان کو اس وقت پڑھنے کا حکم دینا ہے۔

۴؎ آپ خود بھی صحابی ہیں والد بھی صحابی حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں کوفہ میں قیام رہا ۷۴ھ یا ۷۶ھ میں وفات پائی۔

۵؎ یہ تابعین سے خطاب ہے یہ حضرات آپ سے حضور کی نماز کے اوقات پوچھتے تھے تو آپ یہ جواب دیتے تھے کہ تم نمازیں صحیح وقت پر پڑھ رہے ہو حضور بھی ان ہی اوقات میں پڑھتے تھے۔

۶؎ خیال رہے کہ نماز عشاء کو عتمہ کہنا منع ہے یا تو حضرت جابر کو اس ممانعت کا علم نہیں ہوا یا وہ لوگ عشاء کا مطلب سمجھتے نہ تھے عتمہ کہنے سے سمجھتے

يَخْرُجُ حَتّٰى مَضٰى نَحْوٌ مِّنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَقَالَ خُذُوْا مَقَاعِدَكُمْ فَاَخَذْنَا مَقَاعِدَنَا فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَاَخَذُوْا مَضَاجِعَهُمْ وَاِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ وَلَوْلَا ضُعْفُ الضَّعِيْفِ وَسُقْمُ السَّقِيْمِ لَاَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ تَعْجِيْلًا لِّلظُّهْرِ مِنْكُمْ وَاَنْتُمْ اَشَدُّ تَعْجِيْلًا لِّلْعَصْرِ مِنْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ وَاِذَا كَانَ الْبَرْدُ عَجَّلَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

تشریف نہ لائے حتی کہ قریبًا آدھی رات گذر گئی [1] پھر فرمایا اپنی جگہ بیٹھے رہو چنانچہ ہم اپنی جگہ بیٹھے رہے پھر فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ چکے اور اپنے بستروں پر چلے گئے [2] اور تم نماز ہی میں رہے جب تک کہ نماز کا انتظار کرتے رہے اور اگر کمزوروں کی کمزوری اور بیماروں کی بیماری نہ ہوتی تو میں اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر (پیچھے) کردیتا [3] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بمقابلہ تمہارے ظہر جلدی پڑھتے تھے اور تم عصر حضور سے جلدی پڑھتے ہو [4] (احمد و ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب گرمی ہوتی تو نماز ٹھنڈی کرکے پڑھتے اور جب سردی ہوتی تو جلدی پڑھتے [5] (نسائی)

تھے جیسے پنجاب کے دیہاتی عصر کو دیگر اور عشاء کو خفتاں کہنے سے سمجھتے ہیں [5] یعنی جب نماز پڑھاتے تو ہلکی کرتے اپنی اکیلی نماز بہت دراز پڑھتے تھے جیسے تہجد وغیرہ اور یہ بھی اکثری ہے ورنہ کبھی حضور نے مغرب میں سورۂ اعراف پڑھی ہے مگر کتنی ہی دراز پڑھتے صحابہ کو ہلکی معلوم ہوتی: [1] نماز پڑھنے سے مراد پڑھنے کا ارادہ کرنا ہے صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ حضور خواہ کتنی ہی دیر میں تشریف لاتے مگر نہ حضور کو نماز کے لئے بلاتے تھے نہ اکیلے پڑھ لیتے اور نہ اپنی جماعت علیحدہ کرلیتے وہ سمجھتے تھے کہ حضور کے ساتھ کی قضا علیحدہ ادا افضل ہے [2] ظاہر یہ ہے کہ ان لوگوں سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی مسجدوں میں عشاء پڑھ لی یا وہ عورتیں بچے جو گھروں میں اکیلے عشاء پڑھ کر سو گئے اہل کتاب مراد نہیں کیونکہ ان کے دین میں عشاء تھی ہی نہیں [3] شطر لیل سے مراد تقریبًا آدھی رات ہے یعنی تہائی اَخَّرْتُ سے معلوم ہوا کہ حضور کو نمازیں آگے پیچھے کرنے کا اختیار دیا گیا ہے آپ بعطاء الٰہی احکام شرعیہ کے مالک ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ نماز کا انتظار مطلقًا عبادت ہے مگر مسجد میں بیٹھ کر انتظار بڑی عبادت اسی لئے اس حالت میں انگلیوں میں انگلی ڈالنا منع ہے [4] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر کی نماز وقت شروع ہوتے ہی نہ پڑھے کچھ دیر سے پڑھے اگر حضور وقت شروع ہوتے ہی پڑھا کرتے تو یہ حضرات اس سے پہلے کیسے پڑھ سکتے لہذا یہ حدیث امام اعظم کی تاخیر عصر پر قوی دلیل ہے حضرت ام سلمہ ان سے فرما رہی ہیں کہ اگر تم سنت کی اتباع چاہتے ہو تو عصر دیر سے پڑھا کرو [5] نماز سے مراد نماز ظہر ہے جمعہ بھی اس میں شامل

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي أُمَرَاءُ يَشْغَلُهُمْ أَشْيَاءُ عَنِ الصَّلٰوةِ لِوَقْتِهَا حَتّٰى يَذْهَبَ وَقْتُهَا فَصَلُّوا الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أُصَلِّي مَعَهُمْ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ٭ وَعَنْ قَبِيصَةَ ابْنِ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ مِنْ بَعْدِي يُؤَخِّرُونَ الصَّلٰوةَ فَهِيَ لَكُمْ وَهِيَ عَلَيْهِمْ فَصَلُّوا مَعَهُمْ مَا صَلَّوُا الْقِبْلَةَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ

روایت ہے حضرت عبادہ بن صامت سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد تم پر ایسے حکام ہوں گے جنہیں کچھ چیزیں وقت پر نماز پڑھنے سے روک دیں گی [1] یہاں تک کہ ان کے وقت نکل جایا کریں گے تو تم وقت پر نماز پڑھ لیا کرو [2] ایک صاحب بولے کہ یا رسول اللہ انکے ساتھ بھی ہم نماز پڑھا کریں فرمایا ہاں [3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت قبیصہ ابن وقاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے بعد تم پر ایسے حکام ہوں گے جو نماز میں دیر لگایا کرینگے تو وہ تمہارے لئے مفید اور ان پر وبال ہے [4] تم انکے ساتھ نماز پڑھتے رہنا جب تک وہ کعبے کی طرف نماز پڑھیں [5] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبید اللہ ابن عدی ابن

ہے جیسا کہ بخاری شریف میں صراحۃً اس کی روایت ہے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ ظہر اور جمعہ گرمیوں میں دیر سے پڑھے اور ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے کیونکہ ٹھنڈک ایک مثل کے بعد پیدا ہوتی ہے اس حدیث نے ان تمام حدیثوں کا بیان کر دیا جن میں جلدی ظہر پڑھنے کا ذکر ہے یہ بھی بتا دیا کہ صحابہ کرام کا ظہر میں گرمی کی وجہ سے کپڑوں پر سجدہ کرنا گرم فرش کی وجہ سے تھا نہ کہ گرم وقت کی وجہ سے، مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث ان احادیث کی ناسخ ہے مگر صحیح یہ ہے کہ ان کا بیان ہے۔ [1] اس میں خطاب صحابہ سے ہے اور اس میں غیبی خبر ہے اور یہ خبر ہو بہو پوری ہوئی چنانچہ یزید ابن معاویہ اور حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں ایسے حکام مقرر ہوئے جو نمازوں میں سستی کرتے اور مکروہ وقت میں پڑھتے تھے اور انکے بغیر امام نماز نہ پڑھا سکتے تھے یہ ہے حضور کا علم غیب اب تو حکام کو نماز سے کچھ تعلق ہی نہیں انہوں نے مسجد کا راستہ بھی نہیں دیکھا الّا ماشاء اللہ۔ [2] یعنی ان کی وجہ سے تم نماز مکروہ وقت میں نہ پڑھنا بلکہ اپنے گھروں میں یا مسجدوں میں اکیلے یا اپنی جماعت الگ کرکے وقت مستحب پر ادا کر لیا کرنا [3] تاکہ انکے شر سے بچو کیونکہ اگر تم ان کے ساتھ نمازوں میں شامل نہ ہوگے تو وہ تم پر بدگمانی کرکے تمہیں ایذا پہنچائیں گے [4] اس لئے کہ تم علیحدہ وقت مستحب میں نماز پڑھ چکو گے اور ان کے ساتھ بہ نیت نفل شریک ہو کر ڈبل ثواب پاؤ گے اور وہ فرض ہی ان مکروہ اوقات میں پڑھیں گے لہذا تم نفع میں اور وہ نقصان میں رہینگے اور اگر تم صحیح وقت پر الگ نماز نہ پڑھ سکے ان کے ساتھ ہی پڑھنے پر مجبور ہوئے تو معذوری کی وجہ سے تم گنہگار نہ رہو گے [5] شرح اکبر میں ملا علی قاری نے فرمایا کہ ان جیسے مقامات میں کعبہ کی طرف نماز پڑھنے سے مراد صحیح العقیدہ مسلمان ہونا ہے نہ کہ فقط نماز میں کعبہ کو منہ کر لینا اس زمانہ میں منافقین اور آجکل مرزائی

الْخِيَارِ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّكَ اِمَامُ عَامَّةٍ وَّنَزَلَ بِكَ مَا تَرٰى وَيُصَلِّيْ لَنَا اِمَامُ فِتْنَةٍ وَّنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَهُمْ وَاِذَا اَسَاءُوْا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَتَهُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛

بَابُ فَضَائِلِ الصَّلٰوةِ ؛ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛

عَنْ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَنْ يَّلِجَ النَّارَ اَحَدٌ صَلّٰى

خیار سے[1] کہ وہ حضرت عثمان کے پاس گئے جبکہ آپ محاصرہ میں تھے[2] عرض کیا کہ آپ عام لوگوں کے امام ہیں اور آپ پر وہ بلا اتری ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور ہم کو فتنے کا امام نماز پڑھا رہا ہے[3] ہم اس میں حرج سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ نماز انسان کے سارے اعمال سے بہتر ہے تو جب لوگ بھلائی کریں تو تم بھی انکے ساتھ بھلائی کرو[4] اور جب برائی کریں تو تم ان کی برائی سے بچو (بخاری) نماز کے فضائل کا باب[5] پہلی فصل روایت ہے حضرت عمارہ ابن رویبہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص آگ میں ہر گز داخل نہ ہوگا جو

چکڑالوی وغیرہ مرتدین سب ہی نماز میں کعبہ کو منہ کر لیتے ہیں حالانکہ ان کی اقتداء میں نماز قطعًا باطل ہے جب گندے کپڑے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو گندے عقیدے اور گندے دل والے کے پیچھے نماز کیسے ہوگی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ان حکام کے عقائد خراب نہ ہوں صرف عمل خراب ہوں تب تک ان کے پیچھے نماز پڑھ لو اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ فاسق کو امام بناؤ مت لیکن اگر بن گیا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے خیال رہے کہ جو فاسق خود نماز میں کسی حرام کا مرتکب ہو رہا ہو تو اس کے پیچھے نماز درست نہیں اگر پڑھ لی تو لوٹانا واجب، پہلے کی مثال جیسے چور زانی کے پیچھے نماز کہ وہ نماز میں یہ حرکتیں نہیں کر رہا ہے دوسرے کی مثال جیسے داڑھی منڈے ریشمیں یا طلائی کپڑے پہنے ہوئے یا شراب کے نشے میں مست کے پیچھے نماز لہذا فقہاء کے فتاوے میں اختلاف نہیں۔ [1] آپ عظیم الشان تابعی ہیں قرشی ہیں زہری یا نوفلی ہیں حضور کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے مگر آپکے ہوش سنبھالنے سے پہلے حضور کی وفات ہو گئی [2] مصر کے باغیوں نے آپ کو خلافت سے معزول کرنے یا شہید کرنے کے ارادہ سے آپکا گھر اس طرح گھیر لیا تھا کہ آپ کسی وقت نماز کے لئے مسجد نبوی میں نہ آسکے اور آپکے گھر میں پانی کا ایک قطرہ نہ جا سکا آپکی شہادت کا یہ واقعہ بہت دراز ہے کچھ کتاب المناقب میں بیان کیا جائیگا ان شاء اللہ حضرت عبیداللہ کسی صورت سے آپ کے پاس گھر میں پہنچ گئے۔

[3] یعنی خلیفۃ المسلمین تو آپ ہیں نماز پڑھانے کا حق آپ کو یا آپ کے مقرر کردہ امام کو تھا مگر اب باغیوں نے مسجد نبوی شریف میں اپنا امام مقرر کر دیا ہے ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ، باغیوں کے مقرر کردہ امام کا نام کنانہ بن بشر تھا [4] یعنی نیک کاموں میں ان کے ساتھ ہو جاؤ اور ان کی برائیوں میں شریک نہ ہو ورنہ ان کو مدد دو نماز نیک عمل ہے ان کے پیچھے پڑھ لو اس سے معلوم ہوا کہ اگر بدعقیدہ کی بدعقیدگی کفر تک نہ پہنچی ہو اور وہ امام بن گیا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے۔ یہی اس حدیث کا مطلب ہے کہ ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز پڑھو۔ یہی فقہاء فرماتے ہیں [5] اگرچہ شروع کتاب الصلوٰۃ میں نماز کے

قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا يَعْنِي الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۝ وَعَنْ أَبِي مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْئَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ

سورج نکلنے اور ڈوبنے سے پہلے کی نمازیں پڑھتا ہے یعنی فجر اور عصر؎۱ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دو ٹھنڈی نمازیں پڑھا کرے جنت میں جائے گا؎۲ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں رات اور دن کے فرشتے باری باری سے آتے ہیں؎۳ اور فجر اور عصر کی نمازوں میں جمع ہوجاتے ہیں؎۴ پھر جو تم میں رات گزاریں وہ چڑھ جاتے ہیں؎۵ ان سے ان کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جانتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؎۶ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے انہیں نماز پڑھتے چھوڑا اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے تب بھی وہ نماز پڑھ رہے؎۷

فضائل آچکے ہیں لیکن وہاں نماز کے فضائل تھے یہاں نماز کے اوقات کے، اسی لئے اس کا الگ باب باندھا اور یہ باب باب الاوقات کے بعد رکھا۔ ؎۱ اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ فجر وعصر کی پابندی کرنیوالا دوزخ میں ہمیشہ رہنے کیلئے نہ جائیگا اگر گیا تو عارضی طور پر لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ بعض لوگ قیامت میں نمازیں لے کر آئیں گے مگر ان کی نماز اہل حقوق کو دلوادی جائیں گی دوسرے یہ کہ فجر وعصر کی پابندی کرنے والوں کو انشاء اللہ باقی نمازوں کی بھی توفیق ملے گی اور سارے گناہوں سے بچنے کی بھی کیونکہ یہی نمازیں زیادہ بھاری ہیں جب ان پر پابندی کرلی تو انشاء اللہ بقیہ نمازوں پر بھی پابندی کریگا لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ نجات کیلئے صرف یہ دو نمازیں ہی کافی ہیں باقی کی ضرورت نہیں، خیال رہے کہ ان دو نمازوں میں دن رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں نیز یہ دن کے کناروں کی نمازیں ہیں نیز یہ دونوں نفس پر گراں ہیں کہ صبح سونے کا وقت ہے اور عصر کاروبار کے فروغ کا لہذا ان کا درجہ زیادہ ہے ؎۲ ٹھنڈی نمازوں سے مراد یا فجر وعشاء ہے یا فجر وعصر باقی تفسیر ابھی گذر چکی ؎۳ یہاں فرشتوں سے مراد یا تو اعمال لکھنے والے دو فرشتے ہیں یا انسان کی حفاظت کرنے والے ساٹھ فرشتے، ہر نابالغ کے ساتھ ساٹھ فرشتے رہتے ہیں اور بالغ کے ساتھ ۶۲، اسی لئے نماز کے سلام اور دیگر سلاموں میں ان کی نیت کی جاتی ہے ان ملائکہ کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں دن میں اور رات میں مگر فجر وعصر میں پچھلے فرشتے جانے نہیں پاتے، کہ اگلے ڈیوٹی والے آجاتے ہیں تاکہ ہماری ابتداء وانتہاء کے گواہ زیادہ ہوں ؎۴ اپنے ہیڈ کوارٹر کی طرف جہاں ان کا مقام ہے۔

؎۵ یہ سوال یا تو ان فرشتوں کو گواہ بنانے کے لئے ہے یا نمازوں کی عظمت ان کے دلوں میں قائم کرنے کے لئے کیوں کہ انسان کی

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ جُنْدُبِ الْقَسْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّطْلُبُهٗ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ يُّدْرِكْهُ ثُمَّ يَكُبُّهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ الْقُشَيْرِيُّ بَدَلَ الْقَسْرِيِّ ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ

تھے [۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جندب قسری سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو فجر کی نماز پڑھ لے وہ اللہ کی امان میں ہے [۲] لہذا تم سے اللہ اپنی امان کے بارے میں کچھ مواخذہ نہ کرے [۳] کیونکہ اللہ تعالٰی جب کسی سے اپنے عہد کا مواخذہ کریگا تو اسے پکڑ لے گا پھر اسے اوندھے منہ دوزخ کی آگ میں ڈال دیگا (مسلم) اور مصابیح کے بعض نسخوں میں بجائے قسری کے قشیری ہے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر لوگ جان لیں کہ اذان اور پہلی صف میں کیا ثواب ہے [۴] پھر بغیر قرعہ ڈالے اسے نہ پاسکیں تو قرعہ ہی ڈالیں [۵] اور اگر جانتے کہ دوپہری کی نماز میں کیا ثواب ہے تو اسکی طرف دوڑ کر آتے [۶] اور اگر جانتے کہ عشاء اور فجر میں کیا ثواب ہے تو ان میں گھسٹتے ہوئے

پیدائش کے وقت فرشتوں نے کہا تھا کہ اے رب تو فسادی اور خون ریزیاں کرنے والوں کو خلافت کیوں دے رہا ہے معلوم ہوا کہ پوچھنا بے علمی کی دلیل نہیں اگر حضور نے کسی سے کوئی بات پوچھی تو اس سے آپ کی بے علمی ثابت نہیں ہوتی ؛ [۱] اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ فرشتے نمازیوں کی پردہ پوشی کرتے ہیں کہ آس پاس کی نیکیوں کا ذکر اور درمیان کے گناہوں سے خاموشی یا یہ مطلب ہے کہ اے مولا جن بندوں کی ابتداء اور انتہا ایسی اعلٰے ہو ان کے درمیانی اعمال بھی اچھے ہوں گے جس دکان کی بونی اچھی ہو اس میں ہمیشہ برکت ہی رہتی ہے [۲] یعنی فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ کی امان میں ایسا ہوتا ہے جیسے ڈیوٹی کا سپاہی حکومت کی امان میں کہ اسکی بے حرمتی حکومت کا مقابلہ ہے خیال رہے کہ کلمہ کی امان اور قسم کی ہے اور نماز کی امان اور قسم کی، لہذا احادیث میں تعارض نہیں [۳] یعنی ایسا نہ ہو کہ تم نمازی کو ستاؤ اور قیامت میں سلطنت الہیہ کے باغی بن کر پکڑے جاؤ [۴] اگرچہ ہم نے ان دونوں کے فضائل بہت بیان کردیئے لیکن اسکے باوجود کما حقہ بیان نہیں ہوسکے وہ تو دیکھ کر ہی معلوم ہونگے پتہ لگا کہ فی سبیل اللہ اذان وتکبیر کہنا اور نماز کی صف اول میں خصوصًا امام کے پیچھے کھڑا ہونا بہت بہتر ہے جس کی بزرگی بیان نہیں ہوسکتی [۵] یعنی ہر شخص چاہے کہ یہ دونوں کام میں کروں تو ان میں جھگڑا پیدا ہو جس کا فیصلہ قرعہ سے ہو معلوم ہوا کہ نیکیوں میں جھگڑنا بھی عبادت ہے اور قرعہ سے جھگڑا چکانا محبوب [۶] یعنی ظہر وجمعہ کی نماز اگرچہ دیر میں ہو مگر اس کے لئے جلدی

حَبْوًا مُتَّفَقٌ ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْلِبَنَّكُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰى اِسْمِ صَلٰوتِكُمُ الْمَغْرِبِ قَالَ وَتَقُوْلُ الْاَعْرَابُ هِيَ الْعِشَاءُ وَقَالَ لَا يَغْلِبَنَّكُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰى اِسْمِ صَلٰوتِكُمُ الْعِشَاءِ فَاِنَّهَا فِيْ

بھی پہنچتے[1] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ منافقوں پر فجر اور عشاء سے زیادہ کوئی نماز بھاری نہیں[2] اور اگر جانتے کہ ان دونوں میں کیا ثواب ہے تو گھسٹ کر بھی ان میں پہنچتے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو نماز عشاء جماعت سے پڑھے تو گویا وہ آدھی رات عبادت میں کھڑا رہا اور جو فجر جماعت سے پڑھے تو گویا اس نے ساری رات نماز پڑھی[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی لوگ تمہاری مغرب کی نماز کے نام پر غلبہ نہ پا جائیں۔ راوی نے فرمایا کہ دیہاتی اسے عشاء کہتے تھے[4] اور فرمایا کہ دیہاتی لوگ تمہاری نمازِ عشاء کے نام پر غالب نہ آجائیں کیونکہ وہ

پہنچنا تاکہ پہلی صفوں میں جگہ ملے بہت بہتر ہے مدینہ پاک میں نماز ظہر کے لئے لوگ گیارہ بجے سے پہنچ جاتے ہیں خصوصًا جمعہ کے دن [1] یعنی اگر پاؤں میں چلنے کی طاقت نہ ہوتی تو چوتڑوں کے بل پہنچتے اس سے معلوم ہوا کہ معذور پر اگرچہ مسجد کی حاضری واجب نہیں لیکن اگر پہنچ جائے تو ثواب پائیگا عشاء کو عتمہ فرمانا ممانعت سے پہلے ہے [2] کیونکہ منافق صرف دکھلاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں اور وقتوں میں تو خیر جیسے تیسے پڑھ لیتے ہیں مگر عشاء کے وقت نیند کا غلبہ فجر کے وقت نیند کی لذت انہیں مست کردیتی ہے اخلاص و عشق تمام مشکلوں کو حل کرتے ہیں وہ ان میں ہے نہیں لہذا یہ دو نمازیں انہیں بہت گراں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان ان دو نمازوں میں سستی کرے وہ منافقوں کے سے کام کرتا ہے [3] اسکے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ عشاء کی باجماعت نماز کا ثواب آدھی رات کی عبادت کے برابر ہے اور فجر کی باجماعت نماز کا ثواب باقی آدھی رات کی عبادت کے برابر تو جو یہ دونوں نمازیں جماعت سے پڑھے اُسے ساری رات عبادت کا ثواب دوسرے یہ کہ عشاء کی جماعت کا ثواب آدھی رات کے برابر ہے اور فجر کی جماعت کا ثواب ساری رات عبادت کے برابر کیونکہ یہ جماعت عشاء کی جماعت سے زیادہ بھاری ہے پہلے معنی زیادہ قوی ہیں جماعت سے مراد تکبیر اولیٰ پانا ہے جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا [4] عشی سے مشتق بمعنی وقتِ رات اسی لئے رات کے کھانے کو عشاء کہا جاتا ہے یعنی رات کی پہلی نماز یا رات کے کھانے کے وقت کی نماز چونکہ اس میں دنیوی کام کی طرف نسبت ہے اس لئے اس کو ناپسند فرمایا ؛

كِتَابِ اللّٰهِ الْعِشَاءُ فَإِنَّهَا تُعْتِمُ بِحِلَابِ الْإِبِلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَبَسُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ **اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ** عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْوُسْطٰى صَلٰوةُ الْعَصْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ

اللہ کی کتاب میں عشاء ہے [1] اور دیہاتی اونٹ کا دودھ دوہنے کی وجہ سے دیر لگاتے ہیں [2] (مسلم) روایت ہے حضرت علی سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن فرمایا [3] انہوں نے ہمیں بیچ کی نماز یعنی نماز عصر سے روک دیا خدا اُن کے گھر اور قبریں آگ سے بھردے [4] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن مسعود اور سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیچ کی نماز نمازِ عصر ہے [5] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے وہ نبی کریم

[1] کہ قرآن شریف میں ہے من بعد صلوٰۃ العشاء اس سے معلوم ہوا کہ رب کے دیئے ہوئے نام بدلنا بہت بُرا ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو عیسائیوں کی پیروی میں اپنے کو محمڈن کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے دین کا نام اسلام رکھا اور ہمارا نام مسلمین فرماتا ہے هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ اور فرماتا ہے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ [2] یعنی وہ لوگ نماز عشاء کو عتمہ اس لئے کہتے ہیں کہ عتم کے معنے ہیں رات کی تیز تاریکی، اور نماز نور ہے نور کو تاریکی کہنا برا ہے نیز وہ لوگ اس وقت اپنی اونٹنیاں دوھتے تھے تو اس کے معنی ہوئے اونٹ دوھنے کے وقت کی نماز، اس میں بھی عبادت کو عادت کی طرف نسبت ہے لہذا ممنوع [3] اس کا نام غزوہ احزاب ہے چونکہ اس جہاد میں حضرت سلمان فارسی کے مشورے سے مدینہ منورہ کی حفاظت کے لئے اس کے آس پاس خندق کھودی گئی تھی اس لئے اس کا نام غزوہ خندق ہوا مورخین کہتے ہیں کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا مگر امام بخاری کی تحقیق میں ۴ھ میں اس خندق کے کھودنے میں پندرہ یا بیس دن صرف ہوئے اسوقت قریش، غطفان اور یہود غرضکہ ہر قسم کے کفار نے مکر مسلمانوں پر چڑھائی کی تھی اسلئے اسے احزاب کہا جاتا ہے یعنی ہر قسم کے کافروں کا حملہ مسلمانوں پر اس وقت بہت تنگی تھی بڑی محنت سے بھوکے پیاسے رہ کر خندق کھودی حتی کہ بعض دنوں میں زیادہ مشغولیت کی وجہ سے نمازیں قضا ہوگئیں [4] یعنی انکے حملے کی وجہ سے ہمیں خندق کھودنا پڑی جس میں مشغولیت کی وجہ سے ہماری نمازیں خصوصًا نماز عصر قضا ہوگئی اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسطیٰ جس کی قرآن شریف میں تاکید ہے نماز عصر ہے اکثر ائمہ کا یہی قول ہے ہمارے امام اعظم کا بھی یہی فرمانا ہے۔ خیال رہے کہ غزوہ احد میں حضور کو جسمانی ایذا بہت پہنچی لیکن وہاں کفار کو یہ بد دعا نہ دی یہاں نمازیں قضا ہونے پر یہ بددعا دی معلوم ہوا کہ حضور کو نمازیں جان سے پیاری تھیں نیز اس بددعا سے اظہار غضب و ملال مقصود ہے حقیقتًا بددعا مقصود نہیں اسی وجہ سے کفار خندق میں سے بعض لوگ بعد میں ایمان لے آئے اگر

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا قَالَ تَشْهَدُهٗ مَلٰٓئِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلٰٓئِكَةُ النَّهَارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؁ **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ** ؁ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَعَائِشَةَ قَالَا الصَّلٰوةُ الْوُسْطٰى صَلٰوةُ الظُّهْرِ رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ زَيْدٍ وَالتِّرْمِذِيُّ عَنْهُمَا تَعْلِيْقًا ؁ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَلَمْ يَكُنْ يُصَلِّي صَلٰوةً اَشَدَّ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا فَنَزَلَتْ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقَالَ اِنَّ قَبْلَهَا صَلٰوتَيْنِ وَبَعْدَهَا صَلٰوتَيْنِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ

صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت میں راوی کہ فجر کی نماز حاضری کا وقت ہے فرمایا اس میں رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں[۱] (ترمذی) تیسری فصل روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے اور عائشہ صدیقہ سے فرماتے ہیں کہ بیچ والی نماز ظہر ہے[۲] مالک نے زید سے اور ترمذی نے ان دونوں سے تعلیقًا روایت کی[۳] روایت ہے زید ابن ثابت سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز ظہر دوپہری میں پڑھتے تھے[۴] اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر کوئی نماز اس سے زیادہ دشوار نہ تھی تب یہ آیت اتری کہ ساری نمازوں پر خصوصًا درمیانی نماز پہ پابندی کرو فرمایا اس سے پہلے دو نمازیں ہیں اور اس کے بعد بھی دو نمازیں[۵] (احمد و ابوداؤد)

بد دعا مقصود ہوتی تو ان میں سے کسی کو ایمان نصیب نہ ہوتا خیال رہے کہ اس غزوہ میں ایکبار صرف عصر کی نماز قضاء ہوئی تھی اور ایکبار چار نمازیں لہٰذا بخاری و ترمذی کی روایتوں میں تعارض نہیں[۵] کیونکہ یہ نماز دن اور رات کی نمازوں کے درمیان ہے نیز اسوقت دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں نیز اسوقت دنیوی کاروبار زیادہ زور پر ہوتے ہیں اس لئے اسکی تاکید زیادہ فرمائی گئی اکثر صحابہ کا یہی قول ہے۔[۱] اس کی شرح پہلے گزر چکی حدیث کا مقصد ہے کہ قرآن کریم میں قرآن فجر سے مراد نماز فجر ہے مشہود سے مراد دن رات کے فرشتوں کی حاضری کا وقت یعنی چونکہ فجر کے وقت دو قسم کے فرشتے جمع ہوتے ہیں لہٰذا اس کی زیادہ پابندی کرو معلوم ہوا کہ جس نماز میں اللہ کے مقبول ہوں وہ نماز زیادہ قبول ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں کے مزار کے پاس نماز زیادہ افضل ہے اسی لئے بزرگوں کے آستانوں پر مسجدیں بناتے ہیں انکا ماخذ یہ آیت ہے[۲] کیونکہ وہ دن کے وسط میں ادا ہوتی ہے غالبًا ان بزرگوں نے لغوی معنے کے لحاظ سے اسے صلوٰۃ وسطیٰ مانا ان تک گزشتہ حدیث مرفوع نہ پہنچی صحابہ کرام کا صلوٰۃ وسطیٰ کے بارے میں بڑا اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ وہ نماز فجر ہے بعض کے نزدیک ظہر بعض کے خیال میں مغرب یا عشاء مگر عصر کے قول کو ترجیح ہے[۳] بغیر اسناد حدیث بیان کرنے کو تعلیق کہتے ہیں جیسے امام ترمذی فرمائیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے یہ فرمایا[۴] یعنی جاڑوں میں اور اگر گرمیوں میں پڑھتے ہوں تو کبھی کبھی بیان جواز کے لئے کیونکہ گزشتہ احادیث میں گزر چکا کہ حضور سردیوں میں ظہر جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں میں

اَبُوْدَاوٗدَ ؛ وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ كَانَا يَقُوْلَانِ الصَّلٰوةُ الْوُسْطٰى صَلٰوةُ الصُّبْحِ رَوَاهُ فِی الْمُوَطَّا وَرَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ تَعْلِيْقًا ؛ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ غَدَا اِلٰى صَلٰوةِ الصُّبْحِ غَدَا بِرَايَةِ الْاِيْمَانِ وَمَنْ غَدَا اِلَى السُّوْقِ غَدَا بِرَايَةِ اِبْلِيْسَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ؛

بَابُ الْاَذَانِ ؛

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛

عَنْ اَنَسٍ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ

روایت ہے حضرت مالک سے انہیں خبر پہنچی کہ حضرت علی ابن ابی طالب اور عبداللہ ابن عباس فرماتے تھے کہ درمیانی نماز فجر کی نماز ہے ۱ (موطا) اور ترمذی نے حضرت ابن عباس اور ابن عمر سے تعلیقاً روایت کی روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو فجر کی نماز کی طرف گیا وہ ایمان کا جھنڈا لے گیا اور جو سویرے ہی بازار کی طرف گیا وہ شیطان کا جھنڈا لے گیا ۲ (ابن ماجہ) اذان کا باب ۳ پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ صحابہ نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا تو یہود

دیرے ۱ اس سے معلوم ہوا کہ نماز وسطی ظہر کی نماز ہے یہ بھی ایک قول ہے غالباً حضرت ثابت یہ اپنے اجتہاد سے فرما رہے ہیں۔ یعنی دن اور رات کی ایک ایک نماز ظہر سے پہلے ہے عشاء و فجر اور ایک ایک نماز ظہر کے بعد عصر و مغرب۔ ۲ ان بزرگوں کے نزدیک وسطی بمعنی افضل ہے جیسے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا یعنی چونکہ یہ نماز بہت وجہوں سے باقی نمازوں سے افضل ہے لہذا نماز وسطی یہی ہے خیال رہے کہ علی مرتضےٰ خود ہی حضور سے روایت کر چکے ہیں کہ نماز وسطیٰ عصر ہے یہاں فجر کو وسطیٰ فرمانا دوسرے معنی سے ہے لہذا آپ کے اس قول پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کہ حضرت شیر خدا نے پہلے یہ فرمایا ہو پھر گزشتہ حدیث مرفوع سن کر اس سے رجوع کر لیا ہو ۳ یعنی انسانوں کے دو ٹولے ہیں حزب اللہ اور حزب الشیطٰن ان کی شناخت یہ ہے کہ رحمانی ٹولہ والے دن کی ابتداء نماز اور اللہ کے ذکر سے کرتے ہیں اور شیطانی ٹولہ والے بازار و دنیاوی کاروبار سے۔ خیال رہے کہ دنیوی کاروبار منع نہیں مگر سویرے اٹھتے ہی نہ خدا کا نام نہ اس کی عبادت بلکہ ان میں لگ جانا، یہ شیطانی کام ہے ۴ اذان کے لغوی معنی اعلان و اطلاع عام ہے رب فرماتا ہے وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اور فرماتا ہے فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ، شریعت میں خاص الفاظ سے نماز کی اطلاع کا نام اذان ہے سب سے پہلی اذان جبریل امین نے معراج کی رات بیت المقدس میں دی جب حضور نے سارے نبیوں کو نماز پڑھائی، مگر مسلمانوں میں ہجرت کے بعد سلہ میں شروع ہوئی جس کا واقعہ آگے آرہا ہے (درمختار) خیال رہے کہ اذان نماز پنجگانہ اور جمعہ کے سوا کسی نماز کے لئے سنت نہیں، نماز کے علاوہ ۹ جگہ اذان کہنا مستحب ہے بچے کے کان میں، آگ لگتے وقت، جنگ میں، جنات کے غلبہ کے وقت، غمزدہ اور غصے

وَالنَّصَارٰى فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ فَذَكَرْتُهٗ لِاَيُّوْبَ فَقَالَ اِلَّا الْاِقَامَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنْ اَبِىْ مَحْذُوْرَةَ قَالَ اَلْقٰى عَلَىَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّاذِيْنَ هُوَ بِنَفْسِهٖ فَقَالَ قُلْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ تَعُوْدُ فَتَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ

اور عیسائیوں کا ذکر کیا[1] تب حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو بار کہیں اور تکبیر کے ایک ایک بار[2] اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے یہ ایوب سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اقامت کے سوا[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو محذورہ سے کہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر بنفس نفیس اذان پیش کی فرمایا یوں کہو اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ اشہد ان محمدا رسول پھر لوٹو تو کہو اشہد ان

والے کے کان میں، مسافر جب راستہ بھول جائے، مرگی والے کے پاس، میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر (درمختار و شامی) مرقات میں ہے کہ حضرت علی مرتضے فرماتے ہیں ایک دن مجھے حضور نے غمگین پایا فرمایا علی اپنے کان میں کسی سے اذان کہلوالو، اذان نماز اسلامی شعار میں سے ہے اگر کوئی قوم اذان چھوڑ دے تو ان پر جہاد کیا جاسکتا ہے خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک اذان و تکبیر یکساں ہیں تکبیر میں صرف قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ زیادہ ہے ❊ [1] یعنی بعد ہجرت نماز کی اطلاع کا کوئی قاعدہ نہ تھا اندازے سے مسلمان مسجد میں جمع ہو جاتے اور جماعت ہو جاتی جب مسلمان زیادہ ہو گئے تو صحابہ نے نماز کے اعلان کی تدابیر سوچیں بعض نے رائے دی کہ نماز کے وقت آگ جلادی جایا کرے اس پر اعتراض ہوا کہ یہ طریقہ یہود کا ہے بعض نے کہا کہ ناقوس (گھنٹا) بجایا جائے اس پر اعتراض ہوا کہ یہ طریقہ عیسائیوں کا ہے وہ اپنی عبادات کے وقت گھنٹے بجاتے ہیں اسلامی اعلان ان سے ممتاز چاہیئے۔ خیال رہے کہ بعض یہود اپنی عبادت کے اعلان کے لئے سنکھ یا بگل بجاتے تھے بعض لوگ جلاتے تھے یہاں ان کی ایک جماعت کا ذکر ہے۔

[2] یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو تکبیر کے کلمے ایک ایک بار کہتے ہیں جیسے شوافع اور موجودہ وہابی مگر ان کی یہ دلیل بہت ضعیف ہے کیونکہ یہاں اذان میں ترجیع کا ذکر نہیں حالانکہ یہ حضرات اذان ترجیع کے قائل ہیں نیز اس حدیث سے لازم آتا ہے کہ تکبیر کے سارے کلمے ایک ایکبار ہوں حالانکہ یہ حضرات اللہ اکبر چار بار اور قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ دو بار کہتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ یہاں اذان اور تکبیر سے شرعی اذان مراد نہیں بلکہ لغوی اعلان و اطلاع مراد ہے یعنی حضور نے اس وقت یہ رائے دی کہ حضرت بلال محلوں میں جاکر بار بار نماز کا اعلان کریں اور پھر جب نمازی مسجد میں جمع ہو جائیں اور جماعت کھڑی ہونے لگے تو اہل مسجد کو جمع کرنے کے لئے ایک بار کہدیں کہ اٹھو جماعت تیار ہے ورنہ شرعی اذان تو عبداللہ ابن زید وغیرہم صحابہ نے خواب میں دیکھی انہوں نے بارگاہ نبوی میں پیش کی تب سب سے پہلے فجر کے وقت دی گئی

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ : اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ :
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ : حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ : حَيَّ
عَلَى الْفَلَاحِ : حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ : اَللّٰهُ اَكْبَرُ : اَللّٰهُ اَكْبَرُ : لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ : عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ الْاَذَانُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

لاالہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان محمد ارسول اللہ
اشہد ان محمد ارسول اللہ ؎ حی علے الصلوۃ حی علے الصلوۃ حی
علے الفلاح حی علے الفلاح اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ ؎ (مسلم)
دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان

لہٰذا یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتی ؎ یعنی تکبیر کے سارے کلمات ایکبار کہے جائیں مگر قد قامت الصلوٰۃ دوبار اب بھی یہ حدیث وہابیوں کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ یہاں اِلَّا الْاِقَامَۃَ ایوب راوی کا اپنا قول ہے حضور کے الفاظ طیبہ نہیں نیز اللہ اکبر چار بار اب بھی نہیں آیا ؎ آپ مشہور صحابی ہیں آپ کا نام سمرہ یا اوس یا سلمان یا سلمے ہے اپنی کنیت میں مشہور ہوئے ان کے باقی حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں ؎ اس کا نام ترجیع ہے یعنی اذان میں شہادتیں پہلے آہستہ دو بار کہنا پھر بلند آواز سے دو بار کہنا یہ شوافع کے ہاں سنت ہے حنفیوں کے نزدیک نہیں دلائل ابھی آتے ہیں ؎ یہ حدیث وہابیوں کی انتہائی دلیل ہے کہ اذان میں ترجیع ہے امام اعظم فرماتے ہیں عبداللہ ابن زید کی خواب میں جو فرشتے نے اذان کی تعلیم دی اس میں ترجیع نہ تھی نیز خود عبداللہ ابن زید نے جب وہ خواب بارگاہ نبوی میں پیش کی اس میں بھی ترجیع نہ تھی نیز حضرت بلال جو امام المؤذنین ہیں ان کی اذان میں ترجیع منقول نہیں نیز عبداللہ ابن ام مکتوم جو مسجد نبوی شریف کے نائب مؤذن تھے ان کی اذان میں بھی ترجیع منقول نہیں نیز حضرت سعد قرظی مسجد قباء کے مؤذن کی اذان میں بھی ترجیع منقول نہیں رہی حدیث ابو محذورہ ان کی روایات سخت متعارض ہیں اور ان میں اضطراب ہے اور مضطرب و متعارض حدیث قابل عمل نہیں چنانچہ طبرانی نے انہیں ابو محذورہ سے جو اذان نقل کی اس میں ترجیع نہیں طحاوی شریف نے ابو محذورہ کی اذان میں دو بار اللہ اکبر کا ذکر کیا اور یہاں ترجیع کا بھی ذکر ہے نیز صحابہ کرام نے ابو محذورہ کی روایت پر عمل نہ کیا چنانچہ حضرت علی، حضرت بلال، حضرت ثوبان، حضرت سلمہ ابن اکوع وغیرہم رضی اللہ عنہم اذان و تکبیر کے کلمات دو دو بار کہتے اور کہلواتے تھے عنایہ شرح ہدایہ نے فرمایا کہ حضرت ابو محذورہ کو زمانہ کفر میں توحید و رسالت سے سخت نفرت تھی اسلام کے بعد انہیں اذان کا حکم ملا تو یہ شرم کی وجہ سے شہادتیں آہستہ کہہ گئے تب حضور نے فرمایا کہ پھر زور سے کہو فتح القدیر نے فرمایا کہ حضرت ابو محذورہ شہادتیں میں مد چھوڑ گئے تھے اس لئے یہ کلمات دوبارہ کہلوائے گئے ہماری تفسیر کی بناء پر حضرت ابو محذورہ کی حدیث میں نہ تعارض ہو گا نہ اضطراب کیونکہ ترجیع والی روایات میں خصوصی واقعہ کا ذکر ہے اور دیگر روایات میں عام حالات کا اس کی پوری

اللّٰہ علیہ وسلم مرتین مرتین والاقامۃ مرۃ مرۃ غیر انہ کان یقول قد قامت الصلوۃ : قد قامت الصلوۃ رواہ ابوداؤد والنسائی والدارمی ؛ وعن ابی محذورۃ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علمہ الاذان تسع عشرۃ کلمۃ و الاقامۃ سبع عشرۃ کلمۃ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی والدارمی وابن ماجۃ ؛ وعنہ قال قلت یارسول اللّٰہ علمنی سنۃ الاذان قال فمسح مقدم راسہ قال تقول اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر : اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر ترفع بہا

دو دو بار تھی اور تکبیر ایک ایک بار سوا اس کے کہ مؤذن کہتا تھا قد قامت الصلوۃ قد قامت الصلوۃ لہ (ابوداؤد، نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت ابومحذورہ سے کہ ان کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان کے انیس کلمے سکھائے اور تکبیر سترہ کلمے لہ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی دارمی، اور ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے سنت اذان سکھائیے لہ فرماتے ہیں کہ حضور انور نے انکے سر کے اگلے حصے پر ہاتھ پھیرا لہ فرمایا کہو اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر بلند آواز سے

تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ لہ یعنی کلمات اذان دو بار کہے جاتے تھے اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار خیال رہے کہ یہ حدیث اگر صحیح ہو تو یا منسوخ ہے یا اس کی تاویل واجب، مخالفین اس سے اپنا مدعا ہرگز ثابت نہیں کرسکتے کیونکہ وہ اذان کی دونوں شہادتوں میں ترجیع کے قائل ہیں جس سے یہ دونوں کلمے چار چار بار کہے جاتے ہیں اور یہاں آیا کہ اذان کے سارے کلمے دو دو بار کہے جاتے تھے نیز وہ حضرات اقامت میں اولاً تکبیر چار بار اور آخر میں دو بار کہتے ہیں مگر یہاں آیا کہ اقامت کے سارے کلمے ایک ایک بار ہیں نیز اگر تکبیر کے کلمات ایک ایکبار ہوتے تو صحابہ کرام حضور کے بعد یہ عمل چھوڑ نہ دیتے بیہقی شریف میں ہے کہ حضرت علی مرتضٰے نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اقامت ایک ایک بار کہہ رہا ہے آپ ناراض ہوئے اور فرمایا اِجْعَلْهَا مَثْنٰی مَثْنٰی لَا اُمَّ لَكَ یعنی تیری ماں مرے دو دو بار کہہ اب دو ہی صورتیں ہیں یا اس حدیث کو منسوخ مانو جس کی ناسخ اگلی حدیث ہے، یا اس میں یہ تاویل کی جائے کہ یہ دائمی عمل نہ تھا بلکہ کبھی کسی عارضہ کی بناء پر ہوا تھا یا اذان اور اقامت کے لغوی مراد لئے جائیں جیسے پہلے عرض کیا جاچکا لہ حنفیوں کے نزدیک اذان کے پندرہ کلمے ہیں اور اقامت کے سترہ یہ حدیث اقامت کے دو دو بار ہونے پر حنفیوں کی قوی دلیل ہے کیونکہ اگر اسکے کلمات ایک ایک بار ہوتے تو ۱۳ کلمے ہوتے نہ کہ سترہ لہٰذا یہ حدیث گذشتہ حدیث ابن عمر کی ناسخ ہے لہ یہ اذان کے ۱۹ کلمے اس کے متعلق عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ حضرت شہادتین آہستہ پڑھ گئے تھے اسلئے دوبارہ آواز سے کہلوائے گئے اس طرح ۱۹ کلمے کہے لہٰذا یہ واقعہ گذشتہ حدیث ابن عمر کے خلاف نہیں لہ ظاہر یہ ہے کہ سنت سے مراد شرعی سنت ہے لہٰذا یہ امام اعظم کی دلیل ہے کہ اذان سنت ہے ہاں چونکہ اشعار دین میں سے ہے اس لئے اس کے چھوڑ دینے والوں پہ جہاد کیا

صَوْتَكَ ثُمَّ تَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: اَشْهَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ تَخْفِضُ بِهَا صَوْتَكَ ثُمَّ
تَرْفَعُ صَوْتَكَ بِالشَّهَادَةِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ: حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ: حَیَّ
عَلَی الصَّلٰوةِ: حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ: حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ فَاِنْ كَانَ صَلٰوةُ الصُّبْحِ قُلْتَ الصَّلٰوةُ
خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ: اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ:
رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ: وَعَنْ بِلَالٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا
تُثَوِّبَنَّ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ اِلَّا فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ
التِّرْمِذِیُّ اَبُوْ اِسْرَائِيْلَ الرَّاوِیُّ لَيْسَ هُوَ بِذٰلِكَ الْقَوِیِّ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

پھر کہو اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان محمد ارسول اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ پست آواز سے پھر شہادت کے اپنی آواز اونچی کرو اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان محمد ارسول اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح اگر صبح کی نماز ہو تو یہ بھی کہہ لو الصلوٰۃ خیر من النوم الصلوٰۃ خیر من النوم[۱] اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت بلال سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی نماز کے علاوہ کسی نماز میں تثویب نہ کرو[۲] (ترمذی ابن ماجہ) ترمذی کہتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک ابو اسرائیل راوی قوی نہیں[۳]

جائیگا[۵] محبت کی بناء پر انکا شوق علم دیکھ کر معلوم ہوا کہ حضور کو طالب علم بہت پیارے ہیں: [۱] اس میں وہ تاویل نہیں ہوسکتی جو ہم عرض کر چکے ہیں کہ اتفاقًا ترجیع ہوئی کیونکہ یہاں تو ترجیع کا قانون بتایا جارہا ہے مگر پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ حضرت ابو محذورہ کی احادیث مضطرب اور متعارض ہیں اور عمل صحابہ خواب کی اذان جو فرشتہ نے سکھائی اور حضرت بلال کی اذان کے خلاف ہے لہذا قابل عمل نہیں (مرقاۃ وغیرہ) [۲] اصل تثویب یعنی اعلان کے بعد اعلان سوا فجر کے کسی اور اذان میں کہنا بدعت سیئہ ہے ہاں اذان و اقامت کے درمیان تثویب متاخرین علماء نے مستحب جانی (کتب فقہ ومرقات) اس تثویب کے لئے الفاظ مقرر نہیں مسلمان جو چاہیں مقرر کرلیں بعض جگہ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ پڑھ دیتے ہیں یہ بھی ٹھیک ہے کہ درود بھی ہے تثویب بھی [۳] یعنی اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کسی اذان میں نہ کہو حضرت علی مرتضٰے نے ایک مؤذن کو یہ کہتے سنا تو فرمایا کہ

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ اِذَا اَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ وَاِذَا اَقَمْتَ فَاحْدُرْ وَاجْعَلْ بَيْنَ اَذَانِكَ وَاِقَامَتِكَ قَدْرَ مَا يَفْرُغُ الْاٰكِلُ مِنْ اَكْلِہٖ وَالشَّارِبُ مِنْ شُرْبِہٖ وَالْمُعْتَصِرُ اِذَا دَخَلَ لِقَضَاءِ حَاجَتِہٖ وَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِیْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ لَا نَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْمُنْعِمِ وَھُوَ اِسْنَادٌ مَجْھُوْلٌ ؁ وَعَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِیِّ قَالَ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اَنْ اُؤَذِّنَ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ فَاَذَّنْتُ فَاَرَادَ بِلَالٌ اَنْ يُّقِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا جب تم اذان کہو تو ٹھہر ٹھہر کر کہو۱ اور جب تکبیر کہو تو جلدی جلدی کہو۲ اور اپنی اذان وتکبیر کے درمیان اتنا فاصلہ کرو کہ کھانیوالا اپنے کھانے سے اور پینے والا اپنے پینے سے اور قضائے حاجت والا جب حاجت کو جائے تو فارغ ہو جائے۳ اور صف میں نہ کھڑے ہو حتی کہ مجھ کو دیکھو۴ ترمذی نے روایت کی اور فرمایا کہ اسے ہم عبدالمنعم کی حدیث سے ہی جانتے ہیں اور یہ مجہول اسناد ہے۵ روایت ہے حضرت زیادہ ابن حارث صدائی سے۶ فرماتے ہیں مجھے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر میں حکم دیا۔ کہ اذان کہو میں نے اذان کہی پھر حضرت بلال نے تکبیر کہنا چاہی تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم

اس بدبخت کو مسجد سے نکال دو۔ ۴ مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ رافضی تھا صحابہ کرام خصوصًا حضرت عثمان کا سخت دشمن تھا خیال رہے کہ علماء اس داخلی تثویب کو مکروہ جانتے ہیں مگر اس ضعیف حدیث کی وجہ سے نہیں بلکہ دیگر صحیح احادیث کی وجہ سے۔ ۱ تمام ائمہ کا اس پر عمل ہے اذان کے کلمات میں مد شد کا لحاظ اور کلمات میں فاصلہ کیا جاتا ہے تکبیر میں جلدی۔ اس فرق کی عقلی حکمت معلوم نہ ہوسکی جو سرکار کا فرمان ہے سر وآنکھوں پر۔ ہوسکتا ہے کہ چونکہ تکبیر میں حاضرین مسجد کو اکٹھا کرنا ہوتا ہے جو پہلے نماز کیلئے تیار ہیں انہیں دیر تک اطلاع دینے کی ضرورت نہیں، اذان میں غافلوں کو خبر دینا ہے لہذا دیر تک آواز پہنچائی جائے۔ ۲ یہ فاصلہ اذان مغرب کے علاوہ میں ہے۔ مغرب کی اذان کے فورًا بعد تکبیر شروع کردی جائے خیال رہے کہ اذان وتکبیر میں یہ فاصلہ اس قدر چاہیئے کہ بے وضو آدمی استنجا اور وضو کرکے چار سنتیں پڑھ سکے جا بجا کہاں پندرہ منٹ کا فاصلہ کرتے ہیں کہیں آدھے گھنٹے کا بھی۔ ۳ اس زمانہ میں طریقہ یہ تھا کہ صحابہ کرام صف بنا کر بیٹھ جاتے حضور اپنے حجرے میں رونق افروز ہوتے مکبر کھڑے ہوکر تکبیر شروع کرتا جب حی علی الفلاح پر پہنچتا تو سرکار حجرے سے باہر تشریف لاتے اور صحابہ کرام کو نظر آتے فقہاء فرماتے ہیں کہ نمازی صف میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے نیز وہ حدیث جو مشکوٰۃ شریف میں بروایت مسلم وبخاری دو تین صفحہ بعد باب المساجد سے کچھ پہلے آرہی ہے۔ ۴ ابن حجر نے فرمایا کہ اسے حاکم نے صحیح کہا، شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے بہت شواہد ہیں اس کا آخری جملہ لا تقوموا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخَا صُدَاءٍ قَدْ اَذَّنَ وَمَنْ اَذَّنَ فَهُوَ يُقِيْمُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ :: اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ :: عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ لِلصَّلٰوةِ وَلَيْسَ يُنَادِيْ بِهَا اَحَدٌ فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِتَّخِذُوْا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى وَقَالَ بَعْضُهُمْ قَرْنًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا يُنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ :: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهٖ قَالَ لَمَّا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

نے فرمایا کہ تمہارے صدائی بھائی نے اذان کہی ہے جو اذان کہے وہ ہی تکبیر کہے [۱] (ترمذی - ابوداؤد۔ ابن ماجہ) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ جب مسلمان مدینہ آئے تو جمع ہوکر اوقات نماز کا اندازہ لگا لیتے تھے نمازوں کی اذان کوئی نہ دیتا تھا ایکدن اس بارے میں مشورہ کیا بعض نے کہا کہ عیسائیوں کے ناقوس کی طرح بنالو اور بعض بولے کہ یہود کے بگل کی طرح بنالو تب حضرت عمر نے فرمایا کسی کو نماز کی منادی کرنے کیوں نہیں بھیج دیتے [۲] تب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال اٹھو نماز کی منادی کرو [۳] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید ابن عبدربہ سے [۴] فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ

مسلم بخاری میں بھی ہے نیز اسپر امت کا عمل بھی ہے لہٰذا یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔ [۵] صداء یمن کا ایک قبیلہ ہے اسی نسبت سے آپکو صدائی کہتے ہیں آپکا شمار بصرہ والوں میں ہے۔ آپ نے حضور سے بیعت کی ہے اور ایک دفعہ بار حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان بھی کہی ہے۔

[۱] یعنی تکبیر اذان والے کا حق ہے، خیال رہے کہ امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ موذن کی اجازت سے دوسرا شخص تکبیر کہہ سکتا ہے نیز اگرچہ موذن دوسرے کی تکبیر پر ناراض نہ ہوگا تب بھی جائز ہے کیونکہ روایات میں ہے کہ بارہا حضرت بلال اذان دیتے اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم تکبیر کہتے کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا لہٰذا یہ حدیث اس موقعہ کیلئے ہے جب موذن ناراض ہو، دونوں حدیثیں درست ہیں [۲] محلوں میں جاکر پکارا کرے اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ مسلمانوں نماز تیار ہے یہ وہ شرعی اذان نہ تھی جو اب مروج ہے وہ تو حضرت عبداللہ ابن زید کی خواب پر کہلوائی گئی جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اسی لیے آپ نے عرض کیا اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ تم لوگ بھیجتے کیوں نہیں۔ [۳] مسلمانوں کے محلوں میں جاکر اس حدیث کی بناء پر بعض مورخین نے دھوکا کھایا کہ انہوں نے اذان کو حضرت عمر کی رائے سے سمجھا درست وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا [۴] آپ انصاری ہیں خزرجی ہیں، دوسری بیعت عقبہ میں ستر انصاریوں میں آپ بھی تھے بدر اور تمام غزووں میں حضور انور کے ساتھ رہے آپ خود بھی صحابی ہیں اور والدین بھی صحابی آپکا

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوْسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهِ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلٰوةِ طَافَ بِيْ وَاَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوْسًا فِيْ يَدِهٖ فَقُلْتُ يَا عَبْدَ اللهِ اَتَبِيْعُ النَّاقُوْسَ قَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ قُلْتُ نَدْعُوْا بِهٖ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ اَفَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهٗ بَلٰى قَالَ فَقَالَ اللهُ اَكْبَرُ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَكَذَا الْاِقَامَةُ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا رَءَيْتُ فَقَالَ اِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ اِنْ شَاءَ اللهُ فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَاَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَاَيْتَ فَلْيُؤَذِّنْ بِهٖ

صلے اللہ علیہ وسلم نے ناقوس بنانے کا حکم دینا چاہا تاکہ جماعتِ نماز کے واسطے لوگوں کے لیئے بجایا جائے [1] تو مجھے خواب میں ایک شخص دکھائی دیا جو اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھائے ہوئے تھا میں نے کہا رب کے بندے کیا تو ناقوس بیچتا ہے وہ بولا اس کا تم کیا کروگے میں نے کہا اس سے نماز کیلئے بلایا کریں گے [2] وہ بولا کیا تمہیں اس سے اچھی چیز نہ بتادوں [3] میں نے کہا ہاں فرماتے ہیں وہ بولا کہو اللہ اکبر آخر تک اور اس طرح تکبیر [4] جب صبح ہوئی میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جو کچھ دیکھتا تھا حضور سے عرض کیا فرمایا بفضلہ تعالٰی یہ خواب سچی ہے [5] تم بلال کے ساتھ کھڑے ہوجاؤ جو کچھ خواب میں دیکھا ہے انہیں بتاتے جاؤ وہ اذان دیں

لقب صاحب اذان ہے کیونکہ انہی کی خواب پر اسلام میں اذان جاری ہوئی ۱ھ میں آپ نے یہ خواب دیکھا اور ۳۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی ۶۴ سال کی عمر شریف ہوئی مدینہ پاک میں مدفون ہوئے۔ [1] یہاں ارادے سے مراد قریبی ارادہ ہے جیسا کہ مرقاۃ میں ہے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادۂ مبارک ناقوس بجانے کا ہوچکا تھا غالب یہ ہے کہ یہ عارضی ارادہ ہوگا کہ جب تک اس بارے میں وحی نہ آئے تب تک ناقوس سے کام لیا جائے ورنہ حضور معراج کی رات ملائکہ سے اذان سن چکے تھے جیسا کہ اسی جگہ مرقاۃ میں ہے۔ [2] اس سے معلوم ہوا کہ انسان بیداری میں جس خیال میں رہتا ہے خواب میں بھی وہی کرتا اور کہتا ہے انہیں خواب میں ناقوس دیکھ کر نماز یاد آئی، صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس خیال میں جیو گے اسی خیال میں مروگے اور محشر میں اٹھو گے خیال رہے کہ رب تعالٰی نے دوسرے احکام کی طرح حضور پر اذان کی وحی نہ بھیجی بلکہ صحابہ کے خواب کو درمیان میں رکھا تاکہ لوگوں کو ان حضرات کی عظمت کا پتہ لگے اور لوگ جانیں کہ جب ان بزرگوں کی خوابیں ایسی ہیں تو ان کی بیداری کے احکام کیسے پاکیزہ ہونگے دیکھو اذان جیسا اسلامی شعار صحابہ کے خواب کا نتیجہ ہے ان کی نیند پر ہم جیسے لاکھوں کی بیداریاں قربان۔ [3] جس میں یہود و نصارٰی سے مشابہت بھی نہ ہو اور نماز کے اعلان کیساتھ اللہ کا ذکر اور نماز کی ترغیب بھی ہوجائے بے معنی آواز بھی نہ ہو۔ [4] یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ اذان میں ترجیع نہیں اور تکبیر کے کلمات ایک ایک نہیں کیونکہ اذان کی اصل یہ خواب ہے۔ نیز اسی پر صحابہ کا عمل رہا۔ خیال رہے کہ آیا مست میں

فَإِنَّهُ أَنْدَى صَوْتًا مِنْكَ فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ أُلْقِيهِ عَلَيْهِ وَيُؤَذِّنُ بِهِ
فَقَالَ فَسَمِعَ بِذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ يَقُولُ
يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ مَا أُرِيَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ إِلَّا أَنَّهُ
لَمْ يَذْكُرِ الْإِقَامَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ لٰكِنَّهُ لَمْ يُصَرِّحْ قِصَّةَ
النَّاقُوسِ ۞ وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ
الصُّبْحِ فَكَانَ لَا يَمُرُّ بِرَجُلٍ إِلَّا نَادَاهُ بِالصَّلٰوةِ أَوْ حَرَّكَهُ بِرِجْلِهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

کیونکہ وہ تم سے بلند آواز ہیں[1] میں حضرت بلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا میں انہیں بتانے لگا وہ اذان دینے لگے[2] فرماتے ہیں یہ اذان حضرت عمر نے اپنے گھر میں سنی تو چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ اس کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا کہ انہوں نے[3] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا شکر ہے (ابو داؤد، دارمی، ابن ماجہ) مگر ابن ماجہ نے تکبیر کا ذکر نہ کیا ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے لیکن انہوں نے ناقوس کا واقعہ صراحتاً بیان نہ کیا[4] روایت ہے حضرت ابو بکرہ سے[5] فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز کے لئے نکلا تو آپ جس سوتے ہوئے شخص پر گزرتے تھے اسے نماز کے لئے آواز دیتے یا اپنے پاؤں شریف سے ہلاتے[6] (ابو داؤد)

قد قامت الصلوٰۃ کا بڑھانا اور فجر کی اذان میں اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کی زیادتی حضور کے اجتہادی حکم سے ہوئی۔ [1] کیونکہ ہم نے بھی یہ اذان معراج میں فرشتوں کی زبانی سنی تھی اے عبداللہ رب نے تمہیں خواب میں دکھا کر ہمیں اشارۃً فرمایا کہ اے حبیب منہ مختوں والی اذان کیوں نہیں کہلواتے خیال رہے کہ یہاں انشاء اللہ برکت کیلئے ہے نہ کہ شک کیلئے جیسے رب نے فرمایا لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسروں کے خواب صالحہ جبکہ نبوت کے ذریعہ اس کی تصدیق ہو جائے وحی کے حکم میں ہیں، پیغمبر کے خواب کا کیا پوچھنا، ابراہیم علیہ السلام خواب میں دیکھ کر اپنے فرزند کو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے خواب تین قسم کے ہوتے ہیں، نفس کے خیالات، شیطانی وسوسے، ربانی الہام پہلے دو خواب اضغاث احلام کہلاتے ہیں اور جھوٹے ہوتے ہیں تیسرا خواب رؤیا صادقہ خواب کی پوری تحقیق انشاء اللہ کتاب الرؤیا میں کی جائیگی۔ [2] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اذان میں بلند آواز محبوب ہے لہذا لاؤڈ سپیکر پر اذان بہت بہتر دوسرے یہ کہ یہ جائز ہے ایک آدمی اذان بتاتا جائے دوسرا اذان کہتا جائے [3] یعنی میں نے بھی اذان حضرت بلال کو بتاتی جو فرشتے سے سنی تھی اس میں ترجیع نہ تھی معلوم ہوا کہ اسلام کی پہلی اذان بغیر ترجیع کے ہوئی اور سیدنا بلال آخر تک یہی اذان دیتے رہے [4] معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے حضرت عبداللہ ابن زید کا خواب کشف سے معلوم کیا یا آپ نے عبداللہ ابن زید کو فرشتے سے گفتگو کرتے خواب میں دیکھا تھا کیونکہ ابھی

وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ اَنَّ الْمُؤَذِّنَ جَاءَ عُمَرَ يُؤْذِنُهُ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ فَوَجَدَهُ نَائِمًا فَقَالَ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فَاَمَرَهُ عُمَرُ اَنْ يَّجْعَلَهَا فِيْ نِدَاءِ الصُّبْحِ رَوَاهُ فِي الْمُؤَطَّا. وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ سَعْدٍ مُؤَذِّنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَالًا اَنْ يَّجْعَلَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ قَالَ اِنَّهٗ اَرْفَعُ لِصَوْتِكَ رَوَاهُ

روایت ہے حضرت مالک سے انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ عمر فاروق کی خدمت میں مؤذن نماز فجر کی اطلاع دینے حاضر ہوئے [1] انہیں سوتا پایا بولے نماز نیند سے بہتر ہے انہیں عمر فاروق نے حکم دیا یہ لفظ فجر کی نماز میں داخل کریں [2] (موطا) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن سعد بن عمار بن سعد مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے [3] فرماتے ہیں مجھے میرے والد نے انہوں اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اپنی انگلیاں کانوں میں دے لیں فرمایا یہ عمل تمہاری آواز کو بلند کرنے والا ہے [4]

آپ سے کسی نے حضرت عبداللہ کی خواب بیان نہ کی، مرقاۃ نے فرمایا ظاہر یہی ہے کہ جناب عمر نے کشف سے معلوم کیا [4] مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ اس رات دس سے زیادہ صحابہ نے قریبًا یہی خواب دیکھا حضور نے اس پر خدا کا شکر کیا۔ ابن قیم نے کتاب الروح میں لکھا کہ مسلمانوں کی خوابوں کا اجتماع اجماع مسلمین کی طرح معتبر ہے اس پر یہی حدیث پیش کی۔ [5] آپ کا نام نفیع ابن حارث ہے کنیت ابوبکرہ قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں مشہور صحابی ہیں [6] یعنی راستہ میں جو سوتے ہوئے لوگ ملتے انہیں آواز سے یا اپنے پاؤں شریف سے نماز کیلئے جگاتے تھے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اذان کے بعد کسی خصوصی طور پر نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔ گویا یہ خصوصی تثویب ہے، دوسرے یہ کہ نماز کا نام لیکر جگانا درست ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ جگا کر نماز کا نام لے چلے نہ لے غلط ہے۔ تیسرے یہ کہ اپنے چھوٹے کو اپنے پاؤں سے حرکت دے کر جگانا درست ہے، خوش نصیب ہیں وہ جنہیں حضور کی ٹھوکر نصیب ہوئی۔ ۴- خوابیدہ کو ٹھوکر سے جگاتے جاتے صوفیاء کا تجربہ یہ ہے کہ حضور اپنے خاص غلاموں کو اب بھی ٹھوکر سے جگاتے ہیں جو انہیں محسوس بھی ہوتی ہے خدا نصیب کرے۔ [1] غالبًا یہ واقعہ خلافت فاروقی کے زمانہ کا ہے اور یہ مؤذن حضرت بلال نہیں کوئی اور بزرگ ہیں کیونکہ حضرت بلال حضور کی وفات کے بعد دمشق چلے گئے تھے۔ عہد فاروقی میں وہاں ہی آپ کی وفات ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ سلطان اسلام قاضی عالم دین وغیرہم کو مؤذن خصوصی طور پر نماز کی اطلاع دے سکتا ہے عوام کے لیے ممنوع ہے انہیں اذان ہی کافی ہے [2] یعنی یہ کلمہ اذان صبح کا جزو ہے اسے صرف اذان میں ہی استعمال کیا کریں اس کے علاوہ نہیں، دوسرے اوقات میں اور لفظ سے بیدار کریں یا اطلاع دیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ کلمہ تو حضور کے زمانہ سے نماز فجر میں داخل تھا آج داخل کرنے کے کیا معنی اس کی اور بھی تفسیریں ہیں مگر یہ تفسیر بہتر ہے [3] یہ سعد قرظی ہیں جو حضور کے زمانہ میں مسجد قبا کے مؤذن تھے اور حضور کے بعد حضرت بلال کی جگہ آپ مسجد نبوی کے مؤذن ہوئے، خیال رہے کہ سعد قرظی صحابی ہیں اور عمار ابن سعد تابعی اور عبدالرحمٰن ابن سعد کا حال معلوم نہ ہو سکا راضعہ [4] یعنی انگلیاں کانوں میں ڈالنے سے آواز بلند نکلتی ہے اور اس

ابن ماجة : باب فضل الاذان و اجابة المؤذن :

الفصل الاول : عن معاوية قال سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول المؤذنون اطول الناس اعناقا يوم القيمة رواه مسلم : وعن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا نودي للصلوة ادبر الشيطان له ضراط حتى لا يسمع التاذين فاذا قضي النداء اقبل حتى اذا

(ابن ماجہ) باب اذان اور موذن کا جواب دینے کی فضیلت ۱ پہلی فصل روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اذان دینے والے لوگ قیامت کے دن لمبی گردنوں والے ہوں گے ۲ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز کی اذان دی جاتی ہے ۳ تو شیطان گوز مارتا بھاگتا ہے حتی کہ اذان نہ سنے ۴ پھر جب اذان ختم ہوجاتی ہے تو آجاتا ہے حتی کہ جب

اذان میں بلند آواز چاہیے اس لیے فال لیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ بچے کے کان میں اذان کے وقت انگلیاں کانوں میں لگانا سنت نہیں یوں ہی اقامت و تکبیر میں یوں ہی ہر اس جگہ جہاں بلند آواز مطلوب نہ ہو لیکن اگر لاؤڈ سپیکر پر اذان کہی جاوے تو انگلیاں لگالے کہ یہاں بلندی آواز مطلوب ہے اذان قبر پر انگلیاں لگائے کہ وہاں بلندی آواز مطلوب ہے اس اذان سے شیاطین بھاگتے ہیں۔

۱ اذان دینے کے فضائل بے شمار ہیں حق یہ ہے کہ اذان سے امامت افضل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اذان نہ دی۔ جن روایات میں حضور کے اذان دینے کا ذکر ہے وہاں حکم اذان مراد ہے۔ اذان کا جواب عملی بھی ہے اور قولی بھی عملی جواب تو مسجد میں حاضر ہوجانا ہے، قولی جواب کلمات اذان کا دہرانا ہے صحیح یہ ہے کہ پہلی اذان سننے پر دنیاوی باتوں سے خاموش ہوجانا اور جواباً کلمات اذان ادا کرنا واجب ہے ہاں کھانے والا استنجا کرنے والا علم دین پڑھانے والا اس حکم سے علیحدہ ہے۔ ۲ یعنی گردن فراز اور سربلند ہوں گے یا سر اٹھائے رب کی رحمت کے منتظر یا بلند قامت ہوں گے کہ دور سے پہچان لیے جائیں گے یہ مطلب نہیں کہ ان کے جسم چھوٹے اور صرف گردنیں لمبی ہوں گی کہ یہ بدزیبی ہے بعض مفسرین نے اعناق کو ہمزہ کے زیر سے پڑھا ہے یعنی تیز رفتاری والے قدم یعنی موذن جنت کی طرف دوڑتے ہوئے لمبے قدم رکھتے ہوئے جائیں گے دوسروں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔ ۳ خواہ نماز میں بلانے کے لیے دی جائے یا کسی اور مقصد کیلئے جیسے بچے کے کان میں یا بعد دفن قبر پر وغیرہ للصلوۃ اس لیے فرمایا تاکہ کوئی اذان کے لغوی معنی نہ سمجھ جائے ۴ یہاں بھاگنے کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں اور اذان میں دفع شیطان کی تاثیر ہے اسی لیے طاعون پھیلنے پر اذان کہلواتے ہیں کہ یہ وبا جنات کے اثر سے ہے بچے کے کان میں اذان دیتے ہیں کہ اس کی پیدائش پر شیطان موجود ہوتا ہے جس کی مار سے بچہ روتا ہے دفن کے بعد قبر کے سرہانے اذان دی جاتی ہے کیونکہ وہ میت کے امتحان اور شیطان کے بہکانے کا وقت ہے اسکی برکت سے شیطان بھاگے گا نیز میت کے دل کو سکون ہوگا نئے گھر میں دل لگ جائیگا، نکیرین کے سوالات کے جوابات یاد آجائیں گے اسکی پوری تحقیق

ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ حَتّٰی اِذَا قُضِیَ التَّثْوِیْبُ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطِرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ یَقُوْلُ اُذْکُرْ کَذَا اُذْکُرْ کَذَا لِمَا لَمْ یَکُنْ یَذْکُرُ حَتّٰی یَظَلَّ الرَّجُلُ لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۞ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَسْمَعُ مَدٰی صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَیْءٌ اِلَّا شَهِدَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا

نماز کی تثویب کہی جاتی ہے تو بھاگ جاتا ہے[1] جب تثویب ختم ہو جاتی ہے تو آجاتا ہے تاکہ انسان کے دل میں وسوسے ڈالے کہتا ہے فلاں فلاں چیزیں یاد کر[2] وہ چیزیں جو اسے یاد نہ تھیں یہاں تک کہ آدمی نہیں جانتا کہ کتنی رکعت پڑھیں[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ موذن کی انتہائی آواز کو کوئی جن وانس اور دوسری چیزیں نہیں سنتیں مگر قیامت کے دن اس کی گواہی دیں گی[4] (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم موذن کو سنو تو تم بھی اسی طرح کہو جو وہ کہہ رہا ہے[5] پھر مجھ پر درود

ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو گوز مارنے سے مراد اس کی انتہائی ذلت اور خوف ہے کہ ایسی حالت میں ڈرنے والا گوز مارتا ہوا ہی بھاگا کرتا ہے ۱؎ تثویب سے مراد اقامت یعنی تکبیر ہے اس میں بھی اذان کی طرح اثر ہے۔ ۲؎ چیزوں سے مراد نماز سے غیر متعلق خیالات ہیں تجربہ ہے کہ نماز میں وہ باتیں یاد آتی ہیں جو نماز کے باہر یاد نہیں آتیں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسانوں کے دلوں پر تصرف کرنے کی قدرت دی ہے انسانوں کی آزمائش کیلئے کتنی ہی کوشش کی جائے مگر ان وسوسوں سے کلی نجات نہیں ملتی، چاہیئے کہ وسوسوں کی پرواہ نہ کرے نماز پڑھتا رہے مکھیوں کی وجہ سے کھانا نہ چھوڑے ۳؎ مسئلہ فقہی یہ ہے کہ اگر پہلی بار یہ واقعہ پیش آئے تو نئے سرے سے نماز پڑھے اور اگر آتا رہتا ہو تو کم رکعتوں کا لحاظ کرے مثلاً اگر شبہ ہو گیا کہ چار پڑھیں یا تین تو تین مانے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی افضل سے مفضول کی تاثیر بڑھ جاتی ہے دیکھو نماز تلاوت قرآن اور رکوع وسجود سے شیطان نہیں بھاگتا، بھاگتا ہے تو اذان سے حالانکہ اذان سے نماز افضل ہے حضور فرماتے ہیں کہ عمر سے شیطان بھاگتا ہے حالانکہ ابوبکر صدیق افضل ہیں۔ ۴؎ عرض کریں گی کہ مولیٰ یہ مسلمان ہے نمازی ہے ہم نے اسے اذان دیتے دیکھا اور کلمہ شہادت پڑھتے سنا حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی قسم کی تاویل کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے حیوانات، جمادات کو کچھ گویائی سننے کی طاقتیں بخشی ہیں ان میں سے ہر ایک کا ثبوت قرآن کریم کی صریح آیات سے ہے مرقاۃ میں اس جگہ ایک حدیث منقول ہے کہ روزانہ شام کے وقت پہاڑ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی اللہ کا ذکر کرنے والا بھی گزرا جب ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ ہاں تو سب خوش ہوتے ہیں چاہیئے کہ اذان بلند آواز سے دی جائے تاکہ گواہ زیادہ میسر ہوں

عَلَیَّ فَاِنَّہٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِہَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ فَاِنَّہَا مَنْزِلَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ لَا یَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰہِ وَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ھُوَ فَمَنْ سَئَلَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ حَلَّتْ عَلَیْہِ الشَّفَاعَۃُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فَقَالَ اَحَدُکُمْ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ قَالَ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ قَالَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ

بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے [1] پھر اللہ سے میرے لئے وسیلہ مانگو وہ جنت میں ایک جگہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک ہی کے لائق ہے مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں [2] تو جو میرے لئے وسیلہ مانگے اس پر میری شفاعت لازم ہے [3] (مسلم) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تم میں سے کوئی کہے اللہ اکبر اللہ اکبر پھر مؤذن کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ یہ بھی کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ پھر مؤذن کہے اشہد ان محمدا رسول اللہ یہ بھی کہے اشہد ان محمدا رسول اللہ پھر مؤذن کہے حی علی الصلوٰۃ یہ کہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پھر مؤذن کہے حی

غالبًا جن میں فرشتے بھی داخل ہیں اور انسان سے تمام انسان مراد ہیں۔ [5] اس سے معلوم ہوا کہ کلمات اذان سارے دہرائے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ بھی حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ بھی اور اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بھی اگلی حدیث میں آرہا ہے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ پر لاحول پڑھے چاہیئے کہ دونوں ہی کا کہہ لیا کرے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔ [1] اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے بعض مؤذن اذان سے پہلے ہی درود شریف پڑھ لیتے ہیں اس میں بھی حرج نہیں انکا ماخذ یہی حدیث ہے۔ شامی نے فرمایا کہ اقامت کے وقت درود شریف پڑھنا سنت ہے، خیال ہے کہ اذان سے پہلے یا بعد بلند آواز سے درود پڑھنا بھی جائز بلکہ ثواب ہے بلاوجہ اُسے منع نہیں کہہ سکتے۔ [2] خیال ہے کہ وسیلہ سبب اور توسل کو کہتے ہیں چونکہ اس جگہ پہنچنا رب سے قرب خصوصی کا سبب ہے اس لیے وسیلہ فرمایا گیا حضور کا فرمانا کہ امید کرتا ہوں تواضع اور انکساری کیلئے ہے ورنہ وہ جگہ حضور کیلئے نامزد ہو چکی ہے (مرقاۃ واشعہ) ہمارا حضور کے لیئے وسیلہ کی دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے فقیر امیر کے دروازے پر صدا لگاتے وقت اسکی جان و مال کی دعائیں دیتا ہے تاکہ بھیک ملے ہم بھکاری ہیں حضور داتا، انہیں دعائیں دینا مانگنے کھانے کا ڈھنگ ہے۔ [3] یعنی میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی شفاعت ضرور کرونگا یہاں شفاعت سے خاص شفاعت مراد ہے ورنہ حضور ہر مومن کے شفیع ہیں حضور کی شفاعت بہت قسم کی ہے

عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علی الفلاح یہ کہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ ۱ پھر مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو یہ بھی کہے اللہ اکبر اللہ اکبر پھر مؤذن کہے لاالہ الا اللہ تو یہ صدق دل سے کہے لاالہ الا اللہ جنت میں جائے گا ۲ (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اذان سنتے وقت یہ کہا کرے یا اللہ اس عام دعوت اور کامل نماز کے رب محمد مصطفیٰ کو وسیلہ اور بزرگی دے اور انہیں اس مقام محمود پر پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ۳ تو اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگی ۴ بخاری روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم

شفاعت کی پوری بحث اور اس کی قسمیں ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد سوم میں دیکھو۔ ۱ ظاہر یہ ہے کہ مؤذن سے مراد نماز کے لیے اذان دینے والا ہے کیونکہ دوسری اذانوں کا جواب دینا سنت ہے ثابت نہیں۔ اَحَدُکُمْ سے مراد ہر وہ مسلمان ہے جو جواب اذان دینے پر قادر ہو لہٰذا اس سے نماز پڑھنے والا استنجا کرنے والا وغیرہ علیحدہ ہیں بہتر یہ ہے کہ جواب دینے والا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ بھی کہے اور لاحول بھی پڑھے تاکہ اس حدیث پر بھی عمل ہو جائے اور گزشتہ پر بھی اس وقت لاحول پڑھنا اس لیے ہے تاکہ شیطان دور ہے اور نماز کی حاضری آسان ہو۔ ۲ ظاہر یہ ہے کہ من قلبہ کا تعلق سارے جواب سے ہے یعنی اذان کا سچا جواب سچے دل سے دے کیونکہ بغیر اخلاص کوئی عبادت قبول نہیں اگر جنت سے وہی جنت مراد ہے جو قیامت کے بعد ملے گی تو دخل بمعنی مستقبل ہے اور اگر جنت سے مراد دنیا کی جنت ہے یعنی عبادات کی توفیق اچھی زندگی تو دخل ماضی کے معنی میں ہے رب فرماتا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ یعنی اللہ سے ڈرنے والے کیلئے دو جنتیں ہیں ایک آخرت میں دوسری دنیا میں (مرقاۃ) ۳ خیال رہے کہ جنت میں حضور کے خاص مقام کا نام وسیلہ اور قیامت میں حضور کے مقام کا نام مقام محمود ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور دولہا بنائے جائیں گے سارے اولین و آخرین کفار و مومنین انبیاء و مرسلین بلکہ خود رب العالمین حضور کی ایسی تعریفیں کریں گے جو آج ہمارے خیال و وہم سے وراء ہیں وہ مقام نہ معلوم کیسا عظیم الشان ہے جس کا رب نے قرآن شریف میں اعلان فرمایا اور ہم لوگوں کو ہر اذان کے بعد اسی دعا مانگنے کا حکم دیا گیا اسی مقام پر حضور شفاعت کبریٰ فرمائیں گے اور یہیں سے حضور کے ہاتھ پر دروازہ شفاعت کھلے گا۔ ۴ یعنی اس دعا کی برکت سے اسے ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگا اور وہ میری شفاعت عامہ و خاصہ کا مستحق ہوگا۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ اذان کے بعد دعا،

يُغِيرُ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ وَكَانَ يَسْتَمِعُ الْأَذَانَ فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَإِلَّا أَغَارَ فَسَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْفِطْرَةِ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ فَنَظَرُوا إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ رَاعِي مِعْزًى رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَّبِالْإِسْلَامِ دِينًا غُفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

فجر طلوع ہونے پر حملہ کرتے تھے [1] اذان پر کان لگاتے تھے اگر اذان سن لیتے تو باز رہتے ورنہ حملہ کر دیتے [2] ایک شخص کو کہتے سنا اللہ اکبر اللہ اکبر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فطرت پر ہے پھر اس نے کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو آگ سے نکل گیا صحابہ نے اُسے دیکھا تو وہ بکریاں چرانے والا تھا [3] (مسلم) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مؤذن کو سن کر یہ کہہ لیا کرے کہ میں گواہ ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یقیناً محمد مصطفٰے اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں اللہ کی ربوبیت محمد مصطفٰے کی رسالت اور دین اسلام سے راضی ہوں تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے [4] (مسلم)

بہت قبول ہوتی ہے لہٰذا مصیبت زدہ کو چاہیئے کہ اس وقت دُعا مانگا کرے اسی لیے مسلمان اس دُعا کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتے ہیں وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ خدایا ہمیں ان کی شفاعت نصیب کر۔ [1] یعنی جب جہاد میں کفار کے علاقہ پر شاہانہ حملہ کرتے تو صبح کا وقت اذان کا انتظار کرتے کیونکہ یہ وقت عبادات کی قبولیت اور رحمت الٰہی کے نزول کا ہے اور جہاد بھی عبادت ہے۔ [2] معلوم ہوا کہ اذان مصیبتوں کو دفع کرتی ہے سرکار اذان کی آواز سے پتہ لگاتے تھے کہ یہ مسلمانوں کی بستی ہے جہاں مسلمان آزادی سے اپنی عبادتیں کر رہے ہیں، کفار کا زور نہیں، لہٰذا یہاں جہاد کی ضرورت نہیں، کیونکہ جہاد کفر کا زور توڑنے کے لیے ہوتا ہے نہ کہ کافروں کو جبرًا مسلمان کرنے کے لیے۔ [3] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چرواہے کے متعلق چند گواہیاں دیں ایک یہ کہ اس وقت یہ سچا مسلمان ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ تیسرے یہ کہ اس کے سارے گناہوں کی معافی ہوگی۔ معلوم ہوا کہ حضور ہر ایک کے دل کا حال بھی جانتے ہیں اور سب کے انجام سے بھی خبردار ہیں کیوں نہ ہو لوح محفوظ حضور کے سامنے ہے۔ [4] ظاہر یہ ہے کہ دعا اذان کے اول پڑھی جائے گی، جب مؤذن اذان کی آواز کان میں آئے کیوں کہ درمیان میں یہ دعا پڑھنے سے جواب اذان میں خلل واقع ہوگا ۞ ۞ ۞

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوۃٌ بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوۃٌ ثُمَّ قَالَ فِی الثَّالِثَۃِ لِمَنْ شَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ۞ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ اَللّٰہُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّۃَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِیْنَ

روایت ہے حضرت عبداللہ بن مغفل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان[1] نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے[2] پھر تیسری بار میں فرمایا اس کے لیے جو چاہے[3] (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ضامن ہے[4] اور مؤذن امانت دار ہے[5] یا اللہ اماموں کو ہدایت دے اور مؤذنوں کو بخش دے[6]

[1] دو اذانوں سے مراد اذان و اقامت ہے جیسے چاند سورج کو قمرین، حضرت صدیق و فاروق کو عمرین، حضرت حسن و حسین کو حسنین کہہ دیتے ہیں یا اذان سے مراد اطلاع ہے۔ اذان تو وقت نماز کی اطلاع کے لیے ہوتی ہے اور اقامت تیاری جماعت کی اطلاع کے لیے بہر حال حدیث پر اعتراض نہیں۔ [2] یا تو صلوۃ بمعنی دعا ہے یعنی اذان و تکبیر کے درمیان دعا مانگا کرو کہ یہ وقت قبولیت ہے یا بمعنی نماز یعنی اذان و اقامت کے درمیان نفل پڑھا کرو کہ یہ وقت افضل ہے تو اس میں نماز بھی افضل نیز اس سے نماز میں سستی نہ ہوگی انسان جماعت سے اتنے پہلے مسجد میں پہنچے گا کہ وضو کرکے نفل پڑھ کر تکبیر اولیٰ پالے۔ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک اس حکم سے مغرب علیحدہ ہے کہ اذان مغرب کے بعد نفل مکروہ ہیں فرض کے بعد پڑھ سکتے ہیں جیسا حضرت بریدہ اسلمی کی روایت میں ہے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ خَلَا صَلٰوۃَ الْمَغْرِبِ سوا نماز مغرب کے (مرقاۃ وغیرہ) [3] یعنی یہ نماز مؤذن کے ساتھ خاص نہیں جو مسلمان چاہے پڑھے یا یہ نماز فرض نہیں جس کا چھوڑنا سخت جرم ہے۔ خیال رہے کہ فجر اور ظہر کی پہلی سنتیں مؤکدہ ہیں جن کے چھوڑنے کی عادت نہایت بُری ہے۔ عصر اور عشاء کی غیر مؤکدہ مغرب کی منع۔ [4] یعنی امام مقتدیوں کی نماز کا ذمہ دار ہے اور اپنی نماز کے ضمن میں ان کی نمازوں کو لیے ہوئے اسی لئے امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے امام کے سہو سے مقتدی پر سجدہ سہو ہے مقیم امام کے پیچھے مسافر مقتدی پوری نماز پڑھے گا امام صرف اپنے لئے دعا نہ مانگے بلکہ جمع کے صیغے سے مانگے اس سے معلوم ہوا کہ نفل والے کے پیچھے فرض والے کی نماز جائز نہیں کیونکہ فرض نفل سے اعلیٰ ہے اور اعلیٰ کے ضمن میں ادنیٰ آسکتا ہے نہ کہ ادنیٰ کے ضمن میں اعلیٰ یونہی اگر مقتدی کی نماز امام کی نماز سے مختلف ہو تو جائز نہیں کیونکہ کوئی نماز اپنے غیر کو اپنے ضمن میں نہیں لے سکتی لہذا عصر پڑھنے والے کے پیچھے ظہر کی قضا نہیں پڑھی جاسکتی یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کی نماز فاسد ہونے پر مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوگی غرضکہ یہ حدیث بہت سے مسائل میں امام اعظم کی دلیل ہے۔ [5] کہ لوگوں کی نمازیں اور روزے اس کے پاس گویا امانتیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اذان سے امامت افضل ہے کیوں نہ ہو کہ امام جناب مصطفٰی کا خلیفہ ہے اور مؤذن حضرت بلال کا نائب یہی ہمارا مذہب ہے۔ [6] اس سے بھی امامت کی اذان پر فضیلت معلوم ہو رہی ہے کیونکہ مغفرت سے ہدایت اعلیٰ ہے یعنی یا اللہ اماموں کو نماز کے

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَفِي أُخْرٰى لَهٗ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَذَّنَ سَبْعَ سِنِيْنَ مُحْتَسِبًا كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ؛ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْجَبُ رَبُّكَ مِنْ رَاعِيْ غَنَمٍ فِيْ رَأْسِ شَظِيَّةٍ لِّلْجَبَلِ يُؤَذِّنُ بِالصَّلٰوةِ وَيُصَلِّيْ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اُنْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِيْ هٰذَا يُؤَذِّنُ وَيُقِيْمُ الصَّلٰوةَ يَخَافُ مِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ وَاَدْخَلْتُهٗ

(احمد، ابوداؤد، ترمذی، شافعی) [1] دوسری روایت میں مصابیح کے الفاظ میں روایت ہے

حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو سات برس محض صرف ثواب کے لئے اذان دے تو اس کے لئے آگ سے خلاصی لکھی جاتی ہے [2] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے [3] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارا رب اس بکری چرانے والے سے خوش ہوتا ہے جو پہاڑ کی اونچی چوٹی میں ہو نماز کی اذانیں دے اور نماز پڑھے [4] اللہ تعالٰی فرماتا ہے [5] میرے اس بندے کو دیکھو [6] اذان دیتا ہے نماز قائم کرتا ہے مجھ سے ڈرتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا اور اسے جنت میں

مسائل سیکھنے اور صحیح ادا کرنے کی ہدایت دے کہ ان کی نماز سے بہت سی نمازیں وابستہ ہیں اور مؤذن کبھی وقت میں دھوکا بھی کھا سکتا ہے اسے بخش دے

[1] اگرچہ امام شافعی امام ہیں اور ترمذی وغیرہ ان کے مقلد مگر چونکہ ان کی کتب احادیث امام شافعی کی کتاب سے زیادہ مشہور ہیں اس لئے ان کا ذکر پہلے کیا دیکھو امام بخاری و امام مسلم امام مالک کے شاگرد ہیں مگر انکی زیادہ کتابیں مستند ہیں (مرقاۃ) [2] یعنی جو بغیر تنخواہ سات سال اذان دے تو رب تعالٰی اسے جہنم سے آزادی اور جنت میں داخلے کا پروانہ دیا بصورت اوراق (؟) لکھ دیتا ہے جو دنیا ستھ میں اسے دیا جائیگا جس سے بے کھٹک وہ دوزخ سے گزر کر جنت میں داخل ہوگا بعض مؤذن یہ طے کر لیتے ہیں کہ ہم تنخواہ مسجد کی صفائی وغیرہ کی لیں گے اذان فی سبیل اللہ دیں گے انکا ماخذ یہ حدیث ہے انشاء اللہ اسکا فرد فیض پائیں گے۔ [3] آپ مشہور صحابی ہیں امیر معاویہ کی طرف سے عقبہ ابن ابی سفیان کی وفات کے بعد مصر کے والی بنے پھر امیر معاویہ نے معزول کر دیا ۵۸ھ میں مصر میں وفات پائی۔ [4] یعنی دنیا کے جھگڑوں سے دور رہے اپنی روزی خود کمائے اور نماز اگرچہ اکیلے پڑھے مگر اذان دے کر، معلوم ہوا کہ نماز تنہا کے لئے اذان بہرحال دے اگرچہ جنگل میں اکیلے نماز پڑھے مرقاۃ نے فرمایا کہ اذان کی برکت سے جنات و فرشتے بھی اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اسے جماعت کا ثواب ملتا ہے تکبیر میں اختلاف ہے، مگر حق یہ ہے کہ تکبیر بھی کہے کیونکہ اذان و تکبیر میں نماز کی اطلاع کے علاوہ اور بہت سے فائدے ہیں۔ [5] فرشتوں سے انبیاء و اولیاء کی روحوں سے بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی۔ (مرقاۃ) [6] معلوم ہوا کہ فرشتوں اور نبیوں ولیوں کی روحوں میں یہ طاقت ہے کہ ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھ لیں کہ پروردگار ان سے فرماتا ہے

الْجَنَّةَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ عَلٰى كُثْبَانِ الْمِسْكِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَبْدٌ أَدّٰى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوْلَاهُ وَرَجُلٌ أَمَّ قَوْمًا وَهُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ وَرَجُلٌ يُنَادِيْ بِالصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ: وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهٗ مَدٰى صَوْتِهٖ وَيَشْهَدُ لَهٗ كُلُّ رَطْبٍ وَّيَابِسٍ وَشَاهِدُ الصَّلٰوةِ يُكْتَبُ لَهٗ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ صَلٰوةً وَّيُكَفَّرُ عَنْهُ مَا

داخل کروں گا[1] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن تین شخص مشک کے ٹیلوں پر ہونگے ایک وہ غلام جو اللہ کا حق اور اپنے مولا کا حق ادا کرتا رہے اور ایک وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس سے راضی ہوں اور ایک وہ شخص جو ہر دن رات پانچ نمازوں کی اذان دے[2] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ موذن کی اس آواز کی انتہا کے مطابق بخشش کی جاتی ہے[3] اور اس کے لیئے ہر تر و خشک چیز گواہی دے گی اور نماز میں حاضر ہونے والے کیلئے پچیس نمازیں لکھی جاتی ہیں[4] اور دو نمازوں کے درمیان

اس پہاڑ پر چھپے بندے کو دیکھو اس سے مسئلہ حاضر ناظر حل ہوا۔ [1] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کبھی دنیا سے علیحدگی مشغولیت سے بہتر ہے دوسرے یہ کہ کبھی تنہائی کی عبادت علانیہ عبادت سے افضل ہے کہ علانیہ میں ریاء کا خطرہ ہے اس میں نہیں تیسرے یہ کہ اکیلا آدمی بھی اپنی نماز کے لیے اذان و تکبیر کہے مگر محلے کی مسجد کی اذان اہل محلہ کے لیے کافی ہوتی ہے۔ چوتھے یہ کہ فرشتے و انبیاء و اولیاء ہمارے دلوں کے اخلاص ریاء وغیرہ سے واقف ہیں اور اس کو دیکھتے ہیں رب نے اُنْظُرُوْا کے بعد یَخَافُ فرمایا پانچویں یہ کہ اللہ کے مقبول بندے لوگوں کے انجام سے خبردار ہیں رب نے انہیں مغفرت اور عذابوں کی خبر دے دی ہے۔ [2] حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں قیامت میں اولاً سب لوگ کھڑے ہوں گے اسی لیے اسے قیامت کہتے ہیں، پھر مختلف مقامات میں ہوں گے کوئی عرش اعظم کے سایہ میں کوئی کرسیوں پر اور یہ تین جماعتیں مشک کے پہاڑوں پر کہ سب لوگ انہیں دیکھیں بھی اور ان کی خوشبوؤں سے فائدے بھی اٹھائیں چونکہ دنیا میں بھی لوگوں نے ان سے فائدے اٹھائے اس لئے وہاں بھی لوگ ان سے فائدے اٹھائیں گے خیال رہے کہ امام سے قوم کی رضا کا مطلب یہ ہے کہ امام کے تقوے اخلاق سے مسلمان راضی ہوں بے دینوں یا حاسدوں کی ناراضی کا اعتبار نہیں نیز سرکاری نوکر جو ڈیوٹی بھی دے اور نماز کی بھی پابندی کرے وہ بھی اس غلام میں داخل ہے جو مولیٰ اور رب کے حق ادا کرے [3] یعنی جسقدر اسکی آواز زیادہ اسی قدر اسکی مغفرت زیادہ آہستہ اذان کہنے والے کے صرف گناہ صغیرہ کی معافی اور بلند آواز سے کہنے والے کے صغیرہ و کبیرہ سب معاف یعنی بھی ہو سکتے ہیں مؤذن کی اذان کی برکت سے وہاں تک کے گنہگاروں کی معافی ہوتی ہے۔ جہاں تک اسکی آواز پہنچے کہ یہ ان سب کی

بَيْنَهُمَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ اِلٰى قَوْلِهٖ كُلُّ رَطْبٍ وَّ
يَابِسٍ وَقَالَ وَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ صَلّٰى ۞ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ قَالَ قُلْتُ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ اجْعَلْنِيْ اِمَامَ قَوْمِيْ قَالَ اَنْتَ اِمَامُهُمْ وَاقْتَدِ بِاَضْعَفِهِمْ وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا
يَاْخُذُ عَلٰى اَذَانِهٖ اَجْرًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ
اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُوْلَ عِنْدَ اَذَانِ الْمَغْرِبِ
اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَاغْفِرْ لِيْ رَوَاهُ اَبُوْ

گناہ مٹائے جاتے ہیں (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ) نسائی نے ہر خشک و تر تک روایت کی اور فرمایا کہ مؤذن کو سب
نمازیوں کے برابر ثواب ملتا ہے [5] روایت ہے حضرت عثمان ابن ابی العاص سے [6] فرماتے ہیں میں نے
عرض کیا یارسول اللہ مجھے میری قوم کا امام بنادیجئے فرمایا تم ان کے امام ہوگے اور ان میں سے کمزور کو مقتدی جانو گے
اور کوئی ایسا مؤذن مقرر کرو جو اپنی اذان پر اجرت نہ لے [9] (احمد، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ
عنہا سے فرماتی ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ مغرب کی اذان کے وقت یہ کہہ لیا کروں [10]
الٰہی یہ تیری رات کے آنے اور تیرے دن کے جانے کا وقت اور تیرے بلانے والوں کی آوازیں ہیں تو مجھے بخش دے [11] ابو

شفاعت کریگا۔ [4] یعنی مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب اکیلے اور گھر میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا ہے خیال رہے کہ یہاں ۲۵ گنا فرمایا گیا اور دوسری
روایت میں ۲۷ گنا بعض میں ۵۰۰ گنا ہے کیونکہ جیسی مسجد جیسی جماعت اور جیسا امام ویسا ثواب جن خوش نصیبوں نے مسجد نبوی میں جماعت صحابہ کے ساتھ حضور
حضور کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان کا ایک سجدہ دوسروں کی کروڑوں نمازوں سے افضل ہے۔ [5] یعنی اسکی اذان سے جتنے لوگ مسجدیں آکر یا اپنے
گھر میں نماز پڑھتے ہیں ان سب کا مجموعی ثواب مؤذن کو ملتا ہے کیونکہ یہ ان سب کا رہبر ہے اور ان سب کو اپنی اپنی نمازوں کا ثواب۔ [6] آپ مشہور
صحابی ہیں، حضور نے آپکو طائف کا حاکم بنایا اور شروع خلافت فاروقی تک وہیں کے حاکم رہے، پھر عمر فاروق نے وہاں سے معزول کرکے عمان اور
بحرین کا گورنر بنایا۔ [7] اس سے معلوم ہوا کہ امام قائم کرنے اور معزول کرنے کا حق سلطان اسلام کو بھی ہے اور اس کا مقرر کردہ امام قوم کے معزول کرنے سے
علیحدہ نہیں ہوسکتا دیکھو کتب فقہ۔ [8] یعنی یہ سمجھ کر نماز پڑھاؤ کہ میرے مقتدی کمزور اور بیمار بھی ہیں ہلکی نماز پڑھاؤ۔ [9] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے،
ایک یہ کہ مؤذن رکھنے اور معزول کرنے کا حق امام کو ہے، دوسرے یہ کہ اذان پر اجرت لینا جائز ہے مگر نہ لینا بہتر اس لئے کہ حضور نے یہاں اجرت کو حرام
نہیں کہا بلکہ فرمایا مؤذن کوئی للہ اذان دینے والا رکھو۔ خیال رہے کہ اس زمانہ میں دینی خدمات پر اجرت لینا اگر ممنوع بھی تھی تو اس وقت کے لحاظ سے تھی
اب ممنوع نہیں ورنہ سارے دینی کام بند ہوجائیں گے دیکھو سوا عثمان غنی کے باقی تمام خلفاء نے خلافت پر اجرت لی حالانکہ خلافت امامت کبریٰ ہے نیز
عمر فاروق نے اپنے زمانہ میں غازیوں اور حکام کی تنخواہیں مقرر کیں حالانکہ جہاد بھی عبادت ہے اور حاکم اسلام بننا بھی [10] یا اذان کے اول آواز

دَاوٗدَ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ دَعْوَاتِ الْکَبِیْرِ ؛ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَوْبَعْضِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بِلَالًا اَخَذَ فِی الْاِقَامَۃِ فَلَمَّا اَنْ قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقَامَھَا اللّٰہُ وَاَدَامَھَا وَقَالَ فِیْ سَائِرِ الْاِقَامَۃِ کَنَحْوِ حَدِیْثِ عُمَرَ فِی الْاَذَانِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ ؛ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُرَدُّ الدُّعَاءُ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَۃِ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ ؛ وَعَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ اَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ اَلدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَاْسِ حِیْنَ یُلْحِمُ بَعْضُھُمْ بَعْضًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَتَحْتَ الْمَطَرِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ

داؤد و بیہقی دعوات کبیر روایت ہے حضرت ابو امامہ سے یا بعض صحابہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت بلال نے تکبیر کہنی شروع کی جب انہوں نے کہا قد قامت الصلوٰۃ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اسے قائم دائم رکھے اور باقی تکبیر میں وہی فرمایا جو حضرت عمر کی اذان حدیث میں ذکر ہوا [۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان اور تکبیر کے درمیان کی دعا رد نہیں ہوتی [۲] ابوداؤد و ترمذی روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو دعائیں رد نہیں کی جاتیں یا بہت کم رد کی جاتی ہیں اذان کے وقت کی دعا [۳] اور جہاد کے وقت کی دعا جب بعض بعض کو قتل کر رہے ہوں [۴] اور ایک روایت میں ہے کہ بارش کے وقت کی دعا [۵] (ابوداؤد، دارمی)

سنتے ہی یا اذان کے بعد دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں [۵] چونکہ شام کا وقت ہی قبولیت کا وقت ہے اور اذان کا ہونا بھی اس لیے خصوصیت سے اس وقت کے لیے یہ دعا ارشاد فرمائی گئی بلانے والے سے مراد مؤذنین ہیں، یعنی ان مؤذنوں کی ان آوازوں کی برکت سے مجھے بخش دے معلوم ہوا کہ دوسروں کی عبادت کے طفیل دعا مانگنا جائز ہے لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدایا اپنے حبیب کے سجدوں کی طفیل مجھے بخش دے۔ [۱] اس سے معلوم ہوا کہ اذان کی طرح تکبیر کا بھی جواب دیا جائے اور قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ پر یہ دعا مانگی جائے، خیال رہے کہ راوی کا یہ کہنا کہ بعض صحابہ نے فرمایا حدیث کو ضعیف نہیں کر دیتا کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں کوئی فاسق نہیں۔ [۲] ظاہر یہ ہے کہ اس سے اذان و تکبیر کے درمیان کا سارا وقت مراد ہے کہ اس میں جب بھی دعا مانگے قبول ہوگی مگر بہتر یہ ہے کہ اذان سے متصل دعا مانگے تاکہ اگلی حدیث پر عمل ہو جائے بعض صحابہ نے عرض کیا کہ حضور ہم اس وقت کیا دعا مانگیں فرمایا دین و دنیا کی امن و عافیت مانگو۔ [۳] یعنی مؤذن کے اذان سے فارغ ہوتے ہی نہ کہ دوران اذان میں کہ وہ جواب اذان کا وقت ہے [۴] یعنی عین کشت و خون کی حالت میں جب غازی کافروں کو قتل کر رہے ہوں اور کافروں کے ہاتھوں شہید ہو رہے ہوں کہ وہ بہترین عبادت ہے یُلْحِمُ الحام سے بنا

إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرُوا تَحْتَ الْمَطَرِ. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ الْمُؤَذِّنِيْنَ يَفْضُلُوْنَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ كَمَا يَقُوْلُوْنَ فَإِذَا انْتَهَيْتَ فَسَلْ تُعْطَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ. **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ**: عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ الشَّيْطٰنَ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ ذَهَبَ حَتّٰى يَكُوْنَ مَكَانَ الرَّوْحَاءِ قَالَ الرَّاوِيْ وَالرَّوْحَاءُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى سِتَّةٍ وَّثَلٰثِيْنَ مِيْلًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ إِنِّيْ لَعِنْدَ مُعٰوِيَةَ إِذْ أَذَّنَ

مگر راوی نے بارش کا ذکر نہ کیا روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ مؤذن لوگ ہم سے بڑھ جائیں گے ۱۰ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے وہ کہتے ہیں تم بھی کہہ لیا کرو ۱۱ جب فارغ ہو جاؤ تو مانگ لیا کرو دیئے جاؤ گے ۱۲ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ۱۳ کہ شیطان جب نماز کی اذان سنتا ہے تو بھاگ جاتا ہے ۱۴ حتی کہ مقام روحاء تک پہنچ جاتا ہے ۱۵ راوی نے فرمایا کہ روحاء مکہ مدینہ سے چھتیس میل ہے ۱۶ (مسلم) روایت ہے حضرت علقمہ ابن وقاص سے ۱۷ فرماتے ہیں میں حضرت معاویہ کے پاس تھا کہ آپ کے مؤذن

یعنی گوشت کاٹنا یعنی قتل کرنا۔ ۹ بعض لوگوں نے تحت کی وجہ سے فرمایا کہ بارش کے نیچے کھڑے ہو کر بھیگتے ہوئے دعا مانگے مگر صحیح یہ ہے کہ بارش کے وقت کہیں بھی دعا مانگے قبول ہوگی خصوصًا رحمت کی بارش جو انتظار اور دعاؤں کے بعد آئے۔ ۱۰ یعنی قیامت میں ہم ان کے درجے تک نہ پہنچ سکیں گے کیونکہ تمام عبادات میں ہم اور وہ برابر ہیں اور اذان میں وہ ہم سے بڑھے ہوئے، معلوم ہوا کہ دینی کاموں میں رشک جائز بلکہ کبھی عبادت ہے ۱۱ اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے سارے کلمات مؤذن کے ساتھ کہے حتی کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ بھی مگر ان دونوں کے ساتھ لَاحَوْلَ بھی پڑھ لے اس کی تحقیق پہلے ہو چکی ہے۔ ۱۲ یعنی جو دعا چاہو مانگو بہتر یہ ہے کہ اولًا حضور کے لیے وسیلہ کی دعا مانگے پھر اپنے لئے دعائیں تاکہ تمام حدیثوں پر عمل ہو جائے، مسلمان عمومًا وسیلہ کے بعد اسی دعا میں یہ بھی کہہ لیتے ہیں وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ وہابی اسے منع کرتے ہیں اور بدعت کہہ رہے ہیں شاید انہیں حضور کی شفاعت کی ضرورت نہ ہوگی۔ ۱۳ اس حدیث سے عبرت پکڑیں کہ یہاں سُل مطلق فرمایا گیا، مرقاۃ نے اس جگہ بہت سی دعائیں نقل کیں ۱۴ ظاہر یہ ہے کہ شیطان سے مراد ابلیس ہے جو جنات کا مورث اعلے ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد قرین شیطان ہو جو ہر انسان کے ساتھ رہتا ہے یا سارے شیاطین۔ ۱۵ یعنی نمازی سے اتنی دور بھاگ جاتا ہے جتنا مدینہ سے روحاء۔ ۱۶ راوی سے مراد ابوسفیان طلحہ ابن نافع ہیں وہ فرماتے ہیں کہ روحاء مدینہ منورہ سے مکہ کی جانب ۳۶ میل یعنی ۱۸ کوس ہے۔ اس سے شیطان کی قوت رفتار معلوم ہوئی کہ وہ پل بھر میں ۳۶ میل جا سکتا ہے کیوں نہ ہو کہ وہ آتشی ہے آگ کی رفتار اگر دیکھنا ہو تو آج بجلی کی رفتار دیکھ لو، جب ناری کی یہ رفتار ہے تو اولیاء اللہ اور انبیاء کرام نوری لوگوں کی رفتار کا کیا پوچھنا قرآن کریم فرما رہا ہے کہ بنی اسرائیل کے

مُؤَذِّنُهُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ كَمَا قَالَ مُؤَذِّنُهُ حَتّٰى إِذَا قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ لَا
حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فَلَمَّا قَالَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ
الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَقَالَ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذٰلِكَ رَوَاهُ أَحْمَدُ. وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ بِلَالٌ يُنَادِيْ فَلَمَّا سَكَتَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ مِثْلَ هٰذَا يَقِيْنًا دَخَلَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ
اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ يَتَشَهَّدُ قَالَ وَأَنَا
وَأَنَا رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

نے اذان دی حضرت معاویہ نے بھی وہ ہی کہا جو مؤذن نے کہا حتی کہ جب اس نے حی علی الصلوٰۃ کہا تو آپ نے فرمایا لا
حول ولا قوۃ الا باللہ پھر جب حی علی الفلاح کہا تو آپ نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم [1]
اس کے بعد وہی کہا جو مؤذن نے کہا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی فرماتے سنا
(احمد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ حضرت
بلال اذان دینے کھڑے ہوئے جب خاموش ہوئے تو حضرت محمد مصطفیٰ نے فرمایا جو یقین سے اس طرح
کہا کرے جو اس نے کہا جنت میں داخل ہوگا [2] (نسائی) روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
سے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب مؤذن کو شہادتین کہتے سنتے تو فرماتے اور میں بھی اور میں بھی
[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

والا آصف برخیا پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے بلقیس کا تخت شام میں لے آئے معراج کی رات سارے نبیوں نے بیت المقدس میں حضور کے پیچھے نماز پڑھی حضور برق
رفتار براق پر سوار ہو کر پل بھر میں آسمانوں پر پہنچے تو یہ انبیاء پہلے پہنچ کر وہاں منصباں کیلئے حاضر تھے اسکی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو
[1] آپ لیثی ہیں، حضور کے زمانہ میں پیدا ہوئے شیخ نے فرمایا کہ تابعی ہیں، مگر مرقاۃ میں ہے کہ صحابی ہیں، جنگ خندق میں حاضر ہوئے عبدالملک ابن مروان
کے زمانہ میں مدینہ پاک میں وفات پائی۔ [2] یعنی حی علی الصلوٰۃ اور فلاح پر پورا لاحول شریف پڑھی یہ کلمات نہ دہرائے بعض علماء کا یہی عمل ہے
مگر زیادہ قوی یہ ہے کہ یہ کلمات بھی دہرائے اور لاحول شریف بھی پڑھ لے جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ظاہر یہ ہے کہ آپ نے حی علی الصلوٰۃ پر بھی پوری
لاحول ہی پڑھی ہوگی مگر راوی نے اختصار کردیا۔ [3] ظاہر یہ ہے کہ اس سے اذان کا جواب مراد ہے یعنی ایمان لاکر یہ کلمات دہرالے تو جنتی ہے اگر
کافر مذاق کے طور اذان کی نقل کرے تو اس کے کفر میں اور اضافہ ہوگا اس میں اشارۃً بتایا گیا کہ جب اذان دہرانے کا یہ ثواب ہے تو اذان دینے پر

مَنْ اَذَّنَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَكُتِبَ لَهٗ بِتَاْذِيْنِهٖ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ سِتُّوْنَ حَسَنَةً وَّبِكُلِّ اِقَامَةٍ ثَلٰثُوْنَ حَسَنَةً رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَةَ ؛ وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نُؤْمَرُ بِالدُّعَاءِ عِنْدَ اَذَانِ الْمَغْرِبِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ ؛ بَابٌ فِيْهِ فَصْلَانِ ؛ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ

جو بارہ سال اذان دے اس کے لیے جنت واجب ہوگی[1] اور ہر دن اس کی اذان کے عوض ساٹھ نیکیاں اور تکبیر کے عوض تیس نیکیاں لکھی جائیں گی[2] (ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ہم کو مغرب کی اذان کے وقت دعا کا حکم دیا جاتا تھا[3] (بیہقی دعوات کبیر) باب اس میں دو فصلیں ہیں[4] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا

کیا ثواب ہوگا۔ [3] یعنی میں بھی اللہ کی توحید اور اپنی رسالت پر گواہی دیتا ہوں، خیال رہے کہ ہم توحید و رسالت کی گواہی سنکر دیتے ہیں اور حضور دیکھ کر کیونکہ حضور نے رب کی ذات و صفات اور سارے عالم غیب کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے، نیز حضور کی نبوت کا علم ہمارے لیے علم حضوری کیونکہ رسالت آپکا اپنا وصف ہے نیز حضور کا کلمہ یہ بھی تھا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ اور یہ بھی کہ اَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ میں اللہ کا رسول ہوں کبھی اسطرح کلمہ پڑھتے تھے کبھی اسطرح اگر ہم کہدیں کہ میں رسول اللہ ہوں تو کافر ہوجائیں، ایک کلمہ حضور کیلیے کلمہ ایمان ہے اور ہمارے لیے کفر التحیات میں بھی ہم پڑھتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ حضور کبھی ایسے بھی پڑھتے تھے اور کبھی اَلسَّلَامُ عَلَيَّ (از مرقاۃ)

[1] پہلے سات سال اذان دینے پر آگ سے نجات کا وعدہ فرمایا گیا تھا یہاں بارہ سال پر جنت کا وعدہ ہے کیونکہ جیسا اخلاص ہو گا ویسا ہی اجر، حضرت بلال کو ایک اذان پر وہ ثواب ملیگا جو دنیا بھر کے مؤذنوں کو عمر بھر کی اذانوں پر نہ ملے اور ہوسکتا ہے کہ پہلے بارہ سال کی اذان پر وعدہ جنت فرمایا گیا ہو پھر رحمت کو وسیع فرماتے ہوئے سات سال کی اذان پر وعدہ ہوگیا، اس صورت میں یہ حدیث پہلی سے منسوخ ہے [2] یعنی تکبیر کا ثواب اذان سے آدھا ہے کیونکہ تکبیر صرف مسجد والوں کے لیے ہے اور اذان سارے لوگوں کے لیے نیز تکبیر میں آسانی ہے اذان میں مشقت اور ثواب بقدر مشقت ملتا ہے مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ ثواب بارہ سال کے ٹوٹی کیلئے خاص نہیں بلکہ جو بھی اخلاص سے اذان کہے انشاءاللہ یہ ثواب پائیگا بلکہ اذان واقامت کا جواب دینے والا بھی انشاءاللہ اس اجر کا مستحق ہوگا۔ جیساکہ گذشتہ احادیث سے معلوم ہوا [3] غالبًا اس سے وہی دعا مراد ہے جو حضرت ام سلمہ کی روایت میں گزر چکی، خیال رہے کہ بعض لوگ اذان کی دعا میں ہاتھ اٹھانے کو منع کرتے ہیں مگر یہ درست نہیں جب تک کہ ممانعت قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو کسی کو منع کرنے کا کیا حق ہے ہر دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے ثابت ہے جیساکہ دعاؤں کے باب میں انشاءاللہ آئیگا سوا نماز کی دعاؤں کے کہ وہاں نماز میں مشغولیت کی وجہ سے ہاتھ نہیں اٹھا سکتے، ملا علی قاری نے مرقاۃ میں کھانے کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانے کو منع فرمایا مگر اسکی وجہ یہ بتائی کہ شاید بعض لوگ ابھی کھانا کھا رہے ہوں تو انہیں شرمندگی ہوگی کہ سب کھا چکے ہم ابھی تک کھا رہے ہیں یہ بھی انکی رائے ہے اور انکی وجہ ہے نہ کہ ممانعت شرعیہ۔ [4] چونکہ اس باب میں اذان کے متعلق مختلف مضامین کی احادیث آئیں گی

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ بِلَالًا یُنَادِیْ بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی
یُنَادِیَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ قَالَ وَکَانَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ رَجُلًا اَعْمٰی لَا یُنَادِیْ حَتّٰی یُقَالَ لَہٗ اَصْبَحْتَ
اَصْبَحْتَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ؛ وَعَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَمْنَعَنَّکُمْ مِّنْ سُحُوْرِکُمْ اَذَانُ بِلَالٍ وَّلَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِیْلُ وَلٰکِنَّ
الْفَجْرُ الْمُسْتَطِیْرُ فِی الْاُفُقِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَلَفْظُہٗ لِلتِّرْمِذِیِّ ؛ وَعَنْ مَالِکِ بْنِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بلال رات میں اذان دیتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو[1] حتی کہ ابن ام مکتوم اذان دیں فرماتے ہیں
کہ ابن ام مکتوم نابینا شخص تھے اذان نہ کہتے حتی کہ ان سے کہا جاتا صبح ہوگئی صبح ہوگئی[2] (مسلم بخاری) روایت ہے
سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہیں سحری سے نہ بلال کی اذان روکے اور
نہ لمبی فجر لیکن کنارہ آسمان میں پھیلنے والی فجر[3] (مسلم) اس کے لفظ ترمذی کے ہیں روایت ہے حضرت مالک بن

اس لئے مصنف نے اس باب کا ترجمہ مقرر نہ کیا۔ [1] غالبًا ہمیشہ صبح کی دو اذانیں ہوا کرتی تھیں ایک تہجد اور سحری کیلئے دوسری نماز فجر کے لیے پہلی اذان سیدنا بلال دیتے تھے اور دوسری اذان سیدنا ابن ام مکتوم، ابھی مدینہ منورہ میں تہجد کی اذان ہوتی ہے چونکہ ان دونوں اذانوں کی آوازوں اور طریقہ ادا میں فرق ہوتا تھا اس لیے لوگوں کو اشتباہ نہ ہوتا تھا [2] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اذان صرف نماز کے لئے خاص نہیں اور مقاصد کے لیے بھی ہو سکتی ہے، دیکھو سیدنا بلال کی یہ اذان سحری کو جگانے کیلئے ہوتی تھی دوسرے یہ کہ فجر یا دیگر اذانیں اگر وقت سے پہلے ہو جائیں تو وقت میں کہنی پڑیں گی دیکھو سیدنا بلال کی اذان پر اکتفا نہ کی گئی، امام اعظم کا یہی مذہب ہے، امام شافعی کے ہاں اذان فجر کے وقت سے پہلے بھی جائز ہے اسی حدیث کی بنا پر مگر یہ دلیل کمزور ہے ورنہ دوبارہ اذان کی کیا ضرورت تھی تیسرے یہ کہ نابینا کو اذان کے لیے مقرر کر سکتے ہیں جبکہ اسے وقت بتانے والا کوئی ہو، چوتھے یہ کہ ایک مسجد میں دو یا زیادہ مؤذن ہو سکتے ہیں، پانچویں یہ کہ سحری کو جگانے کے لیے اذان دینا جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے مگر یہ جب ہوگا جب لوگ اس اذان سے غلطی میں نہ پڑ جائیں ورنہ ہرگز نہ دی جائے ہمارے ملک میں اذان صبح صادق کی علامت ہے، اگر یہاں سحری کی اذان دی گئی تو کوئی فجر کے شبہ میں سحری نہ کھا سکے گا، یا کوئی دوسری اذان کو پہلی سمجھ کر دن میں کھا کر روزہ خراب کریگا، اس لیے اب ہرگز اس پر عمل نہ کیا جائے بہت سی چیزیں عہد صحابہ میں درست تھیں، اب ممنوع ہیں دیکھو اس زمانہ میں جوتا پہن کر مسجد میں آنا اور مع جوتے نماز پڑھنا مروج تھا، اب ممنوع ہے، پختہ مکان بنانے منع تھے، اب جائز ہے کھیتی باڑی سے لوگوں کو روکا گیا تھا اب ضروری ہے، زکوۃ کے مصرف آٹھ تھے اب سات ہیں، حالات بدل جانے سے ہنگامی احکام بدل جاتے ہیں [3] صبح دو ہوتی ہیں صادق اور کاذب، صبح کاذب مشرق و مغرب میں بھیڑیے کی دم کی طرح لمبی سفیدی ہے جو ظاہر ہو کر غائب ہو جاتی ہے اس کے کچھ دیر بعد جنوبًا شمالًا سفیدی نمودار ہوتی ہے جو بعد میں پھیل جاتی ہے اس کا نام صبح صادق ہے اسی وقت روزہ شروع ہوتا ہے سبحان اللہ حضور نے ایک لفظ مستطیل فرما کر صدہا مسئلے بیان فرما دیئے۔

الْحُوَيْرِثِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَابْنُ عَمٍّ لِّي فَقَالَ اِذَا سَافَرْتُمَا فَاَذِّنَا وَاَقِيْمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ وَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَفَلَ مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ سَارَ لَيْلَةً حَتّٰى اِذَا اَدْرَكَهُ الْكَرٰى عَرَّسَ وَقَالَ لِبِلَالٍ اِكْلَأْ لَنَا اللَّيْلَ فَصَلّٰى بِلَالٌ مَا قُدِّرَ لَهٗ وَنَامَ رَسُوْلُ اللهِ

حویرث سے [1] فرماتے ہیں کہ میں اور میرا چچیرا بھائی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے [2] آپ نے فرمایا کہ جب تم دونوں سفر کرو تو اذان و تکبیر کہو اور تم میں کا بڑا امامت کرے [3] (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ویسے ہی نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھا [4] جب حاضر ہو تو تم میں سے کوئی اذان دے اور تم میں کا بڑا امامت کرے [5] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے لوٹے [6] تو رات بھر چلتے رہے جب آپ کو نیند آنے لگی تو آخر رات میں اترے اور بلال سے فرمایا کہ رات میں ہماری حفاظت کرو [7] حضرت بلال سے جس قدر ہو سکا نماز پڑھتے رہے [8] نبی کریم

[1] آپ کا نام مالک کنیت ابوسلیمان ہے قبیلۂ بنی لیث سے ہیں ایک وفد میں حضور کے پاس حاضر ہوئے ۲۰ دن حاضری رہی بصرہ میں قیام کیا، عبدالملک کے زمانہ میں ۹۴ھ میں وہیں وفات پائی۔ [2] وداع ہونے کے لیے ۲۰ دن قیام کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ مدینہ سے چلتے وقت خدمت اقدس میں حاضر ہونا سنت صحابہ ہے۔ اب بھی حجاج مکہ معظمہ سے چلتے وقت طواف وداع کرتے ہیں اور مدینہ پاک سے رخصت ہوتے وقت سلام وداع عرض کرتے ہیں۔ [3] یعنی اذان و تکبیر کوئی بھی کہہ دے مگر امامت بڑا ہی کرے سفر کی قید اس لیے لگائی کہ سفر میں کوئی مقام مقرر نہیں ہوتا مسجدوں میں جو امام مقرر ہوگا وہی امامت کرے گا چھوٹا ہو یا بڑا جیسا کہ دیگر روایات میں ہے بڑے میں بہت تفصیل ہے علم میں بڑا قرأت قرآن میں بڑا، تقویٰ اور پرہیزگاری میں بڑا، عمر میں بڑا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان سے امامت افضل ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں بھی حتی الامکان جماعت سے نماز پڑھنی چاہیے نیز اگر دو آدمی بھی ہوں تو بھی جماعت کریں الگ الگ نہ پڑھیں بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر اذان کو فرض فرمایا مگر صحیح یہی ہے کہ اذان سنت ہے، ہاں شعار دین میں سے ہے کہ اس کے روکنے پر جہاد واجب ہے۔ [4] سبحان اللہ کیسا ایمان افروز کلمہ ہے یعنی میں اور میرے افعال قرآن کی بولتی ہوئی تفسیر ہیں رب نے صرف نماز کا حکم دیا طریقہ ادا نہ بتایا فرمایا جا رہا ہے اقیموا الصلوٰۃ کی تفسیر میں ہوں اور میرا عمل سارے قرآن کا یہی حال ہے ؎ تیری سیرت کو ہم قرآن کی تفسیر کہتے ہیں۔ [5] یعنی اذان و نماز دونوں وقت میں ہوں لہذا کوئی اذان وقت سے پہلے جائز نہیں (حنفی) اکبر کی تفسیر ابھی گذر چکی [6] مدینہ منورہ کی طرف یہ غزوہ محرم ۷ھ میں ہوا قریبًا ۱۰ دن مسلمانوں نے خیبر کا محاصرہ کیا اللہ نے شاندار فتح عطا فرمائی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ فَلَمَّا تَقَارَبَ الْفَجْرُ اسْتَنَدَ بِلَالٌ اِلٰی رَاحِلَتِهٖ
مُوَجِّهَ الْفَجْرِ فَغَلَبَتْ بِلَالًا عَيْنَاهُ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰی رَاحِلَتِهٖ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِلَالٌ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ حَتّٰى ضَرَبَتْهُمُ
الشَّمْسُ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَهُمْ اسْتِيْقَاظًا فَفَزِعَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْ بِلَالُ فَقَالَ بِلَالٌ اَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِيْ اَخَذَ
بِنَفْسِكَ قَالَ اقْتَادُوْا فَاقْتَادُوْا رَوَاحِلَهُمْ شَيْئًا ثُمَّ تَوَضَّاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سو گئے پھر جب صبح قریب ہوئی تو حضرت بلال نے مشرق کی طرف منہ کرکے
اپنی سواری سے ٹیک لگائی سواری سے ٹیک لگائے ان کی آنکھ لگ گئی ۱؎ پھر نہ حضور انور صلی اللہ علیہ
وسلم بیدار ہوئے اور نہ بلال نہ کوئی صحابی حتی کہ انہیں دھوپ لگی ۲؎ ان سب سے پہلے حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا گئے اور فرمایا اے بلال ۳؎ تب حضرت بلال
بولے کہ میرے نفس کو وہ ہی لے گیا جو آپ کے نفس مبارک کو لے گیا ۴؎ فرمایا ہانکو صحابہ
نے اپنی سواریاں کچھ ہانکیں ۵؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔

خیبر مدینہ پاک سے ۳ منزل ہے ۴؎ اس رات کا نام لیلۃ التعریس ہے اور اس واقعہ کا نام واقعہ تعریس ہے۔ تعریس کے معنی ہیں آخر رات میں آرام کیلئے
اترنا اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کو اپنے خدام سے خدمت لینا جائز ہے نیز بندوں سے اپنی حفاظت کرانا توکل کے خلاف نہیں ۵؎ یعنی جتنے نوافل آج رات
ان کے مقدر میں لکھے تھے اور جن پر وہ قادر تھے پڑھے۔ ۱؎ یعنی انکی نیت سونے کی نہ تھی بلکہ بیٹھ کر طلوع فجر دیکھنے کا ارادہ تھا اسی لیے آپ لیٹے نہیں
بلکہ بیٹھے رہے اور منہ بھی مشرق کی طرف رکھا مگر ہونی والی بات کہ بے اختیار سو گئے لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ نے سرکاری فرمان کی مخالفت کی۔
۲؎ یعنی دھوپ کی گرمی سے بیدار ہوئے، خیال رہے کہ حضور کی آنکھ سوتی تھی دل بیدار رہتا تھا مگر سویا اندھیرا اجالا دیکھنا آنکھ کا کام ہے
نہ دل کا لہذا یہ واقعہ اس حدیث کے خلاف نہیں، خیال رہے کہ حضور کی نیند غفلت پیدا نہیں کرتی اسی لیے نیند سے حضور کا وضو نہیں ٹوٹتا
اور نماز کی قضا غفلت سے نہ ہوئی بلکہ رب نے اپنے پیارے کو اپنی طرف متوجہ کرلیا اور ادھر سے توجہ ہٹالی تاکہ امت کو قضا پڑھنے کے احکام معلوم ہوجائیں لہذا حدیث
پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا ۳؎ تم نے یہ کیا کیا ہمیں نماز کے وقت جگایا کیوں نہیں اس سے معلوم ہوا کہ نماز قضا ہونے پر گھبرا جانا بھی سنت ہے اور باعث ثواب
ہے ۴؎ یعنی جس حکمت والے رب نے آپ کو اس وقت جاگنے نہ دیا اسی نے مجھے سلادیا، اس کلام میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ
لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا سبحان اللہ کیا مبارک جواب ہے یعنی ہمارا سونا جاگنا شیطانی یا نفسانی نہیں ہے بلکہ رحمانی ہے جس میں حکمت الٰہی و اسلامی ہے ۵؎ یعنی اس جنگل سے چلو ہانکے آگے
بڑھ گئے کیونکہ ابھی سورج طلوع ہورہا تھا نماز جائز نہ تھی کچھ دور جانے میں اتنی دیر میں سورج بلند ہوجائیگا اور وقت کراہت نکل جائیگا عرب میں ٹھنڈے وقت سفر کرتے ہیں خیال ہے کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى بِهِمُ الصُّبْحَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ مَنْ نَسِيَ الصَّلٰوةَ فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ قَدْ خَرَجْتُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَاْتُوْهَا تَسْعَوْنَ وَاْتُوْهَا تَمْشُوْنَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا كَانَ يَعْمِدُ اِلَى الصَّلٰوةِ فَهُوَ فِيْ صَلٰوةٍ وَهٰذَا

اور حضرت بلال کو حکم دیا انہوں نے نماز کی تکبیر کہی پھر ان سب کو فجر پڑھائی جب نماز پوری کر چکے تو فرمایا کہ جو نماز بھول جائے تو یاد آنے پر پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری یاد پر نماز قائم کرو ؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو نہ کھڑے ہو حتی کہ مجھے نکلتے دیکھ لو ؎ (مسلم بخاری)، روایت ہے ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو دوڑتے نہ آؤ بلکہ چلتے ہوئے اطمینان کیساتھ آؤ ؎ جو پالو وہ پڑھ لو جو رہ جائے پوری کر لو ؎ (مسلم بخاری) مسلم کی روایت میں ہے کیونکہ جب کوئی نماز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے ؎ یہ

آفتاب چمکنے کے بیس منٹ بعد نماز جائز ہوتی ہے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ سورج نکلتے وقت نہ فرض نماز جائز نہ نفل الکا شافعی ہاں اس وقت فجر کی قضاء جائز ہے۔ ؎ یعنی بے اختیاری حالت میں نماز قضاء ہو جانے پر گناہ نہیں، خیال ہے کہ یہاں نماز کی اذان بھی کہی گئی اور تکبیر بھی سنتیں بھی پڑھی گئیں اور جماعت نماز بھی لہذا اس حدیث سے بہت سے فقہی مسائل حل ہوئے۔ ؎ یعنی تکبیر کے وقت صف میں پہلے سے نہ کھڑے ہو جاؤ بلکہ جب مجھے حجرہ شریفہ سے نکلتے دیکھو تب کھڑے ہو تاکہ نماز کے قیام کے ساتھ حضور کے لیے قیام تعظیمی بھی ہو جائے حضور حی علی الفلاح پر حجرے سے باہر جلوہ گر ہوتے تھے اب بھی سنت یہی ہے کہ مقتدی صف میں بیٹھ کر تکبیر سنے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ پر کھڑے ہوں اس سے معلوم ہوا کہ امام کی غیر موجودگی میں تکبیر جائز ہے جبکہ علامات سے معلوم ہو جائے کہ امام تشریف لانے والے ہیں اسکی بحث قریب میں پہلے گزر چکی ؎ یعنی جماعت کیلئے گھبرا کر دوڑتے نہ آؤ کہ اس میں گر جانے چوٹ کھانیکا اندیشہ ہے خیال رہے کہ رب نے جو فرمایا فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وہاں سعی سے مراد دوڑنا نہیں بلکہ نماز جمعہ کی تیاری کرنا ہے لہذا آیت و حدیث میں مخالفت نہیں۔ ؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت میں شامل ہونے کیلئے سکون سے آنا مستحب ہے دوڑنا تحیۃ کے خلاف ہے حرام نہیں لہذا فاروق اعظم کا ایک صف دوڑ کر رکوع میں شامل ہونا ناجائز نہ تھا دوسرے یہ کہ آخری جزو مل جانے سے جماعت مل جاتی ہے لہذا جو نماز جمعہ کی التحیات

الباب خال عن الفصل الثانی ۞ الفصل الثالث ۞ عن زید بن اسلم قال عرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ بطریق مکۃ ووکل بلالا ان یوقظھم للصلوۃ فرقد بلال ورقدوا حتی استیقظوا وقد طلعت علیھم الشمس فاستیقظ القوم فقد فزعوا فامرھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یرکبوا حتی یخرجوا من ذلک الوادی وقال ان ھذا واد بہ شیطن فرکبوا حتی خرجوا من ذلک الوادی ثم امرھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ینزلوا وان یتوضؤا وامر بلالا ان ینادی للصلوۃ او یقیم فصلی رسول اللہ صلی اللہ

باب دوسری فصل سے خالی ہے۔ تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے [1] فرماتے ہیں کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے کے رستے میں [2] نزول فرمایا اور حضرت بلال کو اس لیئے مقرر کیا کہ انہیں نماز کے لیئے جگا دیں تب حضرت بلال اور سب حضرات سو گئے [3] اور جب جاگے جبکہ ان پر سورج چمک رہا تھا قوم [4] گھبرائی ہوئی جاگی انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سوار ہو جائیں حتی کہ دور اس جنگل سے نکل جائیں اور فرمایا کہ اس جنگل میں شیطان ہے [5] لوگ سوار ہوئے حتی کہ اس جنگل سے نکل گئے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ اتریں اور وضو کریں اور حضرت بلال کو حکم دیا کہ نماز کی تکبیر یا اذان کہیں [6] پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں

میں مل جائے وہ جمعہ پڑھے تیسرے یہ کہ جس رکعت میں مقتدی ملے وہ تعداد کے لحاظ سے رکعت اول ہے اور قرأت کے لحاظ سے رکعت آخری۔ [5] یعنی جب کوئی نماز کے ارادے سے گھر سے چلا اسے نماز کا ثواب مل رہا ہے پھر جلدی کیوں کرتا ہے کیوں گرتا اور چوٹ کھاتا ہے اطمینان سے آئے جو پائے اسکو ادا کرے خیال رہے کہ اگر تکبیر اولیٰ یا رکوع پانے کیلئے قدرے تیزی سے آئے مگر اتنی کہ چوٹ لگنے گرنے کا اندیشہ ہو تو مضائقہ نہیں جیسا کہ فاروق اعظم کا عمل پہلے بیان ہوا۔

[1] آپ حضرت عمر فاروق کے آزاد کردہ غلام ہیں تابعی ہیں بڑے علم و تقویٰ والے ہیں۔ [2] مرقاۃ نے فرمایا کہ تعریس کا یہ دوسرا واقعہ ہے کیونکہ پہلا واقعہ خیبر اور مدینہ منورہ کے درمیان پیش آیا تھا اور یہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے درمیان ہوا، شیخ نے فرمایا کہ غالبًا واقعہ تو وہی ہے مگر یہاں راوی کو دھوکا ہوا کہ مکہ معظمہ کے راستے میں سمجھا۔ [3] اگر یہ خیبر والا واقعہ ہے تو حضرت بلال اونٹ کی پیٹھ سے ٹیک لگائے سو گئے اور صحابہ کرام باقاعدہ لیٹ کر آرام سے سوئے اور اگر دوسرا واقعہ ہے تو حضرت بلال بھی لیٹ کر سوئے مگر سونے کا ارادہ نہ تھا کمر سیدھی کرنے لیٹے کہ آنکھ لگ گئی۔ [4] اسی طرح جیسے پہلے ہو چکی یعنی اس جنگل میں ابھی سورج طلوع ہو رہا ہے اور شیطان کے سینگوں کے درمیان ہے اس وقت نماز مکروہ ہے کچھ آگے چلو سفر بھی طے ہو جائیگا اور سورج بھی بلند ہو جائیگا یہ مطلب نہیں کہ یہاں اس جنگل میں چونکہ شیطان ہے جس نے ہمیں سلا دیا لہٰذا یہاں نماز نہ پڑھو کیونکہ شیطان ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے نیز شیطان کی وجہ سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ رَأَى مِنْ فَزَعِهِمْ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ أَرْوَاحَنَا وَلَوْ شَاءَ لَرَدَّهَا إِلَيْنَا فِي حِينٍ غَيْرِ هٰذَا فَإِذَا رَقَدَ أَحَدُكُمْ عَنِ الصَّلٰوةِ أَوْ نَسِيَهَا ثُمَّ فَزِعَ إِلَيْهَا فَلْيُصَلِّهَا كَمَا كَانَ يُصَلِّيهَا فِي وَقْتِهَا ثُمَّ الْتَفَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي بَكْرِ الصِّدِّيقِ فَقَالَ إِنَّ الشَّيْطٰنَ أَتَى بِلَالًا وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فَأَضْجَعَهُ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يُهَدِّئُهُ كَمَا يُهَدَّأُ الصَّبِيُّ حَتّٰى نَامَ ثُمَّ دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا فَأَخْبَرَ بِلَالٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کو نماز پڑھائی۹؎ پھر فارغ ہوئے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو فرمایا اے لوگو! اللہ نے ہماری روحیں قبض فرمائی تھیں اگر چاہتا اس کے علاوہ اور وقت انہیں واپس کرتا۱۰؎ جب تم میں سے کوئی نماز سے سو جائے یا اسے بھول جائے پھر گھبرا کر اس کی طرف آئے تو اسے ویسے ہی پڑھے جیسے اس کے وقت میں پڑھتا تھا۱۱؎ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کی طرف توجہ فرمائی فرمایا کہ شیطان بلال کے پاس آیا جب وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے انہیں لٹا دیا پھر انہیں تھپکتا رہا جیسے بچہ تھپکورا جاتا ہے حتی کہ وہ سو گئے پھر نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو بلایا تو حضرت بلال نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی

نماز پڑھنا قبرستان قیاس نہیں بت خانوں، شراب خانوں میں نماز اس لیے مکروہ ہے کہ وہ ہر جگہ گناہوں یا شرک و کفر کی ہے استنجا خانہ اور حمام میں نماز مکروہ کہ وہ جگہ نجاست کی ہے کہ اس لیے کہ وہاں شیطان ہے۔ ۸؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں اَوْ بمعنی واؤ ہے یعنی اذان اور تکبیر کہیں اور اگر شک کیلئے ہے تو یہ شک راوی کو ہے یعنی مجھے خیال نہیں کہ میرے شیخ نے اذان کا ذکر کیا یا تکبیر کا۔ ۹؎ معلوم ہوا کہ اگر پوری قوم کی نماز رہ جائے تو قضا با جماعت کی جائے گی اور اس کے لیے اذان و اقامت بھی ہوگی۔ ۱۰؎ یعنی اگر چاہتا ہو تو ہمیں قیامت ہی کے دن اٹھاتا یہ تو اس کی مہربانی ہے کہ آج ہی جگا دیا، نیند موت کی چھوٹی بہن ہے لہذا اس قضا پر گھبراؤ مت، اس میں رب تعالٰی کی حکمتیں ہیں۔ ۱۱؎ اکثر حنفیوں کا یہ قول ہے کہ جہری نماز کی قضا بھی جہر سے کی جائے گی اور خفی نمازوں کی قضا بھی آہستہ قرأت سے۔ انکی دلیل یہ حدیث ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر کی نماز اگر گھر میں قضا کرے تو قصر ہی کرے گا اور اگر گھر کی نماز سفر میں قضا کرے تو پوری نیز اگر فجر کی نماز زوال سے پہلے قضا پڑھے تو سنتیں بھی قضا کرے گا۔ ۱۲؎ سرور جہاں صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کی صفائی بیان فرما رہے ہیں کہ انہوں نے جان کے حکم کی مخالفت نہ کی، جو کچھ ہوا شیطان کی حرکت سے ہوا، بلال بے قصور ہیں اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صبح کے وقت شیطان لوگوں کو ایسے تھپکورتا ہے جیسے ماں بچے کو سلاتے وقت اس وقت لاحول پڑھ کر اٹھ جانا چاہیئے دوسرے یہ کہ شیطان کبھی مقبول بندوں پر بھی وسوسہ یا نیند ڈال دیتا ہے مگر انہیں گمراہ نہیں کر سکتا۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سوتے میں بھی لوگوں کے ہر حال سے خبردار رہتے ہیں اور شیطان کی حرکتوں کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ دیکھو رب تعالٰی نے یہاں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ الَّذِيْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ مُعَلَّقَتَانِ فِيْ اَعْنَاقِ الْمُؤَذِّنِيْنَ لِلْمُسْلِمِيْنَ صِيَامُهُمْ وَصَلَاتُهُمْ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۞ **بَابُ الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلٰوةِ** ۞ **اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ** ۞ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ

طرح خبر دی جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو خبر دی تھی[1] ابوبکر صدیق بولے میں گواہی دیتا ہوں آپ سچے رسول ہیں[2] (صلی اللہ علیہ وسلم) (مالک) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موذنوں کی گردنوں میں مسلمانوں کی دو چیزیں لٹکی ہوئی ہیں ان کے روزے اور نمازیں[3] (ابن ماجہ) باب مسجدوں اور نماز کے مقامات کا بیان[4] پہلی فصل۔ روایت ہے ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب کعبے شریف

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آفتاب کے طلوع سے بے خبر کردیا مگر جو واقعہ بلال کو پیش آیا وہ ملاحظہ فرماتے رہے جس محبوب کی نیند میں ایسی خبرداری ہے اس کی بیداری کا کیا حال ہوگا رب فرماتا ہے عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ ان پر تمہاری تکلیف گراں ہے، معلوم ہوا کہ وہ امت کا رکھوالا اپنے ہر امتی کے ہر حال سے خبردار ہے۔ خیال رہے کہ یہاں بلال کی نیند کا سبب شیطان تھا مگر نیند کا خالق رب، اس لئے ابھی کچھ پہلے اسی حدیث میں اس نیند کو رب کی طرف منسوب فرمایا گیا اور یہاں شیطان کی طرف فقیر کی اس تقریر سے بہت سی آیات اور احادیث سے شبہات اٹھ جائیں گے۔

[1] کہ میں نماز پڑھ رہا تھا شیطان نے مجھے تھپک کر میں سوگیا، اس سے معلوم ہوا کہ اکثر صحابہ کرام شیطان کی حرکات محسوس کرتے تھے بلکہ کبھی شیطان کو حرکتیں کرتے دیکھتے بھی تھے اور پکڑ بھی لیتے تھے اور وہ ان کے ہاتھوں چھوٹ نہ سکتا تھا معافی مانگ کر بھاگتا تھا جیسا کہ اسی مشکوٰۃ شریف میں آگے آئیگا۔ [2] یعنی آج میں نے آپ کی رسالت آنکھوں دیکھ لی، دیکھ کر گواہی دے رہا ہوں، معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب آپ کی نبوت اور رسالت کی دلیل ہے جو کوئی علم کا انکار کرتا ہے در پردہ نبوت کا انکاری ہے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔

[3] کہ موذن مسلمانوں کے نماز روزے سحروں کے ذمہ دار ہیں۔ کہ اذان سے ہی سحری اور افطار ہے اور اذان سے ہی نمازوں کی ادا، اگر اذانیں صحیح وقت پر دیں گے، لوگوں کے روزے نماز درست ہوں گے اور سب کا ثواب ان کو ملے گا اور اگر غلط وقت پر دیں گے تو سب کے روزے نماز برباد ہوں گے اور وبال ان حضرات پر۔ مرقات نے یہاں ایک حدیث نقل فرمائی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت میں پہلے انبیاء جائیں گے پھر بیت اللہ کے موذن یعنی بلال پھر بیت المقدس کے موذن پھر سارے موذن۔ [4] مسجد کے لغوی معنی ہیں سجدہ گاہ، مگر شریعت میں وہ جگہ مسجد ہے جو نماز کے لیے وقف ہو، وہ حدیث شریف میں ہے کہ ساری زمین میرے لیے مسجد ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر جگہ نماز جائز ہے۔ پچھلے دینوں میں سوا،

دَعَا فِیْ نَوَاحِیْهِ كُلِّهَا وَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَ مِنْهُ فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ قِبَلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْهُ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ ابْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ وَبِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ وَمَكَثَ فِيْهَا فَسَأَلْتُ بِلَالًا حِيْنَ خَرَجَ مَاذَا صَنَعَ رَسُوْلُ

میں داخل ہوئے[11] تو اس کے گوشوں میں دعا مانگی اور نماز نہ پڑھی[12] حتی کہ وہاں سے تشریف لے آئے جب نکلے تو دو رکعتیں کعبے کے سامنے پڑھیں[13] اور فرمایا یہ ہے قبلہ[14] (بخاری) اور مسلم نے انہیں سے روایت اسامہ ابن زید نے روایت کی روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے (رضی اللہ عنہما) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسامہ ابن زید اور عثمان ابن طلحہ حجبی[15] اور بلال ابن رباح کعبہ میں داخل ہوئے اور آپ پر کعبہ بند کرلیا[16] اس میں کچھ ٹھہرے جب تشریف لائے تو میں نے بلال سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و

عبادت نوافل کے اور کہیں نماز نہ ہوتی تھی، نماز کے مقامات سے علاوہ وہ جگہ ہیں جہاں نماز مکروہ یا غیر مکروہ ہے خیال رہے کہ گھر میں نمازی ہوئی مسجد افضل ہے مگر وقف نہیں۔ [11] یعنی فتح مکہ کے دن اولًا کعبہ شریف بت نکالے گئے، پھر اسے آب زمزم سے دھویا گیا، پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لے گئے۔ خیال رہے کہ کعبہ معظمہ اور مسجد حرام شریف تمام مسجدوں بلکہ عرش الٰہی سے بڑھ کر ہے (مرقاۃ)۔ [12] صحیح یہ ہے کہ حضور انور علیہ السلام نے اس دن وہاں نماز پڑھی ہے۔ حضرت ابن عباس کو اس کی خبر نہیں ہوئی کیونکہ اس وقت آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نہ تھے۔ آگے حضرت بلال کی روایت آرہی ہے کہ آپ نے وہاں نماز پڑھی اور وہ اس وقت تک حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ تھے ان کی خبر دیکھی ہے اور ان کی سنی ہوئی نیز اس روایت میں نماز کی نفی ہے اور وہاں ثبوت اور تعارض کے وقت ترجیح ثبوت کو ہوتی ہے [13] کیونکہ کعبہ کو منہ کرکے نہ ادھر پیٹھ کرکے اور نہ کروٹ لے کر [14] یعنی تاقیامت کعبہ تمام مسلمانوں کا قبلہ ہوچکا کبھی منسوخ نہ ہوگا، اس میں لطیف اشارہ اس طرف بھی ہو رہا ہے کہ کعبہ کا ہر حصہ قبلہ ہے سارا کعبہ نمازی کے سامنے ہونا ضروری نہیں۔ کعبہ کے اندر نمازی بعض حصے کی طرف پیٹھ کرتا ہے اور بعض کی طرف منہ، مگر نماز ہوجاتی ہے خیال رہے کہ کعبہ وہاں کی فضا کا نام ہے جو زمین سے آسمان تک ہے نہ کہ دیواروں کا نام، دیکھو پہاڑ پر یا تہ خانہ کے اندر نماز پڑھنے کی صورت میں کعبہ کی دیوار نمازی کے سامنے نہ ہوگی مگر نماز درست ہوگی لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں [15] آپ عبدری قرشی حجبی ہیں قبیلہ بنی شیبہ سے ہیں کعبہ شریف کے کلید بردار ہیں فتح مکہ کے دن حضور انور نے انہیں کعبہ کی چابی دے کر فرمایا خُذُوْهَا خَالِدَةً تَالِدَةً [16] یعنی یہ چابی لو اب یہ ہمیشہ تمہارے پاس ہی رہے گی چنانچہ اب تک کعبہ کی چابی انہیں کی اولاد میں ہے اور ان شاء اللہ تاقیامت رہے گی کہ نہ کبھی ان کی نسل ختم ہوگی اور نہ کوئی ظالم بادشاہ ان سے چھین سکے گا یزید اور حجاج جیسے ظالموں نے بھی اس چابی کو ہاتھ نہ لگایا

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جَعَلَ عَمُوْدًا عَنْ یَسَارِہٖ وَعَمُوْدَیْنِ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَ
ثَلٰثَۃَ اَعْمِدَۃٍ وَرَآءَہٗ وَکَانَ الْبَیْتُ یَوْمَئِذٍ عَلٰی سِتَّۃِ اَعْمِدَۃٍ ثُمَّ صَلّٰی مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ
وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃٌ فِیْ مَسْجِدِیْ

سلم نے کیا کیا تو فرمایا ایک ستون اپنے بائیں اور دو ستون اپنے دائیں اور تین ستون اپنے پیچھے
رکھے کعبہ اس دن چھ ستونوں پر تھا۔ پھر نماز پڑھی لہ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اس مسجد میں ایک نماز

سنہ ۴۲ھ میں وفات پائی لہ حضرت بلال نے یا عثمان نے اندر سے کنڈی لگالی تاکہ لوگوں کا ہجوم نہ ہو جائے، اس لئے نہیں کہ بغیر کعبہ بند کئے اس میں نماز جائز نہ تھی جیساکہ شوافع نے کہا۔

لہ یعنی دروازہ کعبہ سے داخل ہوکر سامنے والی دیوار کے قریب پہنچے حتی کہ تین ستون پیٹھ کے پیچھے رہ گئے اور وہ دیوار قریب ہوگئی پھر نماز پڑھی۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے۔ سیدنا بلال نے آنکھوں دیکھا واقعہ بتا رہے ہیں۔ یہ واقعہ فتح مکہ کے دن ہی کا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کعبہ میں ہر نماز جائز ہے فرض ہو یا نفل یہی حنفیوں کا مذہب ہے۔ امام مالک کے ہاں کعبہ میں نفل جائز ہیں فرض نہیں امام شافعی کے ہاں اگر دروازہ کعبہ کھلا ہو تو دروازہ کی طرف منہ کرکے نماز جائز نہیں مگر امام اعظم کا قول بہت قوی ہے اور یہ حدیث اسکی پوری تائید کرتی ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی اور کسی نماز و جگہ کی قید نہ لگائی کہ کعبہ میں فلاں نماز یا فلاں حصہ میں نماز جائز نہیں۔

لطیفہ: مرقاۃ نے فرمایا عثمان ابن طلحہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ و ہجرت سے پہلے میں پیر اور جمعرات کو کعبہ کھولا کرتا تھا۔ ایک روز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے لیے آج کعبہ کھول دو میں نے آپ کی بڑی بے ادبی کی مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت بردباری فرمائی اور فرمایا کہ اے عثمان عنقریب وہ وقت آرہا ہے کہ تم یہ چابی میرے ہاتھ میں دیکھو گے جسے چاہوں دوں، میں بولا کہ اگر ایسا ہوا تو قریش ہلاک ہو جائیں گے اور کعبہ ذلیل ہو جائے گا، فرمایا نہیں رب کعبہ کی قسم کعبہ کو اسی دن عزت ملے گی مگر مجھے یقین ہوگیا کہ ایسا ہو کر رہے گا کیونکہ اس زبان کی بات خالی نہیں جاتی حتی کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قضاء کے لیے بیت اللہ شریف ذیقعدہ ۷ھ میں تشریف لائے اور میں نے آپکی سچ دھج دیکھی تو میرے قلب کا حال بدل گیا دل میں ایمان آگیا، موقعہ ڈھونڈا مگر خدمت میں حاضر نہ ہو سکا حتی کہ آپ مدینہ واپس ہو گئے مگر میرا یہ حال تھا۔ وہ دکھا کے شکل جو چل دیئے تو دل انکے ساتھ رواں ہوا ٭ نہ وہ دل ہے اور نہ وہ دلربا ہی زندگی سو وہ بار ہے، ایک روز دل بہت بے چین ہوا تو اندھیرے منہ مکہ سے بھاگا، رستہ میں خالد ابن ولید اور عمرو ابن عاص سے ملاقات ہوئی انکا حال بھی میرا ہی سا تھا۔ چنانچہ ہم تینوں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور دست اقدس پر بیعت کرکے مسلمان ہو گئے، پھر فتح مکہ کے دن جو کہ رمضان ۸ھ میں ہوا ہم تینوں حضور انور کے ساتھ ہی مکہ آئے تب مجھ سے حضور علیہ السلام نے چابی منگائی حضرت عباس نے چاہا کہ چابی مجھے دے دی جائے، میں ڈر کی وجہ سے چابی مانگ نہ سکا مجھے وہ واقعہ یاد تھا اور میں سمجھتا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ

هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى وَمَسْجِدِيْ هٰذَا مُتَّفَقٌ

دوسری مسجدوں میں ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین مسجدوں کے سوا کسی طرف کجاوے نہ باندھیں جائیں۔ ایک مسجد حرام۔ ایک مسجد اقصیٰ اور ایک میری یہ مسجد[2] (مسلم بخاری)

وسلم کے چچا کے مقابلے میں مجھ غریب کی کیا حیثیت ہے مگر کرم خسروانہ کے قربان فرمایا اے عباس اگر تم اللہ اور رسول پر ایمان لائے ہو تو چابی مجھے دو چابی لے کر فرمایا عثمان کہاں ہیں، میں بولا حضور حاضر، فرمایا لو یہ چابی ہمیشہ تم ہی میں رہے گی اس بنا پر یہ آیت آئی اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا۔ پھر زندگی بھر یہ چابی عثمان کے پاس رہی وفات کے وقت انہوں نے اپنے بھائی شیبہ ابن عثمان کو عطا کی۔

[1] یعنی مسجد نبوی کی ایک نماز سوائے کعبۃ اللہ کے باقی تمام جہان کی مسجدوں کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد صرف وہی نہیں ہے، جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں تھی، بلکہ بعد میں جو اس میں زیادتیاں کی گئیں وہ سب حضور علیہ السلام کی مسجد ہی کہلائیں گی اور اس کے ہر حصّہ میں نماز پنجگانہ کا یہی درجہ ہوگا، اگرچہ اس حصّہ میں جو زمانہ نبوی میں مسجد تھا۔ خصوصًا جنّت کی کیاری میں نماز افضل ہے نیز جس قدر روضۂ اطہر سے قریب زیادہ ہوگا اسی قدر ثواب زیادہ کیونکہ حضور علیہ السلام کے قرب ہی کی تو ساری بہار ہے خیال رہے کہ مسجد نبوی کی نماز ثواب میں بیت اللہ شریف کی نماز سے اگرچہ کم ہو مگر درجہ اور تقرب میں وہاں کی نماز سے بھی زیادہ ہے کیونکہ وہاں کعبہ سے قرب ہے اور یہاں ان سے قرب ہے جنہوں نے کعبہ کو قبلہ بنا دیا۔ اسی لئے فتح مکّہ کے بعد بھی مہاجرین و انصار مدینہ ہی میں رہے اور یہیں کی نمازوں کو دل و جان سے قبول کیا، مرقاۃ نے فرمایا کہ صرف نماز کے لیے زیادتی نہیں ہے بلکہ مدینہ کی ہر عبادت کا یہی حال ہے قاضی عیاض ملا علی قاری شامی وغیرہم فرماتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کا اندرونی حصّہ جو جسم اطہر سے مَس ہے وہ کعبہ معظمہ و عرش اعظم سے بھی افضل ہے [2] یعنی سوا ان مسجدوں کے کسی اور مسجد کی طرف اس لیے سفر کر کے جانا کہ وہاں نماز کا ثواب زیادہ ہے ممنوع ہے جیسے بعض لوگ جمعہ پڑھنے بدایوں سے دہلی جاتے تھے کہ وہاں کی جامع مسجد میں ثواب زیادہ ہے یہ غلط ہے ہر جگہ کی مسجدیں ثواب میں برابر ہیں۔ اس توجیہ پر حدیث بالکل واضح ہے۔ وہابی حضرات نے اس کے معنی یہ سمجھے کہ سوا ان تین مسجدوں کے کسی اور مسجد کی طرف سفر ہی حرام ہے۔ لہذا عرس زیارت قبور وغیرہ کے لئے سفر حرام اگر یہ مطلب ہو تو پھر تجارت علاج، اور دوستوں کی ملاقات علم دین سیکھنے وغیرہ تمام کاموں کے لیے سفر حرام ہوں گے اور ریلوے کا محکمہ معطل ہو کر رہ جائے گا اور یہ حدیث قرآن کے خلاف ہی ہوگی اور دیگر احادیث کے بھی۔ رب فرماتا ہے قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۔

مرقاۃ نے اسی جگہ اور شامی نے زیارت قبور میں فرمایا کہ چونکہ ان تین مساجد کے سوا تمام مسجدیں برابر ہیں اس لئے اور مسجدوں کی

عَلَيْهِ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَ مِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلٰى حَوْضِي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِيًا وَّ رَاكِبًا فَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان[1] جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے[2] اور میرا منبر میرے حوض پر ہے[3] (مسلم بخاری)

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا شریف میں[4] پیدل اور سوار تشریف لے جاتے اور اس میں دو رکعتیں پڑھتے تھے[5] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے

طرف سفر ممنوع ہے اور اولیاء اللہ کی قبریں فیوض و برکات میں مختلف ہیں، لہذا زیارت قبور کے لیے سفر جائز کیا یہ جہلاء انبیاء کرام کے قبور کی طرف سفر بھی منع کریں گے۔ [1] بعض روایات میں ہے کہ میری قبر اور میرے ممبر کے درمیان، بعض روایات میں ہے کہ میرے حجرے اور مصلے کے درمیان مگر سب کے معنی ایک ہی ہیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر، حجرہ شریف اور قبر انور ایک ہی جگہ ہے اور مصلے یعنی محراب النبی اور ممبر شریف بالکل متصل ہیں۔ جیسا کہ زیارت کرنے والوں کو معلوم ہے۔ [2] یعنی یہ جگہ پہلے جنت کا باغ تھی وہاں سے لائی گئی اللہ نے خلیل کو جنت کا سنگ اسود عطا فرمایا اور اپنے حبیب کے لیے جنت کا باغ بھیجا، یا یہ جگہ بعینہ کل جنت کا باغ ہوگی، یا جو یہاں آگیا تو گویا جنت کے باغ میں داخل ہوگیا کہ آئندہ اس کی برکت سے جنت میں فرود جائے گا یا یہ جگہ جنت کے باغ کے مقابل ہے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر اللہ کے حلقوں کو اور مومن کی قبر کو جنت کا باغ فرمایا ہے وہاں بھی بہت توجیہیں ہیں۔ [3] یہاں بھی وہی توجیہیں ہیں کہ یہ جگہ پہلے میرے حوض پر تھی وہاں سے یہاں لائی گئی یا آئندہ کنارہ حوض پر ہوگی یا اب کنارہ حوض کے مقابل ہے یا جسے اس کا بوسہ نصیب ہو جائے وہ گویا میرے حوض پر پہنچ گیا۔ خیال رہے کہ ممبر سے مراد ممبر کی جگہ ہے وہاں ممبر کوئی سا بھی ہو نیز کعبہ کا سنگ اسود اور رکن یمانی اور مدینہ پاک کی یہ جگہ اگرچہ جنت سے آئی ہے لیکن وہاں کا وہ رونق و حسن ختم کر دیا گیا۔ [4] قبا ایک ایسی بستی ہے مدینہ منورہ سے تین میل دور وہاں کی مسجد کا نام قبا ہے، اسی جگہ حضور علیہ السلام نے ہجرت کے دن مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے پہلے قیام فرمایا اور یہی مسجد پہلے بنائی گئی قرآن کریم نے اس مسجد کے بڑے فضائل بیان کیے ہیں۔ فقیر نے بارہا وہاں کی زیارت کی ہے [5] بعض روایات میں ہے کہ جو مدینہ پاک میں وضو کرکے مسجد قبا جائے وہاں دو نفل پڑھے تو عمرے کا ثواب پائے۔ اب بھی حجاج وغیرہ ہفتہ کے دن یہ عمل کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی مسجدیں اور ان کے قیام گاہ متبرک ہیں ان کی زیارت ثواب، کیونکہ مسجد قباء انصار کی مسجد ہے اور وہ حضرات مقبولین بارگاہ تھے وہاں پیشانیاں رگڑنا اور سجدے کرنا قبولیت کا ذریعہ ہے۔ حضور خواجہ اجمیر قدس سرہ نے لاہور آکر حضرت داتا صاحب کی پائنتی چلہ کیا وہ اسی حدیث سے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُھَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰہُ لَہٗ نُزُلَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ کُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آبادیوں میں رب کو پیاری جگہ مسجدیں ہیں۔ اور بدترین جگہ وہاں کے بازار ہیں[1] (مسلم) روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کے لیئے مسجد بنائیگا[2] اللہ اس کے لیئے جنت میں گھر بنائیگا (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص صبح یا شام مسجد کو جائے جب کبھی صبح یا شام جائیگا اللہ اس کے لیئے جنت کی مہمانی کا سامان بنائیگا[3] (مسلم)

ماخوذ تھا ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا ؎ سید ہجویر مخدوم امم ؛ مرقد او پیر سنجر را قدم ؛ خیال رہے کہ جہاں بزرگوں کے قدم پڑ جائیں وہ جگہ تا قیامت متبرک ہو جاتی ہے۔ اب قبا میں انصار نہیں لیکن اس کی شرافت وہی ہے ؎ جمال ہمنشین در من اثر کرد ؛ وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم ؛

[1] کیونکہ مسجدوں میں اکثر ذکر اللہ کے لیے حاضری ہوتی ہے اور بازاروں میں اکثر جھوٹ فریب غیبت وغیرہ اگرچہ کبھی مسجدوں میں بھی جوتا چور اور بازاروں میں بھی اولیاء اللہ چلے جاتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ تم ان لوگوں میں سے ہو نا کہ جن کا جسم بازار میں اور دل مسجد میں ہے ان میں سے نہ ہو جن کا جسم مسجد میں اور دل بازار میں ہو۔ خیال رہے کہ یہاں شہروں سے مراد عام شہر ہیں۔ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ ان سے علیحدہ ہیں۔ وہاں کے تو گلی کوچے بازار وغیرہ سب خدا کو پیارے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ اور فرماتا ہے لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ کیوں نہ ہو کہ یہ محبوب کی نگری ہیں ؎ کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم ؛ اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام ؛ [2] یعنی مسجد بنانے والے کیلئے جنت میں ایسا گھر بنایا جائے گا۔ جو وہاں دوسرے مکانوں سے ایسا افضل ہوگا جیسے مسجد دنیا کے دوسرے گھروں سے ورنہ جنت کے گھروں کو یہاں کی عمارات سے کیا نسبت۔ خیال رہے کہ پوری مسجد بنانا اور تعمیر مسجد میں چندہ دینا دونوں کے لئے یہ بشارت ہے بشرطیکہ ریاء کیلئے نہ ہو اللہ کے لئے ہو اسی لئے علماء مسجد پر اپنا نام لکھنے کو منع کرتے ہیں۔ کہ اس میں ریاء کا شائبہ ہے ہاں اگر طلب دعا کیلئے ہو تو حرج نہیں (مرقاۃ) اسی حدیث کی بنا پر صحابہ کرام اور اسلامی بادشاہوں نے اپنی یادگاروں میں مسجدیں چھوڑیں، مسجد بڑی ہو یا چھوٹی، کچی ہو یا پکی ثواب بقدر اخلاص ہے [3] صبح شام سے مراد ہمیشگی ہے یعنی جو ہمیشہ نماز کے لیے مسجد میں جانے کا عادی ہوگا اسے ہمیشہ جنتی رزق ملے گا۔ نُزُل اس کھانے کو کہتے ہیں۔ جو مہمان کی خاطر پکایا جائے چونکہ وہ پر تکلف ہوتا ہے اور میزبان کی شان کے لائق اس لیے جنتی کھانے کو نُزُل فرمایا گیا ورنہ جنتی لوگ وہاں مہمان

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْظَمُ النَّاسِ اَجْرًا فِی الصَّلٰوۃِ اَبْعَدُھُمْ فَاَبْعَدُھُمْ مَمْشًی وَالَّذِیْ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی یُصَلِّیَھَا مَعَ الْاِمَامِ اَعْظَمُ اَجْرًا مِنَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَنَامُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ○ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَاَرَادَ بَنُوْ سَلِمَۃَ اَنْ یَّنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَھُمْ بَلَغَنِیْ اَنَّکُمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ قَالُوْا نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَرَدْنَا ذٰلِکَ فَقَالَ یَا بَنِیْ سَلِمَۃَ دِیَارَکُمْ تُکْتَبْ اٰثَارُکُمْ دِیَارَکُمْ تُکْتَبْ اٰثَارُکُمْ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت ابوموسی اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں نماز کا ثواب پانیوالا وہ ہے جس کا راستہ دراز ہو پھر وہ جس کا رستہ دراز ہو اور جو نماز کا انتظار کرے حتی کہ امام کے ساتھ پڑھے اس کا ثواب اس سے زیادہ ہے جو نماز پڑھے پھر سو جائے[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں مسجد کے ارد گرد کچھ مکانات خالی ہوئے تو بنو سلمہ نے چاہا کہ مسجد کے قریب آن بسیں[2] یہ خبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان سے فرمایا۔ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب آن بسنا چاہتے ہو وہ بولے ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے یہ ارادہ تو کیا ہے، فرمایا اے بنو سلمہ اپنے گھروں ہی میں رہو۔ تمہارے نقش قدم لکھے جارہے ہیں اپنے گھروں ہی میں رہو تمہارے نقش قدم لکھے جارہے ہیں[3] (مسلم)

نہ ہوں گے مالک ہوں گے۔ [1] یعنی جس کا گھر اپنی مسجد سے دور ہو پھر وہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھا کرے اسے بقدر قدم ثواب ملے گا، یہ مطلب نہیں کہ محلّے کی مسجد چھوڑ کر خواہ مخواہ دور کی مسجد میں پہنچا کرے ہاں اگر محلّے کی مسجد کا امام بدعقیدہ ہے تو اور جگہ جاسکتا ہے [2] خواہ اکیلے نماز پڑھ کر خواہ دوسرے امام کے پیچھے جماعت سے پڑھ کر کیونکہ جماعت اوّل کا زیادہ ثواب ہے اور جماعت اول وہی ہے جو امام مسجد کے ساتھ پڑھی جائے ہاں اگر وہ امام وقت مکروہ میں نماز پڑھتا ہو تو اکیلا ہی پڑھ لے جیسا کہ گذشتہ احادیث میں گزر چکا [3] یہ انصار کا ایک قبیلہ ہے جن کے گھر مسجد نبوی شریف سے بہت دور تھے۔ [4] یعنی ان لوگوں نے یہ کوشش نہ کی کہ اپنے محلّے میں الگ مسجد بنالیں۔ بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز کے لیے اپنے گھر چھوڑ دینا اور محلّہ خالی کردینا گوارا کرلیا [5] تمہارے نامۂ اعمال میں ثواب کے لیے کیونکہ مسجد کی طرف ہر قدم عبادت ہے یا تمہاری اس مشقت کا تذکرہ حدیث کی کتب میں اور علماء کی تصانیف میں لکھا جائے گا واعظین اس پر وعظ کیا کریں گے جو تمہارے واقعے سن کر دور سے مسجد میں آیا کریں گے ان سب کا ثواب تمہیں ملا کریگا۔ خیال رہے کہ گھر کا مسجد سے دور ہونا متقی کیلئے باعث ثواب ہے کہ وہ دور سے جماعت کیلئے آئیگا مگر غافلوں کے لئے ثواب سے محرومی کہ وہ دوری کی وجہ سے گھر میں ہی پڑھ لیا کریں گے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ منحوس وہ گھر ہے جس میں

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَّشَابٌّ نَشَاَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰی یَعُوْدَ اِلَیْهِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ اِمْرَاَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفٰهَا

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات شخص وہ ہیں جنہیں اللہ تعالٰی اس دن اپنے سایہ میں رکھے گا[1] جب اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا عادل بادشاہ[2] وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں جوانی گزارے[3] وہ شخص جس کا دل جب کہ وہ مسجد سے نکلے مسجد میں لگا رہے حتی کہ مسجد میں لوٹ آئے[4] وہ دو شخص جو اللہ کیلئے محبت کریں جمع ہوں تو اسی محبت پر اور جدا ہوں تو اسی پر[5] اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے تو اس کی آنکھیں بہہ پڑیں[6] اور وہ شخص جسے خاندانی حسین عورت بلائے وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں[7] اور وہ شخص جو چھپ کر خیرات کرے

اذان کی آواز آئے۔ یعنی غافلوں کے لیے دوری گھر نحوست ہے۔ [1] یعنی اپنی رحمت کے سایہ میں یا عرش اعظم کے سایہ میں تاکہ قیامت کی دھوپ سے محفوظ رہے۔ [2] یعنی وہ مومن بادشاہ اور حکام جو رعایا میں انصاف کرتے ہیں۔ کیونکہ دنیا ان کے سایہ میں رہتی تھی لہذا یہ قیامت میں رب تعالٰی کے سایہ میں رہے گا۔ یہ ان تمام سے افضل ہے اس لئے اس کا ذکر سب سے پہلے ہوا، عادل حکام بھی اس بشارت میں داخل ہیں [3] یعنی جوانی میں گناہوں سے بچے اور رب کو یاد رکھے چونکہ جوانی میں اعضاء قوی اور نفس گناہوں کی طرف مائل ہوتا ہے اس لئے اس زمانہ کی عبادت بڑھاپے کی عبادت سے افضل ہے ؎ درجوانی توبہ کردن سنت پیغمبری است ؛ وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیزگار ؛ [4] صوفیاء فرماتے ہیں کہ مومن مسجد میں ایسا ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں اور منافق ایسا جیسے چڑیا پنجرے میں اسی لیے نماز کے بعد بلاوجہ فوراً مسجد سے بھاگ جانا اچھا نہیں خدا توفیق دے تو مسجد میں پہلے آؤ اور بعد میں جاؤ۔ اور جب باہر رہو تو کان اذان کی طرف لگے رہیں کہ کب اذان ہو اور مسجد کو جائیں [5] کہ جس کی محبت سے رب راضی ہو اس سے محبت کریں اور جس کی نفرت سے رب راضی ہو اس سے نفرت کریں بے دین اور بدعمل اولاد سے نفرت، متقی اجنبی سے محبت عبادت ہے ؎ ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد ؛ فدائے یک تن بیگانہ کآشنا باشد ؛ یونہی اگر کسی دوست کی بدعقیدگی پر واقف ہو کر اس سے الگ ہو جانا اور جانی دشمن کے تقوے پر خبردار ہو کر اس کا دوست بن جانا بہترین عمل ہے [6] یعنی خوف خدا یا عشق جناب مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم میں روئے تنہائی کی قید اس لئے لگائی کہ سب کے سامنے رونے میں ریاء کا اندیشہ ہے [7] یعنی خود ایسی عورت اس سے بدفعلی کی خواہش کرے اور یہ اس نازک موقعہ پر محض خوف خدا سے بچ جائے یہ بہت مشکل ہے۔ اسی لئے رب تعالٰی نے یوسف علیہ السلام کے اس فعل شریف کی تعریف قرآن میں فرمائی۔ اللہ نصیب کرے۔ خیال رہے کہ ایسے نازک موقعہ پر عورت سے یہ کہہ دینا ریاء نہیں تبلیغ ہے یعنی یہ

حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلَاتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَفِيْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا ذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَّحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ وَزَادَ فِيْ دُعَائِهِ الْمَلٰئِكَةِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ مَا لَمْ

حتی کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جانے کہ داہنا ہاتھ کیا دے رہا ہے [۱] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مرد کی باجماعت نماز اس کے گھر یا بازار کی نماز پر پچیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے [۲] اور یہ اس لیئے ہے کہ جب وہ وضو کرے تو اچھی طرح کرے پھر مسجد کی طرف چلے [۳] بجز نماز اور کوئی چیز اسے نہ لے جائے جو قدم بھی ڈالے گا اس پر اس کا ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک گناہ معاف ہوگا [۴] پھر جب نماز پڑھے گا تو جب تک اپنی نماز کی جگہ میں رہے گا ملائکہ اسے دعائیں دیتے رہیں گے یا اللہ اسے بخش دے خدایا اس پر رحم کر [۵] اور جب تک تم میں کا کوئی نماز کا انتظار کرتا ہے نماز ہی میں رہتا ہے ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جب مسجد میں گھستا ہے نماز ہی اس کو روکتی ہے [۶] اور فرشتوں کی دعا میں زیادتی ہے۔ الٰہی اسے بخش دے۔ الٰہی اس کی توبہ قبول فرما جب تک کہ وہاں وہ ایذا نہ دے۔

رب تمہسے ڈرتا ہوں تو بھی ڈر۔ [۱] یہاں صدقہ نفلی مراد ہے صدقہ فرض اور چندے کے موقعہ پر صدقہ نفل علانیہ دینا مستحب ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ۔ [۲] یہاں بازار سے مراد دکان ہے نہ کہ بازار کی مسجد، بعض مسجدوں میں ۲۷ کا ثواب ہے بعض میں ۲۵ کا بعض ۵۰۰ کا جیسی مسجد ویسی جماعت جیسا امام ویسا ثواب لہذا احادیث میں تعارض نہیں جو کوئی اپنے گھر میں جماعت کرا لے وہ بھی مسجد کے ثواب سے محروم ہے [۳] معلوم ہوا کہ گھر سے وضو کرکے مسجد کو جانا ثواب ہے۔ کیونکہ یہ چلنا عبادت ہے۔ اور عبادت باوضو افضل بعض لوگ بیمار پرسی کرنے باوضو جاتے ہیں [۴] یہ گنہگاروں کے لیے ہے نیک کاروں کیلئے ہر قدم پر دو نیکیاں اور دو درجے بلند کیونکہ جن چیزوں سے گنہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں ان سے بے گناہوں کے درجے بڑھتے ہیں [۵] غالبًا یہاں صلوٰۃ سے مراد اخروی رحمت ہے اور رحم سے مراد دنیوی رحمت یا صلوٰۃ سے مراد خاص رحمت ہے اور رحم سے مراد عام رحمت اور بہت کی

يُحْدِثْ فِيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ
فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ
اَنْ يَّجْلِسَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحٰى فَاِذَا قَدِمَ بَدَءَ بِالْمَسْجِدِ
فَصَلّٰى فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اور وضو نہ توڑے [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو کہہ دے الٰہی میرے لیئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب
نکلے تو کہہ دے خدایا میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں [2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے [3]
(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی سفر
سے واپس ہوتے تو دن میں چاشت کے وقت ہی تشریف لاتے پھر جب آتے تو مسجد سے ابتدا کرتے وہاں
دو رکعتیں پڑھتے پھر وہاں ہی کچھ دیر بیٹھتے [4] (مسلم بخاری)

توجہیں ہو سکتی ہیں [illegible] یعنی انتظار نماز کے سوا اور کسی وجہ سے مسجد میں نہیں بیٹھا گویا نماز ہی کا منتظر رہتا ہے اسی لیے اس وقت انگلیوں کی تشبیک منع ہے۔
[1] یعنی فرشتوں کی یہ دعا اس وقت تک ملیں گی جب تک وہ کسی نمازی کو ستائے نہیں، اور وہاں ریح نہ نکالے، خیال رہے کہ غیر معتکف کو مسجد میں ریح نکالنا
منع ہے معتکف چونکہ مسجد ہی میں رہتا ہے اس لیے اسے معافی ہے [2] ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ مسجد میں قدم رکھتے وقت یہ کہے بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ
عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ - پھر یہ دعا پڑھ لے۔ خیال رہے کہ مسلمان مسجد میں صرف عبادت کیلیے آتا ہے اور اکثر طلب روزی کیلیے مسجد سے نکلتا ہے۔
لہذا آتے وقت رحمت اور جاتے وقت فضل مانگنا بہتر ہے (مرقاۃ وغیرہ) [3] یہ نفل تحیۃ المسجد ہیں جو مسجد میں داخلے کے وقت پڑھے جاتے ہیں جبکہ وقت کراہت
نہ ہو لہذا فجر اور مغرب کے سوا باقی نمازوں میں یہ نفل پڑھنا مستحب ہے۔ خیال رہے کہ یہ حکم عام مسجدوں کے لیے ہے۔ مسجد حرام کے لیے بجائے ان نوافل کے طواف بہتر ہے
اور یہ حکم غیر خطیب کے لئے ہے۔ خطیب جمعہ کے دن مسجد میں آتے ہی خطبہ پڑھے گا [4] اس حدیث سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ سفر سے گھر کو واپس دن میں آنا چاہیئے
مگر اس زمانہ کے لیے تھا جبکہ مسافر اپنی آمد کی اطلاع پہلے سے نہیں دے سکتا تھا اب چونکہ تار و خط کے ذریعہ اطلاع پہلے دی جاسکتی ہے اس لئے رات میں آنے میں
کوئی حرج نہیں گھر والے اس کے منتظر اور اس کیلیے تیار رہیں گے دوسرے یہ کہ گھر پہنچ کر پہلے مسجد میں آئے اور وہاں نفل قدوم پڑھے اگر وقت کراہت نہ ہو [illegible] دن صرف

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلٰئِكَةَ تَتَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ الْإِنْسُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کسی کو مسجد میں گمی چیز ڈھونڈتے سنے ۱ تو کہہ دے خدا تجھے وہ چیز واپس نہ دے کہ مسجدیں اس لیئے نہیں بنی ہیں ۲ (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اس بدبودار درخت سے کچھ کھائے تو ہماری مسجد کے قریب نہ آئے ۳ کیونکہ فرشتے بھی اس سے ایذا پاتے ہیں جس سے انسان ایذا پاتے ہیں ۴ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

پھر بیٹھ رہے، تیسرے یہ کہ گھر میں آنے سے پہلے مسجد میں کچھ بیٹھے اور لوگوں سے وہاں ہی ملاقات کرے۔ ۱ یعنی چیخ کر شور مچا کر جس سے نمازیوں کی نمازوں میں خلل واقع ہو کیونکہ خاموشی سے گمشدہ چیز مسجد میں ڈھونڈھ لینا ممنوع نہیں جیسا کہ منشاء حدیث سے ظاہر ہے۔ ۲ یعنی مسجدیں دنیاوی باتیں کرنے شور مچانے کے لئے نہیں بنیں، یہ تو نماز اور اللہ کے ذکر کے لیئے بنی ہیں بہتر یہ ہے کہ اس شور مچانے والے کو سنا کر کہے تاکہ وہ اس سے باز آجائے اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بھیک مانگنا دیگر قسم کی دنیاوی باتیں کرنا منع ہے۔ بلکہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مسجد کے بھکاری کو خیرات نہ دو کہ یہ گناہ پر مدد ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے جو نماز کی حالت میں سائل کو انگوٹھی خیرات کی وہ سائل غالبًا مسجد سے باہر ہوگا یا آپ مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ نماز پڑھ رہے ہوں گے۔ خیال رہے کہ نکاح، دینی وعظ، نعت خوانی، قاضی اسلام کے فیصلے یہ سب چیزیں دینی ہیں لہذا مسجدوں میں جائز ہیں۔ ان کے متعلق احادیث وارد ہیں۔ البتہ جماعت کے وقت جب پہلی جماعت ہو رہی ہو یہ کام نہ کیئے جاویں تاکہ نمازیں حرج نہ ہو بعد میں کیئے جاویں۔ ۳ یعنی جو کچی پیاز یا کچا لہسن کھائے تو جب تک منہ سے بو آتی ہو تب تک کسی مسجد میں نہ آئے لہذا حقہ پی کر کچی مولی یا گندنا کھا کر بھی نہ آئے۔ نیز جس کے کپڑوں یا منہ سے بدبو ظاہر ہو مسجد میں نہ آئے گندہ دہن کا حکم بھی یہی ہے خیال رہے کہ تمام دنیا کی مسجدیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہیں لہذا مَسْجِدَنَا یعنی ہماری مسجد فرمانا درست ہے اس سے صرف مسجد نبوی مراد نہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے بعض روایات میں بجائے مَسْجِدَنَا کے اَلْمَسَاجِدَ ہے۔ ۴ یعنی اگر مسجد انسانوں سے خالی بھی ہو تب بھی وہاں بدبو لے کر نہ جائے کہ وہاں رحمت کے فرشتے ہر وقت رہتے ہیں اس کی بدبو سے ایذا پائیں گے، خیال رہے کہ مسجد کے فرشتے رحمت کے فرشتے ہیں ان کی طبیعت نازک اور ان کا احترام زیادہ ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو ہر انسان کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں تو چاہیئے کہ کبھی یہ چیزیں نہ کھائے کیونکہ اللہ تعالٰی نے ساتھی فرشتوں کی طبیعت اور قسم کی بنائی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے کسی مجمع میں بدبودار منہ یا کپڑے

وَسَلَّمَ اَلْبُزَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَّ كَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ÷ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَیَّ اَعْمَالُ اُمَّتِیْ حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا فَوَجَدْتُ فِیْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيْقِ وَوَجَدْتُّ فِیْ مَسَاوِیْ اَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ تَكُوْنُ فِی الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ÷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يَبْصُقْ اَمَامَهٗ فَاِنَّمَا يُنَاجِی اللّٰهَ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ فَاِنَّ عَنْ يَمِيْنِهٖ مَلَكًا وَّلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ

وسلم نے مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا ہے [۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر میری امت کے اچھے برے اعمال پیش کیے گئے [۲] تو میں نے ان کے اچھے اعمال سے تکلیف دہ چیز کا راستہ سے دور کر دینا پایا اور ان کے برے اعمال میں سے اس تھوک کو پایا جو مسجد میں ہو کہ دفن نہ کیا گیا [۳] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی نماز کو کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے کہ وہ جب تک نماز میں ہے اللہ سے گفت گو کر رہا ہے اور نہ داہنی طرف تھوکے کہ اس طرف فرشتہ ہے اپنی بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوکے

لیکر جائے تاکہ لوگوں کو ایذاء نہ پہنچے ÷ [۱] اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے پکے فرش اور وہاں کی چٹائیوں مصلّوں پر ہرگز نہ تھوکے کیونکہ وہاں اُسے دفن نہ کر سکے گا، یہ ان مسجدوں کے لیے حکم تھا جہاں کے فرش کچے تھے اور وہ بھی سخت ضرورت کے موقعہ پر جبکہ نماز میں کھنکار آ جائے اور باہر جانے کا موقعہ نہ ہو بلا وجہ وہاں تھوکنا منع اور اہانت کے لیے وہاں تھوکنا کفر ہے۔ [۲] یعنی تا قیامت میرا جو امتی جو اچھا برا عمل کرے گا مجھے سب دکھا دیئے گئے اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ہر امتی اور اس کے ہر عمل سے خبردار ہیں۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں اندھیرے، اجیالے کھلی چھپی، موجود و معدوم ہر چیز کو دیکھ لیتی ہیں۔ جس کی آنکھ میں مَازَاغَ کا سرمہ ہو اس کی نگاہ ہمارے خواب و خیال سے زیادہ تیز ہے ہم خواب و خیال میں ہر چیز کو دیکھ لیتے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نگاہ سے ہر چیز کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں اعمال میں دل کے عمل بھی داخل ہیں لہذا حضور علیہ السلام ہمارے دلوں کی ہر کیفیت سے خبردار ہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق جلد اول میں دیکھو [۳] مَسَاوِیْ مَسَوْءٌ کی جمع ہے بمعنی برائی جیسے مَسَاعِیْ سَعْیٌ کی جمع اس کی ی ہمزہ کے عوض ہے۔ اس راستہ سے مسلمانوں کا راستہ مراد ہے یعنی جس راستے سے مسلمان گزرتے یا گزر سکتے ہیں وہاں سے کانٹا، اینٹ، پتھر دور کر دینا ثواب ہے

يَبْدُ فَنْهَا وَفِي رِوَايَةِ أَبِي سَعِيدٍ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ

پھر اسے دفن کردے اور ابوسعید کی روایت ہے کہ اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوکے[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس سے اٹھے نہیں[2] فرمایا کہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جندب سے فرماتے ہیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ خبردار رہو تم سے اگلے لوگ

جانوروں جنات حربی کفار کا راستہ مراد نہیں۔ ان کافروں کے راستے میں کانٹے بارود بچھانا ان کے پل توڑنا وہاں ٹائم بم لگا کر راستے اڑا دینا سب کچھ عبادت ہے۔ کیونکہ جہاد میں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ [1] اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ رحمت الٰہی نمازی پر خصوصیت سے سامنے آتی ہے۔ دوسرے یہ کہ نماز میں ضرورۃً داہنے بائیں منہ پھیر سکتا ہے کیونکہ اس تھوکنے کے لیے منہ پھیرنے کی اجازت دی گئی۔ تیسرے یہ کہ داہنے ہاتھ کا فرشتہ یعنی نیکیاں لکھنے والا بائیں ہاتھ کے فرشتے سے افضل ہے۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ والا حاکم ہے بائیں والا محکوم۔ داہنے والا رحمت کا فرشتہ ہے بایاں غضب کا۔ چوتھے یہ کہ بڑوں کا ادب بھی بڑا ہے۔ [2] یعنی مرض وفات شریف میں لہذا یہ حدیث محکم ہے منسوخ نہ ہوئی۔ [3] اس طرح کہ ان کی قبروں کی طرف سجدہ کرنے لگے بلکہ بعض انہی قبروں کو پوجنے لگے یہ دونوں فعل شرک ہیں یا ان کی قبروں کو مسمار کرکے فرش مسجد میں داخل کرلیا، اور اس پر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے یہ بھی حرام ہے کہ اس میں قبر کی توہین ہے۔ خیال رہے کہ بزرگوں کے آستانوں کے برابر مسجد بنانا اور برکت کیلئے وہاں نمازیں پڑھنا قرآن شریف اور بہت احادیث سے ثابت ہے۔ سورۂ کہف میں ہے لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا یعنی مسلمانوں نے کہا کہ ہم اصحاب کہف کے غار پر مسجد بنائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور اور اکثر صحابہ کے مزارات کے پاس مسجدیں ہیں یہ خود صحابہ یا تابعین نے بنائیں۔ اب مزارات اولیاء اللہ کے پاس عامۃ المسلمین مسجدیں بناتے ہیں۔ مقبولوں کے قرب میں نماز زیادہ قبول ہوتی ہے۔ مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار ہے حضور انور کے قرب کی وجہ سے۔ رب تعالٰی نے گنہگاروں اسرائیلیوں سے فرمایا تھا۔ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ۔ یعنی بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے گھسو اور وہاں جاکر توبہ کرو قبور انبیاء کی برکت سے توبہ قبول ہوگی۔ زکریا علیہ السلام کا واقعہ بیان فرماتا ہے هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ وہاں بی بی مریم کے پاس کھڑے ہوکر زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی دعا مانگی۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے قرب میں توبہ اور دعا بہت قبول ہوتی ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ قبر پر کھڑے ہوکر نماز پڑھنا منع ہے لیکن اگر قبر پر ڈاٹ لگا کر اوپر فرش بنایا جائے تو وہاں بلا کراہت جائز ہے۔ چنانچہ کعبۃ اللہ کے مطاف میں ستر نبیوں کے مزارات ہیں جن پر طواف و نماز

كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَآءِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلٰوتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ خَرَجْنَا وَفْدًا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اپنے نبیوں اور نیکوں کی قبروں کو سجدے گاہ بنالیتے تھے خبردار تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں اس سے تمہیں منع کرتا ہوں ؎۱ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنی کچھ نمازیں اپنے گھروں کے لیے مقرر کرو ؎۲ اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ ؎۳ (مسلم،بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ پورب پچھم کے درمیان قبلہ ہے ؎۴ (ترمذی) روایت ہے حضرت طلق ابن علی سے فرماتے ہیں کہ ہم وفد کی صورت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے ؎۵

ہوتے ہیں نیز کعبہ کے پرنالے کے نیچے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مزار شریف ہے جہاں دن رات نمازیں پڑھی جاتی ہیں وہاں بھی وعید ہے (مرقاۃ وغیرہ)۔ ؎۱ شیخ نے لمعات میں فرمایا کہ اگر قبر مٹ بھی گئی ہو مگر مشہور ہو کہ یہاں قبر تھی وہاں بھی نماز نہ پڑھے لیکن بزرگ کی قبر کے پاس نماز پڑھنا تاکہ اس کی روح سے مدد لے کر نماز کو زیادہ قابل قبول بنائے بہت ہی بہتر ہے (لمعات)۔ ؎۲ اس طرح کہ فرض مسجد میں پڑھو اور سنت و نفل گھر میں اگر یا نماز پنجگانہ مسجد میں پڑھو اور نماز تہجد چاشت وغیرہ گھر میں تاکہ نماز کا نور گھروں میں لپے اور عورتیں بچے تمہیں دیکھ کر نماز کا شوق ہو نیز گھر کی نماز میں ریا کم ہوتی ہے۔ ؎۳ یعنی قبرستان کی طرح انہیں نماز سے خالی مت رکھو یا گھروں میں مردے دفن نہ کرو خیال رہے کہ گھر میں دفن ہونا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کو یہ شرف نصیب ہوا، دوسروں کو شہر سے باہر قبرستان ہی میں دفن کرنا چاہیئے بعض لوگ اپنی تعمیر شدہ مسجد یا مدرسے میں اپنی قبر کی جگہ رکھتے ہیں اور وہیں دفن کیے جاتے ہیں وہ اس حدیث کی زد میں نہیں آتے کیونکہ اس سے وہ جگہ قبرستان نہیں بن جاتی قبوراً میں اسی طرف اشارہ ہے۔ نیز ان کی قبر کھود کر لاش نکالنا جائز کہ بعد دفن میت نکالنا جائز نہیں (اذ لحق ہادی جی)۔ ؎۴ یہ حدیث مدینہ والوں کے لیے ہے کیونکہ وہاں کعبہ جانب جنوب ہے ہمارے ہاں قبلہ جانب مغرب ہے۔ اس سے اشارۃً یہ معلوم ہوا کہ اگر نمازی کا منہ ۴۵ ڈگری سے کم کعبہ سے پھر جائے نماز ہوجائے گی کیونکہ اس حال میں وہ مشرق و مغرب کے مابین ہی رہے گا۔ ؎۵ یعنی اپنی قوم کے نمائندے بن کر ان سب کی طرف سے اسلام لانے اور احکام سننے کے لیے۔

فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ وَاَخْبَرْنَاهُ اَنَّ بِاَرْضِنَا بِيْعَةً لَنَا فَاسْتَوْهَبْنَاهُ مِنْ فَضْلِ طَهُوْرِهٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ وَتَمَضْمَضَ ثُمَّ صَبَّهٗ لَنَا فِيْ اِدَاوَةٍ وَاَمَرَنَا فَقَالَ اُخْرُجُوْا فَاِذَا اَتَيْتُمْ اَرْضَكُمْ فَاكْسِرُوْا بِيْعَتَكُمْ وَانْضَحُوْا مَكَانَهَا بِهٰذَا الْمَاءِ وَاتَّخِذُوْهَا مَسْجِدًا قُلْنَا اِنَّ الْبَلَدَ بَعِيْدٌ وَالْحَرَّ شَدِيْدٌ وَالْمَاءَ يَنْشِفُ فَقَالَ مُدُّوْهُ مِنَ الْمَاءِ فَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُهٗ اِلَّا طِيْبًا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

توہم نے آپ کی بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی سلہ اور ہم نے آپ کو خبر دی کہ ہماری زمین میں ہمارا گرجا ہے ہم نے حضور علیہ السلام سے آپ کے وضو کا غسالہ مانگا تو آپ نے پانی منگایا وضو کیا اور کلی کی پھر یہ پانی ایک برتن میں بھر دیا اور ہم کو دیا اور فرمایا جاؤ جب اپنے وطن کو پہنچو تو اپنا گرجا توڑ ڈالو اور اس کی جگہ یہ پانی چھڑک دو سلہ اور اسے مسجد بنالو ہم نے عرض کیا کہ ہمارا شہر دور ہے اور گرمی سخت ہے پانی سوکھ جائیگا فرمایا اسے اور پانی سے بڑھاتے رہو اس سے برکت ہی بڑھے گی سلہ (نسائی) روایت ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں

سلہ یہ بیعت بیعت اسلام کہلاتی ہے۔ آجکل عام بیعتیں بیعت توبہ ہوتی ہیں۔ بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ کسی مقبول کے ذریعہ رب سے کچھ معاہدے کرنا بیعت چار قسم کی ہے اسکی تفصیل ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنا بڑی نعمت ہے اسی لئے یہ حضرات اس کو فخریہ بیان کرتے ہیں۔ سلہ ظاہر یہ ہے کہ یہ پانی حضور علیہ السلام کے اعضاء شریف کا دھوون تھا جس میں خصوصیت سے ایک اور کلی بھی کردی گئی تھی اور ہو سکتا ہے کہ وضو کا پانی بچا ہوا اور اس میں کلی کردی گئی جو برکت کے لیے ان کو دیا گیا معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات کو خزانۂ مخفی جانتے تھے اس لیے عاجزی سے مانگا کرتے تھے۔ سلہ تاکہ اس کی برکت سے گذشتہ کفری گندگی باقی نہ رہے اور آئندہ تمہاری نمازیں زیادہ قبول ہوں اور تمہاری یہ مسجد اور مسجد والے افضل ہو کیونکہ اس میں ہمارا تبرک پہنچا ہے سلہ یعنے راستہ میں ہم برکت کے لیے پئیں گے بھی تاکہ مسجد کیساتھ ہمارے دل بھی منور ہوں اور گرمی سے بھی خشک ہوگا۔ ۵ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک سے مس ہوجائے وہ تبرک بن جاتی ہے لہذا خاک مدینہ تبرک بھی ہے شفا بھی دوسرے یہ کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا غسالہ معنوی نجاستوں کو بھی دور کردیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جس مسجد میں مختار کل ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم کا تبرک ہو وہ دوسری مسجدوں سے افضل ہے بعض مسجدوں میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف رکھے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے چوتھے یہ کہ بزرگوں کے تبرکات اور شہروں میں لے جانا یا بھیجنا سنت صحابہ ہے۔ بعض لوگ عرسوں کا لنگر دور دور بھیجتے ہیں۔ اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ مرقاۃ میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم امیر مکہ سے آب زمزم مدینہ منگایا کرتے تھے۔ اب بھی آب زمزم ملک ملک پہنچتا ہے۔ پانچویں یہ کہ تبرک سے جو چیز مل جائے وہ تبرک بن جاتی ہے۔ اب بھی آب زمزم میں اور پانی ملاکر پلایا جاتا ہے چھٹے یہ کہ مسلمان کفار کا عبادت خانہ نہیں گرا سکتے ہیں۔ اگر کفار مسلمان ہوکر خود ہی اپنا عبادت خانہ گرا کر وہاں مسجد بنالیں تو جائز ہے۔

أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَآءِ الْمَسْجِدِ فِي الدُّوْرِ وَاَنْ يُّنَظَّفَ وَيُطَيَّبَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُمِرْتُ بِتَشْيِيْدِ الْمَسَاجِدِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّ كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَّتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ

کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجدیں بنانے اور انہیں پاک وصاف اور معطر رکھنے کا حکم دیا[1] (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے مسجدوں کی ٹیپ ٹاپ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا[2] حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تم لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح مسجدوں کو سنوارو گے[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت سے یہ ہے کہ لوگ مسجدوں میں شیخی فخر کیا کریں گے[4] (ابوداؤد، نسائی، دارمی، ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں

[1] اس سے مسجد بیت مراد ہے یعنی گھر میں کوئی حجرہ یا گوشہ نماز کے لیے رکھا جائے جہاں کوئی دنیوی کام نہ کیا جائے اس جگہ صفائی ہو اور خوشبو کا لحاظ رکھا جائے ہم نے اپنے بزرگوں کو اس پر عامل پایا، اب اس کا رواج جاتا رہا، بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے محلے کی مسجد مراد ہے یعنی جہاں مسلمانوں کے چند گھر ہوں وہاں ایک مسجد بھی بنالیا کریں، پنجاب میں کنوؤں پر مسجد ہوتی ہیں اس کا ماخذ یہ حدیث ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجدوں میں خوشبوئیں سلگانا عطر ملنا مستحب ہے۔ [2] اس سے مراد ناجائز آراستگی ہے جیسے فوٹوؤں اور تصویروں سے سجانا یا فخریہ آرائش مراد ہے جو اللہ کے لیے نہ ہو بہرحال جائز زینت جو اخلاص کے ساتھ ہو باعث ثواب ہے۔ [3] یعنی جیسے عیسائی یہودی اپنی عبادت گاہ کو فوٹوؤں اور قدآدم آئینوں سے سجاتے ہیں قیامت کے قریب مسلمان بھی مسجدوں کو ان سے آراستہ کریں گے ورنہ مسجد کی زینت سنت صحابہ ہے چنانچہ عمر فاروق نے مسجد نبوی شریف کو مزین کیا، پھر عثمان غنی نے اس کی دیواریں چونے گچ سے خوب نقشین بنائیں چھت میں ساگوان لکڑی لگائی حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس میں اتنی روشنی کی تھی کہ اس میں عورتیں تین میل تک چرخہ کات لیتی تھیں اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اوّل میں دیکھو۔ [4] یہ حدیث اور حضرت ابن عباس کا گذشتہ فرمان اس ممانعت کی بہترین تفسیر ہے یعنی ناجائز چیزوں سے مسجد سجانا یا فخر وریا کے طریقہ پر مسجد سجانا منع ہے۔ مسلمان شب قدر میں مسجدوں میں چراغاں کرتے اور جھنڈیاں وغیرہ لگاتے ہیں۔ بعض لوگ اس حدیث کی بناء پر اس سے منع کرتے ہیں یہ غلط ہے۔ جب شادی بیاہ میں ہمارے گھر آراستہ ہوتے ہیں۔ تو متبرک تاریخوں میں اللہ کے گھر کیوں آراستہ نہ ہوں۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ اُجُوْرُ اُمَّتِيْ حَتَّى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِيْ فَلَمْ اَرَ ذَنْبًا اَعْظَمَ مِنْ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اَوْ اٰيَةٍ اُوْتِيَهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ اِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَاَنَسٍ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهٗ بِالْاِيْمَانِ فَاِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر میری اُمت کے ثواب پیش کیے گئے حتےٰ کہ وہ کوڑا جسے آدمی مسجد سے نکال دے ۱؎ اور مجھ پر میری اُمت کے گناہ پیش کیے گئے تو میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہ دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن کی سورہ یا آیت دی جائے پھر وہ اُسے بھلا دے ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان لوگوں کو قیامت کے دن پوری روشنی کی خوشخبری دو جو اندھیروں میں مسجدوں کو جاتے ہیں ۳؎ (ترمذی، ابوداؤد) اور ابن ماجہ نے اسے سہل ابن سعد و انس سے روایت کیا روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تم کسی شخص کو مسجد کی خبرگیری کرتے دیکھو ۴؎ تو اس کے ایمان کی گواہی دے دو ۵؎ کیونکہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسجدیں وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر

۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ مسجدیں جھاڑو دینا اسکی دیواروں اور چھت کی مرمت کرنا بہترین عمل ہے ۲؎ اس طرح کہ اس کا دور نہ کرے نماز دن میں نہ پڑھے اس لیے بھول جائے اگر کوئی بڑھاپے کی وجہ سے کوئی آیت یاد نہ رکھ سکے تو شاید مجرم نہ ہو، خیال رہے کہ گناہ کبیرہ اور گناہ عظیم میں فرق ہے بھول جانا گناہ عظیم ہے گناہ کبیرہ نہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں فرمایا گیا کہ بڑا گناہ کبیرہ شرک ہے۔ ۳؎ یعنی جو لوگ بارشوں، اندھیری راتوں میں مسجد سے نہیں رہ جاتے انہیں رب تعالیٰ پل صراط پر جہاں گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے روشنی دیگا کہ انکی پیشانیاں بیٹری کی طرح چمکتی ہونگی جہاں کا اندھیرا کام آئیگا۔ ۴؎ اس طرح کہ ہر نماز کے لیے وہاں حاضر ہو، وہاں کی صفائی کرنے مرمت کا خیال رکھے، جائز زینت میں مشغول ہو وہاں بیٹھ کر دینی مسائل بیان کرے وہاں درس دے یہ سب مسجد کی خبرگیری میں داخل ہیں۔ ۵؎ کیونکہ یہ چیزیں ایمان کی علامتیں ہیں خیال رہے کہ یہ گواہی ایسی ہی ہے جیسے کسی کا لباس اور شکل دیکھ کر ہم اسے مومن سمجھتے اور کہتے ہیں گواہی سے مراد قطعی فیصلہ نہیں لہذا یہ حدیث باب الایمان بالقدر کی احادیث کے خلاف نہیں کہ عائشہ صدیقہ نے ایک انصاری بچے کو جو فوت ہو گیا تھا، جنت کی چڑیا کہا، حضور نے

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ عُثْمَانَ ابْنِ مَظْعُوْنٍ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لَنَا فِي الْاِخْتِصَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَصٰى وَلَا اخْتَصٰى اِنَّ خِصَاءَ اُمَّتِي الصِّيَامُ فَقَالَ ائْذَنْ لَنَا فِي السِّيَاحَةِ قَالَ اِنَّ السِّيَاحَةَ اُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ ائْذَنْ لَنَا فِي التَّرَهُّبِ فَقَالَ اِنَّ تَرَهُّبَ اُمَّتِي الْجُلُوْسُ فِي الْمَسَاجِدِ اِنْتِظَارَ الصَّلٰوةِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ

ایمان رکھتے ہیں ؎ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت عثمان ابن مظعون سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں خصی ہوجانے کی اجازت دیجئے ؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خصی ہو یا خصی کرے وہ ہم میں سے نہیں ؎ میری امت کا خصی ہونا روزے ہیں ؎ عرض کیا کہ ہمیں خانہ بدوش ہونے کی اجازت دیجئے فرمایا میری امت کی خانہ بدوشی اللہ کی راہ میں جہاد ہے ؎ عرض کیا ہمیں ترک دنیا کی اجازت دیجئے فرمایا میری امت کا ترک دنیا نماز کے انتظار میں مسجدوں میں بیٹھنا ہے ؎ (شرح السنہ نے روایت کی)

علیہ السلام نے اسے منع کیا، فرمایا تمہیں کیا خبر یہ کہاں جائے گا۔ نیز اگر کسی کا کفر ظاہر ہو اور وہ مسجد کی خدمت کرے تو اُسے مومن نہ کہا جائیگا۔ جیسے اس زمانہ کے مجازی منافق اور اس زمانہ کے نمازی اور مسجدوں کے خدمت گار مرزائی۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ یا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؎ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک یہ کہ مسجدیں آباد کرنے کی توفیق عموماً مومنوں ہی کو ملتی ہے دوسرے یہ کہ مسجدیں بنانے اور آباد کرنے کا حق صرف مومنوں کو ہے کفار کو نہیں اسی لیے منافقوں کی مسجد ضرار گرادی گئی تھی مرقاۃ نے فرمایا کہ یہاں مسجد کی آبادی میں مسجدوں میں چراغاں کرنا اسکو سجانا سب داخل ہے۔ ؎ یعنی مجھے اور مجھ جیسے ان مسکینوں کو جن میں نکاح کی قدرت نہیں خصی ہونے کی اجازت دیں تاکہ ہم زنا نہ کرسکیں، یہ رب انتہائی خوف کی علامت ہے، مرقاۃ نے فرمایا ان کا منشاء یہ تھا کہ ہم نکاح کے قابل نہ رہیں۔ کیونکہ نکاح دنیاوی الجھنوں کی جڑ ہے۔ اللہ اللہ میں زندگی گزار دیں۔ ؎ اسلیے کہ وہ نسل انسانی بند کرتا ہے۔ انسان کی بقاء سے اسلام کا بقاء ہے اس سے معلوم ہوا کہ قاطع باہ دوائیں کھانا اور کھلانا حرام ہیں۔ نیز عورتوں کے رحم نکال دینا یا انہیں ناقابل اولاد بنا دینا بھی حرام ہے جب زنا کے لیے ہو یا نسل بند کرنے کے لیے (از مرقاۃ) ؎ کیونکہ روزے سے شہوت ٹوٹتی ہے، معلوم ہوا کہ جو لوگ نکاح نہ کرسکیں وہ اپنے کو نامرد نہ بنائیں بلکہ روزے رکھا کریں۔ ؎ کہ مجاہد بحالت جہاد وطن بھی چھوڑ دیتا ہے اور سامان سفر ساتھ لئے پھرتا ہے معلوم ہوا کہ بلاوجہ ترک وطن کرکے مارا مارا پھرنا منع ہے عارضی طور پر دنیا کی سیر و سیاحت جیسا کہ بعض اولیاء اللہ سے مروی ہے ممنوع نہیں رب فرماتا ہے۔ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ؎ تَرَهُّبْ رَهْبٌ سے بنا بمعنی خوف کا تَرَهَّبُوْنَ اصطلاح میں خوف خدا میں مخلوق سے بھاگ کر پہاڑ کی چوٹیوں یا گوشوں میں بیٹھ کر عبادت کرنا تَرَهُّب ہے، اسی سے رہبانیت اور راہب بنا، یعنی نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنا ترک دنیا ہے کہ اس وقت انسان بال بچوں سے الگ ہوجاتا ہے۔ گذشتہ دینوں میں ترک دنیا بڑی عبادت تھی۔ ہمارے اسلام میں حرام ہے

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِيْمَا يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَتَلَا وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا وَلِلتِّرْمِذِيِّ نَحْوُهٗ عَنْهُ وَعَنْ

روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عائش سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا ۱؎ رب نے پوچھا کہ فرشتے مقرب کس چیز میں جھگڑتے ہیں ۲؎ میں نے عرض کیا مولیٰ تو ہی جانے تب رب نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی ۳؎ تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب میں نے جان لیا ۴؎ یہ آیت تلاوت کی ہم یونہی ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے ملک دکھاتے ہیں تاکہ وہ یقین والوں میں ہو جائیں ۵؎ دارمی نے مرسلًا روایت کیا اور ترمذی کی روایت اسی کی مثل ان ہی سے

اسلام چاہتا ہے کہ ایک ہاتھ میں دین دے ایک ہاتھ میں دنیا، اللہ کی دی ہوئی طاقتوں کو بیکار کرنا کمال نہیں بلکہ انہیں صحیح مصرف میں خرچ کرا دینا کمال ہے۔ ۱؎ یعنی اس وقت میری اپنی صورت بہت اچھی تھی نہ کہ خدا کی جیسے کہا جاتا ہے کہ میں اچھے کپڑوں میں حاکم سے ملا یعنی ملاقات کے وقت میرے کپڑے اچھے تھے ورنہ رب تو صورت سے پاک ہے، خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم میں آنا بشری صورت میں ہے۔ اور رب سے ملنا نوری صورت میں، انسان کا گھر کا لباس اور ہوتا ہے اور کچہری کا اور، یہ غالبًا معراج کے واقعہ کا ذکر ہے، بعض لوگوں نے خواب کا دیدار بتایا ہے مگر پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔ اس لیے دیدار الٰہی ثابت ہوا، حق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان ہی آنکھوں سے رب کا دیدار کیا۔ رب کا فرمانا لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ دیدار کی نفی نہیں کر رہا بلکہ ادراک اور احاطے کی، اس حدیث کی تائید آیت کریمہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى فرما رہی ہے، دیدار الٰہی کی پوری بحث ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو۔ ۲؎ یعنی وہ کون سے اعمال ہیں جنہیں لے جانا اور بارگاہ الٰہی میں پیش کرنے میں فرشتے جھگڑتے ہیں وہ کہتا ہے میں لے جاؤں اور یہ کہتا ہے میں۔ اس جملے کی اور بھی توجیہیں ہیں مگر یہ قوی۔ ۳؎ یعنی رب نے اپنی رحمت کے ہاتھ کو میری پشت پر رکھا اور اس کا فیضان میرے سینہ اور دل پر پہنچا۔ ۴؎ مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ حدیث حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم کی کھلی دلیل ہے۔ رب نے حضور علیہ السلام کو ساتوں آسمانوں بلکہ اوپر کی تمام چیزوں اور ساتوں زمینوں اور ان کے نیچے کی ذرہ ذرہ اور قطرے قطرے بلکہ مچھلی اور بیل جن پر زمین قائم ہے، ان سب کا علم کلی عطا فرمایا، شیخ نے فرمایا کہ اس سے مراد تمام کلی جزئی علوم کا عطا فرمانا ہے، خیال رہے کہ اللہ نے اپنے حبیب کو گذشتہ موجودہ اور تا قیامت ہونے والی ہر چیز کا علم دیا کیونکہ زمین پر لوگوں کے اعمال اور آسمان پر ان اعمال کے لئے فرشتوں کے یہ جھگڑے تا قیامت ہوتے رہیں گے، جنہیں حضور علیہ السلام آج آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس حدیث کی تائید قرآن کی بہت سی آیات کر رہی ہیں جن آیات میں علم کی نفی ہے۔ وہاں علم ذاتی مراد ہے۔ اس کی

اِبْنِ عَبَّاسٍ وَّمُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ وَّزَادَ فِيْهِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِيْ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰى قُلْتُ نَعَمْ فِي الْكَفَّارَاتِ وَالْكَفَّارَاتُ الْمُكْثُ فِي الْمَسْجِدِ بَعْدَ الصَّلَوٰاتِ وَالْمَشْيُ عَلَى الْاَقْدَامِ اِلَى الْجَمَاعَاتِ وَاِبْلَاغُ الْوُضُوْءِ فِي الْمَكَارِهِ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ عَاشَ بِخَيْرٍ وَمَاتَ بِخَيْرٍ وَكَانَ مِنْ خَطِيْئَتِهٖ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِذَا صَلَّيْتَ فَقُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ

اور ابن عباس و معاذ ابن جبل سے اس میں یہ زیادتی بھی ہے رب نے فرمایا اے محمد کیا تم جانتے ہو کہ مقرب فرشتے[1] کس چیز میں جھگڑتے ہیں[2] میں نے عرض کیا ہاں کفارات میں[3] اور کفارے نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرنا اور جماعتوں کی طرف پیدل چلنا اور ناگواری کی حالت میں پورا وضو کرنا ہیں[4] اور جو یہ کرے گا بھلائی سے جیے گا بھلائی سے مرے گا اور اپنی خطاؤں سے ایسا ہو جائے گا جیسے آج ماں نے جنا[5] اور فرمایا اے محمد جب تم نماز پڑھ چکو تو کہا کرو[6] الٰہی میں تجھ سے اچھے کام کرنا برائیاں چھوڑنا

تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔ [5] یعنے جیسے اللہ نے اپنے خلیل کو ملکوت دکھائے، ایسے ہی مجھے معلوم ہوا کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف مسئلے ہی نہیں بتائے گئے تھے، مسئلے تو مولویوں کو بھی بتا دیئے جاتے ہیں بلکہ ساری خدائی دکھائی گئی تھی ورنہ حضور علیہ السلام اس آیت سے دلیل نہ پکڑتے۔

[1] مقرب فرشتوں سے اعمال پیش کرنے والے فرشتے مراد ہیں یعنی مدبرات امر فرشتے۔ [2] یعنی ہاں اب تیری عطا اور تیرے کرم سے سب کچھ جانتا ہوں معلوم ہوا کہ رب نے بتایا تھا بلکہ سب کچھ دکھایا تھا۔ [3] یعنی ان تین نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالٰی گناہ صغیرہ مٹا دیتا ہے۔ ان کی شرحیں گزر چکیں۔ [4] اس کی تائید اس آیت سے ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۔ الآیہ۔ سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں رزق حلال، قناعت، رضا بالقضاء، عبادات میں لذت اور اطاعتوں کی توفیق نصیب ہونا اچھی زندگی ہے اور ایمان پر خاتمہ، مرتے وقت توبہ، فرشتوں کا جان نکالتے وقت جنت کی خوشخبری دینا بلکہ وہاں کے پھول لا کر سنگھانا، بعد وفات مسلمانوں کا اچھائی سے اسے یاد کرنا یہ بھلائی کی موت ہے۔ اللہ ہم سب کو نصیب کرے یہ رب کا وعدہ ہے جو حضور علیہ السلام کی معرفت ہمیں ملا ٹل نہیں سکتا۔ [5] اس کے سارے گناہ صغیرہ معاف ہو جائیں گے۔ گناہ کبیرہ اور حقوق مراد نہیں، اسی لئے خَطِيْئَتِهٖ فرمایا [6] یعنے ہر نماز سے فارغ ہونے کے بعد نہ کہ نماز کے اندر یہ دعا مانگ لیا کرو جیسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو میت کے لیے خلوص دل سے دعا کرو، دونوں عبارتیں یکساں ہیں۔

وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ فَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ قَالَ
وَالدَّرَجَاتُ اِفْشَاءُ السَّلَامِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلٰوةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ وَلَفْظُ هٰذَا
الْحَدِيْثِ كَمَا فِي الْمَصَابِيْحِ لَمْ اَجِدْهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِلَّا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ
اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ
رَجُلٌ خَرَجَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ حَتّٰى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ يَرُدَّهُ
بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ وَرَجُلٌ رَاحَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ وَرَجُلٌ دَخَلَ
بَيْتَهُ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور مسکینوں کی محبت مانگتا ہوں [1] جب تو اپنے بندوں کو فتنے میں ڈالنا چاہے تو مجھے اپنی طرف بغیر فتنے میں مبتلا ہوئے
بلالے [2] فرمایا اور درجات سلام کو پھیلانا کھانا کھلانا اور رات میں جب لوگ سوتے ہوں نماز پڑھنا ہیں [3]
اور اس حدیث کے الفاظ جیسے کہ مصابیح میں ہیں میں نے عبدالرحمن کی روایت سے نہ پائے مگر شرح سنہ میں روایت ہے
حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن سب کی ذمہ داری اللہ
پر ہے [4] ایک وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلے وہ خدا کی ذمہ داری میں ہے حتی کہ اسے موت آجائے
تو جنت میں داخل فرمادے یا اجر و غنیمت کا مال لے کر واپس کرے [5] اور ایک وہ شخص جو مسجد
کی طرف چلے وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہے اور ایک وہ شخص جو اپنے گھر میں سلام سے جائے وہ
اللہ تعالٰی کی ذمہ داری میں ہے [6] (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] اگرچہ مسکینوں کی محبت بھی اچھے کام میں داخل تھی مگر ان سب سے افضل، کہ یہ ایمان کا ذریعہ ہے اس لیے اسکا علیحدہ ذکر کیا مسکینوں سے
مراد انبیاء اولیاء اور نیک مسلمان ہیں کہ یہ سب حضرات دل کے مسکین اور متواضع ہیں۔ فقیر و مسکین میں بڑا فرق ہے۔ [2] کیونکہ اس
وقت زندگی سے موت افضل ہے۔ خیال رہے کہ دنیوی مصائب سے گھبرا کر دعائے موت کرنا منع ہے مگر ایمانی آفتوں پر دعائے موت
جائز ہے، لہذا یہ حدیث تمنائے موت کی ممانعت کی حدیثوں کے خلاف نہیں۔ [3] یعنی گذشتہ تین اعمال معافی گناہ کا ذریعہ تھے اور یہ اعمال ترقی
درجات کا وسیلہ، اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کی نماز اور بھوکوں کا پیٹ بھرنا ہر ایک کو سلام کرنا بہت بہترین اعمال ہیں [4] یعنی انکا اجر و ثواب اللہ
کے ذمہ کرم پر ہے یا یہ لوگ اللہ کی ضمان اور امان میں، ایسے ہیں جیسے سرکاری ملازم ڈیوٹی پر حکومت کی امان میں کہ اس کی بے عزتی کرنا حکومت کا
مقابلہ ہے ایسے ہی ان لوگوں سے جھگڑنا رب کا مقابلہ ہے۔ [5] یعنی اگر مارا گیا تو شہید اور اگر زندہ لوٹا تو اگر ہار کر آیا، تو صرف ثواب اور اگر جیت کر آیا تو ثواب و
غنیمت دونوں لایا۔ [6] معلوم ہوا کہ گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا بڑا بہتر کام ہے اس سے گھر میں اتفاق، رزق میں برکت اور نیک اعمال کی توفیق نصیب ہوتی

مَنْ خَرَجَ مِنْ بَیْتِهٖ مُتَطَهِّرًا اِلٰى صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ فَاَجْرُهٗ كَاَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ وَمَنْ خَرَجَ اِلٰى
تَسْبِیْحِ الضُّحٰى لَا یَنْصِبُهٗ اِلَّا اِیَّاهُ فَاَجْرُهٗ كَاَجْرِ الْمُعْتَمِرِ وَصَلٰوةٌ عَلٰى اَثَرِ صَلٰوةٍ لَا لَغْوَ بَیْنَهُمَا
كِتَابٌ فِیْ عِلِّیِّیْنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ الْمَسَاجِدُ
قَالَ وَمَا الرَّتْعُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ رَوَاهُ

جو فرض نماز کے لئے اپنے گھر سے وضو کرکے نکلے تو اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کی طرح ہے ۱؎ اور جو چاشت کی نماز کے لئے نکلے کہ یہ نماز ہی اُسے نکالے تو اس کا ثواب عمرہ والے کی طرح ہے ۲؎ اور نماز کے بعد دوسری نماز جس کے درمیان کوئی بیہودہ بات نہ ہو اس کی علیین میں تحریر ہے ۳؎ (احمد و ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو کچھ چرلیا کرو ۴؎ عرض کیا گیا کہ حضور جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا مسجدیں عرض کیا گیا چرنا کیا ہے یارسول اللہ! فرمایا سبحان اللہ والحمد للہ اور لاالٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنا ۵؎

حتی کہ اگر خالی گھر میں جائے تو یوں کہہ دے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اس کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ تیسرا وہ شخص جو سلامتی سے اپنے گھر میں بیٹھے بلاوجہ لوگوں میں نہ پھرے جیسا کہ دوسری حدیث سے معلوم ہورہا ہے۔ ۱؎ کیونکہ حاجی کعبہ میں جاتا ہے اور یہ مسجد میں، یہ دونوں اللہ کا گھر ہیں، حاجی حج کا احرام باندھتا ہے اور یہ نمازی نیت کے گھر سے نکلتا ہے اور جیسے کہ حج خاص تاریخوں میں ہوتا ہے مگر حاجی گھر سے نکلنے سے لوٹنے تک ہر وقت اجر پاتا ہے ایسے ہی نماز کی جماعت اگرچہ خاص وقت میں ہوگی، مگر نمازی گھر سے نکلنے سے لوٹنے تک اللہ کی رحمت میں ہی رہتا ہے۔ ۲؎ خیال رہے کہ نماز چاشت اور دیگر نوافل اگرچہ گھر میں افضل ہیں لیکن اگر گھر کے مشاغل بچوں کے شور کی وجہ سے مسجد میں پڑھے تو بھی بہتر یہاں یہی مراد ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ نماز چاشت مسجد میں ہی افضل ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔
۳؎ اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ فرض کے بعد متصل نفل و سنتیں پڑھے درمیان میں دنیوی کام نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ پنجگانہ فرائض کے درمیان بھی یہ سمجھ کر گناہوں سے بچے کہ میں ظاہر و باطن پاک رہ کر رب کی بارگاہ میں حاضر ہوؤں تو اس کا عمل علیین میں لکھا جائیگا علیین ساتویں آسمان کے اوپر دفتر ہے جہاں ابرار کے نیک اعمال لکھے جاتے ہیں چونکہ یہ اونچی جگہ واقع ہوا ہے اس لیے علیین کہلاتا ہے ۴؎ یعنی اگر تم مسجدوں میں نماز کیلئے نہ بھی جاؤ بلکہ ویسے ہی وہاں سے گزر جاؤ تب بھی کچھ پڑھ لیا کرو کیونکہ باغ میں جاکر بغیر کچھ کھائے واپس آنا محرومی ہے، خصوصاً جبکہ باغ کا مالک سخی ہو۔ ۵؎ جنت میں جسمانی غذائیں ہوں گی اور نہ مٹنے والے میوے جن پر کوئی روک ٹوک نہیں ایسے ہی مساجد میں اللہ کے ذکر کی روحانی غذائیں ہیں جن کے لیے فنا نہیں اسی لیے سیدنا علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اگر رب مجھے جنت اور مسجد میں جانے کا

التِرمِذِیُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتَی الْمَسْجِدَ لِشَیْءٍ فَهُوَ حَظُّهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَیْنِ عَنْ جَدَّتِهَا فَاطِمَةَ الْکُبْرٰی رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ وَقَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ وَقَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ

(ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مسجد میں جس چیز کے لیے آئے گا وہ اُس کا حصہ ہوگا۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت فاطمہ بنت حسین سے۲؎ وہ اپنی دادی حضرت فاطمۃ الکبرٰی رضی اللہ عنہا سے راوی۳؎ فرماتی ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو محمد مصطفٰے پر درود و سلام بھیجتے اور فرماتے الٰہی میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب نکلتے تو جناب مصطفٰے پر درود و سلام بھیجتے اور فرماتے یا رب میرے گناہ بخش دے

اختیار دے تو میں جنت کی بجائے مسجد کو اختیار کروں، علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص اس وقت مسجد میں جائے جب نفل مکروہ ہوتے ہیں تو یہ کلمات پڑھ لے انشاء اللہ تحیۃ المسجد کا ثواب پائے گا ایک حدیث میں ہے کہ معراج کی رات ابراہیم علیہ السلام نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ اپنی امت سے میرا سلام کہنا اور فرمانا کہ جنت کی بہت سی زمین خالی پڑی ہے اس میں بوٹے لگا کر آؤ، وہاں کے بوٹے یہ کلمات ہیں۔ سُبْحَانَ اللهِ الخ (مرقاۃ)۔

۱؎ یعنی مسجد میں جس نیت سے جاؤ گے وہی پاؤ گے جوتی چرانے جاؤ گے جوتے ہی کھاؤ گے۔ اگر وہاں بھیک مانگنے گئے تو ہمیشہ بھیک ہی مانگو گے اور اگر نماز اور اللہ کے ذکر کے لیے گئے ثواب ملے گا۔ فقیر کہتا ہے کہ جو مسجد نبوی شریف میں اس لیے جائے کہ مجھے حضور علیہ السلام مل جائیں تو انشاء اللہ حضور مل جائیں گے بلکہ ان مساجد میں بھی صرف اللہ رسول کو راضی کرنے کی نیت کرو، انشاء اللہ پاؤ گے

۲؎ آپ کا لقب فاطمہ صغرٰی ہے۔ امام حسین کی صاحبزادی اور امام زین العابدین کی بہن ہیں حسین ابن حسن ابن علی کے نکاح میں تھیں ان کی وفات کے بعد عبداللہ ابن عمرو ابن عثمان ابن عفان کے نکاح میں آئیں۔ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں یعنی صحابہ کرام کی صحبت یافتہ۔ ۳؎ آپ کا لقب فاطمۃ الکبرٰی ہے۔ حضور علیہ السلام کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ خدیجۃ الکبرٰی سے ہیں ماہ رمضان ۲ھ میں سیدنا علی مرتضٰی کے نکاح میں آئیں، اور ذی الحجہ میں رخصتی ہوئی، دو بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑیں حسن حسین زینب ام کلثوم رقیہ، حضور علیہ السلام کی وفات سے چھ ماہ بعد وفات پائی، ۲۸ سال عمر ہوئی، حضرت علی نے غسل دیا، حضرت عباس یا ابوبکر صدیق نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ سے بڑھ کر سچا نہ دیکھا۔ ۴؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسجد میں جاتے وقت درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ شفاء شریف میں ہے۔ کہ خالی گھر اور مسجد میں جاتے وقت پڑھے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنے

لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي رِوَايَتِهِمَا قَالَتْ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَكَذَا إِذَا خَرَجَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ بَدَلَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ لَمْ تُدْرِكْ فَاطِمَةَ الْكُبْرٰى وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَنَاشُدِ الْأَشْعَارِ فِي الْمَسْجِدِ وَعَنِ الْبَيْعِ وَالْإِشْتِرَاءِ فِيْهِ وَأَنْ يَّتَحَلَّقَ النَّاسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فِي الْمَسْجِدِ

میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے [1] (ترمذی، احمد، ابن ماجہ) ان دونوں کی روایت میں یہ بھی ہے کہ فرماتی ہیں جب مسجد میں جاتے اور یونہی جب نکلتے تو بجائے صلوۃ و سلام کے یہ کہتے بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ [2] ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد متصل نہیں فاطمہ بنت حسین نے فاطمہ کبریٰ کو نہ پایا [3] روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی [4] فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اشعار پڑھنے [5] اور وہاں خرید و فروخت سے منع فرمایا [6] اور اس سے منع کیا کہ لوگ جمعہ کے دن مسجد میں نماز سے پہلے حلقے بنا کر بیٹھیں [7]

پر درود سلام پڑھتے تھے کبھی صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّسَلَّمَ اور کبھی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے تھے

[1] ان دو جملوں کی تفسیر اسی باب میں پہلے گذر چکی، حضور علیہ السلام کا گناہوں کی بخشش مانگنا یا تو ہمیں سکھانے کے لیے ہے یا گناہوں سے اپنی امت کے وہ گناہ مراد ہیں، جن کا بخشوانا ان کے ذمہ کرم پر ہے جیسے مقدمہ کا وکیل کہتا ہے میرا مقدمہ اس کی نفیس و لذیذ تحقیق ہماری تفسیر نعیمی خورد سورہ فتح لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ کے ماتحت دیکھو۔ [2] سنت ہے کہ یہ الفاظ اب بھی کہے جائیں اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی جلوہ گری ہر جگہ ہے ورنہ غائب کو سلام کیسا، ہر نمازی التحیات میں پڑھتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ [3] کیونکہ حضرت فاطمہ کبریٰ کے وفات کے وقت آپ کے والد امام حسین کی عمر آٹھ سال تھی، لہذا کسی راوی کا نام چھوٹ گیا جس نے حضرت فاطمہ زہرا سے سنا ہو، مرقاۃ میں ہے وہ راوی خود آپ کے والد امام حسین ہیں چنانچہ ابن مردویہ نے اس کی اسناد یوں بیان کی۔ فاطمۃ بنت الحسین عن حسین عن فاطمۃ الکبریٰ [4] آپ کے دادا کا نام عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہے وہ صحابی ہیں ان کا ذکر پہلے تفصیل سے ہو چکا [5] اشعار سے مراد برے یا عشقیہ اشعار ہیں، حمد الٰہی نعت مصطفوی، مناقب اولیاء، پند و نصیحت، کفار کی برائیوں کے اشعار پڑھنا جائز بلکہ سنت صحابہ ہے، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور مسجد میں حضرت حسان کیلئے منبر بچھاتے جس پر آپ کھڑے ہو کر حضور کی نعت اور کافروں کی ہجو کے اشعار پڑھتے اور حضور دعائیں دیتے نیز حضرت حسان اور کعب ابن زہیر مسجد نبوی میں حضور کے سامنے نعت خوانی کیا کرتے تھے اس کی بحث ان شاء اللہ باب الشعر میں آئیگی۔ [6] کیونکہ یہ دنیوی کاروبار ہے جو مسجدوں میں ممنوع ہے آجکل مسجد حرام شریف میں خلاف کعبہ اور کتب وغیرہ بھی جاتی

مذموم اشعار

رواہ ابو داود والترمذی وعن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا رأیتم من یبیع او یبتاع فی المسجد فقولوا لا اربح الله تجارتك واذا رأیتم من ینشد فیه ضالة فقولوا لا رد الله علیك رواه الترمذی والدارمی وعن حکیم بن حزام قال نهى رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یستقاد فی المسجد وان ینشد فیه الاشعار وان تقام فیه الحدود رواه ابو داود فی سننه وصاحب جامع الاصول فیه عن حکیم وفی المصابیح عن جابر وعن معاویة ابن قرة عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهى عن هاتین الشجرتین یعنی البصل والثوم وقال من اکلهما فلا یقربن مسجدنا

(ابوداؤد و ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم اُسے دیکھو جو مسجد میں خرید و فروخت کر رہا ہے تو کہہ دو اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے[۱] اور جب تم وہاں کسی کو گمی ہوئی چیز ڈھونڈھتے دیکھو تو کہہ دو خدا کرے تیری چیز نہ ملے[۲] (ترمذی و دارمی) روایت ہے حضرت حکیم ابن حزام سے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قصاص لینے[۳] اور وہاں اشعار پڑھنے اور وہاں حدیں قائم کرنے سے منع فرمایا[۴] (ابوداؤد) جامع الاصول میں حکیم سے اور مصابیح میں جابر سے روایت ہے حضرت معاویہ ابن قرہ سے[۵] وہ اپنے والد سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو درختوں یعنے پیاز و لہسن سے منع فرمایا اور فرمایا کہ جو یہ کھائے ہماری مسجد کے قریب نہ آئے[۶]

ہیں یہ بھی منع ہے، ہاں معتکف بحالت اعتکاف مسجد میں بیوپار کی باتیں کر سکتا ہے وہاں مال نہیں لا سکتا۔ [۹] اس وقت وہاں صف بنا کر بیٹھنا چاہیے ہاں نماز کے بعد وعظ وغیرہ سننے کے لیے حلقے بنا کر بیٹھنا جائز ہے کیونکہ اب نماز کا انتظار نہیں ہے۔

[۱] معلوم ہوا کہ گناہ پر بددعا دینا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اسے سنا کر بددعا دے تاکہ تبلیغ بھی ہو جائے، خرید و فروخت سے مراد صرف خرید و فروخت کی باتیں بھی ہیں اور وہاں مال حاضر کر کے بیچنا بھی۔ [۲] اس کی شرح گزر چکی کہ ڈھونڈنے سے مراد شور مچا کر تلاش کرنا ہے [۳] کیونکہ اس میں خون وغیرہ سے مسجد خراب ہوگی۔ [۴] غالباً حدوں سے مراد حقوق اللہ کی سزائیں ہیں جیسے چوری اور زنا کی سزا قصاص حق عبد کی سزا تھی۔ خیال رہے کہ مسجد میں قاضی مقدمات سن سکتا ہے۔ مگر سزا مسجد کے باہر دی جائے۔ [۵] آپ کا نام معاویہ ابن قرہ ابن ایاس ابن ہلال ہے قبیلہ مزنیہ سے ہیں بصرے کے رہنے والے مشہور تابعی ہیں جنگ جمل کے دن پیدا ہوئے ستر صحابہ سے ملاقات ہے، ۱۱۳ھ میں وفات پائی (مرقات)

[۶] یہ جملہ پہلے جملے کی تفسیر ہے یعنی پیاز و لہسن کھانا حرام نہیں بلکہ کھا کر بدبودار منہ لے مسجد میں آنا حرام ہے خواہ وہاں نمازی ہو یا نہ ہو کیونکہ فرشتے ہر وقت رہتے ہیں۔

وَقَالَ اِنْ كُنْتُمْ لَابُدَّ اٰكِلِيْهَا فَاَمِيْتُوْهُمَا طَبْخًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّصَلّٰى فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ فِي الْمَزْبَلَةِ وَالْمَجْزَرَةِ وَالْمَقْبَرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيْقِ وَفِي الْحَمَّامِ وَفِيْ مَعَاطِنِ الْاِبِلِ وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اور فرمایا کہ اگر تمہیں ضروری کھانا ہو تو انہیں پکا کر مار دیا کرو [۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ساری زمین مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے [۲] (ابوداؤد، ترمذی، دارمی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع کیا کوڑی مذبح قبرستان [۳] بیچ راستہ میں [۴] اور حمام میں اور اونٹ بندھنے کی جگہ [۵] اور کعبہ شریف کی چھت پر [۶] (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

[۱] تاکہ ان کی بو جاتی رہے۔ کیونکہ بدبو ہی ممانعت کی وجہ ہے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ حکم ہر مسجد کا ہے۔ بلکہ ہر دینی مجلس میں اس کا خیال رکھا جائے۔ [۲] یعنی اسلام میں ہر جگہ نماز جائز ہے۔ قبرستان میں نماز جب منع ہے جبکہ قبر نمازی کے سامنے ہو، لہذا قبرستان کی مسجدوں میں نماز جائز ہے۔ نیز حمام میں نہانے کی جگہ جہاں میل کچیل گندگیاں رہتی ہیں، نماز منع ہے اگر اس کے کسی پاک گوشہ میں نماز پڑھی جائے تو حرج نہیں۔ [۳] کوڑی اور مذبح میں گندگیاں پھیلی ہوتی ہیں۔ اس لئے وہاں نماز ہوگی ہی نہیں قبرستان کا ذکر ابھی ہو چکا۔ [۴] یعنی جہاں لوگوں کی عام گذر ہو وہاں نماز نہ پڑھے۔ کہ اس سے نمازی کو یکسوئی نہ ہوگی اور گذرنے والے کا راستہ بند ہو جائے گا، مسجد میں بھی در کے سامنے یا دروازہ کے قریب نہ پڑھے۔ کہ اس سے آنے جانے والوں کو تکلیف ہوگی ستون کی آڑ لے کر یا گوشہ میں نماز پڑھنی چاہیئے۔ [۵] خواہ وہاں اس وقت اونٹ بندھا ہو یا نہ، کیونکہ اونٹ کے چرواہے اونٹ کی آڑ میں پیشاب کیا کرتے ہیں۔ اگر اونٹ بندھا ہو تو اس کے پیشاب کرنے اور چھینٹیں پڑنے کا سخت خطرہ ہوتا ہے۔ اسی لئے خصوصیت سے اونٹ کا ذکر فرمایا ورنہ ہر نجس زمین پر نماز پڑھنا منع ہے۔ [۶] کیونکہ وہاں بلاضرورت چڑھنا ہی منع ہے کہ اس میں کعبۃ اللہ کی توہین ہے۔ اس نماز میں توہین شامل ہے۔ لہذا نماز مکروہ، یہی حکم ہر مسجد کا ہے کہ اگر اس پر بالائی منزل نہ ہو تو بلاضرورت چھت پر چڑھنا منع اور وہاں نماز مکروہ اس ممانعت کی وجہ یہ نہیں کہ یہ جگہ کعبہ نہیں وہاں کے آسمان تک فضائے کعبہ ہے لہذا یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں ۞

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوْا فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بکریوں کے بندھنے کی جگہ نماز پڑھو اور اونٹ بندھنے کی جگہ نماز نہ پڑھو[1] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر[2] اور قبروں پر مسجدیں بنانیوالوں اور چراغ جلانے والوں پر[3] (ابوداؤد)

[1] کیونکہ بکریوں کی جگہ اکثر ناپاک نہیں ہوتی کہ وہاں بکریوں والے پیشاب نہیں کرتے نیز دوران نماز چھینٹیں آنے کا اندیشہ کم ہوتا ہے کیونکہ بکری نیچی ہے نیز پیشاب کرتے وقت اور بھی جھک جاتی ہے۔ اور بکری کے کھل جانے کی صورت میں نمازی کے کچلے جانے کا اندیشہ بھی نہیں ہوتا یہ وجوہ اونٹ کے طویلہ میں نہیں، لہذا وہاں نماز نہ پڑھی جائے۔ خیال رہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بکری کے طویلہ میں مصلے بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہو اونٹ کے طویلہ میں کسی طرح نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اونٹ کی پیدائش شیطان سے ہے لہذا اس کے پاس نماز منع ہے، مگر یہ غلط کیونکہ حضور نے خود اونٹ پر نفل پڑھے ہیں، اونٹ مبارک جانور ہے نبیوں کی سواری ہے، اسکا گوشت کھایا اور دودھ پیا جاتا ہے، سواری اور سامان ڈھونے میں کام آتا ہے۔ اس کے ہر عضو میں بیشمار فائدے ہیں کھال کے برتن اور بال کے قیمتی قالین بنتے ہیں۔ نہایت معمولی غذا کھا کر بہترین خدمات پیش کرتا ہے۔ اسی لیے خدائے قدوس نے اسے نشان قدرت بتایا کہ فرمایا اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ [2] اکثر علماء فرماتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہے اسکا ناسخ زیارۃ قبور کے باب میں آرہا ہے کہ سرکار نے فرمایا میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اَلَا فَزُوْرُوْهَا اب زیارتیں کیا کرو کیونکہ اس سے اپنی موت یاد آتی ہے مگر حق یہ ہے کہ عورت کو زیارت کرنے کیلئے قبروں پر جانا منع کہ یہ وہاں پہنچ کر یا سجدے کریں گی یا روئیں گی پیٹیں گی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایکبار اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر گزریں تو زیارت بھی کرلی یہ قبر پر جانا نہ تھا بلکہ قبر کا راستہ میں آجانا تھا۔ خیال رہے کہ یہاں عام قبریں مراد ہیں ورنہ حضور کے روضہ اطہر پر ہر حاجی مرد و عورت پر حاضری واجب ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ اسکی تحقیق ان شاء اللہ باب زیارۃ القبور میں آئیگی۔ [3] قبر پر اسطرح مسجد بنانا کہ تعویذ قبر فرش مسجد میں آجائے کہ لوگ اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھیں یا اس طرح کہ قبر نمازی کے سامنے رہے حرام ہے کہ پہلی صورت میں قبر مومن کی توہین ہے اور دوسری صورت میں قبر کی طرف سجدہ نیز قبر کے تعویذ پر چراغ جلانا سخت منع ہے کہ اس میں آگ ہے۔ قبر مومن کو آگ سے بچایا جائے، نیز فضول خرچی ہے بلا ضرورت تیل پھونکنا اور اگر چراغ جلانے والے کی یہ نیت ہے کہ اس سے قبر میں روشنی ہوگی تو بدعقیدگی ہے، کیونکہ قبر میں روشنی تو مدینہ والے پیارے سورج کی شعاعوں سے ہے۔ اللہ نصیب کرے لیکن بزرگوں کی قبر کے پاس مسجد بنانا سنت انبیاء و سنت صحابہ ہے اور قرآن سے ثابت جیسا پہلے عرض کیا گیا، اور بزرگوں کے مزار کے پاس چراغ جلانا تاکہ زیارت کرنے والوں کو آسانی ہو اور اسکی روشنی میں قرآن خوانی ہو جائز بلکہ ثواب ہے، آج بھی حضور کے روضہ انور پر ایسی عالی شان

وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ إِنَّ حَبْرًا مِّنَ الْيَهُوْدِ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْبِقَاعِ خَيْرٌ فَسَكَتَ عَنْهُ فَقَالَ أَسْكُتُ حَتّٰى يَجِيْءَ جِبْرِيْلُ فَسَكَتَ وَجَاءَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَأَلَ فَقَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلٰكِنْ أَسْأَلُ رَبِّيْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ثُمَّ قَالَ جِبْرِيْلُ يَا مُحَمَّدُ دَنَوْتُ مِنَ اللّٰهِ دُنُوًّا مَّا دَنَوْتُ مِنْهُ قَطُّ قَالَ وَكَيْفَ كَانَ يَا جِبْرِيْلُ قَالَ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ سَبْعُوْنَ أَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُّوْرٍ فَقَالَ شَرُّ الْبِقَاعِ أَسْوَاقُهَا وَخَيْرُ الْبِقَاعِ

ترمذی، نسائی[1] روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عالم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سی جگہ بہتر ہے حضور خاموش رہے[2] اور فرمایا میں جبریل کے آنے تک خاموش رہوں گا چنانچہ خاموش رہے[3] اور حضرت جبریل حاضر ہوئے حضور نے ان سے پوچھا وہ بولے کہ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے بڑا عالم نہیں[4] لیکن میں اپنے رب سے پوچھوں گا[5] پھر جبریل کہنے لگے اے محمد مصطفیٰ! میں آج اللہ سے اتنا قریب ہوا کہ اس سے پہلے کبھی قریب نہ ہوا تھا[6] حضور نے فرمایا کہ کتنا قرب ہوا اے جبریل عرض کیا کہ میرے اور رب کے درمیان صرف ستر ہزار نور کے پردے رہ گئے[7] رب نے فرمایا کہ بدترین جگہ بازار ہے اور بہترین جگہ

روشنی ہوتی ہے کہ سبحان اللہ دیکھ کر ایمان روشن ہو جاتا ہے۔ ان ہی وجوہ سے اس سید الفقہاء نے مباح فرمایا یعنی عین قبر پر مسجد و چراغ منع، اس کے قریب جائز باب الدفن میں آئے گا کہ حضور نے ایک میت کو رات میں دفن کیا تو وہاں چراغ جلایا گیا معلوم ہوا کہ ضرورۃً جائز ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔ [1] ظاہر یہ ہے کہ خاموشی بے علمی کی وجہ سے نہیں جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے بلکہ آج اپنی محبوبیت دکھانا ہے اور اس بہانے سے حضرت جبریل کو معراج کرانا ہے۔ [2] یہ عبارت بتا رہی ہے کہ اس خاموشی میں کوئی راز تھا ورنہ یہ مسئلہ اجتہاد سے بھی فرمایا جا سکتا تھا۔ [3] یعنی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ رب نے فرمایا جبریل آج جاؤ کچھ پاؤ گے لطف کی بات یہ ہے کہ رب نے یہ مسئلہ بتا کر نہ بھیجا اور جبریل امین نے اپنی بے علمی کا اقرار نہیں کیا، بلکہ عرض کیا کہ اس بارے میں میرا علم آپ سے زیادہ نہیں، زیادتی علم کی نفی کی یعنی اگرچہ یہ آپ کو بھی معلوم ہے مجھے بھی، لیکن ابھی بتانے کی اجازت نہیں اس میں کچھ راز ہے۔ [4] اپنے مقام پر جا کر نہ کہ یہاں بیٹھے بیٹھے [5] یہ اس ساری حدیث کا منشاء ہے یعنی ابھی یہ مجلس گرم ہی تھی کہ جبریل جا کر لوٹ بھی آئے اور یہ پیغام لائے۔ خیال رہے کہ ہمیشہ حضرت جبریل رب کے بھیجے ہوئے حضور کے پاس آیا کرتے تھے آج محبوب کے بھیجے ہوئے رب کے پاس گئے اور پیارے کا قاصد بھی پیارا ہوتا ہے۔ اس لیے رب نے انہیں حدود سے کہیں آگے بلا لیا، معراج میں آگے نہ بڑھے کہ وہاں حبیب و محبوب کے تخلیہ کا وقت تھا خادم کو علیحدہ رہنا چاہیے تھا یہاں مرقاۃ نے بڑا پر لطف مضمون بیان کیا ہے۔ یہ سارا قصہ جبریل کی اس عزت افزائی کے لیے تھا۔ [6] یعنی اس سے پہلے لاکھوں پردے ہوا کرتے تھے لیکن آج ایک لاکھ سے بھی کم رہ گئے۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ پردے مخلوق کے لحاظ سے نہ خالق کے

مَسَاجِدُهَا رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيْحِهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ** عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ جَاءَ مَسْجِدِي هٰذَا لَمْ يَاْتِ اِلَّا لِخَيْرٍ يَتَعَلَّمُهُ اَوْ يُعَلِّمُهُ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَنْ جَاءَ لِغَيْرِ ذٰلِكَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يَنْظُرُ اِلٰى مَتَاعِ غَيْرِهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُوْنُ حَدِيْثُهُمْ فِي مَسَاجِدِهِمْ فِي اَمْرِ دُنْيَاهُمْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ فَلَيْسَ لِلّٰهِ فِيْهِمْ حَاجَةٌ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ * وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنْتُ

مسجدیں اسے ابن حبان نے اپنے صحیح میں ابن عمر سے روایت کیا **تیسری فصل** روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو میری اس مسجد میں آئے مگر نہ آئے سوائے بھلائی سیکھنے یا سکھانے تو وہ غازی فی سبیل اللہ کے درجے میں ہے [1] اور جو اس کے سوا کسی کام کے لئے آئے وہ اس شخص کی طرح ہے جو دوسرے کا مال تکے [2] (ابن ماجہ) اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت ہے حضرت حسن سے مرسلاً فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اُن کی دنیاوی باتیں مسجدوں میں ہوں گی تم اُن میں نہ بیٹھنا [3] ایسوں کی اللہ کو ضرورت نہیں [4] بیہقی شعب الایمان روایت ہے حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں

لحاظ سے یعنی مخلوق حجابوں میں ہے نہ کہ خالق جیسے نابینا سے آفتاب چھپا ہے مگر حجاب اس کی آنکھ پر ہے نہ کہ سورج پر۔ خیال رہے کہ ہم لوگ ظلمانی حجابوں میں ہیں۔ اور ملائکہ نورانی حجابوں میں۔

[1] یعنی مسجد نبوی شریف میں علم دین سیکھنا سکھانا دوسری جگہ سیکھنے سکھانے سے افضل ہے جیسے یہاں کی ایک نماز پچاس ہزار کے برابر ایسے ہی یہاں کا ایک سبق پڑھنا پڑھانا پچاس ہزار اسباق کے برابر حضور کے قرب کی برکت سے اسی لیے بعض علماء مسجد نبوی شریف میں وعظ کہنا اور درس دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجدوں میں علم دین کے مدرسے جائز ہیں امام بخاری نے حرم شریف میں بخاری لکھی۔ [2] یعنی جیسے وہ تکنے والا خیر سے محروم ہے، ایسے ہی یہ خیر سے محروم، خیال رہے کہ یہاں خیر سے مراد کوئی دنیوی کام ہے۔ یعنی جو مسجد نبوی شریف میں فقط عمارت یا رونق دیکھنے کیلئے جائے کسی عبادت کی نیت نہ کرے وہ بڑا بدنصیب ہے، اس غیر سے مراد حضور کا دیدار نہیں کہ یہ تو وہاں کی حاضری کا اصل مقصود ہے۔ خیال رہے کہ حاجی حضور کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ جائے اسی پر وعدۂ شفاعت ہے کہ فرمایا مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ جو بدنصیب صرف وہ مسجد دیکھنے جائیں وہ اس شفاعت سے

نَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا هُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهَذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَ مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَنَى عُمَرُ رَحْبَةً فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ تُسَمَّى الْبُطَيْحَاءَ وَقَالَ مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَلْغَطَ أَوْ يُنْشِدَ شِعْرًا أَوْ يَرْفَعَ صَوْتَهُ فَلْيَخْرُجْ إِلَى هَذِهِ

مسجد میں سو رہا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر فاروق تھے ۱ فرمایا جاؤ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ میں ان دونوں کو لے کر آیا فرمایا تم لوگ کون ہو یا کہاں سے آئے ہو وہ بولے ہم طائف والے ہیں فرمایا اگر تم مدینہ والوں میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا ۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آوازیں اونچی کرتے ہو ۳ (بخاری) روایت ہے مالک حضرت مالک سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے مسجد کے گوشے میں چبوترہ بنایا تھا جسے بطیحاء کہا جاتا تھا اور فرمایا کہ جو بکواس کرنا یا شعر پڑھنا یا شور کرنا چاہے وہ اس چبوترہ پر آجائے

محروم ہیں لہذا یہ حدیث ان کی دلیل نہیں ہمارے خلاف نہیں۔ ۳ علماء فرماتے ہیں کہ مسجد میں دنیوی جائز باتیں بھی نیکیاں برباد کردیتی ہیں دنیا کی قید سے معلوم ہوا کہ وہاں دینی باتیں جائز ہیں۔ ۴ یعنی اللہ ان پر کرم نہ کرے گا ورنہ رب کو کسی بندے کی ضرورت نہیں وہ ضرورتوں سے پاک ہے۔ ۵ آپ بہت نوعمر صحابی ہیں اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کی عمر سات سال تھی۔

۱ حضرت سائب کا مسجد نبوی میں سونا یا اس لیے تھا کہ آپ مسافر تھے یا نیت اعتکاف کرلیتے تھے یا آپ جائز سمجھتے تھے بعض علماء مسجد میں سونے کو مکروہ کہتے ہیں بعض بلا کراہت جائز، حضرت فاروق نے انہیں آواز دے کر نہ جگایا۔ مسجد پاک کا احترام کرتے ہوئے۔ ۲ مسجد نبوی میں بلند آواز سے باتیں کرنے پر کیونکہ مدینہ والے یہاں کے آداب سے واقف ہیں تم لوگ پردیسی ہو مسائل سے پورے واقف نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ حاکم گناہ صغیرہ پر بھی تعزیرًا سزا دے سکتا ہے۔ نیز جہاں علم کی روشنی کم پہنچی ہو یا بالکل نہ پہنچی ہو وہاں کے لوگوں کو بے علمی پر معذور رکھا جاسکتا ہے ورنہ بے علمی عذر نہیں خیال رہے کہ طائف حجاز کا مشہور شہر ہے مکہ معظمہ سے تین منزل ہے سیدنا عبداللہ ابن عباس کا مزار پر انوار وہیں ہے فقیر نے زیارت کی ہے ۳ مرقاۃ نے فرمایا کہ مسجد نبوی کی حرمت، دوسری مسجدوں سے زیادہ ہے کیونکہ حضور اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ وہاں حضور کا دربار ہے۔ اس کا ادب چاہیئے وہ حضرات دنیوی باتیں اونچی آواز سے کررہے تھے ورنہ مسجد میں درس تدریس ذکر اللہ نعت شریف وغیرہ بلند آواز سے کرسکتے ہیں۔ جبکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ ۴ کیونکہ اس کا فرش بجری کا تھا بطحاء یعنی کنکریلی زمین یہ جگہ مسجد کے خارجی حصہ میں تھی نہ کہ داخلی حصہ

الرَّحْبَةِ رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُئِيَ فِي وَجْهِهٖ فَقَامَ فَحَكَّهٗ بِيَدِهٖ فَقَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا يُنَاجِيْ رَبَّهٗ وَاِنَّ رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَلَا يَبْزُقَنَّ اَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ فَبَصَقَ فِيْهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ اَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحٰبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ

چلا جائے [1] (موطا) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلے کی جانب رینٹھ دیکھی [2] آپ کو ناگوار گزرا حتی کہ ناگواری چہرۂ انور میں دیکھی گئی پھر اٹھے اُسے اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا [3] فرمایا کہ تم میں سے کوئی جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اپنے رب سے باتیں کرتا ہے اور اس کا رب اس کے اور قبلے کے درمیان ہوتا ہے [4] لہٰذا کوئی قبلے کی طرف ہرگز نہ تھوکے لیکن بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے [5] پھر اپنی چادر کا کونہ پکڑا اس میں تھوکا پھر اُسے مل ڈالا فرمایا یا ایسے کرے [6] (بخاری) روایت ہے حضرت سائب ابن خلاد سے وہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک ہیں [1] فرمایا ایک شخص نے قوم کی امامت کی تو قبلے کی طرف تھوک دیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے

ہیں ورنہ اس کے آداب بھی مسجد جیسے ہوتے۔

[1] شعر سے مراد دنیوی اشعار ہیں شور سے مراد بھی دنیوی باتیں اونچی آواز سے کرنا ہیں ورنہ نعت شریف ذکر بالجہر مسجد میں جائز ہے مسلم شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام ہر نماز فرض کے بعد خوب اونچی آواز سے ذکر اللہ کرتے تھے۔ [2] یعنی قبلہ کی دیوار میں اس سے محراب مراد نہیں کیونکہ اس زمانہ میں مسجدوں میں محرابیں نہ تھیں، محراب حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی بدعت ہے جبکہ ولید ابن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے۔ جہاں اب محراب النبی بنی ہے وہ حضور کے نماز پڑھنے کی جگہ تھی۔ [3] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسجد میں گندگی ملال نبی کریم کی ناراضی کا باعث ہے دوسرے یہ کہ مسجد کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا حضور کی سنت ہے اسی لیے علماء و مشائخ بلکہ اسلامی بادشاہ کبھی اپنے ہاتھ سے بھی مسجد صاف کرتے تھے [4] یعنی اس کی رحمت خاص سامنے ہوتی ہے نیز کعبہ بھی سامنے ہے بعض لوگ نماز کے علاوہ بھی کعبہ کی طرف تھوکنے کو منع کرتے تھے [5] یہ بھی وہاں جہاں مسجد کا فرش کچا یا بجری ہو جس سے تھوک کو دبایا جا سکے پکے فرش میں قطعاً منع کہ اس میں مسجد کی گندگی ہے، ایسے موقع کے لیے اگلی ہدایت آرہی [6] یہ عمل مسجد کے پکے فرشوں اور قیمتی مصلوں پر بھی کیا جا سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ چادر اوڑھے رہنا حضور کی سنت ہے۔ اور نماز میں اتنا تھوڑا عمل ضرورۃً جائز ہے۔ [7] چونکہ ان کی صحابیت میں

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْمِهٖ حِيْنَ فَرَغَ لَا يُصَلِّيْ لَكُمْ فَاَرَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْ يُّصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَاَخْبَرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ وَحَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّكَ قَدْ اٰذَيْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اُحْتُبِسَ عَنَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى كِدْنَا نَتَرَاءٰى عَيْنَ الشَّمْسِ فَخَرَجَ سَرِيْعًا فَثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَجَوَّزَ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ دَعَا بِصَوْتِهٖ فَقَالَ لَنَا عَلٰى مَصَافِّكُمْ

تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت پر اس کی قوم سے فرمایا کہ آئندہ یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے [۱] اس کے بعد اس نے نماز پڑھانی چاہی لوگوں نے روک دیا اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے اسے آگاہ کیا اس نے یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا فرمایا ہاں مجھے خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے اللہ رسول کو دکھایا [۲] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں تشریف لانے میں تاخیر کی قریب تھا کہ ہم سورج دیکھ لیں [۳] آپ تیزی سے تشریف لائے نماز کی تکبیر کہی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور نماز میں اختصار کیا [۴] جب سلام پھیرا تو آواز سے فرمایا اپنی جگہ بیٹھے رہو۔

اختلاف ہے اور یہ کچھ غیر مشہور بھی ہیں اس لیے مصنف نے یہ تشریح کردی آپ کی کنیت ابو سہل ہے مدنی ہیں، زمانۂ فاروقی میں یمن کے حاکم رہے۔ [۱] کیونکہ یہ کعبہ کا بے ادب ہے، اس لیے حضور نے اس سے خطاب بھی نہ کیا کہ وہ خطاب کے لائق بھی نہ رہا جبکہ کعبہ کا بے ادب امامت کے لائق نہیں تو حضور کا بے ادب اور آپ کی شان میں بکواس کرنے والا امامت کے لائق کیسے ہوسکتا ہے، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بلا تحقیق ہر فاسق وبے ادب کو امام بنالیتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہ امام صحابی تھے مگر اتفاقًا ان سے یہ خطا ہوگئی پھر توبہ کرلی، کیونکہ کوئی صحابی فاسق نہیں، جب اتفاقًا خطا پر امامت سے معزول کردیا گیا تو جان بوجھ کر بے ادبی کرنے والا ضرور معزول کردیا جائیگا۔ حضور کا یہ فرمانا کہ ہر نیک وفاسق کے پیچھے نماز پڑھ لو اس موقعہ کے لیے ہے جب وہ امام بن گیا ہو اور ہم اسے معزول کرنے پر قادر نہ ہوں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قوم وسلطان امام کو امامت سے علیحدہ کرسکتے ہیں۔ [۲] کیونکہ تیرا یہ کام میری ایذا کا سبب ہے اور میری ایذاء رب کی ایذا کا باعث اس کا یہی مطلب ہے، کیونکہ اس نے حضور کو دکھ دینے کے واسطے یہ کام نہ کیا تھا۔ ورنہ یہ عمل کفر وارتداد ہوتا اور اسے دوبارہ مسلمان کیا جاتا ظاہر یہ ہے کہ اس شخص نے توبہ کرلی ہوگی، اور دوبارہ امام بنادیا گیا ہوگا۔ [۳] اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام نہ نماز کے لئے حضور کو جگاتے تھے نہ حضور کے بغیر نماز پڑھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ان کے ساتھ کی قضا ان کے بغیر ادا سے افضل ہے۔ وہ

كَمَا اَنْتُمْ ثُمَّ انْفَتَلَ اِلَيْنَا ثُمَّ قَالَ اَمَا اِنِّيْ سَاُحَدِّثُكُمْ مَا حَبَسَنِيْ عَنْكُمُ الْغَدَاةَ اِنِّيْ قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَوَضَّاْتُ وَصَلَّيْتُ مَا قُدِّرَ لِيْ فَنَعَسْتُ فِيْ صَلٰوتِيْ حَتّٰى اسْتَثْقَلْتُ فَاِذَا اَنَا بِرَبِّيْ تَبَارَكَ وَ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ لَا اَدْرِيْ قَالَهَا ثَلٰثًا قَالَ فَرَاَيْتُهٗ وَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ قَالَ

بیٹھے رہو پھر ہماری طرف توجہ فرمائی پھر فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں کہ آج صبح مجھے تم سے کس چیز نے روکا [۱] میں رات میں اٹھا وضو کیا جس قدر مقدر میں تھا نماز پڑھی نماز ہی میں مجھے اونگھ آگئی حتے کہ نیند غالب ہوگئی [۲] اچانک میں اپنے رب تعالٰی کے پاس اچھی صورت میں تھا [۳] فرمایا اے محمد [۴] میں نے عرض کیا مولا میں حاضر ہوں فرمایا مقرب فرشتے کس میں جھگڑتے ہیں میں نے کہا مجھے نہیں خبر [۵] یہ تین بار فرمایا فرماتے ہیں میں نے رب کو دیکھا کہ اس نے اپنا دست رحمت میرے کندھوں کے بیچ رکھا حتے کہ میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی [۶] تو مجھے ہر چیز ظاہر ہوگئی اور میں نے پہچان لی [۷] پھر فرمایا اے محمد میں نے عرض کیا یارب حاضر ہوں فرمایا

یہ بھی جانتے تھے کہ حضور کا سونا رب کی طرف سے ہے اور آپ کی خواب وحی اور نماز کے وقت بیدار نہ ہونے میں رب کی لاکھوں حکمتیں ہیں، آپ کی نیند تمام عالم کی بیداریوں سے کروڑوں گنا افضل ہے۔ [۱۰] یعنی وقت کی تنگی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا، معلوم ہوا کہ ایسے موقعہ پر نماز کے لیے بھاگ کر آنا جائز ہے۔ رکوع پانے کے لیے بھاگنا منع لہذا یہ حدیث ممانعت کے خلاف نہیں نیز تنگ وقت میں فجر میں بھی قرأت مختصر کرنی چاہیئے۔ [۱] سبحان اللہ صحابہ کا خیال بالکل درست نکلا حضور کو غفلت نماز سے نہیں روکتی بلکہ رب کی طرف توجہ۔ [۲] اور ہم نماز تہجد ختم کرکے سو گئے۔ یہ مطلب نہیں کہ نماز میں سو گئے۔ [۳] اس کی شرح پہلے گزر گئی خیال ہے کہ یا یہ وہی واقعہ ہے جو پہلے مذکور ہوا یا وہ معراج کا واقعہ تھا اور یہ خواب کا۔ [۴] خیال رہے کہ رب نے قرآن شریف میں حضور کو نام لیکر کہیں نہ پکارا ہر جگہ القاب ہی سے پکارا تاکہ قرآن پڑھنے والے اس طرح پکارنے کی جرأت نہ کریں یہاں راز و نیاز کا موقعہ تھا رب نے اظہار کرم کے لیے نام سے پکارا۔ [۵] کیونکہ اب تک تو نے مجھے اس کا علم نہیں دیا، اس کی شرح ابھی پہلی فصل میں گذر چکی۔ [۶] ہاتھ اور پوروں کے وہ معنی ہیں جو رب کی شان کے لائق ہیں۔ یعنی رحمت قدرت توجہ کا ہاتھ کہا جاتا ہے فلاں کام میں حکومت کا ہاتھ ہے یعنی اسکا کرم و توجہ ہے ٹھنڈک پانے کا مطلب یہ ہے۔ کہ رحمت کا اثر دل پر پہنچا۔ [۷] اس کی شرح گذر چکی یعنی علوی اور سفلی عالم غیب و شہادت کا ہر ذرہ مجھ پر فقط منکشف ہی نہ ہوا بلکہ میں نے ہر ایک کو الگ الگ پہچان لیا علم اور معرفت میں بڑا فرق ہے۔ مجمع پر نظر ڈال کر جان لینا کہ یہاں دو لاکھ آدمی بیٹھے ہیں یہ علم ہے اور ان میں سے ہر ایک کے سارے حالات معلوم کرلینا

فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ فِي الْكَفَّارَاتِ قَالَ وَمَاهُنَّ قُلْتُ مَشْيُ الْاَقْدَامِ اِلَى الْجَمَاعَاتِ وَالْجُلُوْسُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ وَاِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ حِيْنَ الْكَرِيْهَاتِ قَالَ ثُمَّ فِيْمَ قُلْتُ فِي الدَّرَجَاتِ قَالَ وَمَاهُنَّ قُلْتُ اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَلِيْنُ الْكَلَامِ وَالصَّلٰوةُ وَالنَّاسُ نِيَامٌ قَالَ سَلْ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِيْ وَتَرْحَمَنِيْ وَاِذَا اَرَدْتَّ فِتْنَةً فِيْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِيْ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ وَاَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِيْ اِلٰى حُبِّكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

مقرب فرشتے کس میں جھگڑتے ہیں[1] میں نے کہا کفاروں میں فرمایا وہ کفارے کیا ہیں میں نے عرض کیا جماعتوں کی طرف پیدل جانا نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا ناگوار حالتوں میں پورا وضو کرنا[2] فرمایا پھر کاہے میں جھگڑتے ہیں میں نے عرض کیا درجوں میں فرمایا وہ کیا چیزیں ہیں میں نے کہا کھانا کھلانا نرمی سے گفتگو کرنا اور جب لوگ سوتے ہوں تو نماز پڑھنا[3] فرمایا کچھ مانگ تو فرماتے ہیں میں نے عرض کیا۔ الہی میں تجھ سے نیکیاں کرنا برائیاں چھوڑنا اور مسکینوں سے محبت مانگتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور جب تو کسی قوم میں فتنہ بھیجنا چاہے تو مجھے بغیر فتنے میں مبتلا کئے وفات دیدے اور میں تجھ سے تیری محبت اور جو تجھ سے محبت کریں انکی محبت اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت سے قریب کردے مانگتا ہوں[4] فرمایا رسول اللہ

معرفت اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضورؐ کا علم کل سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہے، دوسرے یہ کہ حضورؐ کا یہ علم کسبی نہیں بلکہ لدنی ہے تیسرے یہ کہ آپ کا علم و ہدایت قرآن پر موقوف نہیں، آپ نزول قرآن سے پہلے ہی عالم و عامل تھے۔ چوتھے یہ کہ تجلی اور ہے بیان کچھ اور، یہاں حضور کو ہر چیز دکھائی گئی اور قرآن میں بتائی گئی اسی لیے یہاں تجلی ارشاد ہوا اور وہاں فرمایا گیا تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب ساری چیزیں سرکار کو آج دکھادی گئیں تو نزول قرآن سے کیا فائدہ؟ [1] پہلی بار یہ سوال حضورؐ کو علم یعنی آمادہ کرنے پر تھا اور اب یہ سوال سکھا کر امتحان لینے کیلیے تاکہ معلوم ہو کہ محبوب سیکھ کر بھول نہ گئے، وہ سکھانے والا کامل اور یہ سیکھنے والا بھی کامل، خیال رہے کہ بڑے شاگرد کو استاد بھی پڑھایا کرتے ہیں [2] ان سب کی شرحیں ابھی گزر چکیں اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مسجد کو پیدل چلنا بہتر، یوں تو وضو ہمیشہ ہی پورا کرنا چاہیے مگر سردیوں میں خصوصًا جبکہ پانی بھی ٹھنڈا ہو صحیح وضو کرنا بہت ثواب ہے۔ [3] اس کی شرح بھی گزر گئی، بعض بزرگوں کے آستانوں پر جو لنگر ہوتے ہیں جہاں سے ہمیشہ لوگوں کو کھانا ملتا ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے مسلمانوں سے نرم کلام اور کفار و منافقین سے سخت کلام ثواب ہے رب فرماتا ہے وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔ [4] ان تمام کی شرحیں ابھی گزر گئیں، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دیتا رب ہی ہے مگر وہ چاہتا ہے کہ بندہ مجھ سے مانگے تو دوں، یہ مانگنا ہماری بندگی کی نشانی ہے۔ اس لئے فرمایا گیا سَلْ

اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا حَقٌّ فَادْرُسُوْهَا ثُمَّ تَعَلَّمُوْهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ **وَعَنْ** عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ قَالَ فَاِذَا قَالَ ذٰلِكَ قَالَ الشَّيْطَانُ حُفِظَ مِنِّيْ سَائِرَ الْيَوْمِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ **وَعَنْ** عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خواب برحق ہے یہ دعائیں یاد کرلو پھر سکھاؤ ۱؎ (احمد و ترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے محمد ابن اسمٰعیل سے پوچھا فرمایا یہ حدیث صحیح ہے روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ کہتے میں عظمت والے اللہ کی پناہ لیتا ہوں اس کی ذات کریم اور اس کے پرانے غلبے کے ذریعے مردود شیطان سے ۲؎ فرمایا جب مومن یہ کہہ لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہ مجھ سے سارا دن محفوظ رہے گا ۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عطا ابن یسار سے ۴؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے الٰہی میری قبر کو بت نہ بنانا جو پوجی جائے ۵؎

محبوب کچھ مانگو درتیرے یہ کرم ہم تو گناہ بھی کریں گے رب کی توفیق ہو تو نیکی کرسکتے ہیں، پتھر خود نیچے گرےگا کوئی پھینکے تو اوپر جائیگا، خیال رہے کہ یہ سب دعائیں ہمیں سکھانے کے لیے ہیں ورنہ حضور کو یہ ساری نعمتیں پہلے ہی سے حاصل ہیں نیز جو اللہ سے محبت کرنا چاہے وہ اُسکے پیاروں سے محبت کرے۔ ۱؎ یعنی خود بھی سیکھو اوروں کو بھی سکھاؤ کیونکہ یہ سب خوابیں تمہاری ہی خاطر ہیں۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ خدا کی صفات کو وسیلہ دعا بنانا جائز ہے اور ہر شخص شیطان سے رب کی پناہ مانگے کوئی اپنے کو محفوظ نہ سمجھے آدم علیہ السلام معصوم تھے اور جنت خطہ محفوظ مگر پھر بھی وہاں اسکا داؤ چل گیا تو ہم کس شمار میں ہیں۔ کہ نہ خود محفوظ ہیں نہ ہمارے گھر اس سے محفوظ۔ ۳؎ معلوم ہوا کہ شیطان دعاؤں کو بھی جانتا ہے ان کے اثرات کو بھی تفسیر کبیر نے فرمایا کہ شیطان ہر نیک و بد عمل سے خبردار ہے اسی لیے ہر نیکی سے روکتا ہے ہر گناہ کراتا ہے بلکہ ہر ایک کے ارادے سے مطلع ہے اسی لیے ہر ایک کو بہکاتا ہے۔ جب اس فسادی کے علم کا یہ حال ہے تو مصلح عالم کے علم کا کیا حال ہوگا، یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شیطان کے ہر حال اور اس کے ہر کلام سے مطلع ہیں۔ ۴؎ آپ مشہور تابعی ہیں حضرت ام المومنین میمونہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ۸۴ سال عمر پائی ۹۴ھ میں وفات پائی ۵؎ سبحان اللہ حضور ﷺ کی یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ ہر سال لاکھوں جاہل و عالم زیارت کے لیے جاتے ہیں مگر نہ کوئی قبر انور کو سجدہ کرتا ہے نہ کوئی اس کی طرف نماز پڑھے یہ اس دعا کا

میری قبر کو بت نہ بنانا

اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآءِھِمْ مَسَاجِدَ رَوَاہُ مَالِکٌ مُرْسَلًا وَعَنْ مُعَاذِ
ابْنِ جَبَلٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَحِبُّ الصَّلٰوۃَ فِی الْحِیْطَانِ قَالَ بَعْضُ
رُوَاتِہٖ یَعْنِی الْبَسَاتِیْنَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا الْحَدِیْثُ غَرِیْبٌ لَا نَعْرِفُہٗ
مِنْ حَدِیْثِ الْحَسَنِ ابْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَدْ ضَعَّفَہٗ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ وَغَیْرُہٗ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ
مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہوا جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا [1] (مالک ارسالًا) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم باغوں میں نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے [2] بعض راویوں نے فرمایا یعنی بساتین [3] (احمد، ترمذی) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف حسن ابن ابی جعفر کی حدیث سے ہی جانتے ہیں انہیں یحییٰ ابن سعید وغیرہ نے ضعیف کہا [4] روایت ہے حضرت انس ابن مالک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اُنسے یہ خیال ہے کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ و عزیر علیہما السلام کے ایک دو معجزے سنکر انہیں خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیا، اور ان کی عبادت کرنے لگے مگر مسلمان ہزار ہا معجزات سنکر بلکہ آنکھوں سے دیکھ کر نہ حضور کو خدا کہتے ہیں نہ خدا کا بیٹا، جاہل مسلمانوں کا بھی عقیدہ یہ ہے عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یہ حضور کی اس دعا ہی کی برکت ہے۔ **لطیفہ**: بعض لوگ اس حدیث کے ماتحت یہ بیان کرتے ہیں کہ قبروں کی تعظیم کرنا سال کے سال وہاں جانا مجمع کرکے زیارتیں کرنا وہاں چراغاں کرنا سب شرک ہے کیونکہ اس میں قبر پرستی ہے کہ قبر کو بت بنالیا گیا مگر یہ بالکل غلط ہے کیونکہ یہ سارے کام ۱۳ سو برس سے حضور کی قبر انور پر ہو رہے ہیں، ہر سال زائرین کی بھیڑ ہوتی ہے، ہاتھ باندھ کر سر جھکا کر سلام پڑھا جاتا ہے، رات کو ایمان افروز روشنی ہوتی ہے، سارے علماء صلحاء اولیاء یہ کام کرتے ہیں، فقہاء فرماتے ہیں کہ روضۂ انور پر سلام کرنے اسطرح ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے، اگر ان میں سے کوئی کام شرک ہوتا تو حضور کے روضہ پر ہرگز نہ ہوتا کیونکہ حضور کی دعا قبول ہوچکی ہے ان نادانوں کی اس تفسیر سے لازم آئے گا کہ حضور کی یہ دعا رب نے بالکل رد کردی، لہٰذا یہ حدیث جوازِ عرس کے متعلق اہل سنت کی قوی دلیل ہے، حدیث سمجھنے کے لیے علم و عقل و عشق کی ضرورت ہے۔ [1] اس طرح کہ ان قبروں کی عبادت کرنے لگے یا ان کی طرف نمازیں پڑھنے لگے پہلا کام شرک ہے دوسرا حرام، خیال رہے کہ اگر اتفاقًا مسجد میں قبر ہو تو نمازی اور قبر کے درمیان پردہ، آڑ چاہیے۔ جیسے مسجد نبوی شریف میں روضۂ اطہر ہے جس کے چاروں طرف نمازیں ہوتی ہیں مگر قبر انور کی چوطرفہ دیواروں کی آڑیں ہیں اسکی پوری تحقیق پہلے ہوچکی [2] یعنی نفل نمازیں اولاد کے پیچھے یا باغوں میں بہتر جانتے تھے تاکہ باغوں میں رہنے والے بے تکلف نوافل بلکہ ضرورۃً فرائض پڑھ سکیں ورنہ فرائض مسجد میں اور نفل [illegible] [3] یعنی حدیث میں جو حیطان آیا یہ حائط کی جمع ہے حائط دیوار کو بھی کہتے ہیں اور باغ کو بھی کیونکہ وہ دیواروں سے گھرا ہوتا ہے یہاں باغ کے معنی میں ہے [4] ابو حاتم کہتے ہیں کہ حسن مقبول الدعا اور بڑے عابد تھے لیکن عبادات میں زیادہ مشغولیت کی وجہ سے حفظ حدیث میں کوتاہی پیدا ہوگئی تھی

صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِیْ بَیْتِهٖ بِصَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِیْ مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِیْنَ صَلٰوةً وَصَلٰوتُهٗ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ یُجَمَّعُ فِیْهِ بِخَمْسِ مِائَةِ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی بِخَمْسِیْنَ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِیْ مَسْجِدِیْ بِخَمْسِیْنَ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ اَلْفِ صَلٰوةٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِی الْاَرْضِ اَوَّلُ قَالَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ ثُمَّ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی قُلْتُ کَمْ بَیْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ عَامًا ثُمَّ الْاَرْضُ لَكَ مَسْجِدٌ فَحَیْثُ مَا اَدْرَكَتْكَ الصَّلٰوةُ فَصَلِّ

مرد کی نماز اپنے گھر میں ایک نماز ہے اور قبیلے کی مسجد میں پچیس نمازیں اور جس مسجد میں جمعہ پڑھا جاتا ہے اس میں ایک نماز پانچ سو نمازیں اور مسجد اقصٰے میں ایک نماز پچاس ہزار نمازیں اور میری مسجد میں ایک نماز پچاس ہزار نمازیں اور مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نمازیں ہیں۱؎ (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ زمین میں پہلے کون سی مسجد بنائی گئی فرمایا مسجد حرام۲؎ فرماتے ہیں میں نے کہا پھر کون سی فرمایا پھر مسجد اقصٰے۳؎ میں نے کہا ان کے درمیان کتنا فاصلہ تھا فرمایا چالیس سال۴؎ اب ساری زمین تمہارے لئے مسجد ہے جہاں نماز کا وقت آ جائے وہاں پڑھ لو۵؎

۱؎ مرقاۃ نے فرمایا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ گھر کی ایک نماز کا ثواب ایک نماز کے برابر ہے اور محلہ کی مسجد میں ایک نماز کا ثواب گھر کی پچیس نمازوں کے برابر اور جامع مسجد کی ایک نماز محلہ کی مسجد کی پانچسو نمازوں کے برابر اور مسجد بیت المقدس جو اسلام کا پہلا قبلہ تھی وہاں کی ایک نماز جامع مسجد کی پچاس ہزار نمازوں کے برابر اور مسجد نبوی شریف کی ایک نماز بیت المقدس کی پچاس ہزار نمازوں کے برابر اور بیت اللہ شریف کی ایک نماز مسجد نبوی کی ایک لاکھ نمازوں کے برابر مگر خیال رہے کہ یہ ثوابوں کا بڑا فرق ہے، رہی مقبولیت اور قرب الٰہی، اس کا یہ حال ہے کہ مسجد نبوی کی ایک نماز بیت اللہ شریف کی پچاس ہزار نمازوں کے برابر اسی لیے مہاجرین و انصار مسجد نبوی کی نماز کو دل و جان سے پسند کرتے تھے شعر

مہاجر چھوڑ کر کعبہ بسے آ کر مدینہ میں مدینہ ایسی بستی ہے، مدینہ ایسی بستی ہے۔

معلوم ہوا حضور کے قریب عبادات کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ اسی لیے مسجد نبوی میں صف کا بایاں حصہ داہنے سے افضل ہے کیونکہ وہ روضہ پاک سے قریب ہے خیال رہے کہ تاقیامت نمازوں کا یہ حال ہے مگر حضور کے پیچھے نمازوں کا ثواب اور مقبولیت ہمارے اندازے سے باہر ہے۔ ۲؎ کیونکہ آدم علیہ السلام نے بحکم خداوندی حضرت جبریل کے عرض کرنے پر زمین پر آتے ہی یہ مسجد بنائی۔ ۳؎ اقصٰی کے معنی ہیں بہت دور چونکہ بیت المقدس کی مسجد کعبہ معظمہ اور مدینہ طیبہ سے بہت دور ہے اس لیے اقصٰی کہلاتی ہے۔ ۴؎ خیال رہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ بَابُ السَّتْرِ الْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ عُمَرَ وَابْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهٖ فِيْ بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

مسلم بخاری، ستر ڈھانپنے کا باب ۔ پہلی فصل روایت ہے حضرت عمرو ابن ابی سلمہ سے [۱] فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام سلمہ کے گھر میں ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا کہ اپنے کندھوں پر اس کے کنارے ڈالے ہوئے تھے [۲] (بخاری مسلم) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھے پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو [۳] مسلم بخاری کی روایت ہے

بیت المقدس کی بنیاد نہ رکھی بلکہ پہلی بنیادوں پر عمارتیں بنائیں، ان دو پیغمبروں کے درمیان ایک ہزار سال سے زیادہ فاصلہ ہے۔ اس حدیث میں یا تو ان دونوں مسجدوں کی بنیادوں کا ذکر ہے کہ آدم علیہ السلام نے توبہ قبول ہوتے ہی کعبۃ اللہ کی بنیاد ڈالی پھر چالیس سال کے بعد جب آپ کی اولاد بہت ہوگئی اور پھیل گئی تو ان میں سے کسی نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی بعض روایات میں ہے کہ خود آدم علیہ السلام نے ہی کعبہ کے چالیس سال بعد بیت المقدس کی بنیاد رکھی یا کوئی خاص تعمیر مراد ہے جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کعبہ کے چالیس سال بعد یعقوب علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی یہاں مرقاۃ نے بناء کعبہ پر مفصل گفتگو کی ہے۔ بہر حال اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کعبہ بنائے ابراہیمی ہے اور بیت المقدس بناء سلیمانی ان دونوں بزرگوں میں ہزار برس سے زیادہ فاصلہ ہے تو ان تعمیروں میں چالیس سال کا فاصلہ کیسے ہوا جیسا کہ منکرین حدیث کو غلط لگا۔ [۵] یعنی اسلام میں ہر جگہ نماز جائز ہے مذبح مقبرہ وغیرہ میں نماز ممنوع ہونا ایک عارضی کی وجہ سے ہے۔ [۱] بدن کا وہ حصہ جس کا ڈھانپنا نماز میں فرض ہے ستر کہلاتا ہے مرد کے لیئے ناف سے گھٹنے تک ستر ہے اور عورت کے لیئے سر سے پاؤں تک سوا چہرے کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک قدم کے۔ اگر ستر کے کسی عضو کا چہارم حصہ نماز میں تین تسبیح کی بقدر کھلا رہے، تو نماز مطلقاً نہ ہوگی مصنف اس باب میں لباس مستحب اور لباس مکروہ کا ذکر بھی کریں گے [۲] آپ قریشی ہیں، مخزومی ہیں، حضور کے سوتیلے بیٹے ہیں، ام سلمہ کے فرزند [۲] ہجری مقام حبشہ میں پیدا ہوئے۔ حضور کی وفات کے وقت ۹ برس کے تھے۔ عبد الملک ابن مروان کے زمانہ حکومت میں [۸۳] ہجری میں وفات پائی [۳] اس طرح کہ ایک کپڑا سر سے پاؤں تک اوڑھے تھے اور کپڑے کا داہنا کونا بائیں کندھے پر اور بایاں داہنے پر ڈالے ہوئے تھے معلوم ہوا کہ ایک کپڑے میں نماز بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ کندھے وغیرہ کھلے نہ ہوں اگرچہ مستحب یہ ہے کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھے، ٹوپی یا عمامہ قمیض تہبند یا پاجامہ [۳] کہ ننگے پیٹ ننگی پیٹھ ننگے کندھے نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ بعض لوگ صرف تہبند یا پاجامہ سے نماز پڑھتے ہیں، یہ مکروہ ہے۔ بلکہ امام احمد کے نزدیک

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَلْیُخَالِفْ بَیْنَ طَرَفَیْہِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ خَمِیْصَۃٍ لَّھَا اَعْلَامٌ فَنَظَرَ اِلٰی اَعْلَامِھَا نَظْرَۃً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْھَبُوْا بِخَمِیْصَتِیْ ھٰذِہٖ اِلٰی اَبِیْ جَھْمٍ وَّائْتُوْنِیْ بِاَنْبِجَانِیَّۃِ اَبِیْ جَھْمٍ فَاِنَّھَا اَلْھَتْنِیْ اٰنِفًا عَنْ صَلٰوتِیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّلْبُخَارِیِّ قَالَ کُنْتُ اَنْظُرُ اِلٰی عَلَمِھَا وَاَنَا فِی الصَّلٰوۃِ اَنْ تَفْتِنَنِیْ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ قِرَامٌ لِّعَائِشَۃَ سَتَرَتْ بِہٖ جَانِبَ بَیْتِھَا

علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کوئی ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کے کنارے ادھر ادھر ڈالے [۱] (بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیل بوٹوں والی چادر میں نماز پڑھی [۲] اس کے بیل بوٹے ایک نظر دیکھے جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میری یہ چادر ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور ابوجہم سے انبجانیہ چادر لے آؤ [۳] اس چادر نے مجھے ابھی نماز سے باز رکھا [۴] (مسلم، بخاری) بخاری کی روایت میں یوں ہے کہ فرمایا میں اس کے بیل بوٹوں کو نماز میں دیکھتا تھا مجھے خوف ہے کہ میری نماز خراب کر دے [۵] روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ کا ایک پردہ تھا جس سے گھر کا ایک گوشہ ڈھانکے رکھا تھا

نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ [۱] یعنی داہنا کنارہ بائیں کندھے پر اور بایاں داہنے پر اگر کنارے چھوٹے رہے تو نماز قطعاً نہ ہوگی کہ ستر کھلا رہے گا اور اگر ہاتھ سے پکڑے رہا تو نماز مکروہ ہوگی کہ اس صورت میں ہاتھ باندھ نہ سکے گا۔ [۲] عربی میں خمیصہ بیل بوٹے والی چادر ہی کو کہتے ہیں، لیکن علیحدہ اعلام کا ذکر کرنا تجرید کی بنا پر ہے یہ اونی سیاہ چادر تھی جو ابوجہم نے ہدیۃً خدمت اقدس میں پیش کی تھی اس کو اوڑھ کر سرکار نماز پڑھ رہے تھے۔ [۳] انبجانیہ شام کی ایک بستی کا نام ہے جہاں سادے کپڑے تیار ہوتے ہیں، اسی کی طرف اس کی نسبت ہے جیسے ہمارے ہاں بھاگل پور یا ڈھاکہ کی ململ یا لائلپور کا لٹھا مشہور ہے۔ چونکہ چادر کا واپس کرنا ابوجہم کو ناگوار گزرتا، ان کی دلداری کے لیے اس کے عوض دوسری چادر طلب فرمائی اور ابوجہم قرشی ہیں، عدوی ہیں، مشہور صحابی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا احترام فرماتے تھے کیونکہ یہ بزرگان قریش میں سے تھے۔ [۴] اس طرح کہ نماز میں ہمارا دھیان اس کے بیل بوٹوں کی طرف ہو جاتا اور کامل خشوع خضوع نہ رہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ لباس کا اثر دل پر ہوتا ہے خصوصًا صاف اور روشن دل جلدی اثر لیتے ہیں جیسے سفید کپڑے پر سیاہ دھبہ معمولی بھی دور سے چمکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محراب مسجد سادہ ہونا بہتر ہے تاکہ نمازی کا دھیان نہ بٹے، بعض صوفیاء نقش ونگار والے مصلّے کی بجائے سادہ چٹائی پر نماز بہتر سمجھتے ہیں انکا ماخذ یہی حدیث ہے۔ خیال رہے کہ یہ سب اپنی امت کی تعلیم کیلئے ہے قلب پاک مصطفٰی کی واردات مختلف ہیں کبھی کپڑے کے بیل بوٹے سے خضوع خشوع کم ہونیکا اندیشہ ہوتا ہے اور کبھی میدان جہاد میں تلوار لیا کے سایہ میں نماز پڑھتے ہیں اور خشوع میں کوئی فرق نہیں آتا کبھی بشریت کا ظہور ہے اور کبھی نورانیت کی جلوہ گری۔

فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم أميطي عنا قرامك هذا فإنه لا يزال تصاويره تعرض لي في صلاتي رواه البخاري وعن عقبة بن عامر قال أهدي لرسول الله صلى الله عليه وسلم فروج حرير فلبسه ثم صلى فيه ثم انصرف فنزعه نزعا شديدا كالكاره له ثم قال لا ينبغي هذا للمتقين متفق عليه **الفصل الثاني** عن سلمة بن الأكوع قال قلت يا رسول الله إني رجل أصيد أفأصلي في القميص الواحد قال نعم وازرره ولو بشوكة رواه أبو داود وروى النسائي نحوه وعن أبي هريرة قال بينما رجل

ان سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا یہ پردہ ہم سے ہٹاؤ کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے آجاتی ہیں [1] (بخاری) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ریشمیں قبا ہدیۃً پیش کی گئی آپ نے وہ پہنی [2] پھر اس میں نماز پڑھی پھر فارغ ہوئے تو سختی سے اتار دی اس کو ناپسند کرتے ہوئے پھر فرمایا کہ یہ پرہیزگاروں کو زیبا نہیں [3] (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے [4] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا یارسول اللہ میں شکاری آدمی ہوں [5] تو کیا ایک قمیص میں نماز پڑھ سکتا ہوں فرمایا ہاں بٹن لگا دینا اگرچہ کانٹے ہی سے ہوں [6] (ابوداؤد) نسائی نے اسی کی مثل روایت کی روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص تہبند

[1] ظاہر یہ ہے کہ غیر جاندار چیزوں کی صورتیں ہوں گی، اور اگر جاندار کے فوٹو بھی ہوں تب بھی شوقیہ یا احترام کے طور پر نہ تھے تاکہ اس پر کراہت کا حکم ہو خیال رہے کہ دیواروں پر غلاف ڈالنا جائز ہے اگرچہ بہتر نہیں لہذا یہ حدیث ممانعت کی روایت کے خلاف نہیں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ممانعت سے پہلے کا ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ الماری یا طاق پر حفاظت اشیاء کے لیے ڈالا گیا ہو، جیسے اب بھی مروج ہے کیا جاتا ہے کہ بجائے کواڑ ٹاٹ یا پردہ ڈال دیتے ہیں [2] فروج وہ اچکن کہلاتی ہے، جسکا چاک پیچھے سے کھلا ہو یہ قبا دومۃ الجندل کے بادشاہ اکیدر یا اسکندریہ کے بادشاہ نے ہدیۃً پیش کی تھی، آپکا پہن لینا انہیں راضی کرنے کے لیے تھا بعض نے فرمایا کہ واقعہ ظہور نبوت سے پہلے کا ہے۔ حضور اس وقت بھی نمازیں پڑھتے تھے مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ ریشم کی حرمت سے پہلے کا ہے ورنہ حرمت کے بعد حضور نے ریشم کبھی نہ پہنا۔ خیال رہے کہ مرد کو خاص ریشم کے کپڑے پہننا منع ہے دریائی یا سن کا مصنوعی ریشم حلال۔ [3] سبحان اللہ یہ ہے حضور کی فطرت سلیمہ کہ ابھی ریشم حرام نہیں ہوا مگر طبیعت پاک میں نفرت پہلے ہی سے ہے۔ [4] آپ اسلمی ہیں مدنی ہیں کنیت ابومسلم ہے آپ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے بیعت رضوان کے موقعہ پر دوبار بیعت کی۔ مشہور بہادر ہیں پیدل لڑنے والوں میں بے مثال تھے ۸۰ سال عمر پائی ۷۴ھ میں مدینہ پاک میں وفات ہوئی [5] اور شکار میں

يُصَلِّي مُسْبِلٌ إِزَارَهُ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَكَ أَمَرْتَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَقَالَ إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ إِزَارَهُ وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ صَلٰوةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ إِزَارَهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي دِرْعٍ وَخِمَارٍ لَيْسَ عَلَيْهَا

لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا [1] اُس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ وضو کرو وہ گیا وضو کیا پھر آیا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اسے وضو کرنے کا کیوں حکم دیا فرمایا کہ وہ تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا اللہ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو تہبند لٹکائے ہوئے ہو [2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغہ عورت کی نماز دوپٹے کے بغیر قبول نہیں ہوتی [3] (ابوداؤد و ترمذی) روایت ہے حضرت اُم سلمہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا عورت قمیص اور دوپٹے میں نماز پڑھ سکتی ہے بغیر

بھاگ دوڑ بہت کرنا پڑتی ہے تہبند بھاگنے میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔ [6] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ لمبی قمیض میں بغیر تہبند یا پجامہ نماز جائز ہے، دوسرے یہ کہ قمیض کے بٹن لگے رکھنا سنت مستحب ہے اور اگر گریبان میں سے ستر نظر آئے تو واجب ہے، تیسرے یہ کہ نماز میں اپنے سے بھی ستر چھپانا فرض ہے، اس سے بہت مسائل فقیہ مستنبط ہو سکتے ہیں۔

[1] یعنی فیشن اور تکبر کے طریقہ پر اس کا تہبند ٹخنوں سے نیچے تھا جیسا کہ آج کل چودھریوں کا پہناوا ہے، یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اگر فیشن سے نہ ہو تو مضائقہ نہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق سے منقول ہے کہ آپ کے پیٹ پر تہبند رکتا نہ تھا ڈھلک جاتا تھا جس سے ٹخنوں کے نیچے ہو جاتا، حضور سے سوال کیا فرمایا تم فیشن والے متکبرین میں سے نہیں ہو لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ [2] تہبند لٹکانے سے وضو واجب نہیں ہوتا یہاں وضو کا حکم دینا یا اس لئے تھا کہ اس کی وجہ سے اس شخص کو یہ واقعہ یاد رہے اور آئندہ کبھی نیچا تہبند نہ پہنے کیونکہ قدرے سزا دے دینے سے بات یاد رہتی ہے یا اس لیے کہ ان کے دل میں فیشن اور تکبر تھا، ظاہری طہارت کے ذریعہ باطنی طہارت نصیب ہو، ہاتھ پاؤں دھلنے سے دل غرور و تکبر سے دھل جائے بعض صوفیاء فرماتے ہیں پاک کپڑوں میں رہنا پاک بستر پر سونا ہمیشہ باوضو رہنا دل کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ ان کا ماخذ یہ حدیث ہے [3] خمار خَمْرٌ سے بنا بمعنی ڈھکنا اسی لئے شراب کو خمر کہتے ہیں۔ کہ وہ عقل کو ڈھک لیتی ہے عمامہ کو بھی خمار کہہ دیا جاتا ہے، یہاں سر ڈھکنے والا کپڑا مراد ہے، دوپٹہ، چادر یا بڑا رومال، اس سے معلوم ہوا کہ بالغہ عورت کا ستر سر ہے جس کا ڈھکنا نماز میں فرض ہے۔ لہٰذا ایسے باریک دوپٹہ میں نماز جس سے سر نظر آئے نہ ہو گی، یہ حکم آزاد عورت کے لیے ہے، لونڈی کا سر ستر نہیں۔

إِزَارٌ قَالَ إِذَا كَانَ الدِّرْعُ سَابِغًا يُغَطِّي ظُهُورَ قَدَمَيْهَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَذَكَرَ جَمَاعَةٌ وَقَفُوا عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلٰوةِ وَأَنْ يُغَطِّيَ الرَّجُلُ فَاهُ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا
الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا يُصَلُّونَ فِي نِعَالِهِمْ وَلَا خِفَافِهِمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ

تہبند کے فرمایا اگر کرتہ اتنا لمبا ہو کہ اُس کے پاؤں کی پشت کو ڈھانپ لے ۱؎ (ابوداؤد) اور ایک جماعت نے اُسے ام سلمہ پر موقوف کیا ۲؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا لٹکانے ۳؎ اور مرد کے منہ ڈھکنے سے منع کیا ۴؎ (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے ۵؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مخالفت کرو وہ نہ جوتوں میں نماز پڑھتے ہیں نہ موزوں میں ۶؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوسعید

۱؎ عورت کے پاؤں کی پشت ستر نہیں، اور نہ اس کا چھپانا نماز میں فرض ہے۔ قدم کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ یہاں گرنے والا کپڑا پوری پنڈلی کو ڈھانپ لیگا۔ ۲؎ یعنی اسے حضرت ام سلمہ کا اپنا قول قرار دیا نہ کہ حضور کا فرمان شریف لیکن اس قسم کی حدیث موقوف مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں، کیونکہ یہ احکام عقل سے نہیں کہے جاتے ۳؎ کپڑا سر یا کندھے پر ڈالنا اور اس کے دونوں کنارے یونہی لٹکتے چھوڑ دینا سدل کہتے ہیں۔ اچکن یا کوٹ بغیر بٹن لگائے پہننا بھی سدل میں داخل ہے۔ سدل نماز میں مکروہ ہے اگر نیچے کوئی اور کپڑا نہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے ورنہ تنزیہی کیونکہ اس میں کپڑا سنبھالنے میں دل لگا رہتا ہے نماز میں یکسوئی حاصل نہیں ہوتی۔ ۴؎ ہاتھ سے یا کپڑے سے کیونکہ اگر نماز میں منہ پہ ہاتھ یا کپڑا رکھا ہو تو قرأت صحیح نہ ہوسکے گی۔ بعض نے فرمایا کہ عمامہ کا شملہ منہ پہ لپیٹنا منع ہے کہ یہ یہود کا فعل ہے۔ ہاں جب کہ منہ سے بو آرہی ہو یا بدبودار ڈکاریں، اسے جائز ہے۔ ۵؎ آپ انصاری ہیں حضرت حسان کے بھتیجے کنیت ابو یعلی ہے شام میں مقیم رہے ۷۵ سال عمر ہوئی ۵۸ھ میں بیت المقدس میں وفات پائی۔ ۶؎ یعنی یہود جوتے یا موزے میں نماز جائز نہیں سمجھتے تم جائز سمجھو، خیال رہے کہ موزوں میں نماز ادا کرنا سنّت ہے لیکن جوتے اگر پاک ہوں اور اتنے نرم کہ سجدہ میں حرج واقع نہ ہو کہ پاؤں کی انگلیاں بخوبی مڑ کر قبلہ رو ہوسکیں تو ان میں نماز جائز ہے ہمارے ملک کی جوتیاں نماز کے قابل نہیں نیز اب لوگ صحابہ کرام جیسے باادب نہیں اگر انہیں جوتوں میں نماز کی اجازت دی جائے تو مسلے اور مسجدیں گندگی سے بھر دیں گے اس لئے اب جوتے اتار کر ہی مسجدوں میں آنا اور نماز پڑھنا چاہیئے (از مرقاۃ و شامی) اس سے معلوم ہوا کہ بے دینوں کی مخالفت کے لیے جائز کام ضرور کرنا چاہئیں جیسے اس زمانہ میں میلاد شریف اور گیارہویں مرقاۃ نے فرمایا کہ چونکہ اب یہود ہمارے علاقوں میں رہتے نہیں، اس لیے اب جوتا پہنے ہوئے نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں، خیال رہے کہ مسجد یا نماز کے ادب کیلیے جوتا اتارنا قرآن شریف سے ثابت ہے رب فرماتا ہے فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى اسے

قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِاَصْحَابِهٖ اِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَّسَارِهٖ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ الْقَوْمُ اَلْقَوْا نِعَالَهُمْ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَهٗ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى اِلْقَائِكُمْ نِعَالَكُمْ قَالُوْا رَاَيْنَاكَ اَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَاَلْقَيْنَا نِعَالَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ جِبْرِيْلَ اَتَانِيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ فِيْهِمَا قَذَرًا اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَنْظُرْ

خدری سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ نے جوتے اتار دیئے اور اپنے بائیں طرف رکھ دیئے [1] جب قوم نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے [2] جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کی تو فرمایا کہ تمہیں جوتے اتار ڈالنے پر کس نے آمادہ کیا عرض کیا ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریل میرے پاس آئے مجھے بتایا کہ ان میں گندگی ہے [3] جب تم میں سے کوئی مسجد میں آیا کرے تو دیکھ لیا کرے

موسیٰ تم عزت والے جنگل میں ہو جوتے اتار دو، بعض باادب مرید اپنے شیخ کے شہر میں جوتے نہیں پہنتے، امام مالک زمین مدینہ میں کبھی گھوڑے یا کسی اور سواری پر سوار نہ ہوئے، ان کا آدب کا ماخذ یہ آیت ہے اور یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

[1] یہ سب کچھ تھوڑی سی حرکت سے ہوا لہٰذا نہ عمل کثیر نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ [2] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کی پیروی بہر حال کی جائے وجہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے، دیکھو صحابہ کرام نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو نعلین اتارتے دیکھا تو بغیر وجہ کی تحقیق کئے جوتے اتار دیئے اور سرکار نے اس اتباع پر اعتراض نہ فرمایا، دوسرے یہ کہ صحابہ کرام نماز میں بجائے سجدہ گاہ کے اپنے ایمان گاہ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کرتے تھے ورنہ انہیں آپ کے اس فعل شریف کی خبر کیسے ہوتی جیسے مسجد حرم شریف کا نمازی نماز میں کعبہ کو دیکھے ایسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز پڑھنے والا نماز میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھے۔ [3] تھوک رینٹ وغیرہ گھن کی چیز نہ کہ پلیدی اور نجاست ورنہ نماز کا لوٹانا واجب ہوتا کیونکہ اگر گندے کپڑے گندے جوتے میں نماز شروع کر دی جائے پھر پتہ لگے تو نماز دوبارہ پڑھنی پڑتی ہے واقعہ یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا یہ چیزیں پاک ہیں ان کے ساتھ نماز پڑھنے میں مضائقہ نہیں، رب نے جبریل امین کو بھیجا کہ پیارے تمہاری شان کے یہ بھی خلاف ہے تمہارے لباس پاک بھی چاہئیں ستھرے بھی لہٰذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ حضور نے نماز لوٹائی کیوں نہیں اور نہ یہ اعتراض کہ حضور کو اپنے نعلین کی بھی خبر نہیں اوروں کی کیا خبر ہوگی جو شہنشاہ زمین پر کھڑے ہوکر اندرون زمین کا عذاب دیکھ لے اور عذاب قبر کی وجہ جان لے اور جو یہ فرمائے کہ نماز صحیح پڑھا کرو مجھ پر تمہارے رکوع سجدے دل کا خشوع خضوع پوشیدہ نہیں اس پر اپنے نعلین کا حال کیسے چھپے گا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ اپنے حبیب کی براہ راست نگرانی فرماتا ہے کیوں نہ ہو خود فرماتا ہے۔ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا اے محبوب تم ہماری نظروں میں رہتے ہو یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بھی نماز میں حضور

فَاِنْ رَاٰی فِیْ نَعْلَیْهِ قَذَرًا فَلْیَمْسَحْهُ وَلْیُصَلِّ فِیْهِمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلَا یَضَعْ نَعْلَیْهِ عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَلَا عَنْ یَّسَارِهٖ فَتَکُوْنَ عَنْ یَّمِیْنِ غَیْرِهٖ اِلَّا اَنْ لَّا یَکُوْنَ عَلٰی یَسَارِهٖ اَحَدٌ وَلْیَضَعْهُمَا بَیْنَ رِجْلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَوْ لِیُصَلِّ فِیْهِمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَی ابْنُ مَاجَةَ مَعْنَاهُ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَیْتُهٗ یُصَلِّیْ عَلٰی حَصِیْرٍ یَسْجُدُ عَلَیْهِ قَالَ وَرَاَیْتُهٗ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اگر جوتوں میں گندگی دیکھے تو انہیں پونچھ دے اور اُن میں نماز پڑھ لے [1] (ابوداؤد و دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے جوتے نہ اپنی داہنی طرف رکھے نہ بائیں طرف ورنہ دوسرے کے داہنی طرف ہو جائیں گے مگر یہ کہ اس کے بائیں طرف کوئی نہ ہو [2] انہیں دونوں پاؤں کے بیچ میں رکھے اور ایک روایت میں ہے کہ یا ان میں ہی نماز پڑھ لے [3] (ابوداؤد) ابن ماجہ نے اس کے معنی روایت کیے تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو چٹائی پر نماز پڑھتے دیکھا کہ اسی پر سجدہ کرتے تھے [4] فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا [5] (مسلم)

انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیں دیکھتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل کرتے تھے۔ [1] ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ سرکار اور صحابہ کرام نرم چپل پہنا کرتے تھے جس میں سجدہ بے تکلف ہو جاتا تھا اور یہود کی مخالفت بھی، ہمارے جوتوں میں نماز جائز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جوتا پونچھنے سے پاک ہو جاتا ہے جبکہ دلدار نجاست لگی ہو، پیشاب وغیرہ سے بغیر دھوئے پاک نہیں ہوگا۔ [2] چونکہ داہنی طرف رحمت کا فرشتہ ہے جو ہماری نیکیاں لکھتا ہے اور نماز میں وہ اپنا کام کر رہا ہے لہذا اسکا ادب کرتے ہوئے نہ ادھر تھوکے نہ جوتے رکھے ہاں اگر داہنی جانب دور جوتے رکھے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ [3] اگر پاک اور نرم ہوں خیال رہے کہ جوتے میں نماز اور جوتے پر نماز پڑھنے میں فرق ہے اگر تلے گندگی ہو اور اسے اتار کر اس کے اوپر کھڑے ہو کر نماز پڑھ لے تو جائز ہے کہ اب جوتا لباس نہیں بلکہ نماز کی جگہ ہے جس کے اوپر نجاست نہ ہونا کافی ہے جیسے لکڑی کا موٹا تختہ جس کی نچلی سطح ناپاک ہو۔ [4] اس سے معلوم ہوا کہ اگر زمین اور نمازی کے درمیان کوئی چیز حائل ہو تو نماز درست ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ چٹائی اور جو چیز زمین سے اگی ہو اس پر نماز افضل ہے کیونکہ اس میں اظہار عجز ہے اور امام مالک کی مخالفت سے بچنا کہ ان کے ہاں جنس زمین کے سوا کسی چیز پر سجدہ مکروہ ہے۔ [5] یا بیان جواز کے لئے یا اس وقت دوسرا کپڑا تھا نہیں ورنہ سنت یہ ہے کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھے، کرتہ پاجامہ عمامہ لپیٹنے کی صورت یہ ہے۔ کہ چادر کا داہنا کنارہ بائیں کندھے پر ہو

وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ حَافِيًا وَّمُتَنَعِّلًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلّٰى جَابِرٌ فِيْ اِزَارٍ قَدْ عَقَدَهٗ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهٗ مَوْضُوْعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ تُصَلِّيْ فِيْ اِزَارٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ اِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِيَرَانِيْ اَحْمَقُ مِثْلُكَ وَاَيُّنَا كَانَ لَهٗ ثَوْبَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ الصَّلٰوةُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ سُنَّةٌ كُنَّا نَفْعَلُهٗ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُعَابُ عَلَيْنَا فَقَالَ ابْنُ

روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ننگے پاؤں اور نعلین پہنے نماز پڑھتے دیکھا [1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت محمد ابن منکدر سے فرماتے ہیں کہ حضرت جابر نے صرف تہبند (چادر) میں نماز پڑھی جسے گدی کی طرف باندھا تھا [2] حالانکہ ان کے کپڑے کھونٹی پر رکھے تھے کسی نے ان سے عرض کیا کہ کیا آپ ایک ہی چادر میں نماز پڑھتے ہیں [3] تو فرمایا میں نے اس لئے کیا تاکہ مجھے تم جیسے بیوقوف دیکھیں [4] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سے کس کے پاس دو کپڑے تھے [5] (بخاری) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں ایک کپڑے میں نماز سنت ہے [6] ہم یہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے تھے اور ہم پر عیب نہ لگایا جاتا تھا تب حضرت

اور بایاں دائیں پر۔

[1] یعنی کبھی ایسے، یہ دونوں کام ایک ہی نماز میں نہ ہوتے تھے۔

[2] یعنی سر سے پاؤں تک ایک چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔ سر کندھا وغیرہ کچھ کھلا نہ تھا۔ لہذا آج کل کے فیشن پرست اس حدیث سے ننگے سر یا ننگے کندھے نماز پر دلیل نہیں پکڑ سکتے۔

[3] یہ سوال تعجب کے لیے ہے، اس تعجب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنا چھوٹ چکا تھا، تمام صحابہ تین یا دو کپڑوں میں نماز پڑھنے کے عادی تھے۔ [4] بے وقوف اس لیے کہا کہ انہوں نے صحابی پر اعتراض کرنے میں جلدی کی اگر بزرگوں کا کوئی کام نامناسب معلوم ہو تو انتظار کرنا چاہیئے کہ شاید وہ خود ہی اس کی وجہ بتادیں۔ یہی ادب مشائخ اور علمائے حقانی کی بارگاہ کا بھی ہے (اشعۃ اللمعات) [5] یعنی اگر صرف ایک کپڑے میں نماز جائز نہ ہوتی تو اس غریبی کے زمانہ میں ہم میں سے کسی کی نماز نہ ہوتی، یعنی میرا یہ عمل بیان جواز کے لیے ہے۔ نہ کہ سستی کے لیے۔ [6] یہاں سنّت سے مراد لغوی معنی ہیں یعنی طریقہ کار یا یہ مطلب ہے، کہ اس کا جواز سنت سے

مسعودٍ إنما كان ذاك إذ كان في الثياب قلة فأما إذ وسع الله فالصلوة في الثوبين أزكى رواه أحمد

مسعود نے فرمایا کہ یہ جب ہی تھا جب کپڑوں میں کمی تھی لیکن جب اللہ نے گنجائش بخشی تو دو کپڑوں میں نماز بہتر ہے [1] (احمد)

ثابت ہے لہٰذا آپ کے اس فرمان اور سیدنا ابن مسعود کے فرمان میں تعارض نہیں ۔

[1] یعنی بجائے ایک کے دو کپڑوں میں نماز بہتر ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ عمامہ کی نماز بغیر عمامہ کی نماز سے ستر درجہ افضل ہے لہٰذا تین کپڑوں میں نماز بہت بہتر کیونکہ اس حدیث میں قمیص و پاجامہ کا ذکر آیا، اس میں عمامہ کا، دونوں پر عمل ہے ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم (احمد یار خان)

(احمد یار خاں خطیب جامع مسجد غوثیہ گجرات (پاکستان))

فہرست مضامین مرآت جلد اول